

تحقیقات نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا



أَلْعَطَايَا النَّبِيِّ فِي  
الْفُتَاوَى الرَّضْوِيَّةِ

فَتَاوَى رِضْوِيَّة



قصیدتہ الطیبہ: اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

**ALAHAZRAT NETWORK**

## اعلا حضرت نیت ورک

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

# العطاء يا النبي في الفتاوى والرسائل

مع تخریج وترجمہ فی عبارات

جلد شانزدہم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودہویں صدی کا عظیم الشان  
فقہی انسا ئیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۵۳ھ — ۱۳۴۰ھ  
۱۸۵۶ء — ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن • جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون نمبر ۷۶۵۷۳۱۳





## پیش لفظ

پیش لفظ

الحمد لله! اعلیٰ حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے علیہ اور  
ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عہد حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ  
لاہور میں سر رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق  
رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اب تک یہ ادارہ  
امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی  
الرضویہ المعروف بہ فتاویٰ رضویہ کی ترجمہ و تخریج کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاویٰ مذکورہ  
کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جلد مجلد و بعنایت رسولہ  
الکریم تقریباً نو سال کے مختصر عرصے میں یہ سولہویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس سے قبل کتاب الطہارۃ،  
کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق،  
کتاب الایمان، کتاب الحدود والغزیر اور کتاب السیر پر مشتمل پندرہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنیں،  
مشمولات، مجموعی صفحات ادران میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے :



جلد نمبر	عنوانات	سوال جوابات	رسائل	سنین اشاعت	صفحت
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	"	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ — نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
۳	"	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ — فروری ۱۹۹۲ء	۷۵۶
۴	"	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ھ — جنوری ۱۹۹۳ء	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ھ — ستمبر ۱۹۹۳ء	۶۹۲
۶	"	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ھ — اگست ۱۹۹۴ء	۷۳۶
۷	"	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ھ — دسمبر ۱۹۹۴ء	۷۲۰
۸	"	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ — جون ۱۹۹۵ء	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ — اپریل ۱۹۹۶ء	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ — اگست ۱۹۹۶ء	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ھ — مئی ۱۹۹۷ء	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۴۶۸	۴	رجب المرجب ۱۴۱۸ھ — نومبر ۱۹۹۷ء	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود، تعزیر	۴۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ — مارچ ۱۹۹۸ء	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (د)	۳۲۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ — ستمبر ۱۹۹۸ء	۷۱۲
۱۵	" (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ھ — اپریل ۱۹۹۹ء	۷۴۴

## سولہویں جلد

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ششم مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارکپور اعظم گڑھ بھارت کے صفحہ ۴۲۰ سے آخر تک ۴۳۲ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ نئے شامل کردہ رسائل کے علاوہ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔ اس سے قبل گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ پیش نظر جلد بنیادی طور پر کتاب الشریکۃ اور کتاب الوقف کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے تاہم متعدد ابواب فقہیہ و کلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں، مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمیمہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کر دی گئی ہے، انتہائی دقیق اور گر افندہ

تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں :

(۱) جوال العلول تبیین الخلو (۱۳۳۶ھ)

خلو کی تعریف اور اس کے شرعی حکم کا بیان

(۲) التحریر المجید فی حق المسجد (۱۳۱۵ھ)

اشیاء مسجد کو فروخت کرنے اور انھیں اپنے تصرف میں لانے کا حکم

(۳) ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری (۱۳۳۱ھ)

مسجد کانپور کے متعلق ایک نہایت ضروری فتویٰ اور مولانا عبد الباری فرنگی علی کے اس مسجد کے بارے میں فیصلے کا ردّ بلیغ۔

رسالہ مذکورہ میں سے اول الذکر رسالہ تو پہلے سے ہی فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ششم کتاب الوقف میں موجود تھا جبکہ باقی دونوں رسالے اس سے قبل فتاویٰ رضویہ میں شامل نہ تھے موضوع کی مناسبت سے ان کو جلد ہذا میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے نیز رسالہ التحریر المجید کے بعد مسئلہ ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸ فتاویٰ افریقہ سے ماخوذ ہیں، یاد رہے کہ ہندوئوں جلد میں کتاب السیر مکمل ہو چکی ہے اس کے بعد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ششم میں کتاب الفقہ مذکور جس کو کتاب الطلاق کے ساتھ منسلک کر کے تیرھویں جلد (جدید) میں شامل کیا جا چکا ہے لہذا پیش نظر جلد (شانزدہم) کا آغاز کتاب الشکرہ سے ہو رہا ہے۔



حافظ محمد عبدالستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

ستمبر ۱۹۹۹ء

## رموز

- محقق : علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدير  
 ح : علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبي صاحب غنية المستمل  
 شمس : علامہ محمد امين ابن عابدين الشامي صاحب رد المحتار  
 ط : علامہ مسيد احمد الطحاوي صاحب حاشية الدر المختار وحاشية مراقي الفلاح  
 الدرر : الدر المختار ، علامہ محمد علاء الدين الحسكفي  
 الدرر : الدرر شرح القدر ، ملا خضر و علامہ محمد بن فراموز  
 بحر : البحر الرائق ، علامہ زين الدين ابن نجيم  
 ہندیہ : فتاوی عالمگیری ، جماعت علمائے احناف  
 نہر : النہر الفائق ، سراج الدين عمر بن تميم  
 فتح : فتح القدير ، علامہ کمال الدین ابن ہمام  
 غنیہ : غنیۃ المستمل ، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبي  
 حلیہ : حلیۃ المحلی ، ابن امیر الحاج



# اجمالی فہرست

۳	پیش لفظ
۹	فہرست مضامین مفصل
۵۷	فہرست مسائل ضمنیہ
۸۹	کتاب الشریکۃ
۱۱۳	کتاب الوقت
۲۰۵	مصارف وقف
۲۵۵	باب المسجد

## فہرست رسائل

۱۷۵	○ جوال العلو لتبیین الخلو
۲۶۱	○ التحویر الجید فی حق المسجد
۳۶۵	○ ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری





حَسْبُكَ بِأَرَىٰ تَعَالَىٰ

الْحَمْدُ لِلَّهِ تَوْحِيدُ

بِجَلَالِهِ التَّفَرُّدُ

وَصَلَوْتُهُ دَوْمًا عَلَىٰ

خَيْرِ الْأَنَامِ مُحَمَّدٍ

حضرت رضا بریلوی

اُس خدا نے یکتا کی حمد و ثنا

جو اپنے جلال میں یکتا و یگانہ ہے

تمام مخلوق میں سب اعلیٰ انسان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

پر خدا کی رحمت ہمیشہ ہمیش نازل ہوتی رہے !

# فہرست مضامین مفصل

## کتاب الشریکۃ

- ۹۱ عرف نظام بر عمل واجب ہے۔
- ۹۱ عرف اعظم دلائل شرعیہ سے ہے۔
- ۸۹ جو عرف میں معروف ہو وہ مشروط شرعی کی طرح
- ۹۱ ہوتا ہے۔
- ۸۹ زید نے عمر کو کچھ روپیہ دیا اور کہا کہ اس کو خرچ کر یا اپنی حاجت میں اکٹھا یا بھاؤ کر تو قرض قرار
- ۹۲ دیا جائیگا۔
- ۸۹ عورت نے شوہر کو دیا کہ کپڑا بنا کر بیسی تو ہبہ قرار
- ۹۲ دیا جائے گا۔
- ۹۱ طالب علم کو لکڑیاں وغیرہ دیں کہ اپنی کتابوں میں صرف
- ۹۱ کھجے، ہبہ قرار پائے گا۔
- ۹۰ جس عاریۃ کو ہلاک کر کے انتفاع حاصل کیا قرض
- ۹۲ قرار دیا جائے گا۔
- ۹۲ مدار عرف پر ہے۔
- ۹۱ جس معاملہ میں قرض معروف ہو قرض قرار دیا جائے
- ۹۳ اور جس میں ہبہ وہ ہبہ ہے۔
- ۸۹ جن لوگوں کا مال اس طرح مل گیا کہ تمیز مشکل ہے
- ۸۹ اور کچھ لوگ عدم امتیاز کی وجہ سے اپنا حصہ لینے
- ۸۹ سے انکار کریں تو بقیہ شرکار اپنا حصہ لے کر بقیہ
- ۸۹ فقیروں کو دے دیں۔
- ۸۹ مال شریک سے متعلق ایک سوال۔
- ۸۹ مشترک دکان کی آمدنی میں شرکار بچہ مساوی
- ۸۹ شریک ہوں گے۔
- ۸۹ مشترکہ ملک میں سے ایک شریک دوسرے شریک
- ۸۹ کی اجازت سے کچھ رقم لے گیا تو اگر کچھ باقی واپس
- ۹۰ ہوا تو دونوں شرکار بچہ مساوی مالک ہونگے۔
- ۹۰ قرض، ہبہ اور اباحت کا فرق۔
- ۹۰ اباحت بعد موت میں باطل ہو جاتی ہے۔
- ۹۰ مشترک مال میں ہر فریق کے لئے جو مباح
- ۹۱ کر دیا گیا اس کا تاوان نہیں۔

جو چند بھائی یکجا رہتے ہیں ان میں عرفاً ہر ایک کو اپنے مصارف میں صرف کرنے کی اجازت رہتی ہے اور کسی بیشی کا کوئی حساب نہیں ہوتا، یہ اباحت ہے۔

۹۳ شرکت ملک کا ایک سوال۔

مشرک زمین پر گورنمنٹ نے قبضہ کیا، بعد میں تقسیم ہو کر وہ ایک فریق کے حصہ میں پڑی اور گورنمنٹ نے قبضہ کا معاد غنہ دیا تو زمانہ شرکت کے معاد غنہ میں سب شرکار شریک ہوں گے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہ زمین معدلاً استغلا ہو اور کسی ایک نے اپنے لئے اعداد نہ کیا ہو۔

۹۴ کسی ایک کے اپنے لئے اعداد کرنے کی صورت میں زمانہ شرکت کی آمدنی بقدر حصص شرکار مابعد کے لئے ملک خبیث ہے، جس کا صدقہ کرنا یا شرکاً کو دینا واجب ہے۔

اگر زمین معدلاً استغلا نہ ہو تو گورنمنٹ نے جس کو دیا وہی مستحق ہے کہ یہ ہبہ ہے جبکہ شرکار میں کوئی یتیم نہ ہو۔

۹۵ سات سوالات پر مشتمل ایک استفتاء۔

جواب سوال اول۔

دینے والا دینے وقت جو ہمت متعین کر دے وہی متعین ہے۔

معطی نے دیتے وقت کچھ کہا تو اسی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے جبکہ ظاہر اور عرف کے خلاف نہ ہو۔

۹۶ لڑکوں نے باپ کو روپیہ دیا مگر صراحتہ ثابت ہو کہ بطور قرض دیا تھا روپیہ واپس لیں گے۔

۹۷ صراحت نہ ہو اور معمول یہ رہا کہ بطور امداد ہے

۹۸ واپسی دیتے رہے ہوں تو بقیہ وراثہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔

۹۹ یحییٰ علیٰ فعل الغیر میں قسم پر کھائی جاتی ہے۔

۱۰۰ جواب سوال دوم

مکان میں تعمیر مزید سب شرکار کی رائے سے ہوئی تو اپنا حصہ نکال کر بقیہ شرکار سے باقی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

۱۰۱ ایک شریک نے اپنے مال سے بقیہ شرکار کیلئے مشترکہ ملک میں کچھ بنایا اگر یہ ہبہ ہو تو ناجائز ہے کہ یہ ہبہ مشاع ہے۔

۱۰۲ جواب سوال سوم

مشرک کہ جائداد میں کسی شریک نے اپنے حصے سے اپنے لئے مکان بنایا تو وہ اسی کا ہوگا۔

۱۰۳ کسی نے دوسرے کی زمین میں مکان بنایا تو مکان والا اس سے معاملہ بھی کر سکتا ہے اور وہ مکان اپنی زمین سے اکھڑا بھی سکتا ہے اور زمین بیکار ہونے کا اندیشہ ہو تو اس مکان کی قیمت لگا کر اس پر قبضہ بھی کر سکتا ہے۔

۱۰۴ دوسرے کی زمین میں بنے ہوئے مکان کی قیمت لگانے کا طریقہ۔

۱۰۵ مختلف کتب فقہ سے مسئلہ دائرہ کے نصوص۔

۱۰۶ جواب سوال چہارم

۱۰۷

- ۱۰۷ اجنبی ہوتا ہے۔  
 ۱۰۵ لڑکیاں مکان قدیم سے ترکہ پدری پائیں گی۔  
 ۱۰۵ شریک ملک میں ہر شریک کو تصرف کی اجازت ہو  
 ۱۰۵ جہتہ بلا قبضہ باطل ہوتا ہے۔  
 ۱۰۵ جواب سوال پنجم  
 ۱۰۷ تو اپنے حصہ میں اصیل اور شریک کے حصہ  
 ۱۰۷ میں وکیل ہوگا۔  
 ۱۰۷ شریک کو مال مشترک میں تصرف کے لئے اجیر  
 ۱۰۸ کرنا جائز نہیں۔  
 ۱۰۹ وکالت شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتی۔  
 ۱۰۹ وکیل بشرط قرض کے طور پر خرید سکتا ہے۔  
 ۱۱۰ وکیل تجارت کو روافی معمولی تجارت قرضو ایچے کا اختیار ہے  
 ۱۱۰ وکیل بالشرار روپیہ قرض نہیں لے سکتا۔

### کتاب الوقف

- ۱۰۶ قہر میں جائداد دینا جہتہ بالعوض ہے ، اور  
 ۱۱۳ یہ بیع ہے۔  
 ۱۰۶ جائداد مہر میں دے کر بعد موت واپسی کی شرط  
 ۱۰۶ لگانا شرط فاسدہ ہے اور ایسی جائداد کے  
 ۱۱۳ اوپر بیوی کی ملک فاسدہ ہے۔  
 ۱۱۳ ایسی جائداد کے وقف میں علماء کو اختلاف ہے  
 ۱۱۳ یعنی اس میں بیع شروط فاسدہ سے فاسدہ  
 ۱۰۷ حرام ہو جاتی ہے۔  
 ۱۰۷ بیع فاسدہ کو فسخ کرنا بائع اور مشتری دونوں  
 ۱۱۳ پر فرض ہے۔  
 ۱۱۳ بیع فاسدہ کو فسخ نہ کرنا گناہ ہے۔  
 ۱۰۷ عقد فاسدہ سے خریدی ہوئی جائداد پر قبضہ کے  
 ۱۱۳ بعد مشتری اس کا مالک ہو جاتا ہے۔
- ۱۰۵ دیا واپس لے سکتا ہے  
 ۱۰۶ تصدق میں اصل اور جوع نہیں  
 ۱۰۶ جواب سوال ہفتم  
 ۱۰۷ مشترکہ دکان کے شریک نگران نے دکان پر  
 ۱۰۷ قرض بتایا اگر کسی سے نقد روپیہ لیا تھا تو خاص  
 ۱۰۷ نگران ذمہ دار ہونگے اور مال ہی بطور قرض  
 ۱۰۷ مول لیا اور ادا نہ ہو تو سب شریک ذمہ دار  
 ۱۰۷ ہوں گے۔  
 ۱۰۷ تحقیق مسئلہ  
 ۱۰۷ موت کے مرنے کے بعد شریک ترکہ میں مشترکہ  
 ۱۰۷ طور پر تصرف کرتے ہیں یا ان میں سے ایک کو  
 ۱۰۷ نگران بنادیتے ہیں ، یہ شرکت ملک ہے۔  
 ۱۰۷ شرکت ملک میں ہر شریک دوسرے کے حصہ میں



- ایک قول صحت کا ہے اور دوسرا بطلان کا۔  
 ۱۱۴ مسئلہ: الظرف بخلاف جنس الحق۔  
 وقف کسی خاص وقت خاص تک مقید نہیں ہو سکتا۔  
 ۱۱۴ جائداد پر قرض ہونے کے دو معنی۔  
 ۱۱۴ جائداد کا قرضہ میں موقوف کرنا جائز نہیں لیکن ایسی جائداد کا وقف صحیح ہے۔  
 ۱۱۴ جائداد مرہونہ کا وقف اس صورت میں صحیح ہے کہ راجن کے پاس مال قابل ادا کے قرض موجود ہو۔  
 ۱۱۵ مسجد کی تعمیر کی اور اس کے چاروں طرف دکان بنائی، دکان وقف نہ کی تب بھی مسجد کا وقف صحیح ہے، اور اگر اب کوئی شخص وارثوں سے خرید کر وہ دکان مدرسہ اسلامیہ کے لئے وقف کرے، تو یہ وقف بھی صحیح ہے۔  
 ۱۱۶ وہابیہ، روافض، غیر مقلدین اور نحسپری ضالین ہیں۔  
 ۱۱۶ تین عملوں کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔  
 ۱۱۶ ایک شخص نے نفع عوام کے لئے تالاب بنایا کہ لوگ نہائیں اور شکار کریں، اس کی موت کے بعد دوسرے نے زمیندار سے مل کر اس پر قبضہ کر لیا، یہ قبضہ باطل ہے، لیکن اس تالاب کے وقف ہونے میں کلام ہے۔  
 ۱۱۷ حوض مساجد کا حکم
- موقوفہ جائداد کی آمدنی سے جو زمین خریدی گئی وہ وقف کا حکم نہیں رکھتی، اس کی بیع و شراہ جائز ہے، مگر اس کی بیع قابل اطمینان ذرائع سے ہونی چاہئے۔  
 ۱۱۷ حرام کی کمائی کے مصارف خیر میں صرف کرنے کا طریقہ۔  
 ۱۱۸ وقف صحیح ہونے کے بعد اس میں کوئی تبدیلی یا ترمیم نہیں ہو سکتی۔  
 ۱۱۹ واقعہ کو متولی کو معزول کرنے کا حق ہے۔  
 ۱۱۹ موقوفہ جائداد کے بارے میں واقعہ کو بھی کوئی وصیت کرنے کا حق نہیں، نہ کوئی اس کو بیع کر سکتا ہے۔  
 ۱۲۰ امام بارگاہ وقف نہیں ہو سکتا جس نے بنایا اس کی ملک ہے وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کی ملک ہے۔  
 ۱۲۱ فقہیہ داری ناجائز ہے۔  
 ۱۲۱ اسلام کی شرکت سے انکار کرنے والا کافر ہے۔  
 ۱۲۱ زنا اور غنا میں حاصل کیا ہوا روپیہ مثل غضب حرام مطلق ہے۔  
 ۱۲۱ جو جائداد آشناؤں نے زانیہ عورتوں کو ہبہ کی ہبہ باطل، اور جائداد آشناؤں کی ملکیت پر باقی ہے۔  
 ۱۲۱ اگر عقد و نقد دونوں حرام پر جمع نہ ہوں تو مالک صحیح اور حلال ہوگی۔

- فقہ میں مال حرام دیا تو بائع کو اس کا لینا حرام  
لیکن جائیداد ملک مشتری ہوگی۔ ۱۲۲
- ناچنے گانے والوں کو اجرت کے علاوہ ٹیل کے  
طور پر جو دیا جاتا ہے وہ حرام نہیں۔ ۱۲۲
- مالی حرام کے مصرف خیر میں لانے کا حیلہ۔ ۱۲۲
- جائزہ پر ڈالنے کے لئے چادر وقف کر سکتے ہیں۔ ۱۲۲
- جائزہ پر بقصد زینت بیش قیمت چادر ڈالنا مکروہ ہے۔ ۱۲۲
- مسجد کے لئے ہندوؤں کا وقف باطل ہے۔ ۱۲۳
- منازا اور جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں۔ ۱۲۳
- تار و کچور کے باغ میں زمین کا وقف صحیح ہے اور  
تار و کچور تار و اور سیندھی نکالنے کے لئے اجازہ  
پر دینا حرام و باطل ہے۔ ۱۲۳
- قد با سال سے مسلمان جس زمین پر چاہے و قبور  
مساجد بناتے آئے ہیں وہ وقف عام ہے۔ ۱۲۴
- وقف خاص میں برمتولی خلاف اغراض وقف  
تصرف کرنے سے ہر شخص روک سکتا ہے۔ ۱۲۴
- خلاف اغراض وقف اجازت باطل ہے۔ ۱۲۴
- خان متولی کو معزول کر دینا لازم ہے۔ ۱۲۴
- ایک بیع نامہ کی نقل۔ ۱۲۵
- حبسہ بالعرض بیع ہے۔ ۱۲۶
- جتنے لوگوں کے نام بیع ہوئی بیع کے سب مالک  
ہو گئے اگرچہ قیمت ایک شخص نے ادا کی ہو۔ ۱۲۶
- چندہ چندہ دہندگان کی ملک پر ہوتا ہے۔ ۱۲۶
- جو جائیداد چندہ کے پیسہ سے چندہ دہندگان کی  
اجازت سے فراہم ہوئی تو اس میں بھی شریک  
ہوں گے، اور جب سب لوگوں نے مل کر اس کو  
مدرسہ دینیہ کے لئے کر دیا تو وقف ہو گیا۔ ۱۲۶
- مشترکہ جائیداد میں چندہ کی کمی بیشی کا کوئی اثر نہ ہوگا  
بلکہ سب کو یکساں حق حاصل ہے۔ ۱۲۶
- حقوق غیر متجزی میں تمام شریک علی وجہ الکمال  
مالک ہوتے ہیں۔ ۱۲۶
- جو چیز ایک بار وقف ہو گئی دوبارہ وقف نہیں  
ہو سکتی۔ ۱۲۷
- کسی منصب والے کو بلا عذر شرعی معزول کرنا  
جواز نہیں۔ ۱۲۷
- مسئلہ شرعی میں غلت و کثرت رائے کا اعتبار  
نہیں۔ ۱۲۸
- خطائی امور جن میں شرع کی طرف سے کوئی تنبیہ  
نہ ہو کثرت رائے کا لحاظ ہوتا ہے اور اس میں  
علم و جہالت کا بھی لحاظ نہ ہوگا بلکہ تجربہ کاری کا  
اعتبار ہوتا ہے۔ ۱۲۸
- وقف کی صحت کے لئے واقعہ کا جائیداد موقوفہ  
کا مالک ہونا ضروری ہے۔ ۱۲۸
- صحت وقف کے لئے وقف نامہ لکھنا ضروری  
نہیں، زبانی وقف بھی کافی ہے۔ ۱۲۹
- واقف اپنے یا اپنے خاندان کی تولیت کی شرط  
لگا سکتا ہے۔ ۱۲۹
- متولی سے ولایت کب لے لینا ضروری ہے۔ ۱۲۹
- اوقاف مطلقاً چاہے واقف غیر مسلم ہو اور  
وقف ہمارے مذہبی اعمال کے لئے ہوں یا

- غریبوں کی مدد قلم یا طبی امداد کے لئے ہوں سب علی العموم مذہبی ہیں۔
- ۱۳۰ صحت و وقف کی دو ضروری شرطیں۔
- ۱۳۰ مالداروں کے لئے ہوٹل بنا کر وقف کیا وقف نہ ہوگا۔
- ۱۳۰ کافر نے مسجد کے لئے وقف کیا وقف نہ ہوگا۔
- ۱۳۰ کافر نے مندر یا شوالہ کے لئے وقف کیا وقف نہ ہوگا۔
- ۱۳۰ اگر یہ شرط لگادی کہ شوالہ نہ رہے تو فقیروں کیلئے کر دیا جائے وقف صحیح ہوگا۔
- ۱۳۰ مسلمان وقف کر کے مرتد ہو جائے تو وقف باطل ہو جاتا ہے۔
- ۱۳۱ مسائل مذکورہ بالا کے جزئیے کتب فقہ سے۔
- ۱۳۱ چندہ کا جو روپیہ فاضل بچے وہ چندہ دہندگان کا ہے کسی دوسرے مصرف میں صرف کرنے کے لئے ان کی رضامندی ضروری ہے۔
- ۱۳۲ چندہ دہندگان نہ ہوں تو ان کے بالغ وارثوں سے استصواب کیا جائے۔
- ۱۳۲ صبی و مجنون کا حصہ واپس کرنا ہوگا۔
- ۱۳۲ اگر چندہ دہندگان معلوم نہ ہوں تو مصرف سے جو زائد ہو اس کو اس کام میں صرف کریں جس کے لئے وصول کیا گیا، وہ نہ بن پڑے تو فخر اڑ کو دیں۔
- ۱۳۶ قبرستان کی بیع ناجائز ہے۔
- ۱۳۶ قبروں کو ہموار کر کے ان پر چلنا بھی حرام ہے۔
- ۱۳۶ موقوفہ قبرستان میں کچھ زمین دفن سے رہ گئی اور اسی وجہ سے مزید مردوں کا دفن کرنا ممکن نہ رہا
- ۱۳۶ تو وہ خالی زمین واقف کی ملکیت میں لوٹ آئی
- مسجد کے روپوں اور اس کے زمین و عمارت میں ناجائز تصرف کے بارے میں سوال اور اس کا شرعی حکم۔
- ۱۳۷ مسجد کا متولی تعمیر مسجد وغیرہ امور میں قاضی پر مقدم ہے۔
- ۱۳۷ واقف نے صاف مطلق اور بے تعلیقہ وقف دیا
- ۱۳۸ کیا وقف صحیح و تام ہوگا۔
- خود واقف نے وقف میں غلط تصرف کیا اس کو وقف کے انتظام سے الگ کر دیا جائے۔
- ۱۳۸ واقف اگر شرائط وقف کی پابندی نہ کرے تو گنہگار ہے مگر وقف باطل نہ ہوگا۔
- ۱۳۸ واقف و متولی کی خیانت ظاہر ہو جائے تو وقف اس سے نکال کر دوسرے کے سپرد کر دیا جائے۔
- ۱۳۸ وقف کے بعد واقف صرف ایک متولی کی حیثیت میں رہتا ہے۔
- ۱۳۸ واقف نے تولیت کے تبدیل کا ذکر وقف نامہ میں نہ کیا پھر بھی اس کو متولی بدلنے کا حق ہے۔
- ۱۳۸ عام اور معتبر شرطوں کا اختیار شرع نے واقف کو صرف انشاء وقف کے وقت دیا ہے۔
- ۱۳۹ شرائط معتبرہ کا بیان۔
- ۱۳۹ وقف تام ہونے کے بعد شرط بدلنے کا اختیار نہیں، بلکہ اگر تبدیل شرائط کی شرط لگائی ہو تو اختیار رہے گا۔

- وقت میں عام فقرا پر خرچ کرنے کی شرط لگائی،  
 بعد میں خاص کے لئے کہا تو یہ باطل ہے۔ ۱۴۰  
 وقف میں تبدیل شرط لگائی تو صرف ایک بار تبدیل  
 کر سکتا ہے دوبارہ نہیں۔ ۱۴۰  
 یاں دائمی تبدیلی کی شرط کی تو ہر بار بدل سکتا ہے۔ ۱۴۰  
 وقف مطلق غیر مشروط التبدیل کی بیع، اس کو  
 دوسری جائیداد سے بدلنا، اسے دائمی اجارہ پر  
 دینا، یا چالیس سال کے پٹہ پر دینا جائز نہیں۔ ۱۴۲  
 وقف مطلق کو ذی عقل و علم و عمل قاضی صرف اس  
 وقت بدل سکتا ہے کہ وہ باطل قابل انتفاء  
 نہ رہ جائے۔ ۱۴۲  
 کسی ملک کا بھی دائمی اجارہ ہو یہ جائز نہیں۔ ۱۴۳  
 مدت بقا بمجمل ہے۔ ۱۴۳  
 جمالت مدت سے اجارہ فاسد ہوتا ہے۔ ۱۴۳  
 عقد فاسد حرام ہے۔ ۱۴۳  
 تعیین مدت کے بغیر اجارہ جائز نہیں۔ ۱۴۳  
 تعیین مدت سے مقدار منفعت معلوم ہوتی ہے۔ ۱۴۳  
 وقتی پٹہ کاٹنے کی اجازت نہیں۔ ۱۴۴  
 واقف نے اجازت نہ دی اور وقف کو ضرورت  
 نہ ہو تو زمین موقوف کو تین سال سے زیادہ کے  
 اجارہ پر دینا جائز نہیں۔ ۱۴۴  
 اجیر مطلق کے احاطہ کی زمین واردین و صادرین  
 کے لئے وقف ہے جو شخص ان میں تعمیر کر کے اسی  
 مقصد کے لئے وقف کرے وقف صحیح ہوا۔ ۱۴۵  
 ایام حاضری بارگاہ میں خود بانی بھی اس میں مستقیم
- ہو سکتا ہے۔ ۱۴۶  
 مسجد، مقبرہ، پل، حوض و سقاہ سے حسب شرط  
 وقف بانی اور غیر بانی سب فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔  
 جو عمارتیں زائروں کے لئے ہیں ان میں کسی کو  
 دوامی قیام درست نہیں۔ ۱۴۶  
 عمارتوں کو درگاہ کی عمارتوں میں قیام کا باطل  
 حق نہیں کہ وہ مسافروں زائروں کے لئے  
 بنائی گئیں۔ ۱۴۶  
 تعمیر وقف کے وقت واقف نے کوئی نیت کی  
 اور شرط نہ لگائی، تو نیت کا اعتبار نہیں۔ ۱۴۷  
 ارض موقوفہ میں جس نے مقصد وقف کے لئے  
 کوئی عمارت بنا کر وقف کی اس کو کوئی ترجیح  
 حق حاصل نہیں۔ ۱۴۷  
 واقف کی جو شرط مخالف شرع مطہر ہو نا مقبول  
 نامعتبر ہے۔ ۱۴۸  
 عدم ترجیح پر مسجد میں رومال رکھ کر جگہ گھیرنے  
 سے شبہ اور اس کا جواب۔ ۱۴۸  
 مال وقف پر ملکیت کے دعویٰ کا کسی کو حق  
 نہیں، صرف کا حق متولی اور وہ نہ ہو تو اہل عملہ  
 کو ہے۔ ۱۵۰  
 تکیہ موقوفہ میں ذاتی مکان بنانا، مسجد بنانا،  
 اس کا بیچنا جائز نہیں۔ ۱۵۰  
 الوقف لا یوقف۔ ۱۵۰  
 الوقف لا یملک۔ ۱۵۰  
 وقفی قبرستان میں مدرسہ مسجد یا کچھ اور علاوہ قبر کے



- ۱۵۵۔ بنانا جائز نہیں۔  
 ۱۵۵۔ جس زمین کے وقف ہونے کا کوئی ثبوت نہیں وہ مالک کی ہے۔  
 ۱۵۱۔ سلاطین اسلام نے جو اصدات کئے ان کیلئے وقف کا حکم ہے، بندہ معانی میں لفظ وقف کا ہونا کچھ ضروری نہیں۔  
 ۱۵۳۔ متولی کا کسی مقدمہ میں اپنے کو مالک کہنا یا گورنمنٹ کا اس کو مالک تسلیم کرنا اس کو وقف ہونے سے نہیں نکالے گا۔  
 ۱۵۲۔ موقوف علیہ کا فقیر، غیر ہاشمی ہونا ضروری نہیں اذواق رفاد عامر میں سب داخل ہو سکتے ہیں اور واقف نے استثناء کر دیا ہو تو بھی مالدار اور سادات منفع ہو سکتے ہیں۔  
 ۱۵۲۔ وقف کی صحت کے لئے قربت موبد ہونا ضروری ہے لیکن وقف کی پوری جائداد اسی مقصد کے لئے ہونا ضروری نہیں ہے۔  
 ۱۵۳۔ اقرباء اور خاندان پر صرف کرنے کی شرط کی تفصیل اقرب رشتہ دار البعد کو محبوب کرتا ہے۔  
 ۱۵۴۔ میراث میں فقر و غنا رکالحاظ نہیں ہوتا۔  
 ۱۵۴۔ مصارف وقف میں جہاں وقف نامہ خاموش ہو معمول قدیم کے موافق عملہ رہا ہوگا۔  
 ۱۵۵۔ واقف نے وقف میں قوال اور تعزیہ کی شرط لگا دی تو ان پر صرف حرام ہے مگر دیگر مصارف خیر کی وجہ سے یہ وقف جائز ہے۔  
 ۱۵۵۔ استیقامت کا معیار ملک نصاب زائد از حاجت
- اصلیہ ہے۔  
 ۱۵۵۔ تعزیہ و مزامیر معصیت ہیں۔  
 ۱۵۵۔ معصیت میں مال وقف کا صرف حرام ہے۔  
 ۱۵۵۔ مال وقف پر تعدی حرام ہے۔  
 ۱۵۵۔ حرام امور میں مال وقف کو صرف کھنچنے والے متولی پر تادان لازم ہوگا۔  
 ۱۵۵۔ متولی امین ہوتا ہے۔  
 ۱۵۵۔ ہر امین تعدی کے سبب سے ضامن ہوتا ہے۔  
 ۱۵۵۔ ذمی نے بیعہ پر وقف کیا اور کہا کہ جب یہ ویران ہو جائے تو وقف فقراء کے لئے ہوگا تو اس صورت میں یہ وقف ابتداء ہی فقراء کے لئے ہوگا۔  
 ۱۵۵۔ اذواق میں شرط واقف نفس شاری کی طرح ہے۔  
 ۱۵۴۔ مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرضہ ادا نہیں کیا جاسکتا اور جو ادا کرے تاوان دے، مسجد سے نہیں لے سکتا۔  
 ۱۵۴۔ مسجد پر جو جائداد وقف ہے اگر واقف نے اس کی آمدنی سے بنائے مدرسہ و مصارف مدرسہ کی اجازت دی مگر قی تو جائز ہے در نہ نہیں جائداد موقوفہ کو کوئی ظالم لینا چاہے تو مسلمان ہر جائز کوشش سے اس کا دفاع کریں۔  
 ۱۵۴۔ قبرستان کے درخت لگانے والے کی ملک ہیں۔  
 ۱۵۸۔ لفظ اصدات کی تحقیق۔  
 ۱۵۵۔ جو زمین مسجد کے لئے وقف کی گئی اس کو مسجد میں اسی وقت شامل کر سکتے ہیں کہ مسجد میں جگہ

- ۱۵۹ کی قلت ہو اور اس جگہ کی ضرورت ہو۔  
مسجد کی زمین میں کوئی تعمیر حسب شرائط وقف جائز ہے۔
- ۱۶۰ ارسادات اور عطایا کا فرق۔  
سلاطین اسلام جو مواضع مزارع خیر کیلئے متعین کر دیں ان کا حکم وقف کا ہوگا، اس میں سے جو بچے کل یا ججز کسی شیخ کی اولاد کے لئے کرنا منافی وقف ہے۔
- ۱۶۱ اوقاف قدیمہ کے لئے سند پیش کرنا اور وقف کا نام معلوم ہر نام ضروری نہیں۔  
جاگیر میں مزارع خیر میں صرف کرنے کی قید نہیں ہوتی یہ قید و اقف کی علامت ہے۔
- ۱۶۱ بندوبست حال میں کسی وقف کو ملکیت ظاہر کرنے سے وقف ثابت کسی کی ملک نہ ہوگا۔  
محاصل وقف میں اجراء وراثت تصرف بیجا ہے۔
- ۱۶۱ جائداد وقف میں تصرف بیجا ظلم اور باطل ہے۔  
ملک بدل کر وقف ہو سکتی ہے لیکن وقف بدل کر ملک نہیں ہو سکتی۔
- ۱۶۱ مولوی مرتضیٰ حسین درہنگی کے بھائی مولوی مجتبیٰ حسن کے وقف پر قبضہ غاصبانہ سے متعلق ایک سوال۔  
وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے۔
- ۱۶۲ جو موتی وقف میں تصرف بیجا کرے اس کو معزول کر دیا جائے۔
- ۱۶۲ وقف کا مدعی ہر مسلمان ہو سکتا ہے۔  
دیوبندیوں کے اقوال کفریہ پر مطلع ہو کر انہیں عالم دین سمجھنا کفر ہے۔
- ۱۶۲ عالم دین بھی وقف میں ظالمانہ تصرف کرے اس کو معزول کیا جائے۔  
ایک غلط عذر کا مسکت جواب۔
- ۱۶۳ حالت صحت میں مالک نے وقف کر دیا تو کسی رشتہ دار کا اس میں مزاحمت کرنا ظلم ہے۔  
ہندوستان میں خلاف شرع حرکتوں کی تعزیر ہے
- ۱۶۳ مسلمان ایسے شخصوں سے مقاطعہ کریں۔  
مصاحف کثیر تعداد میں مساجد میں جمع ہو گئے ہیکار ضائع ہونے کا خطرہ ہے بھینچنے والا اسے لے کر جو چاہے کرے اگر وقف نہ کیا ہو، وقف کیا ہو تو دوسری مساجد وغیرہ میں تقسیم کر سکتے ہیں۔
- ۱۶۴ ان کو بیع کر رقم مسجد میں جمع کرنا جائز نہیں۔  
مشاع کا بہرہ بلا تقسیم ناجائز ہے۔
- ۱۶۴ لاؤلد بھائیوں کا مشترکہ باغ ایک کی موت کے بعد دوسرے نے وقف کر دیا وقف صحیح ہو گیا۔  
وقف کی بیع و رہن جائز نہیں۔
- ۱۶۵ موقوفہ تکیہ میں دوسری تعمیر ناجائز ہے۔  
بارے میں منفعت وقف کے لئے تعمیر کی گئی اور شرائط وقف میں اسکے خلاف نہیں تو جائز ہے
- ۱۶۶ وقف نامہ کا مسودہ وقف نامہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔  
خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

- ایک کتب خانہ سے متعلق سوال اور ملک و ہبہ اور وقف ہونے کی صورتیں اور ان کے احکام۔ ۱۶۷
- کتب خانہ جو دارالقضا پر وقف ہو اس کی کسی قاضی کی وراثت نہیں چل سکتی۔ ۱۶۸
- وقف کا ثبوت تعامل سے بھی ہوتا ہے۔ ۱۶۸
- زرچندہ چندہ و ہندوں کی ملکیت پر رہتا ہے۔ ۱۶۸
- لفاذ شرا علی المشتري کا حکم۔ ۱۶۸
- وکیل نے موکل کے پیسے سے چیز اپنے لئے خریدی تو زر کا وکیل ضامن ہے۔ ۱۶۸
- چندہ و ہندگان کے علاوہ کسی نے اس رقم سے کچھ خرید یا تو بیع کے مشتری کی ملک ہونے کی صورت میں۔ ۱۶۸
- موانع لفاذ علی المشتري۔ ۱۶۷
- بیع میں مشتری کی طرف سے صراحت یا دلالت اضافت ضروری ہے۔ ۱۶۷
- اضافت الی مشتری کی صحیح اور غلط صورتیں۔ ۱۶۷
- لفظ واسطہ کے معانی مختلف۔ ۱۶۷
- بعض صورتوں میں وقف کا لفظ بولنا ضروری نہیں دلالت بھی وقف ہو جاتا ہے۔ ۱۶۷
- جس نے یہ سمجھ کر کہ اس کا دینا مجھ پر واجب ہے کوئی چیز دی البعد کو کھلا کہ واجب نہ تھی تو لوٹا سکتا ہے۔ ۱۶۷
- رسالہ جوال العلولبتیین الخلو ۱۶۷
- مستاجر نے اجارہ کو دائمی بنانے کے لئے اجارہ پر لی گئی دکان یا مکان میں اپنے مال سے اضافہ کیا اس معاملہ کے شرعی احکام۔ ۱۶۵
- معاملہ خلو بے اصل و باطل ہے۔ ۱۶۶
- دسویں صدی میں امام ناصر الدین مالکی نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا، علمائے احناف رحمہم اللہ نے اسے رد فرمایا۔ ۱۶۶
- خلو کی تعریف۔ ۱۶۹
- دو آدمی پٹہ کی ایک صحیح صورت (مشد المسکر) ۱۸۰
- خلو عین نہیں بلکہ وصف ہے۔ ۱۸۱
- سکنی اور خلو کا فرق۔ ۱۸۱
- معنی خلو میں مختلف علماء کی تصریحات اور مصنف کی تحقیق۔ ۱۸۶
- ابن بلال اور ان پر رد کرنے والوں کے کلام میں مصنف کی تطبیق۔ ۱۸۸
- علامہ منہج پر مصنف کا اظہار تعجب۔ ۱۸۹
- کرداری اور اس کا حکم۔ ۱۹۰
- قرشدار نے قرض دینے والے کو رہنے کے لئے گھر دیا تو اس کی اجرت مثل واجب ہے۔ ۱۹۱
- شامی پر تنقید۔ ۱۹۲
- وقف کے خلو کی شرائط۔ ۱۹۳
- احناف کے یہاں وقف کا نگران امین ہی ہونا چاہئے۔ ۱۹۳
- ناظر امین کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، اگر ۱۹۳
- نظار اس کی تکذیب نہ کرے۔ ۱۹۵
- وقف کا رہن باطل ہے۔ ۱۹۶
- رجن و غلی تو ملک کا بھی حرام ہے۔ ۱۹۶

- ۲۰۷ وقف میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔
- ۱۹۶ وقف کی زائد آمدنی امانت جمع رہے گی اور
- ۲۰۷ بوقت ضرورت وقف پر خرچ کی جائے۔
- ۱۹۶ واقعہ نے اپنے ورثاء کے لئے تولیت کی شرط
- ۲۰۷ لگائی تو یہ شرط قید اہلیت کے ساتھ مفید ہوگی۔
- ۱۹۷ اخیر خاص کا کام پر حاضر رہنا ضروری ہے غیر حاضری
- ۱۹۷ کے دن کی اجرت کا حقدار نہیں، قلیل رخصت
- ۱۹۷ جو اس صیغہ میں مروج ہو وہ عادت معاف ہے۔
- ۲۰۸ صیغہ تعلیم میں جمعہ، کہیں منگل اور جمعہ اور رمضان المبارک
- ۲۰۹ کی تعطیل جائز ہے۔
- ۲۰۹ خدمت گار کو رمضان کی تعطیل نہ ملے گی۔
- ۲۰۹ مدرس کو حج فرض کی ادائیگی کی رخصت نہیں۔
- ۲۰۹ صیغہ تعلیم میں بطور ضرورت تین مہینہ کی غیر حاضری
- ۲۰۹ معاف ہے لیکن بلا تنخواہ۔
- ۲۰۹ انتظام مسجد کا ہتم سال میں ایک آدھ ہفتہ کی
- ۲۰۹ رخصت تو پاسکتا ہے طویل رخصت کے لئے
- ۲۰۹ عوضی دینا ہوگا۔
- ۲۰۹ صاحب وظیفہ کی غیبت مستقطہ اور غیر مستقطہ
- ۲۰۹ کی بحث۔
- ۲۰۹ وقف رجسٹرڈ کرائے کی فیس اگر متولی نے شرط
- ۲۱۲ نہ لگائی تو مال وقف سے نہ ادا کی جائے گی۔
- ۲۱۳ اوقات کے رجسٹرڈ کرائے کی قباحتیں۔
- ۲۰۹ مال وقف سے حاجتمند متولی دستور کے موافق
- ۲۱۵ کھا سکتا ہے۔
- ۲۱۵ حرس و آذ کی مذمت اور قناعت کے فضائل۔
- وقف سے جو منافع اٹھائے اس کو تادان دینا ہوگا۔
- وقف ثبوت کے بعد کسی ناجائز کارروائی سے باطل نہیں ہو سکتا۔
- دیہات کا ٹھیکہ جیسا ہندوستان میں رائج ہے حرام ہے۔
- اعیان کے اتلاف کا اجارہ باطل ہے۔
- مورث نے وقف کی خیانت کی تو وارث پر الزام نہیں، نہ اس کی اہلیت میں فرق پڑتا ہے۔
- اعلیٰ حضرت کے معاصر علمائے اہل سنت کے القاب۔
- بعض صورتوں میں عدم علم عذر ہے۔
- مسجد کے لئے ہندو کا وقف جائز نہیں۔
- مصارف وقف
- مصارف وقف کو کسی دوسری غرض میں صرف کرنا حرام ہے۔
- وقف مسجد کی آمدنی مدرسہ یا دوسری مسجد میں صرف نہیں ہو سکتی۔
- ایک مدرسہ کی آمدنی دوسرے مدرسہ یا مسجد میں صرف نہیں ہو سکتی۔
- چندہ کا جو روپیہ کام ختم ہونے کے بعد بچے چندہ دہندوں کو واپس کر دیا جائے یا جس کام کے لئے اجازت دیں اس میں صرف ہو۔
- چندہ دینے والوں کا چندہ چلے تو اسی قسم کے دوسرے کام میں لگائیں ورنہ فقیروں کو تقسیم کر دیں۔



- ۲۱۶ وقف سے رجوع ناممکن ہے۔  
متولی کا وظیفہ اجیر مثل کے موافق دیا جائے گا عدم  
کفایت کی صورت میں فاضلات سے اضافہ  
کیا جاسکتا ہے۔
- ۲۱۷ اضافہ علم علمائے بلد یا متعدد معززین و بندگان  
اصحاب رائے کریں گے۔
- ۲۱۸ فرض خواہ اس آمدنی پر جو وقف ہے متولی کو ملتی  
ہے ڈگری جاری کر سکتا ہے جائیداد موقوفہ  
پر نہیں۔
- ۲۱۹ اشعار صحیحہ حمد و ثناء جو ممنوعات سے پاک ہوں  
انھیں سن کر انعام و اکرام دینا جائز ہے۔
- ۲۲۰ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت  
کعب ابن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قصیدہ  
سن کر دو اے مبارک عطا فرمائی۔
- ۲۲۱ اور جائیداد موقوفہ سے اس کا رواج ہو تو اس  
سے بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔
- ۲۲۲ قدیم اوقاف میں نئے مصارف مثلاً ٹیلیفون،  
برقی پنکھا اور برقی روشنی وغیرہ لگانا جائز نہیں۔
- ۲۲۳ اصناف کی مذمت۔
- ۲۲۴ مال وقف مال یتیم کا حکم رکھتا ہے۔
- ۲۲۵ جو کچھ کہ عالموں کے منہ میں پیشاب کرتا ہوں یا  
کچھ کہ خدا اوپر ہے یہاں آئے تو اس کو ہم درست  
کر دینگے مرنے والے، اس کے احکام مرتدین  
کے ہیں۔
- ۲۲۶ شرائط وقف کی تعمیل ضروری ہے۔
- ۲۲۷ شرائط وقف کے اتباع کی چند صورتیں۔
- ۲۲۸ اوقاف کے مصارف متولی و منتقلین کے اختیارات  
وغیرہ سے متعلق استفسار جو دس سوالات پر  
مشتمل ہے۔
- ۲۲۹ جو مصارف شرائط وقف کے موافق اور شرائط  
نہ معلوم ہونے کی صورت میں قدیم عملہ رآمد کے  
موافق ہو جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔
- ۲۳۰ وقف کی کاروائی پوشیدہ رکھنا حرم نہیں، مطالبہ  
حساب کا البتہ سب آغیا ہے ہر متولی و منتقل خائن ظاہر ہونے  
کے بعد معزول کیا جاسکتا ہے۔
- ۲۳۱ وقف کے بارے میں شرع کی مخالفت کرنے والے  
اور حساب کی جانچ سے روکنے والے ممبران ہرم  
کے مرتکب ہوئے۔
- ۲۳۲ اوقاف کے لئے شرط واقف اور احکام شرع سے  
ہٹ کر قواعد وضع کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔
- ۲۳۳ وقف کا سامان کسی دوسرے کو عاریتہ دینا بھی  
ناجائز ہے۔
- ۲۳۴ وقف کا مال غیر مسلم کو دینا حرام ہے۔
- ۲۳۵ مال وقف سے مذہبی تقریبات کی شیرینی وغیرہ  
کو بھیجنے کی شرط ہو یا معمول قدیم ہو تو جائز  
و روا ہے۔
- ۲۳۶ یہی حال دعوت وغیرہ کا ہے۔
- ۲۳۷ متولی وقف امین وقف ہے۔
- ۲۳۸ سامان وقف میں کچھ تلف ہو جائے تو متولی  
اور ملازمین پر تاوان نہیں اتلاف پر تاوان ہے۔

- ۲۲۷ کتابیں ذرات الیمین میں ذوات الامثال نہیں۔  
 ۲۲۷ چھاپے اور کاغذ کی وحدت مستلزم مشیت نہیں۔  
 ۲۲۷ ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد کو عاریۃً و بیئاً جائز نہیں۔  
 ۲۲۷ احکام شرعیہ کے خلاف نہ کثرت رائے دیکھی جاسکتی ہے نہ اتفاق رائے۔  
 ۲۲۷ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔  
 ۲۲۷ دربارہ وقف واقف کی تصریح شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی طرح واجب العمل ہے۔  
 ۲۲۸ احکام شرع کے خلاف کوئی قانون اور شرط نہ مانی جائے گی۔  
 ۲۲۸ اغراض وقف سے زائد امور کے لئے مال وقف سے نہ تو کسی جائیداد کا خریدنا جائز ہے نہ کرنا جائز ہے۔  
 ۲۲۹ ولی کے ایسے تصرفات جس سے وقف کو نقصان پہنچے تو وہ تصرفات ناجائز ہیں۔  
 ۲۲۹ ان الوکایة مشروطة بالنظر ولا نظر فی الضرر۔  
 ۲۲۹ شرح سود کے حساب سے کرایہ مقرر کیا تو یہ معاملہ گندہ ہے کرایہ جائز ہوگا۔  
 ۲۲۹ وقف سے متولی کو بضرورت سواری اور ایام کارگزاری کی تنخواہ اور ضرورت ہو تو سپاہی کی تنخواہ بھی ملے گی۔  
 ۲۲۹ مقدار تنخواہ وغیرہ کا تعین عرف پر ہے۔  
 ۲۲۹ پڑے اور قبولیت کا نذرانہ جائز نہیں ہے۔  
 ۲۲۸ وقف کی وصیت کا نفاذ بعد موت ہوگا۔ زندگی میں حسب منشاء تصرفات کا اختیار ہے۔  
 ۲۲۸ مسجد کی وقفی زمین میں ناجائز تصرفات کے متعلق سوال۔  
 ۲۳۱ ایک وقف جس غرض کے لئے کیا جائے اسی پر رکھا جائے۔  
 ۲۳۱ وقف دکان کو رباط یا رباط کو دکان کر دینا حرام ہے۔  
 ۲۳۱ وقف جائیداد کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے۔  
 ۲۳۲ موقوف علیہ کو بدل دینا حرام ہے۔  
 ۲۳۲ مسجد کی موقوفہ زمین کو مدرسہ میں شامل کرنا حرام ہے۔  
 ۲۳۲ مسجد کا پیشہ کھود کر پافانہ بنانا حرام ہے اور وقف میں غصب ہے۔  
 ۲۳۲ صحیح حدیث کا ارشاد ہے کہ جو ایک بالشت زمین غصب کرے گا زمین کے ساتوں طبقوں تک اتنا حصہ توڑ کر روز قیامت اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا۔  
 ۲۳۲ وقف کی جائیداد میں بے جا دست برد اور ظلم پر سکوت حرام ہے اور چارہ جوئی فرض ہے۔  
 ۲۳۲ مسلمانوں کو وقف کے بدلے کا کوئی اختیار نہیں۔  
 ۲۳۲ آدمی اپنی ملک میں تصرف کر سکتا ہے۔  
 ۲۳۲ واقف مالک حقیقی کی ملک خاص ہے۔  
 ۲۳۲ مسجد کو بٹوسے بچانا واجب ہے۔  
 ۲۳۲ مسجد میں مٹی کا تیل جلانا، سلاخی سلگانا، کچا گوشت

- ۲۳۲ لے جانا حرام ہے۔  
 ۲۳۵ مسجد کے قریب پانچ گنا بنانا جس سے مسجد میں  
 ۲۳۲ بوبہنے حرام ہے۔  
 ۲۳۲ مسجد عام جماعت کے لئے بنائی جاتی ہے۔  
 ۲۳۲ جماعت ہر مسلمان پر واجب ہے۔  
 ۲۳۲ ترک جماعت پر وعیدات شدیدہ۔  
 ۲۳۲ کچا پیاز یا کچا لہسن کھا کر مسجد میں جانا  
 ۲۳۳ ناجائز ہے۔  
 ۲۳۳ مسجد خالی ہو تب بھی اس میں بدبود داخل کرنا  
 ۲۳۳ ناجائز۔  
 ۲۳۰ جس سے انسان ایذا پاتا ہے اُس چیز سے  
 ۲۳۳ ملائکہ بھی ایذا پاتے ہیں۔  
 ۲۳۰ مسجد میں مال وقف سے بلا ضرورت برقی پنکھے  
 ۲۳۳ اور ایکٹرک روشنی لگانے سے متعلق سوال۔  
 ۲۳۰ جن مصافح کی عرفاً یا نصاً اجازت نہ ہو مال وقف  
 ۲۳۵ سے اس کا ادا کرنا حرام ہے۔  
 ۲۳۰ بے شرط وقف مال وقف سے صبح تک چراغا جانا  
 ۲۳۵ منع ہے۔  
 ۲۳۲ واقف نے مسجد میں لنگرے نہیں بنوائے تھے  
 ۲۳۵ متولی نے مال وقف سے بنوایا تاوان دے۔  
 ۲۳۲ مصلیوں کو اذان کی آواز بے منارہ پہنچ جاتی ہے  
 ۲۳۲ تو مال مسجد سے منارہ بنانا درست نہیں۔  
 ۲۳۲ واقف نے فراش کا وظیفہ نہ رکھا تو متولی یا  
 ۲۳۵ حاکم یہ وظیفہ جاری کرنے کے مجاز نہیں۔  
 ۲۳۲ مسجد مستحکم ہو تو اس کو توڑ کر نئی بنانا جائز نہیں۔  
 ۲۳۲ لگیا کس کی روشنی ہے تو برقی قہقہے لگانا منع ہے۔  
 ۲۳۵ لگائیں تو تاوان دینا ہوگا۔  
 ۲۳۵ مسائل مذکورہ بالا سے متعلق نصوص۔  
 ۲۳۸ مسجد میں فرشی پنکھا لگانا مطلقاً ناپسندیدہ ہے۔  
 ۲۳۹ بجلی کے پنکھے کی ہوا طبعاً مضر ہو تو اپنے گھر میں  
 ۲۳۹ بھی لگانا نہ چاہئے۔  
 ۲۳۹ مسجد میں ایسی چیز لگانا جس سے مصلیوں کا دل  
 ۲۳۹ بے منع ہے۔  
 ۲۳۹ مسجد میں نجس چیز لے جانا حرام ہے۔  
 ۲۳۹ برقی روشنی اور پنکھے سے حادثات کا ظن غالب  
 ۲۳۰ ہو تو ان کا استعمال منع ہے۔  
 ۲۳۰ طبعاً جس چیز کا مضر ہونا ثابت ہو اس کا استعمال  
 ۲۳۰ حرام ہے۔  
 ۲۳۱ ایک مسجد کے وقف کی آمدنی دوسری مسجد میں  
 ۲۳۱ نہیں لگائی جاسکتی۔  
 ۲۳۱ وقف کے کرایہ دار نے عند صبح سے درمیان مدت  
 ۲۳۰ میں مکان چھوڑ دیا تو باقی ماندہ کا کرایہ چھوڑا جاسکتا ہے۔  
 ۲۳۵ بالغ ہوئی والے یموں کو اگر کسب کے لائق ہونے  
 ۲۳۲ تک یم خانہ سے خورد و نوش دینے کا معمول ہو  
 ۲۳۲ تو دیا جائے۔  
 ۲۳۲ معمول نہ ہو تو چند دہندگان سے اجازت لینی  
 ۲۳۲ ضروری ہے۔  
 ۲۳۲ معمول نہ ہونے اور اجازت نہ لینے کی صورت  
 ۲۳۲ میں جو بالغوں پر صرف ہوتی ہو اس کا تاوان  
 ۲۳۲ دینا ہوگا۔

- مسجد کے چندہ میں چیک دیا متولی کی غفلت سے  
بھن نہ سکا تو کیا حکم ہے۔ ۲۴۳
- روپیہ جو کوئی شخص بنک میں جمع کرتا ہے وہ بنک  
پر دین ہوتا ہے۔ ۲۴۴
- وکیل بقیض الدین اور ہبہ باطلہ کی ایک صورت۔ ۲۴۴
- معدوم کے لئے ہبہ باطل ہے۔ ۲۴۴
- ہبہ بے قبضہ تام مفید ملک نہیں۔ ۲۴۵
- قبضہ سے پہلے مویوب ہلاک ہو جائے تو ہبہ  
باطل ہوتا ہے۔ ۲۴۶
- تسلیم سے پہلے واہب مرجائے تو بھی ہبہ  
باطل ہے۔ ۲۴۶
- کسی ادارے کے چند متولی ہوں تو ذمہ داری سب  
کی برابر ہے۔ ۲۴۷
- چندہ کی رقم جو کام سے فاضل ہو گئی چندہ دہندہ  
کی ملک ہے یا تو انہیں حصہ رسدی واپس  
دیا جائے یا دوسرے جس کا بر خیر میں وہ بتائیں  
لگائی جائے۔ ۲۴۷
- خیرات خالصہ اللہ کے لئے وقف صحیح ہے۔ ۲۴۷
- نیاز فاتحہ حضرت امام عالم مقام و ادلیار کے لئے  
وقف صحیح ہے۔ ۲۴۷
- زارین کے آرام کے لئے جو مکان بنایا گیا اس  
کی مرمت کے لئے وقف جائز ہے۔ ۲۴۷
- قبر کی مرمت کے لئے وقف صحیح نہیں۔ ۲۴۸
- مزارات ادلیار کی حفظ و نگہداشت کے لئے  
وقف بنیت خیر صحیح ہے۔ ۲۴۸
- ہر مباح بنیت مجرورہ محمود و قربت ہو جاتا ہے ۲۴۹
- وقف علی الاولاد اور وقف علی النفس کی  
وضاحت اور اس کے جواز کا حکم۔ ۲۵۰
- اپنی صحت میں اپنی پوری جائیداد کے وقف کا  
اختیار ہے مگر یہ نیت مذموم و شنیع ہے کہ دیگر  
وارثوں کو اپنے ترکہ سے محروم کرے۔ ۲۵۱
- صحت مورث میں کسی وارث کا کوئی حق مورث  
کے مال سے متعلق نہیں ہوتا۔ ۲۵۱
- جو بلا وجہ شرعی اپنے وارث کی میراث سے  
بھاگے اللہ تعالیٰ جنت سے اس کا حصہ  
قطع کر دیتا ہے۔ ۲۵۱
- بہنوں کا مالدار ہونا انہیں میراث سے محروم  
کرنے کی وجہ شرعی نہیں۔ ۲۵۱
- وقف اہلی کا بیان۔ ۲۵۱
- وقف علی الاولاد کی ایک جائز صورت۔ ۲۵۲
- غیر مرض موت میں جو وقف کیا جائے اس پر  
کسی وارث کو حق اعتراض نہیں۔ ۲۵۲
- وقف علی الاولاد میں واقف جیسی شرط لگائے  
اسی کے موافق عمل درآمد ہوگا۔ ۲۵۳
- نیاز بزرگان دین اور میلاد کے لئے وقف  
جائز ہے۔ ۲۵۳
- ثلث مال کا ذخیرہ صرف کرنا بقیہ و ثلث  
سے زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتا جبکہ اس کے  
پاس حاجات اصلہ سے فارغ بقدر نصاب  
بچے اور سال گزرے۔ ۲۵۳

## باب المسجد

- ۲۶۱ بنانا جائز ہے یا نہیں) مسجد کی چیزیں اس کے اجزاء ہیں یا آلات  
۲۶۱ یا اوقاف یا زوائد۔  
۲۵۵ مسجد کے لئے چھت، منارہ، دیواریں ضروری نہیں۔  
۲۶۱ اجزاء مسجد یعنی زمین و عمارت قائمہ کی بیع کا حکم شرعی۔  
۲۵۵ جو زمین نماز کے لئے وقف ہوئی مسجد ہو گئی۔  
۲۶۱ مسئلہ مذکورہ کی تحقیق کے لئے کتب فقہ کی عبارت۔  
۲۵۶ شملہ کی چند مسجدوں کے بارے میں سوال۔  
۲۶۱ مقصد قیامت تک اصل بانی کے نام سے رہے گی۔  
۲۵۶ امام ابو یوسف کی روایت نادرہ ان کے مفتی یہ اعادہ وصف کرنے والے احداث اصل کرنیوالے  
۲۶۳ قول پر متفرع ہے۔  
۲۵۶ کی مثل نہیں۔  
۲۶۳ امام ابو یوسف کی روایت کا حاصل۔  
۲۵۶ حساب کتاب کی کتابوں پر بھی اصل بانی کا نام لکھنا بہتر ہے۔  
۲۶۳ مسجد منہدم ہو جائے اور اس کے اجزاء ضرورت بانی کے خاندان میں جب تک اس کے اہل  
۲۵۶ خدشہ ہو تو قاضی کے اذن سے فروخت کرنا اور پائے جائیں وہی متولی ہوں گے۔  
۲۶۴ قیمت کو محفوظ رکھنا جائز ہے۔  
۲۵۶ متولی کا دیاندار ہونا ضروری ہے مالدار ہونا ضروری نہیں۔  
۲۶۴ تعمیر شدہ مسجد کو اگر پہلے سے مضبوط تر بنانا حاکم اسلام وہ نہ ہو تو متولی مسجد اہل محلہ مسجد سے  
۲۵۸ کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ نکلی ہوئی چھپر مناسب دام پر کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ سکتے ہیں۔  
۲۶۴ آلات مسجد یعنی مسجد کے اسباب جیسے بوریا، مصلیٰ، فرش، قندیل اور جاڑوں میں بچائی جانے والی گھاس وغیرہ کو فروخت کرنے کا  
۲۵۸ شرعی حکم۔  
۲۶۵ مسئلہ مذکورہ کی تحقیق کے لئے کتب فقہ کی عبارت۔  
۲۵۸ کسی قسم کی بے حرمتی کی جگہ اس کو نہ ڈالے۔  
۲۶۵ ○ رسالہ التحذیر الجید فی حق المسجد  
۲۵۸ (اس رسالہ میں اس امر کی تحقیق اینق ہے کہ مسجد کی چیزیں فروخت کر کے اپنے صرف میں لانا اور مسجد کی چھت خرید کر اس پر پانچنانہ وغیرہ



- بعض کو فروخت کر کے قیمت کو جانوروں کے چارہ اور رباط کی مرمت پر صرف کر سکتا ہے یا نہیں۔
- ۲۶۵ مسئلہ مذکورہ کی دو صورتیں۔
- ۲۶۵ مسجد کے تابوت اور چارپائی کی بیع کا حکم۔
- ۲۶۱ مسجد میں کسی نے چٹائی بچھائی پھر مسجد ویران ہوگئی تو چٹائی کا کیا کیا جائے۔
- ۲۶۶ کسی نے مسجد کے لئے گھاس یا قندیل خریدی پھر اس کی ضرورت نہ رہی تو کیا حکم ہے۔
- ۲۶۶ آلات مسجد کے بارے میں امام محمد اور تابد مسجد کے بارے میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے۔
- ۲۶۵ اوقاف مسجد کی بیع کب جائز ہے۔
- ۲۶۶ چار صورتوں کے علاوہ آباد وقف کو تبدیل کرنا جائز نہیں۔
- ۲۶۸ وقف کی تبدیلی میں بے شمار خرابیاں ہیں۔
- ۲۶۸ استبدال وقف کا موجب یا تو شرط استبدال ہے یا ضرورت استبدال۔
- ۲۶۸ بحالت شرط استبدال تبدیلی وقف کا جواز چند شرطوں سے مشروط ہے۔
- ۲۶۰ تبدیل وقف کی شرائط سببہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مخالفہ شرط اور مظنہ مخالفہ نفع وقف سے بچے۔
- ۲۶۰ جو وقف ویران و خراب ہو جائے تو قاضی شرع حاکم اسلام عالم عادل متین خدا ترس کو بلا شرط واقف بلکہ باوصف منع واقف بھی اُسے بیع کر دوسری جائیداد اُسی غرض سے اُس کے قائم مقام کر دینے کی اجازت ہے۔
- ۲۶۱ بچہ شرط۔
- ۲۶۱ مسئلہ مذکورہ کی وضاحت کے لئے کلام و عبارات علماء کرام۔
- ۲۶۱ استبدال تین وجہوں پر ہے۔
- ۲۶۲ قاضی بہشت صاحب علم و عمل کو کہتے ہیں۔
- ۲۶۲ مصنف علیہ الرحمہ کا شامی پر ایک حاشیہ۔
- ۲۶۴ اشجار موقوفہ کی بیع کا حکم۔
- ۲۶۸ زوائد کی بیع کا شرعی حکم۔
- ۲۶۸ زوائد سے مراد کیا چیزیں ہیں۔
- ۲۶۰ وہ تمام اشیاء جو متولی بطور خود مسجد کے مال سے آمدنی برٹانے کے لئے خریدے ان کی بیع کا بشرط مصلحت وہ ہر وقت اختیار رکھتا ہے۔
- ۲۶۹ مسئلہ مذکورہ کی تائید میں کتب فقہ کی عبارت۔
- ۲۶۸ ایک مسجد کی ملکیت دوسری مسجد میں خرچ کرنا یا مسجد کا پیسہ دوسری میں دینا حرام ہے۔
- ۲۸۰ مسجد کی بیکار چیز خرید کر صرف میں لانا۔
- ۲۸۰ علماء نے اس کو دے کی بھی تعلیم کا حکم دیا ہے جو مسجد سے جھاڑ کر پھینکا جاتا ہے۔
- ۲۸۱ جو مکان ہمیشہ نماز مسلمان کے لئے بنایا مسجد ہو گیا اگرچہ اسے مسجد نہ کہا، نہ محراب بنائی اگر کہا میں نے یہ زمین نماز کے لئے وقف



- ۲۸۸ فرشتے بھی اس سے اذیت پاتے ہیں (حدیث)
- ۲۸۲ مٹولی مسجد کی واجہ تعمیر محارم والود کی مزا ہو گئی۔
- ۲۸۹ نہیں کر سکتا۔
- ۲۸۳ مسجد ہونے کے لئے زمین میں پانچ صورتوں سے ایک صورت چاہئے ورنہ مسجد نہ ہوگی
- ۲۸۴ صحن مسجد بھی مسجد ہے۔
- ۲۸۴ مسجد کے فرش پر وضو حرام ہے۔
- ۲۸۴ غیر معتکف کو اس کی بھی اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر کسی برتن میں وضو کرے اس طرح کہ پانی مسجد میں نہ گرے۔
- ۲۸۴ معتکف کو مسجد میں اس صدرت میں وضو کرنے کی رخصت ہے کہ کوئی بوند مستعمل پانی کی مسجد میں نہ گرے۔
- ۲۹۰ ویران کرنے والا ہے۔
- ۲۸۴ غیر معتکف شدید بارش میں مجبوری اس طرح وضو کر سکتا ہے کہ مینہ کا پانی سب کو بہا لیجائے۔
- ۲۹۰ امام کے نصب میں تنازع ہو تو اہل محلہ کا امام افضل ہے تو اسی کو ترجیح ہے۔
- ۲۹۱ اہل محلہ کا مسجد کی تعمیر کرنا منطوقی کی توہین نہیں ہے۔
- ۲۸۴ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجدوں میں مینار اور کنگورے نہیں تھے، بعد میں قلوب عوام میں غفلت ڈالنے کے لئے علماء اور عوام مسلمان نے اس کو مستحسن سمجھا۔
- ۲۸۴ قرآن شریف پر سونا چڑھانا، مسجد میں گچکاری وغیرہ اسی قبیل سے ہے۔
- ۲۹۳ آج کل یہ طرز تعمیر مسجد کی حفاظت اور اس کے امتیاز کا بھی ذریعہ ہے۔
- ۲۸۸ مسجد بنانے کی نیت سے ہندو نے مسلمان کو روپیہ دیا، مسلمان نے اس روپیہ سے مسجد بنا دی مسجد ہو گئی۔
- ۲۸۸ کافر نے پُرانی مسجد کی مرمت کرادی مسجد ہی کی مگر اسے کوئی مسجد نہ سمجھے جب بھی مسجد ہو گئی۔
- ۲۸۳ مسجد ہونے کے لئے زمین میں پانچ صورتوں سے ایک صورت چاہئے ورنہ مسجد نہ ہوگی
- ۲۸۴ صحن مسجد بھی مسجد ہے۔
- ۲۸۴ مسجد کے فرش پر وضو حرام ہے۔
- ۲۸۴ غیر معتکف کو اس کی بھی اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر کسی برتن میں وضو کرے اس طرح کہ پانی مسجد میں نہ گرے۔
- ۲۸۴ معتکف کو مسجد میں اس صدرت میں وضو کرنے کی رخصت ہے کہ کوئی بوند مستعمل پانی کی مسجد میں نہ گرے۔
- ۲۸۴ غیر معتکف شدید بارش میں مجبوری اس طرح وضو کر سکتا ہے کہ مینہ کا پانی سب کو بہا لیجائے۔
- ۲۸۴ ان ضرورات طبع المحظورات۔
- ۲۸۴ کثیر بارش ترک جماعت کے لئے عذر ہے۔
- ۲۸۴ جماعت نماز واجب ہے۔
- ۲۸۴ کثیر بارش ترک جمعہ کے لئے عذر ہے۔
- ۲۸۸ غیر معتکف کو مسجد میں اخراج ریکہ مکروہ ہے۔
- ۲۸۸ طالب علم مسجد میں اس طرح کتاب دیکھ سکتا ہے کہ نمازیوں کو حرج نہ ہو۔
- ۲۸۸ اگر ریکہ میں بدبو ہو تو ایسے شخص کا ایسے وقت میں مسجد میں بیٹھنا جائز نہیں۔
- ۲۸۸ مسجد کو بدبو سے بچانا واجب ہے۔
- ۲۸۸ جس بات سے آدمیوں کو اذیت پہنچتی ہے

- ۲۰۱ مصالح مسجد ذوالج مسجد ہیں۔  
 ۲۹۶ نہ کرنی چاہئے۔  
 ۲۰۱ دروازہ قدیم مسجد کی چھت پاٹ کر مسجد میں شامل  
 ۲۹۶ کافر نے اپنی زمین مسلمانوں کو ہبہ کی اور انھوں  
 ۲۰۱ کر ہے بے اہل محلہ کی اجازت لے جائز نہیں۔  
 ۲۹۶ نے مسجد بنائی تو جائز ہے اور خرد مسجد بنوانا  
 ۲۰۲ آباد قبرستان کو پاٹ کر مسجد میں شامل کرنا  
 ۲۹۶ تو وہ مسجد ہوتی ہی نہیں۔  
 ۲۰۲ حرام ہے۔  
 ۲۹۶ مخلوط مال کسی کو میراث سے پہنچا جس میں حلال  
 ۲۰۳ جس قبرستان میں دفن کرنا بند ہو وہاں قبر سے باہر  
 ۲۹۶ حرام کی تمیز نہیں تو وارث پر کوئی مطالبہ نہیں  
 ۲۰۳ ستون قائم کر کے بلند پر چھت پاٹ کر چھت کو  
 ۲۹۶ ایسے مال سے مسجد بنائی مسجد ہوگی۔  
 ۲۰۳ شامل مسجد کرنے میں حرج نہیں۔  
 ۲۰۵ مطلقاً حقوق عبد کا تعلق مانع مسجدیت نہیں۔  
 ۲۹۶ حرام مال میں بھی جب تک عقد و نقد و نون حرام  
 ۲۰۵ مقبرہ کے لئے بھی حقوق عبد سے فارغ ہونا  
 ۲۹۶ مال پر جمع نہ ہوں خریدی ہوئی چیزیں حرمت  
 ۲۰۶ شرط ہے۔  
 ۲۹۶ سرایت نہ کرے گی۔  
 ۲۰۶ نہر خاص کو پاٹ کر اس کی چھت پر مسجد بنانا  
 ۲۹۶ امام کرخی کا مذہب مفتی یہ ہے۔  
 ۲۰۶ جائز ہے۔  
 ۲۹۶ طاق عدد اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔  
 ۲۰۶ غیر کی ایسی زمین پر جس پر اس غیر کو حق نماز احمد  
 ۲۹۶ مسجدیں دروں کی طاق عدد کا مسلمانوں میں  
 ۲۰۶ نہ رہا مسجد بنائی تو فحوتی اسی پر ہے کہ وہ عمارت  
 ۲۹۶ رواج ہے، حتی الامکان اس رواج کے  
 ۲۰۶ مسجد ہوگی۔  
 ۲۹۶ خلاف نہ کیا جائے بجزوری جفت رکھنے میں  
 ۲۰۶ حجر مسجد پر اپنی دیوار بنانا حرام ہے اور حجر  
 ۲۹۶ بھی حرج نہیں۔  
 ۲۰۶ نقصان پہنچا اس کا تاوان دینا ہوگا۔  
 ۲۹۶ مسجد بنانا باعث اجر عظیم ہے۔  
 ۲۰۶ مسجد کی دیوار میں اپنی عمارت کے لئے کڑی ڈالنا  
 ۲۹۶ اگر بہ یقین معلوم ہو کہ نئی مسجد کی تعمیر سے  
 ۲۰۶ حرام ہے۔  
 ۲۹۶ پرانی مسجد ویران ہوگی تو نئی کی تعمیر نہ کی جائے۔  
 ۲۰۶ مسجد کی دیوار سے ملا کر بلا استحقاق پر نالہ کرنا  
 ۲۹۶ آباد مسجد کی اینٹ دوسری میں لگانا  
 ۲۰۶ حرام ہے۔  
 ۲۰۶ مسجد میں کھڑکی رکھنا بھی حرام ہے۔  
 ۲۰۶ مسجد کے احاطہ اور اس کے صحن میں دکان  
 ۲۰۶ دوسرے کا کبوتر پکڑنا حرام اور ایسا کرنے والا  
 ۲۰۶ سے مسجد میں کسی طرح کی تنگی نہ پڑے۔  
 ۲۰۶ فاسق ہے۔

- ۳۰۹ قالی کبوتر اڑانا جس میں چھت پر چڑھتے ہیں دوسروں کا مالی یا جسمانی ضرر ہو حرام ہے۔
- ۳۰۹ ایسے شخص کو منع کیا جائیگا، اور نہ مانے تو اس کا کبوتر ذبح کر دیا جائیگا۔
- ۳۰۹ مطلقاً کبوتر بازی جس میں مفاسد بالا نہ ہوں لیکن عبث و بے فائدہ اور حرام ہے اور پرندوں پر ظلم ہے۔
- ۳۱۰ کبوتر بازی کو نصیحت و ہدایت۔
- ۳۱۰ بے گناہ بے زبان جانور پر ظلم آدمیوں کی ضرر رسانی سے شدید تر ہے۔
- ۳۱۰ دنیا گزشتی ہے ایک دن انصاف کا آئیواں ہے۔
- ۳۱۰ ثواب و عذاب اور جنت و جہنم مکلفین کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔
- ۳۱۰ ایک عورت بلی کو قید کرنے کی وجہ سے جہنم میں گئی۔
- ۳۱۰ مسجد میں کبوتر بازی اشد حرام ہے۔
- ۳۱۱ مسجد میں بات نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے جانور گھاس کو۔
- ۳۱۲ مباح باتیں بھی مسجد میں بلا ضرورت حرام ہیں۔
- ۳۱۲ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے والوں، غیبت کرنے والوں کے منہ سے بدبو نکلتی ہے۔
- ۳۱۳ بشرط معتکف کو مسجد میں بیع و شراء اور اکل و شرب جائز ہے۔
- ۳۱۳ تجارت کے لئے بیع و شراء معتکف کو بھی ناجائز ہے۔
- مسجد میں بچوں اور پاگلوں کو لانا، بیع و شراء جھگڑے اور آواز بلند کرنا منع ہے۔ ۳۱۳
- مسجد میں آواز سے گم شدہ چیز تلاش کرنا منع ہے۔ ۳۱۴
- بلی بازی کبوتر بازی سے بھی زیادہ سخت قبیح اور شنیع ہے ۳۱۴
- مسلمانوں پر ظلم کرنے سے زیادہ بُرا ذمی پر ظلم کرنا ہے، اور اس سے بھی زیادہ سخت جانوروں پر ظلم کرنا ہے۔ ۳۱۵
- عام مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے افعال شنیع سے روکیں۔ ۳۱۵
- گناہ کو اچھا جاننا کفر ہے۔ ۳۱۵
- جو لوگ گناہ میں شریک نہ ہوں مگر گناہ کرنے والوں کو باوصف قدرت منع نہ کریں وہ بھی مأخوذ و گرفتار ہیں۔ ۳۱۵
- مسئلہ مذکورہ کی تائید احادیث کریمہ سے۔
- جو زمین کبھی دارالاسلام نہ ہوئی اس میں مسجد بنانے کی اجازت نہیں، اور بنائی تو مسجد کا حکم نہیں۔ ۳۱۶
- دارالاسلام میں بنی ہوئی مسجد کی آبادی بھی جب معتذر ہو جائے اور تغلب کفار کا خطرہ ہو تو اسباب تعمیر اکھاڑ کر دوسری جگہ لے جاسکتے ہیں۔ ۳۱۷
- جو زمین متعلق مسجد ہو مسلمانوں کے مشورے سے جب وہ جگہ مسجد ہو گئی تو اس کے لئے مسجد کا حکم ہے۔ ۳۱۷
- جس زمین کو مسجد سے متعلق وقف کیا اس میں

- ۳۲۹ نہ کر مفتی پر۔
- ۳۲۹ مفتی بہر صورت سوال کا جواب دیتا ہے۔
- ۳۲۹ واقعہ سے بحث اس کے فرائض سے نہیں۔
- سوال ظاہر البطلان ہو تو مفتی اس کا جواب
- ۳۲۹ نہ دے یا سوال کی غلطی ظاہر کرے۔
- نیت کا علم اللہ کو ہے مسلمان پر بد گمانی
- ۳۳۰ حرام ہے۔
- جو اپنے زمانہ والوں کی معرفت نہ رکھے
- ۳۳۰ جاہل ہے۔
- مریض نے اپنی بیماری الٹی سمجھ کر دوا مانگی
- طیب کو غلطی جاننے کے بعد الٹی دوا دینے
- ۳۳۱ حرام ہے۔
- چند فتوؤں کی اصلاح۔
- ۳۳۱ جو مسجد فساد کے لئے بنائی گئی مسجد ضرار کے حکم
- ۳۳۱ میں ہے۔
- ۳۳۱ اتفاق و اتحاد کی ہدایت۔
- ۳۳۲ حالت نماز میں پٹکھا کر دوانے کا حکم۔
- جس مسجد کی آبادی ناممکن ہو اس کے اسباب
- ۳۳۳ دوسری مساجد میں منتقل کئے جاسکتے ہیں۔
- شرط باطلہ سے مسجد باطل نہ ہوگی شرطیں ہی
- ۳۳۴ باطل قرار دی جائیں گی۔
- مسجد بنا کر شرط لگائی میں اسے بیچ سکوں گا
- ۳۳۴ مسجد ہوگی شرط باطل۔
- مسجد بنا کر شرط لگائی کہ صرف فلاں قوم کے لئے
- ۳۳۴ مسجد سب کے لئے ہوگی تخصیص باطل ہے۔
- باغ و بچل ہوں تو انھیں بیچ کر مسجد کی تعمیر میں
- ۳۱۹ صرف کر سکتے ہیں۔
- جس زمین کو مسجد کیا اس میں باغ اور بچل اور خست
- ہیں انھیں کاٹ کر اپنے صرفہ میں لائے اور زمین
- ۳۱۹ شامل مسجد کرے۔
- جو مسجدیں عام طور سے مسجد مشہور ہوں اور ان میں
- نماز پنجگانہ ہوتی ہو وہ مسجد ہی ہے اس کو
- مسجد البیت قرار دے کر ملکیت جتانہ ظلم و
- ۳۲۰ حرام ہے۔
- ایسی مسجد کو کسی قسم کے ذاتی تصرف میں لانا
- ۳۲۰ حرام ہے۔
- وقف کا ثبوت شہرت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔
- ۳۲۲ سچے دل سے توبہ اللہ قبول کرتا ہے۔
- فتائے مسجد میں اپنا ذاتی مکان بنانا بھی حرام ہے
- ۳۲۲ حوالی مسجد کا حکم بھی مثل مسجد ہوتا ہے۔
- ۳۲۳ مسجد کی بے ادبی اور بے حرمتی حرام ہے۔
- ۳۲۳ فتائے مسجد تابع مسجد ہے۔
- مساجد میں امام اور مؤذن کی سکونت کے لئے
- ۳۲۳ بنائے جانے والے مکانات کا حکم۔
- اختلاف کی بنیاد پر بننے والی دو مسجدوں کے
- بارے میں سوال اور دلی و بریلی کے فتاویٰ۔
- ۳۲۴ نقل فتویٰ بریلی۔
- ۳۲۶ نقل فتویٰ دہلی۔
- ۳۲۶ نقل فتویٰ ایرانی۔
- فریقین کے بیان سننا قاضی پر لازم ہے

- مسجد کی دیوار پر خود بانی کو بھی کڑیاں رکھنا حرام ہے۔ ۳۳۴
- مسجد قائم ہونے کے بعد مسجد کی چھت پر امام کے لئے بھی حجرہ بنانا جائز نہیں۔ ۳۳۵
- مسجد کی دیوار پر کرایہ دے کر بھی کڑی رکھنی جائز نہیں۔ ۳۳۵
- مسجد میں درخت لگانا جائز نہیں الا یہ کہ زمین نمناک ہو تو رطوبت ختم کرنے کے لئے درخت لگا سکتے ہیں۔ ۳۳۶
- درخت پہلے سے موجود ہوں مسجد بعد میں بنائی یہ جائز ہے۔ ۳۳۶
- بونے والا ہی بانی واقف ہے تو درخت مسجد پر وقف ہوں گے، اور بونے والا دوسرا ہو گیا تو اپنا درخت کاٹ لے جائے یا مسجد کو دے دے۔ ۳۳۶
- مسجد میں درخت لگانے کی مختلف صورتوں کا حکم۔ ۳۳۷
- خانہ، بجر، حادی، درختوں کی عبارتوں کا صحیح محمل۔ ۳۳۸
- حرام کی کمائی سے خریدی ہوئی جائیداد کے وقف کرنے کی صورت۔ ۳۳۹
- دیہات میں عید گاہ کے لئے وقف صحیح نہیں۔ ۳۴۰
- جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ خاص یہ روپیہ حرام ہے اس کو لے کر مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔ ۳۴۱
- نیابتِ امامت سے متعلق ایک تفصیلی سوال۔ ۳۴۲
- امام دوسرے کو اپنا نائب مقرر کر سکتا ہے اصل وظائف کا مالک امام ہوگا، نائب کو آئنا ہی ملے گا جتنا باہم تراضی سے معتدر ہوا ہو۔ ۳۴۳
- امام نے اپنے نائب کے لئے کوئی مدت متعین نہ کی تو اجارہ فاسد ہے۔ ۳۴۵
- اجارہ فاسدہ کا فسخ کرنا فریقین پر واجب ہے وہ نہ کریں تو حاکم فسخ کر دے۔ ۳۴۶
- اجارہ میں طریقہ رائج الوقت کے لحاظ سے اجارہ صرف پہلے مہینہ کے لئے ہوتا ہے۔ ۳۴۶
- اسپرٹ شراب ہے۔ ۳۴۷
- اسپرٹ مسجد میں لے جانا منع ہے۔ ۳۴۷
- نایاک تیل سے چراغ جلانا مسجد میں جائز نہیں۔ ۳۴۷
- مسجد کی چھت پر وٹلی کرنا جائز نہیں۔ ۳۴۷
- مسجد کی چھت پر پیشاب و پاخانہ کرنا جائز ہے، ۳۴۷
- مسجد میں کافر کا جانا بے ادبی ہے۔ ۳۴۷
- مسجد زیر تعمیر کو جب تک وقف نہ کرے بانی کی ملک ہے۔ ۳۴۸
- مسجد کر دیا ہے جب بھی بانی تعمیر کی حقدار ہے خود نہ بنا سکتا ہو تو مسلمانوں کو تعمیر کی اجازت دے۔ ۳۴۸
- صحیح مسجد مسقف کر دینے سے اس میں نماز پڑھنے میں خلل نہیں آتا۔ ۳۴۸
- مسجد کی چھت پر بلا ضرورت نماز نہیں پڑھی جائیگی ۳۴۹



- نیچے جگہ بھر جائے تو اوپر پڑھ سکتے ہیں۔ ۳۴۹ مسجد دو منزلہ بنائی مگر مسجد صرف بالائی منزل کو کیا، وہی مسجد ہوگی، منزل زیریں ضروریات مسجد کے لئے ہوگی۔ ۳۴۹ مسجد کی نچی منزل میں بھراؤ ڈال کر پاشنا جائز نہیں۔ ۳۵۰ اعدام مسجد پر وعید شدید۔ ۳۵۰ بلا شرط واقف وقف کی ہیئت میں تغیر و تبدل کرنا ناجائز ہے۔ ۳۵۰ دار وقف کو باغ اور سرائے کو حمام وغیرہ بنانا جائز نہیں۔ ۳۵۰ مسجد کی وقفی زمین توڑ کر شاہراہ میں شامل کرنا حرام ہے۔ ۳۵۱ حقوق مسجد پر تعدی اور وقف مسجد میں ناحق دخل اندازی منع ہے۔ ۳۵۱ مقصد وقف باطل کر کے وقف کو دوسرے کام کے لئے کروینا ناجائز ہے۔ ۳۵۱ فنائے مسجد کی حرمت مسجد کی طرح ہے۔ ۳۵۲ مسجد کو راستہ بنانے کا جزیہ اور اس کا صحیح مطلب۔ ۳۵۲ جنب، حائض اور نفسار کو مسجد سے گزرنے کی بالکل اجازت نہیں۔ ۳۵۲ مسجد سے گھوڑے یا بیل گاڑی کو گزارنا منع ہے۔ ۳۵۲ مسجد کو شارع عام بنانے کی اجازت نہیں۔ ۳۵۲ مسجد میں مصارفِ خیر کے لئے چندہ وصول کر سکتے ہیں جبکہ آدابِ مسجد کی مخالفت نہ ہو۔ ۳۵۴ مسجد کو اس لئے شہید کرنا کہ اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ بنائیں گے، حرام ہے۔ ۳۵۴ بے ضرورت مسجد کی تعمیر جدید عبث و لغو ہے۔ ۳۵۵ تصنیع مال ناجائز ہے۔ ۳۵۵ قیل و قال، کثرت سوال اور اخلاعت مال اقلہ تعالے کو ناپسند ہیں۔ ۳۵۵ فضول خرچی کرنیوالے شیطان کے بھائی ہیں۔ ۳۵۵ عیث حرام ہے۔ ۳۵۵ توسیع اور بوسیدگی کی حالت میں تعمیر جدید کی اجازت ہے۔ ۳۵۵ اشتباہِ نظار کے مصنف امام ابراہیم نہیں ہیں ۳۵۶ اشتباہِ نظار کی طرف منسوب ایک غلط عبارت کی تصحیح۔ ۳۵۶ اشتباہ کی دوسری عبارت کی تشریح۔ ۳۵۷ مسجد میں راستہ بنانا جائز نہیں، ہاں بوقت ضرورت اس میں سے گزر سکتے ہیں۔ ۳۵۷ جنبی، حائض یا نفاس والی اور جانوروں کو گزرنے سے روکا جائے۔ ۳۵۸ ایک مسجد کے ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنانے کا سوال۔ ۳۵۹ تفریقِ بین المسلمین کی نیت سے جدید مسجد تعمیر کرنیوالے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں اور مسجد کو شارع عام بنانے کے حکم میں ہے۔ ۳۶۰



○ رسالہ ابانۃ المتواری فی مصالحۃ

عبدالبادی (مسجد کانپور کے متعلق ایک

نہایت ضروری فتویٰ جس کا سوال لکھنؤ

فرنگی محل سے آیا اور دارالافتاء بریلی سے

جواب دیا گیا اور کمال وضوح ثابت کیا گیا

کہ مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی نے

جو فیصلہ مسجد پھلی بازار کانپور کے متعلق کیا

وہ سراسر مخالفت احکام اسلام ہے اس پر

مسلمانوں کو مطمئن ہونا سخت گناہ و حرام ہے

ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ دربارہ

حفظ حقوق مذہبی گورنمنٹ کی نامبدل پالیسی

سے فہم رہیں اور اپنے اپنے منصب کے

لائق جائز چارہ جوئی میں پوری کوشش کریں

مولوی صاحب کی یہ شخصی کاروائی اگر مقبول

سمجھ گئی تو ہمیشہ کے لئے مساجد ہند پر اس کا

برا اثر پڑے گا اور ہر مسلمان کہ جائز کوشش

کر سکتا تھا اور نہ کی اس کے وبال میں مانو

رہے گا۔ مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک

نظر کا بھی ردِ بلیغ اس رسالہ میں ہے) ۳۶۵

مسئلہ از لکھنؤ فرنگی محل مرسلہ مولوی محمد سلامت

صاحب نائب منصرم مجلس مؤید الاسلام - ۳۶۵

جواب از دارالافتاء بریلی - ۳۶۶

سات امور مستفسرہ - ۳۶۶

فتنہ پردازی اور امن عام میں خلل اندازی

اور مسلمانوں کو بلا اور اسلام کو توہین کے لئے

فساق مرتکب کبیرہ کا ذبیحہ جائز ہے، ان سے

ابتداءً سلام نا جائز، زجر و تنبیہ کی نیت سے

ان سے ترکِ راہ و رسم بہتر ہے۔ ۳۶۰

فاسق نکاح پڑھائے تو نکاح درست ہے

لیکن فاسق سے نکاح پڑھوانا منع ہے۔ ۳۶۰

ظن و تخمین سے کسی مسجد کے ضرار ہونے کا حکم

نہیں لگایا جاسکتا۔ ۳۶۰

جس مسجد کا مسجد ضرار ہونا یقیناً ثابت ہو

اس کو ڈھایا جاسکتا ہے۔ ۳۶۰

اختلافِ وقتہ سے بچنے کے لئے الگ مسجد

بنائی تو مسجد ضرار نہیں۔ ۳۶۱

فاسق اور بانی شر و فساد کی امامت نا جائز ہے

جو مسجد ضرار کے حکم میں ہو اس کی تعمیر میں

مدد دینا نا جائز ہے۔ ۳۶۱

ذبح کی اجرت لینے والا امام ہو سکتا ہے۔ ۳۶۱

قیامِ جمعہ کی شرائط کا بیان۔ ۳۶۱

کسی کے مقابلہ میں بھی شریعہ پیدا کرنا جائز نہیں

مسجد میں وعظ اور چنڈہ کے جائز و نا جائز

ہونے کی صورتیں اور ان کا حکم۔ ۳۶۱

کسی زمین کے مسجد ہونے کی صورتیں۔ ۳۶۱

مسجد کے لئے عمارت ضروری نہ ہونے

کا بیان۔ ۳۶۲

مسجد پھلی بازار کانپور کے لئے جمع ہونیوالے

چنڈہ کے مصارف کا بیان اور مولوی عبدالباری

صاحب کے فیصلہ کی غلطی کا اظہار۔ ۳۶۴

- پیش کرنا ہرگز نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً ٹھیک۔ ۳۶۷
- قندہ قتل سے شدید تر ہے۔ ۳۶۷
- مخالف شرع حکم کو بلا جبر و اکراہ خود ایک امر طے شدہ قرار دے کر جائز چارہ جوئی کا دروازہ بند کرنا یا اس میں دشواری ڈالنا اور آئندہ کیلئے بھی اسے نظیر بنادینا روا نہیں۔ ۳۶۷
- مسئلہ بار دوم از بکھنو فرنگی محل مسئلہ مولوی صاحب موصوف۔ ۳۶۸
- امور مستفسرہ مع تصریح۔ ۳۶۸
- جواب از دارالافتاء بریلی۔ ۳۷۱
- ہر مسلمان لایسما اہل علم کو انکشاف حق کے لئے مستعد رہنا چاہئے۔ ۳۷۱
- منصب افتاء کی ذمہ داری یہ ہے کہ بر تقدیر صدق مستفی صورت مستفسرہ کے مطابق جواب دے دیا جائے۔ ۳۷۱
- اظہار حق کے سلسلہ میں مفتی پر لازم ہے کہ وہ کسی کے ساتھ مراسم قدیم کو حفظ حرمت اسلام اور رفع غلط فہمی عوام پر غالب نہ آنے دے۔ ۳۷۱
- حقیقتاً حق دوستی یہی ہے کہ غلطی پر متنبہ کیا جائے۔ ۳۷۱
- جواب استفسار اول پر نظر۔ ۳۷۲
- قبضہ زمین کی بحث۔ ۳۷۲
- چھت اور زمین دو مترادف الفاظ نہیں ہیں۔ ۳۷۲
- مصالحت رفع نزاع کا نام ہے نہ کہ ابقائے نزاع کا۔ ۳۷۳
- اصل بننا و منشاء کو مہمل و معطل اور در آئندہ کی امید موبہوم پر محمول کرنا ابقائے نزاع ہے۔ ۳۷۳
- نہ کہ رفع و قطع نزاع۔ ۳۷۳
- احکام اسلامیہ کے خلاف پرمعہ الحاحت روا نہیں۔ ۳۷۳
- جرم بغاوت کو تمام دنیوی سلطنتیں سنگین ترین جگہ ناقابل معافی قرار دیتی ہیں۔ ۳۷۳
- مولوی صاحب کے اغماض نے اصل معاملہ میں پیچیدگیاں اور دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔ ۳۷۳
- روایت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے مخالفین مذہب جمہور نہیں۔ ۳۷۶
- مسجد کے کسی حصہ کو شترک میں ڈال لینا تمام ائمہ کے اجماع سے حرام اور مناقض ارشاد خداوندی ہے۔ ۳۷۶
- فقہائیت کے کیا معنی ہیں۔ ۳۷۶
- مولوی صاحب نے جو مصالحت مسجد کے بارے میں کی ہے کوئی ہندو اس کو سوالہ کے بارے میں قبول نہیں کر سکتا اور نہ ہی خود مولوی صاحب اس کو اپنے مکان سکونت کے بارے میں گوارا کریں گے۔ ۳۷۷
- مولوی صاحب کی مصالحت کا حاصل۔ ۳۷۸
- جواب استفسار دوم پر نظر۔ ۳۸۰
- ”فیصلہ کانپور پر ایک نظر“ کا رد بلیغ۔ ۳۸۰
- عالم مصالحت کی تدبیر اول نامنطور و شنیع ہونے کا بیان۔ ۳۸۰
- مسئلہ مرن فی المسجد کی تحقیق جلیل۔ ۳۸۰
- کافر ذمی بلکہ متامن بھی تابع مسلم ہے۔ ۳۸۱
- تکم من شیء یثبت ضماناً ولا یثبت قصداً۔ ۳۸۱
- اصل بننا و منشاء کو مہمل و معطل اور در آئندہ

- ایک صحیح مسئلہ کو موقع سے متعلق سمجھنے میں مولوی صاحب سے بکثرت خطائیں ہوئیں۔ ۳۸۱
- ۳۸۱ ہوتا بلکہ مکہ سے رفع اثم ہوتا ہے۔ ۳۸۲
- صحیح یہ ہے کہ کفار بھی مکلف بالفروع ہیں۔ ۳۸۲
- ۳۸۲ تجویز دوم کی شناختیں۔ ۳۸۲
- جنابت و حیض کی حالت میں مسجد میں جانا بیت اللہ کی بے حرمتی ہے۔ ۳۸۲
- ۳۸۲ حرام شرعی کو حسب دلخواہ، نہایت مسرت خیز موجب اطمینان و دلجمعی مسلمانوں قرار دینا اور اس کے دن کو اسلامی تاریخ کا زریں دن جانور بالا جماع مکلف نہیں۔ ۳۸۲
- ۳۸۲ کتنا اشد ظلم ہے۔ ۳۸۲
- ۳۸۲ کتنے، خنزیر بلکہ ناسمجھ بچے اور مجنون کو مسجد میں چلتا دیکھ کر خاموش بیٹھے رہنا مسلمان کو رد انہیں احتمال بے ادبی پر غیر مکلفوں کو مسجد سے نڈر کرنا خلاف حکم حدیث ہے۔ ۳۸۲
- ۳۸۲ مساجد کو یقینی بے حرمتی کے لئے پیش کرنا جرم شنیع و خبیث ہے۔ ۳۸۲
- ۳۸۲ مسئلہ مہر فی المسجد صرف اسلامی سلطنت کے ساتھ خاص ہے۔ ۳۸۳
- ۳۸۳ اسلامی سلطنت میں کفار تابع مسلمین ہوتے ہیں ۳۸۳
- ۳۸۳ نکتہ جلیلہ و دقیقہ۔ ۳۸۳
- ۳۸۳ مسجد میں کسی امر کا جواز اور بات ہے، اور اس کا استحقاق اور۔ ۳۸۳
- ۳۸۳ مساجد جمیع حقوق عباد سے ہمیشہ کے لئے منزہ ہیں۔ ۳۸۳
- ۳۸۳ مسئلہ مہر فی المسجد کو سلطنت غیر اسلامیہ کیلئے قرار دینا صریح جہل اور ظلم عظیم ہے۔ ۳۸۳
- ۳۸۳ من، الی، فی، علی کا ترجمہ جان لینا فقہات نہیں، فقہات چیزے دیگر است۔ ۳۸۳
- ۳۸۳ ضرورت کی بحث۔ ۳۸۳
- ۳۸۳ ضرورت اکراہ شرعی سے جواز شئی فی نفسہ نہیں ہوتا بلکہ مکہ سے رفع اثم ہوتا ہے۔ ۳۸۴
- ۳۸۴ تجویز دوم کی شناختیں۔ ۳۸۴
- ۳۸۴ حرام شرعی کو حسب دلخواہ، نہایت مسرت خیز موجب اطمینان و دلجمعی مسلمانوں قرار دینا اور اس کے دن کو اسلامی تاریخ کا زریں دن جانور بالا جماع مکلف نہیں۔ ۳۸۴
- ۳۸۴ کتنا اشد ظلم ہے۔ ۳۸۴
- ۳۸۴ ایک عذر گناہ بدتر از گناہ کارو۔ ۳۸۴
- ۳۸۴ مومن ایک ہی سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ ۳۸۸
- ۳۸۹ متعلق جواب استفسار سوم۔ ۳۸۹
- ۳۸۹ مسجد کی مسجدیت کا ابطال شعار اسلام کا ہشک وابتدال ہے۔ ۳۹۰
- ۳۹۰ عرف و شرع کا قاعدہ ہے کہ ضرر عام سے بچنے کے لئے ضرر خاص کا تحمل کیا جائے۔ ۳۹۰
- ۳۹۰ بعض اشخاص کو قید سے چھڑانے کیلئے مسجد کی سرمتیں پامال کرنا حلال نہیں۔ ۳۹۰
- ۳۹۰ بھائی کا زکام کھونے کے لئے باپ کو قتل کر دینا عقلمندی اور روا نہیں۔ ۳۹۰
- ۳۹۱ متعلق جواب استفسار چہارم۔ ۳۹۱
- ۳۹۱ ذکر نفی قبضہ کو نفی ذکر قبضہ پر حمل کرنا صریح مغالطہ ہے۔ ۳۹۲
- ۳۹۲ متعلق جواب استفسار پنجم۔ ۳۹۳
- ۳۹۳ ملک کا اطلاق دو معنی پر آتا ہے، اول اختصاص مانع، دوم قدرت تصرف شرعی۔ ۳۹۳

- متولی کو مالک اوقاف بمعنی قادر تصرف شرعی کہہ سکتے ہیں۔ ۳۹۴
- ہر قوم اپنی اصطلاح پر کلام کرتی اور سمجھتی ہے۔ ۳۹۴
- قانون اور اہل قانون کی اصطلاح میں زمین مسجد یا وقف مسجد کو ملک مسجد کہتے ہیں۔ ۳۹۴
- اصطلاح مذکور کا پتہ شرع مطہر میں بھی ہے۔ ۳۹۴
- متعلق جواب استفسار ششم۔ ۳۹۵
- مولوی صاحب کی مصالحت سے لازم آیا کہ مسجد مسجد تو درکنار دوسرے سے وقف ہی نہ بکھری۔ ۳۹۵
- متعلق جواب استفسار ہفتم۔ ۳۹۵
- الزام کی تین صورتیں۔ ۳۹۵
- اس امر کے روشن ثبوت کہ مصالحت مذکورہ کی کاروائی ایک شخصی کاروائی ہے نہ کہ مسلمانوں کی سبیل نجات۔ ۳۹۸
- گناہ کبیرہ پر توبہ لازم ہے۔ ۳۹۸
- جیسا گناہ ہو ویسی ہی توبہ چاہئے۔ ۳۹۸
- مسجد حقیقہ زمین کا نام ہے چھت اس کا بدل نہیں ہو سکتی۔ ۳۹۸
- مسجد کی بے حرمتی میں ممانعت کرنے والوں نے وعید ۲۹۹
- مسجد کی بے حرمتی پر مصالحت کرنیوالوں کو نصیحت ۳۹۹
- ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے اپنے منصب کے لائق مساجد کو بے حرمتی سے بچا کر دنیا میں سرخرو اور آخرت میں مشاب ہوں۔ ۴۰۰
- مسجد کا ویران کرنا سخت حرام ہے۔ ۴۰۱
- مسجد تنگ ہو اور پڑوسی زمین نہ دے تو بچ کم سلطان اسلام پڑوسی کی مرضی کے بغیر راجی فیت پڑوہ زمین مسجد میں شامل کی جائے۔ ۴۰۱
- سوال میں ذکر کی ہوئی ایک خرابی پر تنبیہ۔ ۴۰۱
- ایک محل سوال پر تنبیہ۔ ۴۰۲
- مسجد تنگ ہو تو درگاہ کی زمین جبراً مسجد میں شامل کرنا ناجائز ہے۔ ۴۰۲
- مسجد تنگ ہو اور اس کے متعلق زمین نہ ہو درگاہ کی زمین وقف شرعی نہ ہو یا زمین شامل مسجد کرنے سے درگاہ کو ضرر نہ ہو تو اس کو شامل مسجد کر سکتے ہیں۔ ۴۰۲
- سستی کی بنوائی ہوئی مسجد بلاشبہ مسجد ہے۔ ۴۰۳
- اس زمانہ کے روافض مرتد ہیں ان کی بنوائی مسجد مسجد نہ ہوگی۔ ۴۰۳
- مرتد کی بنوائی ہوئی مسجد کو سستی نے خرید کر مسجد کر دیا تو اس کے مسجد ہونے نہ ہونے کی صورتوں کا بیان۔ ۴۰۴
- مسجد میں بالغ طلبہ کا پڑھنا اس شرط پر جائز ہے کہ اوقات نماز میں جگہ نہ گھیریں اور ان کے پڑھنے سے نمازیوں کو تشویش نہ ہو۔ ۴۰۴
- مرتد کے حالات اسلام کا کسب اس کے مسلمان وارثوں کا ہے اور زمانہ ارتداد کا کسب فی ہے۔ ۴۰۴
- زمین کے کسی حصہ کے مسجد ہونے کے بعد اس

- ۴۰۵ میں کسی قسم کی دوسری تعمیر جائز نہیں۔  
مسجد کا کنواں مشترکہ بنانا کہ اس میں مشرکین بھی پانی لے سکیں، منع ہے۔
- ۴۰۶ مسجد کو باقی اور آباد رکھنا ضروری ہے، مسجد کسی دوسرے کام میں صرف نہیں کی جاسکتی۔  
مسجد کا فرش جو استعمال کے قابل نہ رہے دینے والے کی ملک ہوتا ہے اور مسجد کے مال سے بنایا گیا ہو تو اس کو بیچ کر مسجد کے ہی کسی کام میں صرف کیا جائے۔
- ۴۰۷ مسجد کا طلبہ ناقابل استعمال ہو تو اسے مسلمان کے ہاتھ بیچا جائے کہ وہ بے ادبی کی جگہ استعمال نہ کرے اور وہ رقم مسجد کی مرمت میں ہی صرف کی جائے۔
- ۴۰۸ کسی ایک وارث نے میراث کی مشترکہ زمین پر زبردستی مسجد قائم کر دی تو مسجد نہ ہوگی تاوقتیکہ تمام ورثہ بالغ ہو کر اس کی اجازت نہ دے دیں۔  
مسجد کی زمین غصب کرنا ظلم شدید اور گناہ کبیرہ ہے۔
- ۴۰۹ جو کسی کی بالشت بھر زمین دبا لے گا قیامت کے دن ساتوں طبقوں توڑ کر اتنا حصہ زمین اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔
- ۴۱۰ مسجد کی کسی زمین پر زبردستی قبضہ کر نیوالے سے اس کو واگذار کرنا ہر مسلمان پر بعت و استطاعت ضروری ہے۔
- ۴۱۱ معاوضہ لے کر اسے دے دینا ہرگز جائز نہیں۔
- ۴۰۹ مسجد پر قبضہ کر نیوالے ربا و خوار فساد سے قطع تعلقی کا حکم ہے۔
- ۴۱۰ چندہ کاروپہ جمع ہو تو اس میں اضافہ کی جائز صورتوں کے لئے بھی چندہ دہندوں کی اجازت درکار ہے۔
- ۴۱۱ پورے قصبہ کی مساجد کو مختلف فرقوں میں تقسیم کرنے کا حکم۔
- ۴۱۲ سفیوں کی بنائی مسجد کو رفع فساد کیلئے غیر مقلدوں کو دینا حرام ہے۔
- ۴۱۱ مسئلہ کی تفہیم کے لئے ایک دفعہ نشان مثال۔
- ۴۱۱ مسجد میں داخلہ سے کن کن لوگوں کو روکا جاسکتا ہے بطور خود روکنے میں فساد کا اندیشہ ہو تو حکومت سے چارہ چوٹی کی جائے۔
- ۴۱۲ مسجد کو حتی الامکان آباد کرنا ضروری، اور اس کی ویرانی منع ہے۔
- ۴۱۳ نئی مسجد تعمیر کرنے سے بہتر پرانی مسجد کا آباد کرنا ہے۔
- ۴۱۴ مسجد سے متعلق ایک مسئلہ کی تفتیح۔
- ۴۱۵ مسجد کا سامان جو ضرورت مسجد سے خارج ہو اس کے فروخت کرنے کا شرعی طریقہ اور اس کے مصارف کا بیان۔
- ۴۱۵ مسجد کی دکانوں کی چھت فرش میں شامل تھی اس میں کوئی ایسا تصرف کرنا جس سے وہ صحن مسجد سے علیحدہ ہو، اس کا کرایہ پر دینا، اس کے پر مالہ کے لئے مسجد کا ایک حصہ



- توڑنا، اس میں وضو کرنا وغیرہ ناجائز  
تصرفات کا حکم۔
- ۴۱۶ مسجد میں اپنے لئے سوال منع ہے، اور کسی دوسرے  
ضرورت مند یا قومی ضرورت کے لئے نہ صرف جائز  
بلکہ سنت رسول ہے۔
- ۴۱۸ استبدال کی شرط نہ ہو تو فی الجملہ نقصان  
یا احتمال نقصان کی وجہ سے وقف کی  
بیع ناجائز ہے۔
- ۴۱۸ مسجد کی دریاں، چٹانیاں اور لوٹے وغیرہ  
جب تک قابل استعمال ہوں بیچے نہ جائیں  
اور جب ناقابل استعمال ہو جائیں دینے والوں  
کو واپس کر دئے جائیں۔
- ۴۱۸ بغیر امتیاز ہر شخص کو مسجد میں وعظ کی اجازت دینا  
منع ہے اور ردکنا واجب ہے۔
- ۴۱۸ انتظام مسجد صحیح اور مطابق شرع ہو تو دوسروں  
کو دست اندازی کا حق نہیں، اور خلاف شرع  
ہوں تو ہر مسلمان دست اندازی کر سکتا ہے۔
- ۴۱۸ امام مسجد کے صفات کا بیان۔
- ۴۱۸ مسجد کا گھر کسی کو بھی اپنی ضرورت کے لئے  
فروخت کرنا حرام ہے۔
- ۴۱۸ مسجد کا تیل کب اپنی ضرورت پر خرچ ہو سکتا ہے  
اور کب نہیں۔
- ۴۱۸ امام کو جو روٹیاں دی گئیں اس کے حکم  
کی تفصیل۔
- ۴۱۹ استاد طالب علم سے روٹی منگانے کے لئے
- ۴۱۹ کب جبر کر سکتا ہے اور کب نہیں۔
- ۴۱۹ طالب علم کی شرعی حد تعزیر۔
- ۴۱۹ مسجد میں وضو کے لئے رکھے ہوئے پانی کو اپنے  
گھر لے جانا جائز نہیں۔
- ۴۲۰ گاؤں میں قیام جمعہ جائز نہیں۔
- ۴۲۰ مسجدوں کو برباد کر کے ایک جامع مسجد بنانا  
حرام ہے۔
- ۴۲۰ ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا  
منع ہے۔
- ۴۲۰ جو حصہ زمین ایک مسجد ہو گیا قیامت تک مسجد  
ہی رہے گا، اس کو اپنے کسی تصرف میں  
لانا حرام ہے۔
- ۴۲۰ شہر میں متعدد جگہ جمعہ پڑھا جاسکتا ہے، جو  
کسی وجہ سے معذور ہوں انہیں ایک جگہ  
جمع ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔
- ۴۲۰ مال وقف کو واقف کی شرط کے بغیر تجارت  
میں لگانا جائز نہیں۔
- ۴۲۱ پنجوقتہ نماز اور جمعہ وعیدین کے لئے مسجد کی  
شرط نہیں۔
- ۴۲۱ کسی مکان میں نماز پڑھنے کی عام اجازت  
دینے سے کب مکان مسجد ہوگا اور کب نہیں۔
- ۴۲۱ مصلحت شرعی ہو تو اپنا عالم ہونا ظاہر  
کیا جاسکتا ہے اور خود ستانی کے لئے ہو  
تو حرام ہے۔
- ۴۲۱ مسجد کے لئے زمین خریدی، جزو حصہ میں مسجد



- تعمیر ہوئی، بقیہ حصہ کے متعلق احکام شرعیہ کی تفصیل۔ ۴۲۶
- خبر کے رد کے شرعی اسباب اور آدمی کے مردود الشہادۃ ہونے کی صورتیں۔ ۴۲۳
- مسجد میں قبرنگی تو مسجد باقی رہے گی، قبر پر اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا منع ہوگا۔ ۴۲۴
- قبر کئی مقبول بندے کی ہے تو اس کے قرب میں نماز پڑھنا باعث برکت ہے۔ ۴۲۴
- کسی مسجد کا شرعی شہادتوں سے مقبرہ ہونا ثابت ہو جائے تو مسجد کی عمارت منہدم کر دی جائے۔ ۴۲۴
- پختہ مسجد بنانے کا ثواب۔ ۴۲۵
- مسجد نبوی کی تاریخ۔ ۴۲۵
- مسجد کے موقوفہ مکان کو بضرورت مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔ ۴۲۵
- مسجد کے دروازے عام حالت میں بند کرنا منع ہے۔ ۴۲۵
- ایک حدیث شریف کا مضمون کہ قیامت کے دن مسجد کی ساری زمین جنت میں داخل کی جائے گی۔ ۴۲۶
- فضیلت مسجد سے متعلق دو حدیثوں کے مؤول اور معل ہونے کا بیان۔ ۴۲۶
- مسجد کے ارد گرد کی زمین کا داخل جنت ہونا ثابت نہیں۔ ۴۲۶
- مسجد کا وہ عملہ جو مسجد کے کام کا نہ رہ گیا ہو وہ بیجا جاسکتا ہے اور جو جلانے کے لائق ہی رہ گیا ہو جلایا بھی جاسکتا ہے لیکن اہلوں کی معیت سے بیجا یا جائے۔ ۴۲۷
- بقیعہ حرام مال کو مسجد کی ضروریات مثلاً وضو خانہ و سقاہ کے لئے بھی لینا حرام ہے۔ ۴۲۷
- خاص جس مال کے لئے معلوم نہ ہو کہ حرام ہے اس کو لینے میں مضائقہ نہیں۔ ۴۲۷
- مسجد کی موقوفہ زمین بیچنے کا کسی کو حق نہیں۔ ۴۲۸
- جو جائداد وقف کی آمدنی سے خریدی گئی وہ ضرورت وقف کے لئے بیچی جاسکتی ہے۔ ۴۲۸
- بشرطیکہ متولی، اہل محلہ، سنی دیندار عالم اور ہوشیار مسلمانوں کا مشورہ شامل ہو۔ ۴۲۸
- جو وقف صرف مسجد کے لئے ہو اس کی فاضل آمدنی سے بھی مدرسہ نہیں کھول سکتے۔ ۴۲۸
- مسجد کا جو عملہ مسجد میں لگانے کے لائق نہیں رہا اس کی بیع متولی اور متدین اہل محلہ کی رائے سے جائز ہے، خریدنے والا اپنے کام میں بھی لاسکتا ہے، بے ادبی کی جگہ سے بچائے۔ ۴۲۸
- آمام مسجد کا مقصدیوں سے کج خلقی سے پیش آنا ناجائز ہے گناہ ہے۔ ۴۳۰
- آمام مسجد جو نہ خود اذان دے نہ دوسروں کو اذان دینے دے فاسق ہے۔ ۴۳۰
- جو امام مسجد کی صفائی سے دوسروں کو روکے

- ۴۳۰ اور خود بھی نہ کرے مسجد کا بدخواہ ہے۔  
 مسجد میں درخت لگانا ممنوع اور دوسروں کے  
 بوئے ہوئے ہوں تو ان کو اس کی اجازت کے  
 بغیر گھر لے جانا جائز نہیں۔
- ۴۳۱ مسجد کی اشیاء پر مالکانہ قبضہ حرام ہے۔  
 فتنائے مسجد میں لگے ہوئے وضو کے پائپ کو  
 بے وجہ شرعی اکھڑانا شرعاً ممنوع ہے۔
- ۴۳۱ پائپ عین مسجد میں قبل تمام مسجدیت لگا ہو تو اکھڑانا  
 منع اور تمام مسجدیت کے بعد لگا تو اکھڑانا  
 واجب ہے۔
- ۴۳۱ مسجد میں مٹی کا تیل جلانا مسجد کی بے حرمتی اور  
 حرام ہے۔
- ۴۳۱ جو منظم مسجد کی چٹائی کو ٹھری میں بند کر دے  
 اور اپنی چٹائی بچھا کر نماز پڑھنے نہ دے ظالم ہے۔
- ۴۳۱ مسجد پر قبضہ غاصبانہ کرنا حرام ہے اور مذکورہ بالا صفات  
 کے مالک شخص کی امامت کا حکم۔
- ۴۳۱ دستور اور عرف کے موافق مال وقف سے مسجد  
 میں روشنی کی جائے۔
- ۴۳۱ عام حالت میں نصف شب تک روشنی ہو۔  
 محراب اور دیوار قبلہ میں نقش و نگار مال وقف  
 سے مکروہ ہے، ہاں واقف نے ایسا ہی کیا  
 ہو تو بعد میں ویسا ہی کیا جائے اور نسبت تعظیم  
 مسجد ہو۔
- ۴۳۱ قبل تمام مسجدیت مسجد کے نیچے تہ خانہ یا ادھر  
 امام کے لئے بالائے خانہ بنانا جائز ہے اور تمام
- ۴۳۲ مسجدیت کے بعد ناجائز۔  
 وقت ضرورت مسجد میں راستہ کو شامل کرنے کا  
 مطلب یہ ہے کہ وہ حصہ بالکلیہ مسجد کر لیا جائے۔
- ۴۳۳ لیکن ضرورتاً مسجد کو راہ بنانے کا مطلب یہ نہیں  
 کہ اس کو راستہ میں شامل کر لیا جائے بلکہ یہ مطلب  
 ہے کہ بضرورت مسجد کے ایک دروازہ سے داخل  
 ہو کر دوسرے سے گزر سکتے ہیں۔
- ۴۳۳ متکلف کے علاوہ کسی کو مسجد میں سونے کی  
 اجازت نہیں۔
- ۴۳۴ مسجد میں نا تمجید بچوں کو لے جانے کی ممانعت ہے، تم ۴۳۴  
 جو شخص اجرت لے کر طلبہ کو پڑھائے اس کو  
 مسجد میں تعلیم دینا سخت ناجائز ہے۔
- ۴۳۴ مسجد کی تعمیر کے لئے بانی کا شریف النسب ہونا  
 ضروری نہیں۔
- ۴۳۵ کسی مال کا حرام ہونا جب تک معلوم نہ ہو وہم  
 کو دخل دینا منع ہے۔
- ۴۳۵ مسجد کی شکل پر عمارت بنا کر عام نمازیوں کو  
 اجازت دے دی مسجد ہوگی، اور یہ کہنا کہ بانی  
 نے وقف نہیں کیا قابل قبول نہیں۔
- ۴۳۶ گویا ان دل سے ثابت ہو کہ مسجد بنا کر بانی نے  
 کہا میں اس کو صرف اپنے لئے بنانا ہوں یا  
 مسجد کا راستہ اپنی ملک سے الگ نہ کیا تو مسجد  
 نہ ہوئی۔
- ۴۳۶ دیگر املاک جو مسجد سے متصل ہوں بے ثبوت شرعی  
 وقف نہیں قرار دئے جاسکتے۔

- جس کی وجہ سے مسجد میں فتنہ اٹھتا ہو اس کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے۔ ۴۳۷
- مال وقف پر اپنا قبضہ جانے والا، نمازیوں کو مسجد کی اشیا سے روکنے والا مودی اور قابل اخراج ہے۔ ۴۳۸
- بلاوجہ شرعی مسجد کے کنویں سے پانی بھرنے سے روکنا فساد و حرام ہے۔ ۴۳۹
- مسجد کی موقوفہ دکانوں کی چھت مصلیوں شامل مسجد کر لی تو وہ چھت بھی مسجد ہوگی، معذرت ان دکانوں کی چھت پر جاسکتا ہے۔ ۴۴۰
- محراب وسط مسجد میں نہ ہو تو صفت پوری مسجد میں لگائی جائے اور امام محراب چھوڑ کر وسط مسجد میں کھڑا ہو۔ ۴۴۱
- مسجد کے نچلے حصہ میں تنگی ہو تو بالائی حصہ پر جاسکتے ہیں، بلا ضرورت بالائی درجہ میں جانا بلکہ نماز پڑھنا منع ہے۔ ۴۴۲
- مسجد اول کی تقلیل جماعت و اضرار کی غرض سے دوسری مسجد بنانا مسجد ضرار کے حکم میں ہے۔ ۴۴۳
- بضرورت قدیم جامع مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے، پرانی مسجد کی آبادی بعدہ مقتدرت ضروری ہے۔ ۴۴۴
- کسی مسجد کے شہید ہونے کا خطرہ ہو اور مسلمانوں کو اس کی تعمیر کی طاقت نہ ہو تو غیر مسلموں سے مدد لے سکتے ہیں۔ ۴۴۵
- کسی غیر کی ملک میں ظلماً مسجد قائم نہیں کی جاسکتی، ۴۴۶
- قبضہ ظالمانہ کی وجہ سے کسی نے مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ کی تو کچھ الزام نہیں، بلاوجہ شرعی رد کا ان کو ظلم دگناہ ہے۔ ۴۴۷
- بلا ضرورت مسجد کو توڑنا اور اس کو بدلنا حرام ہے۔ ۴۴۸
- مسجد کی ٹکڑی اپنی ضرورت میں نہیں ٹٹی جاسکتی۔ ۴۴۹
- جس شخص نے پہلی مسجد کے بدلہ میں دوسری مسجد بنائی، اگر اپنی ملک میں بنائی اور مسجد کر دی تو یہ بھی مسجد ہوگی اور پہلی کا باقی رکھنا بھی فرض ہے۔ ۴۵۰
- مسجد کے احاطہ کے درخت اگر مسجد پر وقت ہوں تو ان کے پھل بے قیمت کھانا حرام ہے اور دوسرے کے ہوں تو اس کی اجازت درکار ہے، یہ بھی اجازت ہے کہ اسی غرض سے بوئے کہ جو اس میں رہے وہ کھائے۔ ۴۵۱
- زمیندار سے خریدی ہوئی زمین پر مسجد بنائی تو مسجد ہوگی۔ ۴۵۲
- موقوفہ زمین میں اجیر نے مسجد بنائی تو وہ کس کی طرف سے ہوگی، اقوال مختلفہ کا بیان۔ ۴۵۳
- مسجد کے پانی بہنے کی نالی، سنڈاس کمانے کا راستہ سرکاری گلی میں تھا، میونسپل بورڈ گلی ختم کر کے سڑک بنائے اور نالی اور سنڈاس کے لئے دوسری جانب جگہ دے تو اس پر راضی ہونے میں کوئی قباحت نہیں، ہاں اس کے بنانے کے لئے مسجد کا روپیہ نہ صرف کیا جائے۔ ۴۵۴
- پولیس کے خوف سے مسجد کے مصلیوں پر دوسری ۴۵۵

- ۴۴۶ پرانی مسجد آباد کی اس کو مسجد نہ قرار دینا غلط ہے۔  
 جس شخص نے بنام مسجد کوئی عمارت تیار کی  
 جس سے تقرب الی اللہ مقصود نہ ہو بلکہ محض  
 ریا و تفاخر کی نیت ہو وہ بیشک مسجد نہ ہوگی۔  
 امام نسفی اور صاحب بیان القرآن کے اقوال  
 میں تطبیق۔  
 مسجد کا شش جہات میں جمیع حقوق جہاد سے  
 خالی ہونا ضروری ہے۔  
 جس مسجد کی دیوار مشترک رکھی وہ مسجد ہی نہ ہوگی  
 اور غیر مشترک دیوار کو متولی نے مشترک بنایا تو  
 اس کو تولیت سے الگ کر دیں، اور اشتراک  
 کی جو علامتیں بنائی ہوں اسے مٹا دیں۔  
 جس نے مسجد کی دیوار پر شہتیر دکھا ہٹا دیں اور  
 جتنے دن دکھا اس کا کرایہ وصول کریں۔  
 جو پتھر مسجد کی ضرورت سے زائد ہوں اور  
 ان کے رخصت ہونے کا ذکر ہوا انھیں بیچ کر مسجد  
 کی تعمیر میں صرف کر سکتے ہیں۔  
 جو سامان کسی خاص مسجد کے لئے خرید گیا ہے  
 کسی دوسرے کا اپنے مصرف میں لانا حرام ہے۔  
 مسجد کی بچی کا کرایہ پر دینا حرام ہے۔  
 لیمپ، فرش، درزی وغیرہ اگر مسجد کی آمدنی کیلئے  
 کرایہ پر دینے کے لئے خریدے گئے ان کا کرایہ  
 پر دینا ناجائز ہے، اور خاص مسجد کی ضرورت  
 کے لئے خریدے گئے تو کرایہ پر دینا حرام ہے۔  
 مجبوری کی صورت میں مجبوری دور ہونے تک
- خاص مسجد کے صرف کے سامان کرایہ پر  
 دئے جاسکتے ہیں۔  
 ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں عاریۃً دینا  
 جائز نہیں، عید گاہ میں دینا اور منسج ہے۔  
 مسجد کی زمین میں اپنے لئے درخت، لگانا  
 حرام ہے۔  
 مسجد میں درخت لگایا گیا تو کب مسجد کا ہوگا اور  
 کب لگانے والے کا، اور مسجد میں لگے ہوئے  
 درخت کے اکھڑنے اور نہ اکھڑنے کی تفصیل۔  
 وقف کی زمین میں بنائی ہوئی عمارت  
 کی تفصیل۔  
 جو امام لائق امامت نہ رہ گیا ہو معزول  
 کر دیا جائے۔  
 غیر حاضری کے ایام کی تنخواہ لینے والے سے  
 واپس لی جائے گی، اور جس متولی نے ایسی  
 تنخواہ دی اسے بھی معزول کیا جائے۔  
 نابالغ بچوں کے تعلیم کے لئے مسجد میں  
 جانے کا حکم۔  
 مصارف مسجد سے کچھ بچا کر اپنے سر نہ میں  
 لایا تو اس کے نفاذ کی تہذیب۔  
 حلال و حرام کے بارے میں اجتہاد بالیہ  
 قول بلا دلیل معتبر ہے۔  
 عقد و نقد حرام پر حق ہرگز حرام ہرگز  
 ورنہ نہیں۔  
 اللہ کے لئے مسجد بنانے سے بڑا

- ہو گئیں اور سب کی آبادی مسلمانوں پر لازم ہے۔ ۴۶۲
- مسٹر کی روپیہ مسجد میں لگانے کا مسئلہ۔ ۴۶۲
- عام گنوں میں غیر مسلم کا روپیہ عدم استحفاظی کی شرط کے ساتھ لگایا جاسکتا ہے۔ ۴۶۳
- مسجد اور مدرسہ میں افضل مسجد کی تعمیر ہے، علم دین کی تعلیم البتہ فرض ہے۔ ۴۶۳
- مدرسہ بنانا بدعت مستحبہ ہے۔ ۴۶۴
- ہندو کے حکم سے بنائی ہوئی مسجد کا حکم۔ ۴۶۵
- غناز مطلقاً ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ ۴۶۵
- جو عمارت سیکڑوں برس سے بطور مسجد مسلمانوں کے تصرف میں ہے وہ مسجد ہی ہے۔ ۴۶۵
- نزول کی زمین اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملک ہے۔ ۴۶۵
- زید کا مال اس کے مرنے کے بعد بیٹے سلیم، ۴۶۶
- کافر غیر ذمی، غیر مستامن کا مال نقص عہد کے لئے حاصل ہو تو مسلمان کے لئے حلال ہے۔ ۴۶۶
- مسجد کو اندام کے بعد کافر بنائے مسجد رہی ہے گی۔ ۴۶۶
- تبد کا وقف موقوف رہتا ہے، مسلمان ہو جائے تو صحیح ہو جاتا ہے، مرتد مر جائے تو بیٹے مسلمان ہو کر صحیح ہو جاتا ہے۔ ۴۶۶
- اسلامی کام میں غیر مسلم کا عطیہ نہ لینا چاہئے۔ ۴۶۷
- خزانہ والی ملک کا ذاتی سرمایہ نہیں ہوتا۔ ۴۶۸
- انور خیر کے لئے چندہ کرنا حدیث شریف سے ثبات ہے۔ ۴۶۸
- مسجد کی آمدنی دوسرے امور میں صرف کرنا
- حرام ہے اور جس نے صرف کیا اس سے تاوان لیا جائے۔ ۴۶۹
- جمعہ جماعت کے قیام کے لئے مسجد رہونا ضروری نہیں۔ ۴۷۰
- مسجد کی تعمیر میں واقعی عذر ہو تو کسی بھی مناسب جگہ جماعت قائم کی جائے۔ ۴۷۰
- ضرورت مسجد کو دو منزلہ کیا جاسکتا ہے۔ ۴۷۰
- مسجد کو ضرورت مسجد کے لئے بھی دکان بنانا حرام ہے۔ ۴۷۰
- مولوی عبد الکاظم صاحب الہ آبادی کا ایک فتویٰ۔ ۴۷۰
- وقف نامہ میں درج کی ہوئی شرائط کے موافق مصارف جائز ہیں۔ ۴۷۰
- وقف نامہ نہ ہو تو متولیان سابق کے تعامل کے موافق اخراجات کئے جائیں اور تعامل بھی معلوم ہو تو مسجد کے ضروری اخراجات جو شرعاً ثابت ہوں انہیں پریس کیا جائے۔ ۴۷۲
- تبادل قیدم کی تحقیق۔ ۴۷۳
- بہتان کی اشاعت فاحشہ اور حرام ہے۔ ۴۷۳
- غیبت کی تعریف اور احکام۔ ۴۷۳
- ایک لامل معلوم الجہت زمین کے متعلق استفتار۔ ۴۷۴
- وقف کا ثبوت شہرت سے ہوتا ہے اور اس کی گواہی بھی شہرت کی بنا پر دی جاسکتی ہے۔ ۴۷۵
- جس زمین کے موروثی ہونے کا ثبوت گواہان عادل سے ہو وہ ترکہ قرار دیا جائے گی۔ ۴۷۵



- ۴۸۵ جوئی معلوم الجہت زمین کسی وقت کے خادموں کے قبضہ میں عہد قدیم سے ہو بلا ثبوت شرعی اس کی ملک کا دعویٰ یا جدید تصرف جائز نہیں۔ ۴۸۵ مسلمانوں کا کام حتی الامکان صلاح پر محمول کرنا واجب ہے۔ ۴۸۵ امامت میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ ۴۸۶ جو امامت کے لائق نہ ہو اس کا معزول کرنا واجب ہے۔ ۴۸۷ حکم شرعی نافذ کرنے کے لئے عوام سے مشورہ لینا ضروری نہیں۔ ۴۸۷ بلاغذ شرعی کسی عہدیدار کو اس کے عہد سے معزول کرنا جائز نہیں۔ ۴۸۸ اس شرط پر کسی کی مہربی کے لئے کچھ شے کرنا کہ مسجد میں دو ہزار روپیہ دے، معاملہ کی تصحیح کی مختلف صورتیں اور مصنف کی شرف نگاہی۔ ۴۸۸ مسجد کے کسی حصہ کو دکان یا خانہ بنانا جائز نہیں۔ ۴۸۹ مسجد کے وضو خانہ کو دکان بنانا حرام ہے، وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں۔ ۴۸۹ اینٹوں کا جو ڈھیر ڈھائی ہزار مان کر نیلام ہوا شمار کے بعد اینٹیں زائد نکلیں تو مالک کو دی جائیں۔ ۴۸۹ جو املاک قرق کر کے نیلام کر آئیں ان کو مسجد کی طرف سے خریدنا اور مسجد میں لگانا جائز نہیں۔ ۴۸۹ اوقاف میں واقف کی شرط کے موافق صرف کرنا ضروری ہے۔ ۴۸۹ واقف نے روزہ کشائی اور ختم فستق کی شیرینی کے لئے وقف کیا تو تعمیر مدرسہ میں صرف کرنا حرام ہے۔ ۴۸۹ مسجد کی تعمیر اور مرمت کی شرط لگائی تو لوٹے اور چٹائی میں صرف نہیں کر سکتے۔ ۴۸۹ جس وقت کے شرائط تحریری نہ ہوں تو تعامل قدیم پر عملد رآمد ہوگا۔ ۴۸۹ وقف میں تعامل قدیم کی حد وقت اور زمانہ سے نہیں ہے۔ ۴۸۹ زمانہ حدوث کا نہ معلوم ہونا قدامت کی دلیل ہے۔ ۴۸۹ جس وقت میں افطاری کے لئے مد مقرر ہو اگر افطار کے وقت بے روزہ دار بھی شریک ہوں متولیوں پر کچھ الزام نہیں۔ ۴۸۹ لاعلمی میں مالدار کو زکوٰۃ دے دی ادا ہوگئی کہ حکم ظاہر پر ہے۔ ۴۸۹ اوقاف کے مصارف عمومی میں مالدار اور غریب سب برابر ہیں جیسے افطاریا و ضرر کا پانی۔ ۴۸۹ بازاری عورت روزہ کشائی یا مسجد میں چٹائی وغیرہ کے لئے کچھ بھیجے تو اس کا شرعی حکم۔ ۴۸۹ جس خریداری میں خبیث ہونا بعینہ معلوم نہ ہو اس کے حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جائیگا۔ ۴۸۹ بازاری عورت کے عطیات سے بچنا ہی

- ۴۸۸ اولیٰ ہے۔  
جو چیزیں مسجد کے لئے وقف کیں اور مہتمموں کے سپرد کر دیں انھیں واپس نہیں لے سکتا۔ ۴۸۸  
جو سامان مسجد کے کام کا نہ رہا ہو اس کو بیچنے کی اجازت ہے اور اس کا ثریہ نہ ہر مسلمان کو جائز ہے۔ ۴۸۹  
مسجد کے بے کار اسباب خرید کر بے تعظیٰ کی جائز نہ لگائے جائیں۔ ۴۸۹  
امانت کا اپنے حذر میں لانا حرام ہے، توبہ استغفار لازم اور تادان واجب ہے۔ ۴۸۹  
دکان کو مسجد بنا دیا مسجد ہو گئی، اس میں دوبارہ دکان کرنا، مسجد کا زینہ بنانا یا حکومت کا اس پر قبضہ کرنا حرام ہے۔ ۴۸۹  
وقف کا ثبوت شہرت کی بنا پر ہوتا ہے۔ ۴۹۰  
سرکاری ریکارڈ میں وقف درج ہو تو مزید شہادت کی ضرورت نہیں وقف ثابت ہے۔ ۴۹۱  
مسجد کو اجرت پر دینا یا سامان رکھنے کا گودام بنانا یا اس میں سکونت اختیار کرنا حرام ہے۔ ۴۹۱  
مسجد میں سوال حرام ہے، اور معتکف کے علاوہ دوسرے کو عقد و معاملہ اور مباح بات چیت بھی حرام ہے۔ ۴۹۱  
مسجد ہو جانے کے بعد باقی کو بھی اس میں غلط تصرف کا حق نہیں۔ ۴۹۲  
جہاں وقف کے شرائط معلوم نہ ہوں قدیم عہدہ آمد کا اعتبار ہے، اور قدیم عہدہ آمد کی حد کا بیان۔ ۴۹۳  
قدیم وقف کی تعمیر جدید کرانے والوں کو وقف میں نئے صفیئے قائم کرنے کا اختیار نہیں۔ ۴۹۳  
چندہ دہندگان نے روپیہ ابھی متولی کے سپرد نہیں کیا انگ جت کر دیا، تو اس میں سب لوگوں کی رائے سے تصرفات جائز ہیں۔ ۴۹۳  
ادھار کے دام کچھ زائد رکھیں اس میں کچھ حرج نہیں۔ ۴۹۳  
مسجد کی زمین میں جو درخت ہوں ان کو مناسب قیمت پر خرید کر اپنے تصرف میں لایا جاسکتا ہے ۴۹۵  
مسجد کا بیکار سال اور چٹائی جو پھینک دی جا اس کو اٹھا کر اپنے تصرف میں لاسکتا ہے۔ ۴۹۵  
مسجد کی قبیل بعض باتوں میں مسجد کے حکم میں ہے اور بعض مسائل میں خارج مسجد۔ ۴۹۵  
وقف کو اس کے حال پر باقی رکھنا ضروری ہے، بلا ضرورت اضافہ ضروری نہیں۔ ۴۹۶  
اچھی قریب دوسری مسجد بنانا کہ اس سے پہلی مسجد کی آبادی میں خلل آئے، نہیں چاہئے، لیکن بن جائے تو مسجد ہی رہے گی۔ ۴۹۶  
ایک مسجد کی صف دوسری مسجد میں لے جانا ناجائز و ممنوع ہے۔ ۴۹۷  
مسجد کی پشت پر مسجد کی زمین ہو تو اس میں کسی کو کسی قسم کی تعمیر کرنا جائز نہیں۔ ۴۹۷  
مسجد کی زمین نہ مٹی صرف پر نہ لے کر نہ لے کر حق تھا

- تو تعمیر ہو سکتی ہے بشرطیکہ پر مالہ کے بہادری میں فرق نہ آئے۔
- ۴۹۷ مسجد میں کسی کارکن کی کوتاہیوں کا اس کے نام کے ساتھ پتھر لگانے سے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ۔
- ۴۹۸ قبلہ کی دیوار میں حد نظر سے اوپر کوئی کتبہ یا نقش و نگار منع نہیں ہے۔
- ۴۹۹ جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو ان کی نگاہ اُچک لی جائے گی۔
- ۵۰۰ جہادِ قبلہ میں کوئی چیز نماز میں مشغولیت ڈالنے والی ہو تو اس کو ڈھک دیا جائے۔
- ۵۰۱ ریاضِ اکرامی حرام ہے اور بلادِ جہ کسی پر ریاضِ اکرام کا الزام لگانا بھی حرام ہے۔
- ۵۰۲ میراث کا ایک سوال۔
- ۵۰۳ ترک میں قبل تقسیم کسی ایک وارث نے مسجد قائم کی تو مسجد صحیح ہوگی یا نہیں، اس سے متعلق احکام۔
- ۵۰۴ جو زمین وقف کی آمدنی سے خریدی گئی وہ وقف کے حکم میں نہیں ہے بوقتِ ضرورت اس کی بیع جائز ہے۔
- ۵۰۵ مسلمانوں کی قبر کھودنا حرام ہے، قبروں پر نماز جائز نہیں۔
- ۵۰۶ پرانا درخت جو مسجد میں ہو کاشنا ضروری نہیں۔
- ۵۰۷ قدیم دروازہ جس سے نمازیوں کو آرام ہوا اور بند کرنے سے تکلیف، اس کا بند کرنا جائز ہے۔
- ۵۰۸ کنوئیں پر کھینچی دیوار کو اپنا آلہ تناسل بنانا کفر نہیں ہے یہودگی ہے۔
- ۵۰۹ مسجد قدیم کو جدید مسجد کا حصہ (فرش) کیا اس میں حرج نہیں۔
- ۵۱۰ مسجد کے نیچے تہ خانہ بنانا، اس کو کرایہ پر دینا حرام ہے۔
- ۵۱۱ تیرائی کا وقف جائز نہیں، اس کے مرنے کے بعد مسلمان اس میں جو تصرف چاہیں کر سکتے ہیں۔
- ۵۱۲ جو مسجد غریب آباد جگہ بنائی گئی مسجد نہ ہوگی۔
- ۵۱۳ مسجدوں میں کافروں اور مرتدوں کا مال نہ لیا جائے۔
- ۵۱۴ مرتد رافضی نے مسجد بنائی مرگیا تو اس کا عمل بیخ کر دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں جبکہ فساد کا اندیشہ نہ ہو۔
- ۵۱۵ جو مکان کسی مسجد پر وقف ہو نہ بھی جاسکتی ہے نہ بدلی جاسکتی ہے، ہاں بالکل قابل انتفاع نہ رہے تو شرط تبادلہ ممکن ہے۔
- ۵۱۶ خانقاہ متعلقہ مزار شریف میں قبور اور شرائط وقف کی رعایت کے ساتھ بالغوں کی تعلیم بطور عادت جائز ہے۔
- ۵۱۷ مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے دُور رکھو۔
- ۵۱۸ چنگاری پر پیر رکھنا قبر روندنے سے آسان ہے۔
- ۵۱۹ قبر کی چھت حق میت ہے۔
- ۵۲۰ قبرستان میں نیارا ستہ نکالنا حرام ہے۔
- ۵۲۱ جائداد موقوفہ میں متولی دہی ترمیم کر سکتا ہے۔

- ۵۰۹ جو شرائط وقت کے موافق ہو۔  
مسجد اور متعلقات مسجد خالص اللہ تعالیٰ کی ملک ہے۔
- ۵۰۹ اوقاف کا انتظام متولی کے سپرد ہے، امام مؤذن کا عہدہ ول منصب اسی کے ذمہ ہے۔
- ۵۰۹ جب تک خیانت کا مضنہ صحیح نہ ہو متولی کو حساب سمجھانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔
- ۵۰۹ مسلمان عورتوں نے جو جہر کسی ہندو راجہ کے تصرف میں رہیں اور ان راجاؤں سے مال لے کر نئی یا پرانی مسجدوں کی تعمیر کی ایسی مسجدوں کیلئے مسجد کا ہی حکم ہے اور ان میں نماز کو روکنا ظلم ہے۔
- ۵۱۱ اجارہ کے لئے بیع کی ایسی طرح ایجاب و قبول اور زائن طرفین ضروری ہے۔
- ۵۱۱ مال محصور کا بلا وجہ لینا حرام ہے، حربی کا مال اس کی رضا سے لینے میں کوئی عرج نہیں۔
- ۵۱۲ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کے سے تصرف مسلمان پر شرط بدل کر مال لیا۔
- ۵۱۲ راجہ اور نواب جن عورتوں کو اپنے حرم میں رکھتے ہیں انہیں جو کچھ دیتے ہیں بطور اجرت زنا نہیں بلکہ بطور نفقہ ماہوار، اس لئے ان کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔
- ۵۱۳ عاشق معشوق مسلمان ہوں تو آپس میں ایک دوسرے کو جو دیں رشوت ہے۔
- ۵۱۴ حرام مال میں جب تک عقد و نقد جمع نہ ہوں
- ۵۱۴ بیع حرام نہیں ہوتا۔  
زمین عقد فاسد سے حاصل کر کے مسجد بنانی وقف صحیح ہو گا دیگر مصارف خیر کے لئے وقف کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔
- ۵۱۵ مسجد کا حجرہ واقف نے مؤذن کے لئے بنایا تو اس میں مؤذن کا رہنا اور ان کے اوپر دوسری تعمیر بھی جائز ہے اور دیگر مصارف کے لئے وقف کیا تو مؤذن کا اس میں رہنا جائز نہیں۔
- ۵۱۶ کتا میں جامع مسجد کے لئے وقف کیے تو کسی دوسری مسجد یا دوسرے کی طرف ان کا انتقال جائز نہیں۔
- ۵۱۸ مسئلہ بالا میں اختلاف علماء اور اقوال ارجح کی ترجیح
- ۵۱۸ واقف ناظر کو معزول کر کے خود متولی بنے اس مسئلہ میں صاحبین کے اختلاف اور قول مفتی بر کی تحریر۔
- ۵۱۹ راقضی کو وقف مسلمان کا متولی بنانا حرام ہے۔
- ۵۲۰ کافر اپنی زمین کو اپنی رکھ کر مسلمانوں کو مسجد بنانے کے لئے اجازت دے تو وہ مسجد نہ ہوگی۔
- ۵۲۰ کافر اپنی زمین مسلمانوں کو ہبہ کر دے تو اس پر مسجد بنانا جائز ہے۔
- ۵۲۰ کافر سامان دے تو اس کا بعیۃ مسجد میں لگانا منع ہے۔
- ۵۲۰ کافر اس طور پر رقم دے کہ مسلمانوں پر احسان

- ۵۲۷ خلاف نہ ہو۔
- ۵۲۰ رکھتے تو لین جائز نہیں ہے، نیاز مند نہ دے تو لے لیں۔
- ۵۲۸ وقف کسی شرط پر معلق کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔
- ۵۲۱ مسجد کو منہدم کر کے دوسری جگہ اس کے محلہ سے مسجد بنانا حرام ہے۔
- ۵۲۹ کسی کلام کو مکمل قرار دینے سے بہتر ہے کہ اس کی تصحیح کی جائے۔
- ۵۲۱ دو مسجدیں ملی ہوئی ہوں تو ان کے بیچ کی دیوار ہٹا کر ایک کرنا جائز ہے۔
- ۵۲۱ مسجد کے فاضل اسباب کو اپنے تصرف یا کسی دوسری مسجد میں لگانا حرام ہے، اسے بیچ کر قیمت اسی مسجد میں تعمیر و مرمت کے لئے باقی رکھیں۔
- ۵۲۱ مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا اور مسجد کی جگہ راستہ یا مکان بنانا حرام ہے۔
- ۵۲۲ مسجد کے کنوئیں سے مشرکین کو پانی بھرنے سے منع کرنا چاہئے۔
- ۵۲۲ مسجد کا محلہ دوسری مسجد میں لگانا حرام ہے، فاضل محلہ ہو تو اسے بیچ کر اس کی قیمت اس مسجد کی تعمیر میں لگائی جائے۔
- ۵۲۳ مسجد کی دکانوں کی چھت کو مسجد میں شامل کیا جاسکتا ہے۔
- ۵۲۴ روافض زمانہ علی العموم کفار و مرتد ہیں۔
- ۵۲۴ مرتدوں کا مسجد میں کوئی حق نہیں۔
- ۵۲۴ ارتداد کے بعد تمام علاقائی ختم ہو جاتے ہیں۔
- ۵۲۵ ایک جائداد کے اقرار نامہ سے متعلق سوال۔
- ۵۲۷ کسی جائداد کا وقف اشارۃ النص سے ثابت ہو سکتا ہے جبکہ عبارت النص اس کے خلاف نہ ہو۔
- ۵۲۸ وقف کسی شرط پر معلق کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔
- ۵۲۹ کسی کلام کو مکمل قرار دینے سے بہتر ہے کہ اس کی تصحیح کی جائے۔
- ۵۲۹ جائداد وقف کر کے کسی کو کچھ دینے کی شرط کی اور اس کو کسی شرط پر معلق کیا اس میں حرج نہیں۔
- ۵۲۹ وعدے کا ایفاء واجب نہیں۔
- ۵۲۹ مسجد ویران ہو گئی اور اب اس کی آبادی کا امکان نہیں تو اس کے سامان کو دوسری مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔
- ۵۳۰ مقبرہ میں ہر مسلمان کو دفن کرنے کا حق ہے متولی کی اجازت کی بالکل ضرورت نہیں۔
- ۵۳۰ جہاڑی، ابرص، گندہ دہن، جس کے لباس میں بدبو ہو، بد زبان، فتنہ پرور جیسے و یا بی غیر مقلد، رافضی کو مسجد سے روکا جائے گا۔
- ۵۳۱ مقبرہ میں کسی بھی سنی مسلمان کو دفن ہونے سے روکا نہیں جائے گا۔
- ۵۳۲ جس مقبرہ کی زمین وقف نہ ہو اس کی چھت کو مسجد کے لئے وقف کیا صحیح نہ ہوگا، زمین کے ساتھ وقف صحیح ہوگا۔
- ۵۳۲ زمین مقبرہ کے لئے وقف ہے اور عمارت مقبرہ قبل از وقت بنی ہو تو چھت نماز کے لئے وقف ہو سکتی ہے۔
- ۵۳۲



- مقبرہ کی عمارت زمین قبرستان کے لئے وقف کرنے کے بعد بنی تو یہ عمارت ہی ناجائز ہے۔ ۵۳۳
- عام مقابر میں تعمیر و تصرف کی اجازت نہیں۔ ۵۳۳
- قبریں اگر ملوکہ زمین میں ہیں تو کسی قسم کے تعمیر و تصرف کے لئے مالک کی اجازت ضروری ہے۔ ۵۳۳
- قبریں خود اس کی زمین میں ہوں تو اس طرح تعمیر کر سکتا ہے کہ ستون اور بنیاد عین قبر پر نہ ہو۔ ۵۳۳
- قبریں اگر غصباً بنی ہوں تو زمین کا مالک چاہے تو زمین خالی کر کے تعمیر کرے یا انتظار کرے تا آنکہ میت بالکل راکھ ہو جائے تب اس پر تعمیر کرے۔ ۵۳۳
- جو زمین ہندو راجا نے مسلمانوں کو قبرستان کے لئے دی اور انھوں نے اس کو قبرستان کیلئے وقف کیا اس میں کسی بھی ہندو یا مسلمان زمیندار کو حق ملکیت قائم کرنے یا تصرف کرنے کا حق نہیں۔ ۵۳۵
- قبرستان میں کسی نے درخت بویا، درخت بونے والے کی ملک ہے۔ ۵۳۴
- قبرستان میں جو گھاس اگتی ہے جب تک سبز ہے اس کے کاٹنے کا حکم نہیں، سوکھ جائے تو کاٹ سکتے ہیں۔ ۵۳۴
- قبرستان میں جانور چرانا جائز نہیں۔ ۵۳۴
- ناجائز معاہدہ خود ہی باطل ہے۔ ۵۳۴
- قبر کے لئے زمین وقف کرنے سے پہلے اس زمین میں جو مسجد بنائی وہ ابد الابد کے لئے مسجد ہوگی، اس میں کسی قسم کا غلط تصرف ناجائز ہے اور ویران ہو جائے تو آبادی لازم ہے، اور مقبرہ قرار دینے کے بعد بنائی تو وہ مسجد ہی نہیں لیکن ذاتی مکان بنانا یا زراعت اس میں اب بھی ناجائز ہے۔ ۵۳۸
- مسجد قبرستان کی مالک نہیں ہو سکتی۔ ۵۳۹
- میت دفن کرنے والے اگر کچھ رقم دفن کرتے وقت دیتے ہوں اور یہ معلوم ہو کہ یہ مسجد میں صرف ہوتی ہے، اسی طرح قبرستان کے وہ درخت جن کا لگانے والا معلوم نہ ہو سوکھ جانے تو وہ لکڑی مسجد میں صرف ہو سکتی ہے۔ ۵۳۹
- موقوفہ قبرستان میں کوئی دوسرا کام مثلاً بازار لگانا، کھیت بنانا حرام ہے۔ ۵۳۹
- مسلمانوں کی قبر کھودنا شدید جرم ہے۔ ۵۴۰
- جان بوجھ کر ظالم کی مدد کرنا اسلام کی رستی گلے سے نگانا ہے۔ ۵۴۰
- گورنمنٹ نے قبرستان کے ہر حصہ پر قبضہ کر کے معاوضہ دیا تو اس سے ویسی ہی جائیداد خرید کر قبرستان میں شامل کی جائے۔ ۵۴۱
- آباد وقف کے بدلنے کی چار صورتیں بیان۔ ۵۴۱
- وقف کی مصلحت شرط واقف کے خلاف میں ہو تو واقف اس میں مصیحت وقف کے موافق تغیر کر سکتا ہے۔ ۵۴۲
- واقف نے وقف نامہ میں شرط لگائی اور شرائط

- ۵۴۹ انگریزی سوال و جواب۔  
 ۵۴۳ آٹا ہے تو واقف کو تبدیل کی اجازت ہے۔  
 ۵۴۲ وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں جیسے  
 ۵۴۵ مکان کو حمام اور حمام کو دکان بنا دیا جائے۔  
 ۵۴۵ مسجد کی زمین کو باغ بنانا منع ہے۔  
 ۵۴۵ مسجد کو غیر معمولی آراستہ کرنے کی ممانعت ہے۔  
 ۵۴۵ جو متولی اراضی وقت میں غیر مشروع تصرف کریں  
 ۵۴۵ انھیں معزول کر دیا جائے۔  
 ۵۴۱ جو زمین متعلق مسجد ہے اسے مسجد کے کام  
 میں لایا جائے۔  
 ۵۴۲ واقف نے اگر اس زمین پر عام مدرسہ قائم کرنے  
 کی شرط لگائی تو خاص قوم کا مدرسہ قائم  
 ۵۴۶ نہیں ہو سکتا۔  
 کسی زمین کے متعلق دل میں وقف کی نیت کی  
 ۵۴۷ وقف نہ ہوا، زبان سے کہہ دیا ہو گیا، تحریری  
 ضروری نہیں۔  
 ۵۴۷ استبدال کی شرط اگر وقف کے وقت لگائی  
 تو بدل سکے گا ورنہ نہیں۔  
 ۵۴۷ واقف کے استبدال کی شرط کے بغیر تبادلہ وقف  
 جائز نہیں الا یہ کہ جائداد قابل انتفاع  
 نہ رہ جائے۔  
 ۵۴۷ تولیت کا بیان۔  
 ۵۴۸ تولیت کوئی ترکہ نہیں کہ ہر وارث کو اس میں  
 حق پہنچے۔  
 ۵۴۸ واقف کو تولیت کے بدلنے کا اختیار ہے۔  
 ۵۴۹ امام کو علیحدہ کرنے کا متولی کو حق ہے جبکہ وہ  
 شرعاً قابل عزل ہو، عزل کے لئے متولی کو  
 کسی قاضی یا سلطان سے اجازت لینے کی  
 ۵۵۳ ضرورت نہیں۔  
 چھ مہینہ کی مسلسل غیر حاضری قائم مقام کے بغیر  
 اور ایک روایت میں ایک مہینہ کی غیر حاضری  
 بدعتیہ کی، احکام شرع کی برخلاف ضروری امام  
 کی وجہ سے تقییل جماعت واقع ہونا، مسجد سے  
 متعلق کمیٹی کے احکام کی خلاف ورزی اسباب  
 ۵۵۴ عزل میں سے ہیں۔  
 ۵۵۵ نسل بعد نسل اور بطناً بعد بطن کی توضیح  
 ۵۵۵ نسل بعد نسل کہا تو طبقہ اعلیٰ کے ہوتے ہوئے  
 طبقہ ثانیہ کا کوئی متولی نہ ہوگا۔  
 ۵۵۵ نسل بعد نسل میں نواسے شامل نہیں۔  
 ۵۵۶ لائق تولیت کی تشریح۔  
 بددیانت، بے پرواہ، لالچ، مصروف لہو  
 لعب، بد عقل، عاجز، کاہل جن سے وقف  
 کو ضرر پہنچنے کا خطرہ ہو، فاسق تولیت کے اہل  
 ۵۵۷ نہیں ہیں۔  
 سود کا مرتکب اگرچہ ایک بار ہی ہو فاسق  
 ۵۵۸ ہے۔  
 ۵۵۸ بلا عذر صحیح شرعی تارک جماعت فاسق ہے۔  
 ۵۵۸ بلا عذر صحیح شرعی تین سال تک زکوٰۃ نہ دے  
 ۵۵۹ تو فاسق ہے۔

- مستل تین سال تک عشر نہ ادا کرے تو فاسق ہے۔ ۵۶۰
- شطرنج جو مفی ترک جماعت ہو با اتفاق حرام ہے۔ ۵۶۰
- تماش، گنجفہ، چوسر بلا شرط ناجائز و ممنوع ہے۔ ۵۶۰
- جو شخص طبع نقصانیت سے تولیت کی کوشش کرے اسے متولی بنانا حرام ہے۔ ۵۶۱
- جس کے لئے تولیت ثابت ہو وہ نفاذ کے لئے کوشش کرے تو یہ ناجائز ہے۔ ۵۶۱
- وکالت کا پیشہ جس میں سودی ڈگریاں دلوانا پڑے خلاف حق مقدمات میں کوشش کرنا طے فسق ہے۔ ۵۶۲
- کفری عقائد کی تائید کفر ہے۔ ۵۶۲
- ایسے اشخاص مسلمانوں کے کسی ذمہ دار عہدہ پر مقرر نہیں کئے جاسکتے۔ ۵۶۲
- لامعلوم اوقات میں قدیم عملہ رآمد کے موافق کاروائی ہوگی۔ ۵۶۳
- واقف کے رشتہ داروں میں تولیت کے لائق افراد موجود ہوں تو کسی بیگانہ کو متولی نہ کیا جائے۔ ۵۶۴
- کافر کو متولی کیا جائے تو ہو جائے گا مگر اس کو متولی کرنا حرام ہے۔ ۵۶۵
- غیر مسلم سے دینی کاموں میں مدد نہ لی جائے۔ ۵۶۵
- جس متولی کی حیثیت ثابت ہو اس کو معزول کرنا واجب ہے۔ ۵۶۷
- وقف کی آمدنی اپنے ذاتی صرف میں لانا جائز نہیں ہے، ہاں متولی معروف طریقہ پر اجرت مثل لے سکتا ہے۔ ۵۶۷
- متولی پر امامت ضروری نہیں۔ ۵۶۷
- چوادر ہوس تا حد فسق ہو تو مانع تولیت ہے۔ ۵۶۷
- جو متولی وقف کی ضروری خدمات انجام نہ دے اسے معزول کیا جائے۔ ۵۶۷
- مفضل افضل کی امامت کر سکتا ہے۔ ۵۶۷
- جس نے مفضل کو افضل کا حاکم بنایا اس نے اللہ و رسول سے خیانت کی۔ ۵۶۸
- قبر پر استنجا حرام، اگال یا بانڈی کا دھون ڈالنا توہین، اور بلا ضرورت شرعی پاؤں رکھنا ناجائز ہے۔ ۵۶۸
- مسجد پر ہوئی ڈگری کا مطالبہ اگر متولی نے اپنے مال سے ادا کر دیا تو مسجد اسے مطالبہ نہیں کر سکتا۔ ۵۶۹
- مسجد کی رقم ہضم کرنے والا غاصب ہے۔ ۵۶۹
- متولی کے قبضہ سے مال چوری گیا، متولی کی بے احتیاطی کو دخل نہ ہو تو کوئی تاوان نہیں۔ ۵۷۰
- وقف کی آمدنی سے ملازمین کو پیشگی تنخواہ دینا روا نہیں، ہاں قدیم سے ایسا تعامل ہو تو حرج نہیں۔ ۵۷۰
- متولی قرض کے طور پر بھی مالی وقف اپنے صرف میں نہیں لاسکتا، نہ دوسرے کو قرض دے سکتا ہے۔ ۵۷۰
- واقف نے وقف نامہ میں یہ شرط لگائی ہو تو

- ایک وقف کی کتابیں دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہیں  
۵۴۰ ورنہ نہیں۔
- ایک وقف کا مال دوسرے میں بطور قرض بھی  
۵۴۰ صرف نہیں کیا جاسکتا۔
- شریک مال مشترک سے اپنے حق بھر صرف  
۵۴۱ کر سکتا ہے۔
- متولی وقف قرض امر ضروری لا بدی کیلئے قاضی  
کی اجازت سے لے سکتا ہے بشرطیکہ قرض کے  
۵۴۱ سوا چارہ کار نہ ہو۔
- چٹائی اور تیل کا مصالح مسجد میں شمار ہے۔  
۵۴۱ واقف نے متولی کو اختیار نہ دیا ہو تو متولی اپنی  
جگہ کسی دوسرے کو متولی نہیں کر سکتا۔  
۵۴۲ بددیانت واقف بھی تولیت سے علیحدہ کر دیا جائے  
دوسرے کی کیا بات ہے۔  
۵۴۳ مسجد کی رقم جو اپنے صرفہ میں لایا یا مجبوری کے  
بغیر رشوت میں دیا اس کا نادان دینے والے  
پر لازم ہے۔  
۵۴۴ ہندوستان میں تعزیر کی صورت صرف مقاطعہ  
۵۴۴ قادر متدین مسجد کا متولی کیا جائے۔
- متولی مال وقف کو قرض کے طور پر بھی نہ اپنے  
صرفہ میں لا سکتا ہے نہ دوسرے کو دے  
۵۴۴ سکتا ہے۔
- نذر و فتوح جو جس کو دے اسی کی ہے،  
سجادہ نشین نے نذر و فتوح یا تصنیف دیئے  
کا وعدہ کیا اس کا ایفا اس پر واجب نہیں ہے،  
۵۴۵
- ۵۴۵ سجادہ ادموقف کا بیہ باطل ہے۔  
حق تولیت قابل بیہ نہیں، واقف نے متولی کو  
اختیار نہ دیا ہو تو وہ کسی کو اپنے بدلہ متولی نہیں  
۵۴۵ کر سکتا۔
- سجادہ نشین نے اپنے قائم مقام اور متولی  
کسی کو کیا اسے جو نذر و فتوح اسی کے لئے ملی  
وہ اس کی ہے اور جو بحیثیت سجادہ گئی وہ  
۵۴۶ اصل سجادہ نشین کی ہوگی۔
- جو لوگ حکم واقف یا بحسب عمل درآمد قدیم کسی  
وقف میں حق شرعی رکھتے ہوں وہ بلا وجہ شرعی  
کسی کے منع کئے منع نہ ہوں گے۔  
۵۴۶ مستحق صرف اپنے حق کا مختار ہے، وقف میں  
۵۴۷ اصل وراثت متولی ہے۔
- واقف پر جس قدر مطالبہ واجبی ثابت ہو  
اگر اس سے کم ادا ہوا ہے اور منظم مرگیا تو  
باقی منظم کے ترکہ سے وصول کیا جاسکتا ہے  
۵۴۷ اور زائد ادا ہوا تو اس کو واپس کیا جائے۔
- کئی ایک متولیوں میں ایک فاسق ہو تو اسکو علیحدہ کرنا ضروری ہے  
۵۴۸ اپنے صرفہ متولی کا عام مسلمانوں کو برف پلانا معصوبہ نہیں  
۵۴۹ برف کا پانی پینے کے لئے مسجد میں منع نہ ہو۔  
۵۴۹ مسجد میں شور و غل ناجائز ہے اور غیر معتکف  
کو کھانا پینا ناجائز ہے۔  
۵۴۹ جس شخص نے وقف کے خلاف کوشش کی  
وہ متولی نہیں بنایا جاسکتا۔  
۵۴۹ وقف کی حمایت میں بولنے کے وقت خاموش

- رہنے والی منزل پر مجبور ہو تو معاف ہے ورنہ اسے بھی تولیت سے خارج کیا جائے۔ ۵۸۰
- فقہہ، شریعہ، مفرق جماعت ہرگز تولیت مسجد کے لائق نہیں۔ ۵۸۱
- اہل محلہ اور بانی میں سے جس کے معتبر کردہ امام افضل ہوں وہی رکھے جائیں، مسادات کی صورت میں بانی کے مقرر کردہ رائج ہیں۔ ۵۸۱
- مؤذن اور امام تنخواہ دار ہوں تو تنخواہ دینے والے کو حق ترجیح ہے۔ ۵۸۱
- فاسق معان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ۵۸۱
- کوئی شخص امامت کا اہل تو ہے مگر جماعت میں اس سے افضل لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے لوگ اس کی امامت مکروہ سمجھتے ہوں تو اس کو امامت کے لئے بڑھانا چاہئے۔ ۵۸۱
- خائن متولی نہیں ہو سکتا۔ ۵۸۲
- جس کو اہی کو لوگ جھوٹا سمجھیں اس میں کئی احتمال ہیں۔ ۵۸۲
- وقف کی تولیت میں وراثت نہیں چلتی، بھائی اور بیٹے میں جو اہل جو اسی کو متولی کیا جائے۔ ۵۸۳
- جس نے دینی مدرسہ کو اپنے اغراض کا آلہ کار بنایا اور غلط الزام ہے مسلمانوں کو بدنام کیا اور ادارہ کے دستور کی بدوجہ خلاف ورزی کی درجہ ہنام کالاچی ہے، اور ہواے نفس اس کے لئے کوشاں ہرگز تولیت کے لائق نہیں۔ ۵۸۳
- تقدیر کا منکر رافضی معتزلی ہے اور محبوبان خدا سے توسل کا منکر نجدی وہابی، ایسے شخص کو سنی حنفی مسلمانوں کے مدرسہ کا مہتمم نہیں رکھا جاسکتا۔ ۵۸۵
- حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل۔ ۵۸۵
- امام کو عذر شرعی کے بغیر امامت سے شرف کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ ۵۸۶
- تنخواہ دار امام نوکر سرور ہے لیکن خدمت گزار نہیں محض دم ہے۔ ۵۸۶
- امام مسائل شرعیہ سے واقف ہو تو اوقات صوم و صلوٰۃ میں اس کی اتباع لازم ہے البتہ خود امام پر تکثیر جماعت کی رعایت بھی ضروری ہے۔ ۵۸۷
- وقف کے معاملات میں اگر گورنمنٹ خلافت شرعہ مداخلت کرے تو تاحد امکان اس کی مزاحمت کی جائے۔ ۵۸۷
- جو کچھ میں مسائل شرعیہ نہیں جانتا وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ ۵۸۷
- سود خوار آمدنی کے باوجود مسجد کے ضروری اخراجات نہ دینے والا متولی واجب۔ ۵۸۷
- الاخراج ہے۔ ۵۸۷
- ناتوانی اور بیماری رفع صحت وقف نہیں بدحواسی کا دعویٰ شاہان شرعی کے بغیر نامقبول ہے۔ ۵۸۸



- واقف نے کسی کو رضا کے حال میں متولی کیا ہو یا غصہ کی حالت میں بہر حال وہ دوسرے امتوں بدل سکتا ہے۔
- ۵۸۹ گند ذہن کے تصرفات نافذ ہیں۔
- ۵۸۹ وقف صحیح سے واقف رجوع نہیں کر سکتا۔
- ۵۸۹ سجادہ نشین خلافت خاصہ ہے، اور سجادہ نشین کے فرائض میں اجرائے سلسلہ تولیت اور جملہ نظم و نسق عزل و نصب اور صاحب سجادگی کی نیابت مطلقہ داخل ہے۔
- ۵۹۲ معروف شرعاً مشروط کی طرح ہے۔
- ۵۹۲ سجادگی میں معروف یہی ہے کہ وہ سجادہ نشین ہو سکتا ہے جو اس سلسلہ میں ماذون و مجاز ہو۔
- ۵۹۲ شیخ بے سجادہ نشین مقرر کئے مرگیا، بعد میں لوگوں نے کسی کو اس کا گدی نشین کر دیا، یہ جائز نہیں۔
- ۵۹۳ متولی نے مرض الموت میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کیا تو وہ متولی ہو گیا۔
- ۵۹۳ طالب تولیت کو متولی نہ کیا جائے۔
- ۵۹۴ رضاعت بغیر شہادت عادلہ کے ثابت نہیں ہوتی۔
- ۵۹۴ مقام بیان میں منہ مجیر لینا انکار ہے۔
- ۵۹۴ جماعت اولیٰ امام دجماعت متعینہ کا حق ہے۔
- ۵۹۵ امام راتب کے علاوہ کچھ لوگوں نے اگرچہ یہی جماعت تشریف لائی، اگر بے ضرورت شرع کیا غلط کیا اور ضرورت ہو تو مضائقہ نہیں، امام راتب کو اعادہ جماعت کا حق ہے۔
- ۵۹۵ موقع تہدید میں ہماری مسجد کتنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔
- ۵۹۵ ہماری مسجد میں انصاف باندہ مراد نہیں ہے۔
- ۵۹۶ عشر اور ظہر میں دوبارہ جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں، پچھلی نفل ہوگی۔
- ۵۹۶ کسی امام کی بکراہت اقتدار کرنے سے اقتدار صحیح ہوگی اور نمازیں فرق نہیں آتا ہے۔
- ۵۹۶ جس امام کو وجہ شرعی کی بنا پر لوگ ناپسند کریں اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔
- ۵۹۷ وقف کے اجارہ میں متولیان کو وقف کا فائدہ مد نظر ہونا چاہئے، جو زیادہ دے اسی کو دیا جائے۔
- ۵۹۸ جو متولیان اس کے خلاف کرے قابل عزل ہے۔
- ۵۹۸ ماں زائد والے کو دینے میں بباطل وقف کا نقصان ہو تو اس سے احتراز کیا جائے۔
- ۵۹۸ تولیت کے لئے مرد ہونا شرط نہیں عورت بھی متولی ہو سکتی ہے۔
- ۵۹۹ فاسق اور غیر مومن کو متولیان اور عہدیدار نہیں کیا جاسکتا۔
- ۵۹۹ سستی، ذی علم، پرہیزگار، دیاندار، ہوشیار کار گزار کو متولی مہتمم و عہدیدار ہونا چاہئے۔
- ۶۰۰ مسجد کو مال وقف سے غلط ذریعہ منت
- ۵۹۵ امام راتب کے علاوہ کچھ لوگوں نے اگرچہ یہی

- دینے والا مسجد کی بھرتی کرنے والا متولی  
ذمہ دار اور امین نہیں ہو سکتا۔  
فاسق کی تعظیم سے خدا کا عرش کانپتا ہے  
اور غیر مسلموں کو مسجد میں احترام کے ساتھ  
لے جانا اس سے بُرا ہے۔  
تولیت کے بارے میں وراثت جاری نہیں  
ہوتی، متولی حال نے جس کے بارے میں  
وسیت کی وہ متولی ہو گیا۔  
متولی نے حالتِ صحت میں بھی اگر کس کو جانشین  
اور متولی بنایا اور اس وقت کے متولیان کا قدیم  
سے یہی دستور رہا ہے تو جس کو متولی بنایا  
بشرط اہلیت شرعی متولی ہو گیا۔  
جہاں معمول قدیم نہ ہو وہاں متولی خود اپنا نائب  
نہیں مقرر کر سکتا۔  
تولیت میں وراثت نہیں چلتی، وقف نامہ میں  
دربارۂ تولیت کوئی تصریح ہو تو اس کی اتباع  
کی جائے، تصریح نہ ہو تو وقف کے وارثوں کے  
جواہل ہو اس کو متولی قرار دیا جائے۔  
وارثوں میں کوئی اہل نہ ہو تو مسلمانوں کی رائے  
سے کوئی دیندار، ہوشیار، کار گزار متولی کیا جائے۔  
خان اور خدمت وقف کا نااہل اور تولیت کا  
خواستگار متولی نہیں ہو سکتا۔  
متولی و منظم وقف پر وقف کے شرائط اور شرائط  
کی پابندی ضروری ہے۔  
جس پر خیانت کا ظن بھی ہو مسلمان حساب فہمی کا
- مطالبہ کر سکتے ہیں اور خیانت ثابت ہو تو اس  
کو نکال دیں۔  
جتنے لوگوں نے مل کر مسجد بنائی سب واقفین  
میں شامل ہو گئے، ان میں سے کچھ لوگ نئی مسجد  
بنالیں تو پہلی مسجد کے واقف ہونے سے  
نہ نکلیں گے۔  
مسجد کے لئے متولی ضروری نہیں وقف کے لئے  
ضروری ہے۔  
متولی کسی ایک مقرر کر سکتے ہیں لیکن ان میں کوئی  
مستقل نہ ہوگا سب کو اتفاق رائے سے کام  
کرنا ہوگا۔  
واقفین میں کچھ لوگوں نے ایک آدمی کو متولی مقرر  
کیا اور کچھ لوگوں نے دوسرے کو، دونوں متولی  
ہو گئے اور مل کر کام کریں گے۔  
مسجد کی زمین اصل مسجد ہے۔  
جس نے زمین دی وہ مسجد کا واقف ہوا اور جس  
نے عمارت بنائی وہ تعمیر کا۔  
تعمیر کرنے والا بھی وقف میں شریک ہے۔  
بدعتی، رافضی، جمہی، قدری، مشبہ اور قرآن  
کو مخلوق ماننے والوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔  
جس کی بد مذہبی حد کفر کو پہنچی ہو اس کے پیچھے  
نماز باطل ہے اور جس کی حد کفر کو نہ پہنچے اس کے  
پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔  
جو رافضی شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم لوگ گالی  
دے کافر ہے۔

- ۶۱۳ کیا جائے۔
- ۶۰۹ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو صرف افضل مانے تو گمراہ ہے کافر نہیں۔
- ۶۱۳ ہرگز کسی معاملہ میں مسلمان کا خیر خواہ نہ ہوگا۔
- ۶۰۹ رافضی صحابہ کرام کو کافر کہتے ہیں تو ہم انہیں کافر کہیں گے۔
- ۶۱۳ عشر وصول کرنے والا آزاد اور مسلمان ہونا چاہیے۔
- ۶۰۹ رافضیوں کا قول کہ آداگون ہوتا ہے اور امام غائب خروج کریں گے کفر ہے۔
- ۶۱۳ چٹنگی کے بحر اور چوکی کے پولیس کا درجہ بھی
- ۶۰۹ غیروں کو نہ دیا جائے۔
- ۶۱۴ یہودی کو مسلمانوں کے اعمال پر مقرر کرنا حرام ہے
- ۶۰۹ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین پر متفق ہوں۔
- ۶۱۵ ذمی کافر کا حکم اکثر معاملات میں مسلمانوں جیسا ہے
- ۶۰۹ زندگی بھر طاعت و عبادت کرنے والا بھی کسی کفر حرجی سے مطلقاً قطع تعلق کا حکم ہے مرتد ان سب میں اجنبی ہے۔
- ۶۱۵ مرتد کو بادشاہ اسلام غور و فکر کے لئے جیل میں تین دن کی مہلت دے گا۔
- ۶۱۴ صرف ذمی کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کی ولایت صحیح ہے
- ۶۱۶ شامی کی عبارت کا مطلب۔
- ۶۱۴ خلاصہ حکم مسئلہ۔
- ۶۱۰ روافض کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کرنا جائز نہیں۔
- ۶۱۴ رافضیوں کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو نہ ان کے ساتھ پڑھو۔
- ۶۱۸ رافضیوں کو متولی بنانے والے تعزیر کے مستحق ہیں۔
- ۶۱۸ مرتدین کے احکام۔
- ۶۱۹ اوقاف کے اجارہ کا بیان۔
- ۶۲۰ دیہات کا ٹھیکہ جیسا کہ ہندوستان میں رائج ہے
- ۶۱۲ حرام ہے اس کو روکنا ضروری ہے۔
- ۶۲۰ اجارہ منافع پر ہے عین کے استہلاک پر نہیں
- ۶۱۰ فاسق کی اہانت شرعاً واجب ہے اور کافر کی تعظیم کفر ہے اور ایسوں کو مسلمانوں پر افسری دینا حرام ہے۔
- ۶۱۱ متولی بنانا تو بڑی بات ہے مرتدین سے دینی کاموں میں مدد لینا بھی حرام ہے۔
- ۶۱۱ روافض کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیش گوئی۔
- ۶۱۱ کافر کو مسلمانوں کے عظیم کام میں دخیل اور رازدار بنانا حرام ہے۔
- ۶۱۱ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصرانی کو کاتب بنانے سے منع کیا۔
- ۶۱۲ واقف امین نہ ہو تو اس کو بھی وقف سے علیحدہ

<p>غلط خیال کی بنا پر جو لفظ کہے جائیں وہ کچھ اثر نہیں رکھتے۔</p> <p>۶۲۶</p>	<p>مذکورہ کلمہ سے حدیث میں جس کا استثناء ہے اس کا اتباع کیا جائے۔</p> <p>۶۲۰</p>
<p>اس گمان پر کہ عورت کو طلاق ہو گئی طلاق کا اقرار کیا طلاق نہ پڑے گی۔</p> <p>۶۲۶</p>	<p>وفات و عدہ پر جبر نہیں۔ وعدہ میں ان شاء اللہ کا لفظ حلیف کے اثر کو باطل کر دیتا ہے۔</p> <p>۶۲۰</p>
<p>کہاں وقف افضل ہے اور کہاں نقصان افضل ہے اس امر کی تفصیل۔</p> <p>۶۲۷</p>	<p>اراکیر و منظمین وقف کے نقصان کا وعدہ ہی نہیں کر سکتے، یہی مددنی کو صدر و شریعہ کرنے کی تدبیریں۔</p> <p>۶۱۰</p>
<p>ایک دستاویز کے تمثیل نامہ یا وقف نامہ ہونے کا فیصلہ۔</p> <p>۶۲۸</p>	<p>مسجد پر موقوفہ زمین کو مسجد ہونے سے قبل مسجد کی ضروریات کے واسطے اہل لاہر دیا جاسکتا ہے۔</p> <p>۶۲۲</p>
<p>متولی کو حالت صحت میں اپنا جائزین مقرر کرنے کا حق نہیں۔</p> <p>۶۲۹</p>	<p>وقف کا اجارہ زیادہ سے زیادہ تین سال تک ہوگا۔</p> <p>۶۲۲</p>
<p>شرائط وقف کے خلاف تولیت جائز نہیں۔</p> <p>۶۲۹</p>	<p>بیچنے اور خریدنے کی شرط لگانے سے وقف باطل ہو جاتا ہے البتہ تبادلہ کی شرط صحیح ہے۔</p> <p>۶۲۴</p>
<p>واقف کے رشتہ داروں میں تولیت کے اصل ہوں تو اجنبیوں سے متولی نہ کیا جائے۔</p> <p>۶۳۰</p>	<p>محمول چیز کا وقف باطل ہے۔</p> <p>۶۲۵</p>

# فہرست ضمنی مسائل

نماز	جاسکتے ہیں، بلا ضرورت بالائی درجہ میں جانا
نماز اور جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں۔	۴۳۹
جماعت نماز میں پنکھا کروانے کا حکم۔	۴۶۵
مسجد کی چھت پر بلا ضرورت نماز نہیں پڑھی جاسکتی	۴۷۰
نیچے جگہ بھر جائے تو اوپر پڑھ سکے ہیں۔	۳۳۲
پنجوقت نماز اور جمعہ و عیدین کے لئے مسجد کی شرط نہیں۔	۳۴۹
مسجد میں قبر نکلی تو مسجد باقی رہے گی، قبر پر اور اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا منع ہوگا۔	۴۲۱
قبر کسی مقبول بندے کی ہے تو اس کے قرب میں نماز پڑھنا باعث برکت ہے۔	۴۲۲
مسجد کے نچلے حصہ میں تنگی ہو تو بالائی حصہ پر	۵۰۲
جس جگہ جگہ ہو سکتی ہے۔	۴۳۹
جماعت کے قیام کے لئے مسجد رہونا ضروری نہیں۔	۴۶۵
مسجد کی تعمیر میں واقعی عذر ہو تو کسی بھی مناسب جگہ جماعت قائم کی جائے۔	۴۷۰
جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف ننگا اٹھاتے ہیں اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو ان کی ننگا اُچک لی جائے گی۔	۴۲۱
جدار قبلہ میں کوئی چیز نماز میں مشغولیت ڈالنے والی ہو تو اس کو ڈھک دیا جائے۔	۴۶۱
قبروں پر نماز جائز نہیں۔	۵۰۲
زمین مقبرہ کے لئے وقف ہے اور عمارت مقبرہ	



- قبل از وقت بنی ہو تو چھت نماز کے لئے وقف ہو سکتی ہے۔ ۵۳۲
- ردا فض کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کرنا جائز نہیں۔ ۶۱۴
- فاسق اور بانی شر و فساد کی امامت ناجائز ہے۔ ۳۶۱
- فوج کی اجرت لینے والا امام ہو سکتا ہے۔ ۳۶۱
- امام مسجد کے صفات کا بیان۔ ۴۱۸
- مسجد پر قبضہ غاصبانہ کرنے والے اور مذکورہ بالا صفات کے مالک شخص کی امامت کا حکم۔ ۳۲۱

## جماعت

- مسجد عام جماعت کے لئے بنائی جاتی ہے۔ ۲۳۲
- جماعت ہر مسلمان پر واجب ہے۔ ۲۳۲
- ترک جماعت پر وعید ات شدیدہ۔ ۲۳۲
- کثیر بارش ترک جماعت کے لئے عذر ہے۔ ۲۸۶
- جماعت نماز واجب ہے۔ ۲۸۷
- محراب وسط مسجد میں نہ ہو تو صفت پوری مسجد میں لگائی جائے اور امام محراب چھوڑ کر وسط مسجد میں کھڑا ہو۔ ۳۳۹
- جماعت اولیٰ امام و جماعت متعینہ کا حق ہے۔ ۵۹۵
- امام راتب کے علاوہ کچھ لوگوں نے اگر پہلے ہی جماعت کر لی، اگر بے ضرورت شرعی کیا غلط کیا، اور ضرورت ہو تو مضائقہ نہیں، امام راتب کو اعادہ جماعت کا حق ہے۔ ۵۹۵
- عشاء اور ظہر میں دوبارہ جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں پچھلی نفل ہوگی۔ ۵۹۶
- عزل میں سے ہیں۔ ۵۵۴
- امام کو عذر شرعی کے بغیر امامت سے خارج کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ ۵۸۶
- تختواہ دار امام نوکر ضرور ہے لیکن خدمت گار نہیں مخدوم ہے۔ ۵۸۶
- امام مسائل شرعیہ سے واقف ہو تو اوقات صوم و صلوٰۃ میں اس کی اتباع لازم ہے البتہ خود امام پر کثیر جماعت کی رعایت بھی ضروری ہے۔ ۲۹۱

## امامت

- امام کے نصب میں تنازع ہو تو اہل محلہ کا امام افضل ہے تو اسی کو ترجیح ہے۔ ۲۹۱
- ۵۸۷

کسی امام کی بجاہت اقتدار کرنے سے اقتدار  
صحیح ہوگی اور نماز میں فرق نہیں آتا ہے۔ ۵۹۶  
جس امام کو دہر شرعی کی بنیاد پر لوگ ناپسند  
کریں اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔ ۵۹۷  
بدعتی، رافضی، جہمی، قدری، مشبہہ اور  
قرآن کو مخلوق ماننے والوں کے پیچھے نماز جائز نہیں ۶۰۸  
جس کی بد مذہبی حد کفر کو پہنچی ہو اس کے پیچھے  
نماز باطل ہے اور جس کی حد کفر کو نہ پہنچے  
اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ۶۰۸  
متولی پر امامت ضروری نہیں۔ ۵۹۷  
مقبول افضل کی امامت کر سکتا ہے۔ ۵۹۷  
اہل محلہ اور بانی میں سے جس کے مقرر کردہ امام  
افضل ہوں وہی رکھے جائیں مساوات کی  
صورت میں بانی کے مقرر کردہ رائج ہیں۔ ۵۸۱  
مؤذن اور امام تنخواہ اور ہین تنخواہ دینے والے کو حتیٰ ترجیح ہے ۵۸۱  
فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔  
کوئی شخص امامت کا اہل تو ہے مگر جماعت  
میں اس سے افضل لوگوں کی موجودگی کی وجہ  
سے لوگ اس کی امامت مکروہ سمجھتے ہوں تو  
اس کو امامت کے لئے بڑھانا چاہیے۔ ۵۸۱

## جمعہ

کثیر بارش ترک جمعہ کے لئے عذر ہے۔ ۲۸۷  
قیام جمعہ کی شرائط کا بیان۔ ۳۹۱  
گاوں میں قیام جمعہ جائز نہیں۔ ۴۲۰  
شہر میں متعدد جگہ جمعہ پڑھا جاسکتا ہے، جو  
کسی وجہ سے معذور ہوں انہیں ایک جگہ  
جمع ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ ۴۲۰  
بضرورت قدیم جامع مسجد کو چھوڑ کر دوسری  
مسجد میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے، پرانی مسجد  
کی آبادی بھی بقدر قدرت ضروری ہے۔ ۴۲۰

## جنازہ

رافضیوں کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو نہ ان کے  
ساتھ پڑھو۔ ۶۰۸

## زکوٰۃ

ثلث مال کا ذخیرہ صرف کرنا بقیہ دولت  
سے زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتا جبکہ اس کے  
پاس حاجات اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب  
بچے اور سال گزرے۔ ۲۵۳  
لا علمی میں مالدار کو زکوٰۃ دے دی ادا ہوگئی  
کہ حکم ظاہر پر ہے۔ ۴۸۷

## اعتکاف

معتکف کو مسجد میں اس صورت میں وضو  
کرنے کی رخصت ہے کہ کوئی بوند مستعمل پانی  
کی مسجد میں نہ گرے۔ ۲۸۳  
بشرط معتکف کو مسجد میں بیع و شراہ اور  
اکل و شرب جائز ہے۔ ۳۱۳  
تجارت کے لئے بیع و شراہ معتکف کو بھی

ناجائز ہے۔ ۲۱۳ حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ۵۱۳

### فوائد اصولیہ

۹۰ اباحت بعد مرتبہ بیع باطل ہو جاتی ہے۔ ۴۳۸

۹۱ عرف اعظم دلائل شرعیہ سے ہے۔

جو عرف میں معروف ہو وہ مشروط شرعی کی طرح

۹۱ ہوتا ہے۔

۹۱ عرف ظاہر پر عمل واجب ہے۔

۹۲ مدار عرف پر ہے۔

دینے والا دیتے وقت جو ہمت متعین کر دے

۹۲ وہی متعین ہے۔

معطی نے دیتے وقت کچھ نہ کہا تو اسی کا قول

قیم کے ساتھ معتبر ہے، جبکہ ظاہر اور عرف

۹۲ کے خلاف نہ ہو۔

لڑاکوں نے باپ کو روپیہ دیا، اگر صراحت نہ ثابت

۹۹ ہو کہ بطور قرض دیا تھا روپیہ واپس لیں گے۔

صراحت نہ ہو اور معمول یہ رہا کہ بطور امداد

۹۹ بے قصد واپسی دیتے رہے ہوں تو بغیر

ورثہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔

عام اور معتبر شرطوں کا اختیار شرع نے واقف

۱۳۹ کو صرف انشاء وقف کے وقت دیا ہے۔

۱۴۳ عقد فاسد حرام ہے۔

ملک بدل کر وقف ہو سکتی ہے لیکن وقف

۱۶۱ بدل کر ملک نہیں ہو سکتی۔

۱۶۲ وقف کا مدعی ہر مسلمان ہو سکتا ہے۔

مسجد کی موقوفہ دکانوں کی چھت مصلیوں نے

شامل مسجد کر لی تو وہ چھت بھی مسجد ہو گئی معتکف

ان دکانوں کی چھت پر جاسکتا ہے

### نکاح

فاسق نکاح پڑھائے تو نکاح درست ہے

۴۶۰ لیکن فاسق سے نکاح پڑھانا منع ہے۔

### طلاق

اس گمان پر کہ عورت کو طلاق ہو گئی طلاق کا

۶۲۶ اقرار کیا طلاق نہ پڑے گی۔

### مہر

جائداد مہر میں دے کر بعد موت واپسی کی شرط

لگانا شرط فاسد ہے، اور ایسی جائداد کے

۱۱۳ اوپر بیوی کی ملک فاسد ہے۔

### رضاعت

رضاعت بغیر شہادت عادلہ کے ثابت نہیں ہوتی۔ ۵۹۴

### نفقہ

راجہ اور نواب جن عورتوں کو اپنے حرم میں

رکھے ہیں انہیں جو کچھ دیتے ہیں بطور اجرت

زنا نہیں بلکہ بطور نفقہ اجوار، اس لئے ان کے

- ۳۸۳ استحقاق اور۔ ۲۲۹ متولی وقف امین وقف ہے۔
- ۳۸۳ مساجد جمیع حقوق عباد سے ہمیشہ کے لئے ۲۲۹ احکام شرعیہ کے خلاف نہ کثرت رائے دیکھی
- ۳۸۳ منزہ ہیں۔ ۲۲۹ جاسکتی ہے نہ اتفاق رائے۔
- ۳۸۳ ضرورت اکراہ شرعی سے جواز شئی فی نفسہ نہیں ۲۲۹ ہر مباح بنیت محمودہ محمود و قربت ہو جاتا ہے۔
- ۳۸۳ ہوتا بلکہ مکہ سے رفع اثم ہوتا ہے۔ ۲۲۹ اعادہ وصف کرنے والا احداث اصل کرنیوالے
- ۳۸۳ عرف و شرع کا قاعدہ ہے کہ ضرر عام سے ۲۵۰ کی مثل نہیں۔
- ۳۹۰ بچنے کے لئے ضرر خاص کا تحمل کیا جائے۔ ۲۸۶ الضرورات تلخ المحظورات۔
- ۳۹۲ ذکر نفی قبضہ کو نفی ذکر قبضہ پر حمل کرنا صریح ۲۸۶ شروط باطلہ سے مسجد باطل نہ ہوگی، شرطیں ہی
- ۳۹۲ مغالطہ ہے۔ ۳۳۴ باطل قرار دی جائیں گی۔
- ۳۹۲ ہر قوم اپنی اصطلاح پر کلام کرتی اور سمجھتی ہے ۳۳۴ مسجد بنا کر شرط لگائی میں اسے بیچ سکوں گا
- ۳۹۲ حلال و حرام کے بارے میں صاحب مال کا ۳۳۴ مسجد ہوگی شرط باطل۔
- ۴۶۱ قول بلا دلیل مستبر ہے۔ ۳۳۴ مسجد بنا کر شرط لگائی کہ صرف فلاں قوم کے لئے
- ۴۸۶ زمانہ حدوث کا نہ معلوم قدامت کی دلیل ہے ۳۳۴ مسجد سب کے لئے ہوگی تخصیص باطل ہے۔
- ۴۸۶ کسی جائیداد کا وقف کا اشارۃ النص سے ۳۴۳ مصالحت رفع نزاع کا نام ہے نہ کہ البقائے
- ۴۸۶ ثابت ہو سکتا ہے جبکہ عبارتۃ النص اس کے ۳۴۳ نزاع کا۔
- ۵۲۴ خلاف نہ ہو۔ اصل بنائے و انتشار نزاع کو مہمل و معطل اور
- ۵۲۴ وقف کسی شرط پر معلق کرنے سے باطل ۳۴۳ دور آئندہ کی امید موبہوم پر محمول کرنا البقائے
- ۵۲۸ ہو جاتا ہے۔ ۳۴۳ نزاع ہے نہ کہ رفع و قطع نزاع۔
- ۵۲۹ کسی کلام کو مہمل قرار دینے سے بہتر ہے کہ ۳۴۳ احکام اسلامیہ کے خلاف پر مصالحت روا
- ۵۲۹ اس کی تصحیح کی جائے۔ ۳۴۳ نہیں۔
- ۵۹۲ معروف شرعاً مشروط کی طرح ہے۔ ۳۸۱ کم من شئی یثبت ضمناً ولا یثبت
- ۳۸۱ قصداً۔
- ۳۸۲ صیح یہ ہے کہ کفار بھی مکلف بالفروع ہیں۔ ۳۸۲ صیح یہ ہے کہ کفار بھی مکلف بالفروع ہیں۔
- ۳۸۲ جانور بالا جماع مکلف نہیں۔ ۳۸۲ جانور بالا جماع مکلف نہیں۔
- ۳۸۲ مسجد میں کسی امر کا جواز اور بات ہے اور اس کا ۳۸۲ مسجد میں کسی امر کا جواز اور بات ہے اور اس کا

### افکار و رسم لمفتی

آلات مسجد کے بارے میں امام محمد اور تائب مسجد کے بارے میں امام ابو یوسف کے قول پر فرتی ہے ۲۶۴

- ۱۰۲ قیمت لگانے کا طریقہ۔
- ۱۰۶ تصدق میں اصل رجوع نہیں۔
- ۱۰۷ شرکت ملک میں ہر شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی ہوتا ہے۔
- ۱۱۳ وقف کسی وقت خاص تک مقید نہیں ہو سکتا۔
- ۱۲۱ اگر عقد و نفقہ دونوں حرام پر جمع نہ ہوں تو ملک صحیح اور حلال ہوگی۔
- ۱۲۶ چندہ چندہ دہندگان کی ملک پر ہوتا ہے۔
- ۱۲۶ حقوق غیر متجربہ میں تمام شریک علی وجہ الکمال مالک ہوتے ہیں۔
- ۱۲۸ مسئلہ شرعی میں قلت و کثرت رائے کا اعتبار نہیں
- انتظامی امور جن میں شرع کی طرف سے کوئی تحدید نہ ہو کثرت رائے کا لحاظ ہوتا ہے اور اس میں علم و جہالت کا بھی لحاظ نہ ہوگا بلکہ تجربہ کاری کا اعتبار ہوتا ہے۔
- ۱۲۸ وقف کی صحت کے لئے واقع کا جائیداد موقوفہ کا مالک ہونا ضروری ہے۔
- ۱۲۸ مالداروں کے لئے ہوٹل بنا کر وقف کیا وقف نہ ہوگا۔
- ۱۳۰ کافر نے مسجد کے لئے وقف کیا وقف نہ ہوگا۔
- مسجد کا متولی تعمیر مسجد وغیرہ امور میں قاضی پر مقدم ہے۔
- ۱۳۳ مدت بقا مجہول ہے۔
- تعیین مدت سے مقدار منفعت معلوم ہوتی ہے۔
- ۳۲۳ بارے میں سوال اور دلی و بریلی کے فتاویٰ۔
- ۳۲۹ فریقین کے بیان سُننا قاضی پر لازم ہے
- ۳۲۹ نہ کہ مفتی پر۔
- مفتی بہر صورت سوال کا جواب دیتا ہے، واقعہ سے بحث اس کے فرائض سے نہیں۔
- ۳۲۹ سوال ظاہر البطلان ہو تو مفتی اس کا جواب نہ دے یا سوال کی غلطی ظاہر کرے۔
- ۳۳۰ جو اپنے زمانہ والوں کی معرفت نہ رکھے جاہل ہے
- منصب افتاء کی ذمہ داری یہ ہے کہ بر تقدیر صدق مستفتی صورت مستفسرہ کے مطابق جواب دے دیا جائے۔
- ۳۴۱ اظہار حق کے سلسلہ میں مفتی پر لازم ہے کہ وہ کسی کے ساتھ مراسم قدیم کو حفظ حرمت اسلام اور رفع غلط فہمی عوام پر غالب نہ آنے دے۔
- ۳۸۳ مسئلہ عمر فی المسجد کو سلطنت غیر اسلامیہ کے لئے قرار دینا صریح جہل اور ظلم عظیم ہے۔
- ۳۰۱ سوال میں ذکر کی ہوئی ایک خرابی پر تنبیہ۔
- ۳۰۲ ایک مجمل سوال پر تنبیہ۔
- ۳۰۰ مولوی عبدالسکافی صاحب الہ آبادی کا ایک فتویٰ۔
- قرض، ہبہ اور اباحت کا فرق۔
- ۹۰ دوسرے کی زمین میں بنے ہوئے مکان کی

## فوائد فقہیہ



۱۸۶	مصنف کی تحقیق۔	۱۵۰	الوقف لایوقف۔	4/4
	ابن بلال اور ان پر رد کرنے والوں کے کلام	۱۵۰	الوقف لایمک۔	
۱۸۸	میں مصنف کی تطبیق۔		استطاعت کا معیار ملک نصاب زائد از	
	احکامات کے یہاں وقف کا نگران امین ہی ہوتا ہے	۱۵۵	حاجتِ اصل ہے۔	
	ناظر امین کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو گا اگر	۱۵۵	موتی امین ہوتا ہے۔	
۱۹۵	ظاہر اس کی گزیر نہ کرے۔	۱۵۷	اوقاف میں شرط و وقف نص شارع کی طرح ہے	
۲۰۳	بعض صورتوں میں عدم علم عذر ہے۔	۱۵۷	قبرستان کے درخت لگانے والے کی ملک میں	
۲۱۶	وقف سے رجوع ناممکن ہے۔	۱۵۸	لفظ ارصادات کی تحقیق۔	
۲۲۷	کتابیں ذواتِ الیمین میں ذواتِ الامثال نہیں۔		مسجد کی زمین میں کوئی تعمیر حسب شرائط وقف	
۲۲۷	چھاپے اور کاغذ کی درست مسئلہ نہایت ہے۔	۱۵۹	جائز ہے۔	
۲۲۹	ان الولایۃ مشروطہ بالنظر ولا نظر فی الضرر۔	۱۶۰	ارصادات اور عطایا کا فرق۔	
	صحتِ موردوث میں کسی وارث کا کوئی حق موردوث		خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اس پر اعتماد	
۲۵۱	کے مال کے متعلق نہیں ہوتا۔	۱۶۱	نہیں کیا جاسکتا۔	
	مسجد کی چیزیں اس کے اجزاء ہیں یا آلات یا	۱۶۸	وقف کا ثبوت تعامل سے بھی ہوتا ہے۔	
۲۶۱	اوقاف یا زوائد۔	۱۶۸	زرچندہ چندہ دہندوں کی ملکیت پر رہتا ہے	
	چار صورتوں کے علاوہ آباد وقف کو تبدیل کرنا	۱۷۱	لفظ واسطہ کے معانی مختلفہ۔	
۲۶۷	جائز نہیں۔		جس نے یہ سمجھ کر کہ اس کا دینا مجھ پر واجب ہے	
۲۶۸	وقف کی تبدیلی میں بے شمار خرابیاں ہیں۔		کوئی چیز دی، بعد کو کھلا کہ واجب نہ تھی تو	
	استبدال وقف کا موجب یا تو شرط استبدال	۱۷۳	لوٹا سکتا ہے۔	
۲۶۸	ہے یا ضرورت استبدال۔	۱۷۶	معاظہ خلو بے اصل و باطل ہے۔	
	بحالت شرط استبدال، تبدیلی وقف کا جواز	۱۷۹	خلو کی تعریف۔	
۲۷۰	چند شرطوں سے مشروط ہے۔	۱۸۰	دوامی پٹہ کی ایک صحیح صورت	
	تبدیل وقف کی شرائط سب سے کا خلاصہ یہ ہے	۱۸۱	خلو عین نہیں بلکہ وصف ہے۔	
	کہ مخالفت شرط اور منظر مخالف لغت نفع وقف	۱۸۱	سکنی اور خلو کا فرق۔	
۲۷۰	سے بچے۔		معنی خلو میں مختلف علماء کی تصریحات اور	

- ۳۶۷ کہہ سکتے ہیں۔ ۲۷۱ استبدال تین وجہوں پر ہے۔
- قانون اور اہل قانون کی اصطلاح میں زمین ۲۷۲ قاضی بہشت صاحب علم و عمل کو کہتے ہیں۔
- مسجد یا وقف مسجد کو ملک مسجد کہتے ہیں۔ ۲۷۸ زوائد سے مراد کیا چیزیں ہیں۔
- اصطلاح مذکور کا پتہ شرع مطہر میں ۲۸۴ صحن مسجد بھی مسجد ہے۔
- بھی ہے۔ ۳۰۱ مصالح مسجد توابع مسجد ہیں۔
- مسجد حقیقہ زمین کا نام ہے چھت اس کا بدل ۳۰۵ مطلقاً حقوق عید کا تعلق مانع مسجدیت نہیں۔
- نہیں ہو سکتی۔ ۳۹۸ مقبرہ کے لئے بھی حقوق عید سے فارغ ہونا
- مسجد کا شمش جہات میں جمیع حقوق عبادت ۳۰۹ شرط ہے۔
- خالی ہونا ضروری ہے۔ ۳۲۰ ایسی مسجد کو کسی قسم کے ذاتی تصرف میں لانا حرام ہے۔
- نزول کی زمین اللہ تبارک تعالیٰ کی ملک ہے۔ ۳۲۰ وقف کا ثبوت شہرت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔
- قبائل قدیم کی تحقیق۔ ۳۲۲ حوالی مسجد کا حکم بھی مثل مسجد ہوتا ہے۔
- غیبت کی تعریف اور احکام۔ ۳۲۳ فنائے مسجد تابع مسجد ہے۔
- مسجدوں کا کام حتیٰ الامکان مصالح پر موقوف کرنا واجب ہے۔ ۳۵۲ فنائے مسجد کی حرمت مسجد کی طرف سے ہے۔
- جس وقف کے شرائط تحریری نہ ہوں تو تعامل ۳۵۲ مسجد کو راستہ بنانے کا جائز اور اس کا صحیح مطلب
- قدیم پر عمل درآمد ہوگا۔ ۳۷۱ قبضہ زمین کی بحث۔
- وقف میں تعامل قدیم کی حد وقت اور زمانہ سے ۳۷۱ فقہائیت کے کیا معنی ہیں۔
- نہیں ہے۔ ۳۸۰ مسئلہ مرفی مسجد کی تحقیق جلیل۔
- اوقاف کے مصارف عمومی میں مالدار اور غریب ۳۸۰ مسئلہ مرفی مسجد صرف اسلامی سلطنت کے
- سب برابر ہیں جیسے افطار یا وضو کا پانی۔ ۳۸۳ ساتھ خاص ہے۔
- وقف کا ثبوت شہرت کی بنا پر ہوتا ہے۔ ۳۹۰ من، الی، فی، علی کا ترجمہ جان لینا فقہائیت
- جہاں وقف کے شرائط معلوم نہ ہوں قدیم عمل درآمد ۳۸۳ نہیں، فقہائیت چیرنے دیگر است۔
- کا اعتبار ہے، اور قدیم عمل درآمد کی حد کا ۳۸۴ ضرورت کی بحث۔
- بیان۔ ۳۹۲ ملک کا اطلاق دو معنی پر آتا ہے اول خصاص
- مسجد کی تفصیل بعض باتوں میں مسجد کے حکم میں ۳۹۳ مانع، دوم قدرت تصرف شرعی۔
- ہے اور بعض مسائل میں خارج مسجد۔ ۳۹۵ متولی کو مالک اوقاف یعنی قادر تصرف شرعی

- ۵۰۸ قبر کی چھت حق میت ہے۔  
 مسجد اور متعلقات مسجد خالص اللہ تعالیٰ کی  
 ملک ہے۔  
 ۵۰۹ تاجاز معاہدہ خود ہی باطل ہے۔  
 ۵۳۷ سجادہ نشین کی ہوگی۔  
 ۵۴۶

### بیوع

- ۵۴۱ آباد وقف کے بدلنے کی چار صورتوں کا بیان۔  
 ۵۴۱ چٹائی اور تیل کا مصالح مسجد میں شمار ہے۔  
 ۵۸۸ ناقوانی اور بیماری رفع صحت وقف نہیں۔  
 ۵۸۹ گندہ ہن کے تصرفات ناقد ہیں۔  
 ۵۹۶ ہماری مسجد میں اضافت ملک مراد نہیں ہے۔  
 ۶۰۰ مسجد کی زمین اصل مسجد ہے۔  
 ۶۰۰ جس نے زمین دی وہ مسجد کا واقف ہوا اور  
 جس نے عمارت بنائی وہ تعمیر کا۔  
 ۶۰۰ تعمیر کرنے والا بھی وقف میں شریک ہے۔  
 ۶۰۰ غلط خیالی کی بنا پر جو لفظ کہے جائیں وہ کچھ  
 اثر نہیں رکھتے۔  
 ۶۲۶

### یمین

- ۹۹ یمین علی فعل الغیر میں قسم علم پر کھائی جاتی ہے  
 وعدہ میں ان شاء اللہ کا لفظ حلف کے اثر  
 کو باطل کرتا ہے۔  
 ۶۲۰

### نذر و فتوح

- نذر و فتوح جو جس کو دے اسی کی ہے۔  
 سجادہ نشین نے نذر و فتوح بالتضییع دینے  
 کا وعدہ کیا اس کا ایفاء اس پر واجب نہیں ہے۔  
 ۵۴۵ ادائی ہو۔  
 ۱۲۲ جتنے لوگوں کے نام بیع ہولی بیع کے سب  
 مالک ہوئے اگرچہ قیمت ایک شخص نے  
 ۱۲۶

- وقت کی بیع و رہن جائز نہیں۔ ۱۶۵
- نفاذ شرائط علی مشتری کا حکم۔ ۱۶۸
- موانع نفاذ علی مشتری۔ ۱۷۰
- بیع میں مشتری کی طرف سے سراحہ یا دلالت اضافت ضروری ہے۔ ۱۷۰
- اضافت الی مشتری کی صحیح اور غلط صورتیں۔ ۱۷۰
- حاکم اسلام وہ نہ ہو تو متولی مسجد اور اہل محلہ مسجد سے نکلی ہوئی چھپر مناسب دام پر کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ سکتے ہیں۔ ۲۵۸
- اجزاء مسجد یعنی زمین و عمارت قائمہ کی بیع کا حکم شرعی۔ ۲۶۱
- آلات مسجد یعنی مسجد کے اسباب جیسے پوریا، مصلی، فرش، قندیل اور جاڑوں میں بچھائی جانے والی گھاس وغیرہ کو فروخت کرنے کا شرعی حکم۔ ۲۶۵
- مسجد کے نابوت اور چارپائی کی بیع کا حکم اوقاف مسجد کی بیع کب جائز ہے۔ ۲۶۶
- جو وقف ویران و قراب ہو جائے تو قاضی شرع حاکم اسلام عالم عادل متدین خدا ترس کو بلا شرط واقف بلکہ باوصف منع واقف بھی اسے بیچ کر دوسری جائیداد اسی غرض سے اس کے قائم مقام کر دینے کی اجازت ہے بچند شروط۔ ۲۷۱
- اشجار موقوفہ کی بیع کا حکم۔ ۲۷۷
- زوائد کی بیع کا شرعی حکم۔ ۲۷۸
- وہ تمام اشیاء جو متولی بطور خود مسجد کے مال سے آمدنی بڑھانے کے لئے خریدے ان کی بیع کا بشرط مصلحت وہ ہر وقت اختیار رکھتا ہے۔ ۲۷۹
- حرام مال میں بھی جب تک عقد و نقد دونوں حرام مال پر جمع نہ ہوں خریدی ہوئی چیز میں حرمت سرائیت نہ کرے گی۔ ۲۹۸
- عقد و نقد حرام پر جمع ہوں تو بیع حرام ہوگا ورنہ نہیں۔ ۳۶۲
- اینٹوں کا جو ڈھیر ڈھائی ہزار مان کر نیلام ہوا شمار کے بعد زائد نکلیں تو مالک کو دی جائیں۔ ۳۸۳
- جو مالک قرق کر کے نیلام کر انیں ان کو مسجد کی طرف سے خریدنا اور مسجد میں لگانا جائز نہیں۔ ۳۸۳
- جس خریداری میں خبث ہونا بعینہ معلوم نہ ہو اس کے حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جائیگا۔ ۳۸۷
- جو سامان مسجد کے کام کا نہ رہا ہو اس کو بیچنے کی اجازت ہے اور اس کا خریدنا ہر مسلمان کو جائز ہے۔ ۳۸۹
- ادھار کے دام کچھ زائد رکھیں اس میں کچھ حرج نہیں۔ ۳۹۲
- مسجد کی زمین میں جو درخت ہوں ان کو مناسب قیمت پر خرید کر اپنے تصرف میں لایا جاسکتا ہے۔ ۳۹۵
- جو زمین وقف کی آمدنی سے خریدی گئی وہ وقف کے حکم میں نہیں ہے بوقت ضرورت اس کی بیع جائز ہے۔ ۵۰۲

حرام مال میں جب تک عقد و نقد جمع نہ ہوں  
مبیع حرام نہیں ہوتا۔

۵۱۴

متولی قرض کے طور پر بھی مال وقف اپنے صرف  
میں نہیں لا سکتا نہ دوسرے کو قرض  
دے سکتا ہے۔

۵۷۰

ایک وقف کا مال دوسرے میں بطور قرض  
بھی صرف نہیں کیا جاسکتا۔

۵۷۰

متولی وقف قرض امر ضروری لابدی کے لئے  
قاضی کی اجازت سے لے سکتا ہے بشرطیکہ  
قرض کے سوا چارہ کار نہ ہو۔

۵۷۱

## مدانیات

زید نے عمر کو کچھ روپیہ دیا اور کہا کہ اس کو خرچ  
کر یا اپنی حاجت میں اٹھا یا جہاد کر تو  
قرض قرار دیا جائے گا۔

۹۲

جس عاریتہ کو ہلاک کر کے انتفاع حاصل کیا،  
قرض قرار دیا جائے گا۔

۹۲

مکان میں تعمیر مزید سبب شرکار کی رائے سے  
ہوئی تو اپنا حصہ نکال بقیہ شرکار سے باقی کا  
مطالبہ کر سکتا ہے۔

۱۰۰

مشترکہ دکان کے شریک نگران نے دکان پر  
قرض بتایا اگر کسی سے نقد روپیہ لیا تھا تو خاص  
نگراں ذمہ دار ہوں گے اور مال ہی بطور قرض  
مول لیا اور ادا نہ ہو تو سب شرکار ذمہ دار ہوں گے۔

۱۰۷

مسئله الظفر بخلاف جنس الحق۔

۱۱۴

جامد اور قرض ہونے کے دو معنی۔

۱۱۴

قرض دار نے قرض دینے والے کو رہنے کیلئے  
گھر دیا تو اس کی اجرت مثل واجب ہے۔

۱۹۱

قرض خواہ اس آمدنی پر جو وقف سے متولی کو  
ملتی ہے ڈگری جاری کر سکتا ہے، جامد اور

۲۱۷

موقوفہ پر نہیں۔

روپیہ جو کوئی شخص بنک میں جمع کرتا ہے وہ

۲۴۴

بنک پر دین ہوتا ہے۔

## ہب

عورت نے شوہر کو دیا کہ کپڑا بنا کہ پہن، تو ہبہ  
قرار دیا جائے گا۔

۹۲

طالب علم کو نذریاں وغیرہ دیں کہ اپنی کتابوں  
میں صرف کیجئے ہبہ قرار دیا جائے گا۔

۹۲

اگر زمین معدلہ استعمال نہ ہو تو گورنمنٹ نے جس کو  
دیا وہی مستحق ہے کہ یہ ہبہ ہے جبکہ شرکار  
میں کوئی یتیم نہ ہو۔

۹۴

ایک شریک نے اپنے مال سے بقیہ شرکار  
کے لئے مشترکہ ملک میں کچھ بنایا اگر یہ ہبہ

۱۰۰

ہو تو ناجائز ہے کہ یہ ہبہ مشاع ہے۔

۱۰۵

ہبہ بلا قبضہ باطل ہوتا ہے۔  
بھائیوں نے مرحوم بھائی کی بیوی کو کچھ دیا  
تو یہ بطور مواسات و غمخواری ہے، اور

۲۱۷

واپس نہ ہوگا، اور استحقاق شوہر کے بدلہ  
کے طور پر تو جو حق سے زائد دیا واپس لے سکتا ہے

۱۰۶



- جو جائیداد آشناؤں نے زانیہ عورتوں کو ہبہ کی ہبہ باطل اور جائیداد آشناؤں کی ملکیت پر باقی ہے۔ ۱۶۱
- مشاع کا ہبہ بلا تقسیم ناجائز ہے۔ ۱۶۲
- اشعار صحیحہ حمد و نعت جو ممنوعات سے پاک ہوں انھیں سن کر انعام و اکرام دینا جائز ہے ۲۱۸
- وکیل بقیض الدین اور ہبہ باطلہ کی ایک صورت۔ ۲۲۲
- مقدم کے لئے ہبہ باطل ہے۔ ۲۲۵
- ہبہ بے قبضہ تام مفید ملک نہیں۔ ۲۲۵
- قبضہ سے پہلے موبوب ہلاک ہو جائے تو ہبہ باطل ہوتا ہے۔ ۲۲۶
- تقسیم سے پہلے واہب مر جائے تو بھی ہبہ باطل ہے۔ ۲۲۶
- کافر نے اپنی زمین مسلمانوں کو ہبہ کی اور انھوں نے مسجد بنائی تو جائز ہے اور خود مسجد بنوادی تو وہ مسجد ہوئی ہی نہیں۔ ۲۹۶
- جائیداد موقوفہ کا ہبہ باطل ہے۔ ۵۷۵
- حق تولیت قابل ہبہ نہیں، واقف نے متولی کو اختیار نہ دیا ہو تو وہ کسی کو اپنے بدلہ متوفی نہیں کر سکتا۔ ۵۷۵
- میراث میں فقر و غنا کا لحاظ نہیں ہوتا۔ ۱۵۴
- محاصل وقف میں اجراء وراثت تصرف صحیح ۱۶۱
- کتب خانہ جو دارالقضا پر وقف ہو اس میں کسی قاضی کی وراثت نہیں چل سکتی۔ ۱۶۸
- وقف میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ ۲۰۷
- جو بلا وجہ شرعی اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالیٰ جنت سے اس کا حصہ قطع کر دیتا ہے۔ ۲۵۱
- بہنوں کا مالدار ہونا انھیں میراث سے محروم کرنے کی وجہ شرعی نہیں۔ ۲۵۱
- جس زمین کے موروثی ہونے کا ثبوت گواہان عادل سے ہو وہ ترکہ قرار دی جائے گی۔ ۴۷۵
- میراث کا ایک سوال۔ ۵۰۰
- ترکہ میں قبل تقسیم کسی ایک وارث نے مسجد قائم کی تو مسجد صحیح ہوگی یا نہیں، اس سے متعلق احکام۔ ۵۰۰
- تولیت کوئی ترکہ نہیں کہ ہر وارث کو اس میں حق پہنچے۔ ۵۴۸
- واقف کی تولیت میں وراثت نہیں چلتی، بھائی اور بیٹے میں جو اہل ہو اسی کو متولی کیا جائے۔ ۵۸۳

### وصیت

- لڑکیاں مکان قدیم سے ترکہ پدری پائیں گی۔ ۱۰۵
- اقرب رشتہ دار البعد کو محبوب کرتا ہے۔ ۱۵۴
- وقف کی وصیت کا نفاذ بعد موت ہوگا، زندگی میں حسب منشاء تصرفات کا اختیار ہے۔ ۲۳۰

### میراث

توالت کے بارے میں وراثت جاری نہیں ہوتی متولی مال نے جس کے بارے میں وصیت کی وہ متولی ہو گیا۔

## وقف

قیم پر حساب واجب ہے، اس کا تحریر میں رکھنا واجب نہیں۔

## اجارہ

شرکار کی یہ قرارداد کہ ایک شریک مال پتہ حساب لکھے اور کئی روپیہ دستوری لے، ناجائز و حرام ہے۔

شریک کو مال مشترک میں تصرف کے لئے اجیر کرنا جائز نہیں۔

کسی ملک کا بھی دائمی اجارہ ہو یہ جائز نہیں۔ جہالت مدت سے اجارہ فاسد ہوتا ہے۔ تعیین مدت کے بغیر اجارہ جائز نہیں۔

واقف نے اجازت نہ دی اور وقف کو ضرورت نہ ہو تو زمین موقوف کو تین سال سے زیادہ کے اجارہ پر دینا جائز نہیں۔

مستاجر نے اجارہ کو دائمی بنانے کیلئے اجارہ پر لی گئی دکان یا مکان میں اپنے مال سے اضافہ کیا اس معاملہ کے شرعی احکام۔

دیہات کا ٹھیکہ جیسا ہندوستان میں آج ہے حرام عیان کے اطلاق کا اجارہ باطل ہے۔

آجیر خاص کا کام پر حاضر رہنا ضروری ہے، غیر حاضری کے دن کی اجرت کا حقدار نہیں قلیل رخصت جو اس صیغہ میں مروج ہو وہ عادیہ معاف

صیغہ تعلیم میں جمعہ، کہیں منگل اور جمعہ اور رمضان المبارک کی تعطیل جائز ہے۔

خدمت گار کو رمضان کی تعطیل نہ ملے گی۔ مدرس کو حج فرض کی ادائیگی کی رخصت نہیں۔

صیغہ تعلیم میں بغیر تین مہینہ کی غیر حاضری معاف ہے لیکن بلا تنخواہ۔

انتظام مسجد کا مہتمم سال میں ایک آدھ ہفتہ کی رخصت تو پاسکتا ہے طویل رخصت کے لئے عرضی دینا ہوگا۔

متولی کا وظیفہ اجیر مثل کے موافق دیا جائے گا۔ عدم کفایت کی صورت میں فاضلات سے اضافہ

کیا جاسکتا ہے۔ شرح سود کے حساب سے کرایہ مقرر کیا تو یہ معاملہ گزہ ہے، کرایہ جائز ہوگا۔

وقف سے متولی کو بغیر ضرورت سواری اور ایام کارگزاری کی تنخواہ اور ضرورت ہو تو سپاہی کی تنخواہ بھی ملے گی۔

مقدار تنخواہ وغیرہ کا تعین عرف پر ہے۔ وقف کے کرایہ دار نے عذر صحیح سے درمیان مدت میں مکان چھوڑ دیا، تو باقی ماندہ کا کرایہ چھوڑا

جاسکتا ہے۔ نیابت امامت سے متعلق ایک تفصیلی سوال۔

- امام دوسرے کو اپنا نائب مقرر کر سکتا ہے اصل  
وظائف کا مالک امام ہوگا، نائب کو اتنا ہی ملے گا  
جتنا باہم تراضی سے مقرر ہوا ہو۔
- ۴۴۴ امام نے اپنے نائب کے لئے کوئی مدت منعیں  
نہ کی تو اجارہ فاسد ہے۔
- ۴۴۵ اجارہ فاسدہ کا فسخ کرنا فریقین پر واجب ہے  
وہ نہ کریں تو حاکم فسخ کر دے۔
- ۴۴۶ اجارہ میں طریقہ رائج الوقت کے لحاظ سے اجارہ  
صرف پہلے مہینہ کے لئے ہوتا ہے۔
- ۴۴۷ امام کو جو روٹیاں دی گئیں اس کے حکم کی تفصیل  
استاذ طالعلم سے روٹی منگانے کے لئے کب  
جبر کر سکتا ہے اور کب نہیں۔
- ۴۴۸ جس نے مسجد کی دیوار پر شہتیر رکھا ہٹا دیں اور  
جتنے دن رکھا اس کا کرایہ وصول کریں۔
- ۴۴۹ مسجد کی تہی کا کرایہ پر دینا حرام ہے۔  
لیکچر، فرش، درہ وغیرہ اگر مسجد کی آمدنی  
کے لئے کرایہ پر دینے کے لئے خریدے گئے  
ان کا کرایہ پر دینا جائز ہے اور خاص مسجد کی  
ضرورت کے لئے خریدے گئے تو کرایہ پر دینا  
حرام ہے۔
- ۴۵۰ مجبوری کی صورت میں مجبوری دُور ہونے تک  
خاص مسجد کے صرفہ کے سامان کرایہ پر دئے  
جاسکتے ہیں۔
- ۴۵۱ جو امام لائق امامت نہ رہ گیا ہو معزول کر دیا جائے  
غیر حاضری کے ایام کی تنخواہ لینے والے سے واپس
- لی جائے گی اور جس متولی نے ایسی تنخواہ دی  
اسے بھی معزول کیا جائے۔
- ۴۵۲ مسجد کے نیچے تہ خانہ بنانا، اس کو کرایہ پر  
دینا حرام ہے۔
- ۴۵۳ اجارہ کے لئے بیع کی ایسی طرح ایجاب و قبول  
اور قاضی طرفین ضروری ہے۔
- ۴۵۴ وقف کی آمدنی اپنے ذاتی صرف میں لانا جائز  
نہیں ہے ہاں متولی معروف طریقہ پر اجرت مثل  
لے سکتا ہے۔
- ۴۵۵ وقف کی آمدنی سے ملازمین کو پیشگی تنخواہ دینا  
روا نہیں ہاں قدیم سے ایسا تعامل ہو تو حرج  
نہیں۔
- ۴۵۶ وقف کے اجارہ میں متولیوں کو وقف کا فائدہ  
مد نظر ہونا چاہئے، جو زیادہ دے اسی کو  
دیا جائے۔
- ۴۵۷ جو متولی اس کے خلاف کرے قابل عتاب ہے  
ہاں زائد والے کو دینے میں باطن وقف کا  
نقصان ہو تو اس سے احتراز کیا جائے۔
- ۴۵۸ اوقاف کے اجارہ کا بیان۔
- ۴۵۹ دیہات کا ٹھیکہ جیسا ہندوستان میں آج ہے  
حرام ہے اس کو رد کرنا ضروری ہے۔
- ۴۶۰ اجارہ منافع پر ہے عین کے استہلاک پر نہیں  
مسجد پر موقوفہ زمین کو مسجد ہونے سے قبل مسجد  
کی ضروریات کے واسطے اجارہ پر دیا جاسکتا ہے  
وقف کا اجارہ زیادہ سے زیادہ تین سال

تک ہوگا۔

۶۲۲

## عاریت

ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد کو عاریتاً دینا جائز نہیں۔

۲۲۷

## غصب

کسی نے دوسرے کی زمین میں مکان بنایا تو مکان والا اس سے معاملہ بھی کر سکتا ہے اور وہ مکان اپنی زمین سے اکھڑا بھی سکتا ہے اور زمین بیکار ہونے کا اندیشہ ہو تو اس مکان کی قیمت لگا کر اس پر قبضہ بھی کر سکتا ہے۔ ۱۰۱  
مسجد کی زمین غصب کرنا ظلم شدید اور گناہ کبیرہ ہے۔ ۴۰۸  
جو کسی کی بالشت بھر زمین دبائے گا قیامت کے دن ساتویں طبقہ توڑ کر اسے اتنا حصہ زمین اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ ۴۰۹  
مصارف مسجد سے کچھ بچا کر اپنے صرفہ میں لے لیا تو اس کے کفارہ کی تدبیر۔ ۴۶۱

مال معصوم کا بلا وجہ لینا حرام ہے، حربی کا مال اس کی رضا سے لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ۵۱۲  
قبریں اگر غصباً بنی ہوں تو زمین کا مالک چلے تو زمین خالی کر کے تعمیر کرے یا انتظار کرے تا آنکہ میت بالکل راکھ ہو جائے تب اس پر تعمیر کرے۔ ۵۳۳

مسجد کی رقم ہضم کرنے والا غاصب ہے۔ ۵۶۹

## وکالت

شرکت ملک میں ہر شریک کو تصرف کی اجازت ہو تو اپنے حصہ میں اصل اور شریک کے حصہ میں وکیل ہوگا۔

۱۰۷

وکالت شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتی۔ ۱۰۹  
وکیل بالشراء قرض کے طور پر خرید سکتا ہے۔ ۱۰۹  
وکیل تجارت کو موافق معمول تجارت قرضوں بیچنے کا اختیار ہے۔

۱۱۰

وکیل بالشراء روپیہ قرض نہیں لے سکتا۔ ۱۱۰  
وکیل نے موکل کے پیسے سے چیز اپنے لئے خریدی تو زر کا وکیل ضامن ہے۔

۱۶۸

وکالت کا پیشہ جس میں سودی ڈگریاں دلوں پر خلاف حق مقدمات میں کوشش کرنا پڑے فسق ہے۔ ۵۶۲

## کفالہ

جائداد کا قرضہ میں مکفول کرنا جائز نہیں لیکن ایسی جائداد کا وقف صحیح ہے۔

۱۱۴

## زہن

جائداد مرہونہ کا وقف اس صورت میں صحیح ہے کہ راہن کے پاس مال قابل ادا قرض موجود ہو۔

۱۱۵

## شہادت

خیر کے رد کے شرعی اسباب اور آدمی کے  
مردود الشہادۃ ہونے کی صورتیں۔

۴۲۳

وقف کا ثبوت شہرت سے ہوتا ہے اور اس  
کی گواہی بھی شہرت کی بنا پر دی جاسکتی ہے۔  
جس گواہی کو لوگ جھوٹا سمجھیں اس میں کمی  
احتمال ہیں۔

۵۸۲

## دعویٰ

جو لا معلوم الجہت زمین کسی وقف کے خادموں  
کے قبضہ میں عہد قدیم سے ہو بلا ثبوت شرعی  
اس کی ملک کا دعویٰ یا جدید تصرف بنا کر نہیں۔  
بدحواسی کا دعویٰ شاہان شرعی کے بغیر  
نامقبول ہے۔  
مقام بیان میں منہ پھیر لینا انکار ہے۔

۴۷۵

۵۸۸

## شرکت

شریک مال مشترک سے اپنے حق بھر صرف  
کر سکتا ہے۔

۵۷۱

## ضمان

حرام امور میں مال وقف کو صرف کرنیوالے  
متولی پر تاوان لازم ہوگا۔

۱۵۵

ہر آئین تعدی کے سبب سے ضامن ہوتا ہے۔

۱۵۵

مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرضہ ادا نہیں کیا جاسکتا  
اور جو ادا کرے تاوان دے مسجد سے نہیں  
لے سکتا۔

۱۵۷

وقف سے جو منافع اٹھائے اس کو تاوان  
دینا ہوگا۔

۱۹۶

سماں وقف میں کچھ تلف ہو جائے تو متولی  
اور ملازموں پر تاوان نہیں اتلاف پر  
تاوان ہے۔

۲۲۷

واقف نے مسجد میں لنگرے نہیں بنوائے تھے  
متولی نے مال وقف سے بنوائے تاوان دے  
گیا اس کی روشنی ہے تو برقی قلعے لگانا منع  
ہے، لگائیں تو تاوان دینا ہوگا۔

۲۳۵

حجرہ مسجد پر اپنی دیوار بنانا حرام ہے اور جو  
نقصان پہنچا اس کا تاوان دینا ہوگا۔  
مسجد کی آمدنی دوسرے امور میں صرف کرنا  
حرام ہے اور جس نے صرف کیا اس سے  
تاوان لیا جائے۔

۴۶۹

متولی کے قبضہ سے مال چوری کیا، متولی  
کی بے احتیاطی کو دخل نہ ہو تو کوئی تاوان  
نہیں۔

۵۷۰

مسجد کی رقم جو اپنے صرفہ میں لایا، یا مجبوری  
کے بغیر رشوت میں دیا، اس کا تاوان دینے  
والے پر لازم ہے۔

۵۷۴



## عقائد و کلام

وہابیہ، روافض، غیر مقلدین اور نحسری ضالین ہیں۔

دیوبندیوں کے اقوال کفر پر مطلع ہو کر انھیں عالم دین سمجھنا کفر ہے۔

حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

گناہ کو اچھا جاننا کفر ہے۔

اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین پر متفق ہیں۔

زندگی بھر طاعت و عبادت کرنے والا بھی

کسی کفر کے صدور سے کافر ہو سکتا ہے۔

اہل قبلہ سے مراد قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز

پڑھنے والے نہیں کیونکہ روافض ایسے ہی

ہیں لیکن کافر نہیں۔

فاسق کی اہانت شرعاً واجب ہے اور کافر

کی تعظیم کفر ہے، اور ایسوں کو مسلمانوں

پر افسری دینا حرام ہے۔

## حظر و اباحت

تقریب واری ناجائز ہے۔

زنا اور غنا میں حاصل کیا ہوا روپیہ مثل غضب

حرام مطلق ہے۔

ناچنے گانے والوں کو اجرت کے علاوہ "بیل"

کے طور پر جو دیا جاتا ہے وہ حرام نہیں۔

جنازہ پر ڈالنے کے لئے چادر وقف کر سکے ہیں ۱۲۲

جنازہ پر بقصد زینت بیش قیمت چادر ڈالنا

مکروہ ہے۔ ۱۲۲

وقف خاص میں ہر متولی خلاف اعتراض ۱۱۶

وقف تصرف کرنے سے ہر شخص کو روک سکتا ہے۔ ۱۲۲

خان متولی کو معزول کر دینا لازم ہے ۱۲۲

کسی منصب والے کو بلا عذر شرعی معزول

کرنا جائز نہیں۔ ۱۲۴

چندہ کا جو روپیہ فاضل بچے وہ چندہ دہندگان

کا ہے کسی دوسرے مصرف میں صرف کرنے

کے لئے ان کی رضامندی ضروری ہے۔ ۱۳۴

چندہ دہندگان نہ ہوں تو ان کے بالغ وارثوں

سے استصواب کیا جائے۔ ۱۳۴

صبی و مجنون کا حقہ واپس کرنا ہوگا۔ ۱۳۴

اگر چندہ دہندگان معلوم نہ ہوں تو مصرف سے

جو زائد ہو اس کو اس کام میں صرف کریں

جس کے لئے وصول کیا گیا، وہ نہ بن پڑے

تو فقرا کو دیں۔ ۱۳۴

قبرستان کی بیع ناجائز ہے۔ ۱۳۶

قبروں کو ہموار کر کے ان پر چلنا بھی حرام ہے ۱۳۶

مسجد کے روپوں اور اس کی زمین عمارت

میں ناجائز تصرف کے بارے میں سوال اور

اس کا شرعی حکم۔ ۱۳۶

وقف مطلق غیر مشروط التبدیل کی بیع،

اس کو دوسری جائداد سے بدلنا، اس سے

۱۱۶

۱۶۲

۲۲۴

۳۱۵

۶۰۹

۶۰۹

۶۱۰

۶۱۰

۱۲۱

۱۲۱

۱۲۲

- ۱۶۱ باطل ہے۔
- ۱۶۲ وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے۔
- ۱۶۳ مصاحف کثیر تعداد میں مساجد میں جمع ہو گئے ہیکار ضائع ہونے کا خطرہ ہے، بھینچے دال اسے لے کر جو چاہے کرے اگر وقف نہ کیا ہو وقف کیا ہو تو دوسری مساجد وغیرہ میں تقسیم کر سکتے ہیں۔
- ۱۶۴ موقوفہ تکیہ میں دوسری تعمیر ناجائز ہے۔
- ۱۶۵ وقف مسجد کی آمدنی مدرسہ یا دوسری مسجد میں صرف نہیں ہو سکتی۔
- ۲۰۵ ایک مدرسہ کی آمدنی دوسرے مدرسہ یا مسجد میں صرف نہیں ہو سکتی۔
- ۲۰۵ مال وقف سے جائیداد موقوفہ کی دستور کے موافق کھا سکتا ہے۔
- ۲۱۵ مال وقف سے مذہبی تقریبات کی شیرینی غیر حاضر کو بھیجنے کی شرط ہو یا معمول قدیم ہو تو جائز و روا ہے۔
- ۲۲۶ یہی حال دعوت وغیرہ کا ہے۔
- ۲۲۶ پٹہ اور قبولیت کا نذرانہ جائز نہیں ہے۔
- ۲۲۷ آدمی اپنی ملک میں تصرف کر سکتا ہے۔
- ۲۲۷ مسجد کے قریب پانچا نہ بنانا جس سے مسجد میں بو پہنچے حرام ہے۔
- ۲۲۷ کچا پیاز یا کچا لہسن کھا کر مسجد میں جانا ناجائز ہے۔
- ۲۲۷ مسجد خالی ہو تب بھی اس میں بدبودا غل کرنا
- ۱۴۲ پروینا جائز نہیں۔
- ۱۴۳ وقفی پٹر کاٹنے کی اجازت نہیں۔
- مسجد، مقبرہ، پل، حوض اور ستقایہ سے حسب شرط وقف بانی اور غیر بانی سب فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔
- ۱۴۶ جو عمارتیں زاروں کے لئے ہیں ان میں کسی کو دوائی قیام درست نہیں۔
- ۱۴۶ مجاوروں کو درگاہ کی عمارتوں میں قیام کا بالکل حق نہیں کہ وہ مسافروں زاروں کیلئے بنائی گئیں۔
- ۱۴۶ تکیہ موقوفہ میں ذاتی مکان بنانا، مسجد بنانا اس کا بیجا جائز نہیں۔
- ۱۵۰ وقفی قبرستان میں مدرسہ، مسجد یا کچھ اور علاوہ قبر کے بنانا جائز نہیں۔
- ۱۵۵ تعزیر و مزامیر معصیت ہیں۔
- ۱۸۵ مقصیت میں مال وقف کا صرف حرام ہے۔
- ۱۸۵ مال وقف پر تعدی حرام ہے۔
- مسجد پر جو جائداد وقف ہے اگر واقعہ نے اس کی آمدنی سے بنائے مدرسہ و مصارف مدرسہ کی اجازت دی تھی تو جائز ہے ورنہ نہیں۔
- ۱۵۷ جائداد موقوفہ کو کوئی ظالم لینا چاہے تو مسلمان ہر جائزہ کوشش سے اس کا دفاع کریں۔
- ۱۵۷ جائداد وقف میں تصرف بے جا ظلم اور

- ۲۳۳ نا حبانہ۔  
مصلیوں کو اذان کی آواز بے منارہ پہنچ جاتی ہے تو مالِ مسجد سے منارہ بنانا درست نہیں۔
- ۲۳۵ مسجد مستحکم ہو تو اس کو توڑ کر نئی بنانا جائز نہیں۔  
بجلی کے پنکھے کی ہوا طبعاً مضر ہو تو اپنے گھر میں بھی لگانا نہ چاہئے۔
- ۲۳۵ مسجد میں ایسی چیز لگانا جس سے مصلیوں کا دل بے متنع ہے۔  
مسجد میں نجس چیز لے جانا حرام ہے۔
- ۲۳۹ برقی روشنی اور پنکھے سے حادثات کا ظن غالب ہو تو ان کا استعمال منع ہے۔  
طبعاً جس چیز کا مضر ہونا ثابت ہو اس کا استعمال حرام ہے۔
- ۲۳۹ نیاز بزرگانِ دین اور میلاد کے لئے وقف جائز ہے۔  
مسجد کا سامان خریدنے والے کو چاہئے کہ کسی قسم کی بخرمتی کی جگہ اس کو نہ ڈالے۔
- ۲۵۳ مسجد منہدم ہو جائے اور اس کے اجزاء ضرورت مسجد سے زائد ہوں جن کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو قاضی کے اذن سے فروخت کرنا اور قیمت کو محفوظ رکھنا جائز ہے۔
- ۲۵۸ تعمیر شدہ مسجد کو اگر پہلے سے مضبوط تر بنانا کب جائز اور کب ناجائز ہے۔
- ۲۳۳ رباط کے جانور بہت زیادہ ہو جائیں اور ان کا خرچہ بڑھ جائے تو کیا متولی ان میں سے بعض کو فروخت کر کے قیمت کو جانوروں کے چارہ اور رباط کی مرمت پر صرف کر سکتا ہے یا نہیں۔
- ۲۸۳ مسجد کے فرش پر وضو حرام ہے  
غیر معتکف کو اس کی بھی اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر کسی برتن میں وضو کرے اس طرح کہ پانی مسجد میں نہ گرے۔
- ۲۸۴ غیر معتکف شدید بارش میں مجبوری اس طرح وضو کر سکتا ہے کہ مینہ کا پانی سب کو بہا لے جائے۔  
غیر معتکف کو مسجد میں اخراج ریکہ مکروہ ہے۔
- ۲۸۸ طالب علم مسجد میں اس طرح کتاب دیکھ سکتا ہے کہ نمازیوں کو حرج نہ ہو۔  
اگر ریکہ میں بدبو ہو تو ایسے شخص کا ایسے وقت میں مسجد میں بیٹھنا جائز نہیں۔
- ۲۸۸ مسجد کو بدبو سے بچانا واجب ہے۔  
متولی مسجد کی داہمی تعمیر میں محلہ والوں کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔
- ۲۸۹ مسجد بنانے کی نیت سے ہندو نے مسلمانوں کو روپیہ دیا مسلمان نے اس روپیہ سے مسجد بنادی مسجد ہو گئی۔  
کافر نے پرانی مسجد کی مرمت کرادی مسجد مہجی رہے گی البتہ مسلمانوں کو کافر کی ایسی مدد قبول نہ کرنی چاہئے۔
- ۲۹۵ مخلوط مال کسی کو میراث سے پہنچا جس میں حلال

- حرام کی تمیز نہیں، تو وارث پر کوئی مطالبہ نہیں،  
ایسے مال سے مسجد بنائی مسجد ہوگی۔ ۲۹۷
- مسجد میں دروں کے طاق عدد کا مسلمانوں میں  
رواج ہے حتی الامکان اس روش کے خلاف  
نہ کیا جائے، بجز بوری جفت رکھنے میں بھی  
حرج نہیں۔ ۲۹۹
- اگر بریقین معلوم ہو کہ نئی مسجد کی تعمیر سے پرانی  
مسجد ویران ہوگی تو نئی کی تعمیر نہ کی جائے۔ ۳۰۰
- آباد مسجد کی اینٹ دوسری میں لگانا حرام ہے  
مسجد کے احاطہ اور اس کے صحن میں کان بنانا  
جائز نہیں حجرہ بنا سکتے ہیں جبکہ اس سے مسجد  
میں کسی طرح کی تنگی نہ پڑے۔ ۳۰۰
- دروازہ قدیم مسجد کی چھت پاٹ کر مسجد میں  
شامل کرنا ہے بے اہل محلہ کی اجازت کے  
جائز نہیں۔ ۳۰۱
- آباد قبرستان کو پاٹ کر مسجد میں شامل کرنا  
حرام ہے۔ ۳۰۲
- جس قبرستان میں دفن کرنا بند ہو وہاں قبر  
سے باہر ستون قائم کر کے بلند پر چھت پاٹ کر  
چھت کو شامل مسجد کرنے میں حرج نہیں۔ ۳۰۳
- نہر خاص کو پاٹ کر اس کی چھت پر مسجد  
بنانا جائز ہے۔ ۳۰۴
- غیر کی ایسی زمین پر جس پر اس غیر کو حق مزار  
نہ رہا، مسجد بنائی تو فتویٰ اسی پر ہے کہ وہ  
عمارت مسجد ہوگی۔ ۳۰۶
- مسجد کی دیوار میں اپنی عمارت کے لئے کڑی  
ڈالنا حرام ہے۔ ۳۰۸
- مسجد کی دیوار سے ملا کر بلا استحقاق پر نالہ کرنا  
حرام ہے۔ ۳۰۸
- مسجد میں کھڑکی رکھنا بھی حرام ہے۔ ۳۰۸
- دوسرے کا کبوتر پکڑنا حرام اور ایسا کرنے والا  
فاسق ہے۔ ۳۰۹
- خالی کبوتر اڑانا جس میں چھت پر پڑھتے ہیں  
دوسروں کا مالی یا جسمانی ضرر ہو حرام ہے۔ ۳۰۹
- ایسے شخص کو منع کیا جائیگا اور نہ مانے تو اس کا  
کبوتر ذبح کر دیا جائیگا۔ ۳۰۹
- مطلقاً کبوتر بازی جس میں مفاسد بالائے ہوں  
لیکن عبت و بے فائدہ اور حرام ہے، اور  
پرندوں پر ظلم ہے۔ ۳۰۹
- کبوتر بازی کو انصیت و ہدایت۔ ۳۱۰
- مسجد میں کبوتر بازی اشد حرام ہے۔ ۳۱۰
- مباح باتیں بھی مسجد میں بلا ضرورت حرام ہیں۔ ۳۱۲
- مسجد میں بچوں اور پاگلوں کو لانا، بیع و شراء،  
جھگڑے اور آواز بلند کرنا منع ہے۔ ۳۱۳
- مسجد میں آواز سے گم شدہ چیز تلاش کرنا  
منع ہے۔ ۳۱۳
- دارالاسلام میں بنی ہوئی مسجد کی آبادی بھی  
جبہ متعذر ہو جائے اور تغلب کفار کا خطرہ  
ہو تو اسباب تعمیر اکھاڑ کر دوسری جگہ  
لے جاسکتے ہیں۔ ۳۱۷

- جس زمین کو مسجد سے متعلق وقف کیا اس میں  
باغ و پھل ہوں تو انھیں بیچ کر مسجد کی تعمیر میں  
صرف کر سکتے ہیں۔ ۳۱۹
- فنائے مسجد میں اپنا ذاتی مکان بنانا  
بھی حرام ہے۔ ۳۲۲
- مسجد کی بے ادبی اور بے حرمتی حرام ہے۔ ۳۲۳
- نیت کا علم اللہ کو ہے، مسلمان پر بدگمانی  
حرام ہے۔ ۳۲۰
- مریض نے اپنی بیماری الٹی سمجھ کر دوا مانگی طیب  
کو غلطی جاننے کے بعد الٹی دوا دینا حرام ہے ۳۳۱
- جو مسجد فساد کے لئے بنائی گئی مسجد ضرار کے  
حکم میں ہے۔ ۳۳۱
- جس مسجد کی آبادی ناممکن ہو اس کے اسباب  
دوسری مسجد میں منتقل کئے جاسکتے ہیں۔ ۳۳۳
- مسجد کی دیوار پر خود بانی کو بھی کڑیاں رکھنا  
حرام ہے۔ ۳۳۴
- مسجد قائم ہونے کے بعد مسجد کی چھت پر  
امام کے لئے بھی حجرہ بنانا جائز نہیں۔ ۳۳۵
- مسجد کی دیوار پر کرایہ دے کر بھی کڑی رکھنی  
جائز نہیں۔ ۳۳۵
- مسجد میں درخت لگانا جائز نہیں الا یہ کہ  
زمین نمناک ہو تو رطوبت ختم کرنے کے لئے  
درخت لگا سکتے ہیں۔ ۳۳۶
- درخت پہلے سے موجود ہوں مسجد بعد میں  
سنائی نہ جا رہے۔ ۳۳۶
- اسپرٹ مسجد میں لے جانا منع ہے ۳۴۷
- ناپاک تیل سے چراغ جلانا مسجد میں جائز نہیں ۳۴۷
- مسجد کی چھت پر وٹی کرنا جائز نہیں۔ ۳۴۷
- مسجد کی چھت پر پیشاب و پاخانہ کرنا  
ناجائز ہے۔ ۳۴۷
- مسجد میں کافر کا جانا بے ادبی ہے ۳۴۷
- بلا شرط واقف وقف کی ہیئت میں تغیر و تبدل  
کرنا ناجائز ہے۔ ۳۵۰
- جنب، حائض اور نفسار کو مسجد سے گزرنے  
کی بالکل اجازت نہیں۔ ۳۵۲
- مسجد سے گھوڑے یا بیل گاڑی کو  
گزارنا منع ہے۔ ۳۵۲
- مسجد کو شارع عام بنانے کی اجازت  
نہیں۔ ۳۵۲
- مسجد میں مصارف خیر کے لئے چندہ وصول کر سکتے  
ہیں جبکہ آداب مسجد کی مخالفت نہ ہو۔ ۳۵۲
- بے ضرورت مسجد کی تعمیر جدید عبث و لغو ہے۔ ۳۵۵
- تقصیع مال ناجائز ہے۔ ۳۵۵
- عبث حرام ہے۔ ۳۵۵
- توسیع اور برسیدگی کی حالت میں تعمیر جدید  
کی اجازت ہے۔ ۳۵۵
- قفری میں مسالین کی نیت سے جدید مسجد تعمیر  
کرنے والے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں اور مسجد  
مسجد ضرار کے حکم میں ہے۔ ۳۶۰
- لساق مرتکب کبیرہ کا ذبیحہ جائز ہے، ان سے



- ۳۸۲ ابتداء اسلام ناجائز، زجر و تنبیہ کی نیت سے ان سے ترک راہ و رسم بہتر ہے۔
- ۳۹۰ ظن و تخمین سے کسی مسجد کے ضرار ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، جس مسجد کا مسجد ضرار ہونا یقیناً ثابت ہو اس کو ڈھایا جاسکتا ہے۔
- ۳۹۰ کسی کے مقابلہ میں بھی شریعت پیدا کرنا جائز نہیں۔
- ۳۹۱ فقہ پر دازی اور امن عام میں خلل اندازی اور مسلمانوں کو بلا اور اسلام کی توہین کیلئے پیش کرنا ہرگز نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً ٹھیک۔
- ۳۹۲ مخالف شرع حکم کو بلا جبر و اکراہ خود ایک امر طے شدہ قرار دے کر جائز چارہ جوئی کا دروازہ بند کرنا یا اس میں دشواری ڈالنا اور آئندہ کے لئے بھی اسے نظیر بنا دینا روا نہیں۔
- ۳۹۳ حقیقتاً حق دوستی یہی ہے کہ غلطی پر متنبہ کیا جائے۔
- ۳۹۴ مسجد کے کسی حصہ کو شرک میں ڈال لینا تمام ائمہ کے اجماع سے حرام اور مناقض ارشاد خداوندی ہے۔
- ۳۹۵ جنابت و حیض کی حالت میں مسجد میں جانا بیت اللہ کی بے حرمتی ہے۔
- ۳۸۲ کتے، خنزیر، بلکہ ناسمجھ بچے اور مجنون کو مسجد میں چلتا دیکھ کر خاموش بیٹھے رہنا مسلمان کو روا نہیں۔
- ۳۸۲ احتمال بے ادبی پر غیر مکلفوں کو مسجد سے نہ روکنا خلاف حکم حدیث ہے۔
- ۳۸۲ مساجد کو یقینی بے حرمتی کے لئے پیش کرنا شنیع و خبیث ہے۔
- ۳۸۲ مومن ایک ہی سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔
- ۳۸۸ بعض اشخاص کو قید سے چھڑانے کے لئے مسجدوں کی حرمتیں پامال کرنا حلال نہیں۔
- ۳۹۰ بھائی کا زکام کھونے کے لئے باپ کو قتل کر دینا عقلمندی اور روا نہیں۔
- ۳۹۰ مسجد تنگ ہو تو درگاہ کی زمین جبراً مسجد میں شامل کرنا ناجائز ہے۔
- ۳۹۲ مسجد میں بالغ طلبہ کا پڑھنا اس شرط پر جائز ہے کہ اوقات نماز میں جگہ نہ گھیریں اور ان کے پڑھنے سے نمازیوں کو تشویش نہ ہو۔
- ۳۹۳ مسجد کا کنواں مشترک بنانا کہ اس میں مشرکین بھی پانی لے سکیں منع ہے۔
- ۳۹۴ مسجد کو باقی اور آباد رکھنا ضروری ہے، مسجد کسی دوسرے کام میں صرف نہیں کی جاسکتی۔
- ۳۹۵ مسجد کا طلبہ ناقابل استعمال ہو تو اسے مسلمان کے ہاتھ بچا جائے کہ وہ بے ادبی کی جگہ استعمال نہ کرے اور وہ رقم مسجد کی مرمت میں صرف کی جائے۔
- ۳۹۶ پورے قصبہ کی مساجد کو مختلف فرقوں میں تقسیم کرنے کا حکم۔
- ۳۹۱ مشنیوں کی بنائی مسجد کو رفع فساد کے لئے غیر مقلدوں کو دینا حرام ہے۔

- مسجد میں درخت لگانا ممنوع اور درمیں  
کے بوئے ہوئے ہوں تو ان کو اس کی
- ۴۱۸ اجازت کے بغیر گھر لے جانا جائز نہیں ۴۲۱
- ۴۲۱ مسجد کی اشیاء پر مالکانہ قبضہ حرام ہے ۴۲۱
- ۴۱۸ مسجد میں مٹی کا تیل جلانا مسجد کی بے حرمتی  
اور حرام ہے۔ ۴۲۱
- ۴۲۰ دستور اور عرف کے موافق مال وقف ہے  
مسجد میں روشنی کی جائے۔ ۴۲۱
- ۴۲۰ محراب اور دیوار قبلہ میں نقش و نگار مالِ وقف  
سے مکروہ ہے۔ ۴۲۱
- ۴۲۱ معتکف کے علاوہ کسی کو مسجد میں سونے  
کی اجازت نہیں ۴۲۲
- ۴۲۲ مسجد میں نا سچے بچوں کو لے جانے کی ممانعت ہے  
جو شخص اجرت لے کر طلبہ کو پڑھائے اس کو  
مسجد میں تعلیم دینا سنت ناجائز ہے۔ ۴۲۲
- ۴۲۲ مسجد کی تعمیر کے لئے بانی کا شریف النسب  
ہونا ضروری نہیں۔ ۴۲۵
- ۴۲۵ جس کی وجہ سے مسجد میں فتنہ اٹھتا ہو اس کو  
مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے۔ ۴۲۷
- ۴۲۷ بلا وجہ شرعی مسجد کے کنویں سے پانی بھرنے سے  
روکنا فساد و حرام ہے۔ ۴۳۷
- ۴۳۷ کسی مسجد کے شہید ہونے کا خطرہ ہو اور  
مسلمانوں کو اس کی تعمیر کی طاقت نہ ہو  
تو غیر مسلموں سے مدد لے سکتے ہیں۔ ۴۴۰
- ۴۴۰ بلا ضرورت مسجد کو توڑنا اور اس کو بدنام
- مسجد میں اپنے لئے سوال منع ہے اور کسی  
دوسرے ضرورتمند یا قومی ضرورت کے لئے  
نہ صرف جائز بلکہ سنت رسول ہے۔
- ۴۱۸ بغیر ائیدانہ ہر شخص کو مسجد میں وعظ کی اجازت  
دینا منع ہے اور روکنا واجب ہے۔
- ۴۱۸ مسجد کو برباد کر کے ایک جامع مسجد بنانا  
حرام ہے۔
- ۴۲۰ ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا  
منع ہے۔
- ۴۲۰ مصلحت شرعی ہو تو اپنا عالم ہونا ظاہر  
کیا جاسکتا ہے اور خود ستانی کے لئے ہو  
تو حرام ہے۔
- ۴۲۱ کسی مسجد کی شرعی شہادتوں سے مقبرہ ہونا  
ثابت ہو جائے تو مسجد کی عمارت منہدم  
کر دی جائے۔ ۴۲۲
- ۴۲۲ بعینہ حرام مال کو مسجد کی ضروریات مثلاً  
وضو خانہ و سقاہ کے لئے بھی لینا حرام ہے ۴۲۷
- ۴۲۷ خاص جس مال کے لئے معلوم نہ ہو کہ حرام ہے  
اس کو لینے میں مضائقہ نہیں۔
- ۴۲۷ امام مسجد کا مقصدیوں سے کچھ خلقی سے پیش  
آنا ناجائز ہے گناہ ہے۔ ۴۳۰
- ۴۳۰ امام مسجد جو نہ خود اذان دے۔ دوسروں  
کو اذان دینے دے فاسق ہے۔ ۴۳۰
- ۴۳۰ جو امام مسجد کی سفائی سے دوسروں کو  
رک کے اور خود بھی نہ کرے مسجد کا بدخواہ ہے ۴۳۰

- ۴۴۲ حرام ہے۔
- ۴۴۳ مسجد کی لکڑی اپنی ضرورت میں نہیں لی جاسکتی۔
- ۴۴۴ مسجد کے احاطہ کے درخت اگر مسجد پر وقف ہوں تو ان کے پھل بے قیمت کھانا حرام ہے، اور دوسرے کے ہوں تو اس کی اجازت درکار ہے، یہ بھی اجازت ہے کہ اس غرض سے بوئے کہ جو اس میں رہے وہ کھائے۔
- ۴۴۵ جو سامان کسی خاص مسجد کے لئے خریدا گیا ہے کسی دوسرے کا اپنے مصرف میں لانا حرام ہے۔
- ۴۴۶ مسجد کی زمین میں اپنے لئے درخت لگانا حرام ہے۔
- ۴۴۷ تائبانہ بچوں کی تعلیم کے لئے مسجد میں جانے کا حکم۔
- ۴۴۸ عام کنوؤں میں غیر مسلم کا روپیہ عدم استحقاق کی شرط کے ساتھ لگایا جاسکتا ہے۔
- ۴۴۹ اسلامی کام میں غیر مسلم کا عطیہ نہ لینا چاہئے۔
- ۴۵۰ خزانہ والی ملک کا ذاتی سرمایہ نہیں ہونا۔
- ۴۵۱ بہتان کی اشاعت فاحشہ اور حرام ہے۔
- ۴۵۲ حکم شرعی نافذ کرنے کے لئے عوام سے مشورہ لینا ضروری نہیں۔
- ۴۵۳ بلا عذر شرعی کسی عہدیدار کو اس کے عہدے سے معزول کرنا جائز نہیں۔
- ۴۵۴ مسجد کے کسی حصہ کو دکان یا تہ خانہ بنانا جائز نہیں۔
- ۴۵۵ مسجد کے وضو خانہ کو دکان بنانا حرام ہے۔
- ۴۵۶ وقف کو اس کی ہیت سے بدلنا جائز نہیں۔
- ۴۵۷ جس وقف میں افطاری کے لئے مد مقرر ہو۔
- ۴۵۸ اگر افطار کے وقت بے روزہ وار بھی شریک ہوں متولیوں پر کچھ الزام نہیں۔
- ۴۵۹ بازار عورت روزہ کشائی یا مسجد میں چٹائی وغیرہ کے لئے کچھ بھیجے تو اس کا شرعی حکم۔
- ۴۶۰ بازار عورت کے عطیات سے بچنا ہی اولیٰ ہے۔
- ۴۶۱ مسجد کے بیکار اسباب خرید کر بے تعظیمی کی جگہ نہ لگائے جائیں۔
- ۴۶۲ مسجد میں سوال حرام ہے، اور معتکف کے علاوہ دوسرے کا عقد و معاملہ اور مباح بات چیت بھی حرام ہے۔
- ۴۶۳ مسجد کا بیکار پیالہ اور چٹائی جو پھینک دی جائے اس کو اٹھا کر اپنے مصرف میں لاسکتا ہے۔
- ۴۶۴ قبلہ کی دیوار میں حد نظر سے اوپر کوئی کتبہ یا نقش و نگار منع نہیں ہے۔
- ۴۶۵ ریا کاری حرام ہے اور بلا وجہ کسی پر ریا کاری کا الزام لگانا بھی حرام ہے۔
- ۴۶۶ پرانا درخت جو مسجد میں ہو کا ٹاش ضروری نہیں۔
- ۴۶۷ مسجدوں میں کافروں اور مرتدوں کا مال نہ لیا جائے۔

- مرتد رافضی نے مسجد بنائی مرگیا تو اس کا  
عملہ بیچ کر دوسری مسجد میں لگا سکے ہیں جبکہ  
فساد کا اندیشہ نہ ہو۔ ۵۰۶
- مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے دور رکھو ۵۰۷
- قبرستان میں نیا راستہ نکالنا حرام ہے ۵۰۸
- عاشق معشوق مسلمان ہوں تو آپس میں  
ایک دوسرے کو جو دیں رشوت ہے۔ ۵۱۲
- کتابیں جامع مسجد کے لئے وقف کیں تو  
کسی دوسری مسجد یا مدرسہ کی طرف ان کا  
انتقال جائز نہیں۔ ۵۱۸
- رافضی کو وقفِ مسلمین کا متولی بنانا حرام ہے  
کافر سامان دے تو اس کا بعینہ مسجد میں  
لگانا منع ہے۔ ۵۲۰
- کافر اس طور پر رقم دے کہ مسلمانوں پر  
احسان رکھے تو لینا جائز نہیں ہے نیازِ خدا  
دے تو لے لیں۔ ۵۲۰
- مسجد کو منہدم کر کے دوسری جگہ اس کے  
ملبہ سے مسجد بنانا حرام ہے۔ ۵۲۱
- دو مسجدیں ملی ہوئی ہیں تو ان کے بیچ کی دیوار  
ہٹا کر ایک کرنا جائز ہے۔ ۵۲۱
- مسجد کے کنوئیں سے مشرکین کو پانی بھرنے سے  
منع کرنا چاہئے۔ ۵۲۲
- وعدے کا ایفاء واجب نہیں۔ ۵۲۹
- جذامی، ابرص، گندہ دہن، جس کے لباس  
میں بدبو ہو، بد زبان، فتنہ پرور جیسے وہابی
- غیر مقلد، رافضی کو مسجد سے روکا جائے گا۔ ۵۲۱
- مقبرہ میں کسی بھی سُستی مسلمان کو دفن ہونے سے  
روکا نہیں جائے گا۔ ۵۳۲
- عام مقابر میں تعمیر و تصرف کی اجازت نہیں۔ ۵۳۳
- قبرستان میں جو گھاس اگتی ہے جب تک سبز  
ہے اس کے کاٹنے کا حکم نہیں، سوکھ جائے  
تو کاٹ سکے ہیں۔ ۵۳۷
- قبرستان میں جانور چرانا جائز نہیں۔ ۵۳۷
- مسلمانوں کی قبر کھودنا شدید جرم ہے۔ ۵۴۰
- جان بوجھ کر ظالم کی مدد کرنا اسلام کی رستی  
گلے سے نکالنا ہے۔ ۵۴۰
- مسجد کو غیر معمولی آراستہ کرنے کی ممانعت ہے۔ ۵۴۵
- سود کا مرکب اگرچہ ایک بار ہی ہو فاسق ہے ۵۵۸
- بلا عذر صحیح شرعی تارک جماعت فاسق ہے۔ ۵۵۸
- بلا عذر صحیح شرعی تین سال تک زکوٰۃ نہ دے  
تو فاسق ہے۔ ۵۵۹
- مستل تن سال تک عشرہ ادا کرے تو فاسق ہے ۵۵۹
- شروط جو مفسدی ترک جماعت ہو بالاتفاق حرام ہے ۵۶۰
- تاش، گنجھ، چوسر بلا شرط ناجائز و ممنوع ہے ۵۶۰
- غیر مسلم سے دینی کاموں میں مدد نہ لی جائے۔ ۵۶۵
- جس متولی کی خیانت ثابت ہو اس کو معزول  
کرنا واجب ہے۔ ۵۶۷
- جس نے مفضل کو افضل کا حاکم بنایا اس نے  
اللہ و رسول سے خیانت کی۔ ۵۶۸
- قبر پر استنجا حرام، اگال یا بانڈی کا دھوون

- ۱۱۸ کا طریقہ۔
- ۱۲۲ مالِ حرام کے مصرفِ خیر میں لانے کا حیلہ۔
- ۵۶۸ اپنے صرفہ سے متولی کا عام مسلمانوں کو برف پلانا معیوب نہیں۔
- ۵۷۹ برف کا پانی پینے کے لئے مسجد میں جمع نہ ہو۔
- ۵۷۹ مسجد میں شور و غل ناجائز ہے اور غیر معتکف کو کھانا پینا ناجائز ہے۔
- ۵۷۹ طالبِ تولیت کو متولی نہ کیا جائے۔
- ۵۹۴ خاسق کی تعظیم سے خدا کا عرش کا پتلا ہے اور غیر مسلموں کو مسجد میں احترام کے ساتھ لے جانا اس سے بُرا ہے۔
- ۶۰۰ متولی بنانا تو بڑی بات ہے مرتدین سے دینی کاموں میں مدد لینا بھی حرام ہے۔
- ۶۱۱ کافر کو مسلمانوں کے عظیم کام میں دخیل اور رازدار بنانا حرام ہے۔
- ۶۱۱ عشر و وصول کرنے والا آزاد اور مسلمان ہونا چاہئے۔
- ۶۱۴ چنگی کے محرر اور چوکی کے پولیس کا درجہ بھی غیروں کو نہ دیا جائے۔
- ۶۱۴ یہودی کو مسلمانوں کے اعمال پر مقدم کرنا حرام ہے۔
- ۶۲۰ وفائے وعدہ پر جبر نہیں۔
- ۱۲۱ اسلام کی شرکت سے انکار کرنے والا کافر ہے۔
- ۱۳۱ مسلمان وقف کر کے مرتد ہو جائے تو وقف باطل ہو جاتا ہے۔
- ۲۲۰ مرتدین کے ہیں۔
- ۳۸۱ کافر ذمی بلکہ مستامن بھی تابعِ مسلم ہے۔
- ۳۸۳ اسلامی سلطنت میں کفار تابعِ مسلمین ہوتے ہیں۔
- ۴۰۳ اس زمانہ کے روافض مرتد ہیں ان کی بنوائی مسجد مسجد نہ ہوگی۔
- ۴۰۴ مرتد کی بنوائی ہوئی مسجد کو سنی نے خرید کر مسجد کر دیا تو اس کے مسجد ہونے نہ ہونے کی صورتوں کا بیان۔
- ۴۰۴ مرتد کے حالات اسلام کا کسب، اس کے مسلمان وارثوں کا ہے اور زمانہ ارتداد کا کسب فنی ہے۔
- ۴۰۴ مرتد کا مال اس کے مرنے کے بعد فنی مسلمین ہے۔
- ۴۶۶ کافر غیر ذمی، غیر مستامن کا مال نقصان کے
- ۵۷۹ برف کا پانی پینے کے لئے مسجد میں جمع نہ ہو۔
- ۵۷۹ مسجد میں شور و غل ناجائز ہے اور غیر معتکف کو کھانا پینا ناجائز ہے۔
- ۵۹۴ طالبِ تولیت کو متولی نہ کیا جائے۔
- ۵۹۴ خاسق کی تعظیم سے خدا کا عرش کا پتلا ہے اور غیر مسلموں کو مسجد میں احترام کے ساتھ لے جانا اس سے بُرا ہے۔
- ۶۰۰ متولی بنانا تو بڑی بات ہے مرتدین سے دینی کاموں میں مدد لینا بھی حرام ہے۔
- ۶۱۱ کافر کو مسلمانوں کے عظیم کام میں دخیل اور رازدار بنانا حرام ہے۔
- ۶۱۱ عشر و وصول کرنے والا آزاد اور مسلمان ہونا چاہئے۔
- ۶۱۴ چنگی کے محرر اور چوکی کے پولیس کا درجہ بھی غیروں کو نہ دیا جائے۔
- ۶۱۴ یہودی کو مسلمانوں کے اعمال پر مقدم کرنا حرام ہے۔
- ۶۲۰ وفائے وعدہ پر جبر نہیں۔
- ۱۲۱ اسلام کی شرکت سے انکار کرنے والا کافر ہے۔
- ۱۳۱ مسلمان وقف کر کے مرتد ہو جائے تو وقف باطل ہو جاتا ہے۔
- ۲۲۰ مرتدین کے ہیں۔
- ۳۸۱ کافر ذمی بلکہ مستامن بھی تابعِ مسلم ہے۔
- ۳۸۳ اسلامی سلطنت میں کفار تابعِ مسلمین ہوتے ہیں۔
- ۴۰۳ اس زمانہ کے روافض مرتد ہیں ان کی بنوائی مسجد مسجد نہ ہوگی۔
- ۴۰۴ مرتد کی بنوائی ہوئی مسجد کو سنی نے خرید کر مسجد کر دیا تو اس کے مسجد ہونے نہ ہونے کی صورتوں کا بیان۔
- ۴۰۴ مرتد کے حالات اسلام کا کسب، اس کے مسلمان وارثوں کا ہے اور زمانہ ارتداد کا کسب فنی ہے۔
- ۴۰۴ مرتد کا مال اس کے مرنے کے بعد فنی مسلمین ہے۔
- ۴۶۶ کافر غیر ذمی، غیر مستامن کا مال نقصان کے

حیل

حرام کی کمائی کے مصارفِ خیر میں صرف کرنے



- بغیر حاصل ہو تو مسلمان کے لئے حلال ہے۔  
 مسجد کو اہتمام کے بعد کافر بنائے مسجد ہی  
 رہے گی۔  
 مرتد کا وقف موقوف رہتا ہے، مسلمان ہو جائے  
 تو صحیح ہو جاتا ہے، مرتد مر جائے تو ف  
 ہو کر صحیح ہو جاتا ہے۔  
 تبرائی کا وقف جائز نہیں، اس کے مرنے کے  
 بعد مسلمان اس میں جو تصرف چاہیں کر سکتے ہیں ۵۰۴  
 روافض زمانہ علی العموم کفار و مرتد ہیں۔ ۵۲۲  
 مرتدوں کا مسجد میں کوئی حق نہیں۔ ۵۲۲  
 ارتداد کے بعد تمام علاقے ختم ہو جاتے ہیں۔ ۵۲۲  
 کفری عقائد کی تائید کفر ہے۔ ۵۶۲  
 تقدیر کا منکر رافضی معتزلی ہے اور مجبوران خدا  
 سے توسل کا منکر نجدی و بابی، ایسے شخص کو  
 سستی حنفی مسلمانوں کے مدرسہ کا مہتمم نہیں  
 رکھا جاسکتا۔ ۵۸۵  
 جو کہ میں مسائل شرعیہ نہیں جانتا وہ اسلام  
 سے خارج ہو گیا۔ ۵۸۷  
 جو رافضی شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو  
 گالی دے کافر ہے۔ ۶۰۹  
 اگر حضرت علی کو صرف افضل مانے تو گمراہ  
 کافر نہیں۔ ۶۰۹  
 رافضی صحابہ کرام کو کافر کہتے ہیں تو ہم انہیں  
 کافر کہیں گے۔ ۶۰۹  
 رافضیوں کا قول کہ آواگون ہوتا ہے اور  
 امام غائب خروج کریں گے، کفر ہے۔ ۶۰۹  
 ذمی کافر کا حکم اکثر معاملات میں مسلمانوں  
 جیسا ہے۔ ۶۱۵  
 حربی سے مطلقاً قطع تعلق کا حکم ہے مرتدان  
 سب میں اجنبی ہے۔ ۶۱۵  
 مرتد کو پادشاہ اسلام غور فکر کے لئے جیل  
 میں تین دن کی مہلت دے گا۔ ۶۱۵  
 صرف ذمی کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کی ولایت  
 صحیح ہے۔ ۶۱۶  
 مرتدین کے احکام۔ ۶۱۸
- ترغیب و ترہیب**
- تین عملوں کا ثواب موت کے بعد بھی جاری  
 رہتا ہے۔ ۱۱۶  
 حرص و آز کی مذمت اور قناعت کے فضائل ۲۱۵  
 اسراف کی مذمت۔ ۲۲۰  
 صحیح حدیث کا ارشاد ہے کہ جو ایک بالشت  
 زمین غصب کرے گا زمین کے ساتوں طبقوں  
 تک اتنا حصہ توڑ کر روز قیامت اس کے  
 گلے میں طوق ڈالا جائے گا۔ ۲۳۲  
 ویرانی مسجد کے خواستگار کے لئے وعید شدید ۲۸۹  
 بے گناہ بے زباں جانور پر ظلم آدمیوں کی ضرر رسانی  
 سے شدید تر ہے۔ ۳۱۰  
 دنیا گزشتنی ہے ایک دن انصاف کا  
 آنے والا ہے۔ ۳۱۰

- ثواب و عذاب اور جنت و جہنم مکلفین کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔
- ۳۱۰ مسجد میں بات نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے جانور گھاس کو۔
- ۳۱۱ مسجد میں دنیا کی بات کرنے والوں کے منہ سے بد بول نکلتی ہے۔
- ۳۱۲ بٹیر بازی، کبوتر بازی سے بھی زیادہ سخت قبیح اور شنیع ہے، مسلمانوں پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت جانوروں پر ظلم کرنا ہے، عام مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے افعال شنیع سے روکیں۔
- ۳۱۵ جو لوگ گناہ میں شریک نہ ہوں مگر گناہ کرنے والوں کو باوصف قدرت منع نہ کریں وہ بھی مآخوذ و گرفتار ہیں۔
- ۳۱۵ سچے دل سے توبہ اللہ قبول کرتا ہے۔
- ۳۲۲ اتفاق و اتحاد کی ہدایت۔
- ۳۳۱ اعدام مسجد پر وعید شدید۔
- ۳۵۰ قیل و قال، کثرت سوال اور ارضاعت مال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔
- ۳۵۵ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔
- ۳۵۵ فتنہ قتل سے شدید تر ہے۔
- ۳۶۷ ہر مسلمان لاسیما اہل علم کو انکشافِ حق کے لئے مستعد رہنا چاہئے۔
- ۳۷۱ حرام شرعی کو حسبِ دلخواہ نہایت مسرت خیز
- موجبِ اطمینان و مجموعی مسلمانانِ قرار دینا اور اس کے دن کو اسلامی تاریخ کا زریں دن کہنا اشد ظلم ہے۔
- ۳۸۶ مسجد کی مسجدیت کا ابطال شعار اسلام کا ہتک و ابتذال ہے۔
- ۳۹۰ تسبیلِ نجات
- ۳۹۸ گناہِ کبیرہ پر توبہ لازم ہے۔
- ۳۹۸ جیسا گناہ ویسی ہی توبہ چاہئے۔
- ۳۹۸ مسجد کی بحرمتی میں مدہانت کرنیوالوں کیلئے وعید شدید۔
- ۳۹۹ مسجد کی بے حرمتی پر مصالحت کرنیوالوں کو نصیحت
- بہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے منصب کے لائق مساجد کو بے حرمتی سے بچا کر دنیا میں سرخرو اور آخرت میں مثاب ہوں۔
- ۴۰۰ تختہ مسجد بنانے کا ثواب۔
- ۴۲۵ جو منظم مسجد کی چٹائی کو ٹھری میں بند کرے
- ۴۳۱ اور اپنی چٹائی بچھا کر نماز پڑھنے نہ دے ظالم ہے
- مال و وقف پر اپنا قبضہ جانے والا، نمازیوں کو مسجد کی اشیاء سے روکنے والا موذی اور قابلِ اخراج ہے۔
- ۴۳۷ چنگاری پر پیر رکھنا قبر و دندے سے آسان ہے۔
- ۵۰۸
- حدود و تعزیر**
- ہندوستان میں خلافِ شرع حرکتوں کی بڑی تعزیر یہ ہے کہ مسلمان ایسے شخصوں سے مقاطعہ کریں۔
- ۱۶۳

- ۲۱۳ آباد کرنا ہے۔
- ۲۲۴ ہر متولی و منظم خیانت ظاہر ہونے کے بعد معزول کیا جاسکتا ہے۔
- ۴۰۹ مسجد پر قبضہ کر نیوالے ریلو توار فساد سے قطع تعلق کا حکم ہے۔
- ۴۱۹ طالب علم کی شرعی حد تعزیر۔
- ۴۶۳ کنوئیں پر کھینچی ہوئی دیوار کو اپنا آئینہ تناسل بتانا کفر نہیں یہود کی ہے۔
- ۴۶۳ مدرسہ بنانا بدعت مستحجہ ہے۔
- ۴۶۸ امور خیر کے لئے چندہ کو نا حدیث شریف سے ثابت ہے۔
- ۵۰۳ ہندوستان میں تعزیر کی صورت صرف مقاطعہ ہے۔
- ۵۰۴ کہاں وقف افضل ہے اور کہاں تصدق افضل ہے، اس امر کی تفصیل۔
- ۶۱۸ رافضیوں کو متولی بنانے والے تعزیر کے مستحق ہیں۔

## مناظرہ

- ۳۰۲ جواب استفسار اول پر نظر۔
- ۲۰۲ مولوی صاحب کے اغماض نے اصل معاملہ میں پیچیدگیاں اور دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔
- ۳۰۴ روایت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے مخالف مذہب جمہور نہیں۔
- ۳۰۶ مولوی صاحب نے جو مصالحت مسجد کے بارے میں کی ہے کوئی ہندو اس کو شوالہ کے بارے میں قبول نہیں کر سکتا، اور نہ ہی خود مولوی صاحب اس کو اپنے مکان سکونت کے بارے میں گوارا کریں گے۔
- ۳۰۸ مولوی صاحب کی مصالحت کا حاصل۔
- ۲۰۲ اعلم حضرت کے معاصر علمائے اہلسنت کے القاب۔
- ۲۰۹ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت کعب ابن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قصیدہ نعتیہ سن کر ردائے مبارک عطا فرمائی۔
- ۲۱۸ علمائے اس کوڑے کی بھی تعظیم کا حکم دیا ہے جو مسجد سے جھڑک کر پھینکا جاتا ہے۔
- ۲۰۹ تعمیر مسجد کے فضائل قرآن و حدیث سے۔
- ۲۰۹ طاق عدد اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔
- ۳۰۰ مسجد بنانا باعث اجر عظیم ہے۔
- نئی مسجد تعمیر کرنے سے بہتر پرانی مسجد کا

## تاریخ و تذکرہ

- ۳۸۰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجدوں میں مینار اور کنگورے نہیں تھے بعد میں قلوب عوام میں عظمت ڈالنے کے لئے علماء اور عوام مسلمین نے اس کو مستحسن سمجھا۔ ۲۹۱
- ۳۸۰ ایک عورت بلی کو قید کرنے کی وجہ سے جہنم میں گئی۔ ۳۱۰
- ۳۸۹ مسجد نبوی کی تاریخ۔ ۲۲۵
- ۳۹۱ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار مکہ سے تصرف مسلمین پر شرط بدل کر مال لیا۔ ۵۱۲
- ۳۹۵ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل۔ ۵۸۵
- ۳۹۵ موقع تہدید میں ہماری مسجد کہنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ۵۹۵
- ۳۹۵ رد افض کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی۔ ۶۱۱
- ۳۹۵ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصرانی کو کاتب بنانے سے منع کیا۔ ۶۱۲

## اسماء الرجال

۳۵۶ اشباہ نظائر کے مصنف امام ابراہیم نہیں ہیں

## تصوف و طریقت

سجادگی میں معروف یہی ہے کہ وہ سجادہ نشین

- ۳۸۰ جواب استفسار دوم پر نظر۔
- ۳۸۰ "فیصلہ کانپور پر ایک نظر" کا ردِ بلیغ۔
- ۳۸۰ عالم مصالح کی تدبیر اول نامنظور و شنیع ہونے کا بیان۔
- ۳۸۰ ایک صحیح مسئلہ کو موقع سے متعلق سمجھنے میں مولوی صاحب سے بکثرت خطائیں ہوئیں۔ ۳۸۱
- ۳۸۲ تجویز دوم کی شناعتیں۔
- ۳۸۴ ایک عذر گناہ بدتر از گناہ کا رد۔
- ۳۸۹ متعلق جواب استفسار سوم۔
- ۳۹۱ متعلق جواب استفسار چہارم۔
- ۳۹۳ متعلق جواب استفسار پنجم۔
- ۳۹۵ متعلق جواب استفسار ششم۔
- ۳۹۵ مولوی صاحب کی مصالحت سے لازم آیا کہ مسجد مسجد تودر کنار سرے سے وقف ہی نہ ٹھہرایا۔
- ۳۹۵ متعلق جواب استفسار ہفتم۔
- ۳۹۵ الزام کی تین صورتیں۔
- ۳۹۶ اس امر کے روشن ثبوت کہ مصالحت مذکورہ کی کاروائی ایک شخصی کاروائی ہے نہ کہ مسلمانوں کی۔

## سیاست

۳۷۴ جرم بغاوت کو تمام دنیوی سلطنتیں سنگین ترین بلکہ ناقابلِ معافی قرار دیتی ہیں۔

- ہو سکتا ہے جو اس سلسلہ میں ماذون و مجاز ہو۔
- ۵۹۲ بھی اس سے اذیت پاتے ہیں۔ (حدیث) ۲۸۸
- آج کل یہ طرز تعمیر مسجد کی حفاظت اور اس کے امتیاز کا بھی ذریعہ ہے۔ ۲۹۲
- ۵۹۳ چند فتوؤں کی اصلاح۔ ۳۲۱
- مسجد میں درخت لگانے کی مختلف صورتوں کا حکم۔ ۳۳۷
- خانہ، بحر، حاوی، درخت کی عبارتوں کا صحیح محمل۔ ۳۴۰
- ۴۲۶ اشباہ و نظائر کی طرف منسوب ایک عنسل عبارت کی تصحیح۔ ۳۵۶
- ۴۲۶ اشباہ کی دوسری عبارت کی تشریح۔ ۳۵۷
- ۴۲۶ حجت اور زمین دو مترادف الفاظ نہیں ہیں۔ ۳۷۲
- مسئلہ کی تقسیم کے لئے ایک دلفشیش مثال۔ ۴۱۱
- امام نسفی اور صاحب بیان القرآن کے اقوال میں تطبیق۔ ۴۲۶
- ۱۹۲ مسجد میں درخت لگایا گیا تو کب مسجد کا ہو گا اور کب لگانے والے کا، اور مسجد میں لگے ہوئے درخت کے اکھاڑنے اور نہ اکھاڑنے کی تفصیل۔ ۴۵۳
- ۲۳۲ مشترک روپیہ مسجد میں لگانے کا مسئلہ۔ ۴۶۲
- ایک لامعلوم الجہت زمین کے متعلق استغفار ۴۷۴ اس شرط پر کسی کی ممبری کے لئے کوشش کرنا کہ مسجد میں دو ہزار روپیہ دے، معاملہ کی تصحیح کی مختلف صورتیں اور مصنف کی طرف نگاہی۔ ۴۷۸
- ۵۹۳ ہر جگہ ہے جو اس سلسلہ میں ماذون و مجاز ہو۔
- شیخ بے سجادہ نشین مقرر کئے مرگیا، بعد میں لوگوں نے کسی کو اس کا گدی نشین کر دیا، یہ جائز نہیں۔
- جرح و تعدیل**
- فصلیت مسجد سے متعلق دو حدیثوں کے مؤول اور معلل ہونے کا بیان۔ ۴۲۶
- مسجد کے ارد گرد کی زمین کا داخل جنت ہونا ثابت نہیں۔ ۴۲۶
- امانت**
- امانت کا اپنے صرفہ میں لانا حرام ہے، توبہ استغفار لازم اور تاوان واجب ہے۔ ۴۸۹
- متفرقات**
- شامی پر تنقید۔ ۱۹۲
- جس سے انسان ایذا پاتا ہے اس چیز سے ملائکہ بھی ایذا پاتے ہیں۔ ۲۳۲
- مصنف علیہ الرحمۃ کی نہایت شاندار تحقیق کہ امام ابو یوسف کی روایت نادیرہ ان کے مفتی بہ قول پر متفرع ہے۔ ۲۶۳
- امام ابو یوسف کی روایت کا حاصل۔ ۲۶۳
- مصنف علیہ الرحمۃ کا شامی پر ایک حاشیہ۔ ۲۷۴



<p>کے فرائض میں اجرائے سلسلہ تولیت اور جملہ قلم و نسق عزل و نصب اور صاحبِ سجادہ</p>	<p>واقف ناظر کو معزول کر کے خود متولی بنے اس مسئلہ میں صاحبین کے اختلاف اور قول مفتی بہ</p>
<p>۵۹۲ کی نیابت مطلقہ داخل ہے۔</p>	<p>۵۱۹ کی تحریر۔</p>
<p>۶۱۶ شامی کی عبارت کا مطلب۔</p>	<p>۵۵۵ نسلاً بعد نسل اور بطناً بعد بطن کی توضیح۔ سجادہ نشینی خلافتِ خاصہ ہے اور سجادہ نشین</p>



# کتاب الشَّرْکَةِ

(احکامِ شرکت کا بیان)

مسئلہ

۱۶ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے دیار میں دستور ہے کہ پاٹ سن کی ڈھیر علیحدہ علیحدہ پانی میں جگوتے ہیں، امسال کنوار کے مہینہ میں بہت سخت طوفان اور بارش کے سبب سے سب کے ڈھیر کو اکٹھا کر ڈالا، بعد ازاں اکثر نے نہیں لیا بعض نے اس مال کو قبض کیا اور انتظام دے کر طیار کیا اب قبض کرنے والے بعض ان اکثر کو کہتے ہیں تمہارا جتنا ہولے لو، وہ لوگ کہتے ہیں جب ہمارا مال کا کوئی شناخت نہیں ہم نہیں لیتے، اب قبض کرنے والے لوگ خود خرچ کریں یا فقراء اور مساکین کو تقسیم کر دیں اور قبض کرنے والے پر حلال ہو تو فقراء اور غنا ہونے میں برابر ہے یا تفاوت ہے؟

## الجواب

جب وہ لوگ نہیں لیتے تو قابضین صرف اپنا حصہ لے لیں باقی فقراء پر تصدق کر دیں، ان میں اگر کوئی فقیر ہے تو اسے بھی دے سکتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲ از کوہ نینی تال ۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمود بیگ و عبدالغفور بیگ دو بھائیوں کی دکان کوہ نینی تال پر تھی، دونوں نے مال و اسباب دکان اپنے باپ کے ترکہ سے پایا اور دونوں یکجا کارکن رہے اور یکجا ان کا

خورد و نوش تھا، کوئی غیریت کسی بات میں نہ تھی، محمود بیگ مع اپنی والدہ ولایتی بیگم کے آمدنی دکان سے چھ سو روپے  
 چھ کو گیا اور سب سامان دکان عبد الغفور بیگ کے سپرد کر گیا، بعد اُن کی واپسی کے پھر عبد الغفور بیگ اسی آمدنی سے  
 تین سو روپے لے کر چھ کو گیا اور اپنی زوجہ امراؤ بیگم اور ایک لڑکا کیا بہ عبد الشکور اپنی والدہ اور بھائی کے پاس چھوڑ گیا،  
 راستہ میں مقام احمد آباد میں اس کی طبیعت بگڑی، کل اسباب سٹیشن پولیس میں داخل کر کے محمود بیگ کو تارویا، وہ فوراً  
 روانہ ہوا وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ عبد الغفور بیگ نے انتقال کیا وہ روپیہ اور اسباب جو اسٹیشن میں تھا محمود بیگ  
 واپس لایا، اس صورت میں اس روپے کی نسبت کیا حکم ہے؟ یہ صرف محمود بیگ کو ملے گا یا وارثان عبد الغفور بیگ بھی  
 اس سے حصہ پائیں گے اور کیونکر پائیں گے؟ بَيِّنُوْا تَوْجُّوْا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

جبکہ وہ تین سو روپیہ اسی دکان مشترک کی آمدنی تھا جس کے دونوں بھائی بھینہ مسادی مالک تھے تو وہ روپیہ  
 بھی نصف نصف ان دونوں کی ملک تھا، سائل منظر کہ روپیہ عبد الغفور بیگ اپنے بھائی کی اجازت سے لے گیا تھا  
 اب یہ اجازت قرض تھی خواہ بہ خواہ اباحت، بہر حال کل یا بعض جس قدر باقی تھا جسے محمود بیگ احمد آباد سے لے گیا اس  
 کے مقدار نصف میں محمود بیگ کا حق ہے اور نصف عبد الغفور بیگ کا کہ بر تقدیر عدم موانع و وارث آخر و تقدیم مایقدم  
 چوبیس سہام ہو کر اس کے وارثوں پر یوں تقسیم ہوگا،

امراؤ بیگ — ۳

ولایتی بیگ — ۴

عبد الشکور — ۱۷

بحالت قرض تو ظاہر کہ نصف مضمون تھا تو ماضی کا مطالبہ محمود بیگ کا ترکہ عبد الغفور پر رہا خواہ اسی روپے سے ادا کریں  
 یا اس کے غیر سے لان الدیون تقضیٰ بامثالہا (کیونکہ قرض اپنی شکل سے ادا کیا جاتا ہے۔ ت) اور بحالت اجابت  
 بھی ظاہر کہ اباحت بعد موت باطل ہو جاتی ہے،

لانہا لیست تعلیقا حتیٰ تجری فیہا الامراث بدل  
 تحلیل تصوف للمباح لہ فاذا مات او مات المبیع  
 بطلت اما فی الثانی فلا ینتقال الملك کما علل  
 بہ فی الخیریۃ و اما فی الاول فلعدم الملك  
 لینتقل کما اشرنا الیہ۔

کیونکہ یہ تعلیق نہیں ہے تاکہ اس میں وراثت جاری ہو  
 بلکہ اس کے لئے ایک مباح چیز میں تصرف کو حلال قرار دینا  
 ہے توجہ یا مباح کرنے والا فوت ہو جائے گا تو  
 باطل ہوگی، لیکن ثانی میں تو ملکیت کے انتقال کی وجہ سے  
 جیسا کہ فتاویٰ خیرہ میں اس کو وجہ بتایا ہے مگر پہلی میں

ملکیت نہیں تاکہ منتقل کیا جائے جیسا کہ ہم نے اس کا اشارہ دیا ہے۔ (ت)

اور بحالت ہبہ تین سو میں سے ڈیڑھ سو کا ہبہ قابل قیمت میں ہبہ مشاع ہے کما نص علیہ علما ذنا فی غیر ما کتاب (جیسا کہ اس پر ہمارے علمائے متعدد کتب میں نص فرمائی ہے۔ ت) اور ایسا ہبہ مذہب صحیح پر محض بے اثر کہ بعض قبض بھی مورث ملک نہیں ہوتا جب تک جد اگر کے واہب کی طرف سے تسلیم نہ واقع ہو کما حققہ فی الخیرۃ والعقود الدریۃ ورد المحتار وغیرہا (جیسا کہ خیرہ، عقود درہ اور رد المحتار وغیرہ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ ت) تو وہ ڈیڑھ سو بدستور ملک محمد بیگ پر رہے، ان دونوں صورتوں میں بعینہ انھیں روپوں کا نصف محمد بیگ کو ملنا چاہئے، غرض باقی کی نصف مقدار میں طرح محمد بیگ کا استحقاق ثابت، ہاں جس قدر عبد الغفور بیگ صرف کر چکا تھا اس کا نصف بھی محمد بیگ کو ملے یا نہیں، یہ محل نظر ہے، اگر ثابت ہو کہ وہ روپے اس نے قرض یا ہبہ دئے تھے تو بیشک ملنا چاہئے لضمان القرض و بطلان الہبۃ فانقلبت مضمونۃ بالاستہلاک (قرض کے ضمان اور ہبہ کے بطلان کے سبب لہذا ہلاک کرنے پر ضمان ہوگا۔ ت) اور اگر اباحت دئے تھے یعنی بحر الینا منظور نہ تھا نہ ان ڈیڑھ سو کا عبد الغفور بیگ کو مالک کیا تھا بلکہ جیسے بحالت اتحاد یکجہتی ایک مال دوسرے کے خرچ میں آجاتا ہے اور اس کا معاوضہ مقصود نہیں ہوتا یوں دئے تھے تو جو صرف ہو گئے ہو گئے ان کا بدل محمد بیگ کو نہیں مل سکتا لان الا باحۃ تصح فی المشاع ولا تضمن (کیونکہ باحت حصص والی چیز میں صحیح ہوتی ہے اور اس پر ضمان نہیں آتا۔ ت) اور بیشک عرف ناس پر لحاظ سے یہاں ظاہر یہی صورت ہے اور ظاہر پر عمل واجب جب تک دلیل اسے اس کا خلاف ثابت ہو، کہ عرف اعظم دلائل شرعیہ سے ہے۔ خیر یہ میں ہے۔

ان کان العرف قاضیا بانہم یدفعونہ علی وجہ البدل یلزم الوفاء بہ، وان کان العرف بخلاف ذلک بان کانوا لا یستظرون فی ذلک الی اعطاء البدل فلا رجوع فیہ بعد الہلاک والا استہلاک والا اصل فیہ ان المعروف عرفا کالمشروط شرعا اھ ملخصا۔

اگر عرف بتائے کہ لوگ اس کو بدلہ کے طور پر دیتے ہیں تو پھر بدلہ پورا کرنا لازم ہے، اور اگر عرف اس کے خلاف ہو کہ لوگ اس میں عوض کے منتظر نہیں ہوتے تو پھر ہلاک کرنے یا ہلاک ہو جانے پر رجوع نہیں کیا جائے گا، اور اس کا قاعدہ یہ ہے کہ عرف میں مشہور معاملہ شرعا مشروط کی طرح ہوتا ہے اھ ملخصا (ت)

ظہیر یہ میں امام فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول،

التعویل علی العرف حتی یوجد وجہ یستدل بہ علی غیر ما قلنا۔

عرف پر اعتماد ہوگا اگر موجود ہو تو یہ قابل استدلال وجہ بن سکے گا، جیسا کہ بہت دفعہ ہم ذکر کر چکے ہیں (ت)

ولہذا با آنکہ اگر زید عمرو کو کچھ روپے دے کہ خرچ کرے، یا اپنی حاجتوں میں اٹھائے، یا ان سے راہ خدا میں جہاد کرے تو قرض ٹھہرتا ہے اگر شوہر عورت کو دے کہ کپڑے بنا کر میرے پاس پہن بہہ ٹھہرے گا، یونہی طالب علم کو کتیاں وغیرہ دیں کہ اپنی کتابوں میں صرف کچھ بہہ قرار پائے گا کہ یہاں عرف قاضی تملیک ہے۔ عقود الدریہ میں ہے:

وقع الیہ دراهم فقال له انفقها ففعل فهو قرض کما لو قال اصرفها لی حواججک لہ  
ایک نے دوسرے کو کچھ دراهم دے کہ خرچ کر دو تو اس سے لے کر خرچ کر لئے تو یہ قرض قرار پائے گا جیسے کوئی یوں کہے کہ یہ اپنی ضروریات میں صرف کر دے

عالمگیریہ میں ہے:

مرجل قال لا یرخذ هذا المال واغتر فی سبیل اللہ عن وعلا فهو قرض کذا فی الظہیریۃ  
اگر یوں کہیہ مال لو اور فی سبیل اللہ جہاد کرو، تو یہ قرض شمار ہوگا، ظہیریہ میں یونہی ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اعطی لزوجتہ دنانیر لتخذ بها ثیابا و تلبس بها عندہ فدفعتمہا معاملة فہی لہا قنیۃ  
خاوند نے بیوی کو کچھ دینار دے کہ وہ کپڑے کر گھر میں لباس کے طور پر بیوی نے وہ دینار آگے معاملہ کے طور پر کسی کو دے دے تو بیوی کو اختیار ہے، قنیہ۔ (ت)

بنیہ میں ہے:

قال لمستفقه اصوف هذه الخشبة الی کتبک فهو ہبۃ والصرف الی الکتب مشورۃ کذا فی القنیۃ  
کسی نے طالب علم کو کہا کہ یہ لکڑی لے جا کر اپنی کتب کے لئے استعمال کرو، تو یہ بہہ ہوگا، اور کتب کے لئے استعمال صرف مشورہ ہوگا، جیسا کہ قنیہ میں ہے (ت)

اسی طرح اگر کسی کو مثلاً قاب پلاؤ یا ادرفی عاریت کا نام کر کے دیا تو قرض ٹھہرے گا لان عاریۃ ما لا ینقطع بہ الا بالاستہلال قرض (کیونکہ ایسی چیز کو عاریت دینا جس کو صرف کر کے ہی نفع لیا جاسکتا ہے تو وہ قرض ہوتا ہے۔) اور ان میں باہم دوستی و اتحاد ہے تو اباحت لکان العرف (اباحت ہے کیونکہ یہی عرف ہے۔ ت) درمختار

۹۱/۲	کتاب الہبۃ	تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان	۹۱/۲
۳۵/۴	ابواب الاول	نورانی کتب خانہ پشاور	۳۵/۴
۵۰۹/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت		۵۰۹/۴
۳۶/۲	کتاب الہبۃ	ابواب الاول نورانی کتب خانہ پشاور	۳۶/۲



میں ہے :

لو اعاسہ قصعة شريد فقرض ولوبينهما مباسطة  
قاباحة لہ

اگر خرید کا پیالہ عاریہ دیا تو قرض ہوگا اور لین دین اولیٰ  
میں بے تکلفی ہو تو یہ اباحت ہے (ت)

بالجملہ مداعرف پر ہے اور یہاں عرف قاضی اباحت کہ جو بھائی باہم یکجا رہتے اور اتفاق رکھتے اور خورد و نوش  
وغیرہ بمصارف میں غیرت نہیں برتتے، ان کی سب آمدنی یکجا رہتی ہے، اور جسے جو حاجت پڑے بے تکلف خرچ کرتا۔  
اور دوسرا اس پر راضی ہوتا اور وہی کسی کا ارادہ نہیں رکھتا، نہ وہ آپس میں یہ حساب کرتے ہیں کہ اس دفعہ تیرے  
خرچ میں زائد آیا اتنا مجرا دے، نہ صرف کے وقت ایک دوسرے سے کہتا ہے میں نے اس روپے سے اپنے  
حصے کا تجھے مالک کر دیا بلکہ یہی خیال کرتے ہیں کہ باہم ہمارا ایک معاملہ ہے جس کا مال جس کے خرچ میں آجائے کچھ  
پروا نہیں، اور یہ عین معنی اباحت و تحلیل ہے توجب تک اس کا خلاف دلیل سے ثابت نہ ہوگا اباحت ہی قرار  
دیں گے اور زر صرف شدہ کا نصف محمود بیگ کو نہ ملے گا، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۳ از ریاست رام پور بلا سپور دروازہ مسئلہ شہزادہ میاں معرفت حضرت مولوی سید خواجہ احمد صاحب

۱۳ صفر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و محققان شرعیین اس مسئلہ میں کہ ایک اراضی تعدادی عسکریہ پختہ کے چند  
اشخاص بذریعہ میراث بطور اشتراک مالک تھے اور اسی طرح چند روز تک مالک رہے، منجملہ اراضی مذکورہ کے  
للعسکریہ پختہ اراضی پر منجانب سرکار قبضہ منسلک میں ہو گیا، یہ مقبوضہ اراضی سرکار وہ ہے کہ جس میں اشخاص  
مذکورہ بالا کے مورث نے بازار پٹیہ لگایا تھا، بعد ازاں اراضی مذکورہ مع اس اراضی پٹیہ والے کے ۱۳۱۴ فصلی میں  
باہم تقسیم ہو گئی اور عہدہ رآمد سرکار میں بھی اس تقسیم کا ہو گیا اور حصص ہر ایک کے مشخص اور ممتاز ہو گئے مثلاً زید کے حصے  
میں یہ اراضی مقبوضہ سرکار پٹیہ والی مع کچھ دیگر اراضی کے جملہ حصہ ملکہ پختہ آئی اور سب شرکار ضامنہ کی تقسیم ہو گئے اور پٹیہ والے  
ایک بیسہگہ اراضی دیگر شرکار سے منجملہ نے بیسہ پختہ کے خرید بھی لی بعد ان معاملات کے زید نے سرکار میں چارہ چوٹی  
کی اور چاہا کہ سرکار اپنا قبضہ اراضی پٹیہ مذکور پر سے اٹھالے، سرکار نے قبضہ تو نہیں اٹھایا لیکن معاوضہ میں  
بجائے قبضہ اٹھانے کے دیگر اراضی دے دینے کا حکم دے دیا اور سرکار کے قبضہ کو اس اراضی پر اٹھارہ سال  
ہوئے، سترہ سال کے منافع کے بابت اندازہ ظاہر کر کے صرف مبلغ اعلیٰ للعیسہ دے دینے کا بھی حکم صادر  
فرما دیا۔ اب دیگر شرکار زید جو اس کے سابق میں شریک تھے وہ چاہتے ہیں کہ اس زر نقد سرکار کے عطیہ میں  
سے ہم کو بھی ملنا چاہتے، جس حاکم کے قبضہ میں وہ روپیہ ہے اُن کی رائے ہے کہ وہ یہ مذکورہ سترہ سال پر

بانا جائے جب سے کہ تقسیم ہوگئی ہے یعنی ۱۳۱۲ھ لغایت ۱۳۲۵ھ فصلی، تو زید کو تنہا جائے، اور جتنے زمانہ تک اراضی مشترکہ یعنی از ابتداء لغایت ۱۳۱۲ھ بمطابق حصص شرکار روپیہ تقسیم کیا جائے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اراضی سپینڈ والی اب سرکار میں خالص حق و ملک زید کی قرار پائی ہے اور زید ہی نے کوشش کر کے معاوضہ کا حکم کرایا، اور سرکار سے روپیہ بھی تنہا زید ہی کو دے دینے کا حکم ہوا، ایسی صورت میں کیا زمانہ اشتراک کا عذر کر کے دیگر شرکار بھی رقم مذکورہ میں لینے کے سستی ہیں یا کیا ہا امید کہ جواب صاف صاف بلا رو رعایت تحریر فرمایا جائے، بیتنوا قنوجروا۔

### الجواب

حق کے سوا کسی کی رو رعایت خادمان شرع کا کام نہیں، اگر وہاں کچھ فتویٰ نویس اس کے عادی سمجھے ہوں تو سب کو ان پر قیاس نہ کیا جائے، وہ زمین اگر سب شرکار کی طرف سے معدلاً استغلال تھی اور ریاست کو اس کا علم تھا کما فی الدر عن الخیر الرضی (جیسا کہ در مختار میں خیر الدین رملی سے منقول ہے۔ ت) یا اس کا ایسا ہونا عام طور پر معروف تھا کما فی رد المحتار ویؤیدہ مسألة المخان والمحام فی الاشباہ والدر (جیسا کہ رد المحتار میں ہے جس کی تائید خانوت اور حمام والا مسئلہ کر رہا ہے جو اشباہ اور در مختار میں مذکور ہے۔ ت) تو بلا شبہ یہ معاوضہ تا زمانہ شرکت حسب حصص شرکار کا ہے،

لان الاعداد قائم مقام الایجاب والاخذ  
مقام القبول فکانوا کلہم عاقدین فوجب  
الاجر لہم جمیعاً۔

اسی میں ہے یہ صورت کہ متصرف زید تھا اور وہ سب شرکار کا کارکن اور اس نے سب کے لئے اعداد کیا،  
فانہ اذن منهم جمیعاً بحکم الاذن ولو فی  
ضمن العموم۔

اور اگر اعداد سب کی طرف سے تھا زید نے تنہا اپنے لئے کیا اور اس حالت میں ریاست نے اُسے لیا اور اب یہ  
معاوضہ دیا تو اس کا مالک تنہا زید ہے،

لانہ هو العاقد والمنافع لا تتقوم الا بالعقد  
فلا تكون الا لہ کما فی الہندیۃ والخیریۃ و  
العقود الدریۃ۔

کیونکہ وہ اکیلا ہی عاقد ہے جبکہ منافع صرف عقد سے  
قیمتی بنتے ہیں لہذا یہ صرف اسی کے لئے ہونگے جیسا کہ  
ہندیہ، خیریہ اور در میں ہے (ت)

مگر تا زمانہ شرکت بقدر حصص شرکار زید کے لئے ملک نصیبت ہے بقدر صرف فی ملک غیرہ (غیر کی ملکیت میں تصرف  
کی وجہ سے) اس پر لازم ہے کہ اس قدر تصدق کرے یا شرکار کو دے اور یہی اولیٰ ہے کما فی الخیریۃ

وغیرہا (جیسا کہ غیرہ میں ہے۔ ت) اور ان کے لئے طیب ہوگا لکنہ نماء ملکھم (کیونکہ یہ ان کی ملکیت میں اضافہ ہوا ہے۔ ت) اور اگر معدلاً استفاد نہ تھی تو کسی شریک کے لئے کوئی معاوضہ ریاست کے ذمے نہ آیا لکنہ الاجاسۃ صراحة ولا دلالة (اس لئے کہ اجارہ نہ صراحتاً ہے نہ دلالتاً۔ ت) جو کچھ دیا وہ محض ہبہ عطیہ ہے جسے دیا تنہا اسی کا کام ہے اور تمام وکمال اس کے لئے طیب و حلال ہے، لکنہ لیس عوضاً من مشترک حتی یحتمل یہ مشترکہ چیز کا معاوضہ نہیں تاکہ اس میں شرکاء حضرات اشتراك الشریکاء فیہ۔ کی شرکت کا احتمال ہو۔ (ت)

مگر یہ کہ شرکاء میں کوئی تقیم ہو تو البتہ اس کے حصے کے قابل بعد اخذ ریاست تا انتہائے شرکت جتنے دنوں وہ نابالغ رہا ہو اس قدر کا حصہ اس تقیم کو دینا واجب ہے، لان منافع مالہ کمنافع الوقف مضمونۃ کیونکہ تقیم کے مال کے منافع وقف کے منافع کی طرح ہلاک کرنے پر مضمون ہو جاتے ہیں اگرچہ بشرط نہ کی گئی ہو یا الاستهلاك بلا شرط الاعداد کما فی الدر جیسا کہ در مختار وغیرہ مشہور کتب میں ہے (ت) وغیرہ من الاسفار الغری۔

یہ استثنائے صورت ثانیہ میں بھی جاری ہوگا اور قدر حصہ تقیم میں زید تصدق کا اختیار نہ رکھے گا بلکہ تقیم ہی کو دینا واجب، واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** از بنارس مسجد چوک کہنہ مرسلہ محمد سلیمان و محمد صاحبان ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس میں کہ خالد کے پانچ پسر زید، بکر، عمرو، حامد، جعفر اور تین دختر ہیں۔ خالد نے مکان مسکونہ بنوایا۔ زید، بکر، عمرو جن کی شادی ہو گئی تھی اور بالغ تھے کچھ روپے سے اس کی تعمیر میں حصہ لے کر شریک ہوئے۔ چند سال بعد خالد نے اپنی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ، مکانات و اسباب دکانداری وغیرہ اپنی زوجہ ہندہ کے نام ہبہ کیا اور یہ مکان مسکونہ بھی اس ہبہ نامہ میں درج ہوا، ہبہ نامہ کی تحریر کے بعد تین سال تک خالد زندہ رہا مگر جائیداد منقولہ و غیر منقولہ پر جس کو وہ ہندہ کے نام ہبہ کر چکا تھا خود قابض رہا۔ خالد کی حیات میں زید، بکر، عمرو، حامد واسطے خورد و نوش کے فی کس پانچ روپے دیتا تھا اور سبھوں کا کھانا یکجا پکاتا۔ جعفر صغیر سن تھا اسی وجہ سے شریک نہ تھا۔ ہر پسر اپنی اپنی آمدنی علیحدہ اپنے پاس رکھتا تھا اور امور خانگی میں خود خرچ کرتا تھا، صرف کھانا یکجا پکاتا تھا، بعد انتقال خالد ہندہ کے زمانہ میں بھی خورد و نوش کا ایسا ہی انتظام رہا، اور دکان بلا کمر اسباب عمرو کے سپرد ہوئی اس شرط پر کہ وہ ایک آنہ فی روپیہ دستوری لے لیا کرے جب مال فروخت ہو، اور وہ حساب کتاب بھی لکھتا رہے۔

تھوڑے دنوں تک عمرو نے حساب کتاب لکھا مگر پھر خود ہی بند کر دیا۔ بعد وفات خالد ہندہ کے حیات میں

مکان مسکونہ میں تعمیر مزید کی ضرورت ہوئی اور حامد نے کام شروع ہونے میں روپیہ دیا روپے کی کمی عمرو پوری کرتا تھا جن کے تعلق دکان تھی اور اپنی انگریزی پہری بھی پہرتا تھا مگر آمدنی دونوں کی یکجا رکھتا تھا اس اثنا میں خاص اپنا روپیہ لگا کر زید نے اپنے لئے بنگلہ اس مکان مسکونہ میں اپنے روپے سے بنوایا جواب تک قائم ہے، ہندہ کے انتقال کے بعد حامد نے ایک بنگلہ اپنے واسطے اس مکان مسکونہ میں اپنے روپے سے بنوایا، اور یہ اس روپے کے علاوہ ہے جو کہ حامد نے تعمیر مزید کے شروع کرنے میں دیا تھا، دیگر یہ کہ زید کی وفات کے بعد اس کی بیوہ کو دو آنہ فی یوم اب تک دکان سے جو عمرو کے متعلق ہے ملتا ہے۔ اور عمرو کا بیان ہے کہ دکان کے ذمہ قرض بھی ہے مگر خالد و ہندہ نے کوئی قرضہ نہیں لیا تھا اب وارثان خالد و ہندہ میں نزاع درپیش ہے مکان مسکونہ کس طور پر تقسیم ہوگا؟

- (۱) آیا زید و عمرو کو کاروبار جو حیات خالد و ہندہ میں لگا ہے مجرا ہوگا یا نہیں؟
- (۲) حامد کاروبار اور زید کا بنگلہ جس کا وقوع بعد انتقال خالد مگر ہندہ کی حیات میں ہوا ہے مجرا ہوگا یا نہیں؟
- (۳) حامد کا بنگلہ جو بعد وفات خالد و ہندہ کے تعمیر ہوا مجرا ہوگا یا نہیں؟
- (۴) دختر دوں کو مکان مسکونہ میں کس قدر حصہ پہنچ سکتا ہے صرف اس قدر مکان میں جو خالد کے انتقال کے وقت تھا یا نئی تعمیر سے لے کر؟

- (۵) عمرو کی دکان کا حساب نہ لکھنے پر کوئی الزام اس پر آسکتا ہے یا نہیں؟
- (۶) زید کے بیوہ کو دو آنہ فی یوم جو دکان سے ملتا ہے واپس ہوگا یا نہیں؟
- (۷) عمرو کو جو قرضہ دکان مجرا ہوگا یا نہیں؟ فقط بیتوا تو مجروا۔

### الجواب

**جواب سوال اول:** ان مسائل میں اصل کلی یہ ہے کہ جو شخص اپنے مال سے کسی کو کچھ دے اگر دیتے وقت تصریح ہو کر یہ دینا فلاں وجہ پر ہے مثلاً ہبہ یا قرض یا ادائی دین ہے جب تو آپ ہی وہی وجہ متعین ہوگی اور اگر یہ کچھ ظاہر نہ کیا جائے تو دینے والے کا قول معتبر ہے کہ وہ اپنی نیت سے خوب آگاہ ہے اگر اپنی نفع نیت بتائے گا شلک کے میں نے قرضاً دیا قرض میں دیا ہبہ مقصود نہ تھا تو اس کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اور جو اس کے خلاف کا دعویٰ ہو وہ محتاج اقامت بتینہ ہوگا مگر جبکہ قرآن و دلائل عرف سے اس کا یہ قول خلاف ظاہر ہو تو نہ مانیں گے اور اسی کو اقامت بتینہ کی تکلیف دیں گے بکثرت مسائل اسی اصل پر متفرع ہیں، مداینات العقود الدریۃ میں بزاز یہ ہے:

القول قول الرافع لانه اعلو بجهة الدفع۔ دینے والے کی بات معتبر ہوگی کیونکہ دینے کی وجہ کو وہ بہتر جانتا ہے۔  
للعقود الدریۃ فی مفتح الفتاویٰ الحمادیۃ کتاب المداینات القول قول الرافع<sup>۱</sup> ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۳۲



فتاویٰ قاضی خاں کتاب النکاح میں ہے :

دفعہ الی غیرہ در اہم فانفقھا وقال صاحب  
الدر اہم اقرضتکھا وقال القابض لابل  
وہبتنی کان القول قول صاحب الدر اہم

جامع الفضولین فصل رابع وثلثین میں ہے :

صدق الدافع بیمنہ لانہ مملک یتہ

وہیں ہے :

دفعہ الی ابنہ مالا فاسر اداخذہ صدق  
انہ دفعہ قرض لانہ مملک یتہ

وہیں ہے :

یصدق المملک لانہ اعرف فقول العالم اولی  
بان یقبل من قول المجاہل الا فیما یکذب  
عرفانہ

ہدایہ میں ہے :

(من بعث الی امرأته شیئاً فقلت ہوہدیۃ  
وقال الزوج ہو من المہر فالقول قوله)  
لانہ هو المملک فان اعرفت بجمہۃ  
التملیک کیف وانت الظاہر انہ

ایک نے دوسرے کو کچھ درہم دے تو اس نے لے کر خرچ  
کر لئے، در اہم دینے والے نے کہا میں نے تجھے قرض  
دے تھے اور لینے والا کہتا ہے نہیں بلکہ تو نے مجھے  
ہب دیا ہے، تو دینے والے کی بات معتبر ہوگی (ت)

دینے والے کی بات قسم کے ساتھ مصدق قرار پائے گی  
کیونکہ وہ دینے والا ہے (ت)

بیٹے کو کچھ مال یا اب واپس لینا چاہتا ہے تو قرض  
کے طور پر دینا مانا جائے گا کیونکہ وہ دینے  
والا ہے (ت)

مالک بنانے والے کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ وہ  
بہتر جانتا ہے تو جاننے والے کی بات کو ماننا اولیٰ ہے  
بجائے اس کے کہ جاہل کی بات مانی جائے الایہ کہ  
عرف اس کو جھوٹا قرار دے (ت)

جس نے بیوی کو کوئی چیز بھیجی تو بیوی نے کہا یہ ہدیہ ہے  
اور خاوند نے کہا یہ مہر میں شمار ہے، تو خاوند کی  
بات معتبر ہے کیونکہ وہ مالک بنانے والا ہے تو وہی  
تمذیک کی وجہ کو بہتر جانتا ہے اس کے خلاف کیسے



يسعى في اسقاط الواجب (الى في الطعام  
الذي يؤكل) فان القول قولها والمراد  
منه ما يكون مهياً للاكل لانه يتعارف  
هدية الخ-

فتح القير میں ہے :

والذي يجب اعتباره في ديارنا ان جميع  
ما ذكر من الخنطة واللون والديق والسكر  
والشاة الحية وبقاياها يكون القول فيها قول  
المرأة لان التعارف في ذلك كله ارساله  
هدية فالظاهر مع المرأة لا معه ولا يكون  
القول له الا في نحو الثياب والمجارية :-

نهر الفائق میں ہے :

وينبغي ان لا يقبل قوله ايضا في الثياب  
المحمولة مع السكر ونحوه للعرف :-  
حاشية ابی السعود الازهری علی الکفر میں ہے :  
ينبغي ان يكون القول لها في غير النقود للعرف  
المستمر :-

رد المحتار میں ہے :

كذا ما يعطيها من ذلك او من درهم

ہو سکتا ہے جبکہ ظاہر یہ ہے کہ خاوند اپنے ذمہ واجبہ  
کی ادائیگی میں کوشاں ہے ہاں کھائی جانے والی چیز  
میں یہ بات ظاہر نہیں کیونکہ اس میں بیوی کی بات  
معتبر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز کھانے کے لئے  
مہیا کی گئی ہو کیونکہ عرفاً ایسی چیز ہدیہ قرار پاتی ہے (ت)

ہمارے دیار میں گندم، بادام، آنا، شکر، زندہ بکری  
اس کا گوشت وغیرہ مذکورہ تمام اشیاء میں بیوی کی بات  
معتبر ہوگی کیونکہ عرف میں ان تمام چیزوں کو ہدیہ کے  
طور پر ارسال کیا جاتا ہے اس لئے ظاہر عورت کی  
تائید کرتا ہے نہ کہ مرد کی، خاوند کی بات صرف کپڑوں  
اور لونڈی وغیرہ جیسی چیزوں میں معتبر ہوتی ہے (ت)

مناسب ہے کہ خاوند کی بات شکر وغیرہ کے ساتھ  
ارسال کئے گئے کپڑوں میں معتبر ہو کیونکہ عرف میں یہ ہے (ت)

مناسب ہے کہ نقود کے غیر میں بیوی کی بات معتبر ہو  
کیونکہ عرف میں یہی جاری ہے (ت)

یونہی شب زفاف کی صبح کو جو درہم یا دینار دئے جائے ہیں

۳۱۴/۲	المکتبۃ العربیۃ کراچی	باب المهر	لہ الہدیۃ کتاب النکاح
۲۵۶/۳	مکتبہ نوریہ رضویہ سکر	باب المهر	لہ فتح القیر
۳۶۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب المهر	لہ رد المحتار بحوالہ النہر الفائق کتاب النکاح
۷۰/۲	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	لہ فتح المعین علی شرح الکنز لمسلمین

ادذانیر صبیحة لیلة العرس ویسمى فی العرف  
 صبیحة فان کل ذلك تعورف فی زمانها  
 ان کو عرف میں صبحہ کہا جاتا ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں  
 یہ ہدیہ ہونے پر عرف بن چکا ہے۔  
 (ت)

پس صورت مستفسرہ میں اگر صراحت ثابت ہے کہ زید و عمرو و بکر نے یہ روپیہ اپنے باپ کو قرضاً دیا تھا تو  
 ضرور واپس ہوگا، یا صراحت ثابت ہو کہ بطور حسن سلوک و خدمت پدر بہتہ دیا تھا تو ہرگز واپس نہیں ہو سکتا تحقیق  
 موانع عدیدۃ للرجوع (رجوع کرنے میں متعدد موانع پائے جانے کی وجہ سے۔ ت) یا ان کے یہاں معمول  
 قدیم رہا ہو کہ جب کبھی ایسے صرف کی باپ کو ضرورت ہوتی ہے بیٹے اس کے شریک ہوئے ہیں اور وہ شرکت  
 ہمیشہ بے قصد واپسی رہی ہے تو قول بقیہ ورثہ کا معتبر ہوگا کہ یہ دینا بھی اسی طرح تھا قرض نہ تھا دینے والے اگر  
 مدعی ہوں کہ اس بار ہم نے قرضاً دیا تھا تو از انجا کہ ان کا وہ عرف باہمی اس دعوے کے خلاف ہے بار ثبوت ان کے  
 ذمہ ہے۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے :

قد قال العلامة فی الاموال امر رجلا بان  
 یعمل له عمل کذا ولم یطقا شیشا فی الاجر  
 و عدمه ان کان العامل من قبل من  
 یعمل له او للناس مثل هذا العمل بغير  
 اجر کان متبوعاً  
 علامہ نے اسرار میں فرمایا ایک شخص نے دوسرے کو  
 کوئی کام کرنے کو کہا اور اس پر انھوں نے معاوضہ  
 ہونے نہ ہونے کا کوئی ذکر نہ کیا تو اگر کام کرنے والا  
 قبل ازیں اس شخص کا کام بغیر اجرت کرتا رہتا ہے یا  
 دوسرے لوگوں کا کام بلا اجرت کرتا رہتا ہے تو  
 مفت شمار ہوگا۔ (ت)

اور اگر سب کچھ نہ ہو تو عمرو و بکر خود اور زید کے وارثوں کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا کہ یہ دینا بطور ہبہ نہ تھا مگر  
 عمرو و بکر کہ زندہ ہیں قطعی قسم کھائیں گے اور وارثان زید اپنے علم پر یعنی واللہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہمارے مورث  
 زید نے یہ روپیہ اپنے باپ خالہ کو بہتہ دیا تھا  
 کما عرف من المحکم فی الہین علی فعل الغیبر  
 فانہا انما تكون علی العلم لامع البسات  
 جیسا کہ کسی دوسرے شخص کے کام کرنے کے متعلق قسم  
 میں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ حکم علم پر مبنی ہوتا ہے  
 مطلقاً قطعی نہیں ہوتا۔ (ت)

جامع الفضلین میں ہے :

الوارث یصدق ان الالب اعطاه بجهة  
الدين لقيامه مقام مورثه فیصدق  
فی جهة التملک لیه

وارث کی یہ بات تسلیم کر لی جائے گی کہ والد نے فلاں  
کو چیز بطور قرض دی تھی کیونکہ وارث اپنے مورث کے  
قائم مقام ہو جاتا ہے اس لئے تملیک کی وجہ میں اس  
کی تصدیق کی جائے گی۔ (ت)

اس صورت میں اگر بقیہ ورثہ خالد مدعی ہبہ ہوں گواہ دیں واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

**جواب سوال دوم :** تقریر سوال سے ظاہر کہ وہ تعمیر مزید سبب شرکار کی رائے سے سب کے لئے ہوئی تو  
حاصل اپنا حصہ نکال کر باقی روپے کا مطالبہ مطلقاً کر سکتا ہے کہ اگر یہ دینا قرضاً تھا جب تو ظاہر، اور اگر بطور  
ہبہ ہی تھا تاہم دو طرح کا شیوع رکھتا ہے :

اولاً چند شخصوں کو روپے ہبہ کرنا۔

ثانیاً اپنے حصہ کے ماوراکا ہبہ کرنا کہ اگر بالفرض سب شرکار نہیں ایک ہی شریک کو باقیوں کے لئے  
ہبہ کرنا ہوتا جب بھی اپنا حصہ ہبہ سے جدا رہنے کے باعث محض قسمت میں مشاع تھا اور اس قسم کا شیوع صدقہ  
میں بھی جائز نہیں اگرچہ قسم اول یعنی چند شخصوں پر تصدق جائز ہے بخلاف ہبہ کہ اس میں دونوں قسم کا مشاع مفسد  
مبطل ہے جبکہ وہ شئی صالح تقسیم ہو۔ درمختار میں ہے :

تصدق بعشوة دراهم او دھبہا لفقییرین صلح  
لان الهبة للفقیر صدقة والصدقة يراد  
بها وجه الله تعالى وهو واحد فلا شیوع  
لا لغنیین لان الصدقة على الغنی هبة  
فلا تصح للشیوع ای لا تملك حتی لو قسمها  
وسلمها صلح لیه

دو فقیروں کو دس درہم بطور صدقہ یا ہبہ اکٹھے دے دیئے  
تو صحیح ہے کیونکہ فقیر کو ہبہ بھی صدقہ ہوتا ہے اور صدقہ  
میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہوتی ہے اور وہ واحد  
ہے اس لئے اس میں شیوع یعنی قابل تقسیم ہونا نہ  
پایا گیا، لیکن یہ صورت دو غنی حضرات کو صدقہ کرنے  
میں صحیح نہیں کیونکہ غنی کے لئے صدقہ بھی ہبہ ہوتا ہے

جبکہ ہبہ میں شیوع درست نہیں یعنی دونوں غنیوں میں سے کوئی بھی غیر منقسم کا تقسیم اور قبضہ سے قبل مالک بنے گا دت  
تنویر میں ہے :

الصدقة كالهبة لا تصح غیر مقبوضة  
صدقہ ہبہ کی طرح ہے لہذا بغیر قبضہ اور غیر منقسم کو

لے جامع الفضلین فصل ۳۴ باب الهبة  
اسلامی کتب خانہ کراچی مطبع مجتہائی دہلی

۲۱۶/۲ ۱۶۱/۲

ولا في مشاع يقسم له

تقسیم کے بغیر درست نہ ہوگا۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

فان قلت قد مر ان الصدقة لفقرين جائزۃ  
فيما يحتمل القسمة بقوله وصح تصدق عشرة  
لفقرين قلت المراد هنا من المشاع ان  
يهب بعضه لواحد فقط فحينئذ هو مشاع  
يحتمل القسمة بخلاف الفقيرين فانه لا شيوخ  
كما تقدم مبحرۃ، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

اگر تیرا اعتراض ہو کہ قبل ازیں کہا ہے کہ دو فقیروں کو تقسیم  
سے قبل قابل تقسیم چیز کا صدقہ جائز ہے۔ میں کہتا ہوں  
کہ یہاں کے معاملہ میں مشاع سے مراد یہ ہے  
کہ فقط اس کا کچھ ایک کو دیا ہو تو یہ مشاع (غیر منقسم  
جو قابل تقسیم تھا) ہوا، بخلاف فقیروں کے کیونکہ ان میں  
شیوع نہ پایا گیا، جیسا کہ پہلے گزرا، بحر، اللہ سبحانہ  
وتعالیٰ اعلم (ت)

**جواب سوال سوم و بقیہ دوم :** زید و حامد نے زمین مکان مشترک میں جو بنگلے اپنے لئے اپنے روپے سے  
بنائے وہ خاص انہیں کے ہیں دیگر شرکار کا ان میں کوئی حق نہیں، اگر باقی شرکار اب قائم رہنا نہیں چاہتے تو مکان  
زمین موروث مشترک تقسیم کریں، اگر بنگلے کی کل زمین بنگلے ہی کے حصہ میں آکر بڑی جب تو نزاع ہی قطع ہوئی اور اگر وہ  
کل زمین یا اس کا بعض کسی دوسرے شریک کے حصے میں پڑے تو یا باہمی رضامندی سے زمین والا اپنی زمین بنگلے والے  
کے ہاتھ بیع کر دے یا بنگلے والا اپنا بنگلہ کل یا بعض زمین والے کے ہاتھ۔ اور کسی طرح تراضی نہ ہو تو زمین والے کو  
اختیار ہوگا کہ بنگلہ کل یا بعض جس قدر اس کی زمین میں واقع ہوا اکھڑوادے اور اس کے سبب اگر زمین کو کچھ نقصان  
قلیل پہنچے اس کا تاوان بنگلہ والے سے لے لے اور اگر نقصان سخت کثیر پہنچے کہ زمین کو خراب و بیکار کر دے تو اسے  
اختیار ہے کہ اس قدر عمارت بنگلہ جو اس کی زمین میں ہے اپنی ملک ٹھہرا لے اگرچہ صاحب بنگلہ راضی نہ ہو اور اسے

عن قوله فقط ناظر الى بعضه لا الى واحد حتى  
لو وهب بعضه فقط للجماعة لم تجز ايضا ولو  
وهب كله لغير واحد جاز في الصدقة كما  
لا يخفى ۱۲ منہ (م)

قوله، فقط، کا تعلق لفظ "بعض" سے ہے نہ کہ "واحد" سے،  
حتی کہ بعض حصہ اگر پوری جماعت کو بھی دیا تو جائز  
نہ ہوگا اور اگر سارا متعدد کو دے دیا تو صدقہ میں جائز  
ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ۱۲ منہ (ت)

اس تعمیر کی وہ قیمت دے دے جو روز واپسی زمین ایسی عمارت کا اس حال میں نرخ ہو جبکہ اس کے گرا دینے کا حکم ہو لیا ہو اور اس کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اگر یہ عمارت گرا دی جائے تو جس قدر عہد ٹوٹ پھوٹ کر بعد گرانے کے نکلے اس کا بھادو روز واپسی کیا ہو گا اور گروانے میں کیا مزدوری جائے گی یہ مزدوری اس عہد کے بھاؤ سے گھٹ کر جو بچے وہ اس دن اس عمارت کی قیمت ہے جس کے گرانے کا حکم ہو لیا۔ درمختار کتاب القسمة میں ہے،

بنی احد الشریکین بغیر اذن الآخر (و کذا لو باذنه لنفسه لانه مستعير لخصه الآخر و للمعير الرجوع متى شاء رملی علی الاشباہ و احش) فی عقار مشترك بينهما فطلب شريكه رفع بنائه قسم العقار فان وقع البناء فی نصيب الباقي فيها ونعمت والاهدم البناء (او ارضاء بدفع قيمة طعن الهندية) وحكم الغرس كذلك بمزاوية الله مزیدا من الشامي۔

دینے والے کو یہ حق ہوتا ہے کہ وہ جب چاہے واپس لے لے اور رملی علی الاشباہ اور طحاوی میں ہندیہ سے یوں ہے، یا شریک کو قیمت دے کر راضی کر لے۔ اور پودے لگانے کا حکم بھی

یہی ہے، بزازیہ، اھ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے،

اقول وفي فتاوى قارئ الهداية دان وقع البناء في نصيب الشريك قلع وضمن ما نقصت الارض بذلك اھ وقد تقدم في كتاب الغصب متنا ان من بنى او غرس في ارض غيره اھو بالقلع وللمالك ان يضعن له قيمة بناء او غرس اھو بقلعه ان نقصت الارض به

لے درمختار کتاب القسمة

ردالمحتار



والظاهر جريان التفصيل هنا كذلك  
تأمل <sup>اه</sup> أقول وكذلك تقدم في كتاب  
العاسية متناوشرحاً حيث قال لو اعسار  
ارضاً للبناء والغرس صح وله ان يرجع  
متى شاء ويكلفه قلعهما الا اذا كانت  
فيه مضرة بالامراض فيتركها بالقيمة  
مقلوعين لئلا تلتف ارضه <sup>اه</sup> و  
هذا اعنى بناء احد الشريكين  
لا يخلو عن احدهما اذ لو بنى  
بغير اذن شريكه كانت غاصبا  
او به لنفسه كانت مستعيراً فلا شك  
في جريات المحكم المذكور فيهما  
هنا ثم ما ذكره قارع الهداية  
محله ما اذا كانت النقصات قليلا  
غير بالغ حد افساد الامراض والتملك  
محمول على النقصات الفاحش  
كما يفيد تعليلا الدر بقوله لئلا  
تلتف ارضه وقد نقل المحشى  
عن السائحاني عن المقدسي  
في الغصب تحت قول الدر  
من بنى او غرس في ارض  
غيره بغير اذنه امر بالقلع

ضمان لے، اور ظاہر ہے کہ یہاں وہی تفصیل ہوگی، غور کرو  
اقول (میں کہتا ہوں) اور یونہی متن اور شرح کی کتاب  
العاریۃ میں گزرا ہے جہاں فرمایا کہ اگر زمین عمارت یا  
پودے لگانے کے لئے عاریۃ دی تو جائز ہے اور اس کو  
اختیار ہوگا کہ جب چاہے واپس لے لے اور بنانے والے  
کو ہٹانے پر مجبور کرے، یا اگر عمارت گرانے اور پودے  
اکھاڑنے سے زمین کو نقصان ہو تو دونوں چیزوں کو  
ان کی اکھاڑی ہوئی صورت کی قیمت کے بدلے بحال  
رکھا جائے تاکہ مالک کی زمین تلف نہ ہو <sup>اه</sup>، اور  
شریکین میں سے ایک کا تعمیر کرنا و حال سے خالی نہیں  
کہ بغیر اجازت تعمیر کرے گا تو غاصب ہو گیا اجازت سے  
اپنی ذات کے لئے تعمیر کرے گا تو عاریۃ حاصل کرنا والا  
قرار پائے گا تو بلا شک دونوں صورتوں میں وہاں مذکور  
حکم ہی جاری ہوگا، پھر قاری الہدایہ نے جو ذکر فرمایا تو  
اس کا محل وہ صورت ہے جب اکھاڑنے میں نقصان  
کم ہو جس سے زمین میں فساد پیدا نہ ہو، اور قیمت  
دے کر مالک بننے کی صورت وہ ہے جب زمین کا نقصان  
زیادہ ہو جیسا کہ در مختار کا یہ علت بیان کرنا "تاکہ زمین  
تلف نہ ہو" سے بطور فائدہ معلوم ہو رہا ہے، اور غصب  
کے باب میں محشی نے سائحانی اس نے مقدسی سے در مختار  
کے قول "جس نے غیر کی زمین میں بغیر اجازت عمارت  
بنائی یا پودے لگائے تو اسے وہاں سے اکھاڑنے

والردو للساكن ان يضمن له قيمة بناء او شجر  
امر بقلعه اى مستحق القلع ان نقصت  
الارض بـه اى مانصه اى نقصانا فاحشا بحيث  
يفسد ها اموالونقصها قليلا فيأخذ ارضه  
ويقلع الاشجار ويضمن النقصان اى فبذا  
التوفيق يوضح الامر وتزول الادهام و  
الحبد له ولى الانعام  
کامنان لے اھ تو اس بیان سے مذکورہ عبارات میں موافقت ہو گئی، مقصود واضح ہو گیا اور او با م ختم ہو گئے اور  
بزرگی نعمت کے مالک کے لئے ہے۔ (ت)

نیز شامی میں ہے :

اى قيمة بناء او شجر امر بقلعه اقل من قيمته  
مقلوعا مقدرا اجرة القلع فان كانت قيمة  
المقلوع عشرة واجرة القلع درهم بقيت  
تسعة (ملخصاً)  
یعنی مکان یا درخت جن کو اکھاڑنے کا حق ہے ان  
اکھاڑے ہوئے کی قیمت سے اکھاڑنے کی مزدوری برابر  
منہا کر کے بقیہ قیمت دی جائے، مثلاً اگر اکھاڑے ہوئے  
کی قیمت دس درہم ہو اور مزدوری ایک درہم ہو تو  
نو درہم قیمت دے گا (ملخصاً)۔ (ت)

خیرہ میں ہے :

ان وقع بعضه في حصته وبعضه في حصة  
الأخر فما وقع في حصته فامره اليه وما وقع  
في حصة الآخر فله ان يكلفه قلعه  
اگر مکان کا کچھ حصہ اپنی زمین اور کچھ حصہ دوسرے کی  
زمین میں ہو تو اپنی زمین والا حصہ اس کی صوابدید پر ہے  
اور جو حصہ دوسرے کی زمین پر واقع ہے تو دوسرے  
کو حق ہے کہ وہ اسے گرانے پر مجبور کرے (ت)

۲۰۶/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الغصب	لے در مختار
۱۲۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	لے رد المحتار
"	"	"	لے "
۱۶۱/۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب القسمة	تجہ الفتاویٰ الخیریتہ

یہ سب اس صورت میں ہے جبکہ مکان صالح تقسیم، اور شرکاء تقسیم پر راضی ہوں ورنہ اگر بقیہ شرکاء اس عمارت کو رکھنا چاہیں تو وہا دینے سے چارہ نہیں۔ خیر یہ میں ہے :

لا یخفی انہ اذا لم یکن القسمة اولہ یرضیہ  
یہ مخفی نہیں کہ جب زمین قابل تقسیم نہ ہو یا فریقین تقسیم  
پر راضی نہ ہوں تو گراے بغیر چارہ نہ ہوگا۔ واللہ

تعالیٰ اعلم (ت)

**جواب سوال چہارم :** دختریں مکان قدیم سے کہ وقت مرگ خالدہ موجود تھا ترکہ پداری پائیں گی کہ ہبہ جو خالدہ نے ہندہ کے نام کیا تھا بوجہ قبضہ نہ دینے کے موت خالدہ سے باطل ہو گیا اور ترکہ ترکہ خالدہ ہی ٹھہرے اور اس میں سے جو حصہ ہندہ نے پایا اور نیز تعمیر مزید سے کہ زمانہ ہندہ میں سب شرکاء کے لئے ہوئی جس قدر حق ہندہ بھٹا ان دونوں میں سے ترکہ مادری لیں گی اور اگر زید کے ورثہ میں بہنوں کا کوئی حاجب مثلاً بیٹا یا پوتا نہیں تو جو کچھ زید کو ترکہ پداری و ہر دو ترکہ مادری سے پہنچا اور اس کا اپنا خاص بنگلہ ان تینوں میں سے میراث برادری کی مستحق ہوں گی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

**جواب سوال پنجم :** حساب دکان لکھنا عمر و پر واجب نہ تھا اگر نہ لکھا اس پر کوئی الزام نہ ہوا،  
فی العقود الدیۃ عن البحر الرائق  
عقود وریہ میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ قیمتی تصرفات  
تصوفات القیم یجوز الاخذ علی نفس الکتابة  
ولا یجوز الاخذ علی نفس المحاسبة لان  
المحاب واجب علیہ اھ فافاد ان الکتابة  
لا تجب علیہ حتی جازلہ اخذ الاجرة  
علیہا فعلم ان الامین فی معاملۃ لا یجب علیہ  
کتابة حبابہ وان کان نفس الحساب  
واجباً علیہ۔

(ت)

بلکہ یہ قرار دہی کہ عمر و بقیہ شرکاء میں ہو کہ عمر و مال بیچے حساب لکھے اور کتنی روپیہ دستوری لے محض ناجائز و حرام ہے کما لا یخفی علی الفقیہ (جیسا کہ فقہ جانتے والے پر مخفی نہیں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

**جواب سوال ششم :** خاص ہندہ کے لئے اس کے بیوہ ہونے پر شرکیوں کا یہ دومیہ مقرر کرنا ظاہراً بنیت ثواباً بطور مواست بیوہ برادر ہے اگر ایسا ہی ہے تو ہرگز واپس نہیں ہو سکتا کہ وہ اس حال میں تصدق ہے اور تصدق میں اصلاً رجوع نہیں، درمختار میں ہے :

لا رجوع فیہا ولو علی غنی لات المقصود اس میں رجوع نہیں اگرچہ غنی پر کیا ہو کیونکہ اس سے مقصود فیہا الثواب لا العوض ہے

اور اگر وہ ان میں جو اس کا استحقاق بذریعہ ترکہ شہری ہے اسے حق میں سمجھ کر دیتے ہیں تو اگر اس کا حق اسی قدر یا اس سے زائد ہے جب بھی رجوع کے کوئی معنی نہیں اور اگر ظاہر ہو کہ حق سے زائد پہنچا تو البتہ بقدر زیادت واپس لیا جائے گا،

فی شركة العقود الدریة سئل فیما اذا كانت لكل من نرید و عمر و عقار جار فی ملكه بمفردة فتوافقا علی ان ما یحصل من ریع العقارین بینہما نصفین واستقر علی ذلك تسع سنوات ، والحال ان سریع عقار زید اکثر و زید شریک مطالبہ عمر و بالقدر الزائد الذی دفعہ لعمر و بناء علی انه واجب علیہ بسبب الشركة الزبوریة فهل یسوغ لزید ذلك (الجواب) الشركة الزبوریة غیر معتبرة فحیث كان ریع عقار زید اکثر تبین ان ما دفعہ لعمر و من ذلك بناء علی ظن انه واجب علیہ ومن دفع شیئاً لیس بواجب علیہ فله استردادہ الا اذا دفعہ علی وجه الهبة واستهلكه القابض کما فی شرح النظم الوهبانی وغیره من المعبرات علیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مطالبہ کا حق ہوتا ہے، ہاں اگر ہمہ کے طور پر دیا اور قابض نے اس کو ہلاک کر دیا ہو تو واپسی کا حق نہیں جیسا کہ

لک درمختار کتاب المہدہ فصل فی مسائل متفرقة مطبع مجتہدی دہلی ۱۶۶/۲  
لک العقود الدریة تنقیح الفتاوی الحامیة ارگ بازار قندھار افغانستان ۹۱/۱

النظم الوهبانی کی شرح وغیرہ معتبر کتب میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

**جواب سوال ہفتم:** یہ قرضہ کہ عمرو دکان کے ذمے بتاتا ہے اگر یوں ہے کہ اس نے حسب عادت تجارت کچھ مال قرضوں مول لیا اور ہنوز زمین ادا نہ کیا یا دکان میں خسارہ واقع ہونے کے سبب ادا نہ ہو سکا تو یہ قرض سب شرکار کے فتنے حصہ رسد ہوگا اور عمرو کا قول اس بارے میں قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور اگر یوں ہے کہ عمرو نے سرمایہ دکان بڑھانے کے لئے کچھ روپیہ قرض لے کر اور مال خرید تو یہ قرض خاص ذمہ عمرو ہوگا باقی کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔

**تحقیق مسئلہ:** یہ ہے کہ یہ طریقہ جو اکثر و شمار میں معمول ہوتا ہے کہ مورث مرگیا اس کے اموال دیہات دکانات یوں ہی شرکت پر بلا تقسیم رہتے ہیں اور منجملہ ورثہ بعض وارث باقیوں کے اجازت و رضامندی سے ان میں تصرف کرتے ہیں شرکت عقد نہیں شرکت ملک ہی ہے،

کما حقہ فی العقود الدریۃ، وقال فی رد المحتار  
ہی شرکتہ ملک کما حردتہ فی تنقیح الحامدیۃ  
ثم رأیت التصویح بہ بعینہ فی فتاویٰ الحانوتی۔  
جیسا کہ عقود الدریۃ میں اس کی تحقیق کی ہے اور رد المحتار  
میں فرمایا یہ شرکت ملک ہے جیسا کہ میں نے تنقیح الحامدیہ  
میں اس کو واضح کیا ہے اور پھر میں نے فتاویٰ حانوتی  
میں اس کی تصریح کی ہے (ت)

اور شرکت ملک میں ہر شریک دوسرے کے حق سے اجنبی ہوتا ہے،

کما صرحوا بہ قاطبۃ، وفي الدار المختار کل من  
شکاء الملک اجنبی فی مال صاحبه لعدم  
تخصه بالوکالۃ۔  
جیسا کہ اس کا جواب مکمل طور پر گزرا، اور رد مختار میں ہے  
کہ شرکت ملک کے تمام فریق دوسرے کے مال سے  
اجنبی ہوتے ہیں کیونکہ یہ شرکت وکالت کو متضمن نہیں  
ہوتی۔ (ت)

مگر یہاں کہ تصرف باجائز و رضائے باقی شرکاء ہے یہ تصرف کرنے والا اپنے حصہ میں اصل اور باقیوں کی طرف سے وکیل ہوتا ہے،

قال فی رد المحتار لیس فیہ کثیرا فی الفلاحین  
ونحوہم ان احدهم یموت  
فتقوم اولادہ علی ترکته بلا قسمة  
رد المحتار میں فرمایا کاشتکار لوگوں میں جیسے یہ معاملہ  
عام ہے کہ جب ان شرکار میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے  
تو اس کی اولاد تقسیم کے بغیر ہی اپنے والد کے ترکہ



پر قائم مقام بن جاتی ہے اور کھیتی باڑی اور خرید و فروخت اور لین دین جیسے امور سرانجام دیتی رہتی ہے اور کبھی ان میں بڑا وہ خود ہی ضروری امور کا متولی بن جاتا ہے اور چھوٹے اس کے کہنے پر عمل کرتے رہتے ہیں جبکہ یہ تمام کارروائی بطور اجازت اور تفویض ہوتی ہے الہ، تو اس میں وکالت کے معنی پائے جانے میں شک نہیں ہے (ت)

خصوصاً صورتِ مستفسرہ میں تو صراحتاً بقیہ شرکار کی طرف سے عمر کو تفویض دکان و اجازت اعمال تجارت ہوتی یہی منہ وکالت ہیں اور اس میں یہ شرط قرار پانا کہ جو مال بکے عمروا کئی روپیہ دستوری لے اگرچہ شرط فاسد ہے کہ شریک کے مالِ مشترک میں تصرف کرنے کے لئے اجیر کرنا اصلاً جائز نہیں،

اس پر ہمارے ائمہ کرام کا اجماع ہے بخلاف امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم، پھر یہ بحث کہ کیا وہ باطل ہے یا فاسد ہے، تو میں نے اس کو ردالمحتار پر اپنے حاشیہ میں ذکر کیا ہے، درمختار میں فرمایا کہ اگر ایک شریک مشترک سامان کو اٹھانے کے لئے اجیر بنا تو اس کو اجرت نہ ملے گی کیونکہ جو کچھ اس نے اٹھایا اس میں شریک کے ساتھ اس کا اپنا حصہ بھی تھا لہذا اس اشتراک کی بنا پر وہ اجرت کا مستحق نہ ہوا اور امام اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا کہ امام کرخی نے کہا کہ امام محمد نے منسرایا کہ شریکین میں سے اگر ایک مشترک چیز کے کسی عمل میں اجیر بنا تو یہ جائز نہیں، اگر اس نے ایسا کیا تو کوئی اجرت نہ پائے گا، اور ایسی مشترک چیز جو عمل نہ بنے اس کو اگر شریک اجرت پر لیتا ہے تو جائز ہے اور شمس الائمۃ بیہقی

ويعملون فيها من حث و زراعة و بيع و شراء  
و استدانة و نحو ذلك و تامة يكون كبيرهم  
هو الذي يتولى مهماتهم و يعملون عنده بامره  
و كل ذلك على وجه الاطلاق و التفويض الی فلا شك  
فی تحقق معنى التوكيل -

و هذا باجماع من ائمتنا خلا للامام الشافعی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثم هل هو باطل ام فاسد  
ذكرناه فيما علقناه على رد المحتار قال فی  
الدر المختار لو استأجره لحمل طعام مشترك بينهما فلا  
اجر له لا یعمل شیئاً للشریک الا و یقع بعضه لنفسه  
فلا یتحق الاجر و قال الامام  
الاتقاف فی غایۃ البیان  
قال انکرخ قال محمد و كل  
شیء استأجر احدهما من  
صاحبه مما یكون عملاً فانه  
لا یجوز ان عمله فلا اجر له و  
كل شیء لیس یكون عملاً استأجره احدهما  
من صاحبه فهو جائز و قال شمس الائمۃ البیہقی

فی الکفایۃ والاصل ان فی کل موضع لایستحق  
الاجر الا بايقاع عمل فی العین المشترک  
لایجوز لانه لایکن کما فی نقل الطعام المشترک  
بنفسه او واجبتہ او غلامہ وکل ما یتحق  
بدون ايقاع عمل فی المشترک یجوز فانه  
تجب الاجرة بوضع العین فی الدار  
والسفینۃ والرحی لا بايقاع عمل الله۔  
نے کفایہ میں فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ ایسا مقام جہاں  
صرف عمل کرنے پر ہی اجرت کا مستحق بنے تو وہاں کسی  
شریک کا اجیر بننا جائز نہیں کیونکہ مشترکہ چیز میں یہ ممکن  
نہیں جیسا کہ مشترکہ طعام کو خود شریک یا اس کا قریبی یا  
اس کا غلام منتقل کرنے کا اجیر بنے تو ناجائز ہے، اور  
ایسا مقام جہاں مشترکہ چیز میں بغیر عمل اجرت کا مستحق  
بنے وہاں جائز ہے کیونکہ عین چیز کو گھر میں یا کشتی یا چکی  
کے مکان میں کرایہ پر رکھ چھوڑنے پر اجرت واجب ہوتی ہے عمل پر واجب نہیں ہوتی۔ (ت)

مگر وکالت شرط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتی، برازیہ میں ہے،  
الوکالۃ لا تبطل بالشروط الفاسدة ای شرط  
کان یسے  
وکالت فاسد شرطوں سے فاسد نہیں ہوتی جو بھی  
شرط ہو۔ (ت)

در مختار میں ہے،

ما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسد  
الوکالۃ یسے  
جو چیز صحیح قرار پائے اور فاسد شرطوں سے فاسد نہ ہو  
وہ وکالت ہے (ت)

تو وہ شرط ہی فاسد و باطل قرار پائی اور وکالت عروصیح و تام رہی، عالمگیر یہ میں ہے،  
لو قال اشترجاریۃ بالف درهم لك على شرائك  
درهم فیمضی بصدور وکیلہ ویکون للوکیل  
اجر مثله ولا یزاد علی درهم۔  
اگر کہا کہ ہزار درہم سے لونڈی خرید لاؤ اور غریباری پر  
تجھے ایک درہم دوں گا تو ایسی صورت میں وہ شخص وکیل  
قرار پائے گا اور وکیل عمل پر اجرت مثل کا مستحق ہوگا  
جو ایک درہم سے نائد نہ ہوگی (ت)

اور وکیل بالشرہ قرضوں خرید سکتا ہے،

كما نصوا علیه فی غیر ما مسئلة، و  
لے غایۃ البیان للاتقانی

لے الفتاویٰ البرازیۃ علی ہامش الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوکالۃ الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴۶۱/۵  
لے در مختار کتاب البیوع باب المستقرقات مطبع مجتبائی دہلی ۵۴۷/۲  
لے الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوکالۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵۶۶/۲

في الخاتمة الوكيل بالشراء اذا اشترى  
بالنسيئة فمات الوكيل حل عليه الشمن  
ويبقى الاجل في حق الموكل  
فرمائی ہے، اور غائیہ میں ہے کہ خریداری کے وکیل نے  
اگر ادھار خرید کی ہو تو وکیل کے فوت ہونے کی صورت  
میں موکل پر رقم کی ادائیگی آئے گی اور مدت ادھار  
اس کے حق میں منقل ہو جائے گی۔ (ت)

بلکہ وکیل تجارت کو موافق معمول تجارتی قرضوں سے بچنے کا بھی اختیار  
في الدر المختار صرح بالنسيئة ان التوكيل بالبيع  
للتجارة وان كان للحاجة لا يجوز  
مگر وکیل کو روپیہ قرض لینے کا اختیار نہیں، نہ قرض لینے پر توکیل روا، اگر لے گا خود وکیل ہی پر قرض ہوگا،  
في جامع الفصولين التوكيل بالاقتراض جائز  
لا بالاستقراض كذا في الخ  
اور مختار میں ہے اگر تجارت کے طور پر ادھار فروخت ہے  
تو جائز ہے اگر اپنی حاجت کی وجہ سے ادھار کیا تو ناجائز ہے۔ (ت)  
جامع الفصولین میں ہے قرض دینے کے لئے وکیل  
بنانا جائز ہے اور قرض حاصل کرنے کے لئے وکیل  
بنانا جائز نہیں الخ (ت)

وفي رد المحتار قالوا انما يصح التوكيل  
بالاستقراض لانه توكيل بالتكديف وهو  
لا يصح الخ  
اور رد المحتار میں ہے کہ فقہاء کرام نے فرمایا: قرض  
دینے کے لئے وکیل بنانا صحیح نہیں کیونکہ یہ حاجتمندی پر  
توکیل ہے جو صحیح نہیں ہے الخ (ت)

ہاں اگر صورت یہ ہوئی کہ بقیہ شرکا، عمرو سے کہتے ہم سب شریکوں کے لئے اتنا روپیہ قرض لے کر سہائے تجارت بڑھاؤ،  
اور عمرو قرض دینے والے سے کہتا کہ ہم شرکا کو قرض دے تو البتہ وہ قرض سب پر ہوتا اور اگر کہتا کہ مجھے ہم سب  
شرکا کے لئے قرض دے تو اب بھی خاص عمرو ہی پر ہوتا،

الرسالة بالاستقراض تجوز ولو اخرج وكيل  
الاستقراض كلامه مخرج الرسالة  
يقع القرض للأمر ولو خرج الولاية  
قرض لینے کے لئے قاصد بنانا جائز ہے اور اگر قرض  
لینے کے لئے بنائے وکیل نے قاصد ہونے کا اظہار  
کرتے ہوئے قرض لیا تو یہ قرض وکیل بنانے پر ہوگا

۵۷/۲	نو کشور کمنو	کتاب الوکالۃ	لے فتاویٰ قاضی خاں
۱۰۷/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	باب الوکالۃ بالبیع والشراء	لے در مختار
۷۷/۲	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل الثلاثون فی التصرفات الفاسدۃ الخ	لے جامع الفصولین
۳۵۳/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	فصل فی الشریکۃ الفاسدۃ	لے رد المحتار

بان اضافة الى نفسه يقيم للوكيل لله - والله  
 سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده  
 اتم واحكم -

اور اگر وکیل نے وکالت کا اظہار کرتے ہوئے کہ قرض لیا  
 کہ اپنی طرف منسوب کیا تو قرض وکیل کے ذمہ آئے گا  
 واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجده اتم واحکم (ت)

Source: www.KitaboSunnat.com

## کتاب الوقف

### (احکام وقف کا بیان)

مسئلہ از مقام کول مانک چوک مسئلہ زوجہ الرشیدہ خاں ۲۲ شعبان ۱۳۲۲ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک سببی تائید کو کچھ جائیداد پاک بعوض دین مہر کے ملی ہے یہ اس کے  
 تین وقف کیا چاہتی ہے، اور متولی خود اپنی حیات میں آپ بھولا چاہتی ہے اور بعد کو دوسرے کو کیا چاہتی ہے، آیا  
 یہ وقف کر سکتی ہے یا نہیں؟ مگر اس جائیداد میں ایک قید رہ لگی ہے کہ حین حیات اس نے پائی ہے بعد کو جس سے  
 ملی ہے اسی پر خود کرے گی تو اس صورت سے وقف دوامی کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور دوامی نہ کر سکے تو حین حیات اپنی  
 وقف کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور حین حیات وقف کر کے کسی دوسرے کو متولی کر سکتی ہے یا نہیں؟ بَيِّنُوا  
 تَوَجَّهُوا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت۔)

### الجواب

جائیداد مہر میں دینا بہد بالعوض ہے اور بہد بالعوض ابتداءً و انتہاءً ہر طرح بیع ہے، اور بعد وفات شرط  
 والی شرط فاسد ہے، اور بیع شرط فاسد سے فاسد و حرام ہو جاتی ہے، اُس کا فسخ کرنا بائع و مشتری دونوں پر  
 فرض ہوتا ہے، اور ان میں کسی کے مرنے سے یہ حکم فسخ ناکل نہیں ہوتا، اگر نہ فسخ کریں تو گنہگار رہتے ہیں اور عقد  
 فاسد سے جو جائیداد خریدی جائے مشتری اگرچہ بعد قبضہ اُس کا مالک ہو جاتا ہے مگر وہ ملک خبیث ہوتی ہے اس کا  
 ازالہ واجب ہوتا ہے، علماء کو اختلاف ہے کہ اسی حالت پر اگر مشتری اُسے وقف کر دے تو وقف صحیح و لازم  
 ہو جائے گا صرف واقف کے ذمہ اس عقد فاسد کو فسخ نہ کرنے کا گناہ رہے گا جو بے توبہ نہ جائے گا یا وقف ہی مسلم  
 نہ ہو گا بلکہ توڑ دیا جائے گا اور وہ بخشی بائع یا اس کے ورثہ کو واپس دی جائے گی جب تک واقف نے اس میں ترمیم وغیرہ



زیادت سے حق فسخ کو زائل نہ کر دیا ہو۔ درمختار و ردالمختار و منہج الفقار وغیرہ میں قول اول اختیار کیا اور اصح اور ظاہر الروایت قول ثانی ہے،

کما حققنا كل ذلك فيما علقنا على رد المختار من اول  
جیسا کہ ردالمختار کی کتاب الوقف کے ابتداء میں حاشیہ  
پر ہم نے اس کی تحقیق کی ہے، لہذا اسے دیکھا جائے  
کیونکہ ضروری بحث ہے (ت)

بہر حال اس وقف میں عورت کے لئے خیر نہیں بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ عقد یعنی معاوضہ مہر میں جائیداد کا لینا فسخ کرے  
اور از سر نو وارثان شوہر سے مہر کا مطالبہ کرے اگر ادا کر دیں فہما ورنہ اس جائیداد سے وصول کرے، اور اگر سمجھے کہ یوں  
نہ ملے گا اور مقدار مہر قیمت جائیداد سے زائد یا مساوی ہوں تو مذہب مفتی بہ بطور خود اس جائیداد کو اپنے مہر میں لے لے  
وہی مسئلۃ الظف بختلاف جنس الحق و  
قد حققها في رد المختار وانت الفتوى  
الآن على جواز الاخذ۔  
یوں مالک ہو کر وقف تمام ابدی کرے وقف کسی وقت خاص تک مقید نہیں ہو سکتا لان من شرطہ  
التابید (کیونکہ اس کی شرائط میں سے دائمی قرار دینا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ماہرہ مطہرہ مرسلہ حضور میاں صاحب قبلہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۲۳ھ  
زید اپنی جائیداد مقبوضہ مملوکہ کو وقف کیا چاہتا ہے مگر جائیداد پر قرضہ ہے تو بغیر ادائے قرضہ وقف ہو سکتی ہے  
یا نہیں، اور اگر وقف میں یہ قید لگا دیں کہ وقف بالفعل صحیح ہو جائے اور نفاذ اس کا بعد ادائے قرض کے سمجھا جائے  
تو صحیح ہو جائے گا یا بعد ادائے قرضہ ہی صحیح ہوگا؟

### الجواب

عرف عوام میں جائیداد پر قرضہ کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ جائیداد رہن ہو مرتہن کے قبضہ میں دے دی گئی ہو،  
دوسرے جسے وہ مکنول و مستغرق کہتے ہیں کہ جائیداد قبضہ مالک ہی میں رہے مگر وہ دائن کو لکھ دے کہ یہ تیرے دین  
میں مکنول ہے تا ادا دے دین کہیں بیع ہبہ وغیرہ انتقالات نہ کئے جائیں گے، یہ صورت ثانیہ تو شرعاً محض باطل و  
بے اثر ہے کہ مال کو کسی کے حق میں اس کے استیفا کے لئے مجبوس کر دینا رہن ہے اور رہن بے قبضہ تمام نہیں  
ہو سکتا، قال اللہ تعالیٰ، فَرَهْنٌ مَقْبُوضَةٌ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو کوئی قبضہ میں دیا ہوا۔ ت) اگر

یہی صورت ہے جب تو وقف بلاشبہ صحیح و تام نافذ ہے اگرچہ قرضہ ادا نہ کرے نہ آئندہ ادا کرے قرض کے لئے اس کے پاس کچھ مال نہ ہو اگرچہ اس نے وقف میں یہ نیت بھی رکھی ہو کہ اس کا دین مارا جائے اگرچہ وہ اس نیت فاسد سے سخت گنہگار ہو گا مگر وقف میں کچھ خلل نہیں کہ جب وہ جائداد دین نہیں تو قرض اس کی ذات پر ہے نہ کہ جائداد پر۔ جائداد میں اس کے تصرفات مانع مانع نافذ ہیں اور اگر صورت اولیٰ ہے یعنی جائداد قبضہ مرہون میں سپرد کر دی تو اب دو صورتیں ہیں اگر اس کے پاس اور مال قابل ادا سے قرض موجود ہے تو اب بھی وقف قبل ادا سے قرض صحیح و تام نافذ ہے حاکم اس پر جبر کرے گا کہ اپنے دوسرے مال سے قرض ادا کرے مگر وقف کو ہاتھ نہیں لگا سکتا اور اگر مال نہیں تو اس صورت میں البتہ وہ وقف برقرار نہ رہے گا حاکم اسے باطل کر کے جائداد قرض میں بیع کر دے گا، یونہی اگر مدیون نہ ہو کر مر جائے تو انھیں دونوں صورتوں پر لحاظ ہو گا اور جائداد موجود ہے تو اس سے ادا سے قرض کریں گے اور وقف صحیح رہے گا ورنہ توڑ دیا جائے گا۔ رد المحتار میں ہے :

فی الاستعاف وغیرہ لو وقف المرہون بعد تسلیمہ صحیح واجبہ العاقضی علی دفع ما علیہ ان کانت موسرا وان کان معسرا یبطل الوقف و یأخذ فیما علیہ اھ و کذا الو مات فان عن وفاء عا د الی الجھتہ و الا بیع و یبطل الوقف کما فی الفتح بخلاف وقف مدیون صحیح فائے یصح و لو قصد بہ المعاطلة لانه صادف ملکہ کما فی انفع الوسائل عن الذخیرۃ قال فی الفتح و هو لا یرمزل ینقضہ اس باب الدیون اھ ملخصاً ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

شخص کا وقف کردہ ہر صورت صحیح ہے بشرطیکہ وہ تندرست ہو اگرچہ وہ ادائیگی میں تاخیر کے لئے ایسا کرے کیونکہ یہ کاروائی اس کی اپنی ملکیت میں ہوئی ہے جیسا کہ الفیوض السائل میں ذخیرہ سے منقول ہے، فتح القدیر میں کہا ہے کہ مقروض کا یہ وقف لازم ہو گا قرض خواہ حضرات اس کو باطل نہیں کر سکیں گے اھ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد محلہ چھپور مدرسہ حافظ یار محمد صاحب ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۲۳ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک زمانہ گزرا کہ زید نے ایک عالیشان  
 پختہ مسجد چوک کے بیچ میں تیار کرائی اور گرد اس کے چو طرف دکانیں بنوائیں اور دکانوں کے محاصل کو ہمیشہ اپنے ذاتی  
 تصرف میں رکھا، بعد انتقال زید کے یہ دکانیں بھی مثل اور جائداد کے ارثا اس کے اولاد کو ملیں اور ایک مدت تک  
 یہ سلسلہ قبضہ کا اُس کے خاندان میں جاری رہا یعنی دکانوں کی آمدنی اور کرایہ سے خاندان زید کی اوقات بسر  
 ہوتی رہی اور مسجد کے متعلق وہ آمدنی نہ تھی بعد ایک مدت وراثت کے اُن دکانوں کا وارث یعنی خالد نے بسبب افسوس کے  
 اُن دکانوں کو طر و حجر کے ہاتھ فروخت کر ڈالا اب عمر و بکر چاہتے ہیں کہ ان دکانوں کو واسطے اجرائے مدرسہ اسلامی  
 کے مسلمانوں کے نام وقف کر دیں کہ دینی مدرسہ جاری ہو اور مسجد کی تربیت و قضا و قضا ہوتی رہی، دریافت طلب یہ امر ہے  
 کہ وقف جائز ہے یا نہیں؟ بیتنا تو جسد ۱۔

### الجواب

جبکہ صورت واقعہ یہ ہے اور اُن دکانوں کا وقف مسجد ہونا ثابت نہیں بلکہ ملک (میراث زید ہونا ثابت ہے  
 تو عمر و بکر کہ وارث شرعی سے بروہ شرعی مشتری ہوئے اگر وہ مسجد و مدرسہ دینیہ اسلام کے نام انھیں وقف  
 کریں گے جس میں تعلیم دین متین مطابق مذہب اہل سنت و جماعت ہو اور اُس کے مدرسین و اراکین و مابسیہ یا  
 روافض یا غیر مقلدہ نچری وغیرہم ضالین نہ ہوں) تو اُن کے لئے اجر عظیم و صدقہ جاریہ ہے سالہا سال گزر گئے ہوں قبر  
 میں اُن کی ہڈیاں بھی نہ رہی ہوں اُن کو بعونہ تعالیٰ تابعائے مسجد و مدرسہ و جائداد برائے ثواب پہنچتا رہے گا، رسول اللہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلث  
 صدقة جاریہ او علم ینتفع بہ او ولد صالح  
 یدعولہ۔ رواہ مسلم فی صحیحہ و البخاری  
 فی الادب المفرد و ابوداؤد و الترمذی و  
 النسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و  
 فی الباب احادیث کثیرۃ مشہورۃ۔ واللہ تعالیٰ  
 اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

جب انسان فوت ہو جائے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے  
 ہیں مگر تین وجہ سے جاری رہتے ہیں: صدقہ جاریہ یا  
 نافع علم یا صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرے اس کو  
 مسلم نے اپنی صحیح میں اور بخاری نے ادب مفرد میں، اور  
 ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اس باب میں کثیر احادیث مشہورہ  
 ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم (ت)

مسئلہ ۱۴ مستولہ احمد حسن طالب علم ہنگالی بروز دوشنبہ ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے برائے منفعت عوام ایک تالاب بنوایا اور اسے وقف کر دیا اور اس کے زمانہ حیات میں لوگ عام طور سے تاریخ معینہ پر شکار کرتے اور ہمیشہ غسل وغیرہ کرتے جیسا کہ تمام تالابوں سے نفع حاصل کیا کرتے ہیں بعد اُس کی موت کے بھی عرصہ تک یہی طریقہ جاری رہا پھر ایک مدت کے بعد ایک غیر شخص نے جو اس کے خاندان سے بھی نہیں ہے اپنے زمیندار کے بندوبست میں اپنی جانب منسوب کر لیا اب اس نے اپنے واسطے اس تالاب کو مخصوص کر لیا اب دوسرا شخص کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا تو اس بار میں کیا حکم ہے، آیا اس کا قبضہ صحیح ہے یا نہیں اور کیا ہونا چاہئے؟

### الجواب

اگر حالت یہ ہے جو سوال میں مذکور ہوئی تو اس کا قبضہ باطل ہے، شکار کرنا کوئی قربت نہیں نہ تفریح کا نہانا، تو اس تالاب کے وقف ہونے میں کلام ہے بخلاف حوض مساجد کہ وضو کے لئے وقف ہے، ظاہراً وہ وارثان بانی کی ملک ہے جیسا وہ ہونا چاہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵ مستولہ حاجی سیّد محمد اعظم صاحب از راندر متصل سورت مہتمم مدرسہ بر بادلی ۱۶ شعبان ۱۳۳۴ھ

جناب مولانا صاحب! آپ نے جو جواب روانہ فرمایا بندہ کو بتاریخ ۲۵ مئی بروز جمعرات کو ملا بہت خوب ہے، مگر دریافت طلب یہ ہے کہ مسجد کی آمد سے جو ملکیت خرید کی گئی ہو وہ بھی در وقف گئی یا نہ کہ نہیں اور جب وہ وقف گئی جائے اس کے بیع کرنے کو حاکم کی منظوری کی ضرورت ہے کہ نہیں کیونکہ جو خریدنے والا ہو وہ کیا جانتا ہے کہ یہ وقف شدہ ملکیت کی آمد سے خرید کر کے وقف کی ہوئی ہے لہذا جو حاکم کی منظوری ہو تو کسی طرح کا خوف نہ رہے نہ خریدنے والے کو نہ بیچنے والے کو، اور نہ غبن و تلف کا کوئی اندیشہ باقی رہے اور بعد میں کوئی مہتمم کو کسی طرح کا کوئی الزام نہ دے سکے اور نہ کوئی رائے لے تو بالکل خراب ہوتا ہے وہ تو مسجد کے روپوں سے مدرسہ کھولنا جواز بنتا ہے ہیں اور دبانے کے خیال سے ان کو یعنی اہل وول کے رائے بموجب فتویٰ دیتے ہیں۔

### الجواب الموقوف

موتی نے زر وقف سے جو زمین یا جائیداد وقف کے لئے خریدی وہ وقف نہیں ہو جاتی اس کی بیع جائز ہے کتابوں میں جزئیہ کی تصریح ہے ہاں بیع کے لئے ایسا ذریعہ اطمینان ضرور ہے جس میں کسی کے تغلب کا احتمال نہ رہے قاضی شرع تو یہاں کوئی نہیں اہل محلہ و عالم دیندار و مسلمانان متدین کی دینداری سے یہ کام ہو، درمختار میں ہے،

اشتری المستولی بسمال الوقف دار الوقف      متولی نے وقف مال سے کوئی مکان وقف طور پر خرید  
لا تلحق بالمنازل الموقوفة و      تو یہ مکان وقف شدہ جائیداد شمار نہ ہوگا اصح قول میں



يجوز بيعها في الاصلح - والله تعالى اعلم - اس کو فروخت کرنا جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

**مسئلہ** بحضور عظیم البرکت المحضرت مدظلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آج غریب اللہ صاحب تشریف لائے ہیں فرماتے ہیں کہ مسماۃ سخی طوائف جس کی عمر اس وقت تھیں ۵۰ برس کی ہے ۱۶ برس ہوئے میاں ناصر صاحب کی مرید ہو کر تائب ہوئی، کرایہ دکانات سے گزر کرتی ہے، ہمیشہ اس کی یہ ہے کہ جائداد تیس چالیس روپیہ ماہانہ کے وقف کرنا چاہتی ہے اور حج کو جانا چاہتی ہے، جس جائداد کا تاحیات خود اور بعد کو مدرسہ مالک ہے اس میں حضور کیا فرماتے ہیں؟ کترین قادر علی محرم مدرسہ ۴ جمادی الآخر ۱۳۸۸ھ

### الجواب

وہ جائداد اگر اس کی اس حرام کمائی کی ہے تو اس کا طریقہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی محتاج پر تصدق کرے اور وہ محتاج بعد قبضہ اپنی طرف سے یوں وقف کرے کہ تاحیات سخی اس سے مستفید ہو اس کے بعد مدرسہ اور اس کے لئے دفع اعتراض مخالفین کے واسطے ضرور ہے کہ پہلے وہ ایک ہبہ نامہ اس محتاج کے نام تصدیق کر لے جس کا یہ مضمون ہو کہ یہ جائداد وجہ حرام سے ہے اور اب میں نے توبہ کی ہے اور شرعاً مظهر اس کے تصدق کا حکم فرماتی ہے لہذا میں نے فلاں کو بطور تصدق اس کا مالک مستقل کیا اور پورا قبضہ اسے دے دیا اس کے بعد وہ محتاج وقف نامہ تصدیق کر لے کہ از انجا کہ مسماۃ فلاں نے امثال حکم شرع کے لئے یہ جائداد بطور تصدق میری ملک کر دی اور میں نے قبضہ کر لیا اور اب یہ مال شرعاً طیب ہو گیا، میں چاہتا ہوں کہ اسے کار خیر میں صرف کر کے ثواب حاصل کروں اور مسماۃ کو بھی فائدہ پہنچاؤں لہذا میں نے اسے تاحیات مسماۃ اس پر اور اس کے بعد مسجد مدرسہ پر وقف صحیح شرعی کی، باقی عبارتیں کاغذ میں حسب دستور ہوں۔

**مسئلہ** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ۲۹ جنوری ۱۹۱۷ء کو اپنی کل جائداد جس پر بار کفالت بھی تھا باظهار بار کفالت وقف عند اللہ کی اور وقف نامہ تحریر کر کے اس میں متولی اپنی زوجہ کو لکھایا بعد ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء کو ایک تتمہ متعلق وقف نامہ مذکور بنیال اس کے کہ زمینداری جو وقف نامہ میں وقف تھی اس کی نمذاری کے لئے خواستگار دو سرا شریک ہو کیونکہ عورت، بموجب قانون انگریزی بمقابلہ مرد کے نمذار نہیں ہو سکتی ہے تتمہ مذکور لکھا اور اس میں عبارت حسب ذیل درج کی:

چونکہ میں نے بذریعہ دستاویز وقف نامہ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۱۷ء کو اس کل جائداد منقولہ وغیرہ منقولہ دس بارہ روپیہ کو وقف کر کے تکمیل دستاویز مذکور کے بذریعہ تحریر و رجسٹری کے کرادی ہے اس دستاویز میں سہ گول



کے کسی سبب یہ بات لکھنے سے باقی رہ گئی ہے کہ تمام جائیداد مندرجہ وقت نامہ متذکرہ بالا کی بابت میں شرائط کی پابندی اُس میں درج ہے اُس کا عمل درآمد اور پابندی شرائط میرے مرنے کے بعد عمل پذیر ہوگی جب تک میں مقرر بقید حیات زندہ ہوں اس وقت تک میں مقرر مالکانہ قابض اور متصرف رہوں گا مع تتمہ دستاویز وقت نامہ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۱۴ء کی بابت لکھ دیا کہ سند ہو، بعد ۱۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو ایک تتمہ دوسرا اور لکھا اور اس میں حسب ذیل عبارت تحریر کی کہ تتمہ دستاویز مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۴ء جو بابت دستاویز مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۱۴ء کے لکھا یا تھا اُس تتمہ دستاویز کے سطر ج کے آخر میں لفظ مقرر کے بعد بوجہ سہولت بکے عبارت ذیل تحریر ہونے سے رہ گئی ہے وہ عبارت ذیل مذکور تتمہ مذکور یعنی دستاویز تتمہ مذکور مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۴ء مذکور کا جزو و متصور ہو کر پڑھی جاوے:

”واقف منظم بشرائط مندرجہ وقت نامہ بحیثیت متولی ۲۹ جنوری ۱۹۱۴ء“

لہذا یہ تتمہ بطور دستاویز تتمہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۴ء متصور ہو، اس کے بعد سپر واقف نے کل جائیداد واقف پر ۱۹۱۹ء میں قبضہ متولی سابق کو دے دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ وقت نامہ جائز ہے یا نہیں اور وقت اگر جائز ہے تو وہ ۱۹۱۹ء کے تتمہ سے مانا جائے گا یا ۱۹۱۴ء کے وقت نامہ سے اور تمول سے تو کوئی اثر وقت پر نہیں پڑتا۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ درمیانی امور کے بابت واقف بحیثیت متولی مانا جائے گا یا مالک کی حیثیت اس کی ہوگی۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وقت کرے اور متولی کو قبضہ نہ دے اور خود ہی واقف اپنا قبضہ رکھے تو اس حالت میں کیا وقف ناجائز ہے یا جائز؟

### الجواب

وقف صحیح ہو گیا اور پہلا تتمہ جس کا حاصل یہ ہے کہ وقف کا عملہ درآمد اُس کے مرنے کے بعد ہوگی زندگی بھر وہ مالکانہ قابض رہے مرد و سہے وقف صحیح ہو جانے کے بعد اس میں کسی تبدیلی کا اصلاً اختیار نہیں اور دوسرا تتمہ جس کا حاصل یہ ہے کہ وقف نامہ میں جسے متولی کیا تھا اس کی جگہ خود متولی رہنا چاہتا ہے یہ اس کے اختیار کی بات ہے اُسے معزول کر کے آپ متولی ہو سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

للاوقف عزل الناظر مطلقاً بغير يفسى لے مطلقاً واقف کو یہ جائز ہے کہ وہ نگران کو معزول کر دے

اسی پر فتویٰ ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای سواد کان بجنحة ادلا و سواد کان یعنی نگران کا جرم ہو یا نہ ہو اور معزولی کی شرط

شرط لہ العزل اولاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہو یا نہ ہو برابر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۱۸ مقام چندوی ضلع مراد آباد محلہ سنبل دروازہ مسئلہ عبداللہ لوہار

کہ میفرمایند علمائے دین دریں مسئلہ، زید نے ایک منزل دکان واقع چندوی پرگنہ بلاری میں ۱۹۰۴ء میں فی سبیل اللہ وقف کی، اور یہ وقف نامہ رجسٹری شدہ تحریر کر دیا ہے۔ اس کے دو ماہ بعد ایک وصیت نامہ زید نے اور تحریر کر دیا کہ میرا ارادہ بیت اللہ شریف جانے کا ہے اگر میں زندہ واپس آ گیا تو میں مالک ہوں اور بعد انتقال میرے کے میری عورت مسماۃ عدیا اور میرا پوتا علی حسین مالک ہے۔ زید کا انتقال بیت اللہ شریف جاتے وقت راستہ میں ہو گیا اور اس کے بعد پوتا علی حسین بھی مر گیا تو اس کی بیوی عدی باقی رہی اس نے یہ جائیداد کفالت کر دی، کفالت کے ایک سال بعد عدی عورت کا بھی انتقال ہو گیا تو اس کے پوتے علی حسین کے والد امر نے یہ جائیداد بیع کر دی اور اس کا روپیہ اسی نے صرف کر لیا، اور چودھری محلہ ہے انھوں نے بیع نامہ پر دستخط کر دئے اور اس کے بعد خریدار نے اس کو تعمیر کر لیا، خریدار کو وقت بیع اور وقت تعمیر کے یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ جائیداد فی سبیل اللہ وقف ہے، اہل محلہ کو جب معلوم ہوا کہ اس میں کا ایک شخص جس کی وقف نامہ پر گواہی نہیں ملا اور اسی نے کہا کہ تو کوشش کر کے عدالت سے اس کی نقول حاصل کرینگے تو معلوم ہو گا اور مالک خریدار کا یہ بیان ہے کہ میرا روپیہ بیع و تعمیر کا دلوا یا جائے تو میں قبضہ چھوڑ دوں گا، اور اب امر جس نے فروخت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں مالک تھا فروخت کر دیا۔ اب ہماری شریعت مطہرہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

### الجواب

جب وہ دکان وقف ہو چکی تھی تو اس کی نسبت زید کو وصیت کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا، نہ عورت کو موقوف کرنے کا، نہ عرو کو اس کے بیچنے کا، یہ سب باطل محض۔ مشتری پر فرض ہے کہ اُسے فوراً چھوڑ دے اپنا روپیہ عرو سے لے لے، روپے نہ ملنے تک قبضہ رکھنے کا مشتری کو کوئی اختیار نہیں، ایک منٹ کے لئے قابض رہنا اس پر حرام ہے اس نے جہید کر لی ہے تو اسے اکھیڑ لے، اور اگر مسلمان اسے علی کی قیمت ادا کرے، عملہ وقف کے لئے کر لیں تو بہتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹ از بریکی موضع بلیا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص موضع بلیا میں امام باڑے کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ میرا مکان ہے، اور اس میں بیل باندھنے لگا، اور زمیندار خود کہتے ہیں کہ تم لوگ اپنا

تو ہار کرو، لیکن ان لوگوں نے زمیندار کو ۷۵ روپیہ دے کر اس کو اپنے بس میں کر لیا اور وہ کہتے ہیں کہ ہم دینداری کے شریک نہیں۔ ان کا کیا انتظام کیا جائے؟

### الجواب

امام بارہ وقف نہیں ہو سکتا وہ جس نے بنایا اُسی کی ملک ہے اُسے اختیار ہے اُس میں جو چاہے کرے وہ نہ رہا تو اُس کے وارثوں کی ملک ہے انہیں اختیار ہے، اور تعزیر داری کو اگر کسی نے دینداری کہا اور اس نے اس کی شرکت سے انکار کیا تو کچھ بیجا نہ کیا کہ تعزیر داری ناجائز ہے اس میں شرکت جائز نہیں۔ یہی اس سوال سے ظاہر ہے اور وہ معنی کہ میں اسلام کے شریک نہیں مسلمان ہرگز مراد نہ لے گا ہاں اگر ثابت ہو جائے کہ کسی کلمہ گو نے اسلام کی شرکت سے انکار کیا تو وہ ضرور کافر ہو جائے گا مگر یہ معنی یہاں سے مفہوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئلہ عزیز الحسن قادری رضوی از قصبہ پھونڈ ضلع آٹا وہ محلہ اونچا ٹیلہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

ہندہ سنی حنفی پابند صوم و صلوة جو پندرہ بیس برس ہوئے کہ اپنے مادری پیشہ کسب سے توبہ کر چکی، اپنی مقبوضہ کل جائداد و املاک جو اس کی ماں اور نانی کی متروکہ اور ان کو ان کے آشناؤں کی ہبہ کی ہوئی ہے مدرسہ دینیہ کی تعلیم میں یا اس کے یتیم و مفلس طلبہ کی خورد و نوش کی صرف میں لانے کی غرض سے وقف کرنا چاہتی ہے، پس سوال حضرات مفتیان شریعت شریف سے یہ ہے کہ غفلت میں مدرسہ کو یہ جائداد اپنے قبضہ میں لا کر اس کے محاصل کو ہندہ کی خواہش کے موافق صرف میں لانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

### الجواب

جو روپیہ بعض زنا و غنا حاصل کیا مثل غصب حرام مطلق ہے کہ کسی طرح اس کی ملک نہیں ہو سکتا اور وہ جائدادیں جو آشناؤں نے زانیات کو ہبہ کیں وہ ہبہ بھی محض باطل ہے وہ اصل دینے والوں کی ملک پر رہیں ان کی ملک میں نہیں آ سکتیں، قینہ و در مختار میں ہے:

ما یدفعہ المتعاشقان فہو موشوۃ۔  
عشق بازی کرنی والے ایک دوسرے کو جو دیں وہ رشوت ہے (ت)

ہاں جو جائداد زانیہ نے خریدی ہو اور اس کے شر میں عقد و نقد دونوں زہر حرام پر جمع نہ ہوئے ہوں مثلاً روپیہ پیشگی دے کر کہا کہ اس روپے کے عوض جائداد دے دے بائع نے اس کے عوض بیع کر دی یہ تو حرام پر عقد ہوا، اور وہی روپیہ زہر میں دیا گیا یہ حرام کا نقد ہوا دونوں جمع ہو گئے اس صورت میں بھی وہ جائداد ان کی ملک نہ ہوگی ہاں اگر زہر حرام پر عقد و نقد دونوں جمع نہ ہوئے ہوں مثلاً جائداد خریدی اس وقت ثمن کی تعیین خاص مال حرام سے نہ تھی نہ وہ

دیکھا گیا نہ پیشگی دیا گیا مطلق روپے کے بدلے خریدی تویر جائداد اس خریدنے والے کی ملک صحیح و حلال ہو جائے گی اب  
 زبٹن اس حرام مال سے ادا کیا گیا تویر گناہ ہوا اور بائع کو اس کا لینا حرام تھا مگر جائداد اس کی ملک میں آگئی اسی طرح  
 جو کچھ ان کو اجرت و رشوت کے علاوہ ناپ گمانے میں بطور انعام دیا جاتا ہے جسے بیل کہتے ہیں وہ ان پر حرام نہیں  
 کما نص علیہ فی الہندیۃ (جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں اس پرنس کی گئی ہے۔ ت) غرض جن صورتوں میں جائداد  
 اس کی ملک ہے اسے وقف کر سکتی ہے اور مہتمان مدرسہ اُسے لے سکتے ہیں اور جس صورت میں جائداد اس کی  
 ملک نہیں وہ اسے وقف نہیں کر سکتی نہ اس کے وقف کئے وقف ہو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جائداد کسی فقیر محتاج  
 مسلمان کو ہبہ کر کے قبضہ کرادے اگرچہ اپنے کسی عزیز قریب مثل ماں بہن وغیرہ کو، اور وہ وقف کرے یا یہ اس سے  
 خرید کر اگرچہ ایک پیسے کو یا اس سے اپنے نام ہبہ کر کے قبضہ میں کر کے خود وقف کرے اب یہ وقف صحیح ہو گا  
 اور مدرسہ میں اُس کا صرف حلال۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از نگینہ ضلع بجنور متصل مسجد کھجور والی، مکان حکیم مبارک حسین صاحب مرسلہ صوفی حاجی محمد ابراہیم صاحب  
 ۴ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

جنازہ کے اوپر جو چادر نئی ڈالی جاتی ہے اگر پرانی ڈالی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر کھل برادری کے مردوں  
 کے اوپر ایک ہی چادر بنا کر ڈالے رہا کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ اس کی قیمت مردہ کے گھر سے یعنی قلیل قیمت  
 لے کر مقبرہ قبرستان یا مدرسہ میں لگانی جائز ہے یا نہیں؟ اور چادر مذکور اونی یا سوتی بیش قیمت جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

نئی ہو یا پرانی یکساں ہے، ہاں مسکین پر تصدق کی نیت ہو تو نئی اولیٰ، اور اگر ایک ہی چادر معین رکھیں  
 کہ ہر جنازے پر وہی ڈالی جائے پھر رکھ چھوڑی جائے اس میں بھی حرج نہیں بلکہ اس کے لئے کپڑا وقف کر سکتے  
 ہیں، درمختار میں ہے:

صح وقف قدر وجنازۃ و ثیابہا۔  
 طحاوی و رد المحتار میں ہے:

جنازۃ بالکسر النعش و ثیابہا ما یغبط بہ المیت  
 و هو فی النعش۔  
 جنازہ کسر کے ساتھ چادر پائی اور اس کے کپڑے  
 جن سے میت کو ڈھانپا جائے۔ (ت)



اور بیش قیمت بنظر زینت مکروہ ہے کہ میت محلِ ترابین نہیں اور خالص بریت تصدق میں خرچ نہیں کچلال الہدیٰ  
(جیسا کہ ہدیٰ قربانی) کے جانور کے ٹھیل۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲ مسئلہ آفتاب الدین از مدرسہ منظر اسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو زمیندار اپنی زمین مسجد کے لئے وقف کرے تو یہ وقف ہماری شریعت میں معتبر ہے یا نہیں؟ اور اس مسجد میں نماز جمعہ اور نماز پنجگانہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسجد کے لئے ہندو کا وقف باطل ہے لکنہ لیس قربۃ فی دینہ الباطل (کیونکہ اس کے باطل دین میں کوئی قربت نہیں۔ ت) اگر کوئی مسجد بنالیں گے اس میں نماز ہو جائے گی اور جمعہ بھی ہو جائے گا اگر شہر یا قنار شہر میں ہو اذ لا یشترط لہا المسجد (کیونکہ نمازوں کے لئے مسجد شرط نہیں۔ ت) مگر مسجد میں پڑھنے کا ثواب نہ ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳ از موضع ڈیلاہی ڈاک خانہ لہریا سرانے ضلع درجنگہ مرسلہ محمد عبدالکلیل خاں صاحب ۱۳ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی کچر زمین ملک کو وقف کرنا چاہتا ہے اس زمین کی آمدنی دو قسم کی ہے کچھ نقدی تحصیل ہے اور زیادہ حصہ آمدنی کا بذریعہ تارو کھجور ہے یعنی جس قدر تارو کھجور اس زمین میں ہیں سال بسال رعایا کے ساتھ بندوبست کئے جاتے ہیں رعایا مدت معینہ تک فائدہ اس سے اٹھاتے ہیں اور اس مدت تک کے لئے مالک نے جو کچھ زید مقرر کیا ہے اس کو ادا کرتے ہیں، اب یہ یافت طلب یہ امر ہے کہ زمین مذکورہ موصوفہ بصفہ مسطورہ کو زید وقف شرعاً کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

زمین وقف کر سکتا ہے کہ اس میں کوئی معصیت نہیں اور تارو کھجور تارو اور سیندھی نکالنے کے لئے

اجارہ پر دیں حرام و باطل ہے وہ نہ بعد وقف جائز ہو نہ اب جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴ از علی گڑھ بازار موتی مسجد مرسلہ علی الدین سوداگر پارچہ ۲۹ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) اگر کوئی قطعہ کسی خاص شخص یا قوم کی پرورش کے لئے وقف خاص ہو لیکن اس میں کچھ آمدنی ہو اور اس

پر صد ہا برس سے عام اہل اسلام اپنے مردے دفن کرتے ہوں جن کی ہزار یا قبور و بکثرت خلیفہ و متبرہ و

متعدد مساجد و چاباوت موجود ہوں اور ہنوز یہ عمل جاری ہو تو وہ اراضی وقف عام مافی الجائگی یا نہیں؟

(۲) کیا اراضی موقوفہ مذکورہ کے کسی متولی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی مسلمان کو مردہ دفن کرنے و مسجد و چاہ و خلیفہ



بنانے سے ردک دے۔

(۳) اگر مجملہ تین متولیوں کے جو کسی موقوفہ قبرستان کے ہوں دو مرد متولی زید کو مردہ دفن کرنے و مسجد و چاہ تعمیر کرنے کی اجازت دے دیں اور وہ اس پر عمل کر کے مردہ دفن کرادے اور مسجد و چاہ بھی تعمیر کرادی مگر تیسری عورت متولیہ اس پر رضا مند نہ ہو تو کیا دو مرد متولیوں کی اجازت کافی مانی جائے گی؟

(۴) کیا تیسری متولیہ کو جو اجازت میں شامل نہیں ہے شرعیہ یہ حق حاصل ہے کہ وہ مقبرہ و مسجد و چاہ تعمیر شدہ کو تروادے۔

(۵) کیا موقوفہ قبرستان میں کوئی شخص بہر اجازت متولیوں کے مجملہ تین کے مردہ دفن کرنے و مسجد و چاہ تعمیر کرنے کے لئے کوئی خاص حصہ مخصوص کر سکتا ہے اور تیسری متولیہ جو اجازت میں شامل نہیں ہے وہ مخصوص کرنے کی مانع ہو سکتی ہے؟

### الجواب

جبکہ صد ہا سال سے عام مسلمان بلا تکلیف اس زمین میں مساجد و چاہ و قبور بناتے آئے ہیں تو وہ ضرور وقف عام ہے، کس دلیل سے کہا جاتا ہے کہ کسی قوم خاص پر وقت تھا، ایسی حالت میں کسی متولی کو اختیار نہیں کہ سنی مسلمان کو اس میں دفن کرنے یا مسجد یا کنواں بنانے سے روکے خواہ یہ روکنے والا مرد ہو یا عورت ہو، اور اگر دلیل شرعی سے ثابت ہو کہ حقیقت وہ زمین کسی قوم خاص پر وقت ہے اور عام لوگوں نے صد ہا سال سے اُس میں ظالمانہ و غاصبانہ تصرفات کر رکھے ہیں جس کی امید ہرگز کسی طرح نہیں تو البتہ ہر متولی اُس میں خلاف اغراض وقف تصرف کرنے سے ہر شخص کو روک سکتا ہے اگرچہ یہ متولی عورت ہو اگر دس مرد متولی اس کی اجازت دے چکے ہوں کہ خلاف اغراض وقف اجازت باطل ہے اور اجازت دینے والا خائن ہے جسے معزول کرنا لازم واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۹<sup>۱</sup> مسلمہ از او دے پور میواڑ راجپوتانہ مرسلہ سید احمد علی صاحب مہتمم مدرسہ نظامیہ عربیہ اسلامیہ  
۳ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ایسی صورت میں کہ خالد نے ایک مدرسہ عربیہ دینیہ قائم کیا چندہ سے۔ اور شہر کے لوگوں سے خالد کا چندہ بھی زائد ہے اور فضل بیعنامہ جو ہمسک ہذا ہے اس میں خالد نے علاوہ اپنے چھ نام دیگر برائے قائمی مدرسہ درج کرائے یعنی خالد، مولوی شمس الدین صاحب چودہ درج بخش صاحب، حاجی محمد فیض صاحب، رسالدار حسن خاں صاحب، مہاوت موتی خاں صاحب، الہ بخش صاحب، منجھلان کے رسالدار حسن خاں صاحب اور حاجی محمد فاضل صاحب مرچکے، محمد فاضل صاحب کاجر زوی روپیہ تھا

اور رسالدار حسن خاں صاحب اور مہات موتی خاں صاحب کا چندہ کچھ نہیں صرف احتیاطاً نام درج بطور اطمینان کر دئے گئے کہ کوئی مدرسہ کو ذاتی ملکیت نہ بنا لے۔ الہ بخش جی کا بھی تھوڑا روپیہ تھا وہ اور رحیم بخش جی اور فاضل جی کا تعلیم میں صرف ہو گیا زمین جو برائے مدرسہ خریدی گئی وہ سب باہر کے چندہ آوردہ خالد اور خاں کے ذاتی چندہ سے خرید کی گئی، جو عمارت مدرسہ اس رقت موجود ہے وہ باہر کے چندہ آوردہ حق الدار اور اجاب خالد سے تعمیر ہوئی ہے تو خالد کا حتیٰ دوسروں کے مقابلہ میں اس مدرسہ پر کس قدر ہے فتویٰ عطا ہو۔

(۲) صورت مسطورہ بالا میں واقف کل کون ہوا اور اگر وقف مشترکہ مانا جاوے تو واقف اعظم کون ہوا صاف حکم فرمایا جائے، خالد حدیث شریف الدال علی الخیر کفاعلہ (نیکی بتانے والا نیکی کرنے والے کی مانند ہے۔ ت) سے بھی فائدہ پائے گا یا نہیں؟

(۳) ایسے چندہ مسطورہ بالا سے جو ہر سال آمد ہو کر تعمیر اور تعلیم میں صرف ہوتا رہا کیا وقف ہو سکتا ہے جو کل آمد سالانہ ہو وہ صرف ہو جائے یعنی مدرسہ وقف مانا جائے گا یا کیا۔

(۴) اگر خالد وقف بھی کرنا چاہے تو وقف مانا جائے یا کوئی صورت عارض ہوگی حالانکہ خالد نے چندہ شہر اور باہر سے خدا واسطے مانگ کر لایا اور لگایا اور اپنا وقت سفر اور حضر بلا معاوضہ صرف کیا خالد جو کہ اول سے بانی اور متولی مدرسہ ہے بلا وجہ شریعہ گروہ جہال جنہوں نے چندہ دیا یا نہ دیا ہو الگ کر سکتے ہیں ذاتی عداوت سے۔

(۵) سواد اعظم میں گروہ جہال مانے جائیں گے یا پڑھے لکھے پابند اسلام؟

### نقل بیعنامہ

تحریر از طرف پٹیان حسن خاں و حاجی محمد خاں پسران خواجہ خاں سکنہ شہر بنام جملہ انجمن والاں مسمیٰ رحیم بخش جی چڑوہ رنگریز، مولوی سید شمس الدین جی، مہات موتی خاں جی، الہ بخش جی، رسالدار حسن خاں جی، قاضی احمد علی، حاجی محمد فاضل جی شہر والوں کے روپیہ اللہ تعالیٰ اودے پوری دینا جس کے بدلہ میرے باپو نیکی جگہ نیم سیم سمیت مع چہرتہ و جملہ حقوق بخشش کر دئے اور قابض و متصرف بھی کر دیا روپیہ اس طرح پر لئے الصحت سے تو پٹیان عمر خاں نیاز محمد خاں کو رہن کے آپ نے چکائے و تحریرات رہن آپ نے لے لی اور مبلغ مال فقہانہ پورٹری گروہ علی کو بابت دعویٰ دیوانی کے آپ چکنا نام دیا زیادہ اور مبلغ مال اللہ تعالیٰ ہم نے نقد آپ سے وصول کرنے غرض کہ اللہ تعالیٰ کل بھر پائے فیس نقضہ و رجسٹری وغیرہ سب آپ کے ذمہ ہے اس جگہ

بابت ہمارے بھائی گرایہ وغیرہ کوئی دعویٰ جھگڑا کریں گے نہیں، اگر کریں گے تو ان کا من میں مناؤں گا لہذا یہ تحریر  
 بینا مرشد الیکھ دی کہ وقت ضرورت کام دے۔ دستخط حسن خاں و حاجی محمد خاں مع گواہان  
 مکرر یہ کہ زمین زیادہ قیمت کی تھی مگر مسطورہ بالا روپیہ میں آپ کو فروخت کر کے بخشش کر دی کہ پھر کوئی  
 دعویٰ دار نہ ہو سکے سمست ۱۹۶۳ بکرمی کے بیسیاکہ بدی۔

### الجواب

ہبہ بالعوض بیع ہے بیع جتنے اشخاص کے نام ہوئی سب مالک ہوئے اگرچہ روپیہ ایک ہی دیا وہ اور اول  
 کے حصے کا زمین ادا کر دینے میں متبرع ہے جبکہ ان سے واپسی قرار نہ پائی ہو جیسا یہاں ہے، ہم نے اپنے فتاویٰ  
 کتاب الوقف میں ثابت کیا ہے کہ زرخندہ چندہ دہندوں کی ملک پر رہتا ہے اور محصل کا ان کے اذن عرفی سے  
 خلط کر لینا اسے مالک نہ کر دے گا اور جبکہ انہوں نے مدرسہ بنانے کے لئے خالہ کو چندہ دیا تو اسے شراہ زمین و  
 تعمیر کا ماذون کیا اور ان کا روپیہ ان کے اذن سے اس نے شراہ و تعمیر میں صرف کیا تو وہ زمین و عمارت تمام  
 مشتریوں اور چندہ دہندوں کی ہوئی جس کا ایک پیسہ چندہ ہو اور جس کا ہزار روپے سب شریک ہیں اور جبکہ دینی مدرسہ  
 نفع عام مسلمین کے لئے بنانا مقصود تھا اس میں کسی کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ میں کسی جزو کا مالک رہوں اور اس سے  
 انتفاع ایک مدت محدود تک ہو پھر میری ملک میں واپس آئے جبکہ اپنی ملک سے خارج کر کے ہمیشہ کے لئے نفع  
 مسلمین کے واسطے کر دینا مقصود ہوتا ہے اور یہی حاصل وقف ہے تو اگرچہ نصاؤہ سب لفظ وقف نہیں کہتے عرفاً  
 دلالت وقف کرتے اور وقف ہی سمجھتے ہیں، ذخیرہ و خانہ و عالمگیریہ میں ہے:

سرجل له ساحة لابناء فيها امر قوما ان يصلوا  
 فيها بجماعة فان امرهم بالصلوة فيها ابدا  
 نصا بان قال صلوا فيها ابدا و امرهم بالصلوة  
 مطلقاً و نوى الابد صارت الساحة مسجداً  
 و ان وقت بالشهر او السنة لا تصير مسجداً  
 ایک شخص نے اپنے خالی میدان میں لوگوں کو باجماعت  
 نماز پڑھنے کی صراحت ابدی اجازت دی یا مطلقاً کہہ دیا  
 کہ اس میں نماز پڑھو اور نیت ابدی کر لی تو وہ میدان  
 مسجد قرار پائے گا، اور اگر میعین یا سال کے لئے نماز  
 پڑھنے کو کہا تو وہ مسجد نہ قرار پائے گا۔ (ت)

تو وہ ایک مکان ہے جس کی زمین و عمارت سب ان سب کی ملک مشترک ہو کر ان سب کی طرف سے وقف ہوئی  
 اور حق کہ واقف کو وقف پر ہوتا ہے سب کو بوجہ کمال یکساں حاصل ہوا اس میں کمی و بیشی چندہ پر ملحوظ نہ ہوگا  
 کہ یہ حق متجزی نہیں اور حق غیر متجزی ہر شریک کے لئے کاملاً حاصل ہوتا ہے۔ اسبابہ و النظائر میں ہے:

ماثبت بجماعة فهو بينهم على سبيل الاشتراك  
الافى مسائل الاولى ولاية الاملاك للصغير و  
الصغيرة ثابتة للاولياء على سبيل الكمال  
لكل (الى ان قال) والضابطان الحق اذا كان  
مما لا يتجزى فانه يثبت لكل على الكمال  
فالاستخدام في المملوك مما لا يتجزى

جو چیز پوری جماعت کے نام ہو تو وہ ان سب میں مشترک  
ہوگی ماسوائے چند مسائل کے جن میں سے ایک نکاح  
دینے کی ولایت جو تمام اولیاء کو بالغ لڑکے اور لڑکی پر  
حاصل ہے اور یہ ہر ایک کو مستقل حاصل ہے (۲ گے  
یہاں تک فرمایا) اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر حق غیر متجزی  
ہو تو یہ ہر ایک کو مستقل ہوگا، تو مشترک غلام سے خدمت  
لینا ہر ایک کو مستقل حق ہے کیونکہ یہ بھی غیر متجزی ہے (ت)

خالد بشرط حسن نیت وقبول حضرت عزت الدال علی الخیر کفاعلہ (نیکی بتانے والا نیکی کرنے والے کی  
مانند ہے۔ ت) کا فائدہ روزِ جزا پائے گا خالد اب اسے جدید وقف کر کے واقف کل نہیں بن سکتا وقف دوبارہ  
وقف نہیں ہو سکتا خالد مالک کل ہے اور وقف کی شرط ملک ہے، خالد کو مدرسہ سے جدا کرنے کی اگر کوئی وجہ شرعی  
نہ ہو تو جہاں ہوں یا علماء بلا وجہ محض نفاذیت سے جو کریں مسموع نہیں ہو سکتا جبکہ خود حاکم قاضی کو کسی صاحبِ ظیفہ  
تک کا بے گناہ معزول کرنا نہیں پہنچتا۔ بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے:

استفید من عدم مصحة عزل الناظر بلا جحفة  
عدم مهال صاحب وظيفة في وقف بغیر جحفة  
وعدم ما اهلية  
اور اگر وجہ شرعی ہو تو بلا شبہ معزول کیا جائے گا اگرچہ خاص اپنی تنہا ملک سے وقف کیا ہوتا۔ در مختار میں ہے:  
ینزع وجوباً بآزمية لو الواقف در دفعه  
بالا و فی غیر مامون او عاجز او ظہریہ  
فسق کشر الخمر ونحوه فتحریر  
نازمی طور پر معزول کیا جائے، بزازیر۔ اگرچہ واقف  
ہی کیوں نہ ہو، درر۔ تو غیر بطریق اولیٰ جب ناقابلِ عہدہ  
نااہل یا اس کا فسق ظاہر ہو چکا ہو مثلاً شرابی ہونا وغیرہ  
فتح۔ (ت)

۲۴۲-۳۵/۱	ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی	کتاب النکاح	لہ الاشباہ والنظائر
۹۱/۲	امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	کتاب الوقف	لہ جامع الترمذی باب ما جاء ان الدال علی الخیر کفاعلہ
۲۲۴/۵	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی		لہ بحر الرائق
۳۸۳/۱	مطبع مجتہدانی دہلی		لہ در مختار



سواذِ اعظم اہلسنت ہیں فریعات میں حکم شرع کے خلاف کثرت و قلت جماعت پر نظر نہیں امور انتظامی جن میں شرع مطہر کی جانب سے کوئی تحدید نہ ہو ان میں کثرت رائے کا لحاظ ہوتا ہے اس میں ہر ذی رائے مسلمان سستی کی رائے ملحوظ ہوگی اگرچہ عالم نہ ہو کہ معاملہ شرعیات سے نہیں بلکہ بارہا تجربہ کار کم علموں کی رائے کسی انتظامی امر میں نا تجربہ کار ذی علم کی رائے سے صائب تر ہو سکتی ہے انتہ اعلمہ بامورد دنیا کھ (تم اپنے دنیاوی امور کو بہتر جانے ہو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴ مستولہ مولوی ظہور حسین صاحب ساکن بریلی محلہ کنگھی ٹولہ ۲۴ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی حیات میں ایک جزو زمینداری مع ایک قطعہ مکان موسوم امام بارگاہ بغرض امورات مذہبی بشرائط ذیل بنام خدا سے برتر وقت کر کے وقف نامہ مصدقہ رجسٹری لکھ دیا اور قبضہ اور دخل جزو اوکلا اٹھا کر خدا کی ملک میں دے دیا اور کوئی تعلق اپنا کسی قسم کا نہ رکھا اور دو متولی مقرر کر کے عمل درآمد باضابطہ کرادیا اغراض وقت کے شرائط مجوزہ ہندہ واقضیر ہیں:  
اول یہ کہ جو منافع خالص رہے اس میں سے محفل میلاد شریف حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ و نذر و نیاز وغیرہ یا سید الشہداء امام حسن و امام حسین علیہما السلام و فاتحہ برسی اموات و مرمت شکست و ریخت امام بارگاہ باہتمام متولیان ہو۔

دوسرے یہ کہ اگر متولیان مذکور بلا کسی کو متولی یا قائم مقام اپنا کئے فوت ہو جائیں تو اولاد و ذکور لائق متولیان ہندہ سے متولی ہوگی کوئی شخص مستحق تولیت کا نہ ہوگا بلکہ یہ سلسلہ خاندانی تا قیام زمانہ نسلاً قائم رہے گا کوئی کھٹی و انجمن جائداد موقوفہ میں دست انداز نہیں ہو سکتی کیونکہ محاصل اس وقت کا بنابر اجراء کا رتیر و نذر و نیاز رکھا گیا ہے تاکہ نام میرا دنیا و آخرت میں ہمیشہ کو رہے اور ثواب ملتا رہے۔ ایسا وقف اور یہ اصراف اوقاف شرعی یعنی بموجب شرع محمدی کے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو خبروا۔

### الجواب

جبکہ وہ جائداد اور یہ مکان اس وقف کرنے کے وقت ہندہ کی ملک تھی اور اب اس نے مصارف خیر مذکورہ کے لئے وقف کر دئے وقف جائز و صحیح و لازم ہو گیا اور مصارف مذکورہ شرعاً جائز ہیں، ہدایہ میں ہے:  
ووقف المشاع جائز قال فی الدرر غیر منقسم جائداد کا وقف جائز ہے، درمیں ہے کہ



وبہ یفتی لے  
اسی پر قوی ہے۔ (ت)

اور وقت وقف اس کا مالک ہونا ضروری ہے، شامی ج ۲ ص ۵۵۵ میں ہے:

شروطه شروط سائر التبرعات افادان الواقف  
لابدان يكون مال كاله وقت الوقف ملكاً تاماً۔  
اس کی شرط وہی ہے جو تمام تبرعات کی شرط ہے اس کا  
حاصل یہ ہے کہ واقف کا بوقت وقف کامل مالک ہونا

ضروری ہے (ت)

وقف کے لئے کتابت ضروری نہیں زبانی الفاظ کافی ہیں، خیر میں ہے:

اما اشتراط كونه يكتب في حجة و يقيد في سجلات  
فليس بلائ من شرعا و مخالف للموضوع  
الشرعي فان اللفظ بانفرادة كاف في صحة  
ذلك شرعا والزياة لا يحتاج اليها اهـ ملحقاً  
یہ کہ جہت وقف لکھی جائے اور دفتری کتب میں لکھائی  
تو یہ شرط شرعاً لازم نہیں بلکہ شرعی طریقہ کے مخالف ہے  
کیونکہ صرف لفظی طور پر کہہ دینا کافی ہے اور اس سے  
زائد شرعاً کوئی ضروری نہیں اہـ (ت)

اور ولایت کو اپنے خاندان میں شرط کر دینا بھی صحیح ہے اور وہ اس کا متولی رہے گا جب تک کہ اس کی خیانت یا عجز  
یا فسق ظاہر نہ ہو ورنہ اس سے ولایت لے لی جائے گی اگر متولی خود واقف ہی ہو، درمختار صفحہ ۵۹۴ میں ہے:

وينزع وجوب الوكان المتولى غير مامون او  
عاجز او ظهريه فسق وان شرط عدم نزع  
او ان لا ينزعه قاض ولا سلطان لمخالفته  
لمحكم الشرعي فيبطل كالوصي اهـ ملخصاً و  
مختصراً۔  
اور متولی غیر محمد علیہ ہو، یا نالائق ہو، یا اس کا فسق ظاہر  
ہو چکا ہو تو اس کو معزول کرنا ضروری ہے اگرچہ معزول  
نہ کرنے کی شرط کی ہو یا یہ کہ قاضی اور سلطان بھی نہ معزول  
کرے گا تو شرع کے مخالف ہونے کی وجہ سے یہ شرط  
باطل ہے جیسا کہ وصی کے متعلق حکم ہے اہـ ملخصاً  
مختصراً (ت)

والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدده اتم واحكم۔

۱۳۴/۲	مطبعة احمد کامل انکائنہ	لہ الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الوقف	لہ رد المختار
۳۵۹/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوقف	لہ فتاویٰ خیریت
۲۱۶/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الوقف	لہ درمختار
۳۸۳/۱	مطبع مجتہائی دہلی	"	

مسئلہ ۳۵ از سورت عیدروس منزل خانقاہ عیدروسیدہ مرسلہ حضرت سید علی بن زید بن حسن عیدروس

سجادہ نشین خانقاہ مذکور ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں کہ مسلمانوں کے اوقاف جو ثواب کی نیت سے بترغیب حکم رب العالمین وقف کئے جاتے ہیں وہ اوقاف کل کے کل مذہبی ہیں یا مذہب کے غیر یا بعض مذہبی اور غیر مذہبی؟ بینوا تدرجہ ۱۔

### الجواب

اوقاف جائزہ مطلقاً اگرچہ بے نیت ثواب کے جائیں اگرچہ وقف کر نیوالے مسلمان بھی نہ ہوں خواہ ہمارے مذہبی تعلیم اعمال عبادات کے لئے ہوں یا غریبوں کی مدد، تعلیم، طبی امداد وغیرہ کے لئے علی العموم سب مذہبی ہیں اور ان میں دست، اندازی مذہبی دست اندازی، نیت و عدم نیت یا اسلام و کفر و اقف سے یہ مشرق پڑتا ہے کہ و اقف، اگر مسلمان ہو اور ثواب کی نیت سے کرے (جیسا کہ عام اوقاف میں مسلمانوں کی یہی نیت ہوتی ہے) تو وہ اُس کے لئے قربت و عمل صالح و باعث ثواب و قرب رب الارباب بلکہ اطلاق عام میں عبادت الہی ہے اور ایسا نہ ہو تو و اقف کو ثواب نہ ملے گا مگر وقف فی نفسہ ضرور ہمارا دینی مذہبی کام ہی رہے گا و لہذا اس میں دو شرطیں مطلقاً لازم ہیں،

ایک یہ کہ وہ کام جس کے لئے یہ وقف ابتداءً ہو یا آخر میں اُس کے لئے قرار پائے گا و اقف کے نزدیک کارِ ثواب ہو وہ اس ثواب کی نیت کرے یا نہ کرے یہ اُس کا فعل ہے کام مذہبی حیثیت سے ثواب کا ہونا چاہئے، جیسے غربا کی امداد اگرچہ دوا وغیرہ سے ہو۔

دوسرے یہ کہ وہ کام خود ہمارے مذہب اسلام کی رو سے کارِ ثواب ہو اگرچہ وقف کرنے والا مسلمان نہ ہو۔

(۱) اسی لئے اگر ارضیا کے چائے پانی کے لئے ہو ٹل بنا کر وقف کیا وقف نہ ہو گا کہ یہ کوئی ثواب کا کام نہیں۔

(۲) کافر نے مسجد کے لئے وقف کیا وقف نہ ہو گا کہ یہ اس کے خیال میں کارِ ثواب نہیں۔

(۳) کافر نے ایک مندر یا شوالے کے لئے وقف کیا وقف نہ ہو گا کہ یہ واقع میں کارِ ثواب نہیں۔

(۴) کافر نے ایک شوالے پر وقف کیا اس شرط پر کہ جب تک یہ باقی ہے وقف کی آمدنی اس میں خرچ ہو اور اور جب شوالہ ٹوٹ کر ویران ہو جائے تو اس کے بعد یہ آمدنی محتاجوں پر صرف ہوا کرے وقف صحیح ہو جائے گا کہ اُس کا آخر ایک ایسے کام کے لئے رکھا جو کارِ ثواب ہے یعنی امداد مساکین، اور آج ہی سے اس کی ساری آمدنی

ابداد میں صرف ہوگی شوالہ کو ایک پیسہ نہ دیا جائے گا، اور اس قسم کے بکثرت مسائل کتب معتدہ میں مذکور ہیں، تو ثابت ہوا کہ وقف جائز کیسا ہی ہو کسی نے کیا ہو کسی طرح کیا ہو مطلقاً ہم مسلمانوں کا دینی مذہب ہی ہے، کام دہی قسم میں، دینی یا دنیوی۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دنیوی کام میں ان دونوں شرطوں سے کوئی شرط نہیں، نہ یہی ضرور کہ فاعل کے نزدیک وہ کارِ ثواب ہو، نہ یہی لازم کہ مذہب اسلام نے اسے کارِ ثواب مانا ہو اور وقف میں مطلقاً یہ دونوں شرطیں لازم ہیں، تو ظاہر ہوا کہ وہ ہرگز دنیوی کام نہیں بلکہ خاص دینی و مذہبی ہے، اور یہی ہمیں ثابت کرنا تھا، اور اس پر ایک صریح دلیل یہ بھی ہے کہ مسلمان اگر کیسا ہی وقف کسی غرض کا کرے اور پھر معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے تو فوراً اس کا ہر وقف باطل ہو جاتا ہے وہ اس کے وارثوں پر مالکانہ تقسیم کر دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ اگر مرتد ہو کر پھر اسلام لے آئے وقف عود نہ کرے گا جب تک بعد اسلام پھر از سر نو وقف نہ کرے اور یہ حکم عام ہے جس میں کسی وقف کی تخصیص نہیں تو کوئی وقف اگر ایسا بھی ہوتا جو مذہبی نہ ہو تو مذہب بدل جانے سے وہ کیوں باطل ہو جاتا تو معلوم ہوا کہ وقف کیسا ہی ہو مطلقاً مذہبی ہے، اب ان تمام مسائل پر عبارات کتب ملاحظہ کیجئے، رد المحتار مطبع قسطنطنیہ جلد دوم ص ۴۲۳ :

العتق والوقف والاضحية ايضا عبادات لله

بذریعہ فتح القدر مطبع مصر جلد پنجم ص ۵۷ :

الوقف امر الاله الملك الى الله تعالى على وجه القرابة لله

فتح القدر جلد مذکور ص ۵۷ :

محاسن الوقف ظاهراً لما فيه من ادامة العمل الصالح كما في الحديث المعروف اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلث صدقة جارية، الحديث۔

وقف کے محاسن ظاہر ہیں کہ اس میں نیک عمل کا دوام ہے جیسا کہ معروف حدیث میں ہے کہ انسان کے فوت ہونے پر اس کے عمل تین کے ماسوا سب منقطع ہو جاتے ہیں، ان میں ایک صدقہ جاریہ ہے، الحدیث (ت)

درمختار مع شامی مطبع استنبول جلد سوم ص ۵۵۴ :

۲۵۸/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب النکاح	رد المحتار
۶۲۳/۲	المکتبۃ العربیہ کراچی	کتاب الوقف	الہدایہ
۴۱۶/۵	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	"	فتح القدر

سببہ ارادة محبوب النفس في الدنيا  
بإزالة الجباب وفي الآخرة بالشواب یعنی بالنیة  
من أهلها لانه مباح بدلیل صحته من  
الکافر لہ

ایضاً صفحہ ۴۵۶ :

شروطه ان يكون قربة في ذاته - ۱۴  
فتاویٰ عالمگیری مطبع احمدی جلد سوم ص ۱۱۴ :  
بیان شرائط وقف منها ان يكون قربة في  
ذاته وعند المتصرف لہ

دنیا میں اجاب سے بھلائی اور آخرت میں ثواب کیلئے  
نفس کو خوش کرنا اس کا سبب ہے، یعنی ثواب کی  
نیت اہل نیت سے ورنہ مباح ہے جس کی دلیل یہ ہے  
کہ وقف کرنا کافر کو بھی جائز ہے (ت)

شرط یہ ہے کہ وہ اپنی ذات میں قربت ہو۔ (ت)  
وقف کے شرائط کا بیان ایک شرط ہے کہ فی نفسہ  
قربت ہو اور تصرف کرنے والے کے ہاں بھی  
قربت ہو (ت)

رد المحتار جلد سوم ص ۵۵۲ :

في التهرعت المحيط لو وقف على الأغنياء  
وحد هم لم يجز لانه ليس بقربة اما لو جعل  
آخره للفقراء فانه يكون قربة في  
الجملة لہ

فتاویٰ ہندیہ جلد سوم ص ۱۱۵ :

لو جعل ذمی دارہ مسجد المسلمین ثم مات  
يصير ميراثا لورثته وهذا قول  
الكل كذا في جواهر الاخلاط  
ولو جعل ذمی دارہ بیعة او كنيسة او بيت نار  
في صحته ثم مات يصير ميراثا

نہیں محیط سے منقول ہے اگر صرف اغنیاء کے لئے  
وقف ہو تو صحیح نہیں کیونکہ یہ قربت نہیں، اگر آخر  
میں فقراء کے لئے کر دیا تو فی الجملہ قربت  
ہو جائے گا۔ (ت)

اگر ذمی نے اپنے گھر کو مسلمانوں کیلئے مسجد بنایا پھر فوت  
ہو گیا تو وہ اس کے وارثوں کے لئے میراث ہوگی اور  
یہ سب کا قول ہے یونہی جو اہر اخلاطی میں ہے، اور  
اگر ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ، یا آتشکدہ اپنی تندرستی  
میں بنا دیا پھر فوت ہوا تو میراث قرار پائے گا،

۳۷۷/۱ مطبع مجتبائی دہلی  
۳۵۳/۲ نورانی کتب خانہ پشاور  
۳۵۷/۳ دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۴ و ۱۵ در مختار کتاب الوقف  
۱۶ فتاویٰ ہندیہ الباب الاول  
۱۷ رد المحتار کتاب الوقف

هكذا ذكر الخصاص في وقفه وهكذا ذكر محمد  
من الزيادات كذا في المحيط (ملقطاً) -  
يؤن خصاف نے اپنے وقف میں اور امام محمد نے  
زیادات میں بیان کیا، محیط میں ایسے ہی، (ملقطاً) (ت)  
فتح القدير جلد پنجم ص ۳۸ و رد المحتار جلد سوم ص ۵۵،

لو وقف الذی علی بیعة مثلاً فاذا خربت یکون  
للفقراء، کان للفقراء ابتداءً ولولم يجعل  
اخره للفقراء کان میراثاً عنه، نص علیه  
الخصاف فی وقفه ولم یحک خلافاً۔  
اگر ذمی نے بیعہ (یہودی عبادت گاہ) کے لئے  
وقف کیا مثلاً خرابہ ہو جانے پر فقراء کے لئے کہا تو وہ  
ابتداء سے فقراء کے لئے ہوگا، اور اگر آحشر میں  
(خرابہ کے وقت) فقراء کے لئے نہ کہتا تو پھر ورثاء  
کے لئے میراث بن جاتا، اس کو خصاف نے اپنے اوقاف میں بیان کیا اور اس میں خلاف قول ذکر کیا۔ (ت)  
عالمگیری جلد سوم ص ۱۱۳ و اسعاف ص ۱۱۹ :

لو قال تجری غلتها علی بیعة کذا فان خربت  
هذه البيعة كانت الغلة للفقراء والمساكين  
فانه تجری غلتها علی الفقراء والمساكين  
ولا یفتق علی البيعة شیء کذا فی المحيط۔  
اگر ذمی نے کہا کہ اس زمین کی آمدن فلاں بیعہ پر  
وقف ہے اور جب یہ بیعہ خراب بن جائے تو زمین کی آمدن  
فقراء و مساکین کے لئے جاری رہے گی، تو یہ آمدن  
شروع سے ہی فقراء و مساکین پر صرف ہوگی اور بیعہ  
پر کچھ بھی صرف نہ ہوگا، محیط میں یوں ہی ہے (ت)

رد مختار صفحہ ۵۵ :

ارتد المسلم بطل وقفة (وقف کنندہ مسلمان مرتد ہو جائے تو اس کا وقف باطل ہو جائیگا۔ ت)  
رد المحتار صفحہ مذکورہ :

ویصیر میراثاً سواء قتل علی مردته او مات  
او عاد الی الاسلام الا ان اعاد الوقف بعد  
عوده الی الاسلام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
اور وہ وقف میراث قرار پائے گا خواہ ارتداد پر قتل  
ہو جائے یا طبعی موت مر جائے، یاد دوبارہ مسلمان  
ہو جائے، مگر دوبارہ اسلام کی صورت میں اس  
وقف کو دوبارہ وقف کرے تو وقف رہے گا، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۳۵۳/۲	نورانی کتب خانہ پشاور	۱ کتاب الوقف الباب الاول	۱۰ فتاویٰ ہندیہ
۳۶۱/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲ کتاب الوقف	۱۱ رد المحتار
۳۵۳/۲	نورانی کتب خانہ پشاور	۱ کتاب الوقف الباب الاول	۱۲ فتاویٰ ہندیہ
۳۷۷/۱	مطبع مجتہبی دہلی	۲ کتاب الوقف	۱۳ رد مختار
۳۶۰/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳ کتاب الوقف	۱۴ رد المحتار



مسئلہ از بنارس کچی باغ مسئلہ مولوی محمد ابراہیم صاحب خلیفہ منشی لعل محمد تاجر پارچہ بنارس ۳ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ  
ما قول العلماء ورثۃ الانبیاء جزاءکم اللہ تعالیٰ یوم الحجۃ اس مسئلہ میں کہ یہاں رواج ہے کہ ماہ ربیع الاول  
میں لوگوں سے محض بغرض ایصالِ ثواب روح پر فتوح حضرت نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چندہ لیا جاتا ہے لوگ  
حسب استطاعت دیتے ہیں اس کا کھانا وغیرہ پکا کر مساکین و فقاہر کو کھلایا جاتا ہے، اب اس چندہ سے کچھ روپیہ  
کھانے وغیرہ کے بخت سے فاضل بچ گیا تو افسران و مہتممین کی صلاح ہوتی ہے کہ اس روپے فاضل سے دیگ آجایا جائے  
کیونکہ ہر سال ۱۲ تاریخ ربیع الاول کو ضرورت پڑتی ہے اور بڑی تردد سے ملتی ہے کبھی مستعار کبھی کرائے پر، اور اس  
روپے سے آجائے گی تو ہمیشہ کے واسطے آرام ہوگا، معہذا یہ رائے بھی ہے کہ جس کو ضرورت دیگ کی پڑے گی اس کی  
کرائے پر دی جائے گی اور وہ کرایہ کی آمدنی مدرسہ میں طالب علم کی حاجتوں میں صرف کی جائے لیکن افسران مختلف  
ہیں جواز و عدم جواز میں، لہذا علماء سے مستفسر ہیں کہ اس طرح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

ایسے چندوں سے جو روپیہ فاضل بچے وہ چندہ دہندگان کا ہے انھیں کی طرف رجوع لازم ہے وہ دیگ  
وغیرہ جس امر کی اجازت دی وہی کیا جائے، ان میں جو نہ رہے اس کے مائل بالغ وارثوں کی طرف رجوع کی جائے اگر  
ان میں کوئی مجنون یا نابالغ ہے تو باقیوں کی اجازت صرف اپنے حصص کے قدر میں متبر ہوگی جسی و مجنون کا حصہ خواہی خواہی  
واپس دینا ہوگا، اور اگر وارث بھی نہ معلوم ہوں تو جس کام کے لئے چندہ دہندوں نے دیا تھا اسی میں صرف کریں، وہ  
بھی نہ بن پڑے تو فقرار پر تصدق کر دیں، غرض بے اجازت مالکان دیگ لینے کی اجازت نہیں۔ درمختار میں ہے :  
ان لم یکن بیت المال معمور او منتظما فعلى المسلمین تکفینہ فان لم یقدروا سألوا الناس لہ  
اگر بیت المال میں مال نہ ہو یا کوئی منتظم نہ ہو تو مسلمانوں  
پر لازم ہے کہ اس کو کفن پہنائیں اور اگر کوئی قادر نہ ہو  
تو لوگوں سے چندہ لیا جائے اور کفن کے چندہ سے  
کچھ بچ جائے تو یہ چندہ دینے والا معلوم ہو تو اسے  
لوٹا دیا جائے ورنہ اس سے ایسے ہی کسی فقیر کو کفن پہنا دیا جائے، یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی فقیر کو صدقہ  
کر دیا جائے، مجتہد - (د ت)  
ردالمحتار میں ہے :

(قوله والا کفن به مثله) هذا الم یذکره ماتن کا قول کہ اسی جیسے فقیر کو کفن پہنا دیا جائے، یہ

عبارت مجتبے میں مذکور نہیں بلکہ یہ زائد بحر میں تجنیس اور واقعات کے حوالے سے مذکور ہے کہتا ہوں اور صاحب ہدایہ کی کتاب مختارات النوازل میں ہے کہ فقیر فوت ہوا تو لوگوں نے چندہ جمع کر کے اس کو کفن دیا اور چندہ پچ گیا اگر اس زائد چندہ والا شخص معلوم ہو تو اسے واپس کیا جائے ورنہ اس کو کسی دوسرے فقیر کے کفن میں خرچ کیا جائے یا پھر صدقہ کر دیا جائے (ت)

فی المجتبى بل مراده عليه في البحر عن التجنيس والواقعات قلت وفي مختارات النوازل لصاحب الهداية فقرمات فجمع من الناس الدماهم وكفنوه وفضل شئ ان عرف صاحبه يرد عليه والا يصرف الى كفن فقير اخر او يتصدق به

اسی طرح اور کتب میں ہے،

قلت (میں کہتا ہوں) رد المحتار میں مختارات کی عبارت نقل کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ کسی فقیر کو کفن پہنانے یا صدقہ کرنے میں ترتیب مذکور نہیں ہے جیسا کہ شرح میں ہے، اقول (میں کہتا ہوں) لیکن خانیہ پھر چندہ میں ہے کہ اگر زائد چندہ والا معلوم ہو تو اسے واپس کیا جائے اور اگر معلوم نہ ہو تو پھر کسی اور محتاج کو کفن دیا جائے، اور اگر کسی کفن میں صرف کرنا مقدور نہ ہو تو پھر فقراء پر صدقہ کیا جائے، تو یہ عبارت ترتیب کے لئے نص ہے، اس میں شک نہیں کہ اس ترتیب کو اپنانے سے یقیناً عہدہ برآ ہو سکتا ہے، پھر یہ اگرچہ وقع نہیں تو اس کے مشابہ ہے اور اس میں شک نہیں کہ چندہ دینے والے مالک کی غرض کو پورا کرنا زیادہ حکم ہے اسی لئے ہم نے اس ترتیب کی قابل اعتماد قرار دیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

قلت و اشار في رد المحتار بنقل عبارات المختارات الى انه لم يذكر الترتيب بين التكفين والتصدق على ما في الشرح اقول لكن في الخانية ثم الهندية ان عرف صاحب القفل مراده عليه وان لم يعرف كفن به محتاجا اخر وان لم يقدر على صرفه الى الكفن يتصدق به على الفقراء اه فهدا نص في الترتيب ولا شك ان باختیاره يخرج عن العهدة بيقين ثم هذا وان لم يكن وقفا فله شبه به ولا شك ان مراعاة غرض المالك املك واحكم فلذا اعولنا عليه ، والله تعالى اعلم

مسئلہ از بریلی محلہ بہاری پور مسئلہ محمد علی جان خاں صاحب ۸ رجب المرجب ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ مسمیٰ کرامت علی و نیاز علی واقع تکیہ ملک پور کے خادم تھے جنھوں نے کچھ اراضی مسمیٰ قادر بخش کے پاس بمبعا دس سال کے بیع الوفاء کر دی جو بعد انقضاء مبیعہ مذکورہ بالا کے شیخ مذکور کے قبضہ میں اُس بیعنامہ کے ذریعہ سے آگئی، چنانچہ شیخ مذکور کی قبر اور اُن کے بزرگان کی قبریں بھی اُس میں بنیں، بعد اُٹھینا عرصہ سینتالیس سال کا ہوا کہ از جانب سرکار انگریزی تکیہ ہذا میں مردوں کے دفن کرنے کی ممانعت ہو گئی اب وہ اراضی بیکار پڑی ہے اور اس کی صفائی کا کچھ انتظام نہ تھا اس واسطے حملہ مسلمانان محلہ نے شیخ یا علی وارث قادر بخش سے اُس اراضی کا بیعنامہ مسجد کے نام جو اُسی کے محاذ میں واقع ہے صرف بڑک انگریزی درمیان میں واقع ہے لکھا لیا اور بعد لکھانے بیعنامہ کے باجائز سرکار انگریزی اُس اراضی کو پختہ منڈیروں سے محدود کر کے اُس کے اوپر کرایہ اکر بٹھا دیا اور اُس سے جو کرایہ حاصل ہوا اُس کو مسجد کی مرمت وغیرہ میں صرف کیا اور وقت محدود کرنے اراضی کے اُس کو ہوا کر دیا تھا اب اُس کے محاصل کا مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بیتنا تو مجردا۔

### الجواب

اگر وہ زمین اُن تکیہ داروں کی ملک نہ تھی بلکہ قبرستان عام مسلمین کی وقفی زمین تھی تو وہ بیعیں سب ناجائز ہوتیں اور بذریعہ بیع یہ صورت جو اُسے متعلق مسجد کو لینے کی ہے یہ بھی ناجائز ہوتی اُس میں جو قبور تھیں انھیں منہدم و ہموار کر کے اُن پر چلنا پھرنا سب ناجائز، البتہ جو زمین اُس میں قبور سے جدا تھی وہ از انجا کہ اب وہاں دفن ممکن نہ رہا ملک اصل واقف کی طرف عود کر گئی اُس کے ورثہ کو اختیار ہے اُن کی اجازت سے اُس قدر کو متعلق مسجد کر سکتے ہیں اور واقف نہ معلوم ہو یا ورثہ کا پتا نہیں تو مسلمانوں کا یہ فعل باسستثناء رمواضع قبور ممنوع نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ حافظ قاضی من خاں عرف میزان اللہ شاہ اشرفی امام و مدرس مسجد مولوی ٹولہ شہر کہنہ

۵ شوال ۱۳۲۳ھ

ایک شخص کے پاس دو سو روپے امانت مسجد کا تھا کہ جس کو بلا اجازت متولی اُس نے عدالت سے وصول کر لیا تھا اور بوجہ اُس کے سربراہ رہے ہونے کے متولی نے طلب اس سے نہیں کیا اور جب طلب کیا تو جواب دیا کہ جس کام میں میری رائے ہوگی صرف کر دوں گا، چنانچہ اب اس شخص نے متصل اُسی مسجد کے حجرہ کے اراضی افتادہ میں اپنا ذاتی ایک چبوترہ تعمیر کر لیا اور یہ خیال کیا کہ اس چبوترہ کی آڑ دیوار حجرہ سے ہے اور اس چبوترہ کے آگے بھی اراضی افتادہ ہے جس میں تین پرنا لہ مسجد کے قدیم سے جاری ہیں اس اراضی کی بھی آڑ مسجد سے ہو جائے پس ایک پاکھا فیصل مسجد پر بنانے کا ارادہ کیا چونکہ وہ تعمیر بلا ضرورت دیوار مسجد پر تھی لہذا یہ ظاہر کیا کہ مرمت مسجد کرانی جاوے۔

چنانچہ اسی مرمت میں یہ تجویز خود کیا کہ پیش حجرہ ٹین ڈالاجا وے جس کے واسطے پاکھوں کی ضرورت ہے چنانچہ دونوں طرف حجروں کے فصیل پر پاکھے بنوائے گئے اور ان کو بغرض حفاظت اراضی افتادہ بند کرنا چاہتا کہ کوئی وضو فصیل پر نہ کر سکے جس کے مسلمان حارج ہوئے مگر کچھ نہ مانا ایک بہت اونچی جگہ پر کسی قدر ان پاکھوں کو کھولا اور ٹین پیش ہر دو حجرہ ڈلوانا اور دو سو روپیہ اس تعمیر میں صرف کر دئے۔ مسلمانوں کی رائے تھی کہ اور کچھ چندہ فراہم کر کے ایک مکان تعمیر ہو جاتا کہ جس کی آمدنی خرچ و صرف مسجد کو کافی ہوتی یہ رقم دو سو پچاس کی تھی جس میں اب صرف پچاس روپیہ انھیں کی تحویل میں باقی رہے ہیں لہذا تعمیر مکان اب دشوار ہو گئی،

- (۱) ایسی حالت میں یہ روپیہ بجا صرف ہوا یا بے جا ؟
- (۲) اور مواخذہ دار اس کا عند اللہ وہ رہا یا نہیں ؟
- (۳) اور متولی مسجد سے رسید اس روپے کی طلب کرتا ہے تو رسید دینا چاہئے یا نہیں جبکہ بلا مشورہ و رائے یہ روپیہ صرف ہوا مرمت مسجد میں، اگر صرف بر انتظام ہوتا تو صرفہ سے زائد نہ صرف ہوتا، اب ڈیڑھ سو روپیہ صرف دونوں طرف کے پاکھے اور ٹین اور فضولیات میں صرف ہو گیا جس کی اس وقت مسجد کو کوئی ضرورت نہ تھی اور ۸ سال تک یہ روپیہ اس نے اپنے قبضہ میں رکھا،
- (۴) اور دونوں جانب کے در فصیل کھلا دینے چاہئیں یا نہیں کیونکہ ہوا با سکل مسجد دہے اور آرام نمازیوں اور وضو کا جاتا رہا، جو حکم شرع ہو وہ کیا جاوے۔ بینوا تو جروا۔

### الجواب

- (۱) شخص مذکور کے یہ تصرفات محض ناجائز و باطل ہیں۔
  - (۲) روپے کا تاوان اس پر لازم ہے۔
  - (۳) متولی مسجد کو حرام ہے کہ اسے رسید دے۔
  - (۴) دونوں طرف کے در بہ طور کھول دئے جائیں کہ ہوا اور وضو کا آرام ہو،
- ور مختار، بحر الرائق، الاشباہ والنظائر وغیرہ میں تصریح ہے کہ متولی قاضی پر مقدم ہے اگرچہ متولی اسی قاضی کا بنایا ہوا ہو تو اجنبی کا کیا مقام ہے تو مال کا ضیاع اور مفادات پر پابندی کا کیا سوال ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
- فی الدر المختار والبحر الرائق والاشباہ والنظائر وغیرہا تصریح بان المتولی مقدم علی القاضی وان کان منصوبہ فکیف با لاجنبی فکیف فی اضاۃ المال وسد المرافق واللہ تعالیٰ اعلم۔



مسئلہ ۴۲ کریم الدین واقف نے بحیثیت متولی کام نہیں کیا بلکہ مالکانہ جب سے وقف کیا جس کو عرصہ پندرہ سال کا ہوا کرتے رہے سیر اس میں کی قصہ بیگمہ زمین خود کاشت میں رکھی جو اعلیٰ درجہ کی ہے اور کبھی اس کا لگان درج نہیں ہوا، اخراجات جو لکھے ہیں چند نشان میں کبھی نہیں کی متولی بدلنے کی کہیں شرط نہیں جس صورت میں خود واقف جو متولی ہوا وہ حسب شرائط کار بند نہ ہوا پھر وقف کب ہوا، مکرر یہ کہ اس نے اندراج وقف کا کاغذات پٹواری میں نہیں کرایا یہ ایک شرط اس نے اپنے ذمہ لازم رکھی تھی۔

### الجواب

وقف میں کریم الدین کے لفظ صاف و بے تعلیقہ مطلق ہیں کہ وقف دائمی کیا میں نے اور خود اپنے آپ کو متولی کیا وقف صحیح و تام و لازم ہو گیا جس کی تبدیل ناممکن ہے بعد کو اگر اس نے قبضہ مالکانہ کیا ہو اور جتنی باتیں سائل نے ظاہر کیں سب صحیح ہوں بلکہ بالفرض اس نے صراحت و دعویٰ دائر کر دیا ہو کہ میں مالک ہوں یہ وقف نہیں جب بھی وقف کو آئیں نہیں پہنچ سکتی بلکہ خود اس کی خیانت ظاہر ہوتی اور واجب ہوتا کہ وقف اس سے نکال کر دوسرے کے سپرد کیا جائے نہ یہ کہ اس سے وقف باطل ہو جائے یہ نری جہالت و ضلالت ہے۔ در مختار میں ہے :

ینزع وجوباً بزازیة لو الواقف در رفیغہ بالادلی جبراً معزول کرنا واجب ہے، بزازیر، اگرچہ واقف ہی ہو، درر۔ تو غیر شخص جو قابل اعتماد نہ ہو اس کو غیر مامون ہے۔

بطریق ادلی معزول کیا جائے گا۔ (ت)

شرائط کی پابندی اس پر لازم تھی کہ اگر نہ کی گنگار ہوا نہ کہ وقف ہی جاتا رہا وقف کے بعد واقف صرف ایک متولی کی حیثیت میں رہتا ہے نہ کہ مالک یا ابطال وقف پر قادر۔ کیا متولی اگر خلاف شرائط کرے تو شے وقف سے نکل جائے گی، ایسا خیال نہ رہے احمق بے ادراک کا خیال ہے، دربارہ متولی واقف کو ایسی صورت میں ضرور تبدیل کا اختیار ہوتا ہے اگرچہ وقت وقف یا وقف نامہ میں بدلنے کی کوئی شرط نہ کی ہو۔ بحسب الرائق میں ہے :

التولية من الواقف خارجة عن حکم سائر الشرائط لان له فيها التغير والتبدیل کما بداله من غیر شرط ہے۔

متولی بنانا واقف کی تمام شرائط سے الگ معاملہ ہے کیونکہ واقف جب چاہے بغیر شرط بیان کئے بھی متولی کو تبدیل کر سکتا ہے۔ (ت)

۴۸۳/۱ ۲۳۱/۵

مطبع مجتہائی دہلی

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

کتاب الوقف

۲

۱۳۸

۲۳۱/۵



تو بعد کو جو اقرار نامہ اس نے دوبارہ تولیت لکھا اسی پر عمل درآمد واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 مسئلہ ۳۳ از بہار شریعت ضلع پٹنہ ڈاکخانہ سوہ سرائے محلہ مغل کنواں مکان شیخ بہادر مہتو مرسلہ مولوی امیر حسن صاحب  
 ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی وفات سے تیرہ برس پہلے اپنی جائداد کو وقف کر کے بشہادت معززین شہر ایک وثیقہ لکھوا کر حاکم وقت کی کچہری میں باضابطہ تعمیل کرا دیا، بعد تیرہ سال کے مرض موت میں دوسرا وثیقہ مخالفت شروط وثیقہ اول کے لکھوایا اور دو چار پر کے بعد قضا کر گئی چونکہ ہندہ سنیہ حنفیہ تھی لہذا فقہ حنفیہ کی معتبر و مشہور کتابوں سے قول مفتی برویح کے ساتھ میرے سوالات مفصلہ ذیل کا جواب مرحمت ہو،  
 (۱) وثیقہ اول کی ترمیم و شروط بدلنے کا ہندہ کو اختیار تھا یا نہیں؟

(۲) مرض موت کے وقف کا کیا حکم ہے؟

(۳) وثیقہ ثانی صحیح ہے یا باطل؟ یتنوا تو جروا۔

المستفتی عبد اللہ

### الجواب

عامر شرائط معتبرہ کا اختیار شرع مطہر نے واقف کو صرف انشاء وقف کے وقت دیا ہے مثلاً جسے چاہے اس کا مصروف بنائے جسے چاہے اس کے جوار کے حصے جتنا چاہے دینا جائے، جس وقت یا حالت یا صفت کے ساتھ چاہے مقید کر دے، جو ترتیب چاہے مقرر کرے، جب تک اس انشاء میں ہے مختار ہے، وقف تمام ہوتے ہی وہ تمام شروط مثل وقف لازم ہو جاتی ہیں کہ جس طرح وقف سے پھرنے یا اس کے بدلنے کا اسے اختیار نہیں رہتا یونہی ان میں سے کسی شرط سے رجوع یا اس کی تبدیل یا اس میں کمی بیشی نہیں کر سکتا ہاں اگر انشاء ہی کے وقت شرط لگا دی تھی کہ مجھے ان تمام شروط یا خاص فلاں شرط میں تبدیل کا اختیار ہوگا تو جس شرط کے لئے بالتصریح یہ شرط کر لی تھی

”عامر“ کا لفظ اس لئے کہا کیونکہ تولیت کا معاملہ اس حکم سے خارج ہے لہذا واقف کو جب چاہے متولی میں تبدیلی کا حق ہے اگرچہ اس کی شرط نہ لگائی ہو بسبب کہ حجر میں ہے اور متعدد بار ہمارے فتاویٰ میں گزر چکا ہے ۱۲ منہ (ت) معتبر شرائط سے کہا، کیونکہ باطل شرط ہو تو مطلقاً باطل ہے وقف کرتے وقت لگائی گئی ہو یا بعد میں لگائی گئی ہو

علہ انما قال عامر لان التولية خارجة عن هذا الحكم فله التغيير فيها كلما شاء ولو لم يشرط شيئاً كما في البحر وقد تقدم في فتاونا غير مرة ۱۲ منہ۔ (م)

علہ قيد بالمعتبرة لان الشرط الباطل باطل مطلقاً لا تقبل حين الانشاء ولا بعد ۱۲ منہ۔

اُسی کو بدل سکے گا پھر اُسے بھی ایک ہی بار بدل سکتا ہے، جب تبدیل ہوئی اب دوبارہ تغیر کا اختیار نہ ہوگا کہ اُسی قدر شرط کا مفاد تھا وہ پورا ہو گیا اب دوبارہ تبدیل شرط سے زائد ہے لہذا مقبول نہ ہوگی البتہ اگر کسی شرط پر انشاء وقت میں یہ شرط لگادی کہ میں اسے جب کبھی چاہوں ہر بار بدل سکوں گا تو اس شرط کی نسبت اختیار مستمر رہے گا کہ اب اس کا استمرار ہی مقتضائے شرط ہے غرض واقعہ خود اُس کا قطعی پابند ہوتا ہے جو ان شرائط میں وقف کرتے وقت زبان یا قلم سے نکال چکا اُس سے باہر اُن میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا، امام طرابلسی اسمعات میں فرماتے ہیں،  
 لا يجوز له ان يفعل الا ما شرط وقت العقد۔ یعنی واقعہ کو اُسی قدر کرنے کی اجازت ہے جتنا وقت کرتے وقت شرط کر چکا تھا۔

اُسی میں ہے :

لو شرط في وقفه ان يزيد في وظيفة من  
 يري زيادته او ينقص من وظيفة من  
 يري نقصانه او يبدل محل معهم من يري  
 ادخاله او يخرج من يري اخراجه جاز، ثم اذا فعل  
 ذلك ليس له ان يغيره لان شرطه وقع على فعل يراه  
 فاذا ساءه وامضاه فقد انتهى ماداه۔  
 یعنی اگر واقعہ نے وقف میں شرط کر لی کہ میری رائے میں جس کا وظیفہ بڑھانا مناسب ہوگا بڑھا دوں گا یا جس کا کم کرنا مناسب ہوگا کروں گا جسے داخل کرنا آئے گا داخل کروں گا جسے خارج کر دینا منظور ہوگا خارج کر دوں گا تو یہ شرط جائز ہے پھر جب ایک بار کر چکا اب اسے نہیں بدل سکتا کہ شرط بغنی تھی ختم ہو چکی۔

علامہ سید احمد حموی غزالیون والبصار شرح الاشياء والنظائر میں فرماتے ہیں :

الوقف اذا لزم لزم ما في ضمنه من الشروط  
 وقف جہاں لازم ہوا ساتھ ہی اس کے ضمن میں جتنی شرطیں ہیں سب لازم ہو جاتی ہیں۔

فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے :

وقف ضیعة فی صحته علی الفقراء واخرجها من  
 یدہ الی المتولی ثم قال لو صیہ عند الموت اعط  
 من غلتها لفلان کذا ولفلان کذا  
 یعنی ایک جائداد اپنی صحت میں فقیروں پر وقف کر کے متولی کو سپرد کر دی پھر مرتے وقت وصی سے کہا اس کی آمدنی سے اتنا فلاں کو دینا اتنا فلاں کو تو اس کا

لے رد المحتار بحوالہ الاسعاف	کتاب الوقف	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳۳۱/م
لے " " "	"	" " "	"
من غزالیون البصار مع الاشياء والنظائر	"	ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی	۳۰۹/۱

فجعلہ الاولیٰ باطل لا ینفاسات للفقراء اولاً  
فلا یملک ابطال حقہم الا اذا شرط فی الوقف  
ان یصرف غلتہا الی من شاء

در مختار میں ہے :

جاء شرط الاستبدال بہ ثم لا یستبدلہا بشانیۃ  
لانہ حکم ثبت بالشرط والشرط وحید فی الاولیٰ  
لا الثانیۃ اھ مختصراً۔  
یعنی تبدیل وقف کی شرط جائز ہے پھر جب ایک بار تبدیل  
کر چکا دوبارہ نہیں کر سکتا کہ یہ اجازت تو اُس شرط  
لگانے سے حاصل ہوئی تھی اور شرط پہلی میں پائی گئی  
ذکر دوسری میں اھ مختصراً۔

رد المحتار میں فتح القدیر سے ہے :

الا ان یدکر عیاسرة تفیدلہ ذلک دائماً  
یعنی ہاں اگر ہمیشہ اختیار تبدیل کی شرط کر لی تو ہمیشہ مختار  
رہے گا۔

اس قدر سے سوال اول و سوم کا جواب واضح ہو گیا کہ شروط لا تہم کی ترمیم کا ہندہ کو کوئی اختیار نہ تھا اور دوسرا وثیقہ جہاں  
تک ان کی تبدیل کرتا ہو محض لغو و مہمل کہ وقف اُس کی ملک سے خارج ہو چکا اور شرائط لازمہ لازم ہو لیں اب اُن کے متعلق  
نیا وثیقہ ایسا ہے جیسا ایک اجنبی راہ چلتا کچھ لکھ جائے۔ سوال دوم کو اس مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں اور اس کا جواب  
یہ کہ مرض الموت میں وقف مثل وصیت بے اجازت و صرف ثلث مال میں نافذ ہوتا ہے کما فی التنبیہ وغیرہ  
عامۃ کتب المذہب (جیسا کہ تنزیہ وغیرہ عامہ کتب المذہب میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۸۸ از بدایوں مرسلہ جناب نبی بخش صاحب مہتمم مدرسہ محمدیہ ۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں کہ علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جائیداد مسجد و مدرسہ دینی پر وقف ہے آیا متولی کو  
اختیار ہے کہ اس کا کوئی جز بیع کر دے یا کسی کی حاجت و کار کے لئے وہ جائیداد یا جزو جائیداد اُسے دے دے  
کہ وہ اپنے تصرف میں لائے اور اس کے عوض اُس سے دوسری جائیداد ویسی ہی یا اس سے بہتر بدل لے یا  
اُس جائیداد کا کوئی ہمیشہ کے لئے کسی کو اجارہ دے دے یا چالیس سال کا پٹہ لکھ دے حالانکہ وقف آباد ہے

۱۵/۴	نو کشور کھنؤ	کتاب الوقف	لہ فتاویٰ قاضی خاں
۲۸۳/۱	مطبع مجتبائی دہلی	"	۲ در مختار
۳۸۸/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۳ رد المحتار

اور اسے حاجت نہیں، نہ واقف نے وقتنامہ میں اس کی اجازت دی بلکہ صرف اتنا لکھا ہے کہ ضرورت اتفاقیہ تعمیر در صورت وقوع خرابی مسجد و مدرسہ اختیار جارہ دینے جزو جائداد کا چند روز عارضی تااد اسے قرضہ ہوگا۔ بیتواتو جسروا۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ وہ جائداد جسے لوگ اپنی ضرورت کے لئے مانگتے ہیں باغ ہے وہ اس کے پٹر کاٹ کر عمارت بنانا چاہتے ہیں فقط۔

### الجواب

یہ چاروں صورتیں حرام قطعی ہیں متولی خواہ غیر کسی کو اصلاً ان کا اختیار نہیں متولی اگر ان میں سے کوئی صورت کرے گا تو خائن ہوگا اور واجب ہوگا کہ فوراً نکال دیا جائے اور وقف اس کے قبضہ سے نکال کر کسی متدین خدا ترس کو حسب شرائط واقعہ سپرد کیا جائے دوسرے جو اس باغ کو لے کر اس کے پٹر کاٹ کر کوئی عمارت بنائیں گے وقف کے غاصب ہوں گے فرض ہوگا کہ فوراً وقف ان کے قبضہ ظالمانہ سے خلاص کیا جائے اور ان کی عمارت مسمار کر دی جائے اور ان سے پٹروں کا تاوان سبقتی تمام بلار عایت وصول کر لیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ليس لعرق ظالم حق <sup>لہ</sup> ظالم کو دخل کا حق نہیں۔ (ت)

پہلی صورت کی حرمت تو ظاہر، ہر شخص جانتا ہے کہ <sup>www.dawateislami.net</sup> الوقف لا يملك لا يباع ولا يورث۔ وقف ملکیت نہیں بن سکتا، نہ فروخت ہو اور نہ وراثت بن سکتا ہے۔ (ت)

دوسری صورت یوں حرام ہے کہ واقعہ نے استبدال کی اجازت نہ دی بلکہ صراحت لکھ دیا کہ کسی متولی خواہ مہتمم خواہ اصحاب انجمن اسلامیہ کو اختیار انتقال دائمی جائداد کا نہ ہوگا اور وقف جب تک کچھ بھی انتفاع کے قابل رہے حاکم اسلام کو بھی اس کی تبدیل حرام و باطل و مردود و محض ہے، درمختار میں ہے:

شروط في الجحور ووجه عن الانتفاع بالكلية و  
كون البديل عقاراً والمستبدل قاضى الجحنة  
المفسر بذي العلم والعمل <sup>لہ</sup>  
بحر میں شرط ہے کہ وہ وقف کلیۃ انتفاع کے قابل نہ رہے اور اس کا بدل زمین ہو اور بدلنے والا قاضی محکمانہ ہو جس کا مطلب ہے کہ عالم باعمل ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

يجوز للقاضي بشرط ان يخرج عن الانتفاع  
بالكلية وان لا يكون هناك سبب للوقف  
يعسر به الخ۔  
قاضي کو تبدیلی جائز ہے بشرطیکہ وقف کلیتہً ناقابل  
انتفاع ہو جائے اور وقف کو آباد کرنے کے لئے  
آمدن بھی نہ ہو الخ (ت)

اور بدلے کی چیز کا اس سے بہتر ہونا وجہ جواز نہیں ہو سکتا۔ فتح القدیر میں ہے،  
الواجب ابقاء الوقف على ما كان دون زيادة  
اخرى ولا نه لا موجب لتجويزه لان الموجب  
في الاول الشرط وفي الثاني الضرورة  
ولا ضرورة في هذا اذ لا تجب الزيادة فيه بل  
تبقى كما كان۔  
وقف کو اپنی اصلی حالت میں بحال رکھنا ضروری  
ہے اس میں کوئی زیادتی نہ کی جائے کیونکہ اس  
کے جواز کا کوئی موجب نہیں ہے موجب اول میں شرط  
ہے اور ثانی میں ضرورت ہے جبکہ یہاں کوئی  
ضرورت نہیں، اس لئے اس میں زیادتی ضروری  
نہیں بلکہ جیسے تھا ویسے باقی رکھے۔ (ت)

شرح الاشباہ للمحقق البیری میں یہ کلام فتح سے نقل کر کے فرمایا:  
ما قاله هذا المحقق هو الحق والصواب۔  
جو اس محقق نے فرمایا وہ حق و صواب ہے (ت)  
تیسری صورت کی حرمت یہ کہ ہمیشہ کے لئے اجارہ میں دیا کسی ملک کے لئے کا بھی جائز نہیں، نہ کہ وقف، ظاہر ہے کہ ہمیشگی  
کسی شئی کو نہیں تو معنی یہ ہوں گے کہ جب تک باقی ہے اور مدت بقا مجہول ہے اور جہالت مدت سے اجارہ فاسد  
ہوتا ہے اور عقد فاسد حرام ہے، لہذا علمائے تصریح فرماتی کہ جب تک مدت معین نہ کی جائے اجارہ جائز نہیں کہ  
تعیین مدت سے مقدار منفعت معلوم ہوتی ہے، پر ظاہر ہے کہ ہمیشہ کے لئے کہنا نہ کوئی تعین مدت ہے نہ اس سے  
مقدار منفعت معلوم ہو سکے۔ ہذا یہ میں ہے،

المنافع تامة تصير معلومة بالمدة كاستيجار  
الدور للسكنى والارضين للزراعة فيصح  
العقد على مدة معلومة اى مدة  
كانت لان المدة اذا كانت معلومة  
كبھی منافع کا تعین مدت کے تعین سے ہوتا ہے  
جیسے مکانات اور زرعی زمینوں کا اجارہ، تو  
معیّنہ مدت جو بھی ہو اس کے مطابق عقد اجارہ  
جائز ہے کیونکہ مدت معلوم ہو جانے سے منافع معلوم

۱۔ رد المحتار  
۲۔ فتح القدیر  
۳۔ شرح الاشباہ للعلامة البیری  
كتاب الوقف  
دار احیاء التراث العربی بیروت  
مکتبہ نوری رضویہ سکھر  
۲۸۸/۴  
۲۴۰/۵



كان قدر المنفعة فيها معلوما اذا كانت  
المنفعة لا تتفاوت له  
ہو جاتے ہیں جب منافع میں تفاوت  
نہ ہو (ت)

عنایہ میں ہے :

الظن عدم البقاء الى تلك المدة والظن  
مثل اليقين في حق الاحكام فصات  
الاجارة مؤبدة معني والتابيد  
يبطلها  
اس مدت تک باقی نہ رہنے کا ظن ہے جبکہ  
احکام میں ظن مثل یقین ہے تو معنایہ اجارہ  
دائمی ہوگا اور دائمی اجارہ عمتد کو باطل  
کرو دیتا ہے (ت)

چوتھی ٹوں حرام ہے کہ جب نہ واقف نے اجازت دی ہو نہ وقف کی اپنی کوئی ضرورت و مجبوری ہو تو زمین موقوف کو  
تین برس سے زیادہ پر اجارہ دینا جائز نہیں۔ ہدایہ میں ہے :

في الاوقاف لا تجوز الاجارة الطويلة كـ  
لا يدعى المستاجر ملكها وهي ما زاد على  
ثلث سنين هو المختار  
اوقاف کا طویل اجارہ جائز نہیں تاکہ مستاجر  
کو دعویٰ ملکیت کے لئے گنجائش پیدا نہ ہو، اور  
طویل مدت تین سال سے زائد کا نام ہے اور یہی مختار ہے (ت)

در مختار میں ہے :

فلو اجرها المتولى اكثر لم تصح الاجارة  
وتفسخ في كل المدة لات العقد اذا  
فسد في بعضه فسد في كله فتاوى قارى  
الهداية  
اگر متولی نے وقفی چیز کو زیادہ مدت کیلئے اجارہ پر  
دیا تو صحیح نہیں، اور یوں تمام مدت میں اسے فسخ  
قرار دیا جائیگا کیونکہ جب عقد کا بعض حصہ فاسد ہوا تو  
تمام مدت فسخ ہو جائیگا، فتاویٰ قاری الہدایہ (ت)

پھر یہ حکم تو اجارہ کے تھے اور وہ جس کے لئے اس باغ کو طلب کر رہے ہیں اجارہ نہیں اغارہ ہوگا یعنی  
وقف کا غارت کرنا، وقفی پٹر کاٹ ڈالنے کی اجازت کیونکہ ہوگی تو یہ اجارہ تین برس درکار ایک گھڑی کے لئے حلال  
نہیں ہو سکتا۔

۲۹۱/۲	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الاجارات	لہ الہدایہ
۸/۸	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	"	لہ العنایہ مع فتح القدر
۲۹۱/۲	مطبع یوسفی لکھنؤ	"	لہ الہدایہ
۱۶۶/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	"	لہ در مختار

مسئلہ ۴۹ از ریاست رامپور مرسلہ حاجی محمد علی خاں صاحب بیج ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

زید کی طرف سے وکیل نے جو خدام درگاہ غریب نواز سے ہے کمیٹی درگاہ شریف سے اجازت حاصل کر کے زید کے لئے احاطہ درگاہ معلیٰ میں مسجد شاہجہانی کے جانب جنوب ایک حجرہ مع دو دالان کے اپنے صرف سے تیار کر کے بعد تیاری زید نے اُس تعمیر پر قبضہ کرنے یا اس کے مصارف وکیل کو ادا کرنے سے قطعی انکار کیا اس پر عمرو نے وہ لاگت تعمیر دے کر حجرہ اور ہر دو دالان پر قبضہ کر لیا اور ایک حجرہ اور زمین وکیل خدام درگاہ کی معرفت اپنے ذاتی مصارف سے تیار کروا کر کل لاگت خدام موصوف کو باخذ رسید دے دیا اور بعد تیاری ان دو حجروں اور ہر دو دالان کو اس نیت سے وقف کر دیا کہ جب کبھی ہر زمانہ عرس شریف یا غیر اوقات میں عمرو یا اس کی اولاد یا متعلقین یا اہل حاج حاضر آستانہ ہوا کریں تو ان میں قیام کیا کریں باقی زمانہ اور اوقات میں ذرائع ان صادر وارد یا فقراریں سے جو چاہے مقیم ہو کر شرف سعادت حاصل کیا کریں چنانچہ عمرو نے اپنی تعمیر کا کچھ تاریخی پتھر پر پیشانی حجرہ میں نصب کر دیا اور سالہا سال یوم تعمیر سے اب تک عمرو اور اس کے متعلقین وغیرہ زمانہ عرس شریف وغیرہ میں وہاں قیام کیا کرتے ہیں اگر کوئی فقیر وغیرہ اُن میں رہتا ہے تو اُن کے آنے پر وہ فوراً خالی کر دیتا ہے اب وہی خدام درگاہ عمرو کے ان حجروں میں مقیم ہونے کے مانع ہیں اس عذر پر کہ یہ مال وقف ہے عمرو کی ملکیت نہیں فقیر جو ان حجروں میں رہتے ہیں اُن سے یہ حجرے خالی نہیں ہو سکتے، عمرو یا اس کے متعلقین یہاں ٹھہرنے کے مجاز نہیں ہیں، علماء دین و مفتیان شرع متین سے دریافت کیا جاتا ہے کہ عمرو کا ایسا وقف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں، اور عمرو یا اس کے متعلقین بصورت مذکورہ بالا ان حجروں میں مقیم ہو سکتے ہیں یا نہیں اور منع کرنے والے کو خواہ وہ خدام درگاہ شریف میں سے ہو یا اور کوئی فقیر یا دیگر شخص جس نے حجروں میں سکونت اختیار کی ہو اُس کو حق ممانعت حاصل ہے یا نہیں اور شخص مانع ان حجروں میں متصرف اور قابض رہ سکتا ہے یا نہیں اور وہ اس کے متعلق معاملات میں دخل ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟

### الجواب

زمین احاطہ درگاہ معلیٰ عامہ زائرین و اربین صادرین کے لئے وقف یا ارضاد کا وقف بہر حال محکوم باحکام الوقف ہے کما حققہ المحقق الشامی فی رد المحتار (جس کا محقق شامی نے رد المحتار میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) عمرو نے جو حجرہ اپنے زرخاص سے تعمیر کرایا اور جو حجرہ و دالان وکیل سے خریدے اور اُن کو اسی مقصد کے لئے وقف کیا یہ وقف صحیح ہو ا خدام مانع اُس عمارت سے بے تعلق ہو گیا، نہ اُس کو ان معاملات میں مداخلت کا کوئی حق خاص رہا،

فی الدر المختار بتی علی ارضی ثم وقف  
البناء قصد ابد ونہا انت الارض  
در مختار میں ہے کہ کسی نے زمین پر عمارت بنائی پھر  
صرف عمارت بغیر ارضی وقف کر دی اگر یہ زمین

مهلولة لا يصح وان موقوفة على ما عين البناء  
له جانبا تبعا لجماعا وان المرض لجهة  
اخرى فمختلف فيه والصحيح الصحة كما  
في المنظومة المجية :-  
مملو کہ ہے تو وقف صحیح نہیں، اگر زمین عمارت کے  
مقاصد کے لئے وقف ہو تو عمارت بھی تبعا وقف  
ہو جائیگی اور اگر زمین کسی اور مقصد کیلئے وقف  
ہو تو پھر مختلف فیہ ہے اور صحیح یہی ہے کہ درست  
ہے جیسا کہ آئندہ منظوم میں ہے۔ (ت)

تعمرو اور اس کے متعلقین بھی ضرور ایام حاضری بارگاہ عالی میں ان میں مقیم ہو سکتے ہیں کوئی شخص ان کو بلا وجہ شرعی  
اس سے منع نہیں کر سکتا کہ یہ از قبیل مسجد و مقبرہ و رباط و قنطرہ و حوض و سقاہ ہے جن سے غنی و فقیر و واقف و غیر واقف  
سب حسب شرط وقف متمتع ہو سکتے ہیں۔ ہندیر میں ہے :

لا فرق فی الانتفاع فی مثل هذه الاشياء  
بین الغنی والفقیر حتی جاز للکل النزول فی  
الحان والرباط والشرب من السقاية والدفن  
فی المقبرة کذا فی التبیین :-  
ان چیزوں سے انتفاع میں امیر غریب  
کا کوئی فرق نہیں، لہذا سرائے، رباط،  
سقاہ (سبیل)، تدفین (مقبرہ) میں ہر ایک  
کو مساوی حق ہے۔

اسی میں ہے :

ولا بأس بان يشرب (ای البانی) من البئر  
والحوض ویسقی دابته وبعیره ویتوضأ  
منه كما فی الظہیریہ :-  
بطور وقف تعمیر کوئی نیا لے کو کنویں، حوض سے پانی  
پینے، اپنے جانوروں کو پلانے، وضو کرنے میں کوئی  
حرج نہیں، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔ (ت)

ہاں ان کو مسکن و موطن دوام بنانے کا نہ عمرو کو اختیار ہے نہ کسی فقیر و غیرہ کو کہ یہ زمین و عمارت دونوں کے  
مقصد کے خلاف ہے اور خدام درگاہ کو تو ان میں اقامت چند روزہ کی بھی صحیح نہیں کہ وہ باہر سے حاضر ہونے والوں  
کے لئے بنے ہیں نہ کہ مجاوروں کے لئے۔ ہندیر میں ہے :

قال الخصاص فی وقفه اذا جعل دارة  
امام خصاص نے وقف کے بیان میں فرمایا

۲۸۲/۱	مطبوعہ مجبائی دہلی	کتاب الوقف	لے در مختار
۲۶۶/۲	نورانی کتب خانہ پشاور	ابا البانی عشر	لے فتاویٰ ہندیہ
۲۶۵/۲	" " "	" " "	لے " "

سکئی للحاج فلیس للمجاورین ان یسکنوها  
کذا فی الظہیریۃ ۱۷

جب کسی نے اپنا گھر حجاج کی رہائش کیلئے وقف کیا  
تو اس میں مجاورین کو رہائش کا حق نہیں ظہیریہ

میں یونہی ہے (ت)

سوالات سائل کا جواب تو ہو گیا مگر یہاں ایک ضروری امر غور طلب باقی رہا جس سے اگرچہ سائل نے تصریح  
سوال نہ کیا مگر بیان صورت میں اُس سے تعرض موجود اور اس کی حاجت ضرور ہے وہ یہ کہ جس طرح غیر عمر کو ممانعت عمر  
متعلقین عمر کو اختیار نہیں اس طرح آیا عمر کو بھی دوسرے کے ممانعت کا اختیار ہے یا نہیں جبکہ وہ دوسرا نہ بطور سکونت  
بلکہ حسب شرط معلوم ایام موسم خواہ ان کے غیر میں پہلے سے مقیم ہو اور اب عمر یا اس کے متعلقین جائیں تو آیا بدعوی عمارت اس  
سے خالی کر سکتے ہیں یا نہیں، ظاہر اس کا جواب نفی ہے، عمر نے اگر یہ شرط وقف میں نہ لگائی ہو جب تو ظاہر، مجرد نیت  
نہ مفید شرط ہے نہ اس کا دعویٰ مسلم۔ درمختار میں ہے :

لو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتاً رخانیۃ  
فاذا کان هذا فی الواقع فکیف بغیرۃ ۱۸

اگر کہے میں نے یہ نیت کی تھی تو اس کی تصدیق  
نہ ہوگی تاتاً رخانیۃ، جب وقف میں یہ معاملہ ہے

تو غیر وقف میں کیسے تصدیق نہ ہوگی ۱۸ (ت)

اور اگر شرط لگائی ہو اور شرط واقف واجب الاتباع ہے اور اس کے خلاف تصرف ناجائز، اور جب تاحیات صرف  
اپنے نفس پر وقف جائز ہے تو اوقات خاصہ میں اپنی تعلیم کی شرط بدرجہ اولیٰ، مگر یہ سب اُس صورت میں ہوتا کہ زمین بھی  
ملک عمر ہوئی، یہاں کہ زمین اول سے عام پر وقف ہے اسے کسی وقت اپنے نفس کے لئے اسے خاص کر لینے کا  
اختیار نہیں عمارت اس نے وقف کی اُسے اپنے لئے خاص کر سکتا اگر یہ خصوص عمارت ہی ملک محدود رہتا مگر ایسا نہیں  
بلکہ زمین بھی اُن اوقات میں اس کے لئے محصور اور عام اہل حق سے ممنوع و محجور رہے گی بلکہ زمین ہی قیام میں اصل ہے  
اور عمارت تابع، اور زمین پر اس کو اپنی تعلیم و ترجیح کا کوئی حق نہیں، نہ دوا نہ کسی وقت خاص کے لئے، مثلاً موقف  
عرفات میں کوئی شخص ایک حجرہ بنائے کہ جس سال یہ حج کو جائے دوسرا وہاں وقف نہ کر سکے اس کی ہرگز اجازت نہیں  
ہو سکتی۔ امام طحاوی شرح معانی الآثار پھر علامہ اتقانی غایۃ البیان شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں :

المسجد المحرام لا یجوز لاحداث یبستنی  
فیہ بناء ولا انت یحتجرفیہ موضعاً و

مسجد حرام میں کسی کو اپنے لئے تعمیر کی اجازت نہ ہی اپنے  
لئے جگہ مخصوص کرنے کا حق ہے، اور یہی حکم ان تمام



كذلك حكم جميع المواضع التي لا يقم لاحد فيها ملك وجميع الناس فيها سواء الا ترى ان عرفات لو اراد رجل ان يبني في المكان الذي يقف فيه الناس بناء لم يكن له ذلك وكذلك مني لو اراد ان يبني فيها دارا كان من ذلك ممنوعا، وكذلك جاء الاثر عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وحدث باسناد الى عائشة رضي الله تعالى عنها قال قلت يا رسول الله الا نتخذ لك بمني شيئا تستظل فيه فقال يا عائشة انها مناه لمن سبق فهذا احكم المواضع التي فيها الناس سواء ولا ملك لاحد عليها.

مواضع کا ہے جن میں کسی کو ملکیت کا حق نہیں اور ان میں تمام لوگ مساوی حق رکھتے ہیں کیا آپ دیکھتے نہیں کہ عرفات میں کوئی شخص مکان بنانا چاہے جو کہ لوگوں کے ٹھہرنے کے لئے ہے تو اس کی یہ حق نہیں ہے اور یمنی منی میں کوئی مکان جوڑی بنانا چاہے تو ممنوع ہے، یہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ماثر ہے جس کی نسبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لئے منی میں کوئی سایہ دار جگہ بنا دیں تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! منی تمام لوگوں کے لئے ڈیرہ ہے جو بھی پہلے وہاں اتر جائے تو یہ ان مواضع کا حکم ہے جس میں تمام لوگوں کو برابر حق ہے اور کسی کی ملکیت نہیں ہے (ت)

تو یہ شرط خلاف شرع ہوئی اور واقف کی جو شرط مخالف شرع سمجھ ہونا مقبول و نامعتبر ہے۔ رد المحتار میں ہے: شرائط الواقف معتبرة اذالم تخالف الشرع۔ جب شرع کے مخالف نہ ہو تو وقف کی شرائط معتبر ہیں (ت)

اور یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ ایسی زمینیں اس کے لئے ہیں جس کا قبضہ پہلے ہو جائے اور یہاں عمر کا قبضہ سابق ہے کہ اس کی عمارت موجود ہے جیسے کوئی شخص مسجد میں آیا ایک جگہ بیٹھا پھر وضو کے لئے گیا اور اپنا کپڑا دباں چھوڑ گیا دوسرا شخص اس کپڑے کو ہٹا کر وہاں نہ بیٹھے کہ کپڑے والے کا قبضہ سابق ہو گیا ہے، یہاں اس کا عمل نہیں، جب عمارت وقف ہو چکی عمارت کا ہونا اس کا قبضہ سابق نہیں ٹھہر سکتا کہ نفس عمارت میں بھی یہ اور سب مسلمان برابر ہو گئے معہذا ایسا قبضہ تھوڑی دیر کے لئے مسلم ہوتا ہے جیسا کپڑا رکھ کر وضو کو جانے میں نہ یہ کہ مسجد میں اپنی کوئی چیز رکھ دیجئے اور وہ جگہ ہمیشہ آپ کے لئے مخصوص ہو جائے کہ جب آئے دوسروں پر تقدیم پائیے، یہ ہرگز نہ جائز نہ مقبول۔



در مختار مسجد میں ممنوعات کے بیان میں ہے کہ اپنے لئے  
جگہ کو مخصوص کرنا اور وہاں کے کو بیٹھنا اگر چہ  
مدرس ہو منع ہے۔ (ت)

في الدار المختار في ما يمنع في المسجد تخصيص  
مكان لنفسه وليس له ازعاج غيره منه  
ولو مدرسا

رد المحتار میں ہے :

فقہ میں ہے کہ مسجد میں کسی کی مخصوص جگہ جہاں وہ روزانہ  
بیٹھتا ہو وہاں کوئی دوسرا شخص مشغولی ہو جائے تو  
امام اوزاعی نے فرمایا اگر وہ اس کو وہاں سے ہٹانا چاہے تو جائز ہے  
اور اس کو ایسا کرنے کا حق نہیں ہے ہمارے نزدیک  
یعنی کیونکہ مسجد کسی کی ملکیت نہیں، بحر میں نہایت سے منقول  
قلت (میں کہتا ہوں) اس بیان کو اس بات سے  
مقید کرنا مناسب ہے کہ جب پہلا شخص وہاں پر فوراً  
والسبب نیکی نیت سے نہ اٹھا ہو جیسا کہ کوئی وضو کے لئے  
مثلاً اٹھے خصوصاً جب وہاں اپنا کپڑا رکھ جائے یہ  
اس لئے کہ وہ پہلے قبضہ کر چکا ہے، غور کرو۔ اور  
امام سرخسی کی سیر کبیر میں ہے اور ایسے ہی ہر وہ مقام  
جس میں تمام مسلمان مساوی حق رکھتے ہوں، جیسا کہ  
سراؤں میں ٹھہرنا، نماز کے لئے مساجد میں بیٹھنا اور منیٰ  
اور عرفات میں حج کے لئے اترنا، حتیٰ کہ اگر کسی نے ایک جگہ وہاں خیمہ لگایا اور دوسرا شخص وہاں پہلے ٹھہر گیا تو پہلے  
کو یہ حق نہیں کہ اسے وہاں منتقل کرے الخ (ت)

في القنية له في المسجد موضع معين يواظب  
عليه وقد شغله غيره قال الاوزاعي له ان  
يزعجه وليس له ذلك عندنا اه اي لان المسجد  
ليس ملكا لاحد بحر عن النهاية قلت وينبغي  
تقييده بما اذا لم يقم عنه على نية العود  
بلا مهلة كما لو قام للوضوء مثلا ولا سيما اذا  
وضع فيه ثوبه لتحقق سبق يده تأمل  
وفي شرح السير الكبير للسرخسي وكذا كل  
ما يكون المسلمون فيه سواء كالنزول في الرباط  
والجلوس في المساجد للصلوة، والنزول  
بمئتي او عرفات للحج حتى لو ضرب فسطاطه  
في مكان كان ينزل فيه غيره فهو احق وليس  
للاخر ان يحوله الخ

اور ہمیں سے ظاہر ہو گیا کہ جس نے سبقت کی اور عمرہ کے لئے اپنی حاجت جائزہ کے وقت خالی نہیں کرتا  
اس پر یہ اعتراض بھی نہیں ہو سکتا کہ حق خیر میں تصرف کر رہا ہے یعنی عام حق تو زمین میں تھا اور یہ حجروں  
والانوں میں ٹھہر کر عمارت کو بھی اپنے تصرف میں لایا اور وہ عمارت اصل مالک نے اُس کے لئے جائز کی تھی جو  
خود اس کی حاجت کے سوا دوسرے وقت میں آئے اس کا جواب وہی ہے کہ عمارت اس کی ملک نہ رہی

لے در مختار کتاب الصلوة باب ما يفيد الصلوة الخ مطبع مجتبائی دہلی ۹۴/۱  
لے رد المحتار مطلب فمن سبقت يده الى مباح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۵/۱

وہ شرط کہ اس نے کی تھی خلاف شرع ہو کر نامعتبر ہوئی تو اب جس کا ہاتھ سبقت کرے وہی مقدم ہے ہذا ملاحظہ  
لی والعلوم بالحق عند ربی (مجھے یہ معلوم ہوا جبکہ حقیقی علم میرے رب کو ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔  
مسئلہ از نجیب آباد ضلع بجنور متصل تحصیل مرسلہ جناب محمد ظفر اللہ صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مال وقف مسجد پر چین کے نام سے موسوم ہے شرعاً کسی کا  
دعویٰ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کا کوئی شخص یا چند شخص مل کر اپنے آپ کو ولی قرار دیتے ہوں تو وہ مالک ہو سکتے  
ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

## الجواب

مال وقف پر دعویٰ ملک تو کسی کو نہیں ہو سکتا، ہاں دعویٰ تصرف متولی کو ہے، اگر متولی نہ ہو تو اہل محلہ  
کو اختیار ہے، اگر انھوں نے اس شخص یا اشخاص کو متولی کر دیا ہے تو اس کو اختیار مل سکتا ہے، واللہ  
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از مقام خاص مرزا پور محلہ چیت گنج مرسلہ حکیم احمد علی صاحب یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ  
ایک قطعہ زمین سرکاری جو کہ جنازہ مسلمانان کے لئے وقف ہے اس میں باجائز تکیہ دار کے ایک مکان  
ایک دوسرے فقیر نے بنایا اور اسی میں بدوہاش اختیار کرنے کے بعد چند ایسی مکان کو براہ خدا وقف کر دیا وہ  
وقف شدہ مکان بقیمت مبلغ بیس روپیہ کو وارث تکیہ نے خرید کیا مکان وقف شدہ کاروپہ ایک مسجد جو کہ مکان  
سے علیحدہ اسی زمین میں تعمیر کی گئی ہے وہ روپیہ اسی مسجد میں خرچ کیا گیا اب وہ مکان تکیہ دار کے قبضہ میں ہے پھر  
دوبارہ وہی فقیر جس نے مکان تعمیر کیا تھا خریدنا چاہتا ہے شرعاً شریف سے جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

اگر وہ تکیہ وقف ہے جیسا کہ سائل بیان کرتا ہے تو نہ اُس میں اُس فقیر کو اپنا مکان سکونت بنانے کی اجازت  
تھی نہ اُس میں مسجد بنانا جائز ہے لان الوقف لایوقف (کیونکہ وقف شدہ دوبارہ وقف نہیں ہوتا) نہ اس مکان  
کی زمین کا بیچنا صحیح تھا نہ اب اُس کے یا کسی اور کے ہاتھ بیع ہو سکتی ہے لان الوقف لایمملک (کیونکہ وقف  
کسی مملوک نہیں ہو سکتا) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۳ بتاریخ یکم صفر روزِ پنجشنبہ ۱۳۳۳ھ

(۱) قبرستان میں مدرسہ یا کوئی مکان یا مسجد بنانا جائز یا نہ؟

(۲) ایک بزرگ نے ایک جگہ چند بزرگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا وہاں ایک چوڑا بطور مسجد بنایا اور ایک مدت تک  
وہاں نماز پڑھی گئی اب ایک عرصہ سے وہ جگہ غراب پڑی ہے، وقف کی یا نہیں کی اس کا کچھ حال معلوم نہیں

اب وہ جگہ کسی کو دے دی جائے کہ مکان بنائے یا مسجد بنا دی جائے۔

## الجواب

(۱) قبرستان وقف میں کوئی تصرف خلافِ وقف جائز نہیں، مدرسہ ہو خواہ مسجد یا کچھ اور۔ اور اگر کسی کی ملک ہے تو قبور سے الگ وہ جو چاہے بنا سکتا ہے۔

(۲) اگر تصریح یا دلالت کسی طرح وقف کرنا ثابت نہیں تو وہ زمین مالک یا اس کے ورثہ کی ملک ہے وہ جو چاہیں کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۴ از ضلع سینا پور مدرسہ اسلامیہ مدرسہ مولوی ابو محمد محمد یوسف حسن صاحب طالب علم مدرسہ مذکور  
۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے جواب میں کہ زید نے اپنی اور اپنے شریک دار کے کہ جس کی جانب سے وہ کارکن اور خود بھی حصہ دار تھا اپنے مقبوضہ مواضعات معافی کی نسبت انگریزی ہونے پر محکمہ بندوبست میں درخواست دی کہ ہمارے مواضعات حسبِ عمل درآ مدِ قدیم اب بھی معاف رہیں اور اس میں حسبِ فیل الفاظ سے اقرار کیا:

یہ مواضعات صد ہا سال سے واسطے مصارفِ عرس سید شاہ فلان واقع مقام فلاں و مصارف و اربابین و غریبا و مساکین و مجالس محرم سلاطین ماضیہ نے بطور وقف مقرر و معاف و مرفوع القلم کیا ہے۔ دوسرے مقام پر اپنی درخواست میں یہ الفاظ تحریر کئے ہیں امیدوار ہوں کہ دیہات معافی بدستور بصیغہ وقف معاف و مرفوع القلم رہیں، اور اسی مقدمہ میں اجلاس پر حاکم کے رو برو سوال حاکم بدیں الفاظ جواب تحریر کر دیا۔  
سوال حاکم: تمہاری معافی بعہد نواب سعادت علی خاں والی لکھنؤ کے کس سبب سے ضبط ہوئی؟

جواب: یہ معافی وقف اس واسطے ضبط نہیں ہوئی اور اسی مقدمہ تحقیقات معافی میں ایک حساب داخل کیا جس میں عبارت سلم وقف حسبِ ذیل ہے، اس میں مصارف میرے اور میرے عزیزوں کے مناسبات قوت اُن کا بھی یہی ہے اور یہ سب لوگ خدمت گزار درگاہ میں اور یہ معافی وقف ہے اس کارروائی پر حاکم ضلع نے مصارف کی تحقیقات کر کے سفارش معافی کی کر دی اور اُس سفارش پر حاکم اعلیٰ صاحب کمشنر نے یہ الفاظ تحریر کئے قابلِ اُن کے موروثان سب مشہور لوگ ہیں اور مزارِ پیشتر بہت مشہور تھا یہ مجھ کو مذہبی وقف معلوم ہوتا ہے قبضہ سالہا سال سے ہے، مسجد و امام باڑہ و خانقاہ و مسافر خانہ سب بمقام فلاں ہے اس کو سرکار سے سند معافی عطا ہوئی جس میں لفظ وقف کا نہیں تحریر ہے اور سند مطبوعہ حسبِ نمونہ مقررہ ہے اور تمام ایسی معافیات میں اسی طور کے اسناد اس نواح میں سرکار نے دئے ہیں اس کے بعد بندوبست نچتہ میں

حسب قاعدہ مقررہ سرکار دعویٰ حقیقت اعلیٰ مواضعات مذکور کا زید ہی نے دائر کیا اور اس درخواست میں برہائے قبضہ سابقہ ڈگری چاہی مگر اس مقدمہ کے بیان میں بعد درخواست مذکور مالک کا لفظ استعمال کیا اور ڈگری میں بھی لفظ مالکانہ تحریر ہو گیا اس کے بعد مقدمہ حصہ داری و تعیین حصہ ہر شریک دار میں پھر یہ نظر کیا کہ یہ جائداد اسلئے مصارف درگاہ ہے کسی حصہ کو اختیار انتقال کسی قسم کا نہیں بعد مصارف عرس و فواج و اردین و صادرین کے جو بچتا ہے بحدہ مساوی تقسیم ہو جاتا ہے اور آئندہ ہم لوگوں نے اقرار کنندگان کے ورثہ پر اسی طور پر ہمارے حصہ سے تقسیم ہوتا رہے گا بعد واجب العرض میں بھی جو بعد کاروائی حصہ داری کے مرتب ہوئی اس میں یہ تحریر کر دیا کہ یہ موضع وقف ہے، ان حالات پر از روئے شرع شریف اس جائداد پر اطلاق وقف کا ہو گیا نہیں؛ اور زید کے وارثوں کو اختیار انتقال اس جائداد سے ہے یا نہیں، واضح رہے مقدمہ تعیین حصہ داری و دیگر کاغذات سرکاری میں کل حصہ داران شریک آمدنی نے اس کو وقف تسلیم کیا ہے اور یہ اقرار کیا ہے کہ کسی کو اختیار انتقال حاصل نہیں ہے صرف درمیانی کارروائی ڈگری حقیقت اعلیٰ میں لفظ مالک کا استعمال ہوا ہے اس سے قبل و بعد کی کل کارروائیوں میں اقرار عدم اختیار انتقال وقف کا سب کی جانب سے ہے اور یہ خاندان اولاد حضرت پیران پیر دستگیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اپنے کو منسوب کرتا ہے اور ایسے ہی بعض ملفوظات خاندانی و شجرہ جات خاندانی سے مانا گیا ہے اس خاندان کے لوگ بلا لحاظ مستطیع و غیر مستطیع حسب قرارداد بندہ بست جو باتفاق خود تعیین حصص کر چکے ہیں اس اعتبار سے سب گزarah میں یا مورت اعلیٰ کی نسل پر از روئے فرائض از مرفوع تعیین گزarah کا حق رکھتے ہیں اگر مستطیع کو استحقاق گزarah بوجہ اس کی استطاعت نہ ہو تو کسی وقت بحالت نہ رہنے استطاعت کے پھر کسی سبب سے گزarah پاسکتے ہیں اور استطاعت کا معیار کیا ہے اور کسی اولاد پر بالخصوص سادات کے کسی خاندان پر جو وقت ہو اس میں جب لوگ مستطیع ہوتے جائیں گے وہ خارج از گزarah ہوتے جائیں گے اور پھر جب غیر مستطیع ہو جائیں گے داخل ہوتے جائیں گے، اور اس کا سلسلہ کس طور سے جاری رہے گا تعیین گزarah کی نسبت کیا ہو کرے گا۔ امید کہ جملہ امور کا جواب از روئے فقہ حنفیہ مرحمت فرمایا جائے اور یہ اراضی عشری ہیں اور عشران پروا جب ہے یا نہیں اور فی الحال یہ مواضعات کاشت کاروں کے پاس نقدی جمع سر ہیں، جن مصارف کا ذکر اوپر تحریر کیا گیا ہے جیسے فواج و اعراس و میلاد شریف و محرم و خرچ و اردین و صادرین تو جہان تک مجالس و اعراس و فواج کو ذکر و تذکرہ قرآن خوانی و تقسیم طعام وغیرہ سے تعلق ہے وہ تو ظاہر ہی ہے صرف تعزیر داری کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے ایک رواجی مقامی طریقہ ہے تو اس قدر صرف ناجائز کے شمول سے نفی وقف پر کیا اثر ہے اور یہ فعل قابل ترک ہے، اسی طور سے اعراس میں ایک صورت بعض وقت سماع کی ہے جو سب طریقہ موسیقی و راگ و مزامیر و زنا و حرام ہیں اور یہی سواد اعظم ہے البتہ محض قصیدہ خوانی یا نعت خوش الحانی سے سنا اور سنانے والے کو کچھ نیا جیسا کہ حضور انور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ردائے مبارک حضرت حسان کو مرحمت فرمائی تھی اس کی بابت



کیا حکم ہے یہ بھی قابل ترک ایسے اوقات سے ہے یا نہیں؟

### الجواب

ارصادات سلاطین حکم وقف میں ہیں نہ وہ موروث ہوں نہ کسی کو ان کے بیع و انتقال کا کوئی حق ہو کماحقہ قد فی مرد المختار بما لا یزید علیہ (جیسا کہ اس کی تحقیق ردالمحتار میں کی ہے جس پر مزید اضافہ نہیں ہو سکتا۔ ت) سند معافی میں لفظ وقف نہ ہونا کچھ مضر نہیں، نہ کسی مقدمہ میں اپنے آپ کو مالک تعبیر کرنا یا گورنمنٹی ڈگری میں لفظ مالکانہ لکھا جانا کچھ اثر رکھتا ہے کہ متولی کی طرف نسبت ملک بوجہ ملک تصرف و اختیار شائع ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: لو ادعی المحدث لنفسه ثم ادعی انہ وقف الصحیح فی الجواب ان کانت دعوی الوقف بسبب التولية یحتمل التوفیق لان فی العادة یضاف الیہ باعتبار ولاية التصرف والمخصوصة۔ اگر محدود اور بعد کو اپنے لئے قرار دیا پھر یہ دعویٰ کیا کہ وقف ہے تو جواب صحیح یہ ہے اگر وقف ہونے کا دعویٰ تولیت کی وجہ سے ہو تو دونوں باتوں میں موافقت ممکن ہے کیونکہ وقف کو متولی متصرف اور فرقی بحث ہونے کے اعتبار سے عادتاً اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے۔

موقوف علیہ کا فقیر یا غیر با شعی ہونا ضرور نہیں اغنیاء و سادات بھی اوقاف عامہ رفاه عام میں داخل ہو سکتے ہیں جیسے مسجد مقبرہ محض گزراں، سقایہ، سرائے، پل وغیرہ، اور وہ ہر وقت میں بشرط واقف مثل استثناء فی المصروف بھی شامل ہو سکتے ہیں جس طرح خود اپنا نفس اور اپنی اولاد یا لحد وقف کا قربت مؤبد کے لئے ہونا ضرور ہے مگر تمام آمدنی قربت ہی کے لئے معین ہونا ضرور نہیں استثناء بعض علی الدوام واستثناء کل الی زبان منقطع دونوں کی گنجائش ہے اور اس کا اختیار واقف کو ہے جیسی شرط کرے گا اتباع کی جائے گی تحت قول در مختار والصدق بالمنفعة ولو فی الجملة (منفعت کو صدقہ قرار دینا اگر کسی طرح ہو۔ ت) ردالمحتار میں ہے، فرمایا:

فیدخل فیہ الوقف علی نفسه ثم علی الفقراء، وکذا الوقف علی الاغنیاء ثم الفقراء لما فی النہر عن المحيط لو وقف علی الاغنیاء وحدهم لم یجز لانه لیس بقربة، اما لو جعل اخره للفقراء فانه یکون اس میں اپنی ذات کے لئے وقف اور بعد میں فقراء کیلئے داخل ہوگا، اسی طرح اغنیاء کیلئے پھر فقراء کیلئے وقف کی صورت بھی داخل رہے گی جیسا کہ تہر میں محیط سے منقول ہے کہ اگر صرف اغنیاء کے لئے وقف ہو تو ناجائز ہوگا کیونکہ یہ قربت نہیں ہے لیکن اگر آخر میں فقراء



قریۃ فی الجملة اھ۔

کیلئے وقف کیا تو جائز ہو جائیگا کیونکہ یہ قریت ہے اگرچہ  
فی الجملة ہے اھ (ت)

اُسی میں ہے :

اذا جعل اوله علی معینین صامر کا نہ استثنیٰ  
ذلك من الدفع الی الفقراء کما صرحوا به (الی  
ان قال) فعلما انه صدقة ابتداء ولا یخرجه  
عن ذلك اشتراط صرفه لمعین۔

جب اولاد و معین شخصوں کے لئے کیا تو گویا یہ فقراء کو دینے  
سے استثناء ہو جائے گا جیسا کہ فقہاء سفا کی تصریح  
کی ہے (ان کا یہ بیان یہاں تک کہ فرمایا) تو اس سے  
معلوم ہوا کہ یہ ابتداء صدقہ ہے تو معین کے لئے صرف  
کرنے کی شرط اس کو اس سے خارج نہ کرے گی (ت)

اُسی میں فتاویٰ امام قاضی خاں سے ہے :

لو قال ارضی صدقة موقوفة علی من یحدث  
لی من الولد و لیس له ولد یصح لان قوله صدقة  
موقوفة وقف علی الفقراء و ذکر الولد الحادث  
للاستثناء کا نہ قال الا ان حدث لی ولد فقلت  
له ما بقی۔

اگر یوں کہا میری زمین بعد میں پیدا ہونے والے میرے بچے  
کیلئے صدقہ ہے جبکہ اسکی اولاد نہ ہو تو وقف صحیح ہو گا کیونکہ وقف صدقہ  
کنع سے فقرا کیلئے وقف ہو گیا اور بیٹے کے ذکر سے اس میں  
استثناء ہو گیا، گویا یوں کہا یہ صدقہ ہے مگر اگر میرا بچہ  
پیدا ہو تو اس کی موجودگی تک اس کے لئے وقف  
کرتا ہوں۔ (ت)

سلطان واقف کی شرط اگر معلوم ہے کہ بعد مصارف خیر نہ کرے جو بچے اولاد شیخ فلاں تقسیم کر لیں تو ان کے فقراء و اغیار  
سب اُسے بحد مساوی لیں گے اور اگر شرط کر دی ہے کہ مابقی نسل شیخ پر حسب فراغ تقسیم ہو تو حسب فقر ان ہی  
تقسیم ہوگی اقرب البعد کو محبوب کرے گا اور لحاظ فقر و غنا نہ ہوگا، اور اگر شرط یہ کی کہ باقی ماندہ خاندان شیخ کے فقراء پر  
تقسیم ہو تو اب ان کے اغیار کو کچھ نہ ملے گا اور جو غنی فقیر ہو جائے اب سے وہ بھی مستحق ہوگا سنین ماضیہ کا حصہ  
نہ طلب کرے گا اور جو فقیر غنی ہو جائے اب سے وہ مستحق نہ رہے گا اور سالہائے گزشتہ کا لیا ہوا واپس نہ دے گا  
لان العبرة للحال دون الماضی والاستقبال (کیونکہ اعتبار حال کا ہے ماضی یا مستقبل کا نہیں۔ ت) اور اگر

۲۵۴/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوقف	۱۵ رد المحتار
۲۵۷-۵۸/۲	" " "	"	۱۶ " "
۲۱۲/۲	" " "	"	۱۷ " "

شرائط اصل واقف پر اطلاع نہ ہو تو علمدآمد قدیم پر نظر ہوگی زید نے جو واجب العرض میں لکھا یا اگر اس کے مطابق ہے فیہا  
ورنہ اس پر اصلاً لحاظ نہ ہوگا اور قدیم پر عمل رہے گا لہذا لیس بواقف دلالیہ تغیریہ (کیونکہ وہ نہ واقف ہے نہ اس  
کو تبدیلی کا حق ہے رت) فتاویٰ خیر میں ہے ،

اذا علم حالہ فیما سبق من الزمان من ان قوامہ  
کیف یعلمون فیہ والی من یصرفونہ فیہ فی علی  
ذلك ، لان الظاهر انہم کانوا یفعلون ذلك علی  
موافقة شرط الواقف وهو المظنون بحال  
المسلمین فیعمل علی ذلك ، وفي دفع الوسائل  
ذکر فی الذخیرۃ قال سئل شیخ الاسلام عن  
وقف مشہور اشتبہت مصارفہ وقد رما یصرف  
الی مستحقہ قال یسقط الی المعہود من حالہ  
فیما سبق من الزمان من ان قوامہ کیف  
یعملون لے

جب ماضی میں اس کا حال معلوم ہے کہ منظم اس میں کیا  
کرتے رہے اور کہاں خرچ کرتے ہیں تو اسی حال کو وقف  
کی بنیاد قرار دیا جائے گا کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ منظم یہ  
عمل واقف کی شرط کے مطابق کرتے رہے ہیں مسلمانوں  
کے متعلق یہی گمان کیا جاسکتا ہے تو اسی عمل کو جاری  
رکھا جائے گا ، دفع الوسائل میں ذکر ہے کہ ذخیرہ میں  
ہے کہ شیخ الاسلام سے ایک مشہور وقف جس کے مصارف  
اور مقدار کے متعلق اشتباہ ہے کے بارے میں سوال  
کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ گزشتہ زمانہ کا حال  
معلوم کیا جائے گا کہ اس کے منظم کیسے عمل کرتے

رہے ہیں - (ت)

استطاعت کی معیار ملک نصاب زائد از حاجت اصل یہ ہے تعزیر و مزامیر دونوں معصیت ہیں اور معصیت  
میں مال وقف کا صرف دوہرا حرام ہے بلکہ تین حراموں کا مجموعہ ، ایک وہ معصیت دوسرے مال وقف پر تعدی تیسرے  
مستی کی محرومی مگر ان امور حادثہ سے نفس وقف پر کوئی ضرر نہیں ، جو متولی ان میں صرف کرے گا اس قدر کا تاوان اس  
پر لازم ہوگا لہذا امین و کل امین بالتعدی ضحین (کیونکہ وہ امین ہے اور ہر امین ناجائز تصرف پر ضامن بنتا ہے۔ ت)  
بلکہ اگر خود سلطان واقف منجملہ مصارف مذکورہ تصریحاً تعزیر و مزامیر کو بھی ایک مصرف مقرر کرتا کہ وقف پر جب بھی ضرر  
نہ تھا یہ مصرف باطل رد و ساقط کر کے وہ حصہ بھی مصارف خیر ہی کی طرف مصروف ہوتا ، فتح الکتب میں پھر  
ردالمحتار میں ہے ،

لو وقف الذمی علی بیعة فاذا  
خربت یکون للفقراء کانت للفقراء  
اگر ذمی نے مثلاً بیعہ (یہودی عبادت گاہ) کیلئے وقف  
کیا اور کہا جب یہ خراب ہو جائے تو یہ فقرا کیلئے ہی

ابتداءً - واللہ تعالیٰ اعلم -

ہوگا تو ابتداء ہی یہ فقہاء کے لئے وقف قرار پائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم (دست)

مسئلہ ۵۶ از قصبہ گوپامو ضلع ہردوئی اورہ محلہ قنوجی مسئلہ کیا در حسین صاحب یوم شنبہ ۱۳۳۴ صفر المظفر ۱۳۳۴  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی نواب ناظر حسین خاں صاحب رئیس  
قصبہ گوپامو نے تقریباً دس بارہ سال سے ایک مسجد کے متعلق جو کہ ان کے مکان کے قریب محلہ قنوجی میں واقع ہے، یہ  
انتظام کیا کہ زیر مسجد کی دکانیں جن کو مسجد کے منتظروں نے رہن بھی کر لیا تھا اور جو رہن سے کچی ہوئی تھیں وہ بالکل مسمار  
ہو گئی تھیں، غرض کہ وہ دکانات مسجد مذکور جو کہ ایک دینی مدرسہ عربی کو بحیثیت وقف شامل تھیں ان کو تک رہن کرالیا اور  
مسمار شدہ کی تعمیر کرا دی، ایک مدرسہ اسلامیہ کی آمدنی سے جس کے وہ صدر انجمن ہے سب ادا کر دیا دکانوں کو تعمیر کرایا  
پھر رفتہ رفتہ انھیں دکانوں کی آمدنی سے وہ کل روپیہ بھی ادا کر یا جب انجمن کا روپیہ ادا ہو گیا تو ان دکانوں کو مع تحویل باقی  
کے اپنے چھوٹے بھائی کو جو کہ اسی مسجد میں طلبہ کو عربی پڑھاتے ہیں بطور انتظام جائیداد وقف کے حوالہ کر دیا حتیٰ کہ اس آمدنی  
سے وقتاً فوقتاً مسجد کی درستی ہوتی رہتی ہے، اور اسی احاطہ مسجد میں بیرونی طلبہ کے لئے حجرے بھی حسب ضرورت تیار  
ہوتے رہے، سال گزشتہ میں ایک مولوی صاحب کو باہر سے عربی تعلیم کے لئے بلایا گیا تھا ان کی نصف تنخواہ چندہ سے  
اور نصف اسی آمدنی مسجد سے سال بھر تک دی جایا کی، نیز اب تک چونکہ درس و تدریس کے لئے سوائے مسجد کے اور  
کوئی جگہ نہ تھی، اور جو کتا ہیں طلباء کو حسب دستور دی جاتی ہیں ان کے رکھنے کے لئے بھی مکان کی ضرورت ہوئی تو ایک  
مکان جانب مسجد میں اس سال بھی تعمیر کرایا گیا جو ان شاء اللہ مختصر مدرسہ و کتب خانہ و دکانوں کا کام دے گا علاوہ ان دکان  
کے کچھ خانہ سائے رعایا خالی کرا کے اس کی زمین مسجد کو وقف کر دی اور دو ایک دکانیں جدید بھی بنوا دیں ایک دکان منشی  
بقار اللہ صاحب وکیل سرائے میران نے بھی وقف کیا،

(۱) اب سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں جبکہ علاوہ نیت کے عملدرآمد حسب مذکورہ بالا رہا ہے تو آیا اس آمدنی  
سے مسجد اور طلباء کے لئے حجرے نیز مدرس کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کو نہ شرعاً جائز ہو گا یا نہیں؟

(۲) یہ کہ انھیں نواب صاحب موصوف نے جو اپنی ذاتی دکان اور تین خانہ سائے رعایا کو صحن بازار مسجد کی  
ضرورت سے برابر کرا کے نیز گرو و پیش کے اپنی افتادہ زمین کو اسی مد میں مدت سے وقف کر دیا ہے چنانچہ لکھنؤ،  
جھوسر، لکڑی، کنڈا اور دیگر پلہ داروں سے جو اس زمین کا محصول آتا ہے وہ بھی برابر مسجد میں ایک بننے کے ذریعہ سے  
یکشت جمع ہوتا رہتا ہے اور جو مدت مذکور میں صرف ہوتا ہے اس کے متعلق (ایک ہندو رئیس جس کا نام لالہ بشمب ناتھ

ہے اور وہ گویا موت سے قریب ایک موضع تھروان میں رہتے ہیں) کا یہ بیان سنا جاتا ہے کہ جنگی قبضہ میں ہمارے ہے لہذا یہ متفرق آمدنی ہماری ہے اس کو ہم لیں گے حالانکہ وہ اس بازار میں کسی جُڑا اراضی کے بھی مالک نہیں ہیں اور جنگی ان کی ہونا قاعدہ کے بھی بالکل خلاف ہے کیونکہ جنگی جی گورنمنٹ ہے کاغذات سرکاری میں بھی جنگی کا کوئی وجود نہیں، دوسرے مالک زمین یعنی واقف کی طرف سے یہ زمین دراصل مسجد کی ہے، ایسی حالت میں آیا ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہمسامے دوسرے، قلمے، سخی، غرض ہر مافغانہ حیثیت سے ان کی اس ناجائز دست برد سے اگر وہ کریں اس کو بچائیں یا نہیں؟ نیز اس معاملہ میں جو شدائد ہمیں درپیش ہوں گے بصیغہ حفظ جائداد وقف عند اللہ ہیں اُس کا اجر ملے گا یا نہیں؟ اور اگر مسلمان کثرت رائے سے اس کی کل یا جُڑا آمدنی بطور فیصلہ باہمی کے لالہ صاحب کو دینا منظور کریں تو آیا ان کا یہ فعل شرعاً صحیح اور قابل تسلیم ہوگا یا نہیں؟ بیتنا تو وجودا۔

### الجواب

(۱) اوقاف میں شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہوتی ہے اور اس میں بلا شرط واقف یا اجازت خاصہ شرعیہ کوئی تغیر تبدیل جائز نہیں، مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرض ادا نہیں کیا جاسکتا جو ادا کرے گا تاوان اس پر ہے مسجد کے مال سے نہیں لے سکتا مسجد پر جو جائداد واقف نے وقف کی اگر اس سے بنائے مدرسہ و مصارف مدرسہ کی اجازت دی تھی تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔

(۲) صورت مذکورہ میں ضرور مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف و دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اُس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے، قال تعالیٰ: لَا يَصِيبُهُمْ نَصَبٌ وَلَا مَخْصَصَةٌ (الٰہی قولہ تعالیٰ) ان کو مشقت اور مشکل نہ پہنچے گی (الٰہی قولہ تعالیٰ) مگر الّا کتب لہم بہ عمل صالح۔ واللہ تعالیٰ اعلم ان کے لئے نیک عمل لکھے جائیں گے (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ضلع گیا، موضع پردہ چک، ڈاکخانہ شمشیر نگر، مسئلہ ابوالبرکات یوم شنبہ، ۱۳۳۳ھ  
عام قبرستان میں اگر کسی نے درخت لگائے تو اس کی ملک ہے یا نہیں؟ دوسروں کو بدون اجازت استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

### الجواب

قبرستان اگرچہ وقف ہو مگر درخت جو اس میں لگائے جائیں اگر لگانے والا تصریحاً یہ کہہ بھی دے کہ میں نے



ان کو قبرستان پر وقف کیا جب بھی وقت نہ ہوں گے اور لگانے والے ہی کی ملک رہیں گے، اُس کی اجازت کے بغیر دوسروں کو اُن میں تصرف جائز نہیں، اور اُس کو اختیار ہے کہ اُس کی ٹکڑی کاٹے یا جو چاہے کرے بلکہ اگر اُن کے سبب مقابلہ پر زمین تنگ کر دے تو اُسے مجبور کیا جائے گا کہ درخت کاٹ کر زمین خالی کر دے والمسئلة في الهندية وغيرها (فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں یہ مسئلہ موجود ہے - ت) وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۸ از ضلع سینا پور قصبہ لہر پور مدرسہ اسلامیہ قاضی ابو محمد یوسف حسین صاحب بروز چہار شنبہ

۲۱ صفر ۱۳۳۴ھ

وقف والے استفسار میں ایک لفظ "ارصادات" کا تحریر ہے جس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے، اگر آپ کو معلوم ہوں تحریر فرمائیے، غیثت میں "رصد" کے معنی نگاہ رکھنا نکلے اور لفظ "ارصادات" نہیں نکلا، "رصد" کی اگر جمع "ارصادات" لے جائیں تو بھی اس موقع پر کام نہیں دیتے شاید لفظ تحریرات سلطانی میں کسی قسم کی تحریر کا نام ہو جیسے "سجل" یا "فرمان" وغیرہ اگر ایسا ہے تو یہ تحریر فرمائیے کہ یہ لفظ کس قسم کے اسناد کے واسطے مستعمل ہوتا ہے اصل موقع اس لفظ کا شاید آپ کے خیال میں نہ باقی ہو اس لئے میں ابتدائے مضمون استفسار کا نقل کئے دیتا ہوں: ارصادات سلاطین حکم وقف میں بھی نہ وہ موروث ہوں نہ ان کے بیع و انتقال کا کسی کو حق ہو۔

### الجواب

مولنا اکرکم اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، "ارصاد" کے معنی نگہداشتن ہی ہیں یعنی محفوظ کر دینا، سلاطین اسلام مواضع سلطنت سے جو دیہات مصارف خیر کے لئے وقف کرتے ہیں انہیں ارصاد کہتے ہیں یعنی سلطان نے انہیں محفوظ و ممنوع التملیک کر دیا اُن کا حکم بعینہ مثل وقف ہے،

وانما سمیت ارصادات لان الوقف شرطہ الملك والسلاطین لا یملکون ما فی ولا یتھم ان الملك الا للہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۹ از کانپور محلہ لکھنیا بازار متصل مدرسہ فیض عام مسئلہ شمس الدین محمود عرف میاں ۲۲ صفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین میں و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے وقت وفات اپنے چند قطعات زمین وقف کئے اپنی ملکیت و متروکہ سے چھوڑے سند وقف میں یہ تحریر ہے کہ خرچ مساکین و مسافرین و مسجد کے واسطے یہ وقف کیا جاتا ہے پس مورشان متوفی جو متولی جائیداد موقوفہ بھی ہیں،

(۱) اگر منجملہ قطعات زمین مذکورہ صدر کے کوئی جزو جو خراب و بیکار پڑا ہو اور اس سے کسی قسم کی آمدنی بھی نہ ہو



مسجد میں شامل کر دیں۔

(۲) یا کسی جزو قطعاً مذکورہ بالا میں کچھ عمارت اس غرض سے تعمیر کر دیں کہ اس کی آمدنی واسطے انہی بات مسجد کے کام آئے یا کسی خاص کام متعلق مسجد کے مثلاً فرش و فرش وغیرہ متعلقہ و ملوکہ مسجد کے رکھنے یا پیش امام و مؤذن وغیرہ کسی خادم مسجد کی سکونت کے بکار ہو تو جائز ہے یا نہیں اور مستولی پر کوئی مواخذہ شرعی تو نہ ہوگا؟

### الجواب

اگر مسجد تنگ ہو جماعت کی وقت ہوتی ہے جبکہ کی حاجت ہے تو یہ زمین مسجد میں شامل کر دی جائے ورنہ نہیں کہ وہ مسجد کے لئے وقف ہے نہ کہ مسجد کر لینے کے لئے۔ عالمگیری میں ہے :  
لا يجوز تغيير الوقف عت هياتہ لہ وقف کی ہیت کو بد نہا جائز نہیں (ت)  
رد المحتار میں ہے :

فی الفت ح ضاق المسجد و یجذبہ ارض وقف فتح میں ہے کہ مسجد تنگ ہو جائے حالانکہ اسکے پہلو میں  
علیہ او حانوت جائز ان یؤخذ و یدخل وقف شد زمین یا دکان ہے جو اسی مسجد کے نام وقف  
فیہ یتہ ہے تو اس کو مسجد میں شامل کرنا جائز ہے (ت)

صورت ثانیہ جب پابندی شرائط و اوقت جائز ہے مثلاً اس کی آمدنی مسجد میں صرف کرنے کے لئے وقف کی ہو  
تو اس غرض کے لئے اس میں عمارت بنانی جائز اور سکونت امام وغیرہ کے لئے ناجائز لان شرط الواقف کنص  
الشارع (کیونکہ واقف کی شرط شارع کی نص کی طرح ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از خیر آباد ضلع سینا پور اودھ محلہ میاں سرائے درگاہ حضرت حاجی حافظ سید محمد علی صاحب  
۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند مواضعات کو شاہانِ دہلی نے واسطے  
مصارف امور مذہبی و مدد معاش ایک خاندان کے معاف کیا تا زمان سلطنت انگلشیہ موافق نیت عطا کنندہ  
اس پر عملدرآمد رہا بعد سلطنت انگلشیہ زمانہ بند و بست اول میں اس معافی کی نسبت تحقیقات ہو کر معافی قدیم  
ثابت ہوئی اس تحقیقات میں ورثا معافی دار اول نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ مواضع قدیم سے وقف ہے لیکن اب  
بھی وقف نامہ یا ایسی تحریر یا علم شاہانِ دہلی عطا کنندہ کی معافی کا کہ جس سے واقف کا نام یا مضمون وقف اس

ثابت ہو سکے پیش نہیں ہوا بلکہ جو کچھ ثبوت تحریری زبانی پیش ہوا اس سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مواضع شاہانِ دہلی نے بغرض مذکور بالا معافی عطا کئے تھے، اسی بنیاد پر جو سند سرکار انگلشیہ سے عطا ہوئی وہ معافی مشروط کی عطا ہوئی اور منجملہ شرائط سند عطا سرکار انگلشیہ ایک یہ بھی شرط ہے کہ در صورت عدم پابندی شرائط سند یہ معافی ضبط کر لی جائیگی اور مواضع مذکورہ کے متعلق سرکار انگلشیہ سے ڈگری کی اعلیٰ بمقابلہ سرکار کی معافی داران صادر ہو چکی ہے اور سرکار انگلشیہ اپنے حقوق مثل رقم سوائی و فیس سرکانہ و شفا خانہ وغیرہ مثل دیگر زمینداران کے سالانہ معافی دار سے لیتی ہے اس کے بعد سے تاحال ورنہ معافی داران شرائط مندرجہ عظیمہ سرکار انگلشیہ پابند رہ کر بطور مناسب اغراض معافی میں محاصل مواضع میں سے خرچ کر کے بقیہ محاصل کو اپنے مدد معاش میں صرف کرتے رہے بند و بست اول سے اس خاندان معافی داران میں حصص قائم ہوئے اور برابر وراثت جاری رہے اور ہر معافی دار کا نام کمیونٹ و کاغذات میں بطور مالک درج ہوتا رہا۔ اب تھوڑا عرصہ ہوا کہ سرکار معافی میں سے چند سرکار نے حسب ذیل انقلاب کئے ایک معافی دار نے منجملہ اپنے حصہ کے ایک جُز کا وقت نامہ بنام اللہ میاں رجسٹری شدہ تحریر کیا ایک حصہ دار نے اپنا حصہ اپنے حقیقی بھائی کے نام ہبہ کر دیا، ایک نے وقف علی الاولاد کیا، اس کے بعد واقف علی الاولاد نے عدالت مجاز میں ایک دعویٰ دائر کیا کہ ہبہ مواضع موقوفہ میں اُن میں کاروائی منتقلات جائز نہیں ہے اور اپنے عرضی دعویٰ میں اپنے انتقال وقف علی الاولاد کو پوشیدہ رکھا اور ہر دو انتقالات کو ٹاپ ہر کیا اور عدم حجاز کی جگہ لے لیا لہذا استصواب ہے کہ مواضع عظیمہ شاہی و سرکار انگلشیہ وقف سمجھے جائیں گے یا از قبیل عطیات و معاقبات و ارسادات وغیرہ متصور ہوں گے اور کاروائی انتقالات متذکرہ بالا باطل و کالعدم سمجھی جائیں گی یا جائز متصور ہو کر آئندہ کے لئے ایسی کارروائیاں جائز رہیں گی اور اُس بیان معافی داران سے جو بند و بست میں نسبت وقت ہونے جائداد کے ہوا ہے جائداد مذکورہ وقف ہو گئے یا ان کا بیان بمقابلہ نیت عطا کنندہ کے باطل و بیچ ہے اور ہبہ جائداد بصورت عطیہ و معافی و ارساد کے قائم رہیں گے اور عطیہ و ارساد کے کیا معنی ہیں اور اُن پر کیا کیا احکام جاری ہو سکتے ہیں اور کیا کیا احکام جاری نہیں ہو سکتے ہیں فقط۔

### الجواب

ارصادات و عطایا سلاطین میں زمین و آسمان کا فرق ہے جو مواضع سلاطین اپنی رعیت میں سے کسی کو جاگیر بخش دیں اُسے اُس کا مالک کر دیں وہ عطا ہے عربی میں اُسے اقطاع کہتے ہیں اور ہماری زبان میں معافی و جاگیر اور جو مواضع سلاطین اسلام مصارفِ خیر کے لئے تعین کر دیں وہ ارساد ہیں ان کا حکم بعینہ حکم وقف ہے اور بعد مصارفِ خیر جو کچھ بچے اس میں سے کسی قوم یا کسی شیخ کی اولاد یا کسی مزار کے خدام کی مدد معاش کرنا منافی وقف و ارساد نہیں اوقاتِ قدیمہ کے لئے واقف کا نام معلوم ہونا ضرور، نہ کوئی سند پیش کرنا لازم، ورنہ لاکھوں وقف خصوصاً مساجد باطل ہو جائیں، خود سائل کا بیان ہے کہ یہ مواضع سلاطین دہلی نے مصارفِ امور مذہبی اور ایک خاندان کی مدد معاش کے لئے

معاف کئے اور یہ کہ تا زمان سلطنت انگلشیہ موافقی نیت عطا کنندہ اس پر عملدرآمد رہا اور یہ کہ اس کے بعد سے تمام حال و شمار معافی داران اغراض معافی میں محاصل مواضع میں سے خرچ کر کے بقیہ محاصل کو اپنی مدد معاش میں صرف کرتے رہے، یہ شان وقت ہی کی ہوتی ہے اور اگر کسی خاص شخص کو جاگیر دینی ہوتی ہے تو مصارف خیر کی قید نہ لگائی جاتی، نہ یہ کہ ان سے جو بچے وہ مدد معاش میں صرف ہو، نہ اس کے موافقی قدیم سے اب تک عملدرآمد رہتا ہے تو ضروریہ مواضع وقت ہی ہیں اور بند و بست حال میں اسمائے متولیان بخانہ ملکیت رکھنا وقف ثابت کو زائل نہ کرے گا اور یہ انتقالات جو ان بعض متولیوں نے کئے اگر اس سے مقصود وہ محاصل ہیں جو بعد مصارف خیر ان کے حصہ میں آئیں جب تو ظاہر ہے کہ اس سے اصل وقف پر کوئی حملہ نہ ہوا اگرچہ محاصل کا وقف یا قبل وصول ہیہ کرنا باطل ہے، اور اگر ان سے نفس رقبہ جائداد کا انتقال مقصود تھا تو غایت یہ کہ ان کا ظلم باطل و مردود تھا، اس سے وقف پر کیوں حرف آنے لگا، گورنمنٹ کا رقوم سوائی وغیرہ لینا بھی موافقی وقت نہیں، یوں ہی بند و بست اول سے اجراء وراثت اگر محاصل میں ہے کیا بجا ہے اور رقبہ میں ہے تو متولیوں کا ظلم ہے بلکہ بیان سائل کہ اب تک بعد مصارف خیر جو بچتا ہے تقسیم کرتے ہیں رقبہ میں اجراء وراثت کی خود نفی کر رہا ہے، اور نہ بھی سہی تو ان کے مورثوں کا سب سے پہلا بیان کہ یہ جائداد وقف ہے، ان کے ان تصرفات کے ابطال کو کافی ہے، جائداد ملک ہو کر وقف ہو سکتی ہے مگر وقف ٹھہر کر کبھی ملک نہیں ہو سکتی اور ان کے اس بیان اول میں نیت عطا کنندہ کا کچھ خلاف نہیں بلکہ عین موافقت ہے جیسا کہ اوپر ظاہر ہوا بالجلہ شک نہیں کہ مواضع مذکورہ وقف ہیں اور ان میں کسی کو تصرفات مالکانہ یا انتقالات کا کچھ حق نہیں واقفوا اللہ الذی الیہ تحشرون (اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جس کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۲ از ضلع بجنور موضع چاندپور مسئلہ محمد قطب الدین ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

مخدوم مکرم و معظم دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آبادی قصبہ چاندپور میں موازی ۶ بسوائے یعنی للحصہ گزکل اراضی نمبری خسرو ۲۴۸۲ واقع محلہ کوکہ موقوفہ تھی اس پر ایک دکان بنی ہوئی تھی اس کی آمدنی صرف مسجد میں آتی تھی چنانچہ بند و بست وہم یعنی ۶۸۶۷ یا ۱۲۷۴ ف میں دکان مذکورہ بخانہ مالک زمین و مالک مکان (موقوفہ) تحریر ہے اس کے کیفیت میں (دکان تصرف مسجد) تحریر ہے اس کے منظم مولوی مجتبیٰ حسن صاحب دیوبندی ساکن چاندپور تھے دکان منہدم ہو گئی اس پر ایک سردری بنائی گئی جو قیام مسافران اور درس گاہ کے کام آتی رہی اور متمم بدستور مولوی صاحب موصوف رہے اب اس سال سے مولوی صاحب مذکور نے اس کے اوپر ایک بالاحسن تعمیر کر لیا اس کو زمانہ مکان کر لیا بیچ کا سابقہ حصہ یعنی سردری اپنی نشست گاہ خاص بنالی، اللہ اللہ خیر صلا۔

مولوی صاحب کہتے ہیں ہم مکان کے مالک ہیں ہمارا تعمیر کردہ ہے تمادی بارہ سال عارضی ہے وغیرہ وغیرہ، اور سب چیزیں خدا کی ملکیت میں اور ہم اُس کے بندے ہیں، رضامندی سے وہ چھوڑنے پر رضامند نہیں ہوتے، مہور اعدائے اللہ کا رد وائی کرنا ہوگی چونکہ مولوی صاحب موصوف اور اُن کے بھائی مولوی مرتضیٰ حسن صاحب سب مولوی ہیں (مولوی عالم فاضل ہیں) سب لوگ ان کا ادب کرتے ہیں بچتے ہیں کوئی دعویٰ کرنے یا مدعی بننے پر رضامند نہیں ہوتا، یہاں ہم صرف دو آدمی حتیٰ کی حمایت کر سکتے ہیں، البتہ واقعات کے بابت شہادت دے سکتے ہیں، اگر ان کو مدعی بنایا جائے تو گواہ کون رہے سوائے اس کے نالاش ہونے پر لوگوں سے توقع ہو سکتی ہے بالفعل یہ خیال ہے کہ مولوی پر ہاتھ ڈالنا گناہ کبیرہ ہے، حتیٰ کہ مولوی عبدالواسع صاحب و میر سجاد حسین صاحب و کلا بجنور دکیل بننے سے گریز کرتے ہیں اس قحط الرجال میں آپ پر نظر دوڑتی ہے اور گزارش کیا جاتا ہے کہ ہم کو کیا کارروائی کرنا چاہئے اور اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے اور اگر آپ کا نام نامی بھی زمرۂ مدعیان میں شامل کر دیا جائے تو نامناسب تو نہیں ہے؟ یا کسی اور شخص کا لکھا جائے؟ جیسی رائے عالی ہو کیا جائے، جواب بواپسی ڈاک مرحمت ہو، فقط۔

### الجواب

بحمد اللہ تعالیٰ میں حکم شرعی جانتا ہوں اور وہی بتا سکتا ہوں، قانون سے نہ مجھے واقفیت نہ اس کا مشورہ دے سکتا ہوں، وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے اور تولی جب ایسا کرے تو فرض ہے کہ اُسے نکال دیں اگرچہ خود واقف ہو چر جائے دیگر۔ درمختار میں ہے:

وینزع وجوباً ولو الواقف، درر، فغیرہ  
اولیٰ لو غیر مامون، بزازیہ ۱۷  
لازمًا معزول کیا جائے اگرچہ واقف ہی ہو، درر۔ تو  
بطریق اولیٰ غیر کو اگر وہ معتمد علیہ نہیں، بزازیہ۔ (ت)

اور وقف کا مدعی ہر مسلمان ہو سکتا ہے اور جمعی ہو وہی شاہد ہو سکتا ہے لاندہ لایحتاج الی الدعوی (کیونکہ دعویٰ کی ضرورت نہیں۔ ت) وہاں کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وقف کو ظلم سے نجات دلائیں۔ دیوبندی عالم دین نہیں اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر انھیں عالم دین سمجھنا خود کفر ہے، علمائے حرمین شریفین نے انہی لوگوں کے لئے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ:

من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر  
جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے تو وہ  
کافر ہوا۔ (ت)



اور بالفرض کوئی عالم بھی ہو تو اس کا ادب اس کا تقاضا نہیں ہو سکتا ہے کہ وقف اس کے دستبرد ظالمانہ میں چھوڑ دیا جائے اگرچہ عالم ہے مگر وقف پر ظالم ہے اور اس کی تخلیص فرض۔ یہ بہت اچھا عذر ہے کہ سب ملک خدا ہے اور ہم اس کے بندہ، کیا ایسا کہنے والا اپنے اطلاق اور اپنے اہل میں بھی اُن کے لئے یہی گمان کرے گا کہ یہ سب ملک خدا ہیں اور وہ خدا کے بندے، یہ خاصہ ابا حید کا مذہب ہے، فقیر کچہری کی یاقت نہیں رکھتا اس سے معاف فرمایا جائے اور ہزاروں مسلمان مدعی ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۳ مسؤلہ مردمان عامہ موضع باجری تحصیل کھڑوار ضلع انبالہ توسط الہ بخش درزی ساکن باجری

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بیوہ نے اپنی تمام اشیاء جس میں منجملہ دیگر اشیاء کے ایک سکنی مکان بھی ہے مسجد کے نام پر خدا کے واسطے وقف کر دیا اور سند کے لئے ایک کاغذ پر چند معزز بزرگواران رشتہ کے دستخط کروا کر ایک کاغذ بنالیا اور یہ کام کر کے وہ عورت ایک دوسرے موضع میں اپنی لڑکی کے گھر پر جا رہی اور اس کے چلے جانے کے بعد میں اس عورت کے قریبی رشتہ والوں نے اس وقف شدہ مکان کی بابت فساد شروع کر دیا کہ ہم یہ مکان مسجد کے نام نہیں دس گے حالانکہ بیوہ کے کوئی اولاد ذکر میں سے صاحب حق نہیں ہے اور وہ اپنے مال و جائداد کی بلا اشتراک غیرے خاوند کے مرنے کے بعد خود مختار مالک تھی، لہذا اب دریافت امر خاص یہ ہے کہ آیا کوئی شخص بیوہ کی مرضی کے خلاف کچھ کارروائی کر سکتا ہے؟ اور اگر کر سکتا ہے تو کس صورت سے؟ ورنہ ایسے بددیانت اشخاص کی کیا شرعی تعزیر ہے؟ فقط

### الجواب

جوئے اللہ عز وجل کے لئے وقف ہو گئی اس میں کسی کو دعویٰ نہیں پہنچتا، یہاں سوال سے ظاہر ہے کہ عورت نے اپنی حالت صحت میں یہ وقف کیا تو اب کسی رشتہ دار کا اس میں مزاحمت کرنا محض ظلم و نامسموع ہے اور یہاں کوئی کسی کو تعزیر نہیں دے سکتا، بڑی تعزیر یہ ہے کہ جس سے بات واقع ہو مسلمان اسے چھوڑ دیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۴ از شہر حیات پور ملک کاٹھیاوار چھوٹی چوک مسؤلہ حاجی املد احمد حامد متولی جمعہ مسجد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کا طریقہ ہے کہ جب کوئی شخص بیمار ہوتا ہے یا فوت ہوتا ہے تو اس کی جانب سے اس کے عزیز ایک یا چند قرآن پاک مسجد میں بھیجتے ہیں اس نیت سے کہ لوگ پڑھیں تاکہ ہم کو ثواب ملے، اب چونکہ جامع مسجد میں وہ بکثرت جمع ہو گئے اور بیکار رکھے ہیں جن کا انجام سولے گلے اور بوسیدہ ہونے کے کچھ نہیں ہے کیونکہ پڑھنے والے چند اور قرآن بکثرت جمع، تو ان کو ہدیہ کر کے وہ پیسہ مسجد کے صرف میں لاسکتے ہیں یا نہیں، مسجد سے ملحق ایک مدرسہ قرآن ہے اور نیز شہر میں بھی قرآن کے مدرسے ہیں ان میں



ان قرآنوں کو متولی بھیج سکتا ہے یا نہیں نیز اگر اس شہر کے مدارس سے بچ رہیں تو دوسرے شہر کے مدارس میں بھیجے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

### الجواب

اگر اُس بھیجنے سے مصحف شریف اُس مسجد پر وقف کرنا مقصود نہیں ہوتا جب تو بھیجنے والوں کو اختیار ہے وہ مصاحف ان کی ملک میں باقی ہیں جو وہ چاہیں کریں اور اگر مسجد پر وقف مقصود ہے تو اس میں اختلاف ہے کہ ایسی صورت میں اُسے دوسری مسجد کو بھیج سکتے ہیں یا نہیں، جب حالت وہ ہو جو سوال مذکور میں ہے اور تقسیم کی ضرورت سمجھی جائے تو قول جواز پر عمل کر کے دوسری مسجد و مدارس پر تقسیم کر سکتے ہیں اُس شہر کی حاجت سے زائد ہو تو دوسرے شہر کو بھی بھیج سکتے ہیں مگر انھیں ہدیہ کر کے اُن کی قیمت مسجد میں نہیں صرف کر سکتے۔ درمختار میں ہے:

وقف مصحفاً علی المسجد جاز و یقرأ فیہ و لایکون محصوراً علی هذا المسجد ۱ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد کے نام قرآن کا وقف جائز ہے وہاں اس کی تلاوت کی جائے لیکن وہ اس مسجد کے لئے پابند نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۶۵ مسئلہ عبداللہ لومار مقام چندہ سی ضلع مراد آباد محلہ سنسہل دروازہ ۱۹ جادی الاخر ۱۳۳۹ھ چرمی فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ، ایک باغ اگلہ کے دو بھائی مسلمان خواجہ بخش و عظیم بخش مانک تھے اور دونوں کی کوئی اولاد نہیں تھی، عظیم بخش نے ایک بھتیجے لیا تھا مسیحی حسین، اور اُس نے نصف باغ کا داخل خارج کا غلات سرکاری میں کر دیا عرصہ تیس سال کا ہوا اور اب تک اُسی کے نام داخل خارج چلا آتا ہے اب دوسرے بھائی خواجہ بخش نے بھی باغ بیت اللہ شریف کے ہاتھ وقت فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا جبکہ عظیم بخش کا انتقال ہو گیا تھا ایسی صورت میں حصہ بھتیجے حسین کو پہنچا سکتا ہے یا بھائی مانک ہے؟ بینا تو جروا۔

### الجواب

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ نصف باغ بلا تقسیم عظیم بخش نے بھتیجے کے نام ہبہ کر دیا تھا اور عظیم بخش نے اپنے انتقال کے بعد بھائی کے سوا کوئی وارث نہ چھوڑا تو وہ ہبہ جو بھتیجے کے نام تھا عظیم بخش کی موت سے باطل ہو گیا درمختار روافع الرجوع میں ہے،

المیم موت احد المتعاقدين بعد قبضہ دے دینے کے بعد عاقدین میں سے کسی کا فوت التسليم فلو قبله بطل ۲ ہو جانا، تو اگر قبضہ دینے سے پہلے فوت ہو تو عقد باطل ہوگا۔ (ت)

۱/ ۸۱-۲۸۰ کتاب الوقف مطبع مجتہبی دہلی ۲/ ۱۶۱ کتاب الہبہ باب الرجوع عن الہبہ ۳/ ۱۶۱

تو کل باغ کا مالک خواجہ بخش ہوا جب اُس نے وقف کر دیا وقف ہو گیا اب نہ اُس کا ہے نہ بھتیجے کا، خالص ملک الہی ہے عزوجل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶ از علیگڑھ محلہ دہلی دروازہ تکیہ بخشش کریم اللہ صاحب مسئلہ عبد الکریم و عبد العزیز وغیرہ ۲۱ رجب ۱۳۳۹  
کیا فرماتے ہیں عالمانِ دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک تکیہ اور کچھ اراضی باڑہ کے نام سے کہ جو  
قدیم الایام سے واسطے فاتحہ حضرت فیض اللہ شاہ صاحب اور حضرت بانام شاہ صاحب کے وقف چلی آتی ہے اور  
اُس کے متولی اور متصرف ہمارے اجداد سے تھے اور اس کی آمدنی سے فاتحہ اور عرس ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اُس میں  
پہلے یہ تصرف ہوا کہ اس زمین میں کچھ دکانیں بنوا دی گئیں اور پھر تکیہ کی زمین سے کچھ حصہ چند اشخاص کے ہاتھ بیع  
کر دیا گیا اور باڑہ کی زمین میں ایک گنج آباد کر کے اُس کو رہن کر دیا اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ بیع اور  
رہن اس اراضی موقوفہ کا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ تصرف کیا حکم رکھتا ہے؟ اس کا جواب بحوالہ کتب بیان  
فرمایا جائے۔ یَتَنَوُّوا تَوَجُّوْا (بیان کیجئے اجر پائے۔ ت)

### الجواب

وقف کے رہن و بیع ناجائز ہیں، درمختار میں ہے:

فاذا قسم ولزم لا یملك ولا یعبار جب وقف تمام اور لازم ہو جائے تو کوئی نہ اس کا مالک  
ولا یرهن لا بنے نہ کسی کو مالک بنا سکے، نہ عاریۃ دیا جائے

اور نہ رہن رکھا جاسکے گا (ت)

دکانیں اگر تکیہ میں بنائی گئیں تو قطعاً ناجائز ہیں اور باڑے میں متولی نے منفعت وقف کے لئے بنوائیں اور ان میں کوئی  
مخالفت شرط واقف و تغیر ہیئات وقف نہ تھی تو حرج نہیں ورنہ وہ بھی ناجائز ہیں کما نص علیہ فی فتح القدیر  
والفتاویٰ الہندیۃ وغیرہما (جیسا کہ اس پر فتح القدیر اور فتاویٰ ہندیہ وغیرہما میں تصریح کر دی ہے۔ ت)  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۷ مرسلہ چودھری محمد رشید الدین صاحب اشرف صاحب تعلقدار و آذیری محسٹریٹ از بیار ضلع بارہ بنکی  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قاضی امیر اشرف صاحب مرحوم نے وفات  
پائی ان کے کاغذات سے ایک تحریر برآمد ہوئی جس کی نقل مطابق اصل شامل استفسار ہذا ہے جو ان کے ہاتھ کی  
لکھی ہوئی نہیں ہے مگر باجاس کے حواشی وغیرہ پر عبارت اُن کے قلم کی لکھی ہوئی ہے آیا اس تحریر پر علمد آمد شرعاً

ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یہ وقت سمجھا جائے گا یا وصیت؟ اور اس کی پابندی ہر دو طریق سے کسی طریق پر ورثہ کے ذمہ لازم ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

## الجواب

یہ نہ وقت ہے نہ وصیت، نہ کوئی شے، نہ اس کی پابندی اصل کسی طرح وارث خواہ غیر پر کچھ لازم، یہ ایک وقف نامہ نامکمل کا خاکہ ہے چونکہ قلم مورث سے ہے نہ دستاویزوں کے عنوان معروف (میں کہ فلاں بن فلاں الخ) سے اس کی ابتدا، نہ اس پر کوئی شہادت، ایسا کاغذ ایک ردی پرچے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا، خصوصاً اس کا ختم اس پر ہے کہ لہذا وقف نامہ تکمیل و رجسٹری کر لئے دیتا ہوں تاکہ سند رہے اور وقت پر کام آئے، فقط۔ زیادہ سے زیادہ یہ گمان ہو سکتا ہے کہ مورث نے وقف کا قصد کیا اور کسی شخص سے اس کا مسودہ کرایا اور اس میں خود ترمیم کی، پھر رائے نہ ہوئی اور اُسے موقوف رکھا لہذا تکمیل نہ کی، نہ رجسٹری کرائی۔ یہ اگر ہو بھی تو اس قدر سے کچھ نہیں ہوتا کہ ایک ارادہ تھا جو ہو کر رہ گیا، یہ بھی بفرض تسلیم ہے ورنہ ثابت اس قدر بھی نہیں کہ یہ کاغذ مورث نے لکھوایا یا مورث کی رائے سے لکھا گیا، حواشی پر قلم مورث سے کچھ لکھا معلوم ہونا کوئی دلیل نہیں خط خط کے مشابہ ہوتا ہے، بہر حال وہ ایک مہمل کاغذ ہے جس کا کچھ اثر نہیں، اشیاء والنظائر میں ہے،

لا يعتمد على الخط ولا يعمل بمكتوب الوقف الذي عليه خطوط القضاة الماضين  
خط پر اعتماد نہ کیا جائے گا اور وقف نامہ میں جو گزشتہ قاضی حضرات کے اس پر خطوط لکھے ہوئے ہیں ان پر عمل نہ کیا جائے گا۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے،

کتاب الوقف انما هو کاغذ به خط وهو لا يعتمد عليه ولا يعمل به كما صرح به كثير من علمائنا  
وقف کی کتاب، وہ ایک کاغذ ہے اس پر خط ہے جو قابل اعتماد نہیں اور نہ اس پر عمل جائز ہے، جیسا کہ ہمارے اکثر علماء نے اس پر تصریح کی ہے (ت)

رد المحتار میں ہے،

اذا كان مصدر المعنونا فكل لنطق اذا اعترف  
ان الخط خطه بخلاف ما اذا  
جب ابتداء میں عنوان قائم کیا گیا ہو تو پھر زبانی گفتگو کی طرح ہوگا جب یہ اعتراف بھی ہو کہ یہ میرا خط ہے

۱۔ الاشیاء والنظائر کتاب القضاة والشهادات الخ إدارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳۸/۱  
۲۔ العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامیۃ، کتاب الوقف ۱۱/۱ و کتاب الدعوی ارگ بازار قندھار ۲۰/۲

لم یکن مصدرا معنونا وهذا ذکرہ فی الآخرس  
 وذكر فی الکفایۃ آخر کتاب عن اشافی ان  
 الصحیح مثل الآخرس فاذا کان مستبنا  
 مرسوما وثبت ذلك باقرامہ او ببینۃ  
 فهو الخطاب الی المعنوں الحاضر اذا کتب  
 علی وجه الصکوک یقول فلان الفلانی الخ  
 ملقطا واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

یوں لکھے فلان جو فلان ہے، الخ احد ملقطاً، واللہ سبحانہ وتعالی اعلم (ت)

مسئلہ از بمبئی مرسلہ قاضی شریف عبداللطیف صاحب قاضی بمبئی ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ حامداً و مصلياً

ماقولکم ایہا العلماء الکرام (اے علماء کرام! آپ کا کیا فرمان ہے کہ۔ ت) قاضی شریف عبداللطیف  
 صاحب مرحوم مغفور ۱۸۵۰ء میں بمقام شولا پور منجانب حکومت مفتی مقرر کئے گئے ۱۸۵۶ء میں بمقام رتناگری اسی عہدہ  
 پر منتقل ہو گئے اسی عرصہ میں محکمہ افتا کے لئے کتابوں کا ذخیرہ جماعت المسلمین کی جانب سے مہیا کر دیا گیا من بعد ۱۸۶۲ء میں  
 گورنمنٹ نے عہدہ مفتی موقوف کر کے صاحب موصوف کی نشین مقرر کر دی جو ان کے حین حیات تک جاری رہی ۱۸۶۶ء  
 میں بمبئی کے جماعت المسلمین کے اہل حل و عقد و رؤسائے بالاتفاق ان ذات ستودہ صفات کو عہدہ قضا سپرد کیا، کچھ عہدہ  
 محکمہ افتا رتناگری بھی وہاں کے اکابر و اصغر مسلمین کی اجازت سے بمبئی منتقل ہو گیا بلکہ یہاں کے بزرگان اسلام نے  
 اس کی مزید تکمیل فرمائی، آج تک وہ کتب خانہ عطیہ قوم دارالقضا کے متعلق سمجھا جاتا ہے اس صورت سے کہ جو  
 شخص مسند قضا پر متمکن ہوتا ہے اُس کے قبض و تصرف اور نگرانی میں بطور امانت رہتا ہے، قاضی کو اس میں کسی قسم  
 کی کمی کرنے یا کسی کتاب کے فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے، البتہ حسب ضرورت قومی پیسہ سے یا محکمہ قضا کی  
 آمد سے اضافہ کر سکے بلکہ کرتے رہتے ہیں، قاضی شریف عبداللطیف مرحوم مغفور کے رحلت فرمانے کے بعد اُن کا تمام  
 ترکہ ورثہ میں تقسیم ہوا مگر کتب خانہ منجملہ عطایا سے قوم مخصوص برائے مسند قضا ناقابل تقسیم قرار دیا گیا قاضی صاحب  
 مرحوم کے بعد اُن کے چھوٹے صاحبزادے جناب شریف محمد صالح صاحب حسب استرضائے ارباب حل و عقد  
 جماعت المسلمین بمبئی قضا پر متمکن ہوئے اور کتب خانہ اُن کی نگرانی میں رہا، ۱۳۳۶ھ میں انھوں نے بھی رحلت



فرمانی اور بجائے ان کے جناب شریف عبداللطیف صاحب (ان کے فرزند اکبر) کے سپرد محکمہ قضا اور اُس کے متعلق کتب خانہ کیا گیا، پس دریافت طلب صرف یہ امر ہے کہ یہ کتب خانہ جو دار القضا کے متعلق ہے اور علیہ قوم وہ بھی مثل دیگر مال متروکہ کے ورثہ میں تقسیم ہو گیا حسب دستور سابق محفوظ و مامون ان قضی صاحب کے پاس رہے گا جو فی الحال خدمت قضا انجام دے رہے ہیں۔

### الجواب

جبکہ وہ کتابیں جماعت مسلمین نے محکمہ افتاریہ دار القضا کے لئے جمع کیں قاضی کو ان کا مالک نہ کیا جیسا کہ تعامل مذکور سوال سے واضح ہے تو ورثہ قاضی کا اُن میں کوئی حق وراثت نہیں اگر جماعت نے وقت کیں تو ظاہر اور نہ کیں تو ملک جماعت ہیں یا نفاذ شرع علی مشتری کی صورت میں ملک مشتری اور وہ زر جماعت کا ضامن ہے بہر حال ملک قاضی نہیں، غیر قاضی نے جو کتابیں جماعت کے لئے خریدیں اُن میں نفاذ علی مشتری کی صورت یہاں نادر ہے ہم نے اپنے فتاویٰ کتاب الوقف میں مبین کیا ہے کہ زر چنہ چنہ دہندوں کی ملک پر رہتا ہے اور اُن کی اجازت سے صرف ہوتا ہے خریداری کتب اگر اہل جماعت نے خود نہ کی تو مہود یہ ہے کہ دوسرا ان کے امر سے کرتا ہے ثمن اُن کے روپے سے ادا کیا جاتا ہے جو انھوں نے خریداری کے لئے پہلے دے دیا یہ خریداری ادا کیا اس صورت میں اُس مشتری کے مالک کتب ہونے کے لئے یہ درکار کہ:

اولاً جماعت نے اُسے کسی کتاب معین شخص کے شرا کا وکیل نہ کیا ہو، یعنی کسی جلد خاص کی نسبت کہ بعینہ جلد خرید دے (یہ کہنا کہ ہدایہ یا فلاں مطبع کی ہدایہ یا فلاں دکان سے مصری چھاپے کی ہدایہ یہ شے معین کے لئے توکیل نہیں جبکہ اس دکان پر مصری طبع کے متعدد نسخے ہدایہ ہوں) کہ اس صورت میں وہ غیبت جماعت میں اسے اپنے لئے خرید ہی نہیں سکتا،

حب مخالفت نہ ہو، تاکہ دھوکا کا احتمال نہ ہو، درمختار،  
 اور مخالفت کو بحر میں بیان کیا، اور اس لئے کہ اس  
 میں اپنے آپ کا معزول ہونا ہے جس کا وہ اپنے موکل  
 کی حاضری کے بغیر مالک نہیں، رد المحتار نے باقانی  
 سے بحوالہ ہدایہ نقل کیا۔

حيث لم يكن مخالفا دفعا للفقور درمختار، و بين  
 المخالفة في البحر، وكان فيه عزل نفسه فلا يملكه  
 على ما قيل الا بحضور من الموكل رد المحتار  
 عن الباقي عن الهداية۔

ثانياً عقد ایجاب میں جماعت کی طرف مضاف نہ ہو مثلاً اس نے بائع سے کہا یہ کتاب میں نے تجھ سے جماعت



کی طرف سے خریدی اس نے کہا میں نے بھی یا اُس نے کہا میں نے یہ کتاب جماعت کے ہاتھ بیع کی اس نے کہا میں نے خریدی کہ اس صورت میں نفس عقد جماعت ہی کے لئے ہوگا اور مشتری پر نافذ نہیں ہو سکتا۔

علی ما حققنا صورة بتفاصيلها في كتاب  
البیوع من فتاویٰ تحریر حافل کامل  
سمیناہ عطیۃ النبی فی الاشتراء والاجنبی  
یہ تحقیق اس کے غیر میں نہیں ملے گی، اور توفیق اللہ تعالیٰ  
جو ہم نے اپنے فتاویٰ کی کتاب البیوع میں اس کی تفصیلی  
صورتوں کی تحقیق کی ہے وہ جامع کامل تحریر ہے ہم نے  
اس کا نام ”عطیۃ النبی فی الاشتراء للاجنبی“ رکھا ہے  
یہ تحقیق اس کے غیر میں نہیں ملے گی، اور توفیق اللہ تعالیٰ

سے ہے (ت)

ثالثاً عقد کو مال جماعت کی طرف بھی مضاف نہ کرے فقط جماعت کا روپیہ دکھا کر کہا اس روپے کی  
فلاں فلاں کتاب تجھ سے خریدی۔

سابعاً خریداری میں جماعت کے لئے خریدنے کی نیت نہ کرے ورنہ وہ دیانہ علی الاطلاق جماعت ہی  
کے لئے ہے۔

خامساً قیمت میں مال جماعت نہ دے ورنہ وہ جماعت ہی کے لئے ٹھہریں گی اگرچہ اپنے لئے خریداری  
کی نیت بتائے،

وتفصیل ذلك في البحر والخصنا في جد المتسار  
بقولی وبالجملة اذا كان وكيلا بشراء شيء لا بعينه  
فالاضافة قاضية فان لم توجد فالنية فان  
لم توجد فللعاقد عند محمد ان سلم الامر  
ايضا عدم النية وان قابل بل نوى لي حكم النقد  
كما لو تخالف فيها وعند ابی يوسف يحكم النقد  
في الوجهين وهو المراجحة قد مه قاضين فان  
اخر دليله في الهداية فتحصل ان الحكم للاضافة  
فان لم توجد فللمنية فان لم توجد او تكاذا فيها  
فلنقد لله والله تعالى اعلم

اس کی تفصیل بحر میں ہے، ہم نے جد الممتار میں اپنے اس  
قول کے ساتھ اس کی تلخیص کی ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ اگر  
کسی غیر معین چیز کی خریداری کا وکیل ہو تو وہاں نسبت  
فیصل بنے گی اگر نسبت نہ ہو تو پھر نیت پر فیصلہ ہوگا اگر  
نیت بھی نہ ہو تو پھر خریداری کی نیت معتبر ہے جب امر تسلیم  
کر لے کہ میرے لئے نیت نہ تھی اور کہے خریداری وکیل نے میرے لئے  
نیت کر کے خریدی ہے تو صرف ایسی صورت میں امام محمد کے  
ہاں مروج سکے پر فیصلہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ  
تعالیٰ کے ہاں دونوں صورتوں میں سکے کو فیصلہ قرار  
دیا جائے گا اور یہی رائج ہے، قاضی نماں نے اسے پہلے

ذکر کیا اور ہدایہ میں اس کی دلیل کو بعد میں ذکر فرمایا۔ تو حاصل یہ ہوا کہ اضافت پر حکم ہوگا اور نہ نیت پر، اگر نیت نہ ہو یا  
لے جد الممتار حاشیہ روا المختار۔

دونوں اختلاف کریں تو پھر نقد پر فیصلہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

یہاں اگرچہ نفاذ علی مشتری سے تین مانع اول کثیر الوقوع نہیں مگر خامس ہی غالب ہے اور کتابیں لاکھ سہ ہجرت یاد اخل کتب خانہ افتاء و قضا کرنا رابع پر شاہد۔ یونہی وہ کتابیں کہ قاضی نے قومی پیسے یا آمدنی دار القضا سے خریدیں یہاں بھی ظاہر عبارت سوال یہ ہے کہ قاضی نے اپنے مال سے نہ خریدیں اگرچہ اس کی تنخواہ بھی اُسی پیسے یا آمدنی سے ہوتی ہو مگر عبارت اس سے سکت ہے کہ قاضی کا شمار بھی بامر جماعت تھا یا بطور خود۔ اگر صورت اولیٰ ہے کہ قاضی نے اُس مال سے کتابیں بامر جماعت خرید کر داخل کتب خانہ مذکورہ کیں تو ان کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ وقف یا ملک جماعت ہوئیں کہ اب قاضی وہ مشتری ہے جس میں وجہ رابع و خامس مانع ممکن ہیں، اور اگر صورت ثانیہ ہے تو اب مانع نفاذ صرف وقت ایجاب بیع میں اضافت بجاعت ہونا ہے و لیس۔ اگر یہ اضافت نہ ہو تو ایجاب میں مشتری کی طرف اضافت صراحتاً دلالت سے چارہ نہیں ورنہ بیع ہی نہ ہوگی، تجنیس نا صری و نا تا رخانیہ و ہندیہ میں ہے،

لو قال من فروختم ایں بندہ ہزار درم تو خسریدی  
فقال مجیباً لہ خریدم تم البیع، اما لو قال  
من فروختم ایں بندہ را ہزار درم فقال مشتری  
خریدم ولم یزد علی هذا لایکون بیعاً لعدم  
الاضافة اھ اقول ای اذا لم تجربینہما  
المساومة والا کفی بہا دلالة کقولہ  
ھہنا تو خریدی فانہ ایضاً لیس باضافة  
فح الا یجاب انما فیہ دلالة علیہا  
وذلك اعفی الاکتفاء بدلالة الاستیام  
کما فی تجنیس الامام صاحب  
المہدایۃ ثم الفتح لو قال  
لاخر بعد ما جری  
بینہما مقد مات البیع  
بعث هذا بالف ولم یقل

اگر کہا میں یہ غلام ہزار درم میں فروخت کرتا ہوں تو خرید گیا  
تو دوسرے نے جواب میں کہا میں نے خرید لیا تو بیع  
تمام ہو جائے گی۔ لیکن اگر یوں کہا میں یہ غلام ہزار درم  
میں فروخت کرتا ہوں تو دوسرے نے کہا میں نے  
خریدا، اور اس پر کوئی زائد بات نہ کی تو بیع نہ ہوگی  
کیونکہ اس صورت میں خریدنے کی نسبت اس غلام  
کی طرف نہ ہوئی اھ اقول (میں کہتا ہوں) یہ اس  
صورت میں ہے کہ جب پہلے اس غلام کے متعلق  
سودے کا ذکر نہ ہو، ورنہ یہی نسبت کافی ہے جو دلالت  
موجود ہے جیسا کہ یہاں بھی ایجاب یعنی "تو خریدی" میں  
میں نسبت مذکور نہیں اس میں صرف دلالت نسبت ہے  
اور یہ یعنی بھاؤ لگانا نسبت کے لئے کافی ہے جیسا کہ  
صاحب ہدایہ سے تجنیس میں پھر فتح میں ہے کہ  
ایک نے دوسرے کو کہا میں نے یہ ہزار میں فروخت کیا

منك وقال الآخر اشتريت صح و اور ”تجہ سے“ نہ کہا، اور دوسرے نے کہا میں نے خریدنا،  
لزم اھ۔ جبکہ دونوں میں پہلے بیع کے مقدمات (بھاؤ وغیرہ) ہو چکے

ہوں تو بیع صحیح اور لازم ہو جائے گی (ت)

اور جب ایجاب میں مشتری غیر مامور کی طرف اضافت ہے اگرچہ اسی قدر کہ اول قول اسی نے کیا تو بیع اسی کے حق میں نافذ ہوگی لان الشراء متى وجد نفاذا على المشتري نفذا (کیونکہ جب خریداری شئی پر نافذ کرتے پائی جائے تو وہ مشتری پر نافذ ہو جاتی ہے۔ ت) عام ازیں کہ قبول میں بھی اسی مشتری کی طرف اضافت ہو مثلاً بائع کے میں نے تیرے ہاتھ بیع کیں یا یہ کہے میں نے اپنے لئے خریدیں یا بیٹے کے پھر وہ خواہ قبول میں کسی طرف اضافت نہ ہو، مثلاً بائع کے میں نے تیرے ہاتھ بیچیں یہ کہے میں نے لیں یا قبول کیں یا کہے میں نے اپنے لئے خریدیں کہے میں نے دیں یا بیچیں خواہ قبول میں جماعت کی طرف اضافت محملہ قابل تاویل ہو جو عقد کو جماعت کے حق میں متعین نہ کر دے کہ اس صورت میں وجہ اختلاف ایجاب و قبول بیع ہی باطل ہوگی جیسے وہ کہے میں نے تیرے ہاتھ بیع کیں یہ کہے میں نے جماعت کی طرف سے قبول کیں، غایہ میں ہے،

لو قال الفضولي اشتريت هذا الفلان بكذا او قال البائع بعث منك الصحيح انه باطل ہے اگر فضولی نے کہا یہ میں نے فلاں کے لئے خریدنا، اور بائع نے کہا میں نے تجھے فروخت کیا، تو صحیح یہ ہے کہ بیع باطل ہوگی۔  
بلکہ صورت یہ ہو کہ مثلاً وہ کہے میں نے تیرے ہاتھ بیچیں، یہ اس نے ایجابا کہا، اب یہ قبول میں کہے میں نے جماعت کے واسطے خریدی کہ واسطہ لحاظ و خاطر و منع بہت معانی کو محتمل ہے۔ غایہ و فتح میں ہے،

ان قال اشتریت منك هذا العين لاجل فلان فقال بعث او قال المالك بعث منك هذا العين لاجل فلان فقال اشتریت لا يتوقف على اجادة فلان لانه وجد نفاذا على المشتري حيث اضعف اليه ظاهر ا فلا حاجة الى الايقاف على رضا الغير وقوله لاجل فلان يحتمل لاجل رضا وشفاعته وغير ذلك ہے اگر فضولی کہے میں نے تجھ سے یہ چیز فلاں کے لئے خریدی اور بائع نے کہا میں نے فروخت کی، یا یوں کہ مالک کہے میں نے یہ چیز تجھے فلاں کے لئے فروخت کی تو یہ جواب میں کہے میں نے خریدی، تو بیع موقوف نہ ہوگی، کیونکہ جب صراحتاً خریدار پر بیع کا نفاذ کیا جا رہا ہے تو اب اس کی اجازت اور رضا پر موقوف رکھنے کی ضرورت نہیں، اور بیع میں، فلاں کے لئے، کو فلاں کی سفارش پر محمول کیا جائیگا۔ (ت)

۵۹/۵

مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

کتاب البیوع

فتح القدير

۳۵۱/۲

نور کثور کھنؤ

فصل فی البیع الموقوف

کتاب البیوع

کے فتاویٰ قاضی خاں

۱۹۱/۶

مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

فصل فی بیع الفضولی

”

مع فتح القدير

۱۹۰/۶

”

”

”

فتح القدير

اس مسئلہ کی تحقیق بازغ و تنقیح بالغ ہمارے اسی رسالہ عطیۃ النبی فی الاشتراء للاجنبی<sup>۱۳</sup> میں ہے اس فقیر پر قاضی کے دل میں وقت شرار جماعت کے لئے خریدنے کی نیت ہونی یا قیمت مال جماعت سے ادا کرنی کچھ مانع نفاذ علی مشتری نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے :

لو اشترى لغيره نفذ عليه اذا لم يضعفه الح  
غیره یلے

فتاویٰ امام قاضی خان و خزائنہ المفتین و وجیز امام کروری میں ہے :

يقول المالك بعت هذا منك بكذا فقال  
الفضولي قبلت واشتريت ونوى الشراء لفلان  
فان الشراء ينفذ عليه ولا يتوقف یلے

مالک کہے میں نے تجھ پر چیز فلاں رقم پر فروخت کی اور  
جواب میں فضولی کہے میں نے قبول کی یا خریدی اور  
نیت فلاں غیر شخص کے لئے خریداری کی، تو یہ خریداری  
اس فلاں کیلئے نافذ ہو جائیگی اور موقوف نہ ہوگی (ت)

فتاویٰ خیر میں ہے :

لا يلزم من الشراء من مال الاب ان يكون  
المبيع للاب یلے

والد کے مال سے خریداری ہو تو یہ لازم نہیں کہ خریدی ہوئی  
چیز والد کی ہوگی (ت)

اس صورت میں اگر کتب خانہ وقف ہے تو قاضی کا کتاب خرید کر اس میں داخل کر دینا وقف کرنا ہی سمجھا جائیگا  
اس کے لئے دلالت کافی ہے تصریحاً زبان سے لفظ وقف کہنا ضرور نہیں جس طرح لوگ مسجد میں لوٹے چٹائیاں رکھ جاتے  
ہیں اور اگر وقف نہیں اور یہ کتابیں قاضی نے خرید کر جماعت کو دے دیں تو اب ملک جماعت ہو گئیں کہ یہ دینا نہ عاریتہ  
تھا نہ بالمعاوضہ، تو بہرہ قرار پائے گا اور بعد قبضہ مفید ملک ہوگا،

قال في رد المحتار نفذ على المشتري فان دفع  
المشتري اليه واخذ الثمن كان بيعاً بالتعاطي  
بينهما اهـ وكتبت عليه اقول يعني اذا

رد المحتار میں فرمایا خریدار پر بیع نافذ ہو جائے گی تو اگر  
خریدار نے اس کو دے کر قیمت وصول کر لی تو یہ دونوں  
میں بیع بالتعاطی (عملی لین دین) ہوگی اھ اقول (میں)

۳۱/۲	مطبوع مجتبیٰ دہلی	فصل فی الفضولی	کتاب البیوع	لے رد مختار
۳۵۱/۲	نوکشور لکھنؤ	فصل فی البیع الموقوف	کتاب البیوع	لے فتاویٰ قاضی خان
۲۱۹/۱	دار المعرفہ بیروت	کتاب البیوع		لے فتاویٰ خیر
۱۳۷/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	فصل فی الفضولی	کتاب البیوع	لے رد المحتار



كان الد فم على جهة البيع كما قيد به في  
الهداية والدرا المختار من الوكالة اما اذا دفع  
اليه مجانا يكون هبة كمن اشترى ثوبا وقطعه  
قيصا لتلميذه وسلمه اليه ملكه التلميذ كما  
سيأتي في الهبة۔<sup>۱</sup>

کہتا ہوں، یہ جب ہے کہ دینا بیع کے طور پر ہو جیسا کہ  
اس قید کا ذکر، ہدایہ اور در مختار کے وکالت کے باب  
میں ہے، لیکن اگر یہ دستی دینا بطور مفت ہو تو ہر قدر  
پائے گا جیسا کہ کوئی کپڑا خرید کر شاگرد کے لئے قیص بنائے  
اور پھر شاگرد کے ہاتھ سوئپ دے تو شاگرد مالک  
ہو جائیگا جیسا کہ ہبہ کے باب میں آئے گا۔ (ت)

اقول مگر یہ اس وقت ہے کہ قاضی جانے کہ یہ شرار مجھ پر نافذ اور کتاب کا مالک میں ہوا ہوں ورنہ غلط فہمی کی  
حالت میں اس کا اپنی ملک سے اخراج کا قصد متحقق نہیں ہو سکتا کہ اپنے آپ کو مالک ہی نہ سمجھتا،  
ولاعبرة بالظن البين خطوة اشباه، ومن  
رفع شيئا ظانا انه عليه ثم بان انه له يمكن  
عليه يسترد كما افاده في الخيرية والعقود  
الدرية۔

گمان کا غلط ہونا واضح ہو تو اس کا اعتبار نہیں، اشباہ،  
اور کسی نے کوئی چیز اس گمان سے دی کہ اس کے ذمہ  
ادائیگی ضروری تھی، پھر معلوم ہوا کہ ایسا نہیں تھا تو اس  
کو واپس لینے کا حق ہے جیسا کہ خیرہ اور عقود دریہ  
نفسیہ فائدہ بیان کیا۔ (ت)

تفسیر و ہندیہ میں ہے،

ينبغي ان يحفظ هذا فقد ابتلى به العامة  
والخاصة يستعينون بالناس في الاحتطاب  
والاحتشاش فيثبت الملك للاعوان فيها  
ولا يعلم الكل بها فينفقونها قبل  
الاستيهاب بطريقه او الاذن فيجب  
عليهم مثلها او قيمتها وهم  
لا يشعرون<sup>۲</sup> اه وعده الاذن  
فيما ذكره ان كانت لنافيه

اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہئے۔ لوگ تو عام و خاص اس  
میں مبتلا ہیں کہ لوگوں سے لکڑی اور گھاس وغیرہ کاٹنے میں  
مدد لیتے ہیں حالانکہ مدد کرنے والوں کی ان چیزوں میں ملکیت  
ثابت ہو جاتی ہے اور لوگوں کو علم نہ ہونے کی بنا پر وہ  
مددگار کی ان چیزوں کا ہبہ اور اجازت حاصل کئے بغیر  
صرف کر لیتے ہیں تو ان پر ان چیزوں یا ان کی قیمت کا واپس  
کرنا لازم ہوتا ہے حالانکہ ان کو اس کا علم تک نہیں ہوتا  
اه، متذکرہ صورت میں اجازت نہ ہونا، اگرچہ پہلے اس

۱۔ جہ المتار حاشیہ رد المحتار ۲۔ الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارة القرآن کراچی ۱۹۳۱

۳۔ العقود الدریہ کتاب الشریکۃ ۱۹/۱ و کتاب المداينات ۳۴۹/۲

۴۔ آدھی ہندیہ کتاب الابارۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پیشاور ۲۵۱/۴



کلام بیناۃ فی رسالتنا عطاء النبی لا فاضۃ  
 احکام ماء الصبی لکنہ لا یجدی ہہنا لان  
 الاذن یطلق المصروف ویسقط الضمان لکن  
 لا یسقط ملک المالك وفيہ الکلام ہنا۔

میں کلام ہے جس کو ہم نے اپنے رسالہ عطاء النبی لا فاضۃ  
 احکام ماء الصبی میں بیان کیا ہے لیکن یہاں اس کا  
 فائدہ نہیں، کیونکہ اجازت تصرف کو جائز اور ضمان کو  
 ساقط کرتا ہے لیکن مالک کی ملکیت کو ختم نہیں کرتی جبکہ  
 یہاں کلام اسی میں ہے (ت)

اسی طرح اگر قاضی نے جماعت کو نہ دیں بلکہ کتب خانہ غیر وقتی میں آپ داخل کر دیں اگرچہ اپنی ملک بھی جانتا ہو  
 جب بھی اُس کی ملک سے خارج نہ ہوں گی کہ پرانے مال میں اپنا مال رکھ دینا ملک زائل نہیں کرتا بالجمہ صرف یہ دو صورتیں  
 ایسی نکلیں گی جن میں بعض کتب خریدہ قاضی ملک قاضی میں رہیں مگر از انجا کہ ثمن دوسرے کے مال سے دیا ہے اس کا  
 تاوان ذمہ قاضی رہا جن کتابوں کی نسبت یہ صورت ثابت ہو و ارشاد قاضی انھیں لیں اور جو قیمت ان کی قاضی نے قومی  
 پیسے یا دارالقضا کی آمد سے ادا کی وہ واپس دیں ہذا ما ظہری والعلم بالحق عند ربی (مجھے یہ معلوم ہوا ہے  
 جبکہ حقیقی علم میرے رب کے ہاں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

رسالہ

## جَوَالُ الْعُلُوتَيْنِ الْخَلَوِ

(مسئلہ خلوی وضاحت کے لئے بلندی کی گردش)

مسئلہ ۶۹ از قصبہ لاہر پور ضلع سیٹاپور بمکان سید شاہ ولایت احمد صاحب مرسلہ وجد الحسن صاحب  
۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

(۱) اوقات میں کسی شخص کو کچھ اراضی بطور خلوی جس کا ذکر شامی ج ۴ کتاب البیوع بحث خلوا لجوانیت میں ہے زر پیشگی لے کر اس شرط پر دینا کہ وہ اجر مثل سال بسال اپنے زر پیشگی میں محسوب کرتا رہے جائز ہے یا ناجائز، اور واضح رہے کہ اس حصہ اراضی موقوفہ کالنگان سالانہ جس موقوف علیہ کے واسطے مخصوص ہے اُس نے اپنی ضرورت کے واسطے زر پیشگی لیا ہے اور اُسی نے زر پیشگی لینے والے سے معاملت خلوی کی ہے اور اُس موقوف علیہ کو اس حصہ موقوفہ پر حق متولیٰ نہ بھی حاصل ہے۔

(۲) صاحب خلوی کو یعنی جس کو ایسی اراضی دی گئی ہو اراضی کالنگان یعنی اجر مثل ادا کر کے جو منافع اُس اجر مثل سے زائد ہو لینا درست ہے یا نہیں؟

(۳) اگر صاحب خلوی خود اپنی کاشت کر کے یا اپنی کوشش سے اجر مثل کی آمدنی سے زائد آمدنی اراضی مذکور کے

اپنے مقابلتِ خلو کے زمانہ میں بڑھادے تو اس اضافہ کا صاحبِ خلو مستحق ہے یا نہیں؟

(۴) نمبر ۲ و نمبر ۳ کی صورت بظاہر رہنِ دخلی کی سی ہے اور رہنِ دخلی کا منافع سود ہے، پس خلو اور رہنِ دخلی میں کیا فرق ہوا اور جوازِ خلو کی کیا صورت ہے اور نفسِ خلو کون سا معاملہ ہے اور اس کی کیا تعریف ہے؟

(۵) ایک وقف قدیم مشہورہ خاندانی میں اہلِ خاندان موقوفِ علیم و متولیان نے ضرورتِ مصارفِ ضروریہ و قفنی پر آمدنی وقف موجود نہ ہونے کی حالت میں اور مہاجران سے بوجہ وقفِ قرضہ نہ ملنے کی وجہ سے اکثر اوقات یہ کیا کہ بعض حصص اراضیات وقف کو زربِ پیشگی لے کر زربِ مذکور دینے والے کے قبضہ میں دے دی اور دستاویز ٹھیکہ نامہ لکھ دی کہ اس قدر سالانہ لگان اس اراضی کا ٹھیکہ دار اپنے زربِ پیشگی میں مقرر کرتا رہے اور بعد وصول کل زربِ پیشگی مذکور ایک حصہ میعاد پر وہ اراضی صاحبِ خلو سے واپس ہو کر متولیان و موقوفِ علیم کے قبضہ میں آگئی، اس کارروائی سے منکرین وقف عدم وقف کا استدلال کرتے ہیں، یہ استدلال صحیح ہے یا نہیں اور معاملاتِ ٹھیکہ داری مذکور معاملاتِ خلو سے سمجھی جائے گی یا اس کے علاوہ ناجائز سمجھی جائیگی اور ان واقعاتِ ارتکاب سے وقف کا عدم ہو جائیگا یا باقی ہے گا اور ایسے فعل کا مرتکب قابلِ تولیت رہے گا یا نہیں، اگر کسی کے مورث نے یہ فعل کیا ہو تو اس کا وارث تولیت پائے گا یا نہیں؟

### الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ الذی لا یخلو شیء من کرمہ والصلوٰۃ والسلام علی من وقف علی الکن موائد کرمہ وعلیٰ آلہ واصحابہ المتولین اجراء حکمہ وحکمہ۔

اولاً خلو خود باطل و بے اصل ہے، مذہبِ حنفی بلکہ نو سو برس تک مذاہبِ اربعہ میں کہیں اس کا پتا نہیں، دسویں صدی میں ایک عالم مالکی المذہب امام ناصر الدین لقانی قدس سرہ نے اسے جائز کیا، اسی صدی کے نصفِ آخر میں صاحبِ اشباہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے برخلاف مذہب اعتبار عرف خاص پر مبنی قرار دیا، اسی صدی اور اس کے بعد کے محققین مثلاً شیخ الاسلام علی مقدسی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ محمد آفندی زیرک زادہ و علامہ خیر الملتہ والدین رملی و علامہ سید احمد حموی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسے رد فرما دیا۔ حاشیۃ الرملی علی الاشباہ میں ہے،

قوله ویصیر الخلو فی الخانات حقالہ الخ اقول اس کا قول کہ اور دکانوں میں خلو اس کا حق بن جاتا ہے الخ والفتویٰ علی خلاف ذلک مقدسی لے اقول (میں کہتا ہوں) فتویٰ اس کے خلاف ہے، مقدسی۔ (ت)

اسی میں ہے :

قد علمت ان الصحيح خلافة بقوله ان  
المذهب عدم اعتبار العرف الخاص

شرح الاشباہ لزیکر زادہ میں ہے :

العرف لا يجوز ما كان محظورا في الشرع واما  
بيع الخلو اذا لم يكن ملاصقا بالمحذورات فجائز شرعا  
فانه حق لمالكه واما وضعه في المحذورات بالاجارة  
مشروع لكن المحذورات اذا كان ملكا يملك صاحبها  
خراجا منه اذا انقضى مدته المعروف و  
ان لم تكن له مدة معلومة تكون الاجارة  
فاسدة وكذا اذا كان المحذورات دقا قد نص  
الفقهاء على انه لا تجوز الاجارة فيه فوق  
ثلاث سنين كما في الوقاية فلا اعتبار للعرف  
سواء كان خاصا او عاما حين وجد النص في  
الشرع على خلافه وقد مرنا تحقيقه  
فتذكره

اسی میں اس سے ایک ورق قبل ہے :

انما يعتبر العرف والعادة فيما لم يرد نص  
الشرع على خلافه وسينقل في السطر  
الثالث بعد ما ان الودعة والعين المؤجرة  
غير مضمونتين بحال فلا يعتبر فيه العرف بعد  
النص على خلافه من الفقهاء

تو معلوم کر چکا ہے کہ صحیح اس کے خلاف ہے اس کے قول سے  
کہ عرف خاص کا اعتبار نہ ہونا مذہب ہے (ت)

عرف جب شرعا ممنوع ہو تو معتبر نہیں، لیکن حصول کی  
بیع اگر دکانوں سے متعلق نہ ہو تو شرعا جائز ہے کیونکہ  
یہ غلامانک کا حق ہے لیکن یہ دکانوں کے اجارہ میں  
مشروع ہے مگر دکان اگر کسی کی ملکیت ہو تو معینہ مدت  
ختم ہو جانے پر مالک ہی آمدن کا حقدار ہوگا اور اگر  
مدت معین نہ ہو تو یہ اجارہ فاسد ہوگا اور یونہی اگر دکان  
وقف ہو تو بھی وہ اجارہ فاسد ہوگا کیونکہ فقہاء کرام  
نے تصریح کی ہے کہ وقف کا اجارہ تین سال سے زائد  
جائز نہیں جیسا کہ وقایہ میں ہے، لہذا جب کوئی  
عرف شرعی نص کے خلاف ہو خواہ عرف عام ہو یا خاص  
تو اس کا اعتبار نہ ہوگا، اس میں ہماری تحقیق گورچکی  
ہے، اسے یاد کرو۔ (ت)

وہی عرف اور عادت معتبر ہے جس کے خلاف شرعی نص  
نہ ہو، اس کے بعد تیسری سطر میں نقل کریں گے کہ امانت  
اور کرایہ پر دی ہوئی عین چیز کسی حال میں مضمون نہیں ہوتی  
لہذا اس کے ضمان پر عرف ہو تو اس کے خلاف فقہاء  
کی نص ہونے کی وجہ سے یہ عرف معتبر نہیں ہوگا اور

۱۵/۲ لے نثرہ النواظر علی الاشباہ والنظائر مع الاشباہ

ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی (۲)

لے شرح الاشباہ لزیکر زادہ

لے " " " " " "

وهذا اما اشار اليه بقوله وقد مر منّا  
تحقيقه۔

غز العيون میں ہے،

(قوله على اعتباره (ای العرف الخاص) ینبغی ان یفتی بان ما یقع فی بعض اسواق القاهرة من خلوا الحوانیت لانی ما یدیر الخلو حقاله قیل علیه کیف ینبغی ان یفتی به مع کونه مخالفا لقواعد الشرع الشریفۃ انتھی وقال شیخنا (یرید العلامة الشرنبلالی رحمہما اللہ تعالیٰ) فی رسالۃ "مفیدۃ الحسنی" بعد نقل کلام المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ قوله ینبغی ان لا یبغی فانه لامماثلة بین ما اعتبر من المسائل البینة على العرف الخاص و بین الخلو لان اعتبار العرف الخاص على ما قیل به فی جمیع تلك المسائل ضررها التزم به فاعلها مختار لنفسه او مقتضرا فی استیفاء شرط یمنع عنه الضرر واما الوقف فناظره لا یملك اتلافه ولا تعطيله وقد ثبت ان المذهب عدم اعتبار العرف الخاص۔

اسی میں ہے،

قد اشتهر نسبة مسألة الخلو الى مذهب

یہ وہ عبارت ہے جس کے متعلق انھوں نے اشارہ کرتے ہوئے کہا "اور ہماری تحقیق اس میں گزری ہے۔ (ت)

قوله على اعتباره یعنی عرف خاص کے اعتبار پر، یہ فتویٰ مناسب ہوگا کہ قاہرہ کے بازاروں میں جو کافول کا خلو ہے وہ لازم ہو اور خلو اس کا حق بن جائے، اس پر اعتراض ہے کہ یہ فتویٰ کیسے مناسب ہوگا جبکہ یہ شرع شریف کے قواعد کے خلاف ہے اور ہمارے شیخ (ان سے مراد علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں) نے اپنے رسالہ مفیدۃ الحسنی میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ کا کلام نقل کرنے کے بعد فرمایا قوله ینبغی مناسب ہے، البتہ یہ غیر مناسب ہے کیونکہ عرف خاص میں معتبر مسائل جو بیان ہوئے ان میں اور خلویں کوئی مماثلت نہیں ہے کیونکہ عرف خاص والے تمام مسائل میں یہ اعتبار ہے کہ ان میں ضرر والی چیز کو خود فاعل نے اپنے لئے پسند کیا ہے یا ضرر سے مانع شرط کو پورا کرنے میں اقتصار کیا ہے لیکن وقف کا ناظم تو اس میں کسی چیز کے تلف یا معطل کرنے کا مالک نہیں ہے اور جبکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عرف خاص کا اعتبار نہ کرنا مذہب ہے۔ (ت)

مسئلہ خلوی نسبت عالم مدینہ حضرت مالک بن انس



رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مشہور ہے حالانکہ ان کی اور ان کے کسی شاگرد کی اس میں تصریح نہیں ہے، بدر العراقی مالکی نے فرمایا ہے کہ میرے علم کے مطابق خلو کا مسئلہ فقہاء کے کلام میں مذکور نہیں، اس میں صرف علامہ ناصر الدین لقانی کا فتویٰ ہے جس کو انہوں نے عرف پر مبنی قرار دیا ہے الخ (ت)

عالم المدینۃ مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ والحال ان لیس فیہا نص عنہ ولا عن احد من اصحابہ، حتی قال البدر العراقی (المالکی) انه لم یقع فی کلام الفقہاء التعرض بمسئلة الخلو فیما اعلم وانہا فیہا فتیاً للعلامة ناصر الدین اللقانی بناہا علی العرف الخ۔  
رد المحتار میں ہے :

علامہ شرنبلالی کا ایک رسالہ ہے جس میں الاشباہ کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ خلو کا قول ایک مالکی متاخر عالم کے سوا کسی نے نہیں کیا اس نے یہ فتویٰ تک لے دیا کہ اس کا وقف صحیح ہے حالانکہ اس فتویٰ سے لازم آتا ہے کہ مسلمانوں کے وقف کافروں کو منتقل ہو جائیں اس سبب سے کہ وہ خلو کو اپنے گرجوں کے لئے وقف کر دیں گے اور دکان کا مالک جب خلو والے کو اپنی دکان سے بیڈل نہ کر سکے گا تو لازم آئے گا کہ آزاد و مکلف شخص اپنی ملکیت سے ممنوع ہو جائے اور اس کا مال تلف ہو کر رہ جائے، بلکہ یہ سب کچھ وقف میں جائز نہیں ہے اور وقف کے نگران کو خلو والے کی بے دخلی سے منع کرنا وقف کے منافع کو ضائع کرنا اور واقف کی لگائی ہوئی شرط کو معطل کرنا ہے الخ (میں کہتا ہوں) انہوں نے جو

للعلامة الشرنبلالی رسالة رد فیہا علی الاشباہ بان المحلول لم یقل بہ الا متاخر من المالکیة (حتی افتی بصحة وقفہ ولزم منه ان اوقاف المسلمین صارت للکافرین بسبب وقف خلوہا علی کنائسہم و بان عدم اخراج صاحب المحانوت لصاحب الخلو یلزم منه حرجا لحرر المکلف عن ملکہ واتلاف ماله بل لا یجوز هذا فی الوقف وفي منع الناظر من اخراجه تفویت نفع الوقف وتعطیل ما شرطه الواقف اھ ملخصا قلت وما ذکرہ حق خصوصا فی زماننا هذا۔

فرمایا ہے وہ حق ہے خصوصاً ہمارے زمانے میں۔ (ت)  
ثانیاً صورت سوال کو خلو سے بھی کچھ علاقہ نہیں۔ خلو اس تحقیق و تنقیح پر جو بتوفیق اللہ تعالیٰ ہم نے اپنی تعلیقات رد المحتار میں کی یہ ہے کہ مکان یا دکان یا زمین کا مستاجر اپنا اجارہ ہمیشہ باقی رکھنے کو اس میں اپنے

مال سے نہ اپنے لئے بلکہ اُسی شئی مستاجر سے الحاق اور اس کی حیثیت بڑھاتے اُس کے فوائد کی تکمیل کے واسطے کچھ زیادت کرے خواہ متصل باتصال قرار، یا بے اس کے جیسے عمارت یا کنواں یا ردشنی کا سامان یا پانی کے نل و امثال ذلک، یا خود نہ کرے مگر اس کے روپے دے دے جو اجرت کے علاوہ ہوں اس مال کے مقابل جو اسے ابھارتے اجارہ کا حق ملتا ہے اس کا نام غلو ہے۔ رسالہ تحریر العبارة للعلامة الشامی میں ہے :

قال العلامة الشامی فی رسالته "تحریر العبارة" فیمن هو احمى بالاجارة (تنبیه) قد ینبث حق القراس بغير البناء والغرس بان تكون الارض معطلة فیستاجرها من المتکلم علیها لیصلحها للزراعة ویحرقها ویکسبها وهو المسمى بمشد المسكة فلا تنزع من یدہ مادام یدفع ما علیها من القسم المتعارف كالعشر ونحوه واذامات عن ابن توجہ لابنه فیقوم مقامه فیها، و قد رأیت بخط شیخ مشائخنا خاتمة الفقهاء الشیخ ابراهیم السائحانی الغزی المسكة عبارة من استحقاق الحرثاة فی ارض الغير و ذکر فی الحامدية انها لا تورث وانما توجهه للابن القادر علیها دون البنت اه، ثم افاض فی بیان الکودار والسكنی والمجدك وانها اعیان قائمة فی الارض الخ قال وهذا غیر

علامہ شامی نے اپنے رسالہ "تحریر العبارة فیمن هو احمى بالاجارة" میں فرمایا (تنبیه) کہ جسے تعمیر اور پوسے لگائے بغیر حق استقرار ثابت ہوتا ہے مثلاً یوں کہ کوئی زمین خالی پڑی ہو تو کسی خواہشمند کو اجارہ پر دی جائے تاکہ وہ اس کو زراعت کے لئے تیار کرے اور اس کو کاشت کر کے آباد کرے جس کو مشد المسکہ کہا جاتا ہے تو یہ زمین اس کاشتکار سے اس وقت تک واپس نہ لی جائے گی جب تک وہ اس کا متعارف محصول مثلاً عشر وغیرہ دیتا رہے اور اگر وہ کاشت کار کوئی میٹا چھوڑ کر فوت ہو جائے تو یہ کاشتکاری کا حق اس کو مقتول ہو جائے گا اور وہ بیٹا اپنے باپ کے قائم مقام قرار پائے گا، میں نے اپنے شیخ المشائخ خاتمة الفقهاء الشیخ ابراهیم السائحانی الغزی کا لکھا ہوا دیکھا ہے کہ "مسکہ" غیر کی زمین میں کاشتکاری کے استحقاق کا نام ہے اور حامدیر میں ذکر کیا ہے کہ اس استحقاق میں وراثت نافذ نہ ہوگی بلکہ صرف کاشت کاری پر قادر بیٹے کو یہ حق منتقل ہوگا اور بیٹی کو استحقاق نہ ہوگا، اھ، پھر انھوں نے کرایہ داری، سکنتی اور جہدک کی وضاحت میں فرمایا کہ یہ زمین میں باقی رہنے والے امور ہیں، آگے

یہاں تک فرمایا کہ یہ امور اس غلو کا غیر ہیں جس کا ذکر الاشباہ میں کیا ہے کیونکہ یہ مشد المسکۃ کی نرتا ہے جس کا بیان پہلے گزرا ہے اور وہ غلو ایک وصف ہے جو باقی رہنے والی عین چیز نہیں ہے تو مشد المسکۃ کی بیع ناجائز ہے اور وہ قابل وراثت نہیں ہے اور صرف وہ بیٹے کو حقدار ہونے کی وجہ سے منتقل ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور الاشباہ میں غلو کی بیع کا جو جواز مذکور ہوا فقہاء کرام نے اس کو رد کیا ہے اور علامہ شرنبلالی نے ایک خاص رسالہ اس کے رد میں تالیف کیا ہے۔ علامہ شامی کا کلام ملقطاً ختم ہوا۔

**اقول** (میں کہتا ہوں) غلو کے ایک معنوی چیز ہونے اور عین شئی نہ ہونے پر فت طبع دلیل یہ ہے کہ جامع الفصولین وغیرہ میں ذخیرہ، کبریٰ، خانیہ، خلاصہ اور واقعات ضریری سے منقول ہے اس بیان سے، کہ کسی نے وقت سکنیٰ خریدنا تو متولی نے کہا کہ میں اس سکنیٰ کی اجازت نہیں دیتا اور وہاں سے سکنیٰ ختم کرنے کا اس نے حکم دیا تو اگر اس خریدار نے وہ سکنیٰ برقرار رہنے کی شرط پر خریدنا تھا تو (متولی کے اس اقدام پر) وہ فروخت کرنے والے پر اپنے نقصان میں رجوع کر سکتا ہے ورنہ وہ اپنی لاگت اور نقصان میں بائع پر رجوع نہیں کر سکتا، جب محمد بن ہلال حنفی نے غلو کے جواز پر استدلال کیا، تو سب نے

الغلو الذی ذکرنا فی الاشباہ فانہ بمنزلة مشد المسکۃ البار وهو وصف لا عین قائمة فلا يجوز بيعه ولا یورث وانما ینقل الی الولد بطریق الاحقیقۃ کما مر وما ذکرہ فی الاشباہ من جواز بیع الخلو ردوہ علیہ ، وقد الف فی ردہ العلامة الشرنبلالی رسالۃ خاصۃ لہ کلام الشامی ملقطاً۔

**اقول** ومن الدلیل القاطع علی کون الخلو معنی لا عینا انہ لما استدلل محمد بن ہلال الحنفی علی جواز الخلو بما فی جامع الفصولین وغیرہ عن الذخیرۃ والکبریٰ والخانیۃ والخلاصۃ وواقعات الضریری اشترى سکنی وقت فقال المتولی ما اذنت له بالسکنی فامرہ بالرفع فلو اشتراه بشرط القرار فله الرجوع علی بائعہ والا فلا یرجع علیہ بثمانہ ولا ینقصانہ اھ ساموہ عن قوم واحدۃ انہ لم یفہم معنی السکنی لان المراد بہا عین مرکبۃ

۱۔ تحریر الباری فیمین هو احنی بالاجارۃ رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۵  
۲۔ جامع الفصولین الفصل السادس عشر نرتہ الزواجر علی الاشباہ والنظائر مع الاشباہ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲۲۱-۲۲/۱  
ادارۃ القرآن کراچی ۵۱-۵۰/۲

فی الحانوت وہی غیر الخلو فی الخلاصة  
اشتری سکتی حانوت فی حانوت راجل  
مرکباً الخ کما فی رسالہ المحتار  
عن العلامة الشرنبلالی قال  
ثم نقل عن عدة کتب ما یبدل  
على ان السکنی عین قائمة فی  
الحانوت ۛ

قلت وقد نقله فی العقود الدریة  
وفی رسالته المذكورة عن  
التجنیس ثم نفس العبارة المستدل  
بها منادیة بذاك اعلى نداء کما اوضحه  
السید الحموی مع غناه عن الايضاح  
اذ قال بعد نقل کلام العبادعی اذا  
ادعی سکنی دار او حانوت و بین حدوده  
لا یصح لان السکنی نقلیاً فلا یحدد  
و ذکر السید الدین فی فتاواه  
وان کانت السکنی نقلیاً لکن  
لما اتصل بالامرض اتصالاً تبید کان تعریفه  
بما به تعریف الامرض لان السکنی  
مرکب فی البناء ترکیب قرار  
فالتحق بما لا یمکن نقله اصلاً ۛ

ایک ہی انداز سے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ محمد بن  
ہلال کو سکنی کا معنی سمجھ نہیں آیا، کیونکہ سکنی سے مراد  
دکان میں لگائی ہوئی عین موجود چیز ہے اور وہ خلو کا  
مغایر ہے، تو خلاصہ میں یوں ہے کہ ایک شخص کی دکان  
میں مرکب سکنی حانوت ہو الخ، جیسا کہ رد المحتار میں  
علامہ شرنبلالی سے نقل کرتے ہوئے کہا، انھوں نے پھر  
متعدد کتب سے نقل کیا کہ سکنی، دکان میں قائم رہنے والی  
ایک موجود عین چیز ہوتی ہے۔

قلت (میں کہتا ہوں) انھوں نے اس کو  
عقود دیری میں اور اپنے مذکورہ رسالہ میں تجنیس سے  
نقل کیا، پھر استدلال کرنے والے کی نفس عبارت بھی  
واضح طور پر اس کا اعلان کر رہی ہے جیسا کہ اس کو  
سید حموی نے واضح کیا حالانکہ وضاحت کی ضرورت نہ تھی،  
جہاں انھوں نے عمادی کا کلام نقل کرنے کے بعد فرمایا  
کہ اگر کوئی شخص گھر یا دکان کا سکنی دعویٰ کرے اس  
کی حدود کو بیان کرے تو اس کا یہ دعویٰ درست نہ ہوگا  
کیونکہ سکنی ایک منتقل ہونے والی چیز ہے اس لئے  
اس کی حد بندی نہیں ہو سکتی، رشید الدین نے اپنے  
فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ اگرچہ سکنی منتقل ہونے والی  
چیز ہے لیکن جب وہ کسی خط زمین سے بجنۃ اتصال کرے  
تو پھر اس کی تعریف زمین کی تعریف کی طرح ہوگی کیونکہ  
سکنی عمارت کے ساتھ استقرار والی ترکیب حاصل



کر لیتا ہے تو اس کا شمار بھی ان چیزوں میں ہو جاتا ہے جو بالکل قابل انتقال نہیں ہوتیں، اس کی عبارت ختم ہوئی تو اس بیان سے آپ پر واضح ہو گیا کہ سکنتی کا دکان کے ساتھ ترکیبی اتصال ہوتا ہے لہذا وہ ایک موجود عین چیز ہے نہ کوئی معنوی وصف ہے جیسا کہ بعض نے خیال کیا ہے جبکہ اس کے اس خیال کے لئے کسی کا کلام مفید نہیں ہے، سکنتی کی حقیقت بیان کرنے والے کی پوری عبارت آپ دیکھ نہیں رہے کہ انہوں نے کہا ہے سکنتی ایک ایسی چیز ہے جو مرکب ہوتی ہے جسے ختم کیا جاسکتا ہے کیا اس سے یہ خلو کا معنی سمجھا جاسکتا ہے جس سے یہ گمان کیا جاسکے کہ خلو کو ختم کیا جائے پھر وہ بالتح پر واپس لوٹا دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اگر خلو کو استتقرار کی شرط پر خریدنا ہو تو بالتح اسے رجوع کر کے رقم واپس لی جائے اور خلو کو واپس کر دے ورنہ رقم واپس نہ لے اور دکان کو اکھاڑنے سے جو نقصان ہوا وہ واپس نہ لے، سبحان اللہ! یہ تو بہتان عظیم ہے، محوی کا کلام ختم ہوا، تو واضح ہو گیا کہ خلو ایک معنوی وصف ہے اور سکنتی کی طرح باقی رہنے والی مستقل چیز نہیں جس کو اکھاڑا یا ہٹایا یا ختم کیا جاسکے۔

**اقول** (میں کہتا ہوں) لیکن علامہ طحاوی اور علامہ رشامی دونوں قابل احترام حضرات نے در پر اپنے حواشی میں علامہ سید ابوسعود (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے نقل کرتے ہوئے فرمایا، کہ، خلو کا اطلاق متصل

ما نصہ فظہر لک بہذا ان السکنی ہو ما یکون مرکبا فی الحانوت متصل بہ فہو اسم عیث لا اسم معنی کما فہمہ البعض ولیس فی کلامہم ما یفید ما توہمہ ہذا البعض ، الاتری تمام العیاسۃ الذی نص فیہا علی حقیقۃ السکنی انہ شیء مرکب یرفع فہل یرفع من ہذا المعنی المعبر عنہ بالخلو ایظن ان الخلو یرفع ثم یرد علی بائعہ و یقال لو اشتراہ بشرط القرار یرجع علی بائعہ بثمانہ و یرد علیہ والا فلا یرجع علیہ بثمانہ ولا نقصانہ الحاصل بالقلم من الدکان ، سبخنک ہذا ابہتات عظیمۃ ام کلام المحوی فتبین ان الخلو وصف معنوی لا عین تعلق او ترفع وتنقل۔

**اقول** نکتہ فی حاشیۃ السیدین العلامتین ط و ش علی الدر عن حواشی الاشباہ للعلامة السید ابی السعود رحمہم اللہ تعالیٰ ان الخلو



یصدق بالعين المتصل اتصال قرار و  
 بغيره والمراد بالمتصل اتصال قرار ما وضع  
 لا ليفصل كالبنا، وبالمتصل لاعلى وجه  
 القرار كالحطب الذى يركب بالحنوت لوضع  
 عدة الحلاق مثلاً فالاتصال وجد  
 لكن لاعلى وجه القرار وكذا يصدق  
 بسجود المنفعة المقابلة بالدرهم اهـ و  
 مراد ط عنه قبل هذا اعلوان الخلو  
 يصدق بما اتصال بالعين قرار اتصال كالبنا  
 بالارض المحتكرة و يصدق بالدرهم  
 التى تدفع بمقابلة التمكن من استيفاء  
 المنفعة اذ ما ذكره المصنف يعنى صاحب  
 الاشياء من ان السلطان الغورى  
 لما بنى حوائت الجملون اسكنها للتجار  
 بالخلو وجعل لكل حانوت قدر اخذه  
 منهم الخ صريح فى ان الخلو فى حادثة  
 السلطات الغورى عبارة عن المنفعة  
 المقابلة للقدرا الماخوذ من التجار فيرجع  
 الى ما ذكره العلامة الاجهوى من ان  
 الخلو اسم لما يملكه دافع الدرهم  
 من المنفعة التى دفع الدرهم بمقابلتها  
 وعلى هذا فلا يكون الخلو خاصا  
 بالمتصل بالعين اتصال قرار بل

استقراری عین چیز اور غیر استقراری دونوں پر ہوتا ہے  
 اور متصل استقراری سے مراد وہ چیز ہے جو عمارت  
 میں باقی رکھنے کیلئے لگا دی ہو اور متصل غیر استقراری سے  
 مراد مثلاً لکڑی جیسی کوئی چیز جس کو دکان میں لگا کر بچاؤ کے سامان  
 رکھنے کیلئے خانے بنائے جائیں یہی اتصال ہے لیکن یہ علی وجہ  
 الاستقرار نہیں ہوگا اور یوں ہی قراری اور غیر قراری  
 کا مصداق وہ منفعت بھی بنتی ہے جو دراہم کے عوض  
 حاصل کی جاتی ہے اھ، اور علامہ طحاوی نے اس سے  
 قبل علامہ ابوسعود سے یہ زائد نقل کیا ہے کہ واضح ہے  
 کہ خلو کا اطلاق کسی عین چیز کے ساتھ متصل ہونے والی  
 چیز پر ہوتا ہے جیسے عمارت کسی کرایہ کی زمین پر ہو، اور  
 کسی منفعت کو دراہم کے بدلے حاصل کرنے کی قدرت  
 پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، اور مصنف یعنی صاحب  
 اشباہ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ سلطان غوری نے جب  
 جملوں کی دکانیں تعمیر کرائیں تو انھوں نے وہاں تجار کو  
 خلو کے طور پر سکنا دیا اور ہر دکان کا کچھ بدل مقرر کر کے  
 ان سے وصول کیا الخ، سلطان غوری کا یہ واقعہ صریح  
 ہے کہ خلو اس منفعت کا نام ہے جو تجار حضرات سے  
 وصول کردہ کا بدل ہے تو یہ علامہ الاجہوی کے اس  
 بیان کی طرف راجع ہے کہ خلو اس منفعت کا نام ہے  
 جس کا دراہم دینے والا دراہم کے بدلے مالک بننا ہے  
 اور اس بنا پر خلو، استقراری اتصال والی عین چیز سے  
 خاص نہیں ہے بلکہ اس پر اور غیر استقراری پر بھی

یصدق به وبغیرۃ الخ فهذا یفید ان من  
 الخلو ما هو عین قائمة كالبناء والخشب  
 المركب الا ان نقول السيد الامرهری  
 لم یقل الخلو یصدق علی العین المتصل  
 وانما قال یصدق بالعین وذلك ان  
 یدفع صاحب الخلو دسراهم للواقف  
 مثلاً لیبنی فی الوقف للوقف ویكون له  
 بائراثة منفعة استبقاء الاجارة فالخلو  
 هو هذا المعنی لا العین ، نعم  
 صدقه بسبب العین وبهذا یفسر  
 ما فسر به الاجهوری الخلو بالمنفعة  
 حق الاستبقاء كما افاده السيد ابوالسعود  
 بقوله تدفع بمقابلة التمكن من  
 استیفاء المنفعة فهذا التمكن هو المراد  
 بالمنفعة فی تفسیر الاجهوری لكن  
 نقل السيد الحموی فی الغرر عن  
 فاضل متأخر ما لکی انه قال  
 بعد كلام العلامة نور الدین  
 علی الاجهوری المذکور  
 ظاهرة سواء كانت تلك المنفعة  
 عمارة کانت یكون فی الوقف اما کن  
 آثمة الى الخراب فیکریها ناظر الوقف  
 لمن یعمرها ، ویكون ما صرفه

صادق آتا ہے الخ ، تو یہ بیان اس بات کو مفید ہے کہ  
 خلو، قائم رہنے والی عین چیز مثلاً عمارت اور عمارت  
 پر لگی ہوئی لکڑی دونوں کا نام ہے ، الا یہ کہ ہم  
 سید ازہری کے متعلق یہ کہیں کہ انھوں نے خلو کا صدق  
 متصل عین پر نہیں کیا بلکہ عین چیز کے عوض پر کیا ہے ،  
 یہ یوں کہ خلو والا شخص واقف کو کچھ دراہم دے کر کہے کہ  
 ان سے وقف میں وقف کے اضافہ کے لئے کچھ تعمیر  
 کرے اور اس کے عوض اس کے لئے اجارہ کی  
 منفعت کو باقی رکھنا ہوگا تو خلو اس معنی کا نام ہوگا  
 خاص عین چیز کا نام نہ ہوگا ، ہاں اس معنی پر اس کا  
 صدق عین چیز کے سبب سے ہوا ، خلو کی جو تفسیر  
 علامہ اہوری نے کی اس کو اسی تفسیر پر محمول کیا جائیگا  
 تو منفعت سے مراد وہاں یہی اجارہ کے حق کی بقا کا  
 مطالبہ ہے جیسا کہ علامہ ابوالسعود نے اپنے قول ”دراہم“  
 منفعت کو پورا کرنے کی قدرت کے مقابلہ میں دے جائیں“  
 سے افادہ فرمایا ، علامہ اہوری کی تفسیر میں منفعت سے  
 یہی ممکن مراد ہے ، لیکن سید حموی نے غرر میں ایک  
 مالکی متأخر فاضل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں  
 نے علامہ اہوری کے مذکور کلام پر علامہ نور الدین کے  
 حاشیہ کو نقل کرنے کے بعد فرمایا اہوری کے کلام سے  
 ظاہر ہے کہ منفعت عمارت ہو کہ وقف کی عمارت کا  
 کوئی حصہ خراب ہو رہا ہو تو اسے وقف کا ناظم کسی  
 ایسے شخص کو کرایہ پر دے دے جو اس کی تعمیر کر کے فروج

خلوالہ ویصیر شریکا للواقف بما ارادته  
عمارتہ او كانت المنفعة غیر عمارۃ کو قید  
مصباح مثلاً ولو انزہ لا خصوص العمارۃ  
خلا فالمن خص المنفعة بہا دون غیرہا اذ المعبر  
انما هو عود الدراہم لمنفعته فی  
الوقف عمارۃ کا منت او غیرہا ۱۱

کے بدلے اپنے لئے خلو بنائے اور زائد عمارت میں  
وہ حصہ دار بن جائے یا وہ منفعت غیر عمارت ہو مثلاً  
چراغ کے لئے کوئی خانہ اور اس کے لوازمات بنائے  
جو عمارت سے متعلق ہو نہ کہ خاص عمارت یہ عام معنی اس شخص کے  
بر خلاف ہے جو خلو کو صرف منفعت سے مختص کرتا ہے  
یہ اس لئے کہ خلو دراہم کا بدل ہے خواہ وہ عمارت ہو  
یا کوئی اور چیز ہو۔

اقول فهذا نص في ان نفس  
العمارة خلوة ولا يمكن تاويله بما ذكرنا  
في كلام السيد الا نزهري ان المراد  
ان يعمرها للوقف لان نفسه كيف وان  
فسر به المنفعة الواقعة في تفسير  
العلامة الاجهوري وهو يقول اسم  
لما يملكه دافع الدراهم من المنفعة الخ  
الا ان يجعل من هذه للتعليل  
والمنفعة المنفعة الآتلة الى الوقف و  
تنقسم الى عمارۃ و غیرہا فیکون  
ما یملکہ هو التمكن من استبقاء الاجارة  
لاجل تلك المنفعة التي اوصلها  
الى الوقف لكن يكد رد قول  
الاجهوري في مقابلتها فان دفعه الدراهم  
انما هو بمقابلته ذلك التمكن

اقول (میں کہتا ہوں) یہ مذکورہ کلام اس  
بات میں صریح نص ہے کہ خلو صرف عمارت کا نام ہے  
اس کی وہ تاویل جو ہم نے سید ازہری کے کلام میں کی ہے  
ممکن نہیں کہ وہ وقف کا اضافہ ہو، ذاتی ملکیت نہ ہو، یہ  
تاویل کیونکر ممکن ہوگی جبکہ وہ یہ بات علامہ اجموری کی  
اس کلام کی تفسیر میں کہہ رہے ہیں جس میں اس نے  
کہا ہے کہ خلو اس منفعت کا نام ہے جس کا وہ دراہم کے  
عوض میں مالک بنتا ہے الخ الآية کہ ہم، من المنفعة،  
کے من کو تعلیل کے لئے قرار دیں اور منفعت سے مراد  
وہ منفعت ہو جو وقف کے حق میں ہو، تو خلو عمارت اور  
غیر عمارت دونوں پر منقسم ہو جائے تو احبارہ کی  
بقا کے حق کا وہ مالک اس منفعت کے عوض ہوگا جس  
کو اس نے وقف میں شامل کیا ہے، لیکن اجموری  
کا یہ قول کہ ”دراہم منفعت کے مقابل ہیں“ رد  
ہو جائیگا کیونکہ اس کے دراہم اجارہ کے دوام کے

مقابل ہیں نہ کہ وقف کے لئے منافع کے مقابل ہوئے،  
 وقف کے منافع تو صرف وقف کے لئے ہیں، دراہم  
 دینے والے کے لئے دراہم کا بدل نہیں تو اس عبارت  
 کا کوئی مخلص نہیں سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ  
 یہ مالکی حصہ کا آخری کلام ہے تو ان کے ہاں خلو، عین  
 اور معنی دونوں کو شامل ہے اور ہمارے ہاں خلو  
 صرف معنی کا نام ہے اور عین چیز کا ہمارے ہاں  
 کوئی اور نام ہے مثلاً اسے سکنی کہا جائے گا اس  
 حقیقت کا انکار کیسے ہو سکتا ہے جبکہ خود اس مالکی فاضل  
 نے اس کے بعد کہا اس خلو کا اجارہ لازمہ ہونے میں  
 نزاع نہیں (یعنی مالکیوں کے ہاں) اور اس کی وجہ یہ ہے  
 کہ جب واقف نے کوئی تعمیر وقف میں کرنے کا ارادہ کیا  
 تو اس کے پاس لوگ آکر دراہم پیش کریں اور کہیں کہ  
 ہم اس حصہ میں اپنے اپنے لئے مخصوص خط تعمیر کریں گے  
 تو جب واقف ان سے دراہم اس شرط پر قبول کر لے گا  
 تو گویا اس نے یہ حصہ ان لوگوں کو معاوضہ پر فروخت کر دیا  
 اور گویا اس نے ہر ایک کا مخصوص خط وقف سے مستثنیٰ  
 کر دیا اور نتیجتاً اس نے ہر ایک پر بامانہ شرح سے کچھ وظیفہ  
 مقرر کر دیا تو اس کے بعد اب واقف کو اس حصہ میں  
 کسی تصرف کا حق نہ رہا سوائے اس کے کہ وہ فقط  
 مقررہ وظیفہ وصول کرتا رہے اور اب وہ حصہ کسی دوسرے  
 کو دینے کا مجاز نہ ہو گا گویا کہ خلو والا ہر شخص اس حصہ  
 میں واقف کے ساتھ شریک قرار پائے گا ۱۸۷،

لا بد لك تلك المنفعة الآتلة الى الوقف و  
 انما هي حاصلة للوقف لاله بتلك الدراهم  
 فلا مخلص الا ان يقال ان هذا كلام متأخر  
 من المالكية فيكون الخلو عندهم شاملا  
 للعین والمعنی وعندنا ليس الا المعنی والعین  
 یسمى باسم آخر كالسكنی کیف وقد  
 قال هذا المالکی بعده اما کونه اجاراً  
 لازماً فهذا النزاع فيه (ای عندهم)  
 ووجهه ان الواقف لما يريد ان  
 یبني محلاً للوقف فیأق له اناس  
 یدفعون له دراهم علی ان  
 یكون لكل شخص محل من تلك  
 المواضع التي يريد الواقف بناءها  
 فاذا قبل منهم تلك الدراهم  
 فكانه باعهم تلك الحصّة بمادفعوه  
 له وكأنه لم یقف جزء من  
 تلك الحصّة التقی لكل، وغایته  
 انه وظف علیهم كل شهر  
 كذا فلیس للواقف فیہ بعد  
 ذلك تصرف الا بقبض الحصّة  
 الموظفة فقط وليس له ان یوجهه  
 لغيره وكاف سب الخلو صار  
 شریكاً للواقف فی تلك الحصّة ۱۸۷



فقد جعل الخلو عقاراً وجزءاً من تلك  
الارض مبيعاً من هؤلاء مستثنى  
من الوقف ، ولذا قال وفائدة الخلو  
انه كالمملك فتجرى عليه احكامه  
من بيع واجارة وهبة وسهبة و  
وفاء دين وارث ووقف الخ.

اقول ثم في كلام ذلك الفاضل  
المالكي خدشة اخرى فانه جعل العمارة  
خلو او قال في بيانه يكون ما صرفه خلواله  
وانما المصروف الدراهم هذا وبقى  
ما سلفناه عن افندي زيرك نزاده  
من بيع الخلو اذا لم يكن ملاصقاً  
بالحانوت وان وضعه في الحانوت  
بالاجارة مشروع.

اقول احسن ما يعتذر عنه انه  
اطلق عليه اسم الخلو تجوز ادا ان  
الخلو يطلق عليهما وان ما كان منه عينا  
مملوكة لصاحب الخلو فلا كلام في  
جواز بيعه بل ووقفه ان تعورث  
وكانت الارض موقوفة او محتكرة  
والذي حدث وانكره المحققون  
هو الخلو بمعنى المعفى والله

تویوں اس فاضل نے خلو کو مکانیت سے تعبیر کیا اور  
وقف شدہ زمین کا ایک حصہ ان لوگوں کے ہاتھ فروخت  
کر کے وقف سے خارج قرار دیا اور اسی لئے اس نے  
کہا کہ خلو کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ مملوکہ بلکہ کی طرح ہوگا اور  
اس میں ملکیت کے احکام، بیع، اجارہ، ہبہ، رهن،  
قرض میں منہا کرنا، وراثت اور وقف جاری ہوں گے الخ۔  
اقول (میں کہتا ہوں) اس مالکی فاضل کے  
کلام میں ایک اور خرابی ہے کہ یہاں اس نے عمارت کو  
خلو کہا ہے جبکہ پہلے وہ اپنے بیان میں کہ چکا ہے کہ  
جو مال صرف کیا ہے وہ خلو ہوگا، حالانکہ جو صرف کیا ہے  
وہ درہم ہیں عمارت نہیں ہے، یہ قابلِ توجہ ہے۔  
زیرک زادہ آفندی سے جو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اس  
میں ایک امر باقی ہے کہ انہوں نے کہا ہے جب خلو  
دکان سے ملحق نہ ہو اور ویسے کرایہ کی دکان میں کھا ہو  
تو اس کی بیع جائز ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) ان کی طرف سے  
بہترین تاویل یہ ہوگی کہ انہوں نے اس علیحدہ چیز کو  
مجازاً خلو کہا ہے یا یہ کہ خلو کا اطلاق دونوں صورتوں پر  
کیا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ خلو والے کی  
کوئی مملوکہ عین چیز ہو تو اس کے فروخت کرنے بلکہ عرف  
میں وقف کی صورت ہو تو وقف کرنے کے جواز میں کوئی  
کلام نہیں ہے جبکہ زمین وقف یا کرایہ کی رہے گی وہ  
چیز جوئی ہے اور محققین نے اس کا انکار کیا ہے وہ



تَعَالَى اَعْلَمُ وَبِهِ يَحْصُلُ التَّوْفِيقُ بَيْنَ كَلَامِي  
ابن بلال و السرادين عليه بات كلامه  
في العيت القائمة ولا شك ان  
الاستشهاد عليه بفتح السكتي صحيح  
اذن لا يرد عليه شيء مما ذكرناه  
كلامهم في المعنى المعروف فلا خلف ان  
ساعده كلام ابن بلال في رسالته  
والعلم بالحق عند علام الغيوب  
ثم من العجب قول العلامة المنقح  
في العقود الدرية الخلو عبارة عن  
القديمة ووضع اليد اه اقول سبحن الله  
مجرد كونه واضح يده منذ زمان  
وهو المعبر عنه في المبتدعات قانون  
النصاري بحق موروثي كيف يصير حقاً  
وكيف يسوغ ان يقول به و بجوان  
بيعه احد وقد قدم المنقح نفسه  
قبيل هذا مانصه ، واما ما في القنية  
يثبت حق القرار في ثلاثين سنة  
في الارض السلطانية والملك ، وفي  
الوقف في ثلاث سنين ولو باع حق قراره  
فيها جازاً ، وفي الهبة اختلاف ولو تركها  
بالاختيار تسقط قداميته ، حاوي  
الزاهدی اه فالمراد به الاعيان

خلو معنوی ہے ، اس تاویل سے ابن بلال اور اس  
کا رد کرنے والوں کے کلاموں میں موافقت ہو جائیگی  
کہ ابن بلال کی گفتگو قائم رہنے والی عین چیز کے متعلق  
ہے اور اب اس پر سکتی کے طور پر تفریع بلا شک درست  
ہوگی اور کوئی اعتراض نہ رہے گا ، اور معترضین کا  
کلام خلو کے معروف معنی کے متعلق ہے لہذا کوئی مخالفت  
نہر ہی بشرطیکہ ابن بلال کی اپنے رسالہ میں گفتگو اس  
تاویل کا ساتھ دے ، حقیقت کا علم تو اللہ تعالیٰ  
علام الغيوب کے ہاں ہے ۔ پھر عقود الدرية میں تفتیح کرنے  
والے علامہ کا یہ قول عجیب ہے کہ خلو قدیم وحصل اور  
قبضے کا نام ہے اه اقول ( میں کہتا ہوں ) سبحن اللہ  
کچھ زمانہ سے محض قابض ہونے جس کو نصارے کے  
قانون میں موروثی حق کہتے ہیں جو کہ ایک نئی بدعت ہے  
سے کیسے حق ثابت ہو سکتا ہے ، اس حق کے ثبوت اور  
اس کے بیع کے جواز کی بات کوئی کیسے کر سکتا ہے جبکہ خود  
یہ صاحب تفتیح اس بیان سے تھوڑا پہلے کہ چکے ہیں ، وہ  
یہ عبارت ہے ، کہ ، لیکن قنیه میں جو یہ کہا ہے کہ سلطانی  
زمین پر تیس سال قبضہ سے حق القرار اور ملکیت ثابت  
ہو جاتی ہے اور اگر قابض اس زمین کے حق قرار کو  
فروخت کرنا چاہے تو جائز ہے جبکہ بہر کرنے میں اختلاف  
ہے ، اور اگر قابض خود اس حق سے دستبردار ہو جائے  
تو قیدی حق ( حق القرار ) ساقط ہو جائے گا ، حاوی  
الزاهدی ، اه ، تو اس حق سے اعیان قیمتی مراد ہیں

التقومة لا مجرد الامر المعنوی لما علمت  
 من عدم صحة بيعه ويدل على ذلك قوله  
 في البزازية ولا شفعة في الكراء اى  
 البناء وليست بخوارزم حق القرار لان  
 نقلی الله ثم ستمع الا ان نصبه الصريح  
 على انكاره فببخن من لا ينسى هذا  
 وقال في سرد المختار قد يقال ان الدراهم  
 التي دفعها صاحب الخلو للواقف و  
 استعانت (اى الواقف) بها على بناء  
 الوقف شبهة بکس الارض بالتراب  
 فيصير له حق القرار فلا يخرج من  
 يده اذ اكان يدفع اجور المثل و  
 مثله مالوكات يرمي دكان الوقف  
 ويقوم بلوانها من ماله باذن  
 الناظر، اما مجرد وضع اليد  
 على الدكان ونحوها وكونه يستاجرها  
 عدة سنين بدو ثمن مما ذكر فهو  
 غير معتبر (اى ان قال) ومن  
 افق بلسنوم الخلو الذي يكون  
 بمقابلة دراهم يدفعها للمستولى او  
 المالك العلامة المحقق عبد الرحمن  
 افندي العمادى صاحب هدية ابن  
 العماد وقال فلا يملك صاحب الحانوت

ذکر صرف معنوی امر ہے کیونکہ تو معلوم کر چکا ہے کہ امر معنوی  
 کی بیع جائز نہیں ہے اس پر بزازیہ کا قول کہ کردار یعنی  
 عمارت جس کو خوارزم میں حق القرار کہتے ہیں میں شفعہ کا  
 حق نہیں ہے، کیونکہ یہ حق منتقل ہونے والی چیز ہے اور  
 اس کے اس بیان کے باوجود اب تم ان سے صریح طور  
 پر اس بیان کا انکار سن رہے ہو، پس وہی ذات  
 پاک ہے جو مجبوتی نہیں ہے، یہ قابل غور ہے۔  
 رد المحتار میں فرمایا، خلوا لا يوجد اہم واقف کو دیتا ہے  
 اور واقف بطور امداد ان درہم کو وقف کی تعمیر پر خرچ  
 کرتا ہے اس کے متعلق کہا جائے گا کہ یہ زمین میں مٹی  
 ڈالنے کے مشابہ ہے جس کے ذریعہ اس کو حق استقرار  
 حاصل ہو جاتا ہے توجیب تک مثلی اجرت دیتا رہے گا  
 اس کے قبضہ کو ختم نہیں کیا جائے گا، اسی کی مثل ہے  
 جب وقف دکان بوسیہ ہو جائے تو وقف کے نگران  
 کی اجازت سے کوئی شخص اس کو اپنے مال سے مرمت  
 کر لے تو مروج کرایہ ادا کرنے کی شرط پر استقرار حق  
 ہو جائے گا، لیکن دکان وغیرہ پر محض قبضہ ہونا کہ چند  
 سالوں سے کرایہ دار ہے اور درہم دینے کی مذکورہ  
 صورت نہ ہو تو استقرار حق معتبر نہ ہوگا (آگے یہاں  
 تک فرمایا) متولی یا مالک کو دئے گئے درہم کے عوض  
 خلو کے لزوم کا فتویٰ دینے والوں میں علامہ محقق  
 عبد الرحمن آفندی عمادی صاحب ہدیہ ابن عماد ہیں  
 اور انھوں نے کہا ہے کہ دکان کا مالک خلوا لے گا

اخراجہ ولا اجار تھا الغیرہ مالہ یدفع  
 له المبلغ المرقوم فیفتی بجوانر ذلك  
 للضرورة قیاسا علی بیع الوفاء الذی  
 تعارفه المتأخرون احتیالا علی الربا الخ  
 قلت وهو مقید ایضا بما قلنا بما اذا كانت  
 یدفع اجرا المثل والا كانت سکناء  
 بمقابلة ما دفعه من الدراهم عین  
 الریا كما قالوا فیهن دفع للمقرض دأرا  
 لیکنها او حمارا الیرکبه الخ انت  
 لیستوفی قرضه انه یلزمه اجرة مثل  
 الدار او الحمار علی ان ما یاخذ  
 المتولی من الدراهم یتقعه به لنفسه  
 فلولم یلزم صاحب الخلو اجرة المثل  
 للمستحقین یلزم مضیاع حقهم ، اللهم  
 الا ان یکون ما قبضه المتولی صرفه  
 فی عمارة الوقف حیث تعین ذلك  
 طریقا الخ عمارته ولم یوجد من  
 یستأجره باجرة المثل مع دفع ذلك  
 المبلغ اللازم للعمارة ، فحینئذ قد یقال  
 بجوانر سکناء بدون اجرة المثل  
 للضرورة و مثل ذلك  
 یسمی فی زماننا مرصدا  
 كما قد مناه فی الوقف  
 والله سبحانه وتعالى اعلم  
 له رد المحتار کتاب البیوع

قبضہ ختم نہ کر سکے گا اور نہ کسی اور کو کرایہ پر دے سکے گا  
 جب تک خرچ شدہ رقم اس کو واپس نہ کر دے، تو اس  
 خلو کے جواز کا ضرورت کی بنا پر فتویٰ دیا جائے گا، یہ  
 قیاس ہو گا اس بیع و فاء پر جس کو متاخرین نے سود سے  
 بچنے کے لئے متعارف کرایا ہے الخ قلت (میں کہتا  
 ہوں یہ جواز بھی ہمارے مذکورہ بیان کے جب تک  
 مروج کرایہ دیتا رہے گا، کی قید سے مقید ہے، ورنہ  
 یہ سکنی ان دراہم کے مقابلہ میں قرار پائے گا جو اس نے  
 مالک کو دئے ہیں جو کہ عین سود ہے جس کا فقہانے  
 فرمایا کہ کسی نے قرض دینے والے کو رہائش کے لئے  
 مکان دیا یا سواری کے لئے گدھا دیا تاکہ جب تک  
 قرض واپس نہ ہو اس کے استعمال میں رہے، تو  
 اس صورت میں قرض دینے والے پر مکان یا گدھے کا  
 مروج کرایہ ادا کرنا لازم ہو گا (ورنہ سود ہو گا) علاوہ  
 ازیں متولی نے جو دراہم وصول کئے وہ ان کو ذاتی مفاد  
 میں صرف کرے گا تو خلو والے پر اگر مروج کرایہ لازم  
 نہ کیا جائے تو مستحقین وقف کا حق ضائع ہو گا، ہاں  
 اگر متولی وصول کردہ دراہم کو وقف کی عمارت میں خرچ  
 کرے جہاں وقف عمارت میں خرچ کرنے کی ضرورت  
 واضح ہو، اور اس مرمت شدہ عمارت کو مروج کرایہ  
 بیع صرف شدہ رقم، دینے والا کوئی نہیں تو ایسی صورت  
 میں کہا جاسکتا ہے کہ متولی کو رقم دینے والا اس میں  
 ضرورت کے پیش نظر بغیر کرایہ رہائش کر سکتا ہے،  
 ایسی صورت کو ہمارے زمانہ میں "مرصد" کہا جاتا ہے  
 دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۶/۱۷۰

اقول قد قدم الكلام على الوقف وانه  
لابد ان يدفع اجر المثل  
فعوده اليه ثانيا وقوله وهو مقيد  
ايضا بما قلنا ان اراد به مسألة  
الواقف كما حظ عليه آخر كلامه  
كان تكرارا ولم يكن محلا لايضاد  
وان اراد به مسألة الملك لان  
كلام العمادی كان فيهما  
فلا حاصل على ايجاب اجر المثل  
الات يكون مال اليتيم بل لو نقص  
من اجر المثل في الوقف لم يحجز  
من جهة النقص لانه عين  
الربا لان تلك الدراهم لا تدفع  
قرضا بل اعانة للوقف والصرف  
في ما يؤل نفعه اليه ولا تسترد ابد  
الات يخرجها الناظر فليست ردھا كما  
ذكر المحقق العمادی وعن هذا  
كانت كبيع الوفاء فالدراهم فيه ليست  
قرضا عند مجوزيه والا كانت  
الانتفاع به عين الربا كما هو  
المعتمد فيه اما الدفع  
ليصرفه المتولى الى نفسه  
فحاش لله ليس من الخلو  
في شيء بل عين رشوة و  
ليس لاحد من المسلمين

جیسا کہ ہم نے وقف کے بیان میں اس کو  
بیان کر دیا ہے، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم اقول (میں  
کہتا ہوں) رد المحتار میں انہوں نے پہلے وقف کی بحث میں  
کلام کیا اور فرمایا کہ مثلی اجرت اور کرایہ ضروری ہے، پھر  
ان کا دوبارہ اس کو بیان کرنا اور یہ کہنا کہ عمادی کا یہ بیان  
بھی ہمارے سابقہ قول کے ساتھ مقید ہے، اگر اس سے  
وقف کا مسئلہ مراد ہے جیسا کہ انہوں نے اس پر بات ختم  
کی ہے، تو یہ تکرار ہے، اور عمادی کی مخالفت کا محصل  
نہ ہوا اگرچہ ذاتی ملکیت کا مسئلہ مراد ہو کیونکہ عمادی کا  
کلام دونوں صورتوں کے بیان میں ہے بہر حال مثلی اجرت  
کے بیان کی ضرورت نہیں، ہاں اگر وہ ملکیت  
کسی قیم کی ہو تو مثلی اور مروج اجرت ضروری ہوگی بلکہ وقف  
والی صورت میں تو مروج کرایہ سے کم بھی ہو تو کمی کی وجہ سے  
ناجائز ہوگا نہ کہ سود ہونے کی وجہ سے، کیونکہ یہ دی گئی  
رقم بطور قرض نہیں بلکہ وقف کے لئے اعانت کے طور پر  
دی گئی ہے جس کے منافع بالآخر وقف کی طرف راجع ہیں اور  
یہ رقم بیہوشی کے بغیر قابل واپسی ہے صرف بے دخلی پر  
واپس ہوگی جیسا کہ علامہ عمادی نے ذکر کیا، اسی وجہ سے  
یہ صورت بیع الوفاء کی مانند قرار پاتی ہے کیونکہ اس کے  
مجوزین حضرات کے ہاں وہ درہم بطور قرض نہیں ہیں،  
ورنہ تو مکان دکان سے انتفاع عین سود ہے جیسا کہ  
یہی معتمد علیہ بات ہے، لیکن یہ صورت کہ وقف کا متولی  
اپنی ذات کے لئے درہم کو صرف کرے، اس غرض سے  
دینا تو ہرگز خلو نہیں بلکہ یہ تو رشوت ہے جس کے جواز کے  
متعلق کوئی بھی مسلمان قول نہیں کر سکتا چہ جائیکہ اس



ان يقول بجوان مثله فضلا عن لزومه - والله تعالى اعلم.

رشت کو لازم قرار دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

پھر اگر غلو وقف میں ہو تو شرط ہے کہ یہ عقد خود واقع یا متولی کرے دوسرے کو اختیار نہیں، نیز لازم کہ وہ روپیہ خاص وقف کی منفعت صحیح میں صرف ہو نہ کہ واقع یا متولی یا کسی اور کے کام میں، نیز ضروری کہ وقف کو اس امداد مالی کی حاجت ہو اگر وقف خود اپنی منفعت کو پورا کر سکتا ہے تو غلو باطل ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے۔

الموقوف عليه الغلة او السكنى لا يملك الاجارة الا بتولية او اذن قاض لان حقه في الغلة لا في العين.

کسی کے لئے غلہ یا سکنی وقف ہو تو وہ زمین کو اجارہ پر دینے کا مالک صرف تولیت یا قاضی کی اجازت سے ہو سکتا ہے ورنہ نہیں کیونکہ اس کا حق صرف غلہ ہے عین چیز یعنی زمین نہیں ہے۔ (ت)

غیر العین میں ہے،

شروط صحة الخلو ان يكون ما بذل من الدراهم عائدا على جهة الوقف بان ينتفع بها فيه فما يفعل الا ان من اخذ الناظر الدراهم ممن بدا الخلو ويصرفها في مصالح نفسه هو فهذا الخلو غير صحيح ويرجع الدافع بدراهمه على الناظر وان لا يكون للوقف مبيع يعمر منه فانه كان يعمر لعمارة ومصاريفه فلا يصح فيه حينئذ خلو، فلو وقع كان باطلا وللمستأجر الرجوع على الناظر بما دفعه من الدراهم وان يثبت ذلك الصرف على منافع

خلو کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے کہ دراہم کے خرچ کرنے سے وقف کو فائدہ ہو کہ ان کا نفع وقف میں شامل ہو، اور آج کل جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ یہ کہ وقف کا نگران خلو والے سے دراہم لے کر اپنے ذاتی مفاد میں خرچ کرتا ہے تو یہ باطل ہے لہذا دراہم دینے والے کو حق ہے کہ وہ نگران سے واپس وصول کرے اگرچہ وقف کی اتنی آمدن نہ ہو جس سے اس کی تعمیر ہو سکے، اور اگر اتنی آمدن نہ ہو جس سے وقف کی عمارت وغیرہ مصارف پورے ہو سکتے ہوں تو اب اس میں خلو صحیح نہ ہوگا اگر اگر خلو کیا تو باطل ہوگا اور مستاجر کو دے ہوئے اپنے دراہم واپس لینے کا حق ہوگا، اور اگر واقعی دراہم کے فائدہ وقف کے لئے ہوں تو بھی محض نگران کی تصدیق ثبوت

بدر



الوقف بالوجه الشرعی فلو صدقہ الناظر علی التصرف من غیر ثبوت ولا ظہور عمارات کانت ہی المنفعة فلا عبوة بهذا التصدیق لان الناظر لا یقبل قوله فی مصرف الوقف حیث کان لذلك الوقف شاهد أم نقله عن ذلك الفاضل المالکی مقربا لمعتمد حیث قال هذا خلاصة ما حرمه بعض فضلاء المالکیة فی تألیف مستقل فی ذلك والله الهادی الی قوام المسالك، وانما اطنبنا الکلام فی هذا المقام بکثرة دوران الخلوین الانام و احتیاج کثیر من القضاة الیها و ابتناء کثیر من الاحکام علیها خصوصا قضاة الاوهام الذین لیس لهم شعور ولا الهام اه اقول ما ذکر من عدم تصدیق الناظر مسلم ان کان مسرقا مفسدا او کذبه الظاهر کان یدعی صرفها الی العماراة ولا عماراة و الا فلعله عند المالکیة اما عندنا فالناظر امین والقول قول الامین ما لم یکذب الظاهر قال فی الدر المختار لو ادعی المتولی الدفع قبل قوله لا الخ و فی رد المحتار عن الاسعاف و عن شرح الملتقى عن شروط

اور موقع پر عمارت کے وجود کے بغیر قابل تقسیم نہیں ہے جبکہ منافع کا تعلق عمارت سے ہو، کیونکہ جب وقف کے منافع قابل مشاہدہ ہوں تو مصرف کے متعلق نگران کا قول قابل قبول نہیں ہوتا، اس کو غزالیون نے اس مالکی فاضل سے ثابت بلکہ معتد قرار دیتے ہوئے نقل کیا جہاں انہوں نے کہا کہ بعض مالکی فضلاء نے اس بحث میں اپنے مستقل رسالہ میں جو تحریر کیا ہے یہ اس کا خلاصہ ہے، اللہ تعالیٰ ہی مضبوط راستہ کی راہنمائی فرمائے والا ہے۔ ہم نے اس بحث کو اس لئے طول دیا کہ لوگوں میں خلو کا رواج کثیر ہے اور بہت سے قاضی حضرات کو اس کی ضرورت درپیش ہے اور اس پر بہت سے احکام مبنی ہیں خصوصاً وہم پرست قاضیوں کے لئے جن کو فہم و شعور نہیں ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) اس کا یہ ذکر نہ کرنا کہ نگران کی تصدیق کافی نہیں ہے یہ وہاں درست ہے جہاں نگران مفسد اور چور ہو یا ظاہر حال نگران کو چھوٹا قرار دے مثلاً یہ کہ وہ عمارت پر صرف کرنے کا دعویٰ کرتا ہو حالانکہ موقع پر عمارت کا وجود ہی نہیں ہے، ورنہ ہو سکتا ہے کہ یہ مالکی حضرات کا موقف ہو، لیکن ہمارے ہاں جب تک ظاہر حال نگران کو نہ جھٹلائے اس وقت تک نگران کو امین قرار دیا جائیگا اور اس کی بات ہی معتبر ہوگی، درمختار میں فرمایا ہے کہ اگر متولی ادا کرنے کا دعویٰ کرتا ہو تو اس کی بات قابل تسلیم

ہوگی الزادہ ردالمحتار میں اسعاف اور شرح ملتقی سے  
ظہیریہ کی شروط اور بحر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں  
نے ناظمی کے وقف کے حوالہ سے کہا ہے کہ جب واقف  
یا ناظم یا وصی یا امین نے وقف زمین کرایہ پردی اور پھر  
کہا میں نے غلہ (اُجرت) وصول کر لی ہے جو ضائع  
ہو گئی ہے یا موقوف علیہ لوگوں میں تقسیم کر دی ہے اور وہ  
لوگ انکار کریں تو قسم لے کر متولی وغیرہ کی بات تسلیم کر لیا جائیگی  
اھ، اور اسی ردالمحتار میں حامدیہ سے پیری زادہ کے  
حوالہ سے منقول ہے کہ وصی حضرات کے احکام کی بحث  
میں فرمایا کہ دیانت کے معاملہ میں قسم کے ساتھ ناظم کی  
بات تسلیم کر لی جائے گی ماسوائے ایسے معاملہ کے  
جس میں ظاہراً جھوٹ کا مدعی ہو تو ایسی صورت میں  
اس کی دیا ست قسم اور خیانت واضح ہونے کی بنا پر  
تصدیق نہ کی جائے گی اھ اسی میں حامدیہ سے منقول ہے  
کہ انہوں نے مفتی ابوسعود سے نقل کیا ہے کہ اگر متولی  
وغیرہ مفسد اور فضول خرچ ہو تو وقف کے مال کو صرف  
کرنے کے متعلق اس کی قسم کے باوجود بات قبول نہ کیا جائیگی  
اھ، بلکہ سید حموی نے ظاہر قرار دیتے ہوئے غمز کی امانات  
کی بحث میں فرمایا کہ اس کی بات قبول ہوگی اگرچہ اس کے  
معزول ہونے کے بعد اس کا قول ہو۔ اس بات کو حموی  
نے کئی مسائل سے ثابت کیا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے

الظہیریۃ وعن البحر عن وقف الناصحی  
اذا أجبر الواقف او قیمة او وصیہ  
او امینہ ثم قال قبضت الغلۃ  
فضاعت او فرقتها علی الموقوف  
علیہم وانکروا فالقول لہ مع یمینہ اھ  
وفیہ عن الحامدیۃ عن بیرونی زادہ  
عن احکام الاوصیاء القول فی  
الامانۃ قول الامین مع یمینہ  
الا ان یدعی امرا یکذبہ  
الظاهر فحینئذ تزول الامانۃ و  
تظہر الخیانۃ فلا یصدق اھ  
وفیہ عنہا عن المفتی ابی السعود  
انہ ان کانت مقصد امید را  
لا یقبل قوله بصرف مال  
الوقف بیمینہ اھ بل استظهر  
السید الحموی نفسہ  
فی امانات الغمز قبول  
قوله ولو بعد عزله مستنداً  
بمسائل منها ان الوصی  
لو ادعی بعد موت الیتیم  
انہ انفق علیہ کذا یقبل

۲۲۵/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	لہ ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارۃ
۲۲۵/۳	" " " " " "	" " " " " "
"	" " " " " "	" " " " " "

قوله وعلوه بانه اسنده الى حالة منافية  
للضمانات فكأنه سكت ههنا معتداً بظهوره  
والله تعالى اعلم۔  
کہ وصی کا یہ بیان ایسی حالت کی طرف منسوب ہے جو ضمان کے منافی ہے، اس پر ان کا سکوت ظاہر پر اعتماد کی دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ظاہر ہے کہ ذمہ کو ر فی السؤال نہ ضرورت وقف کے لئے لیا گیا نہ وقف میں صرف ہو بلکہ ایک شخص کی اپنی ذاتی غرض میں اگرچہ وہ متولی بھی ہے نہ وہ روپیہ جو استبقائے اجارہ کے بدلے ہے، نہ اجرت مثل اس سے جدا ہے بلکہ اُسی میں محسوب ہوا کرے گا تو کسی طرح خلوسے کچھ علاقہ نہیں رکھتا بلکہ یقیناً وہ ایک قرض ہے کہ اس موقوف علیہ نے لیا اور اس کے بدلے وقف کو رہن کیا اور منافع حرام کو مقرض پر مباح کر دیا وقف کا رہن خود ہی باطل ہے، تنویر الابصار میں ہے :

فاذا اتم ولزم ولا يملك ولا يعار  
ولا يرهن۔  
جب وقف لازم و تمام ہو جائے تو وہ کسی کا مملوک نہ کسی کو تملیک نہ عاریۃ اور نہ ہی بطور رہن دیا جاسکتا ہے۔ (ت)

نہ کہ رہن دہی کہ ملک کا بھی حرام ہے، تو یہ عقد حرام و در حرام، ظلم و ظلم، ظلمات بر ظلمات ہے، واجب الرہ ہے گیرندہ پر جب تک نہ چھوڑے وقف کے لئے اجر مثل تو خود ہی لازم ہوگا فان منافع الوقف مضمونة مطلقاً (کیونکہ وقف کے منافع مطلقاً قابل ضمان ہوتے ہیں۔ ت) اور جو کچھ اس سے زائد حاصل کرے گا وہ بھی اُسے حلال نہیں وقف کر دے یا تصدق کرے، اور اول اولیٰ ہے کما فی الخیریۃ والعقود الدریۃ وغیرہما (جیسا کہ خیر یہ اور عقود الدریۃ وغیرہ میں ہے۔ ت) یہاں تک چار سوالوں کا جواب شافی ہو گیا اور پنجم کا بھی کہ اس معاملہ کو خلوسے علاقہ نہیں اگرچہ روپیہ ضروریات وقف ہی کے لئے لیا اور انھیں میں صرف کیا کہ یہ روپیہ بمقابلہ استبقائے اجارہ علاوہ اجر مثل نہیں بلکہ اتنا زبرد اجرت کی لیا ہے وقتاً فوقتاً اجرت میں محسوب ہوگا اس سے عدم وقف خواہ اب انعدام وقف پر استدلال صریح جمل و ضلال، وقف ثابت کسی کی ناجائز کارروائی سے غیر ثابت ہو سکتا ہے نہ زائل و نہ ابطال اوقاف ظالموں کے اختیار میں ہو جائے جب چاہیں کوئی ناجائز کام کر دیں اور وقف باطل و زائل ہو جائے۔ ہاں تفتیش طلب اس کارروائی کا جواز و عدم جواز ہے اس میں مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ

دیہات کا ٹھیکہ جس طرح ہندوستان میں رائج ہے کہ زمین مزارعوں کے اجارہ میں رہے اور توفیر ٹھیکے میں دی جائے بلاشبہ حرام و مردود و باطل ہے کماحققناہ بما لا مزید علیہ فی کتاب الزیامۃ من فتاویٰ (جیسا کہ ہم نے اس کی آخری تحقیق اپنے فتاویٰ کی کتاب الاجارہ میں کر دی ہے۔ ت) فتاویٰ خیریہ لنفع البریہ میں ہے:

قریۃ وقف آجر المتکلم علیہا ثلثها لرجل سنة بمال یتناول ما یتحصل من الثلث المذكور من الغلال صیفیہا وشتویہا ہذہ الاجارۃ باطلۃ غیر منعقدۃ لما صرح بہ علماؤنا قاطبۃ من ان الاجارۃ اذا وقعت علی اتلاف الاعیان قصد الاتعقد ولا تفید شیئا من احکام الاجارۃ فلیس للمستأجر ان یتناول شیئا من الغلال بل ذلک للوقف یصوف فی وجوہہ المعینۃ۔ (ملقطاً)

وقت گاؤں ہو اور موقوف علیہ شخص گاؤں کے تہائی حصہ کی آمدنی کو ایک سال کے لئے کسی مال کے بدلے اجارہ پر دے دے تاکہ اجارہ پر لینے والا شخص اس مال کے بدلے موسم گرا اور سرما کی آمدن کا تہائی حصہ حاصل کر لیا کرے تو یہ اجارہ باطل ہوگا اور منعقد ہی نہ ہوگا کیونکہ تمام علماء نے تصریح کی ہے کہ وہ اجارہ جو جو عین چیز کو قصداً تلف کرنے پر ہو وہ منعقد نہ ہوگا اور اجارہ کے احکام کے لئے مفید نہ ہوگا، اس لئے مذکورہ صورت میں اجارہ پر لینے والے کو اس آمدن کو لینے کا حق نہ ہوگا بلکہ یہ تمام آمدن وقف کے معینہ مصارف پر خرچ ہوگی (ملقطاً)۔ (ت)

اسی میں ہے،

الاجارۃ اذا وقعت علی اتلاف الاعیان قصد اکانت باطلۃ فلا یملک المستأجر ما وجد من تلك الاعیان بل هو علی ما کانت علیہ قبل الاجارۃ فتؤخذ من یدہ اذا تناولہا ویضمنہا بالاستہلاک لان الباطل لا یؤثر شیئاً فی حرم علیہ التصرف فیہا لعدم ملکہ وذلک کاستئجار بقرة لیشر ب

جب اعیان کو تلف کرنے پر قصداً اجارہ کیا جائے تو باطل ہوگا لہذا اجارہ پر لینے والے کو ان اعیان کو حاصل کرنے کا حق نہ ہوگا بلکہ یہ اعیان یعنی غلہ وغیرہ وہیں خرچ ہوگا جہاں وہ اجارہ سے قبل خرچ ہوتے تھے اس لئے مستاجر (اجارہ پر لینے والے) کے قبضہ سے واپس لے لئے جائیں گے اگر اس نے وصول کر کے خرچ کر لئے تو اس سے ضمان وصول کیا جائے گا کیونکہ باطل معاملہ کوئی اثر نہیں رکھتا لہذا ان میں اس کا



لبنھا و بستانا لیا کل شمرته و مثله  
استثجار ما فی ید المزارعین لا کل  
خراجہ<sup>۱</sup>  
تصرف حرام ہوگا اس لئے کہ وہ اس چیز کا مالک نہ تھا  
اس کی مثال جیسے کہ گائے و بچیس کو دودھ پینے  
کے لئے اجارہ پر لے کر مثلاً باغ کو پھل کھانے کیلئے  
اور وقف کے مزارعین کے زیر قبضہ زمین کو غسلہ حاصل کرنے کے لئے اجارہ پر لے۔ (ت)  
اسی میں ہے :

الالتزام بالمقاطعة علی ما یتحصل من  
قریة الوقف من خراج بمال معلوم  
من احد التقديرات یدفعه الملتزم ویکون  
له ما یتحصل منها قليلا کان او کثیرا  
لا تجوز اذ لا وجه لها شرعا لكونها لا تنص  
شرعا ان تكون بیعا اذ بعض المقاطع  
علیه معدوم و بعضه مجهول و لان تكون  
اجارة لانها بیع المنافع و الواقع علیہ  
فی المقاطعة المشروحة اعیان لا منافع  
فهی باطلۃ بالاجماع<sup>۲</sup> (ملقطاً)۔

کسی گاؤں کی آمدنی (حصہ بنائی) حاصل کرنے کے لئے  
مقررہ نقد مال پر اجارہ کا فیصلہ اور التزام کرنا کہ جو  
قلیل یا کثیر حصہ بنائی گاؤں سے حاصل ہو اس کو  
مستاجر حاصل کرے گا تو یہ جائز نہیں، کیونکہ شرعاً اس  
کے جواز کی کوئی صورت نہیں، بیع اس لئے متصور نہیں  
ہو سکتی کہ معتود علیہ ابھی معدوم ہے اور کچھ حصہ مجهول  
ہے، اور اجارہ اس لئے متصور نہیں ہو سکتا کہ اجارہ  
منافع کی بیع کا نام ہے جبکہ مذکورہ صورت میں منافع کی  
بیعائے اعیان (غله) پر سودا ہوا ہے، لہذا یہ  
بالاجماع باطل ہے۔ (ملقطاً)۔ (ت)

اسی میں ہے :

اذا استأجر القرى والمزارع لتناول خراج  
القاسمة او خراج الوظيفة فالاجارة باطلۃ  
باجماع علمائنا<sup>۳</sup> (ملقطاً)۔

جب گاؤں یا زراعت جن پر سرکاری وظیفہ یا حصہ  
بنائی حاصل ہوتا ہے کہ اجارہ پر لینا تاکہ ان سے حاصل  
وظیفہ یا حصہ کو بدلے میں وصول کیا کرے تو ہمارے  
علمائے کے ہاں بالاجماع یہ اجارہ باطل ہے (ملقطاً)

(ت)

۱۱۹ / ۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الاجارۃ	۱۱۹ / ۲
۱۲۶ / ۲	"	"	۱۲۶ / ۲
۱۲۷ / ۲	"	"	۱۲۷ / ۲



اسی میں ہے :

قرية ضمنها من له ولايتها الرجل بمال معلوم  
ليكون له خراجها فالتصمين باطل اذ لا يصح  
اجارة لوقوعه على اتلاف الاعيان قصدا  
ولا بيعا لانه معدوم (ملتقط)۔  
کوتی شخص مقررہ مال کے بدلے گیاروں کی آمدن کو کسی  
شخص کیلئے حاصل کرنے تاکہ آمدن اس کے لئے  
ہو جائے تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ اجارہ اس  
لئے نہیں ہو سکتا کہ یہ سودا منافع پر نہیں  
بلکہ اعیان (غله) کے تلف کرنے پر قصداً ہوا ہے اور یہ صحیح بھی نہیں کیونکہ یہ معدوم چیز پر سودا ہے (ملتقط)۔ (ت)

اسی میں ہے :

تیماری آجر المتحصل من تیمارة لأخر بمبلغ  
معلوم لا تصح وعلى كل منهما ما مرد  
ماتنا وله ية  
کھجور کے باغ والا اپنے باغ سے حاصل ہونیوالے  
پھل کو مقررہ نقد پر کسی دوسرے کو اجارہ پر دے تو صحیح  
نہیں ہے اور دونوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کو  
واپس کر دیں (ت)

اسی میں ہے :

قد اتفقت علماؤنا على ان الاجارة اذا وقعت  
على تناول الاعيان او تلافيها فهي باطلة  
فاجارة القرى لتناول الخراج مقاسمة كانت  
او وظيفة باطل وقد افتيت بذلك  
مراسا (ملتقط)  
ہمارے علمائے کرام اس پر اتفاق ہے کہ جب اجارہ  
اعیان چیزوں کے حصول یا ان کے تلف کرنے پر کیا جائے  
تو باطل ہوگا لہذا وظیفہ یا حصہ بٹائی والا گاؤں اجارہ  
پر اس لئے دینا کہ متاجر اس کا وظیفہ اور حصہ عوض میں  
وصول کر لیا کرے تو یہ باطل ہے جبکہ میں نے بار بار یہ  
فتویٰ دیا ہے (ملتقط)۔ (ت)

اسی میں ہے :

المقرر في كلامه مشايخنا باجمعهم ان  
الاجارة على استهلاك الاعيان باطلة  
ہمارے مشائخ نے بالاتفاق یہ طے کیا ہے کہ اعیان  
چیزوں کو بطور ہلاکت قبضہ میں لینے پر اجارہ باطل ہے اور

۱۲۷/۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الاجارۃ	۱۱ فتاویٰ خیریہ
۱۲۸/۲	"	"	۱۲
۱۲۹/۲	"	"	۱۳

وجعل العين منفعة غير متصور فالاجارة  
حيث لم يقع على الانتفاع بالارض بالزرع  
ونحوه بل على اخذ الخراج والدراهم  
المضروبة فهو باطل باجماع ائمتنا (ملتقط)  
اسی کی کتاب الوقف میں ہے :

لا قائل من فقهاء الاسلام بصحة الالتزام في  
اوقاف الانام لانك مهما اعتبرته كان باطلا  
وكيف ما قومته كان مائلا فان قدرته بيعا  
فهو بيع المعلوم او المجهول ، وان  
قدرته اجارة فهي واقعة على استهلاك  
الاعيان المعلومه الاية فيما يؤول ، وهي  
في الموجد لا تجوز فكيف يستاجر منها  
ما سيجوز وان اعتبرته واهبالها سيصرف  
ومتها لهما سيقبض فالهبة في مال الوقف  
لا تجوز ولو بعوض **اقل** قول خص الكلام  
بالوقف لان السؤال عنه فاستدل بدليل  
يخصه والا فهبة المعلوم وبطلانه معلوم  
ولو في الملك ، قال في الخيرية من الهبة  
وبهذا علم عدم صحة هبة ما سيجزى  
من محصول القرطين بالاولى لان الواهب  
نفسه لم يقبضه بعد فكيف يملكه **اقل**

عين چیز کو نفع قرار دینا متصور نہیں ہو سکتا، تو جہاں  
زمین کا اجارہ زراعت وغیرہ انتفاع کے لئے نہ ہو بلکہ  
اس سے حاصل ہونے والے خراج اور وظیفہ مقررہ کو  
حاصل کرنے کے لئے ہو تو یہ بالاجماع باطل ہے (ملتقط)

فقہاء اسلام میں کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ مکرری  
اوقاف کے وظائف کو حاصل کرنے کی ذمہ داری مقررہ  
نقد کے عوض حاصل کر لے کیونکہ آپ اسے جس معنی میں  
اعتبار کریں غلط ہوگا، اگر آپ بیع فرض کریں تو یہ مجہول  
یا معدوم چیز کی بیع قرار پائے گی اور اگر اجارہ فرض  
کریں تو یہ معدوم آئندہ پاسے جانے والے اعیان کو  
حاصل کرنے پر اجارہ ہوگا جبکہ یہ موجودہ اعیان میں بھی  
جائز نہیں تو معدوم میں کیسے جائز ہوگا، اور اگر آئندہ  
موجود ہونے اور مہیا ہونے والی چیز کا بہرہ فرض کرو تو  
یہ وقف چیز کا بہرہ قرار پائے گا جبکہ وقف چیز کا بہرہ معاوضہ  
کے طور پر بھی جائز نہیں، **اقل** (میں کہتا ہوں) انہوں  
نے خاص وقف کے متعلق بات کی ہے کیونکہ سوال یہی تھا  
اس لئے انہوں نے وقف سے متعلق دلیل ذکر کی ہے  
ورنہ تو معدوم چیز کا بہرہ معلوم البطلان ہے اگرچہ ذاتی  
ملکیت ہو، خیر یہ میں بہرہ کی بحث میں فرمایا کہ مذکورہ بحث  
میں معلوم ہوا کہ گاؤں کے بعد میں حاصل ہونیوالے  
محصول کا بہرہ بطریق اولیٰ صحیح نہیں کیونکہ ابھی خود مالک کو ان پر قبضہ نہیں ہے تو وہ آگے کسی کو کیا قبضہ دے گا **اقل** (ت)

۱۳۵/۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الاجارۃ	۱۳۵/۲
۱۸۵/۱	" "	کتاب الوقف	۱۸۵/۱
۱۱۱/۲	" "	کتاب الهبۃ	۱۱۱/۲

فتاویٰ علامہ تاجی البعلی تلمیذ صاحب درمختار میں ہے :

هذا اذا لم تكن الاجارة وارادة على استهلاك  
الاعيان قصداً ، اما اذا كانت كذلك بابت  
كانت اسراجضى القرية في ايدى مزارعين  
وانما استاجرهما المستاجر المرقوم لياخذ  
ما يخصهما من خراج فھى باطلۃ کما صرح  
بذلك علماؤنا قاطبة۔  
عقود الدیر میں ہے :

والنظر ما في فتاوى الشيخ خير الدين من  
الاجارات فقد اتى مراراً بطلان هذه  
الاجارة السماع بالمقاطعة والالتزام  
بھمارے شیخ خیر الدین کے اجارات کی بابت فتاویٰ پر  
غور کرو انھوں نے بار بار یہ فتویٰ دیا ہے کہ مقاطعہ  
اور التزام (ذمہ داری اور فیصلہ) کے عنوان سے  
جو اجارے کئے جاتے ہیں وہ باطل ہیں (ت)

رد المحتار کتاب المیر میں قبیل فصل بوجہ ہے :

الواقع في زماننا المستاجر ليس اجاراً لاجل  
اخذ خراجها لالن راعه وليسمى ذلك التزاماً  
وهو غير صحيح۔  
بھمارے زمانہ میں مستاجر حضرات خراج اور وظیفہ  
وصول کرنے کے لئے جو اجارہ طے کرتے ہیں وہ مزارعت  
کیلئے نہیں ہے اس لئے وہ باطل ہیں جس کا نام انھوں نے  
التزام بنا رکھا ہے (ت)

تو یہ کارروائی قطعاً اجماعاً حرام و باطل واقع ہوئی جس کے مورث نے یہ فعل کیا اُس کے وارث پر تو کوئی الزام نہیں  
آتا، نہ وہ اس وجہ سے قابلیت تولیت سے عاری ہو جبکہ فی نفسه و برعایت شرائط واقف لائق تولیت ہو،  
قال تعالى لا تنزلنا من رة و زرا اخرى۔  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کوئی بوجہ اٹھانے والی جہان  
دوسرے کا بوجہ نہ اٹھائے گی۔ (ت)

۱۔ العقود الدیرية بجز الفتاوی علامہ تاجی البعلی کتاب الاجارہ ارگہ بازار قندھار افغانستان ۱۲۱/۲

۲۔ العقود الدیرية فی تنقیح الفتاوی الحامیة

۳۔ رد المحتار کتاب الجہاد باب العشر والخراج دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۶/۳

۴۔ القرآن الکریم ۱۶۳/۶۰

محل نظر خودہ متولی ہیں جو اس حرام کے ترکیب ہوئے یہاں ضرور فقیران وقائع کا اظہار کرے جو ۳۴ برس سے آج تک کسی تحریر میں ذکر نہ کئے یہ مسئلہ کہ دیہات کا رائج ٹھیکہ حرام قطعی ہے جو کچھ محاصل ہو سب مالک قریہ کا ہے اگر گاؤں مملوک ہو یا وقف کا، اگر موقوف ہو ٹھیکہ دار کو اس میں سے ایک جہ لینا حرام ہے اور جس سال نشست کم ہو تو ٹھیکہ دار کو جتنا وصول ہو اسی قدر مالک یا متولی کو لینا حلال ہے پوری رقم قرار یافتہ لینا حرام ہے مثلاً ہزار روپے سال تو ٹھیکہ تھا اور بارہ سو تحصیل ہوئے تو یہ دو سو ٹھیکہ دار کو حرام میں مالک یا واقف کا حق ہیں اور آٹھ سو ملے تو مالک و وقف کو اسی قدر حلال، دو سو زیادہ حرام ہیں، باوصف کمال وضاحت اس دارالفتن ہندوستان میں ایسا خفی مسئلہ ہے جس سے یہاں کے اکابر علماء غافل محض، اور خود اس میں اور اس کی تحلیل میں مبتلا ہیں چودھویں صدی کے علماء میں باعتبار حمایت دین و نصرت سنت، نیز بلحاظ تفتہ حضرت مولانا مولوی محمد عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا پایہ اکثر معاصرین سے ارفع تھا ایام ندوہ میں اور اُس کے بعد جب فقیر نے سرگرم حامیان دین کے خطاب تجویز کئے ہیں حضرت مولانا مولوی محمد وحسی احمد صاحب کو الاسد الاشدد، مولوی قاضی عبدالوہید صاحب فردوسی کو ندوہ شکن ندوی فگن، مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی کو شیریشہ سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ، حاجی محمد لعل خاں صاحب قادری برکاتی مدراسی سلمہ اللہ تعالیٰ کو حاجی سنت حاجی بدعت، اُسی زمانے میں حضرت فاضل بدایونی قدس سرہ کو تاج الفحول سے تعبیر کیا جو آج بھی اُن کے اختلاف میں مقبول ہے اور وہ بیشک باعتبار اہل مذکورہ اس کے اہل تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعہ، ایسے فاضل جلیل کے پاس ۱۲۰۲ھ میں جب فقیر کا فتویٰ اس ٹھیکے کی حرمت میں گیا جس میں اس وجہ سے کہ فقیر اس وقت اپنے دیہات میں تھا اور سوا اخیر یہ وردالمختار کے کوئی کتاب ساتھ نہ لے گیا تھا فقط فتاویٰ خیر یہ کی بعض عبارات تھیں، حضرت موصوف نے بعد تامل بسیار اُس پر صرف اس مضمون سے تصدیق تحریر فرمائی کہ نظر حاضر میں ان عبارات سے عدم جواز ہی معلوم ہوتا ہے، جب فقیر شہر کو واپس آیا مفصل فتویٰ عبارات کثیرہ کتب عدیدہ پر مشتمل لکھ کر بھیجا، اب حضرت نے پورے وثوق سے تسلیم کیا اور یہ فرمایا کہ اس کے جواز کے جملہ سے اطلاع دو، یہی حال اور علمائے اطراف کا ہے بعد سماع دلائل و ضوابط جویم یہی فرماتے پایا کہ جملہ جواز نکالو یعنی عادیں مستحکم ہو گئیں خود بھی مبتلا ہو چکا اور اس میں آرام بھی ہے لہذا جملہ جواز کی تلاش ضرور ہوئی۔ مبارک ہیں وہ بندے کہ حکم پر مطلع ہو کر حق کی طرف رجوع لائیں اور اذانیان زمان کی طرح اپنے اور اپنے آباء و اساتذہ کی عادت کو شرعاً مطہر کے رد کے لئے حجت نہ بنائیں۔ ردالمحتار کتاب الاجارہ میں ہے،

اذا تكلم احد بين الناس بذلك  
بعدون كلامه متكررا من القول وهذه بليّة  
قديمة فقد ذكر العلامة قتالي نزادہ

لوگوں میں جب یہ بات کی جاتی ہے تو اس کی بات کو  
لوگ غلط قول قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ مصیبت قدیم سے  
چلی آرہی ہے، چنانچہ علامہ قتالی زادہ نے ذکر کیا ہے





اس مسجد کو دوسری جگہ مسلمان کے لئے جا کر بنا سکتا ہے یا نہیں؟

### الجواب

- (۱) مسجد کے لئے ہندو کا وقف ناممکن نامقبول ہے، وہ مسجد نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 (۲) وہ مسجد ہی نہیں، مسلمان دوسری جگہ اپنی مسجد بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
-

## مصارف وقف (وقف کے مصارف کا بیان)

مسئلہ از احمد آباد جرات محلہ کالوپور پنج پولی دھنکوٹ  
مرسلہ شیخ محمد زین العی عرف چھٹو میاں  
۴ محرم ۱۲۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ زید کے پاس ایک رستم زر نقد وقف یا اللہ کسی کار خیر کے لئے موجود ہے مثلاً مسجد کی تعمیر وغیرہ مصارف کی یا کسی بزرگ کے روضہ یا مقبرہ یا عرس وغیرہ کی آمدنی اس کے مصارف پورے طور سے ہو کر اضافہ جمع رہتی ہے یا مسجد یا مدرسہ یا یتیم خانہ تعمیر کرنے کو وہ چندہ جمع کیا گیا ہے اور اس کا خرچ پورے طور سے تمام ہو کر باقی رقم اضافہ رہی ہے وغیرہ وغیرہ، اس قسم کا پیسہ نقد یا ملک مانند مکان و زمین وغیرہ کے ایک کار خیر کے لئے فراہم ہوا ہے یا کیا گیا ہے اس کو دوسرے کار خیر میں لے دینا یعنی مسجد کا چندہ کیا ہوا یا اس کی آمدنی میں سے بچتا رہا ہو مقبرہ یا مدرسہ یا یتیم خانہ کے کام میں یا مقبرہ و مدرسہ و یتیم خانہ کا پیسہ مسجد کے کام میں لے سکتے ہیں یا نہیں وہ اذروئے شرع شریعت مع حوالہ کتب مذہب اہل سنت و جماعت کے خلاصہ بیان فرما کے اپنی مہر و دستخط فرمادیں۔ بیتواتو لجر و ا۔

### الجواب

وقف جس غرض کے لئے ہے اُس کی آمدنی اگرچہ اس کے صرف سے فاضل ہو دوسری غرض میں صرف کرنی حرام ہے، وقف مسجد کی آمدنی مدرسہ میں صرف ہونی درکنار دوسری مسجد میں بھی صرف نہیں ہو سکتی، نہ ایک

مدرسہ کی آمدنی مسجد یا دوسرے مدرسہ میں۔ درمختار میں ہے :

اتخذ الواقف والجمعة وقل مرسوم بعض  
الموقوف عليه، جائز للحاكم ان يصرف من  
فاضل الوقف الآخر اليه لانهما جئنا  
كشي واحد وان اختلف احدهما بان بسى  
سجلان مسجدین اور جبل مسجد او مدرسه  
ووقف علیہما اوقافا لایجوز له ذلك  
مسجد اور دوسرے نے مدرسہ بنایا اور ہر ایک نے ان کے لئے علیحدہ وقف مقرر کئے تو پھر ایک کی آمدن دوسرے کے مصارف کے لئے خرچ کرنا جائز نہیں۔ (د)

چندہ کا جو روپیہ کام ختم ہو کر بچے لازم ہے کہ چندہ دینے والوں کو حصہ رسد واپس دیا جائے یا وہ جس کام کے لئے اب اجازت دیں اس میں صرف ہو، بے ان کی اجازت کے صرف کرنا حرام ہے، یاں جب ان کا پاتا نہ چل سکے تو اب یہ چاہئے کہ جس طرح کے کام کے لئے چندہ لیا تھا اسی طرح کے دوسرے کام میں اٹھائیں مثلاً تعمیر مسجد کا چندہ تھا مسجد تعمیر ہو چکی تو باقی بھی کسی مسجد کی تعمیر میں اٹھائیں، غیر کام مثلاً تعمیر مدرسہ میں صرف نہ کریں اور اگر اُس طرح کا دوسرا کام نہ پائیں تو وہ باقی روپیہ فقیروں کو تقسیم کر دیں۔ درمختار میں ہے :

ان فضل شعث رد للمتصدق ان علم  
والا کففت به مثله والا تصدق به  
اگر چندہ سے کچھ بچ جائے تو دینے والا اگر معلوم ہو تو اُسے واپس کیا جائے گا ورنہ اس جیسے فقیر کے کفن پر صرف کیا جائے یا صدقہ کر دیا جائے (د)

اسی طرح فتاویٰ قاضی خاں و عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئلہ ظہور حسین ساکن بریلی محلہ کشمیری نالہ ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ایک وقف نامہ غیر مستقل آمدنی کا بنام خدا سے برتر لکھا اور وقف نامہ مذکور میں نسلاً بعد نسل تولیت کا تذکرہ نسبت و رثاء متولیان کے اور کسی

کمٹی یا انجمن کا دوست انداز نہ ہونا تحریر ہے آمدنی مذکور بہ تعیین تعداد واسطے نذر و نیاز و کاریہ جاریہ کی مقرر کردی مگر جائیداد موقوفہ کی آمدنی اخراجات معینہ واقف سے زائد ہو تو وہ زائد آمدنی کیا ہوگی اور وقف پر کیا اثر ہوگا اور اس پر وراثت جاری ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بیتنا تو جسد و ا۔

### الجواب

وقف پر وراثت جاری نہیں ہو سکتی زائد آمدنی امانہ جمع رہے گی جیسے زیادت ممکن ہے اور برسوں میں کمی بھی محتمل ہے وہ کمی اس سرمایہ جمع شدہ سے وقتاً فوقتاً پوری کی جائے گی، متولیان و ورثہ بحال تولیت اگر صالح تولیت رہے تو بہتر، ورنہ بحال جرم و خیانت و عدم لیاقت ضرور مسلمانوں کو دست اندازی پہنچے گی اور واقعہ کی اس شرط پر کچھ نظر نہ کی جائے گی نص علیہ فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفاد (در مختار وغیرہ معتمد کتب میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) در مختار جلد ۳ صفحہ ۵۵۴ پر ہے،

فیلزم فلا يجوز له ابطاله ولا يورث عنه و  
عليه الفتوى ابن الكمال وابن الشحنة  
تو وہ لازم ہو جائے گا اب اس کا ابطال یا وراثت  
بنانا جائز نہیں، اسی پر فتویٰ ہے، ابن کمال و  
ابن شحنة۔ (ت)

و علیہ الفتویٰ کے تحت میں علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

ای علی قولہما بلزومہ قال فی الفتح والحق  
ترجیح قول عامة العلماء بلزومہ لان الاحادیث  
والاثار متطافرة علی ذلك واستمر عمل الصحابة  
والتابعین ومن بعدهم علی ذلك فلذا ترجح  
علی خلاف قوله <sup>لحم</sup> ملخصاً۔  
یعنی صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے لزوم والے قول پر فتویٰ  
ہے، فتح میں فرمایا حتیٰ یہی ہے کہ عام علماء کے لازم  
ہو جائیں والے قول کو ترجیح ہوگی کیونکہ احادیث و آثار  
اس پر وارد ہیں، اور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد  
والوں کا اس پر عمل چلا آ رہا ہے اس لئے امام صاحب  
کے قول کے خلاف کو یہاں ترجیح ہے، اھ ملخصاً (ت)

اشباہ والنظائر ص ۱۹۲ میں ہے،

وسئل ابو بکر عن رجل وقف داراً علی مسجد  
علی ان ما فضل من عمارته  
ابو بکر سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے مسجد  
کے نام ایک جوہلی وقف کی اور قرار دیا کہ اس جوہلی کی

فہو للفقراء فاجتمعت الغلة والمسجد  
لا یحتاج الی العمارۃ ہل تصرف الی الفقراء  
قال لا تصرف الی الفقراء وان اجتمعت غلة  
کثیرۃ لانہ یجوز ان یحدث للمسجد حدث  
والدار بحال لا تغل لہ  
کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعد میں مسجد کی عمارت میں ضرورت پیش آئے اور حویلی کی آمدن باقی نہ رہے۔ (ت)  
در مختار ص ۵۹ میں فرمایا:

وینزع وجوبا ولو کان المتولی غیر ما موت او  
عاجزا او ظہر بہ فسق وان شرط عدم نزعه  
وان لا ینزعہ قاضی ولا سلطان لمخالفتہ  
لحکمہ الشرع فی بطل کالموصی اھ ملخصا  
و مختصرا۔  
لازمی علیحدہ کر دیا جائے اگر متولی قابل اعتماد نہ ہو یا عاجز  
ہو یا اس میں فسق واضح ہو جائے اگرچہ واقف نے معزول  
نہ کرنے کی شرط لگا رکھی ہو اور یہ کہ قاضی اور سلطان بھی  
معزول نہ کر سکے گا کیونکہ ایسی شرط شرع کے مخالف  
ہونے کی وجہ سے باطل قرار پائے گی جیسا کہ وصیت  
کرنیوالے کی ایسی شرائط باطل ہو جاتی ہیں اھ ملخصا  
و مختصرا۔ (ت)

مسئلہ از سبلی بحیث مرسلہ مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۷  
کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ جو شخص مسجد میں عرصہ پانچ سال سے واسطے حفاظت مسجد اور کل انتظام  
مسجد کے مقرر ہے اور مسجد کے وقف مال سے وظیفہ پاتا ہے اگر یہ شخص ایک سال یا کم و بیش کی رخصت لے کر  
اپنے مکان کو چلا جائے تو اس مدت میں وظیفہ لینے کا مستحق ہے یا نہیں، اگر بعلت بیماری جاوے تو بھی  
مستحق ہے یا نہیں؟ فقط

### الجواب

اصل کلی شرعی یہ ہے کہ اجیر خاص پر حاضر رہنا اور اپنے نفس کو کار مقرر کے لئے سپرد کرنا لازم ہے جس نے غیر حاضر  
ہو گا اگرچہ مرض سے اگرچہ اور کسی ضرورت سے اس دن کے اجر کا مستحق نہیں مگر معمولی قلیل تعطیل جس قدر اس صیغہ میں  
معروف و مروج ہو عادتاً معاف رکھی گئی ہے اور یہ امر باختلاف حاجت مختلف ہوتا ہے درس تدریس کی حاجت  
لہ الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوقف اداره القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۱۸  
لہ در مختار مطبع مجتہبی دہلی ۱/۳۸۳



روزانہ نہیں بلکہ طلبہ بلا تعطیل ہمیشہ پڑھے جائیں تو قلب اس محنت کا تحمل نہ ہو لہذا ہفتہ میں ایک دن یعنی جمعہ اور کہیں دو دن منگل جمعہ تعطیل ٹھہری اور رمضان المبارک میں مطالعہ کرنا سبق پڑھنا یا دکرنا دشوار ہے،

وقد قال سيدنا عبد الله بن مسعود رضى الله  
تعالى عنه ان القلب اذا اكره عصى  
اور ہمارے آقا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جبر کی صورت میں دل بینا نہیں رہتا۔

لہذا اس صیفہ میں رمضان مبارک کی چٹھی بھی معمول ہوتی بخلاف خدمتگاری کہ اس کی حاجت روزانہ ہے اگر خدمتگار رمضان مبارک کا عذر کر کے گھر بیٹھ رہے ہرگز ایک جہتخواہ کا مستحق نہیں انتظام و حفاظت مسجد بھی اسی قبیل سے ہے جس کی حاجت روزانہ ہے تو اس میں اتنی رخصت بھی نہیں ہو سکتی جتنی صیفہ تعلیم و علم میں ہے لہذا ہمارا اندر نے تصریح فرمائی کہ متولی کو اگر فاج وغیرہ عارض ہو تو جتنے دن اس کے باعث اہتمام مسجد سے معذور رہے نماز اہتمام نہ پائے گا بلکہ صیفہ تعلیم میں بھی تصریح فرمائی کہ مدرس معمول کے علاوہ غیر حاضری پر تنخواہ کا مستحق نہیں اگرچہ وہ غیر حاضری حج فرض ادا کرنے کیلئے ہو یا کوئی تصریح فرمائی کہ طالب علم جو وظیفہ پاتا ہو اگرچہ بضرورت حج فرض یا صلہ رحم سے سفر کی اجازت ہے یا شہر کے آس پاس دیہات میں کہ مدت سفر سے کم ہوں بضرورت طلب معاش دو ہفتہ یا زیادہ انتہا میں مہینے تک غیر حاضری کی رخصت ہے مگر اس رخصت کے یہ معنی کہ ان ضرورتوں کے سبب اتنی غیر حاضری کے باعث اس کا نام نہ کاٹا جائیگا معزول نہ کیا جائیگا کہ ایام سفر یا دو ہفتہ تنخواہ زیادہ کی غیر حاضری بلا سفر پر وظیفہ بھی پائے لہذا ان مسبب صورتوں میں اصلہ نہ مل سکے گا اور اگر تین مہینے سے زیادہ غیر حاضر رہا اگرچہ حوالی شہر میں اگرچہ بضرورت و ناجاری معزول بھی کر دیا جائے گا، جب صیفہ تعلیم میں یہ احکام ہیں تو صیفہ خدمت و حفاظت و اہتمام و انتظام مسجد میں کسی غیر حاضری کی تنخواہ کیونکر پاسکتا ہے، ہاں غایت درجہ حرج مرض کو سال میں ایک ہفتہ کی اجازت ہو سکتی ہے یا زیادہ چاہے تو اپنا عرض یعنی نائب دے جائے بغیر اس کے نہ غیر حاضری کی اجازت نہ مہتممان وقت کو روا کہ اسے ایسی طویل رخصت دیں اگر دی تو تنخواہ حلال نہیں، نہ اسے لینا جائز نہ ان کو دینے کا اختیار، اگر دیں گے تو یہ خود مال وقت میں خائن ہوں گے اور اس کے ساتھ یہ بھی معزول کئے جائیں گے، اس بیان سے جواب سوال واضح ہو گیا، اب مطالب مذکورہ پر عبارات علماء مفسرین، درمختار میں ہے،

نظم ابن التشنہ الغيبة المسقطه للعلوم  
المقتضية للعزل ومنه  
ابن شحنے نے اپنی نظم میں مقررہ وظیفہ کو ساقط اور استحقاق معزولیت والی غیر حاضری کو بیان فرمایا ہے،

وما ليس يد منه ان لم يزد على  
ثلاث شهور فهو يعفى ويغفر  
ضروری عذر کی وجہ سے غیر حاضری اگر تین ماہ سے زائد نہ ہو تو معاف ہوگی، اور علماء کا اتفاق ہے کہ گزشتہ

بج

۱۰

وقد اطبقوا الا ياخذ السهم مطلقا

لما قد مضى والحكم في الشرع ليسفر

قلت وهذا كله في سكان المدرسة وفي غير فرض

الحج وصلة الرحم ، اما فيهما فلا يستحق

العزل والمعلوم كما في شرح الوهبانية

للمشرنبلاني

روا المختار میں ہے

قوله نظم ابن الشحنة حاصل

ما في شرحه تبعاً لبزانية انه لا يسقط

معلومه ولا يعزل اذا كانت في المصر

مشتقاً بعلم شرعي او خرج لغير سفر

واقام دون خمسة عشر يوماً بلا عذر

على احد قولين ( اى والقول الاخر انه

يسقط معلومه اذا خرج لرساق بلا عذر

ولو اقل من اسبوعين ) او خمسة عشر فاكثر

لعذر شرعي كطلب المعاش ولم يزد على ثلاثة

اشهر وانه يسقط ولا يعزل لو سافر لحج و

نحوه او خرج للرسناق لغير عذر

ما لم يزد على ثلاثة اشهر

وانه يسقط ويعزل لو خرج واقام

اكثر من ثلاثة اشهر و

ولو لعذر ما قال الخیر الرملة

وكل هذا اذا لم ينصب نائباً عنه والا

غیر حاضری کا وظیفہ مطلقاً نہ لے گا ، اور شرع

میں حکم واضح ہے ۔

میں کہتا ہوں یہ تمام بیان مدرسہ کے رہائشیوں کے لئے

ہے اور فرض حج اور صلہ رحمی کے عذر کے علاوہ کے لئے

ہے اگر وہ مذکور عذر ہوں معزولی اور وظیفہ کا مستحق

نہ ہوگا جیسا کہ شرینلانی کی شرح وہبانیہ میں ہے ( ت )

قوله ابن شحنة کی نظم ، اس کی شرح کا

ما حاصل یہ ہے جو بزانیہ کی اتباع میں بیان کیا کہ اگر

غیر حاضر ہونے والا شہر میں ہی شرعی علم یا حدیث سفر سے کم

مسافت کے لئے شہر سے باہر گیا اور بلا عذر پندرہ دن

سے زیادہ باہر قیام کیا تو ایک قول کے مطابق معزول

نہ کیا جائے گا اور نہ ہی مقررہ وظیفہ ساقط ہوگا یعنی دوسرا

قول ہے کہ جب بلا عذر شہر سے متعلقہ سرائوں میں پندرہ

دن سے کم غائب رہا ہو ، یا کسی شرعی عذر کی بنا پر

مثلاً طلب معاش کے لئے پندرہ دن سے زائد اور

تین ماہ سے کم غائب رہا ہو ، تو وظیفہ ساقط ہوگا

اور معزول نہ ہوگا یونہی اگر فرض حج کیلئے سفر پر رہا ہو یا

بغیر عذر تین ماہ سے زائد شہر سرائوں میں غائب

رہا ہو ، اور اگر شہر سے باہر تین ماہ سے زائد اگرچہ

عذر کی بنا پر غائب ہو کر دیان مقیم رہا ہو تو وظیفہ ساقط

اور معزول بھی ہوگا ، اور خیر رملی نے فرمایا یہ تمام صورتیں

تب ہوں گی جب وہ اپنا نائب مقرر نہ کر گیا ہو ورنہ

فليس لغيره اخذ وظيفته اه وفي القنية من باب الامامة امام يترك الامامة لزيارة اقربائه في الرساتيق اسبوعا ونحوه او لمصيبة او لاستراحة لابس به ومثله عفو في العادة والشرع وقد ذكر في الاشباه عبارة القنية هذه وحملها على انه يسامح اسبوعا والظاهر ما في آخر شرح منية المصلي للعلبي ان الظاهر ان المراد في كل سنة ذكر النقصان انه لو اصاب القيم فالج او نحوه فان امكنه الكلام والاخذ والاعطاء فله اخذ الاجر والا فلا قال الطرطوسي ومقتضاه ان المدرس و نحوه اذا اصابه عذر من مرض او حج بحيث لا يمكنه المباشرة لا يستحق المعلوم لانه ادا امر الحكم في المعلوم على نفس المباشرة فان وجدت استحق المعلوم والا فلا وهذا هو الفقه اه ، ولا ينافي ما مر من المساومة باسبوع ونحوه لان القليل مغتفر كما سوجه بالبطلالة المعتادة اه ملخصا ، والله تعالى اعلم -

اس کا وظیفہ کوئی دوسرا وصول نہیں کر سکتا اور قنیہ کے امامت کے باب میں ہے کہ اگر امام نے ہفتہ بھر امامت کا ترک سراؤں میں رہائش پذیر اپنے اقرباء کی زیارت یا کسی مصیبت کی بناء پر یا آرام کرنے کے لئے کیا تو کوئی حرج نہیں شرعاً اور عادت یہ معاف ہے اور ایشاہ میں قنیہ کی مذکورہ عبارت ذکر کر کے فرمایا کہ ہفتہ کی مقدار میں چشم پوشی سے کام لیا جائے ، اور زیادہ ظاہر وہ قول ہے جو منیۃ المصلي کی شرح علی کے احسن میں مذکور ہے کہ ہفتہ بھر پورے ایک سال میں مراد ہے ، خصاف نے ذکر فرمایا کہ اگر منتظم کو فالج یا کوئی مرض لاحق ہو گیا تو اس میں گفتگو اور لین دین کرنا ممکن ہو تو وہ اپنے اجر کا مستحق ہو گا ورنہ نہیں ، اس پر طرطوسی نے فرمایا کہ اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ مدرس وغیرہ کو جب کوئی عذر مثلاً مرض یا فرض حج پیش آئے جس کی وجہ سے وہ فرض منصبی ادا نہ کر سکے تو مقررہ وظیفہ کا مستحق نہ ہو گا کیونکہ معاملہ فرض منصبی کی ادائیگی پر طے ہوا ہے اگر یہ پایا گیا تو وظیفہ کا استحقاق ہو گا ورنہ نہیں ، فقہ یہی ہے اه ، یہ بیان ہفتہ تک کی چشم پوشی کے مذکورہ حکم کے منافی نہیں ہے کیونکہ قلیل معاف ہوتا ہے جیسا کہ عادت میں معتبرہ تعطیلات میں چشم پوشی ہوتی ہے اه ملخصاً ، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از سورت عیدروس منزل خانقاہ عیدروسیدہ مرسلہ حضرت سید علی بن زین بن حسن عیدروس  
سجادہ نشین خانقاہ مذکور ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں زید محض اس خیال سے کہ متولیان وقف کا مال غفلت و بے پرواہی سے خرد برد کرتے ہیں گورنمنٹ کے سامنے بغیر مشورہ قرآن و حدیث کے اپنی ذاتی رائے پیش کرتا ہے کہ اوقاف رجسٹرڈ کرائے جائیں اور حساب کی جانچ پڑتال کی جائے حالانکہ گورنمنٹ آئیڈووکیٹ جنرل کو اوقاف کے لئے محض اس غرض کے واسطے مقرر کیا ہوا ہے کہ اگر متولی کے متعلق کسی شخص کو اس قسم کی کوئی خرابی معلوم ہو تو وہ آئیڈووکیٹ جنرل کو اس کی اطلاع دے کر اس کی منظوری سے متولی پر دعویٰ کر سکتا ہے باوجود اس قاعدہ کے وہ یہ چاہتا ہے کہ اوقاف رجسٹرڈ ہوں اور محکمہ کے کثیر اخراجات مثل رجسٹرڈ کرانے کی فیس اور دیگر کون و غسیہ کی تنخواہ وغیرہ جس قدر اخراجات ہوں وہ تمام اوقاف سے دئے جائیں حالانکہ واقف ان کے لئے وصیت نہیں کیا زید کا یہ بل از روئے شریعت حقہ جائز ہے یا ناجائز؟ (بیان کیجئے اہر حاصل کیجئے۔ ت)

### الجواب

زید کا وہ بل محض ناجائز و باطل ہے، وہ نئے خرچ کہ زید نے بے حکم شرع و بے شرط واقف اپنے دل سے ایجاد کر کے کسی وقف پر ڈلوانے چاہے ہرگز وقف پر نہ پڑی گئے نہ کوئی وقف ان کا ذمہ دار ہوگا، زید تو زید حاکم و قاضی کو بھی وقف میں ایسے ایجاد کا شرعاً اختیار نہیں۔ عقود الدریۃ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۱۹۲،

اذا ثبت الاحداث لا یعمل بتقریرہ لان القاضی  
لیس لہ الاحداث بدون مسوغ شرعی  
فکیف المتولی وقد صرح فی الذخیرۃ والولوالجیۃ  
و غیرہما بان القاضی اذا قرض اشیا للمسجد  
بغیر شرط الواقف لم یجزل للقاضی ذلک  
ولم یجزل للفرامش تناول المعلومۃ

جب وقف میں نئے مصارف ثابت کئے جائیں تو ان کی تقرری پر عمل نہ کیا جائے گا کیونکہ قاضی کو شرعی جواز کے بغیر نئے امور نافذ کرنے کا اختیار نہیں تو متولی کیسے کر سکتا ہے، ذخیرہ، ولوالجیۃ وغیرہ میں تصریح ہے کہ اگر قاضی نے واقف کی شرط کے بغیر مسجد کے لئے قرش کی صفائی کرنے والا مقرر کیا تو قاضی کو یہ اختیار

نہیں ہے اور اس مقرر شدہ کو بھی مقررہ وظیفہ وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ (ت)

ایضاً ص ۱۸۸ پر بھی ہے۔ (ت)

واخذ القاضی واعوانہ المال کاخذ قاضی اور اس کے عملہ کا وقف مال کو لینا ایسا ہی ہے



بحر الرائق مطبع مصر جلد پنجم ص ۲۶۰ :

في البرازية المتولى لواميا فاستأجر الكاتب  
لحسابه لايجوز له اعطاء الاجرة من مال  
الوقف

ایضاً ص ۲۳۵ :

فان قلت في تقرير الفرائض مصلحة قلت  
يمكن خدمة المسجد بدون تقريره بان  
يستأجر المتولى فرائضه والممنوع تقريره  
في وظيفة تكون حقاله ولذا صرح قاضيان  
بان للمتولى ان يستأجر خادما للمسجد  
باجرة المثل واستفيد منه عدم صحة  
تقرير القاضی فی بقية الوظائف بغير شرط  
الواقف كشهادة ومباشرة وطلب بالاولی  
وحرمة المراتب بالادواق بالاولی

اگر تیرا سوال ہو کہ مسجد کے لئے صفائی والے میں وقف  
کی اصلاح ہے تو میں کہوں گا کہ مسجد کی خدمت  
مستقل تقرری کے بغیر بھی ممکن ہے کہ متولی اجرت پر  
کسی سے کرائے مستقل وظیفہ پر تقرری ممنوع ہے اور  
اسی لئے قاضی خاں نے تصریح کی ہے کہ متولی مسجد کیلئے  
مروجہ اجرت پر کسی خادم سے کام لے سکتا ہے اور  
اس سے معلوم ہوا کہ قاضی وقف کے بقایا وظائف میں  
مستقل تقرری واقف کی شرط کے بغیر نہیں کر سکتا  
مثلاً شہادت اور اس کی ادائیگی اور اس کا طلب کرنا  
بطریق اولیٰ اور اوقاف کے حسابات کو مرتب کرنا بطریق اولیٰ (مستقل تقرری ممنوع ہوگی۔ (ت)

ایضاً ص ۲۶۳ :

فقد علمت ان مشروعية المحاسبات للنظام  
انما هي ليعرف القاضي الخائن من الامين  
لا لاخذ شيء من النظر للقاضي واتباعه  
والواقع بالقاهرة في زماننا الشافعي وقد شاهدنا

تو معلوم کر چکا کہ نگران حضرات سے حساب یہ صرف اس  
لئے مشروع ہے کہ قاضی کو معلوم ہو سکے کہ کون خائن ہے  
یا امین ہے، اس لئے نہیں کہ قاضی اور اس کے  
عملہ کے لئے نگرانوں سے کچھ وصولی کی جائے جبکہ

۲۱۵/۱	ارگ بازار قندھار افغانستان	لے العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامية كتاب الوقف
۲۲۱/۵	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	لے بحر الرائق كتاب الوقف
۲۲۶/۵	” ” ”	لے ” ” ”



فیہا من الفساد للاوقاف کثیرا بحیث تقدّم  
کلفة المحاسبة علی العمارۃ والمستحقین و  
کلّ ذلك من علامات الساعة۔<sup>۱</sup>

کی عمارت اور اس کے مستحقین پر تقدم حاصل ہوتا ہے جبکہ یہ تمام امور علامات قیامت سے ہیں (ت)

پھر زمانے کی حالت صد ہا سال سے دگرگوں ہو رہی ہے، دیانت امانت اور روپے کے معاملے میں حرام و  
حلال کی پروا نادرہ گئی ہے، ابھی اسی عمارت بحر الرائق میں سن چکے کہ وہ اپنے زمانہ میں جسے چار سو برس ہونے گئے  
قاہرہ کے اوقاف کا کیا حال بتاتے ہیں کہ اہلکاروں کی حساب فہمیوں ہی نے وقف کے وقف تباہ کر دئے ابھی تو  
متولی تنہا ہے اور اسے حساب کا خوف لگا ہے اور ہر مسلمان کو اس کی شکایت کا حق پہنچتا ہے اور تغلب کرے  
تو اس کے ہاتھ میں اپنی برأت کی کوئی دستاویز نہیں، اور جب اوقاف رجسٹرڈ کرائے گئے اور حساب فہمی پر  
اہلکار مقرر ہوئے اور حساب رجسٹروں پر چڑھائے گئے متولیوں کو شکایت و مطالبہ سے تو اطمینان ہو گیا کہ ان کا  
جمع خرچ پاس ہو لیا مگر ان میں جو خائن ہیں ان کا خیانت سے باز آنا معلوم، بلکہ وہ اپنی اغراض فاسدہ کیلئے  
حساب فہم کو بھی راضی کرنا چاہیں گے اور انھیں بہت ایسے مل بھی سکیں گے اس وقت وقف میں ایک کی جگہ  
دس محض ہونے کا اندیشہ ہے اور اس کا حاشا وہی نتیجہ ہے جو بحر میں فرمایا کہ شاهدنا فیہا من الفساد  
للاوقاف کثیرا (ہم نے قاہرہ میں اوقاف کا کثیر فساد دیکھا ہے۔ ت) اور ان کا وہ اعتراض تو ضرور لازم ہے  
کہ وہ خلاف شرع فیسیں قاہرہ میں خراہی نواہی لی گئیں وقف کی عمارت اور اس کے مستحقوں کا حق پورا ہو یا نہ ہو،  
نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ سبحانہ وتعالیٰ  
اعلم۔

منہ از سہسوان مستولہ مولوی فضل احمد بدایونی ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ  
اگر جائیداد موقوفہ سے رجوع شرعاً ناجائز ہو تو ایسے میں توسیع خرچ کی کر سکتا ہے مثلاً پندرہ روپے ماہوار  
یا دس روپے ماہوار متولی کو ملتا ہے جو بھرتی عیال اطفال گزر مشکل ہے نوکری چاکری کی قوت یا ہمت نہیں  
اور کام آپ ہی کرتا ہے اگر اپنے خرچ میں توسیع کرے جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

من كان فقيرا فليأكل بالمعروف - جو محتاجمند ہے وہ موافق دستور کھائے۔

اور فرماتا ہے ،

والله يعلم المفسد من المصلح - خدا خوب جانتا ہے کون بگاڑنے والا ہے اور کون سنوارنے والا۔

اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

سب متخوض فيما شاءت نفسه من مال الله ورسوله ليس له يوم القيامة الا النار - بہت وہ کہ اللہ و رسول کے مال میں اپنی خواہش نفس کے مطابق دھنتے ہیں اُن کے لئے قیامت میں نہیں مگر آگ (اس کو احمد نے اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو خولہ بنت قیس سے صحیح اور حسن قرار دیا ہے اور بیہقی نے اس کو اپنی شعب میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

لو كان لابن آدم واد من ذهب لابتغى اليه ثانيا ولو كان له واديان لابتغى اليهما ثالثا ولا يملأ جوف ابن آدم الا التراب ويتوب الله على من تائب - رواه لو کان لابن آدم واد من ذہب لابتغى الیہ ثانیاً ولو کان لہ وادیان لابتغى الیہما ثالثاً ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب یتوب اللہ علی من تائب۔ رواہ

۲۲۰/۲ القرآن الکریم

۶/۴

۹۰/۲ جامع الترمذی الباب الزہد باب ما جاء ان الغنى غنى النفس امین کمینی دہلی

۵۴۲/۲ الترغیب والترہیب بحوالہ البراز الترغیب فی الاقتصاد حدیث ۳۱ مصطفیٰ البانی مصر

۹۵۳/۲ صحیح البخاری باب ما یقتی من فتنۃ المال قیدی کتب خانہ کراچی

۲۱۹/۵ مسند احمد بن حنبل حدیث ابی واقد اللیثی دار الفکر بیروت

احمد والشیخان عن ابن عباس والقرمذی  
عن النضر، والبخاری، عن ابن الزبیر وابن ماجہ  
عن ابی ہریرۃ واحمد عن ابی واقد والبخاری  
فی الترمذی والبزار عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہم۔ شیخین نے ابن عباس اور ترمذی نے انس سے اور  
بخاری نے ابن زبیر سے اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے  
اور احمد نے ابو واقد سے اور بخاری نے تاریخ میں  
اور بزار نے بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت  
کیا ہے۔ (ت)

وقف سے رجوع ناممکن، پھر جو ماہوار مقرر ہوا اگر اُس کے صدق سعی و حسن خدمت کے لحاظ سے بقدر  
اجر مثل کے نہیں تو ضرور اجر مثل کی تکمیل کر دی جائے گی، اور اگر واقعی اجر مثل بھی اس کے واجبی صرف کو  
کفایت نہ کرے تو وقف کی فاضلات سے تاحد کفایت ماہوار میں اضافہ بھی ممکن، مگر نہ یوں کہ بطور خود کہ خود ہی  
مدعی اور خود ہی حاکم ہونا ٹھیک نہیں، بلکہ دنیاں کے افقہ اہل بلد عالم سُستی دیندار کی طرف رجوع کرے یا متعدد  
معزز متدین ذی رائے مسلمانانِ شہر کے سپرد کرے وہ بعد تحقیقات کامل اجر مثل تک حکم دیں یا بشرط صدق  
حاجت و عدم کفایت تا قدر کفایت اضافہ کریں، اس تقدیر پر اُن کو یہ بھی ملحوظ رہے کہ جب واقف خود ہی  
متولی ہوا اور خود ہی وقت وقف یہ ماہوار تجویز کیا تو اب کون سی بات حادث ہوئی کہ وہ ماہوار ناکافی ہو گیا  
ردالمحتار میں ہے،

الناظر لیشروط الواقف فله ما عینہ لہ الواقف  
ولو اکثر من اجر المثل کما فی البحر ولوعین  
لہ اقل فللقاضی ان یکمل لہ اجر المثل  
بطلبہ کما بحثہ فی النفع الوسائل، ویأتی  
قریباً ما یؤیدہ، وهذا مقید لقولہ الا تی  
لیس للمتولی اخذ نہ زیادۃ علی ما قدر لہ  
الواقف اصلاً۔

نگران کو واقف کی شرط کے مطابق مقررہ وظیفہ ملے گا  
اگرچہ یہ مروج سے زائد ہو، اور اگر واقف کا  
مقرر کردہ مروج سے کم ہو تو اس کے مطالبہ پر  
مروج تک مکمل کرنے کا اختیار ہے جیسا کہ اس کو  
النفع الوسائل نے بحث کے طور پر ذکر کیا ہے، اور  
اس کی مزید تائید عنقریب آئے گی اور یہ اس کے اکثرہ  
قول کہ "متولی کو مقررہ پر زیادتی کا ہرگز اختیار  
نہیں ہے" سے مقید ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

تجوز نہ الزیادۃ من القاضی علی معلوم  
جب امام کے لئے مقررہ وظیفہ کفایت نہ کرے تو

الامام اذا كان لا يلفيه

رد المحتار میں ہے :

الظاهر انه يلحق به كل من في قطعه ضروس اذا كان المعين لا يلفيه كالناظر والمؤذن ومدرس المدرسة والبوباب ونحوهم اذا لم يعلموا بدوت الزيادة، يؤيده ما في البزازية اذا كان الامام والمؤذن لا يستقر لقله المرسوم للمحاكم الدين ان يصوب اليه من فاضل وقف المصالح والعامة باستصواب اهل الصلاح من اهل المحلة لو اتحد الواقف والجهة والله تعالى اعلم۔

ظاہر ہے کہ جس کو معزول کرنے میں نقصان ہو کہ مقررہ اس کو کفایت نہ کرتا ہو تو اس کے معاملہ کو بھی اس سے لاحق کیا جائے گا، مثلاً نگران، مؤذن، مدرس، چوکیدار وغیرہ حضرات جب یہ لوگ وظیفہ زائد کے بغیر کام نہ کریں، اس کی تائید بزازیہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے کہ جب امام اور مؤذن وظیفہ کی قلت کی وجہ سے استقرا نہ کریں تو حاکم دین کو محلہ کے اہل لوگوں کے مشورہ سے وقف کے مصالح اور عمارت سے فاضل آمدنی میں سے ان کے لئے صرف کرنے کا اختیار

ہے بشرطیکہ فاضل آمدنی والے اوقاف کا واقف اور ان کی جہت ایک ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از رام پور محلہ چاہ شہر، محمود الظفر خان عرف چچن خان ۹ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائیداد بایں الفاظ وقف کی کہ تاحیات اپنی آمدنی جائیداد موقوفہ کی اپنے مصارف میں لاتا رہوں بعد میرے اولاد اپنی ضروریات میں صرف کرتی رہے، جب میرے اولاد میں سے کوئی شخص باقی نہ رہے تو علمائے صالحین محل مشروع میں صرف کرتے رہیں، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ عمر و دائن زید مدیون کی اس آمدنی پر جو تاحیات اس کو جائیداد موقوفہ سے اپنے مصارف میں لارہا ہے اجراءے ڈگری چاہنا ہے تو وہ شرعاً کراسکتا ہے یا نہیں؟ بیتنا تو مجسروا۔

### الجواب

ہاں جائیداد پر نہیں کرسکتا آمدنی جو زید کو ملتی ہے اس پر کرسکتا ہے کہ جائیداد وقف ہے اور آمدنی زید کی ملک۔ رد المحتار میں ہے :

الموقوف عليه يملك المنافع بلا بدل  
والله تعالى اعلم۔  
موقوف علیہ حضرات وقف کے منافع کے بلا عوض مالک ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۳۹۱/۱	مطبوعہ مجتہدانی دہلی	فصل یراعی شرط الواقف	کتاب الوقف	۳۹۱/۱
۲۱۸/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	دار احیاء التراث العربی بیروت	رد المحتار	۲۱۸/۳
۳۹۹/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	دار احیاء التراث العربی بیروت	رد المحتار	۳۹۹/۲

مسئلہ ۸۲ از ضلع سیٹاپور، لاہر پور مدرسہ اسلامیہ مسئلہ ابو محمد یوسف متعلم مدرسہ اسلامیہ  
۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۳ھ سہ شنبہ

والا جناب مستطاب اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ لازال شمس افضاکم تسلیم مسنون کریم مشحون معظم مقرون  
گزارش ہے بصدور والانامہ فیض شام عزت افزائی ہوئی، جواب استفتاء رسید تسکین بخش صادر ہو گیا،  
اللہ تعالیٰ جناب والا کی بزرگ ذات کو ہمیشہ سلامت رکھے اور اس فیض عام سے مسلمانان عالم کو فیضیاب  
فرماتا رہے آمین بجز مہ النبی والہ الامجاد، جناب مولانا خلیل الرحمن صاحب مرحوم مغفور کی خبر رحلت دریافت ہو کر  
بہت رنج ہوا، صرف ایک بات اور دریافت طلب ہے جو گزارش کی جاتی ہے ذراہ شفقت بزرگانہ اس کے جواب  
سے بھی مطلع کیا جاؤں، بجواب استفتاء مزامیر پر صرف ناجائز فرمایا بہت درست و بجا ارشاد ہے عین حکم شریعت  
ہے صرف اس قدر عرض ہے کہ صرف کسی قوال سے کوئی قصیدہ یا غزل نعتیہ یا توحید وغیرہ یا سلام وغیرہ سن کر  
عین حالت سماع میں یا بوقت رخصت حسب شدائد قوانین سابق اوقات اوقات سے بطور زاد راہ قلیل یا کثیر  
دینا جائز ہے یا نہیں؟ جیسا کہ مشائخ علیہم الرحمۃ کی مجالس عرس میں بزرگوں کا دستور ہے کراخالیکہ وہ مزامیر سے  
خالی ہوں اور اس پر حضور النور حیات رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُس فعل سے سند لینا جو حضرت  
حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شایع ہے کہ حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس فعل سے سند لینا جو حضرت  
عنایت فرمائی تھی ٹھیک ہے یا نہیں؟ امیدوار ہوں کہ اسی طریقہ پر یہ جواب بھی مرحمت ہو جائے، عین ذرہ نوازی  
ہوگی فقط۔

### الجواب

قوال اگر نہ اہر و ہونہ عورت، اور اشعار صحیحہ حمد و نعت و منقبت بلا مزامیر خوش الحانی سے پڑھے یا خاص  
مجمع صالحین میں اُن کے ساتھ تغنی کرے بالجملہ نہ کسی فنکار پر فی الحال اشتمال نہ آئندہ اس کا صحیح احتمال، تو  
صحیح یہ ہے کہ بلاشبہ جائز ہے اور اس پر لینا دینا بھی روا، اور واقعہ کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ  
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے قصیدہ نعتیہ استماع فرما کر دوائے مبارک عطا فرمائی  
اس پر استناد صحیح ہے اور جبکہ شدائد قدیم میں اس صورت جائزہ پر دینا چلا آیا ہے تو اب بھی دیا جائے گا بلکہ  
وہ صادرین و واردین میں داخل ہے، اور قلیل و کثیر بھی معہ قدیم پر دائر رہے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۳ مسئلہ بدر الدین صاحب ۳۰ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ جامع مسجد ممبئی کے احاطہ میں ایک  
دفتر خانہ ہے اور جس کے انتظام کے متعلق گیارہ اشخاص کو کئی جماعت المسلمین ممبئی کی جانب سے مشاورت مقرر ہیں



ان میں سے اکثرین کی رائے سے یہ قرار داد طے ہوئی ہے کہ دفتر خانہ مذکور میں ٹیلیفون لیا جائے باوجودیکہ نہ مسجد کے ساتھ کوئی تجارتی تعلقات میں اور نہ کوئی دوسرے اسباب ٹیلیفون کے، بلکہ اس سے فقط تفسیع مال وقف ہے، پس ایسے ٹیلیفون کا لینا مال وقف سے شرعاً درست ہے یا نہیں؟

دوسرا اسی کے ساتھ یہ قرار داد بھی طے ہوئی کہ دفتر خانہ مذکور میں جہاں مجلس منتظمہ مشاورین منعقد ہوتی ہے وہاں ایک برقی پنکھا اپنے آرام و تعیش کے واسطے لیا جائے، آیا ایسا خرچ مال وقف میں سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تیسرا سوال یہ ہے کہ دفتر خانہ مذکور میں باوجودیکہ گیس کی روشنی موجود ہے اُس کو رد کر کے اس کی جگہ برقی روشنی کے خرچ کا مال وقف کو زیر بار کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اطلاعاً یہ بھی گزارش ہے کہ مجلس منتظمہ کے اجلاس علی الدوام زمانہ قدیم سے دن کے وقت طے ہوتے ہیں اور اگر اچانک نارات کو ضرورت پڑی تو گیس کی روشنی موجود ہے برقی روشنی کی بالکل ضرورت نہیں۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ ایسے مشاورین جو مال وقف سے ایسے فضول اور اسراف بجا کریں ان کے متعلق شریعت نوا کیا حکم ہے؟

پس ان مسائل مذکورہ کے جوابات کتب شرعیہ سے مدلل بیان فرمائیں جزاکم اللہ خیراً، بیٹھو تو مجھو۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ مالعین متولیوں سے ایک نے کہا کہ اس باب میں یعنی مال اوقاف سے ان کاموں میں صرف کرنے سے علماء سے رائے لینا شرعاً ضرور ہے، پس متولیان مجوزین سے ایک نے کہا کہ یہاں شریعت کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور دوسرے نے کہا کہ میں تو عالموں کے مٹے میں پیشاب کرتا ہوں، اس وقت اس سے کہا گیا کہ یہ کیا لگہ کہتا ہے، خدا سے ڈر۔ تو اس نے کہا کہ خدا تو اوپر ہے اور ہم زمین پر، اگر خدا یہاں آئے تو ہم اس کو درست کر دیں گے۔ پس ایسے کلمات ناشائستہ کہنے والوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟ مفصل و مدلل مع سند ہائے کتب شرعیہ بیان فرمائیں، جزاکم اللہ۔

## الجواب

صورت مستفہہ میں یہ نئی بدعتیں کہ مشاورین وقف میں حادث کیا چاہتے ہیں ٹیلیفون اور برقی پنکھا اور برقی روشنی مال وقف پر بازو النامحض حرام ہے، فتح القدیر میں ہے،  
امونا بابقاء الوقف علی ماکافیہ ہمیں حکم ہے کہ وقف کو گزشتہ حال پر قائم رکھیں (دست)

یہ وہاں فرمایا ہے جہاں منافی وقت کے لئے مصارف مشروطہ پر زیادت کی جائے نہ کہ بے حاجت نہ کہ اپنا تعیش وترف  
یہ عوام در عوام ہے، مال وقت حکم مال یتیم میں ہے اور رب عزوجل فرماتا ہے،

ان الذین باکلوں اموال الیتیمی ظلماً انما  
یاکلوں فی بطونہم ناساً  
جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں  
آگ بھرتے ہیں۔ (ت)

یہ اسراف ہے اور اللہ مسرفوں کو دوست نہیں رکھتا انہ لا یحب المسرفین (اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں  
کو پسند نہیں کرتا۔ ت) یہ تیزیر ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے،

ان البذریین کانوا اخوان الشیطین وکان  
الشیطن لربہ کفوراً  
بیشک مال بجا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی  
ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے۔

یہ اُن کو فرمایا جو اپنا مال بجا اڑائیں نہ کہ وقف کا۔ ایسے مشاوروں کو معزول کرنا واجب ہے، درمختار میں ہے،  
ینزع وجوباً ولو الواقف درر فغیرہ بالاولی  
غیر مأمون ہے  
لازمی طور پر معزول کیا جائے اگرچہ واقف ہو، درر۔  
تو دوسرے اگر قابل اعتماد نہ ہوں تو وہ بطریق اولیٰ  
معزول ہوں گے۔ (ت)

یعنی اگر خود واقف کی طرف سے مال وقف، پر کوئی اندیشہ ہو تو واجب ہے کہ اسے بھی نکال دیا جائے اور وقف  
اس کے ہاتھ سے لے لیا جائے تو غیر واقف بدرجہ اولیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایسے اقوال ملعونہ کہنے والا کافر مرتد ہے اُس کی عورت اُس کے نکاح سے نکل گئی، مسلمانوں پر اس  
سے میل جول حرام ہے، وقف مسلمانوں میں اسے دخل دینا حرام ہے، اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا حرام ہے،  
اُس کا جنازہ اٹھانا حرام ہے، جنازہ کے ساتھ جانا حرام ہے، اُسے مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام ہے، اُس کی  
قبر پر کھڑا ہونا حرام ہے، اُسے کسی قسم کا ایصالِ ثواب کرنا کفر ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تصل علی احد منہم  
مات ابداد ولا تقم علی قبرہ  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان میں سے فوت ہوئے والے پر نماز جنازہ  
ہرگز نہ پڑھو اور نہ آپ ان کی قبر پر قیام فرمائیں (ت)

۱۳۱/۶ القرآن الکریم

۱۰/۴ القرآن الکریم

۲۹/۱۷

۳۸۳/۱

مطبع مجتہائی دہلی

کتاب الوقت

۳۸۳/۱

۸۴/۹ القرآن الکریم

جو اُسے اب بھی مسلمان جانے یا اس کے کافر مرتد ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اُس کے لئے بھی یہی احکام ہیں۔ شفاعتِ امام قاضی عیاض و بزاز و بکر الرائق و مجمع الانہر و درمختار و غیرہ کتب کثیرہ میں ہے۔

من شك في عذابه وكفره فقد كفر به  
جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے تو وہ کافر ہے (ت)

سأل الله العفو والعافية ولا حول ولا قوة  
اللہ تعالیٰ سے معافی اور درگزر کرنے کی درخواست کرتے ہیں، لا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

س بنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا  
من لدنك رحمة انك انت الوهاب  
اے ہمارے رب! ہدایت فرمانے کے بعد ہمارے دلوں کو نہ پھیر اور اپنے فضل سے ہمیں رحمت عطا کر، بیشک تو بہت عطا کرنے والا ہے۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۱۔ مسئلہ حکیم محمد حیات خاں صاحب آگرہ کو چہ حکیمان حیات منزل ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر اوقاف بشمول مسجد جامع وغیرہ آگرہ میں ایک انجمن کے ماتحت و زیر نگرانی ہیں جس کے پانچ ممبر ہیں جنہاں پانچوں کے ایک ممبر صاحب انجمن ہلال احمر آگرہ کے بھی سکریٹری ہو گئے ہیں، مقننہ اس عرصہ ہوا کہ کچھ ترک قسطنطنیہ سے بغرض اظہار شکریہ مسلمانان آگرہ میں تشریف لائے اور بایمان ان ممبر صاحب کے جو ہلال احمر کے سکریٹری ہیں بلا دریافت دیگر ممبران کمیٹی ایک جلسہ مسجد جامع آگرہ میں منعقد ہوا اس جلسہ کے متعلق جملہ انتظامات ممبر صاحب موصوف نے ملازمان مسجد سے کرائے اور جو کچھ روشنی میں خرچ ہوا وہ انجمن اوقاف متذکرہ صدر سے دلویا اور یہ کہا کہ چونکہ مسجد جامع مسلمانان آگرہ کی ہے اور یہ جلسہ مسلمانان آگرہ کا تھا اگر مسجد میں روشنی زائد نہ ہوتی تو باعث ہدنامی مسلمانان تھا اس کاروائی پر دو ممبر معترض ہوئے تو ایک چوتھے ممبر صاحب نے وہ جو روشنی میں خرچ کی گئی تھی اپنے پاس سے ادا کر دی اور یہ کہا کہ میں رفع نزاع کئے دیتا ہوں پس امورات قابل استفسار یہ ہیں :

- (۱) آیا اول ممبر صاحب کا یہ فعل کہ ملازمان وقف سے انجمن ہلال احمر کا کام لیں درست تھا؟
- (۲) آیا ایسے ملازم جو ذی استعداد و علم دین سے بہرہ ور کئے جاتے ہیں اور انہوں نے خود و نیز اپنے ماتحت ملازموں سے بلا ایمان انجمن اوقاف متذکرہ بالا کام کرائے ان ملازموں کا یہ فعل جائز تھا؟

(۳) جو صرف آمدنی وقف سے روشنی کا دلویا گیا وہ جائز تھا؟  
 (۴) اگر دیگر ممبر نے اُس غریب کو ادھر دیا تو آمدنی وقف میں شامل کرنے جانے میں کوئی امر مانع شریعت تو نہیں ہے؟

### الجواب

شرائط اوقاف پر نظر کی جائے اگر معاملہ مذکورہ اُن کے تحت میں داخل ہوتا ہو تو حرج نہیں ورنہ اُس ممبر کو ایسا کرنا جائز نہ تھا، کام کو نیا لوں نے اگر کار اوقاف کا حرج کر کے کام کیا تو وہ بھی گنہگار ہوئے، ممبر جس نے معاوضہ دے دیا اپنی حسن نیت پر اجر پائے گا اور اُس معاوضہ کو قبول کر لینا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹۲ مسئلہ از سہرام ضلع گیا مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۳ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

اکثر سجادہ نشینان و متولیان و مہجران و ممبران و ملازمان وقف آمدنی ہائے جامدہ اوقاف کو اپنی ہی ملک اور اس کی زیادہ تر آمدنی کو بھی اپنے ہی مصارف میں صرف کرنا درست و حق سمجھتے ہیں درانحالیکہ وقف جامدہ منقولہ و غیر منقولہ کی آمدنی کا زیادہ تر حصہ مذہبی ثواب کے کاموں میں صرف ہونا چاہئے جیسا کہ کلکتہ، مدراس، بمبئی، الہ آباد کی کونسلوں میں بھی تسلیم کیا ہے، پس ان کا ایسا سمجھنا و کرنا برخلاف شرع کرنا ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مذکورین کے لئے کوئی وعید بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو عوام مسلمین کو ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟

### الجواب

وقف میں اتباع شرط و اقف لازم ہے،

فقد قال علماؤنا ان مشروط المواقف كنصب الشائع في وجوب العمل به۔  
 ہمارے علماء نے فرمایا کہ واقف کی شرط پر عمل شارع کی نص پر عمل کی طرح ضروری ہے۔ (ت)

اگر واقف نے یہی شرط کر دی ہے کہ اکثر حصہ اُس کا سجادہ نشینوں متولیوں کے صرف میں آئے تو ان کا ایسا کرنا بجا ہے اور ان پر کچھ الزام نہیں اور اگر شرائط واقف کے خلاف وہ براہ تعدی مال وقف کو ظلماً اپنے مصارف میں لاتے ہیں تو ظالم ہیں غاصب ہیں واجب الافراج ہیں، لازم ہے کہ وقف ان کے ہاتھ سے نکال لیا جائے۔ درمختار میں ہے :

ينزع وجوباً بزيادة ولو المواقف در تفسيره  
 بالاولى لو غير مأمون۔  
 لازمی طور پر معزول ہوگا، بزازیر۔ اگرچہ واقف ہو،  
 درر۔ تو غیر بطریق اولیٰ اگر وہ ناقابل اعتماد ہو (ت)

مال وقف مثل مالِ یتیم ہے جس کی نسبت ارشاد ہوا کہ جو اسے ظلماً کھاتا ہے اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے اور عنقریب جہنم میں جائے گا، ان الذین یا کلون اموال الیتیمی ظلماً انما یا کلون فی بطونہم ناس و سیصلون سعیراً۔ اگر وہ لوگ اس حرکت سے باز نہ آئیں اُن سے میل جول چھوڑ دیں، اُن کے پاس بیٹھا روا درکھیں۔

قال اللہ تعالیٰ واما یتیمک الشیطن فلا تقعد بعد الذکور مع القوم الظالمین واللہ تعالیٰ اعلم۔  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب کبھی شیطان تجھے بھلا دے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھ۔  
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۹۳۰ھ از بہرائچ سید وارث بدولت کدہ حاجی احمد اللہ شاہ صاحب مرسلہ ذاب علی  
۱۰۲  
مورخہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں :  
کسی مقام پر ایک بزرگ کا مزار ہے اور اس کے متعلق وقف کی معقول آمدنی ہے خادمان وقف کی بد نظمی سے عدالت نے اس وقف کو خادموں کے ہاتھ سے نکال کر ایک کمیٹی کے سپرد کیا جو وقف کمیٹی کے نام سے موسوم ہے، عدالت نے اس کمیٹی کے ممبران کے لئے جو اس میں شریک ہوں سنی المذہب ہونا ضروری رکھا ہے اور عدالت نے اُس وقف کی نگرانی کے لئے قواعد وقف بھی مرتب کئے اور اُن قواعد میں اخراجات کے مدات قائم کئے اور یہ شرط کر دی کہ بجز اُن مدات کے جو قواعد میں درج ہیں کسی دوسرے مدات غیر مندرجہ قواعد میں یہ قسم نہ صرف کی جائے۔

(۱) ان اخراجات کے مدات میں ایک مدخیرات کی بھی ہے جن کے الفاظ وقف قواعد میں یہ ہیں دو خیراتی (الاولیٰ) یعنی وظائف و خیرات و تقسیم کھانا کپڑا بغرض پرورش غرباء، اگر ایسے خیراتی (الاولیٰ) یعنی وظائف سے اُن مساجد میں موزنوں کو تنخواہ دینا جن کا کوئی تعلق اُس وقف سے نہیں ہے یا ایسے ہی دوسرے مصارف مثلاً مدارس اردو انگریزی یا کسی انجمن کے اُس مدرسہ کو جس کا کوئی تعلق وقف سے نہیں ہے اُن کے مدرسین کو تنخواہ دینا شرعاً جائز ہے؟

(۲) اگر ممبران کمیٹی آمدنی وقف سے ایک مد کی رقم کسی دوسرے مد مندرجہ یا غیر مندرجہ مدات میں صرف



کریں اُس وقت مسلمانوں کو اُن سے باز پرس کا حق ہے یا نہیں؟ اور وہ لوگ اُس رقم صرف شدہ کے ادا کرنے پر شرع شریف سے مجبور ہیں یا نہیں؟

(۳) ایسے ممبران جو ہر کارروائی وقف کمیٹی کو عام مسلمانوں سے پوشیدہ کریں یا پوشیدہ رکھنے کی کوشش کریں یا اپنی خود روائی سے اس وقف کارروائی کسی بجا طور پر صرف کریں تو ایسے لوگوں کا اُس وقف کا ممبر ہونا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور عام مسلمانوں کو اوقاف کی جانچ کا اختیار ہے یا نہیں؟

(۴) اگر وقف کمیٹی کے اکثر ممبران صدر انجمن وقف کے ہنجیال ہوں اور جوہ اپنی کثرت رائے کے احکام شرعیہ نیز قواعد وقف کمیٹی کے خلاف عمل درآمد کریں یا کرتے ہوں اور اُسی کمیٹی کا ایک ممبر زید جو اُن کا ہنجیال نہیں ہے محض اپنی ذاتی معلومات و واقفیت و اطمینان کے لئے متعلق وقف کا غذات وقف کو دیکھنا چاہے اور اس کی اصلاح کرنا چاہے اُس وقت وہ ممبران جو ہنجیال صدر انجمن ہیں زید کو اس کے ارادہ سے باز رکھیں یا جس کاغذ کو وہ دیکھنا چاہتا ہے اس کو ان کا غذات کے دیکھنے کی اجازت نہ دیں یا اُس کو اس کے فرض منصبی ادا کرنے سے باز رکھیں تو ان کا یہ فعل شرعاً جائز ہے؟ (بحوالہ کتب فقہ)

(۵) قواعد وقف مرتبہ عدالت نے کمیٹی وقف کو اختیار دیا ہے کہ کمیٹی حسب ضرورت دوسرے قواعد علماء و قواعد مرتبہ عدالت مرتب کرے۔ قواعد وقف مرتبہ عدالت میں کسی ممبر کمیٹی کو جانچ پڑتال کا غذات عام نگہانی کی ممانعت نہیں ہے ایسی صورت میں کیا ممبران وقف و صدر وقف کو یہ اختیار شرعاً حاصل ہے کہ وہ بقواعد وقف ایسے مرتب کر لے کہ جس سے زید مذکور کا غذات وقف دیکھنے سے مجبور ہو جائے یا یہ کہ وہ ممبران جو ہنجیال صدر انجمن ہیں اپنی کثرت رائے سے یہ کہ پاس کر دیں کہ کوئی ممبر وقف کمیٹی بغیر اجازت صدر انجمن وقف کوئی کاغذ نہیں دیکھ سکتا اُن کی یہ کارروائی شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟ (بحوالہ کتب فقہ)

(۶) سامان روشنی، فرش فروش، خیمہ و قنات و دیگر فرنیچر مثلاً شامیانہ و میز و کرسی وغیرہ جو وقف کی ملک ہیں اہالیان شہر کو اُن کی مشروع و غیر مشروع جلسوں میں دینا یا کسی رئیس کی رہائش کے سامان اُسی وقف سے دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (بحوالہ کتب فقہ)

(۷) مذہبی تقریبات میں جو شیرینی بغرض تقسیم آتی ہے وہ اس محفل کے حاضرین کے لئے مخصوص ہے یا مسلم اور غیر مسلم جو اُس تقریب میں شرکت نہیں ہیں اُن کے گھروں میں وہ شیرینی بطور تبرک بھیجنا یا اہالیان شہر کی اُس اوقاف کے روپیہ سے دعوت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (بحوالہ کتب فقہ)

(۸) اگر کوئی شے یا کتاب جو وقف کی ملک ہے کسی ملازم وقف یا ممبر وقف کمیٹی سے یا کسی غیر شخص سے

تلف ہو جائے تو اُس وقت اُس کا معاوضہ لیتا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور معاوضہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

(۹) اگر ممبران وقف کمیٹی یا صدر انجمن وقف کمیٹی ملک وقف شدہ سے کوئی چیز کسی انجمن یا کسی مسجد میں جو غیر متعلق اوقاف ہے ہمیشہ کے لئے دے دیں تو اُن کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (بحوالہ کتب فقہ)

(۱۰) اگر جدید قواعد وقف مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اُس وقت احکام شرعیہ کا لحاظ کر کے قواعد وقف مرتب ہو سکتے ہیں یا ممبران وقف کمیٹی کی کثرت رائے پر، شرع شریف کس کے حق میں فیصلہ کرتی ہے؟ (بحوالہ کتب فقہ)

## الجواب

(۱) وقف میں شرائط واقف کا اتباع واجب ہے، اشباہ والنظائر میں ہے، شرط الواقف كنص الشاسع في وجوب واجب العمل ہونے میں واقف کی شرط شارع کی نص کی طرح ہے (ت)

اگر ان مواقع میں صرف کرنا شرط واقف سے بعد ہے جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو یہ صرف محض ناجائز ہے اور اگر واقف نے ہی ان مواقع میں صرف کی اجازت دی ہے جو ان میں مصرف خیر ہوا اس میں صرف کرنا جائز ہے اور اگر شرائط واقف معلوم نہ ہوں تو متولیوں کے عملدرآمد قییم پر نظر ہوگی کما فی الخیرۃ وغیرہا (جیسا کہ خیرۃ وغیرہ میں ہے - ت)

(۲) اس کا وہی جواب ہے جو اوپر گزرا جہاں انھوں نے صرف کیا اگر وہ موافق شرط واقف یا اس کے معلوم نہ ہونے کی حالت میں موافق عملدرآمد قییم متولیان ہے تو وہ صرف جائز ہوا اور اُن سے مطالبہ باز پرس کی کوئی وجہ نہیں ورنہ ناجائز ہوا اور ضرور باز پرس ہے اور اُن پر لازم ہوگا کہ اُس کا تاوان وقف کے لئے ادا کریں۔

(۳) اگر روپیہ بجا صرف کریں تو ضرور ان کا معزول کرنا واجب ہے، درمختار میں ہے،

ینزع وجوباً ولو الواقف بزایہ، فغیرہ لازمی طور پر معزول کیا جائے اگرچہ واقف ہو، بزایہ، بالادنی، درر، لو غیر ماصون۔  
توغیر کو بطریق اولیٰ، درر، اگر وہ قابل اعتماد نہ ہو (ت)

لے الاشباہ والنظائر الفہم الثانی کتاب الوقف ۳۰۵/۱  
لے درمختار کتاب الوقف ۳۸۳/۱  
ادارۃ القرآن کراچی  
مطبع مجتہباتی دہلی

اور متولیوں کا وقف کی کاروائی پوشیدہ کرنا کوئی مجرم نہیں، نہ ہر شخص ان سے حساب کا مطالبہ کر سکتا ہے جب تک خیانت ظاہر نہ ہو کہ وہ منجانب امین ہیں اور امین پر اعتراض نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم، یونہی جن کی تولیت بشرط واقف نہ ہو، نہ شرط واقف کے خلاف ہو، اور عام مسلمانوں نے اُن کو متولی کیا ہو یا اُن کی تولیت پر راضی ہوئے ہوں۔

(۳) اُن کا یہ فعل شرعاً جائز نہیں اور اُن پر صریح الزام ہے جبکہ وہ دربارہ وقف مخالفت شرع کریں اور دوسرے کو اس کی جانچ سے بھی باز رکھیں۔ حدیث میں ہے :

مَنْ اسْتَرْعى الذَّنْبَ فَقَدْ ظَلَمَ يَوْمَهُ جَسَّاسٌ يَكُونُ كَوَافِرٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ت)

(۵) یہ کارروائی محض ناجائز ہے کہ اس سے دفع ظلم کا سد باب مقصود ہے متعلق وقف نے قوانین احداث کرنے کا کسی کو اختیار نہیں جبکہ وہ شرع مطہر یا شرط واقف کے خلاف ہو نہ کہ ایسی صورت کہ مخالفت احکام شرعیہ کی جائے اور اس کی مخالفت کا دروازہ بند کرنے کو یہ قوانین وضع ہوں ایسا قانون اگر خود شرط واقف میں ہوتا مردود ہوتا وہ ہرگز نہ مانا جاتا، علما تصریح فرماتے ہیں کہ مثلاً واقف نے کسی کو متولی مقرر کیا اور یہ شرط لگا دی کہ اُسے کوئی معزول نہ کر سکے اور جو اُسے معزول کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہو اور حالت یہ ہو کہ متولی شرعاً رکھنے کے قابل نہیں تو فوراً بحال دیا جائے گا اور واقف کی ایک نہ سنی جائے گی اور اس کی وہ لعنت اسی پر واپس جائیگی کما فی الدر المختار۔

(۶) حرام ہے یہاں تک کہ ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد کو عاریتہ بھی دینا جائز نہیں کما فی العلمگیریۃ عن القنیۃ (جیسا کہ فقہ سے عالمگیر یہ میں ہے۔ ت) نہ کہ زید و عمرو کو نہ کہ نامشرق جلسوں کو۔ یہ سراسر وقف پر ظلم ہے جو ایسا کریں وقف سے اُن کا اخراج واجب ہے، کما صرح عن الوجیز والدر والدر (جیسا کہ وجیز، در اور در سے گزرا۔ ت)

(۷) غیر مسلم کو مال وقف سے بھیجنا تو کسی طرح جائز نہیں کہ وقف کا برخیر کے لئے ہوتا ہے اور غیر مسلم کو دینا کچھ ثواب نہیں کما فی البحر الرائق وغیرہ (جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ میں ہے۔ ت)، رہا غیر حاضرین مسلمانوں کے گھروں پر بھیجنا، اس میں وہی شرط واقف یا عملدرآمد قسیم کا لحاظ ہو گا بعض مسلمانوں کی دعوت اگر کسی مصلحت وقف کے لئے ہے تو جائز ہے جبکہ شرط واقف یا عملدرآمد کے موافق ہو یا کسی ضرورت خاصہ کے لئے ہو کما ذکرہ اللوصی فی مال الیتیم (جیسا کہ علما نے یتیم کے مال میں وصی کیلئے

فرمایا۔ ت) اور اگر بعض محترم اپنی بارات میں کسی کو کھلانا چاہیں جو ان صورتوں سے جدا ہو تو کھانا بھی حرام ہے اور کھلانا بھی حرام اور کھلانے والوں پر اس کا تاوان واجب۔

(۸) متولی وقت امین وقت ہے جبکہ اس طرح کا متولی ہو جو اوپر مذکور ہوا اگر اس سے اتفاقہ طور پر اپنے تقصیر و بے احتیاطی کے وقت کی کتاب یا کوئی مال تلف ہو جائے اس کا معاوضہ نہیں، اور اگر قصداً تلف کرے یا اگر اپنی بے احتیاطی سے ضائع کرے تو ضرور معاوضہ ہے یہی حکم ملازمان وقت کا ہے جبکہ وہ تصرف جو اس نے کتاب میں کیا اس کی ملازمت میں داخل؛ اور اسے جائز تھا، ورنہ اگر وقت کے کسی اور صیغہ کا ملازم ہے کتب خانہ پر اس کو اختیار نہیں، اور اس نے مثلاً کتاب کسی کو عاریتہ دے دی اور ضائع ہو گئی تو ضرور اس پر معاوضہ ہے، غیر شخص نے اگر وہ تصرف کیا تو منجانب وقت جس کی اسے اجازت تھی اور بے اس کی تقصیر کے کتاب ضائع ہو گئی مثلاً کتب خانہ وقت میں جا کر کتابیں دیکھنے کی اجازت ہو اور عام طور پر معمول ہو کہ کتب میں دیکھ کر اسی مکان میں رکھ آتے ہیں یا فلاں ملازم کو سپرد کر دیتے ہیں اور یہ اس قاعدہ کو بجالایا اور کتاب گم ہو گئی تو اس پر بھی معاوضہ نہیں، ورنہ اگر وہ تصرف کیا جس کی اسے اجازت نہ تھی یا بھی مگر اس کی تقصیر بے احتیاطی سے کتاب گئی تو ضرور تاوان دے گا، اور بہر حال معاوضہ اس کتاب کی قیمت یعنی بازار کے بھاؤ سے جو اس کے دام ہوں، کتاب کو علماء نے قیمتی سمجھایا ہے نہ مثلاً مگر اس وقت تک چھاپے نہ تھے، اور کہہ سکتے ہیں کہ اگر اسی چھاپے کی ہو یعنی اسی بار کی چھپی ہو اور کاغذ بھی ایک ہو اور جلد نہ بندھی ہو تو عجب نہیں کہ مثلاً ہو سکے، یعنی کتاب کے معاوضہ میں ایسی ہی کتاب دینی آئے مگر تحقیق یہ ہے کہ چھاپے اور کاغذ کی وحدت بھی مستلزم مشیت نہیں، ایک کاپی ایک پتھر پر چھپی ہوئی اس کے ہزار کاغذ اٹھائے جاتے ہیں کوئی ہلکا ہے کوئی بھرا ہوا، کوئی بہا ہوا ہے کوئی صاف ہے، تو بات وہی ہے جو علماء نے فرمائی کہ کتاب قیمتی ہے۔

(۹) حرام ہے، اور وہ چیز وہاں سے لی جائے گی اور نہ مل سکے تو ان سے تاوان لیا جائے گا ہم بحوالہ عالمگیری کہہ آئے کہ ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد کو عاریتہ دینا بھی ناجائز، نہ کہ غیر جگہ دے ڈالنا، جو ایسا کرے واجب العزل ہے۔

(۱۰) وقت کے لئے قوانین کے وضع کرنے کا حال اوپر گزرا کہ خلاف شرط واقع ہرگز جائز نہیں، اور جہاں جواز ہو وہاں قطعاً احکام شرعیہ ہی کا لحاظ فرض ہوگا، ان کے خلاف جس کسی کا بھی کہنا ہو مردود ہوگا، یہاں تک کثرت رائے دیکھی جاتی ہے نہ اتفاق رائے۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے: ان الحكم الا لله (حکم صرف



اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ت) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :  
 لا طاعة لاحد في معصية الله تعالى  
 اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ (ت)  
 واقف جس کے لئے تصریح ہے کہ دوبارہ وقف اس کی شرط مثل نص شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام واجب العمل  
 ہے اُس کا تو یہ حال ہے کہ اگر خلاف شرع شرط کرے مردود ہے ہرگز زمانی جائے گی، پھر زید و عمرو و مکینہ کیا چیز ہے  
 نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ما بال اقوام يشترطون شروطا ليست في  
 ایسی قوموں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں  
 كتاب الله فهو مردوان كانت مائة شرط  
 جو کتاب اللہ میں (جائز) نہیں، اور جو کتاب اللہ کے  
 شرط الله احق واثق به والله تعالى اعلم۔  
 خلاف شرطیں لگائے تو وہ مردود ہونگی اگرچہ ایسی سو  
 شرطیں ہوں، صرف اللہ تعالیٰ کی (مقبول) شرطیں ہی  
 حق میں اور ثقہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۳ از شہر بمبئی کا بیکر اسٹریٹ چھاج محلہ مرسلہ بدرالدین عبداللہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ  
 ۱۰۵  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ :

(۱) شہر بمبئی کی جامع مسجد کے اکثر مزیلیوں نے یہ رائے قائم کی کہ ایک کرایہ کی زمین لے کر اس پر ایک مکان  
 وقف کے سرمایہ سے بنایا جائے، جس مکان کی لاگت ایک لاکھ چودہ ہزار روپیہ تک ہو اس حالت میں  
 کہ شہر میں سیکڑوں مکانات و دوا می بیعنامہ پر مل سکتے ہیں وقف کی اس قدر بڑی رقم ایک کرایہ کی زمین پر  
 صرف کر دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مذکورہ بالا زمین کے مالک نے کرایہ زمین کی یہ صورت قائم کی ہے کہ زمین مذکور کی ایک خاص رقم قرار دی جائے  
 اور اس قیمت پر سالانہ فیصدی للہ روپیہ کے حساب سے جو سود ہے اس حساب سے زمین مذکور کا ماہوری  
 کرایہ قرار دیا جائے، آیا کرایہ کا یہ طریقہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۳) چونکہ فی الحال بوجہ جنگ مزدوری نکل رہی اور دیگر عمارتی اشیاء کی قیمتیں گنی بلکہ چار گنی ہو گئی ہے، ایسے  
 وقت میں وقف مسجد کے سرمایہ کو کرایہ کی زمین پر عمارت بنانے میں صرف کرنا اور تیار شدہ عمارتیں جو کثرت سے

لے المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دار الفکر بیروت ۱۲۳/۳  
 صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۷۷/۱  
 صحیح مسلم کتاب العتق باب بیان ان الولاء من اعتق " " " ۲۹۳/۱



ملتی ہیں انھیں نہ خریدنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

سائل نے کچھ بیان نہ کیا کہ یہ عمارت زر مسجد سے کیوں بنائی جاتی ہے اور وہ غرض اغراض وقف مسجد میں داخل ہے یا نہیں اگر ان اغراض سے خارج ہے تو نہ خریدنا جائز نہ کرایہ پر لینا، اور اگر داخل ہے تو اس غرض کا حصول خاص اس زمین سے تعلق رکھتا ہے جسے متولی کرایہ پر لے کر عمارت بنانا چاہتے ہیں یا اور مکانوں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے اگر آدمی مکانوں سے بھی حاصل ہے اور وہ مول مل سکتے ہیں اور جدید عمارت بنانے اور کثیر کرایہ دینے سے خریداری میں فتنہ ہے تو متولیوں کو ہرگز جائز نہیں کہ یہ صورت کرایہ اختیار کر کے وقف کو نقصان پہنچائیں،

فان الولاية مشروطة بالنظر ولا نظر ولايت مشروطة بشفقت ہے اور ضرر میں شفقت فی الفور۔ نہیں ہے (ت)

سود ملحوظ کر کے مقدار کرایہ معین کرنا ایک ناپاک بات اور گنہہ لحاظ ہے لیکن اگر معین ہو جائے تو اس کرایہ میں حرج نہیں، مثلاً ہزار روپیہ کی قیمت ہے تو وہ نجس حساب لگا کر پونے چار روپیہ مہینہ کرایہ قرار دیا تو وہ نجاست اس لحاظ ہی میں رہی کہ کرایہ میں نہ آئی، یہ ایسا ہوا کہ ابستہ کہنا کہ یہ زمین اتنی مدت کو پونے چار روپیہ کرایہ پر کر دی، تیسری بات کا جواب مضمون بالا میں آگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۶ از سہسوان ضلع بدایوں قاضی محلہ مرسلہ سید پرورش علی صاحب ۱۴ رجب ۱۳۳۷ھ حضور نے تنخواہ ماہوار متولی وقف کو اجیر مثل کا فتویٰ لکھا ہے، لہذا عرض ہے کہ مدرسہ اسلامیہ حنفیہ سہسوان کی زمین موقوفہ سہسوان سے تین کوس ہے متولی کو سواری و خوراک مع سپاہی فصل ہنگام تحصیل وقت سے ملے گی۔ نذر، بھٹیٹ روپیہ، پٹہ و قبولیت بھی حسب رواج ہنگام ماہوار اس کی تنخواہ کار روپیہ مناسب ہے کاشتکاروں سے وصول کر کے مدرسہ پر صرف کرنا، مدرسوں کو ماہوار دینا، تعمیر و مرمت وغیرہ میں خرچ کرنا مالگزار کی گورنمنٹی ادا کرنا اس کا کام ہے اتنے کام کی کتنی اجرت ہوگی۔

### الجواب

وقف سے سواری اور ایام کارگزاری کی تنخواہ ملے گی اور ضرورت ہو تو ان ایام میں سپاہی کی تنخواہ بھی، تنخواہ کا تعین کام کی کمی بیشی اور ہر جگہ کے عرف پر ہے، پٹہ اور قبولیت کا نذرانہ اور اس قسم کے زائد اور بے اصل رقوم کہ رائج ہو رہی ہیں شرعاً باطل ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر بریلی محلہ فراشی مسئلہ مولوی عبدالعزیز قدرت اللہ خان صاحب

۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ کسی نے دو یا تین مسجدوں کے واسطے نام بنام الگ الگ روپیہ وصیت نامہ سے وقف کیا کہ فلاں مسجد کو اتنا اور فلاں کو اتنا ماہوار دیا جائے، اب خود اس نے ایک مسجد کے نام کا روپیہ دوسری مسجد میں لگا دیا اور اس دوسری مسجد کے نام کا روپیہ بھی اُسی دوسری مسجد میں لگا دیا، دونوں مسجدوں کے نام ماہوار وقف کیا ہے، سوال یہ ہے کہ دوسری مسجد کے ماہوار میں سے پہلی مسجد کا روپیہ ادا کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور آئندہ بھی ایک مسجد کا ماہوار دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز ہے تو اُس کو ادا کرنا ضرور ہے یا نہیں؟ یہ بھی واضح ہو کہ ہر ایک مسجد کے واسطے خاص خاص دکانوں کا کرایہ وقف ہے واقف زندہ ہے اور وصیت نامہ اسی کے قبضہ میں ہے جو رجسٹری شدہ ہے۔

### الجواب

جب وقف کی وصیت کی ہے تو اُس کا نفاذ بعد موت واقف ہوگا، زندگی میں اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از فیض آباد چوک مسجد شاہ ناٹ مسئلہ حافظ عبدالرحمن صاحب پیش امام ۱۶ شعبان ۱۳۳۴ھ  
حضرات علمائے کرام سوالات ذیل میں ازوف شرع شریف کیا حکم فرماتے ہیں:

(۱) مسجد کے متعلق مسجد کی ضرورت سے پاخانہ بنا ہوا تھا اور وہی استنجاخانہ بھی تھا، مسجد کے متعلق ایک مقبوضہ اساصحن مسجد کے دکن جانب تھا جس کا حلقہ پختہ دیوار سے تھا اور اسی حلقہ کے گوشہ میں مسجد کا استنجاخانہ تھا جس میں نمازیان مسجد اور مسافران طہارت اور رفع حاجت کرتے تھے۔ زید نے ایک مدرسہ بنانا چاہا جس کے واسطے عمر و نے اپنی ملک سے مدرسہ کے لئے مسجد کے خلف سے ملی ہوئی زمین دی تھی، زید کو وہ حلقہ جو مسجد کے متعلق تھا اور پاخانہ دونوں وہ بھی زید نے کھود ڈالا اور تھینا دو گز زمین چوڑائی میں اور جتنی دور پاخانہ تھا اور اسی سیدھا اتنی ہی زمین چوڑائی میں ۵ خواہ ۶ گز تک لمبائی میں سب بغیر عمام مسلمانوں کی اجازت کے غصب کر کے اپنا مدرسہ بڑھا کر تینا لیا اور تھینا تین ہزار اینٹ اسی حلقہ کی جو کھود ڈالی تھی وہ بھی مدرسہ میں لگائی، عام مسلمانوں نے سکوت کیا بوجہ اس کے کہ چند مسلمان ہنجیال زید کے اُس کے شریک رہے۔ مسلمانوں نے چندہ جمع کر کے یہ سب بنوایا تھا کچھ دخل نہ دیا۔ کیا شرعاً زید کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ مسجد کا پاخانہ توڑ ڈالے اور معہ پاخانہ کی زمین کے بغیر اجازت عام مسلمانوں کے غصب کر کے مدرسہ بنائے، اینٹ پاخانہ اور حلقہ کی مدرسہ میں لگا لے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایسی حالت میں جبکہ وہ پاخانہ اور استنج خانہ نمازیان مسجد اور مسافران مسجد کے لئے تھا جس کے کھود ڈالنے سے نمازیوں کو برابر تکلیف رہی اور ہے، زید کا پاخانہ کھود ڈالنا اور مسجد کی مندریات کا خیال نہ کرنا اور ایسی زمین کو مدر سر میں داخل کرنا یہ سب شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور زید اس سے گنہگار ہوا یا نہیں؟

(۳) زید نے مسجد کی پشت پر کا پختہ پشتہ ایک ثلث جو حفاظت دیوار مسجد کے لئے بنایا جاتا ہے کھود ڈالا اور پاخانہ غسل خانہ اور اس کی بدرو (نالی) کا حوض مسجد کے پشت دیوار سے بالکل ملا ہوا بلکہ ایک گڑھی نکال کر بنایا جس سے مسجد میں بوجھ بھی آئے گی، دیوار پشت مسجد میں فوٹا (شوہ) بھی لگے گا مسجد کی بھرتی بھی ہے کہ پشت مسجد پر پاخانہ بنا ہے، آیا یہ سب فعل زید کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ شرع دیوار مسجد میں اجازت دیتی ہے کہ مسجد کا پشتہ و زمین پاخانہ کی ضرورت کو کھود ڈالا جائے کہ پاخانہ کی جگہ کچھ کم تھی یا پاخانہ بن نہ سکتا۔ مسجد کی پشت پر سے مہتر آوے گا حوض کا پانی جو بالکل نجاست غلیظہ ہے جس سے مسجد دیوار پر ضرور چھینٹ پڑے گی۔

(۴) زید نے یہ سب کچھ کیا خود اور چند مسلمانوں کی مدد سے، مگر مسلمانان شہر جس میں ہر قسم کے لوگ ہیں زید کی ان تمام باتوں کے خلاف یہ سب زمین مسجد پاخانہ اور وہ زمین جو اس کے متصل مسجد کے متعلق ہے اور اس کی اینٹ سب اپنے تحت تصرف میں لانا بھی سخت خلاف اور ناجیدہ ہیں اس کو جائز نہیں سمجھتے، لہذا شرعاً ہم سب مسلمانوں کو سکوت کرنا چاہئے یا کہ دخل دینا چاہئے اور یہ سب زمین علیحدہ کر لینا چاہئے؟ امید کہ تشفی بخش جواب ہم غریب مسلمانوں کو مرحمت ہوئے مع دلیل کے کیونکہ زید بھی مولوی ہے بغیر دلیل کے وہ ہم لوگوں کی کیوں مانے گا۔

(۵) کیا زمین متعلقہ مسجد یا استنج خانہ وغیرہ وغیرہ مسلمانوں کی اجازت سے شرعاً منہدم ہو سکتا ہے ایسی حالت میں جبکہ وہ مسجد کے کام میں نہ آئے بلکہ دوسرے کام میں آئے وہ اجازت کے مجاز ہیں۔

(۶) مسجد میں پاخانہ یا پیشاب خانہ بنانے میں کچھ پورب کچھ میں فرق ہے یا نہیں؟ اور مسجد سے کتنے فاصلہ پر پیشاب خانہ بنانا چاہئے اس کی کوئی حد شرعاً جو ہو حکم فرمایا جائے اور نجاست کے پانی سے مسجد کی دیوار میں اگر اثر پہنچے تو شرعاً کچھ حرج ہے یا نہیں؟

### الجواب

(۲ و ۱) یہ فعل زید کا حرام قطعی ہے ایک وقف جس غرض کے لئے وقف کیا گیا ہے اُسی پر رکھا جائے اُس میں تو تغیر نہ ہو مگر عینت بدل دی جائے مثلاً دکان کو رباط کر دیں یا رباط کو دکان، یہ حرام ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لايجوز تغيير الوقف عن هيئته۔ وقف جائداد کی ہیئت کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا (ت) نہ کہ سرے سے موقوف علیہ بدل دیا جائے متعلق مسجد کو مدرسہ میں شامل کر لیا جائے یہ حرام ہے اور سخت حرام ہے۔

(۳) یہ بھی زید کا ویسا ہی تصرف ہے، حرام و ناجائز ہے۔ مسجد کا پشتہ کھودنا حرام اور اُسے ماورائے مسجد دوسرے کام خصوصاً ایسے ناپاک کام میں صرف کرنا صریح ظلم و غصب و بھرتی مسجد ہے۔ صحیح حدیث کا ارشاد ہے کہ جو ایک بالشت زمین غصب کرے گا زمین کے ساتوں طبقوں تک اتنا حصہ توڑ کر روز قیامت اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا۔

(۴) مسلمانوں کو زید کی ایسی بیجا و ست برد و ظلم پر سکوت حرام ہے اور چارہ جوئی فرض۔ لازم ہے کہ بذریعہ حکومت مسجد کی وہ پہلی زمین اور پشتہ کی زمین سب اُس کے قبضہ سے نکلوانی جائے اور پہلے جس حالت پر تھی اسی حالت پر جبراً اس سے کرائی جائے اور جتنی اینٹیں اُس نے تصرف میں کر لی ہیں وہ متمیز ہوں تو واپس لی جائیں ورنہ اُن کی قیمت لی جائے اور جتنے دنوں یہ استغنا خانہ و پشتہ وغیرہ کی زمین اس کے قبضہ میں رہی یا تا انفصال رہے اس سب کا کرایہ اُس سے مسجد کے لئے لیا جائے کما قد فصوا علیہ قاطبہ فی الکتب المعتمدۃ (جیسا کہ تمام معتبر کتب میں اس پر نص موجود ہے۔ ت)

(۵) مسلمانوں کو تغیر وقف کا کوئی اختیار نہیں تصرف آدمی اپنی ملک میں کر سکتا ہے وقف مالک حقیقی حل و علا کی ملک خاص ہے اُس کے بے اذن دوسرے کو اس میں کسی تصرف کا اختیار نہیں۔

(۶) مسجد کو بوسے بچانا واجب ہے ولہذا مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام، مسجد میں دیا سلائی سلگانا حرام، حتیٰ کہ حدیث میں ارشاد ہوا:

وان یمر فیہ بلحم فتیٰ یعنی مسجد میں کچا گوشت لے جانا جائز نہیں حالانکہ کچے گوشت کی بو بہت خفیف ہے تو جہاں سے مسجد میں پہنچے وہاں تک حمانعت کی جائے گی، مسجد عام جماعت کیلئے بنائی جاتی ہے اور جماعت ہر مسلمان پر واجب ہے یہاں تک کہ ترک جماعت پر صحیح حدیث میں فرمایا، ظلم ہے اور کفر ہے۔ اور اتفاق یہ کہ آدمی اللہ کے منادی کو پکارتا ہے اور حاضر نہ ہو۔ صحیح مسلم شریف میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے:







مسجد کی روشنی کے لئے قبل از چند سال بصر صرف مبلغ دس بارہ ہزار روپیہ ہانڈیاں و جھومر بلوری وغیرہ اسباب روشنی کا خرید کر کے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر مشاوریں قدیم نے انتظام کیا تھا بعد از چند سال مشاوریں جدید نے اس انتظام کو ناقابل و غیر مکتفی سمجھ کر تقریباً بیس ہزار روپیہ سے زیادہ صرف مال وقت سے گیس کی روشنی کی تجویزی اور طبقہ زیریں و بالا گیس کے نل وغیرہ سقف و جدار مسجد میں نصب کئے گئے تھے اور چند سال تک یہ گیس یعنی دھان کی روشنی کا مسجد میں انتظام رہا، مگر جبکہ مسجد بطریق بیان بالا ترمیم و تغیر کرنے میں آئی اس وقت یہ سب گیس کی روشنی کے نل وغیرہ جو کہ سقف و جدار میں نصب کئے گئے تھے ضائع و خراب و برباد ہوئے پھر تجدیداً حضرات مشاوریں نے بکثرت رائے مشاوریں نے سرے سے گیس کی روشنی کا انتظام کیا اور طبقہ زیریں میں سقف و جدار میں نل نصب کئے اس امر کو ایک سال کا عرصہ منقضی نہیں ہوا ہے کہ مشاوریں مذکور چاہتے ہیں کہ مسجد میں برقی روشنی اور برقی پنکھوں کا انتظام و اہتمام بصر مال مسجد کیا جائے پس جملہ احوال سوال مذکور پر غور فرما کر بیان فرمادیں کہ یہ جو وقتاً فوقتاً دربارہ روشنی اخراجات کثیرہ کئے گئے ہیں یہ مال وقف میں تصرف بیجا و نازیبا ہے شرع میں یا نہیں، بیان فرمائیں۔

ثانی یہ کہ جب مسجد ایسی جگہ واقع ہے جس کے چاروں طرف کوئی مکان نہیں ہے اور مسجد مذکور کے دیواروں میں دیکھائے کلاں بکثرت بنائے گئے ہیں اور ہر وقت ہوا و ہاں موجود و متموج ہے بلکہ بعض وقت حسب بیان سوال اول کھڑکیاں بسبب کثرت ہوا کے بند کی جاتی ہیں، پس ایسی صورت میں مال وقف سے برقی پنکھے مسجد میں نصب کرنا شرعاً درست ہیں یا نہیں؟

تیسرے یہ کہ تجربتاً یہ امر ظاہر ہے کہ جب برقی پنکھا چلایا جاتا ہے اس وقت اُس سے ایک آواز آتی ہے جو ضرور محل نماز و مبطل خشوع و خضوع، بناءً علیہ اس طرح کے پنکھے بلا ضرورت بصر مال مسجد بنانا شرعاً جائز ہیں یا نہیں؟

(۴) یہ امر تحقیق تمام ثبوت کو پہنچا ہے کہ پنکھا چلانے کے ڈبے میں جو گریس ڈالا جاتا ہے وہ اشیاء ناپاک و نجس سے مخلوط ہے اس صورت خاص میں بھی ان پنکھوں کے مسجد میں لگانے کا بصر مال وقف شرعاً کیا حکم ہے؟

(۵) یہ کہ ماہرین فن ایلیکٹری سے یہ بات بخوبی معلوم ہوئی ہے کہ بہ نسبت گیس کی روشنی کے ایلیکٹری کی روشنی و برقی پنکھوں میں زیادہ تر خوف آتشزدگی ہے چنانچہ ایلیکٹری سے اس قسم کی آتشزدگی کے واقعات بہت ہو چکے ہیں جس سے بہت لوگ واقف ہیں، پس صورت مذکور میں ایسی خوفناک وحشت آمیز چیز کا نصب کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۶) یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بقول اطباء روشنی برقی مضر بصارت ہے اور برقی پنکھوں کی ہوا

بھی نقصان رساں صحت ہے چنانچہ اس قبیل کا ایک مضمون اخبار طبیب مورخہ یکم جون ۱۳۲۵ء مطبوعہ  
جو اخبار کہ لبر پستی جناب ساذق الملک مولوی حکیم اجمل خاں صاحب بہادر رئیس اعظم دہلی نکلا کرتا ہے، پس  
ایسی مفرت رساں صحت کا مسجد میں آویزاں کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ یقیناً تو جہر واد۔

## الجواب

(۱) یہ تصرفات محض ظلم و اسراف و تضييع مال اوقاف میں۔ علماء نے ایک چراغ وقف کے صبح تک  
روشن رکھنے کو ناجائز بتایا جب تک واقف سے نصاً یا عرفاً اس کی اجازت ثابت نہ ہو نہ کہ بار بار یہ ہزار ہا  
روپوں کا صرف بیکار، متولیوں کو کسی صرف جدید کے احداث کی اجازت نہیں ہو سکتی، اگر بلا مسوغ شرعی اس  
میں مال وقف صرف کرینگے وہ صرف ان کی ذات پر پڑے گا اور جتنا مال مسجد اُس میں خرچ کیا اُس کا تاوان ان  
پر لازم ہوگا۔ واقف نے اگر مسجد میں کنگرے نہ بنائے تھے اور متولی مال وقف سے بنائے گا کنگرہ ہوگا  
اور تاوان دے گا نمازیوں کو اگر بے منارہ کے اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے تو متولی مال مسجد سے منارہ نہیں  
بنا سکتا، بنائے گا تو اس پر تاوان آئے گا، واقف نے فراش مسجد کا کوئی وظیفہ نہ رکھا تھا، متولی تو  
متولی حاکم کو حلال نہیں کہ اُس میں فراش کا وظیفہ حادث کرے، نہ فراش کو وہ وظیفہ لینا حلال۔ بنائے مسجد  
بسکہ عمدہ و محکم تھی تو متولیوں کو اس کا شہید کرنا اور نقشہ بدلنا اور اس میں مسجد کے تین لاکھ روپے اڑا دینا اور  
اس کے سبب بیس ہزار کے تل برباد کرنا اور پھر گلیاں کی روشنی میں بیس ہزار اور اڑانا، اور اب اسے بھی  
تباہ کر کے برقی روشنی کی کوشش کرنا اور اس میں مال مسجد برباد کرنا، یہ تمام افعال حرام تھے اور ہیں، متولیوں  
پر ان لاکھوں روپوں کا تاوان لازم ہے کہ اپنی گرہ سے ادا کریں، اور واجب ہے کہ ایسے مصرف متولی معزول  
کئے جائیں اور ان کی جگہ مسلمان متدین ہوشیار کارگزار خدا ترس دیاندار مقرر کئے جائیں۔ عالمگیر یہ ہے:

لو وقف علی دھن السراج للمسجد  
لا يجوز وضعه جميع الليل بل بقدر  
حاجة المصلين ويجوز الى ثلث الليل  
ونصفه اذا احتيج اليه للصلاة فيه  
كذا في السراج الوهاج ولا يجوز  
ان يتروك فيه كل الليل الا في  
موضع جوت العادة فيه بذلك  
كمسجد بيت المقدس ومسجد النبي صلى  
الله تعالى عليه وسلم والمسجد الحرام

اگر مسجد کے چراغ کے تیل کے لئے کوئی وقف کیا تو تمام  
رات چراغ روشن رکھنا جائز نہ ہوگا بلکہ صرف نمازیوں  
کی ضرورت کے مطابق اور تہائی رات تک، اگر  
ضرورت ہو تو نصف رات تک روشن رکھا جائے  
تاکہ نمازی عبادت کر سکیں، یونہی السراج الوہاج  
میں ہے۔ اور تمام رات چراغ روشن رکھنا جائز  
نہیں، یا ایسے مقامات جہاں ایسی عادت جاری  
چلی آرہی ہے، جیسا کہ مسجد بیت المقدس اور  
مسجد نبوی اور مسجد حرام میں ہے، یا واقف نے تمام

رات روشن رکھنے کی شرط لگا رکھی ہو جیسا کہ ہمارے  
زمانہ میں یہ عادت بن چکی ہے، بحر الرائق میں  
یونہی ہے (ت)

او شرط الواقف تركه فيه كل الليل كما جرت  
به العادة في زماننا كذا في البحر الرائق

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے،

مفتظم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ مسجد کی عمارت  
پر وقف مال سے کوئی بالا خانہ بنائے، اگر اس  
نے ایسا کیا تو وہ اس مال کا ضامن ہوگا۔ (ت)

ليس للقيم ان يتخذ من الوقف على  
عمارة المسجد شرفا من ذلك و لو  
فعل يكون ضامنا

خزانة المفتين میں ہے،

ارد گرد کے لوگوں کو آواز پہنچانے کے لئے مسجد  
کے وقف کی آمدنی سے مینار بنانا جائز ہے بشرط  
ضرورت، اور اگر مینار کے بغیر اذان کی آواز لوگ  
سُن لیتے ہوں تو پھر جائز نہیں (ت)

يجوز ان يبني منارة من غلة وقف  
المسجد ان احتاج اليها ليكون اسمع  
للجيران وان كانوا يسمعون الا اذا  
بدون المنارة فلا

عقود الدرر میں ہے،

قاضی کو وقف میں نئی عمارت بنانا ضرورت شرعی کے بغیر  
جائز نہیں تو متولی کیسے کر سکتا ہے جبکہ ذخیرہ اول  
ولوالحیہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ اگر قاضی نے واقف  
کی شرط کے بغیر مسجد کے لئے صفائی والا مقرر کیا تو  
اسے جائز نہیں اور اس صفائی والے کو مقرر وظیفہ  
لینا جائز نہیں، اور بحر میں فرمایا اگر تیرا اعتراض ہو  
کہ صفائی والے کی تقرری میں اصلاح کی صورت ہے  
تو میں کہتا ہوں کہ اس تقرری کے بغیر بھی مسجد کی

القاضی ليس له الاحداث بدون مسوغ شرعي  
فكيف المتولى وقد صرح في الذخيرة و  
الولوالحیة وغيرهما بان القاضی اذا قرر  
فراشا للمسجد بغیر شرط الواقف لم يحل  
للقاضی ذلك ولم يحل للفراش تناول  
المعلوم قال في البحر فان قلت في تقرير الفراش  
مصلحة قلت يمكن خدمة المسجد بدون  
تقريره بان يستأجر المتولى فراشا

له والمنوع تقريرة في وظيفة تكون حقاله.

خدمت ممکن ہے کہ متولی کسی کو اجرت دے کر کرائے  
جبکہ مستقل تقرری جس پر وظیفہ مقرر ہو منع ہے (ت)

ہندیہ پھر طحاوی پھر شامی میں ہے،

مسجد مبنی اسرادرجل ان ینقضہ ویبئہ  
ثانیا احکم من البناء الاول لیس له ذلك  
لانہ لا ولاية له، مضمرات، الا ان یخاف  
ان ینہدم، تا تأرخانیة، و تاویلہ ان لم  
یکن الباقی من اهل تلك المحلة اما  
اهلها فلم یمنع ان ینہدموا ویجددوا بناءه  
لکن من مالہم لا من مال المسجد الا بامر  
القاضی ۛ

تعمیر شدہ مسجد کو اگر کوئی شخص نئی مضبوط عمارت  
بنانا چاہے تو اسے یہ اختیار نہیں کیونکہ اس کو  
یہ ولایت حاصل نہیں ہے، مضمرات۔ مگر اس  
صورت میں جب عمارت منہدم ہونے کا خطرہ ہو،  
تتاؤرخانیہ۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ تعمیر کرنے والا  
محلہ دار نہ ہو، اگر وہاں کا محلہ دار ہو تو محلے والوں کو  
اختیار ہے اگر دوبارہ تعمیر کریں لیکن اپنے مال سے  
نہ مسجد کے مال سے، یاں اگر قاضی کی اجازت ہو تو  
مسجد کا مال خرچ کر سکتے ہیں۔ (ت)

خلاصہ و تنویر الالبصار میں ہے:

لاباس بنقشه خلا محرابه بجص و  
ماء ذهب بماله لا من مال الوقف  
وضمن متولیه لوفعل ۛ

جص اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش و نگار محراب  
کو چھوڑ کر کرنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی ذاتی مال سے کرے  
وقف کے مال سے جائز نہیں، اگر متولی نے ایسا کیا تو  
ضامن ہوگا۔ (ت)

بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے،

اما من مال الوقف فلا شك انه لا يجوز  
للمتولى فعله مطلقا لعدم المناطة  
فيه ۛ

لیکن وقف مال سے ایسا کرنا بلاشبہ متولی کو مطلقاً  
جائز نہیں کیونکہ اس میں وقف کا کوئی فائدہ  
نہیں ہے (ت)

ۛ العقود الدریة فی فتح الفتاوی الحامیة کتاب الوقف الباب الثانی ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۲۰/۱  
ۛ فتاوی ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۴۵۷/۲  
ۛ در مختار کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة مطبع مجتبائی دہلی ۹۳/۱  
ۛ رد المحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۳/۱



در مختار میں ہے :

الاذا كان الواقف فعل مثله لقولهم انه  
يعمل الوقف كما كان

ہاں اگر واقف ایسا کرتا رہا ہو تو پھر وقف مال سے  
جائز ہے کیونکہ فقہائے فرمایا ہے کہ متولی اسی طرح  
تعمیر کرے جس طرح پہلے تھی (ت)

فتح القدير پھر شرح علامہ سیری پھر ابن عابدین میں ہے :

الواجب ابقاء الوقف على ما كان عليه دون  
زيادة ولا موجب لتجوية لان الموجب  
الشرط والضرورة ولا ضرورة في هذا اذ لا يجب  
الزيادة بل بتقيده كما كان

وقف کو اپنی اصلی حالت پر رکھنا واجب ہے کوئی زیادتی  
نہ کی جائے کیونکہ اس کو جواز کا کوئی موجب نہیں ہے کیونکہ  
موجب صرف واقف کی شرط یا ضرورت ہے اور  
اس میں کسی زیادتی کی ضرورت نہیں بلکہ جیسے تھا  
وہیے باقی رکھے۔ (ت)

(۲) اوّلہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے کہ مسجد میں فرشی پنکھا لگانا مطلقاً ناپسندیدہ ہے :

مدخل الى الشريعة میں ہے :

قد منع علماءنا رحمهم الله تعالى  
المراوح اذ ان اتخاذها في المسجد  
بدعة

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرشی پنکھا  
مسجد میں لگانا جائز کہا ہے کیونکہ مسجد میں ایسا کرنا  
بدعت ہے۔ (ت)

ثانیاً جب یہ حالت ہے کہ حاجت اصلاً نہیں تو اپنے مال سے بھی جائز نہیں، نہ کہ مال وقف سے۔  
قال الله تعالى :

ولا تسرفوا ان الله لا يحب المرففين

اسراف نہ کرو اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو  
پسند نہیں کرتا۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

ان الله تعالى كره لكم ثلاثا

۱۔ در مختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۹۳/۱

۲۔ فتح القدير کتاب الوقف مکتبہ نورید رضویہ سکھر ۲۴۰/۵

۳۔ المدخل لابن الحاج فصل فی ذکر البدع التي الخ دار الکتاب العربی بیروت ۲۲۲/۲

۴۔ القرآن الکریم ۱۴۱/۶



قیل وقال وكثرة السؤال و اضاعة المال۔ فرمایا ہے قیل وقال، بغیر ضرورت سوالات کی کثرت اور مال کا ضیاع۔ (ت)

ثُمَّ لَئِنْ رُفِعَ فِي يَوْمٍ فِي حَرْفٍ جَدِيدٍ كَأَحْدَاثٍ هِيَ جَسَدٌ كَيْفَ تَمُوتُ لِيُكْفَى لَهَا مَقَامُهَا۔  
رَبَّنَا جَبِّ طَبَّا اس پنکھے کی ہوا مضر صحت ہو تو اُس کا کسی مسلمان کے گھر میں بھی اپنے یا اس کے مال خاص سے بھی لگانا جائز نہ ہو گا نہ کہ مسجد میں نہ کہ مال وقف سے، کمایا تھی۔

(۳) بیشک مسجد میں ایسی چیز کا احداث ممنوع بلکہ ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے :

كُرِهَ وَقْتُ حَضَرِ طَعَامٍ تَأْتِي نَفْسَهُ إِلَيْهِ وَ  
كَذَا أَكْلُ مَا يَشْغُلُ بَالَهُ عَنِ أَفْعَالِهَا وَيُخْلِ  
بِخُشُوعِهَا كَأَنَّهَا مَكَانٌ۔  
نفس کی خواہش ہو تو کھانے کے وقت نماز مکروہ ہے  
اور یونہی ہر وہ چیز جس سے نماز میں دل مصروف  
رہے اور خشوع میں خلل انداز ہو، جو بھی ہو۔ (ت)

نیز شرح تنویر میں ہے :  
وَلِذَا تَكْرَهُ فِي طَاحُونٍ (اسی لئے چکی خانہ میں نماز مکروہ سے۔ ت)  
ردالمحتار میں ہے :

لَعَلَّ وَجْهَهُ شَغَلَ الْبَالُ بِصَوْتِهَا۔  
ہو سکتا ہے اس کی وجہ چکی کی آواز سے دل کی  
مشغولیت ہو (ت)

(۴) اس صورت میں وہ پنکھا مطلقاً خود ہی ناجائز ہے اگرچہ پہلی چار وجہ نہ بھی ہوتیں۔ تنویر الابصار میں ہے :

كُرِهَ ادْخَالُ نَجَاسَةٍ فِيهِ فَلَا يَجُوزُ الْاِسْتِصْبَاحُ  
بِدَهْنٍ نَجَسَ فِيهِ۔  
مسجد میں نجاست کا داخل کرنا منع ہے اس لئے  
نپاک تیل سے مسجد میں چراغ روشن کرنا جائز نہیں۔ (ت)

۲۴۶/۴	دار الفکر بیروت	حدیث المغيرة بن شعبه	۱ مسند احمد بن حنبل
۶۲/۱	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الصلوة	۲ درمختار
"	" " "	"	۳ " "
۲۵۵/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۴ ردالمحتار
۹۳/۱	مطبع مجتبائی دہلی	باب ما یفسد الصلوة	۵ درمختار شرح تنویر الابصار

(۵) یہ بھی کافی وجہ اس روشنی اور پٹکے کی ممانعت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مراحدکم فی مسجدنا اوف سوقنا و  
معہ نبل فلیمسک علی نصالہا بکفہ  
لا یعتز مسلماً۔ رواہ البخاری و مسلم و  
ابوداؤد و ابن ماجہ عن ابی موسیٰ الاشعری  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
جب تم ہماری مسجد و بازار سے گزرو تو اپنے نیزوں  
کے پچالوں کو قابو رکھو اگر پاس نیزے ہوں تاکہ کسی  
مسلمان کو نہ لگے۔ اس کو بخاری، مسلم، ابوداؤد  
اور ابن ماجہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،  
اذا نتم فاطفئوا السراج فان الفاسرة  
تأخذ الفتیلة فتحرق اهل البيت۔ رواہ  
احمد و الطبرانی و الحاکم بسند صحیح  
عن عبد اللہ بن سرجس و الحدیث فی  
الصحیحین من وجوہ۔  
جب سونے کا ارادہ ہو تو چراغ کو بجھا دو، ممکن ہے  
کہ چوبیا چراغ کے فیلہ کو کھینچ کر گھروالوں کو جلا دے،  
اس کو احمد، طبرانی اور حاکم نے صحیح سند  
کے ساتھ عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
روایت کیا ہے، اور صحیحین میں یہ روایت کئی طرق سے  
مروی ہے۔ (ت)

(۶) جب از روئے طب اُن کا مضر ہونا ثابت ہو تو یہ ایک اعلیٰ وجہ عدم جواز ہے کہ اس میں مسلمانوں کو  
ضرر رسانی ہے اور یہ حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،  
لا ضرر و لا ضرار۔ رواہ احمد و  
ابن ماجہ عن ابن عباس و ابن ماجہ عن  
عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔  
ضرر رسانی ناجائز ہے۔ اس کو احمد اور ابن ماجہ  
نے ابن عباس سے اور ابن ماجہ نے عبادہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اس میں مسلمانوں کی بدخواہی ہوئی اور یہ خلاف دین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،  
ان الدین النصیحة لله و لکتابہ و لرسولہ  
بلا شبه دین اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، اس کی

صحیح البخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حمل السلاح فلیس منا قیدی کتبہ کراچی ۲/۱۰۴

مسند احمد بن حنبل حدیث ابوموسیٰ الاشعری دار الفکر بیروت ۳۹۴/۴  
کے " " " عبد اللہ بن سرجس " " " ۸۲/۵  
کے " " " اخبار عبادۃ بن الصامت " " " ۳۲۴/۵

ولا ئمة المسلمين وعامتهم۔ رواہ احمد  
 و مسلم و ابوداؤد و النسائی عن تمیم الداری  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 رسول اور مسلمانوں کے ائمہ اور عوام الناس کے لئے  
 خلوص کا نام ہے۔ اس کو مسلم، ابوداؤد، نسائی  
 نے تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۱ از بہاولپور ریاست سپرنٹنڈنٹ یتیم خانہ و سکریٹری اوقاف ۹ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ بخشنہ  
 حضور ایک کمیٹی ریاست بہاولپور میں منتظم آمدنی و خرچ اوقاف مساجد کی ہے اس کو دو مسئلہ کی  
 اس وقت ضرورت ہے اس پر شرعی فتوے سے روشنی فرما کر بار احسان فرمائیں،  
 اول مسجد کی جائیداد وقف کی آمدنی کسی دوسری مسجد کے مصارف میں خرچ ہو سکتی ہے یا نہ؟  
 دوم اگر کوئی شخص سال تمام کے وعدہ پر دکان وقف کو کرایہ پر لے اور درمیان سال میں بوجہ بیماری  
 وغیرہ چھوڑ دے تو کیا ممبران اوقاف باقیماندہ کرایہ چھوڑ سکتے ہیں؟ فقط۔

### الجواب

(۱) ہرگز جائز نہیں یہاں تک کہ اگر ایک مسجد میں لوٹے حاجت سے زائد ہوں اور دوسری میں نہیں تو  
 اس کے لوٹے اس میں بھیجے کی اجازت نہیں۔

(۲) اگر اس نے عذر صحیح شرعی سے چھوڑا تو باقیماندہ کرایہ چھوڑا جائے گا ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 مسئلہ ۱۲۲ از انجمن اسلامیہ بریلی ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ  
 بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یتیم خانہ اسلامیہ بریلی میں وہ یتیم  
 جن کی عمر ۱۶ سال ۲ ماہ کی ہے ان کی یہ دریافت طلب ہے کہ اس عمر والوں کو بموجب شرع شریف کے پرورش  
 کرنے اور روٹی کپڑا دینے کا باریتیم خانہ کے ذمہ ضروری ہے یا نہیں؟ ان لڑکوں کی حالت یہ ہے کہ سر دست یہ  
 اس قابل نہیں ہوئے کہ یتیم خانہ سے نکلتے ہی وہ خود اپنے قوت بازو سے معاش حاصل کر سکیں، اور اندیشہ  
 ہے کہ ان کو اگر اس طرح چھوڑ دیا جائے گا تو یہ آوارہ گردی اور بد اطواری میں مبتلا ہو جائیں گے، اور امید ہے  
 کہ چھ سات ماہ کوشش کر کے ان کو اس قابل کر دیا جائے گا کہ وہ کوئی پیشہ یا صنعت سیکھ کر اپنی معاش  
 و بہ حلال سے پیدا کر سکیں گے اور اس عرصہ میں ان کے واسطے کوئی صورت معاش حاصل کرنے کی پیدا کر دی جائیگی

پس اس صورت میں اگر ان لڑکوں کو اس عرصہ تک جیت تک کہ وہ معاش پیدا کرنے کے قابل ہو سکیں یتیم خانہ میں رکھا جائے اور ان کے ضروری مصارف خورد و نوش کا تکفل یتیم خانہ سے کیا جائے تو عند الشرع یہ مصارف اسلامی چندہ کی امانت سے جو یتیموں ہی کے واسطے وصول کیا گیا ہے جائز ہوں گے یا ناجائز؟ اور اس روپیہ کے اس مدت میں صرف کرنے کا مواخذہ عند الشرع مہتممان یتیم خانہ کے ذمہ ہو گا یا نہیں؟ بیٹنوا تو جروا۔

### الجواب

زر چندہ شرعاً ملک چندہ دہندہ پر باقی رہتا ہے کما حقہ فافیا و لنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اس میں اجازت چندہ دہندگان پر مدار ہے اگر قیام سے معمول یتیم خانہ رہا ہو کہ جو یتیم حد یتیم شرعی سے نکل کر بالغ ہو جائیں اور وہ بھی اپنے لئے رزق حلال کسب کرنے کے قابل ہونے تک ان کو یتیم خانہ میں رکھا جاتا اور زر چندہ سے ان کا خرچ کیا جاتا ہو چندہ دہندگان اس پر آگاہ ہوا کے اور اس پر راضی رہا کے تو اب بھی جائز ہے لان المعروف كالشرط والا جازة دلالة كالاذن الصريح (کیونکہ معروف چیز مشروط چیز کی طرح ہوتی ہے اور دلالت اجازت بھی صریح اجازت کی طرح ہے۔ ت) اور اگر پہلے سے یہ معہود اور معروف نہ رہا اور اب تمام چندہ دہندوں سے اجازت لینی ممکن ہو تو اجازت لے کر کر سکتے ہیں،

لان المال لهم فيصرف باذنهم وليس هذا خلاف سبيل البرحق يكره لهم الرجوع عنه بل سبباً مؤيداً ويرغب اليها في دخول هذه الجمعية۔

کیونکہ مال ان کا ہے اس لئے ان کی اجازت سے خرچ کیا جائے اور یہ راہ نیکی کے خلاف نہیں ہے حتیٰ کہ واپس لینا مکروہ ہے بلکہ اس میں نیکی کے لئے رغبت ہے اور یتیموں کو اس اجتماعیت میں شرکت کی رغبت ہو سکتی ہے (ت)

اور اگر سب سے اجازت نہ لے کر تو آئندہ مہینے کے چندے میں بقدر کفایت چند اشخاص سے اجازت لے لی جائے کہ تمہارا یہ چندہ جس حالت کے انقضاء تک اس کام میں صرف ہو گا جو اجازت دیں ان کا چندہ باقی زر چندہ سے جدا رکھ کر خاص اس کام میں صرف کریں یہاں تک کہ پورا ہوا اور اگر کوئی اجازت نہ دے یا جس قدر پر اجازت پائی اس سے زیادہ اس کام میں اٹھایا جائے تو ضرور حرام ہو گا اور اس کا مواخذہ مہتمموں پر رہیگا اور جن جن کا وہ چندہ تھا ان سب کا تاوان ان پر لازم آئے گا لانہم تعدوا علی اموالہم والمتعدی غاصب والغصب مضمون (کیونکہ انہوں نے دوسروں کے مال پر تعدی کی ہے اور تعدی غصب ہے اور غاصب سے ضمان لیا جاتا ہے۔ ت) اور اگر وہ یتیم حالت یتیم سے یتیم خانہ میں تھے اور بعد ظہور بلوغ یا



یا پندرہ سال کی عمر پوری ہونے کے متم خانہ سے اُن پر حضرت کیا گیا اور اجازت مذکورہ نصاً یا عرفاً ثابت نہ تھی تو سال بھر سے زائد یہ مواخذہ ذمہ مہتمان لازم اور تاوان ادا کرنا واجب ہو چکا صرف آئندہ سے سوال کیوں واللہ الہادی برادران اسلام کو احکام اسلام سے اطلاع دینی خیر خواہی ہے اور مسلمانوں کی خیر خواہی ہر مسلمان کا حق ہے والدین النصیح لکل مسلم (دین تمام مسلمانوں کیلئے خلوص اور بھلائی کا نام ہے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳ اذ اکبر آباد جامع مسجد مسئلہ جناب مولوی محمد رمضان صاحب ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ حضرت مولانا بافضل والمعرفۃ اولانا مجدد مائتہ حاضرہ دام مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ایک استفتا ارسال خدمت اقدس ہے، امید ہے کہ جواب با صواب سے جلد سرفراز فرمایا جاوے، یہاں یہ مسئلہ درپیش ہے اور میری نظر سے ابھی کوئی نظیر ایسی نہیں گزری جس سے تشفی بخش جواب دیا جاسکتا، خیال ہوتا ہے کہ زید وکیل بالقبض ہے مگر سارا باب وکالت کا دیکھ ڈالایہ صورت ایسی انوکھی ہے کہ صاف جواب نہیں ملتا، لہذا تصدیق وہ خدمت اقدس عالیہ ہوا زیادہ والتسلیم بہزار نفیم، عاجز محمد رمضان عفی عنہ واعظ جامع مسجد آگرہ۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرعیات میں کہ ایک مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ کیا گیا عمر و نے پانچ سو روپے کا ایک چک دیا جو نوٹ نہیں تھا بلکہ کتاب کا ورق تھا جس کے ذریعہ سے بینک سے روپیہ وصول کیا جاسکتا ہے کہ بینک سے روپیہ وصول کر کے اس رقم میں شامل کر لیا جائے وہ چندہ زید کے پاس جمع ہوا جو اس مسجد کے متولیوں میں سے ایک متولی تھا اُس نے چک کا روپیہ وصول نہیں کیا خواہ غفلت سے خواہ اُس چک میں بینک کی جانب سے کوئی اعتراض ہوا ازاں بعد زید کا انتقال ہو گیا اور ورثائے زید نے بھی روپیہ وصول نہیں کیا ازاں بعد عمر و کا بھی انتقال ہو گیا باقی متولیان مسجد مذکورہ نے ورثائے زید پر اس جمع شدہ چندہ کی نالیش کر کے ڈگری بھی حاصل کر لی ورثائے زید سے اس چک کا روپیہ وصول کرنا کہ ان کے مورث کی غفلت یا بینک کے کسی اعتراض کی وجہ سے وصول نہیں ہوا تھا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسا روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگانا درست ہے یا نادرست؟ یہ ملحوظ رہے کہ وہ چک اب کسی کام کا نہیں رہا، بیٹنوا بالکتاب تو توجروا عند اللہ احسن ثواب (کتاب سے بیان کرو اور اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب پاؤ۔ ت) فقط۔



## الجواب

صورتِ مسئلہ میں متولیان مسجد کی وہ ناشئ محض باطل تھی اور ڈگری سراسر خلافِ شرع ہوئی، وہ روپیہ مسجد میں لینا زراعتِ اہرام ہے، اور اگر لے لیا ہے تو ورثائے زید کو واپس دینا فرض ہے، ظاہر ہے کہ روپیہ جو کوئی شخص بنک میں جمع کرتا ہے وہ بنک پر دین ہوتا ہے، عمر و نے جو وہ روپیہ تعمیر مسجد کو دیا اگر مسجد موجود تھی اور اس کی تعمیر کو دیا تو یہ مسجد کے لئے ہبہ ہوا، عالمگیری میں ہے،

مرجل اعطى درهما في عمارة المسجد او  
نفقة المسجد او مصالح المسجد صح  
لانه ان كان لا يمكن تصحيحه وقفا يمكن  
تصحيحه تملیكا بالهبة للمسجد فاثبات  
الملک للمسجد علی هذا الوجه صحيح  
ويتم بالقبض كذا في الوقعات الحسامية  
اگر کسی شخص نے مسجد کی عمارت یا اس کے اخراجات  
یا مصالح کے لئے بطور چنڈہ ایک درہم دیا تو جائز  
ہے کیونکہ اگر وقف کے طور پر صحیح نہ ہو تو ہبہ کے طور  
پر اس کی صحت ہو سکتی ہے کہ مسجد کے لئے یہ تملیک  
ہو جائیگی جبکہ اس طرح مسجد کے لئے تملیک صحیح ہے  
اور قبضہ ہو جانے پر ہبہ تمام ہو جائے گا۔ حسامیہ  
کے واقعات میں یہ نہیں ہے (ت)

اسی طرح غرضاً انہ المقتین وغیرہ میں ہے اس تقدیر پر یہ ہبۃ الدین عن غیر من علیہ الدین  
مع تسلیطه علی القبض (غیر مدیون کو قبضہ پر اختیار دے کر دین کا ہبہ کیا گیا ہے۔ ت)  
ہوا، متولیان مسجد مہربوب لہ کے نائب اور عمر و کی طرف سے وکیل بقبض الدین ہوئے اور اگر ہنوز مسجد  
موجود نہ تھی بلکہ بنانا چاہتے تھے اس کے چنڈہ میں دیا تو ہبہ نہیں ٹھہرا سکتے کہ معدوم کے لئے ہبہ ممکن نہیں  
متولی صرف وکیل بالقبض ہوئے، دونوں صورتوں میں جب تک قبضہ نہ ہوا روپیہ ملک عمر و پر تھا، صورت  
ثانیہ میں تو ظاہر ہے کہ سرے سے ہبہ ہی نہ ہوا تو ملک مالک سے خروج کیا معنی،

وقد حققنا في فتاوانا ان ما يجمع من  
الناس لمصرف خير بقي على ملك  
المعطين۔  
ہم نے اپنے فتاویٰ میں یہ تحقیق کر دی ہے کہ لوگوں  
سے کسی اچھے مصرف کے لئے جو چنڈہ جمع کیا جاتا ہے  
وہ چنڈہ دینے والے لوگوں کی ملکیت ہی رہتا ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ذخیرہ سے ہے :

مرجل جمع ما لا من الناس لينفقہ فی  
کسی شخص نے لوگوں سے مسجد کی تعمیر کے لئے چنڈہ



هبة الدين ممن ليس عليه لم تجز الا اذا  
سلطه على قبضه فيصير كانه وهبه حين  
قبضه ولا يصح الا بقبضه (ملقطاً)۔  
قرض کا ہبہ غیر مقرض کو صرف اسی صورت میں جائز  
ہوگا جب وہ اس کو اپنی طرف سے قبضہ کیلئے مقرر  
کرتے تو یوں قبضہ کر لینے کے بعد ہبہ قرار پائے گا  
اور پھر اس کا قبضہ ہو جانے پر صحیح ہو جائے گا (ملقطاً)۔

یہاں اگر موت عروس سے پہلے چک بیکار ہو گیا تو ہبہ بوجہ ہلاک موہوب قبل القبض باطل ہو گیا اور اگر موت عروس  
کے بعد بیکار ہوا تو بوجہ موت و اہب قبل تسلیم کما فی الدر المختار و عامۃ الاسفار (جس کا کہ در مختار اور  
عام کتب میں ہے۔ ت) بہر حال مسجد کے لئے ملک اصلاً نہ ہوتی تو متولیان مسجد کو اس کا مطالبہ کس بنا پر  
پہنچ سکتا تھا، نہ کسی طرح ان کی ڈگری ہو سکتی تھی نہ ہرگز انھیں اس کا لینا حلال، نہ مسجد میں خرچ کرنا حلال  
معہذا غفلت اگر جرم ہے تو نہ صرف زید بلکہ سب متولیوں کا کہ جب عروس نے وہ چک مسجد کو دیا تھا ہر متولی کو مسجد  
کے لئے اس کا حاصل کرنا تھا فقط زید کے پاس جمع کر دینے سے کیا باقی سب تولیت مسجد سے خارج ہو گئے،  
اگر خارج ہو گئے تو انھوں نے دعویٰ کس بنا پر کیا اور اگر خارج نہ ہوئے تو انھوں نے کیوں نہ وصول کیا یا کرایا  
کیوں مال ضائع ہونے دیا، جرم ہے تو سبھی پر ہے، بلکہ اگر چک بعد موت زید بیکار ہوا تو تنہا باقیوں پر الزام  
ہے کہ وراثت متولی متولی نہیں، ان متولیوں نے کیوں تلف ہونے دیا، علاوہ بریں اگر یہ جرم تھا تو اتنا کہ ایک  
مال جو مسجد کی ملک ہو جاتا وصول نہ کیا نہ یہ کہ ایک مال جو مسجد کی ملک تھا تلف کر دیا تو یہاں تک سے  
اتنا ہے نہ کہ ملک کا ضیاع، تو ضمان کیا معنی، اور جب ضمان نہیں تو زید ہی کے مال پر مطالبہ نہ آیا تو وراثت سے  
مطالبہ کیسا،

قال الله تعالى لا تزروا امرأه و زرا اخری۔  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کوئی بوجہ اٹھانے والی جان  
دوسرے کا بوجہ نہ اٹھائے گی (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ بوجہ غفلت چک بیکار ہوا ہو اور اگر بنک والوں نے اس میں کوئی نقص نکال کر  
روپیہ نہ دیا جب تو ظاہر ہے کہ زید بے قصور ہے بالجملہ دعویٰ بہر حال باطل و بے معنی ہے، واللہ سبحانہ  
و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴ مسئلہ حافظ محمد ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو روپیہ بطور چنڈہ کانپور کے ہوگان و قیماں وغیرہ وغیرہ  
کے واسطے جمع کیا ہو اور اب بعد فیصلہ کانپور وہ روپیہ اکثر مردمان کی رائے سے تعمیر مسجد میں لگا دیا جائے  
تو اس کے بابت کیا حکم ہے؟

### الجواب

چنڈہ جس کام کے لئے کیا گیا ہو جب اس کے بعد بچے تو وہ انہیں کی ملک ہے جنہوں نے چنڈہ دیا ہے،  
کماحققناہ فی فتاویٰ (جسبکہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ میں کی ہے۔ ت) ان کو حصہ و صد واپس لیا جائے  
یا جس کام میں وہ کہیں صرف کیا جائے، اور اگر دینے والوں کا پتا نہ چل سکے کہ ان کی کوئی فہرست نہ بنائی تھی نہ یاد ہے  
کہ کس کس نے دیا اور کتنا کتنا دیا تو وہ مثل مال لقطہ ہے اسے مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵ از شہر مرسلہ جناب حافظ میاں صاحب ۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۷ھ یوم دو شنبہ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان اور ایک باغ واسطے  
نیاز حضور جناب امام حسین علیہ السلام اور فاتحہ پیران عظام اور مرمت شکست ریخت زیارت بغرض بقائے نشان  
و نیز خیرات خالصۃ وقف کی ایک یہ وقف مذہب اہل سنت و جماعت میں جائز و صحیح ہے یا نہیں؟ بحوالہ  
کتب بادل مشرق فرمائیے، بینوا تو جبروا۔

### الجواب

خیرات خالصۃ وقف کے لئے وقف جائز و صحیح ہے، یونہی نیاز و فاتحہ حضرت امام و ادیبائے کرام رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم کے لئے، جبکہ اسے مصرف خیر میں صرف کرنا ہو۔ رہی مرمت زیارت اگر اس سے مراد وہ مکان ہے  
کہ مسافریں، زائرین، حاضرین عرس کے آرام کو بنایا گیا تو وہ مثل سرائے و مسافر خانہ قربت ہے اور اس کی  
مرمت مثل عمارت، تو اس پر بھی وقف جائز و صحیح ہے۔

فی الدر المختار الوقف علی ثلثۃ اوجہ اما للفقراء اوللا غنیاء ثم للفقراء او یستوی فیہ الفریقان کرباط و خان و مقابر و سقایات و قناطر و نحو ذلک کما جدد و طوا حیث و طست لاحتیاج الکل لذلک الخ

در مختار میں ہے کہ وقف تین طرح ہوتا ہے: فقراء کے لئے یا پٹے اغنیاء اور پھر فقراء کے لئے یا دونوں کے لئے مساوی، جیسے سرائے، تکیہ، قبرستان، سبیلین اور پٹل وغیرہ۔ مثلاً مساجد، چکیاں اور برتن کیونکہ یہ تمام لوگوں کی ضروریات ہیں (ت)

اور اگر مراد عام قبر کی مرمت ہے تو وہ قربت نہیں اور وقف کے لئے قربت ہونا شرط ہے ،  
 فی الذر المختار شرطہ ان یکون قربۃ  
 در مختار میں ہے کہ وقف ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ  
 عمل ذاتی طور پر نیکی ہونا واضح طور پر معلوم ہوا ہو۔

فتاویٰ قاضی و فتاویٰ سراجیہ و تنویر الابصار وغیرہ میں ہے ،  
 اوصی بان یطین قبر فیہی باطلۃ اللہ مختصراً  
 قبر کی لپائی کی وصیت کی تو باطل ہے (مختصر اُدت)  
 رد المحتار میں ہے :

انوصیۃ اماصلۃ او قربۃ ولیست ہذہ  
 واحدۃ منہما فبطلت لہ  
 وصیت ، صلہ رحمی ہو یا پھر نیکی ہو ، اور یہ دونوں  
 میں سے نہیں ہے ، لہذا باطل ہے (ت)  
 ہاں قبور اولیاء کرام کے حفظ و نگہداشت کو جبکہ اُن کی تعظیم و تکریم کے تحفظ اور توہین و پامالی سے بچانے اور  
 مسلمانوں کے وہاں حاضر ہو کر فیض ثواب و تبرکات پانے کے لئے ہو قربت کہنا اقرب بفقہ ہے ۔ اللہ  
 عزوجل فرماتا ہے ،

ذلک ادنی ات یعرفن فلا یؤذین  
 یہ پہچان سے قریب تر ہے تاکہ ان کو اذیت سے  
 بچایا جائے۔ (ت)

در مختار میں ہے :

تطیین القبور لایکرہ فی المختار و قیل  
 یکرہ وقال البزدوی لو احتج بکتابۃ  
 کیلا ینذہب الاثر ولا یعتنن لایاس بہ  
 قبروں کی لپائی مکروہ نہیں ہے ، مختار قول میں بعض  
 نے کہا مکروہ ہے ۔ بزدوی نے فرمایا اگر کتابت  
 کے لئے ضرورت ہو تاکہ قبر کے آثار ختم نہ ہوں  
 تو کوئی حرج نہیں ہے (ت)

عقود الدریہ میں ہے :

۳۷۷/۱	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الوقف	لے در مختار
۳۳۰/۲	" " "	باب الوصیۃ للاقارب	۲ " کتاب الوصایا
۳۴۱/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	" " "	۳ رد المحتار
			۴ القرآن الکریم ۵۹/۳۳
۲۵۲/۲	مطبع مجتبائی دہلی	فصل فی البیع	۵ در مختار کتاب المحظور والاباتہ



ان كان القصد بذلك التعظيم في اعيان العامة حتى لا يحتقر واصحاب هذا القبر الذي وضعت عليه الثياب و لجلب الخشوع والادب لقلوب الزائرين الغافلين كما ذكرنا من حضور روحانياتهم المباركة عند قبورهم فهو امر جائز الخ۔  
اور شك نہیں کہ ہر مباح برنیت محمودہ محمود و قریت ہو جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

انما الاعمال بالنيات ولكل امرئ ما نوى ۛ اعمال نيات کے ساتھ ہیں، ہر شخص کو وہی حاصل ہوگا جس کی وہ نیت کرے (ت)

اس صورت میں اس مرمت کے لئے تنہا بھی وقف صحیح ہو سکتا ہے لیکن یہاں جبکہ صرف مرمت قبر پر وقف نہیں بلکہ اس میں مصارف قبر صراحتہ مذکور ہیں تو ایک مصرف جائز اگرچہ خود قربت نہیں ان میں شامل کرنا وقف کو ناجائز نہیں کر سکتا غایت یہ کہ گویا اتنا روپیہ جس قدر کی حاجت کبھی مرمت قبر کے لئے واقع ہو مصارف خیر سے ایک مصرف جائز کے لئے مستثنیٰ ہو اور اس میں کچھ حرج نہیں ردالمحتار میں ہے،

اذا جعل اوله على معنيين صار كانه استثنى ذلك من الدفع الى الفقراء ۛ کہا صرحوا بہ ۛ  
فماوی قاضی خاں و ردالمحتار میں ہے،

لو قال ارضی صدقة موقوفة على من يحدث لي من الولد وليس له ولد يصح لان قوله صدقة موقوفة اگر کسی نے یوں کہا کہ میری یہ زمین آئندہ پیدا ہونے والے میرے بچے کے لئے صدقہ ہے فی الحال اگرچہ بچہ نہ ہو تو بھی یہ صحیح ہے کیونکہ اس کا صدقہ کہنا اس کو

سہ العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامیۃ مسائل وفوائد شتی من الخطر والاباخذ ارگ بازار قدہار افغانستا ۳/۲۵۴  
صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوجود قیدی کتب خانہ کراچی ۲/۱  
ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۵۴

وقف علی الفقراء و ذکر الولد الحادث فقرار کے لئے وقف قرار دے گا اور آئندہ ہونیوالے  
للاستثناء علیہ  
بالجملہ صورت مذکورہ میں وہ وقف ضرور صحیح و جائز و لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقف علی الاولاد و وقف علی النفس جائز ہیں یا نہیں؟ اور ان کے کیا معنی ہیں؟ بیّنوا تو جبروا۔

الجواب

شرع مطہر میں وقف علی الاولاد و وقف علی النفس سب جائز ہے یعنی اپنی جائیدادوں وقف کرے کہ تاحیات تکلیف خود اس سے متمتع رہوں تمام آمدنی اپنے مصارف ذاتی پر صرف کروں میرے بعد میری اولاد و اولاد اولاد اس سے بدیں تفصیل یا حصہ مساوی (جس طرح چاہے کہے) متمتع ہوتی رہے جب نسل میں کوئی نہ رہے تو فلاں مدرسہ یا مسجد یا فقرا یا کار خیر کے لئے جو جس طرح کہے گا اسی طرح پابندی ہوگی اور جائیداد بیع و ہبہ وغیرہ انتقال کے اصل قابل نہ رہے گی تولیت کا بھی اختیار ہے کہ اپنی حیات تک چاہے اپنے ہی نام رکھے یا اپنی اولاد کے نام اور بعد کو بھی جس طرح کی جائیداد شرطیں چاہے تولیت میں لگائے سب کی پابندی اسی طرح ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷ از بنا رس محکمہ پتر کتبہ مکان بروائین مرحوم مرسلہ محمد مغل صاحب ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی ایک موضع میں ہم حقیقت زمینداری ہے جس سے انتفاع ٹھیکتا مبلغ سنہ ۳ روپیہ ماہوار کا ہے اور یہ اراضی ہندہ کو اپنے شوہر مرحوم دین مہر میں ملی ہے چونکہ ہندہ لاولد ہے اس وجہ سے اپنی جائیداد مذکورہ اس طور سے وقف فی سبیل اللہ کرنا چاہتی ہے کہ جب تک وہ زندہ ہے خود متولی رہ کر اس کی آمدنی سے بطریق مناسب خیرات کرتی رہے گی بعد اُس کے مرنے کے چار شخص دیندار متدین جن کو کہ وہ نامزد کرے گی وہ لوگ متولی ہوں گے اور اُس آمدنی سے ایصالِ ثواب جس طریقہ سے وقف نامہ میں لکھے گی کرتے رہیں گے، ہندہ کی تین حقیقی بہنیں ہیں سوائے ان کے کوئی عزیز قریب نہیں ہے اور یہ ہر سہ بہنیں صاحب اولاد ہیں اور ان کی ماہوار آمدنی ہندہ کی آمدنی سے زیادہ ہے۔ ہر شخص ہر سہ بہنیں محتاج نہیں ہیں، اکثر اشخاص یہ کہتے ہیں کہ یہ وقف از روئے شرع شریف

ناقص و ناجائز ہوگا اس وجہ سے کہ حقیقی بہنیں موجود ہیں اور ہندہ پر حق العباد کا مواخذہ رہے گا اور اس کو اجر و ثواب اس کا نہ ہوگا بلکہ گنہگار ہوگی کہ وہ حق تلفی کرتی ہے چونکہ ہندہ جائیداد مذکورہ بالا ثواب و صدقہ جاریہ کے غرض سے وقف کرتی ہے پس اس صورت میں یہ وقف جائز ہوگا یا کہ ناجائز؟ اور ہندہ وقف کرنے سے ثواب پائے گی یا حق العباد کی حق تلفی سے گنہگار ہوگی؟ امید کہ جواب بحوالہ کتب تحریر فرمایا جائے۔  
بیّنوا تو جبروا۔

## الجواب

اُسے اپنی صحت میں وقف کا اختیار ہے جس طرح وقف کرے گی کل یا بعض وقف ہو جائے گی مگر نیت اگر یہ ہے کہ بہنوں کو ترکہ سے محروم کرے تو یہ اگرچہ حق العبد میں گرفتار نہیں کہ صحت مورث میں کسی وارث کا کوئی حق اُس کے مال سے متعلق نہیں ہوتا مگر ایسی نیت ضرور مذموم و سخت شنیعہ ہے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فتر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ  
من الجنة۔  
جو بلا وجہ شرعی اپنے وارث کی میراث سے بھاگے  
اللہ تعالیٰ جنت سے اس کا حصہ قطع کر دے (ت)

بہنوں کا مالدار ہونا کوئی وجہ شرعی ان کے محروم کرنے کی نہیں۔ راہ یہ ہے کہ یا تو وارثوں سے رضامندی لے وہ سچے دل سے اجازت دے دیں کہ تم اپنی جائیداد مصارف خیر کے لئے وقف کر دو یا وقف اہلی کرے کہ وقف کا بھی ثواب پائے اور وارث بھی محروم نہ ہوں یعنی یوں وقف کرے کہ یہ جائیداد میں نے اپنی زندگی بھر اپنے نفس پر وقف کی اور اپنے بعد اپنے ورثہ پر اور جب وہ اور اس کا وارث کوئی نہ رہے تو فلاں فلاں مصارف خیر پر اس میں یہ بھی جائز ہوگا کہ جائیداد میں سے جتنا چاہے اپنی حیات اور اپنے وارثوں کے حیات میں بھی مصارف خیر کے لئے معین کر دے اُتنا اُن میں صرف ہوگا باقی اپنی زندگی بھر یہ لے گی اور اس کے بعد اس کے وارث۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۸ از مدرسہ فقہانیہ دہلی مرسلہ مولوی محمد ابراہیم صاحب احمد آبادی ۲۳ شوال ۱۳۳۸ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تید اپنے مکان کو وقف علی الاولاد کرنا چاہتا ہے کہ اس میں وراثت جاری نہ ہو، منشاء تید یہ ہے کہ مکان آبائی اسی طرح قائم رہے حصہ بجزہ ہو کہ خراب نہ ہو کہ ورثہ اپنے اپنے حصے بیع کر دیں گے اولاد نیزہ اس میں رہا کرے اولاد اناث کو اگر ضرورت ہو یعنی

اُن کی سسرال سے کسی ناچاقی کی وجہ سے یہاں آنا ہو تو وہ بھی رہے اور خرید و فروخت ہبہ وغیرہ کا کسی کو اختیار نہ رہے البتہ شکست و ریخت یا تعمیر جدید یا تعمیر مکانات مناسب کا ہمیشہ اختیار ہے زید کی ایک ہمیشہ بھی سہم ہے وہ اس وجہ سے کہ اُس کے لڑکے شاید ناراض ہوں تحریر نہیں دیتی زبانی خاص لوگوں کے روبرو اپنا معاف کرنا بیان کرتی ہے، اس صورت میں زید کا وقف کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

### الجواب

زید کو ایسے وقف کا اختیار ہے اور یہ وقف صحیح ہے اولادِ زینہ کے سامنے ہمیشہ کا کوئی حق نہیں ہوتا تو وقف پر کہ غیر مرض موت میں کیا جائے کسی وارث کو حق اعتراض نہیں، نہ حصہ معاف کرنے کی ضرورت، نہ کسی تحریر دینے کی۔ وہ یہ مضمون لکھ دے کہ میں نے اپنا مکان محمد و بجد و جنس و چناں اپنی زندگی بھر اپنے نفس پھر اپنی اولاد پھر فقراء مسکین اہل سنت و جماعت پر بایں شروط وقف صحیح شرعی لازم کیا۔

(۱) اپنی حیات بھر خود اس میں رہوں گا۔

(۲) میرے بعد میری اولادِ زینہ و اولادِ زینہ و اولادِ زینہ تا بقائے نسل اس میں رہیں۔

(۳) اولاد اولاد اولاد میں جو اثاث ہوں جب تک شادی نہ ہو یا جو بیوہ ہو جائے اور وہاں ٹھکانہ نہ رہے یا جو بوجہ ناچاقی وہاں نہ رہ سکے وہ بھی تا بقائے ضرورت اُس میں سکونت رکھے گی۔

(۴) جب نسل میں اولاد ذکر نہ رہیں اولاد اثاث کو حق ہوگا۔

(۵) جب وہ بھی نہ رہیں مکان کرائے پر دیا جائے کرے گا اور کرایہ فقراء مسکین اہل سنت و جماعت مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین پر صرف ہوا کرے گا۔

(۶) شکست ریخت کا صرف میری زندگی میں میرے ذمہ پھر اولاد ساکنین پھر کرایہ مکان سے ہوا کرے گا۔

(۷) کسی وقت کسی کو اس کی بیع و ہبہ و انتقال وغیرہ کا اختیار نہ ہوگا، اور یہ جو مناسب ہوں شرائط لکھ کر وقف نامہ مکمل کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۱ از آگرہ کرۃ مسؤلہ محمد نواب حسین کارخانہ دار کامدانی ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) زید اپنی جائیداد کو وقف علی الاولاد کرنا چاہتا ہے اور ایک ثلث آمدنی جائیداد کا کار خیر میں دینا منظور ہے بعد منہائی دیگر اخراجات ضروری مرمت وغیرہ میں جو رقم باقی رہے اس میں سے ایک ثلث کار خیر میں صرف کرنا یا کل آمدنی میں سے۔

(۲) جو رقم ثلث آمدنی کا ذخیرہ کے واسطے نکالی جائے اس میں سے نیاز بزرگان دین کی و محفل میلاد شریف میں خرچ کرنا و کسی مدرسہ وغیرہ میں دینا مقصود ہے یہ جائز ہوگا اس حالت میں جداگانہ زکوٰۃ کی تو ضرورت نہ رہے گی۔

### الجواب

(۱) یہ اُس کی زبان پر ہے اگر وقف میں یہ بشرط لگائے گا کہ کل آمدنی بلا اخراج خرچ کا ثلث تو یہی واجب ہوگا اور منافع خالص کا ثلث کہے گا تو خرچ نکال کر جو بچا اس کی تہائی اور اگر مطلق کہے گا تو حسب عرف منافع خالص کا ثلث سمجھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کارخیر میں جو کام متعین کر دے گا مثلاً مسجد یا مدرسہ یا مساکین وہ ثلث اُس میں صرف ہو سکے گا اور اگر نیاز بزرگان دین و محفل میلاد شریف بھی اسی میں شامل کرے گا تو یہ بھی ہو سکے گا یہ ثلث کارخیر میں صرف کر دینا بقیہ دو ثلث پر سے زکوٰۃ ساقط نہ کر دے گا جبکہ اُس کے پاس حاجاتِ اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب بچے اور سال گزرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



## بَابُ الْمَسْجِدِ (احکام مسجد کا بیان)

مسئلہ ۳۱۳۲ میمن محمد عبداللہ ابوبکر سوداگر ذوالنجل بازار انصاریہ ریاست حیدرآباد دکن ۱۲ شوال ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک چبوترہ پر عرصہ تیس سال سے اذان و نماز باجماعت و جمعہ ہوا کرتی ہے، اس پر محراب و منبر بھی ہے، زید کہتا ہے کہ محض چبوترہ پر نماز وغیرہ قائم ہونے سے حرمت مسجد نہیں ہوتی کیونکہ اس پر نہ چھت ہے نہ منارہ جو لوازمات مسجد ہیں، بکر کہتا ہے یہ لوازمات مسجد نہیں اذان و نماز پنجگانہ باجماعت و جمعہ کا قیام کافی ہے، اب ازرقے شرع کیا حکم ہے؟ بیتنا تو جروا۔

### الجواب

زید کا قول محض باطل و خلاف شرع ہے۔ مسجد کے لئے چھت، منارہ، دیواریں کوئی چیز لازم نہیں، اس میں تو منبر، محراب موجود ہے، یہ بھی نہ ہوتا تو بھی مسجدت میں خلل نہیں۔ مسجد صرف اس زمین کا نام ہے جو نماز کیلئے وقف ہو یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنی زری خالی زمین مسجد کو دے مسجد ہو جائے گی، مسجد کا احترام اس کے لئے فرض ہو جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

رجل له ساحة لابتاء فيها امر  
قوم انت يصلوا فيها بجماعة  
ابدا او امرهم بالصلوة مطلقا ونوی  
کسی شخص کی خالی زمین ہے جس میں عمارت نہیں  
اس نے لوگوں کو کہا کہ اس میں ہمیشہ نماز باجماعت  
پڑھا کرو، یا یوں کہا کہ اس میں نماز پڑھو، اور نیت

الابد صارت الساحة مسجد الكذا في  
الذ خيرة وهكذا في فتاوى  
قاضى خان يہ (مخلصاً)  
قاضى خان میں ہے (ت)

جبکہ اس چوڑے کا کوئی مالک و مدعی نہیں اور اس میں مدتوں سے نماز باجماعت ہوتی ہے جمعہ ہوتا ہے، منبر ہے، محراب ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو مسجد نہ سمجھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔  
مسئلہ ۳۲ از شملہ مسجد قطب خانساں کوہ شملہ خورد مرسلہ عالم خاں ممبر و سکریٹری مسجد مذکور ملازم کوٹھی  
آرنا ڈیل ۶ شوال ۱۳۳۵ھ

ایک شخص قطب خانساں نے تین مسجدیں مقام کوہ شملہ تین بازاروں میں بنوائی تھیں، بازار کلاں و بازار بابو گنج و بازار چھوٹا شملہ، خانساں مرحوم نے خاص اپنی سعی و کوشش سے انگریزوں سے زمین بھی لی اور بنیاد بھی مسجد کی خود ہی ڈالی، اور اپنے زیر خاص سے مسجد کو بنوایا اور تیار ہونے پر بھی خانساں مغفور نے اپنی حین حیات مسجد کی خدمت و خبر گیری کی اور مسجد کے ہمیشہ خرچ کے لئے کچھ جائیداد بھی مسجد کے متعلق کی جو مسجد کے خرچ کو کافی ہے، اب بعد گزر جانے خانساں مرحوم کے بے انتظامی متولیان و منتظران وقت کے سبب مسجد کے شہید ہو جانے پر اور پیشہ کے چند لوگوں نے چندہ جمع کر کے مسجد مذکور کو تعمیر کرایا اور انتظام دست بدست دیگران رہا، سواب حق زیادہ مسجد پر پہلے بنانے والے اور اس کے گروہ کا ہے یا بعد کے بنانے والوں کا اور اُس کے گروہ کا؟ اور نام روشن ہونا مسجد پر اور مسجد کی تمام چیزوں پر کس کا ہونا چاہئے یا کسی کا بھی نہیں؟ اور مسجد مذکور قطب خانساں کے نام سے پکاری جاتی ہے، بعد گزر جانے خانساں مذکور کے انتظام مسجد دست بدست دیگران رہا جو کہ فتنم یا متولی مانے جاتے رہے ہیں، بایں صورت ایک شخص بابو پندرہ بیس سال سے متولی یا فتنم قرار دیا ہوا تھا اور انتظام مسجد و آمدنی و خرچ سب اُسی کے سپرد تھا سوا اس کے انتظام و تولیت سے مسجد کو سراسر نقصان ہوا، یہاں تک کہ مسجد مقروض بھی ہوئی اگرچہ اب نہیں ہے، لیکن مسجد پر خستگی اب بھی ظاہر ہے اور نمازیوں کو تکلیف سامان نماز سے ہمیشہ پہنچتی رہی لہذا متولی ہذا کو معزول کر کے بجائے اُس کے چند اشخاص معقول ممبر مقرر کر کے جو ایک پیشہ اور اُسی بازار کے تھے، انتظام مسجد و آمدنی و خرچ اُن کے متعلق کیا گیا، اب آئندہ انتظام دستور سابق کے موافق ہونا چاہئے جو متولی معزول کے وقت میں تھا اور اُسی روش پر چلنا چاہئے یا نئے طریق سے جو مسجد کی آسودگی و نمازیوں کے آرام کی صورت ہو، جو کتابیں کہ اب انتظام مسجد کے حساب و کتاب کے واسطے



مسجد کا روپیہ اُسی متولی کے اختیار میں رہے گا اُس کے لئے دیا نہ دار گزار ہونا شرط ہے مالدار ہونا ضرور نہیں، مالداروں کی سپردگی میں جبکہ مسجد کی بے انتظامی اور نمازیوں کو تکلیف رہی تو اُس انتظام کا بدلہ اور ہوشیار دیانت دار پرہیزگار مسلمانوں کی نگرانی میں دینا فرض تھا، درمختار میں ہے،

یمنوع وجوبا بزمانیۃ، لو الواقف دسار، وقف متولی کی تولیت سے نکال لینا واجب ہے  
فغیرہ بالکالونی غیر مأمون او عاجزاً (بزانیہ) اگرچہ خود واقف ہی متولی ہو (درر) جبکہ  
او ظہر بہ فسق کشر بخصم و نحوہ۔ وہ غیر امین یا عاجز ہو یا اس کا فسق جیسے شرابی شی  
واللہ تعالیٰ اعلم۔ وغیرہ ظاہر ہو جائے [جب خود واقف کا یہ حکم

ہے تو] غیر واقف سے اس صورت میں وقف کا واپس لے لینا بدرجہ اولیٰ واجب ہوگا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳ از رام پور پیلہ تالاب مسجد شاہ درگا ہی صاحب مرسلہ مولوی عبد القادر صاحب بنگالی  
۵ صفر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعت میں اس مسئلہ میں کہ ایک جگہ ایک مسجد چھپر کی تھی اب ایک شخص نے اس کو توڑ کر اپنے پاس سے روپیہ دے کے اسی جگہ میں ٹین کر دیا، اب توڑا ہوا چھپر فروخت کرنا برائے فرج مسجد کے یا بیٹھک خانہ بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر بیٹھک خانہ درست ہے تو از روئے شرع شریف کے کس صورت پر جائز ہوگا فقط، بیتنا تو جبروا۔

### الجواب

حاکم اسلام اور جہاں و دُن ہو تو متولی مسجد و اہل محلہ کو جائز ہے کہ وہ چھپر کہ اب حاجت مسجد سے فارغ ہے کسی مسلمان کے ہاتھ مناسب داموں کو بیچ ڈالیں اور خریدنے والا مسلمان اُسے اپنے مکان نشست یا باورچی خانے یا ایسے ہی کسی مکان پر جہاں بے تعظیمنہ ہو ڈال سکتا ہے یا خانہ وغیرہ مراضع بیحرمی پر نہ ڈالنا چاہئے کہ علمائے اُس کوڑے کی بھی تعظیم کا حکم دیا ہے جو مسجد سے جھاڑ کر پھینکا جاتا ہے۔  
جو اہل الاخلاط و فساد ہی ہندیہ میں ہے،

حشیش المسجد اذا کان له قیمۃ فلا ھل المسجد ان یبیعہ وان رفعوا الی مسجد کی گھاس کی اگر کوئی قیمت ہو تو اہل مسجد کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت کر دیں۔ اگر حاکم کے پاس

الحاکم فهو احب ثم يبيعوه بامره هو المختار <sup>۱</sup>  
 فتاویٰ قاضیہ میں ہے :  
 قد ذکرنا ان الصیغ من الجواب ان بیعهم  
 بغیر امر القاضی لا یصح الا ان یکون  
 فی موضع لا قاضی هناك <sup>۲</sup>  
 در مختار میں قبیل باب المیاء ہے :  
 حشیش المسجد وکناسته لا یلقی فی موضع  
 یخل بالتعظیم <sup>۳</sup> والله تعالیٰ اعلم۔

اس کام (فہم کریں تو یہ زیادہ پسندیدہ ہے پھر  
 اس کے اذن سے فروخت کریں، یہی مختار ہے (ت)  
 ہم ذکر کر چکے کہ حکم صحیح یہ ہے کہ بغیر امر قاضی کے ان  
 لوگوں کا مسجد کی گھاس کو فروخت کرنا صحیح نہیں  
 سوائے اس جگہ کے جہاں قاضی نہ ہو۔ (ت)  
 مسجد کی گھاس اور کوڑا کرکٹ ایسی جگہ نہ ڈالا جائے  
 جہاں اس کی بچر مٹی ہوتی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

www.dawateislami.net

- ۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد  
 ۲۔ فتاویٰ قاضیخان " فصل فی المقابر والرباطات  
 ۳۔ در مختار کتاب الطہارۃ
- تورانی کتب خانہ پشاور ۴۵۹/۲  
 نوکسور لکھنؤ ۴۲۶/۴  
 مطبع مجتہائی دہلی ۳۴/۱



رسالہ

# التحریر الجید فی حق المسجد

(مسجد کے حق میں عمدہ تحریر)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مسئلہ بنگال ضلع نواکھالی مقام ہتیا مرسلہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبد السلام صاحب  
۲۱ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۱۵ ہجری قمریہ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلاء شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کی چیزیں فروخت کرنا جائز ہوگا  
یا نہیں؟

## الجواب

مسجد کی چیزیں اس کے اجزاء ہیں، یا آلات یا اوقاف یا زوائد اجزاء یعنی زمین و عمارت قائمہ کی  
بیع تو کسی حال ممکن نہیں مگر جب مسجد معاذ اللہ ویران مطلق ہو جائے اور اس کی آبادی کی کوئی شکل نہ رہے  
تو ایک روایت میں باذن قاضی شرع حاکم اسلام اس کا علم بیع کر دوسری مسجد میں صرف کر سکتے ہیں، مواضع  
ضرورت میں اس روایت پر عمل جائز ہے۔

فی الدر المختار لو خرب ما حوله و  
استغنی عنه یبقی مسجد عند الامام و  
در مختار میں ہے اگر مسجد کا گرد و پیش ویران ہو گیا  
اور مسجد کی ضرورت نہیں رہی تب بھی امام عظم ابو حنیفہ

والثانی ابدادہ یفتی وعن الثانی  
 ينقل الى مسجد آخر باذن  
 القاضي ، وفي رد المحتار  
 قول ، وعن الثانی لم يجرم  
 به في الاسعاف حيث قال  
 ولو خرب المسجد وما حوله  
 وتفرق الناس عنه لا يعود  
 الى ملك الواقف عند ابی یوسف  
 فيباع نفعه باذن القاضي و  
 يصرف ثمنه الى بعض المساجد  
 وفيه ايضا الشيخ الامام  
 امين الدين بن عبد العال  
 والشيخ الامام احمد بن يوسف  
 الشبلي والشيخ زين بن نجيم والشيخ  
 محمد عبد الوفاي فمنهم من افتى  
 بنقل بناء المسجد ومنهم من افتى  
 بنقله ونقل ماله الى مسجد آخر  
 والذي ينبغي متابعة المشايخ  
 المذكورين في جواز النقل بلا فرق  
 بين مسجد او حوض كما افتى به الامام  
 ابو شجاع والامام المحلواني وكفي بهما قدوة  
 ولا سيما في زماننا فان المسجد اذا لم ينقل

اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک  
 وہ ہمیشہ تاقیامت مسجد ہی رہے گی اور اسی پر فتویٰ  
 دیا جاتا ہے۔ اور امام ابو یوسف کی ایک روایت  
 یہ ہے کہ قاضی کی اجازت سے اسے دوسری مسجد  
 کی طرف منتقل کر دیا جائیگا۔ رد المحتار میں ہے کہ ماتن  
 کا قول ”وعن الثانی الخ“ اسعاف میں اسی پر  
 جرم کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مسجد اور اس کا گرد و پیش  
 ویران ہو جائے اور لوگ وہاں سے نقل مکانی کر جائیں  
 تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ واقف کی ملک  
 میں نہیں لوٹے گی چنانچہ قاضی کی اجازت سے اس کا  
 ملبہ فروخت کر کے ثمن کسی دوسری مسجد میں صرف  
 کیا جائے گا اہ اسی میں یہ بھی ہے جیسے شیخ امام  
 امین الدین بن عبد العال ، شیخ امام احمد بن یوسف  
 شبلی ، شیخ زین بن نجیم اور شیخ محمد الوفاوی ان بزرگوں  
 میں سے بعض نے مسجد کی عمارت اور بعض نے  
 عمارت اور اس کے مال کو دوسری مسجد کی طرف منتقل  
 کرنے کا فتویٰ دیا ، اور جوبات مناسب ہے وہ  
 یہی ہے کہ مسجد و حوض میں فرق کئے بغیر جواز نقل  
 میں مشائخ مذکورہ کی اتباع کی جائے جیسا کہ امام  
 ابو شجاع اور امام محلوانی نے اس پر فتویٰ دیا ہے  
 اور ان دونوں اماموں کا مقتدا ہونا کافی ہے خصوصاً  
 ہمارے زمانے میں کیونکہ اگر مسجد کو منتقل نہ کیا جائے

ياخذنا نقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو  
 مشاهداه ملتقطاً قلت وللعبد  
 الضعيف ههنا تحقيق شريف حقق  
 فيه بتوفيق الله تعالى ان الرواية النادرة  
 عن الثاني مفرقة على قوله المفتي به  
 كما افاده في الدرر والدر خلا فالما فهمه  
 العلامة الشامي رحمه الله تعالى وانه  
 يفتي بها في مواضع الضرورة كما قرره  
 الشامي ومن سبقه ممن سمى ومن  
 لم يسم وانه يجوز نقل الساحة ايضاً  
 كما نقل النقص وهو ما مر من قوله  
 منهم من افق بنقله ونقل ماله وان  
 قول الدر ينقل الى مسجد آخر  
 محمول على ظاهره وان ذكر النقص  
 والبال والبناء في كلام غيره غير قيد  
 وان حاصل تلك الرواية نوال المسجدة  
 مع بقاء الوقفية فلا يعود الى ملك  
 الباقي او ورثته ويجوز النقل و  
 الاستبدال والله تعالى اعلم بحقائق  
 الاحوال۔

تو چور اور جبری قبضہ کرنے والے لوگ اسباب مسجد  
 لے لیں گے جیسا کہ دیکھا جا رہا ہے اور التقاط  
 قلت (میں کہتا ہوں) اس عبد ضعیف کی یہاں  
 پر ایک نہایت شاندار تحقیق ہے جس میں اللہ تعالیٰ  
 کی توفیق سے ثابت کیا گیا ہے کہ امام ابو یوسف  
 کی روایت نادرہ ان کے مفتی پر قول پر مقرر ہے  
 جیسا کہ اس کا فائدہ درر اور در نے دیا ہے  
 بخلاف اس کے جو علامہ شامی نے سمجھا اور مواضع  
 ضرورت میں اس پر فتویٰ دیا جاتا ہے جیسا کہ علامہ  
 شامی اور ان کے پیش رو ائمہ نے اس کی تقریر  
 فرمائی ان میں سے بعض کا نام علامہ شامی نے ذکر کیا  
 اور بعض کا نام ذکر نہیں کیا، اور اس بات کو بھی  
 ثابت کیا گیا کہ مسجد کے ملکہ کی طرح اس کے میدان کو  
 بھی نقل کرنا جائز ہے، اور علامہ شامی کا یہ قول  
 گزر چکا ہے کہ ان میں سے بعض نے مسجد کو نقل  
 کرنے اور اس کے مال کو نقل کرنے کا فتویٰ دیا ہے  
 اور اس بات کو بھی ثابت کیا گیا کہ در کا یہ قول اس  
 مسجد کو دوسری مسجد کی طرف نقل کیا جائے گا اپنے  
 ظاہر پر محمول ہے اور یہ کہ در کے غیر کے کلام میں  
 ملکہ، مال اور عمارت کا ذکر بطور قید نہیں اور  
 یہ کہ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ وقفیت کے باقی رہنے کے باوجود مسجدیت کا زوال ہے لہذا  
 باقی یا اس کے وارثوں کی طرف ملک عود نہیں کرے گی اور اس کا نقل کرنا اور تبدیل کرنا جائز ہے اور  
 احوال کی حقیقتوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے (ت)

ہاں اگر معاذ اللہ مسجد کی کچھ بنا منہدم ہو جانے یا اس میں ضعف آجانے کے سبب خود منہدم کر کے از سر نو تجدید عمارت کریں اب جو اینٹوں کڑیوں تختوں کے ٹکڑے حاجت مسجد سے زائد بچیں کہ عمارت مسجد کے کام نہ آئیں اور دوسرے وقت حاجت عمارت کے لئے اٹھا رکھنے میں ضائع ہونے کا خوف ہو تو ان دو شرطوں سے ان کی بیع میں مضائقہ نہیں مگر اذن قاضی درکار ہے اور اس کی قیمت جو کچھ ہو وہ محفوظ رکھی جائے کہ عمارت ہی کے کام آئے،

فی ش عن طعن الہندیۃ مسجد مبنی  
اسنادہ جل انت ینقضہ و ینبہہ احکم،  
لیس لہ ذلک لانہ لا ولایۃ لہ مضمرات  
الا ان ینخاف ان ینہدم ان لم ینہدم  
تاتامر خانیۃ، و تاویلہ ان لم یکن البانی  
من اهل تلك المحلة و اما اهلہا فلہم  
ان ینہدموہ و یجددوا بناءہ و یفرشوا  
الحصیر و یعلقوا القنادیل لکن من  
مالہم لا من مال المسجد الا بما مر القاضی  
خلاصۃ اھ و فی العقود الدریۃ عن  
البحر عن عمدۃ الفتاوی لا یجوز بیع  
بناء السوقف قبل ہند متہ اھ و فی الہندیۃ  
عن السراجیۃ لو باعوا غلۃ المسجد و نفق  
المسجد یغیر اذن القاضی الاصح انہ  
لا یجوز اھ و فی الدر صرف الحاکم  
او المتولی نقضہ او ثمنہ ان تعذر

شامی میں ط سے بحوالہ ہندیہ مذکور ہے کہ تعمیر شدہ  
مسجد کو گرا کر اگر کوئی شخص پہلے سے مضبوط تر  
بنانا چاہے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کیونکہ اس  
کو ولایت حاصل نہیں، مضمرات۔ مگر اس وقت  
ایسا کرنا جائز ہے جب یہ ڈر ہو کہ اگر وہ نہیں گرایگا  
تو از خود گرجائے گی، تاہم خانیہ۔ تاویل اس کی  
یہ ہے کہ جب نئی مسجد بنانے والا اس عمل کا  
باشعہ ہو لیکن اہل محلہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ  
وہ پرانی مسجد کو گرا کر اس کو نئے سرے سے تعمیر  
کریں، اس میں چٹائیاں بچھائیں اور قندیلیں  
لٹکائیں لیکن یہ سب کچھ وہ اپنے مال سے کریں  
مسجد کے مال سے بلا اجازت قاضی وہ ایسا  
نہیں کر سکتے، خلاصہ۔ اور عقود الدریۃ میں بحر  
سے بحوالہ عمدۃ الفتاوی منقول ہے کہ گرانے سے  
قبل وقف کی عمارت کو فروخت کرنا جائز نہیں اھ  
ہندیہ میں سراجیہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ اگر

لہ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۰  
کے العقود الدریۃ فی تنقیح الحامیۃ کتاب الوقف حاجی عبدالغفار ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۱۱۵  
کے فتاوی ہندیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۳

اعادة عينه الى عمارته ان احتاج و  
 الاحفظه ليحتاج، الا اذا خاف ضياعه  
 فيبيعه ويمسك ثمنه ليحتاج له  
 لوگوں نے قاضی کی اجازت کے بغیر مسجد کا غلہ یا  
 اس کا ملکہ فروخت کر دیا تو اصح قول کے مطابق یہ  
 جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے حاکم یا متولی  
 وقف کے ملکہ یا اس کی قیمت کو صرف کرے اگر وقف کا اعادہ بعینہ اس کی عمارت کی طرف متعذر  
 ہو اگر حاجت ہو مہرمت کی اور نہ قضاے حاجت کے لئے محفوظ رکھے، مگر جب اس کے ضائع ہونے  
 کا ڈر ہو تو اس کو فروخت کر کے ثمن وقت حاجت کے لئے رکھ چھوڑے۔ (ت)

آلات یعنی مسجد کا اسباب جیسے بوریہ، مصلے، فرش، قندیل، وہ گھاس کہ گرمی کے لئے  
 جاڑوں میں بچھائی جاتی ہے وغیرہ، اگر سالم و قابل انتفاع ہیں اور مسجد کو ان کی طرف حاجت ہے  
 تو ان کے بیچنے کی اجازت نہیں، اور اگر خراب و بیکار ہو گئی یا معاذ اللہ بوجہ ویرانی مسجد ان کی حاجت  
 نہ رہی، تو اگر مال مسجد سے ہیں تو متولی، اور متولی نہ ہو تو اہل محلہ متدین امین باذن قاضی بیچ سکتے ہیں اور  
 اگر کسی شخص نے اپنے مال سے مسجد کو دئے تھے تو مذہب مفتی پر اس کی ملک کی طرف خود کرے گی جو  
 وہ چاہے کرے، وہ نہ رہا ہو اور اس کے وارث وہ بھی نہ رہے ہوں یا پتا نہ ہو تو ان کا حکم مثل لقطہ ہے  
 کسی فقیر کو دے دیں، خواہ باذن قاضی کسی مسجد میں صرف کر دیں۔

في الهندية عن الذخيرة سرباط كثرت  
 دوابه وعظمت مؤننها هل للقيم  
 ان يبيع شيئا منها وينفق ثمنها  
 في علفها او مرممة الرباط،  
 فهذا على وجهين ان  
 يبلغ سن البعض الى حد  
 لا يصلح لما سرباط  
 له، فله ذلك وما لافلام  
 وفي الخانية جنازة او نعش  
 ہند میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ ایک رباط کے  
 جانور بہت زیادہ ہو گئے اور ان کا خرچہ بہت  
 بڑھ گیا تو کیا متولی ان میں سے بعض کو فروخت کر کے  
 ان کی قیمت جانوروں کے چارہ اور رباط کی مرمت  
 پر صرف کر سکتا ہے یا نہیں، اس مسئلہ کی دو  
 صورتیں ہیں، اگر بعض جانوروں کی عمریں اس قدر  
 زیادہ ہو چکی ہیں کہ وہ اس مقصد کی صلاحیت  
 نہیں رکھتے جس کے لئے ان کو رباط میں باندھا  
 گیا ہے تو متولی انہیں فروخت کر سکتا ہے ورنہ



للمسجد فسد قباعه اهل المسجد  
قالوا الاولى ان يكون البيع  
بامر القاضي والصحيح ان بيعهم  
لا يصح بغير امر القاضي اه  
وفيهما بسط من ماله حصيرا  
في المسجد فخرّب المسجد  
ووقع الاستغناء عنه فان  
ذلك يكون له ان كان حيا  
ولو ارثه ان كان ميتا و  
ان بطل ذلك كان له ان  
يبيع وليشترى بثمنها حصيرا  
آخر، وكذا لو اشترى حشيشا  
او قند يلا للمسجد فوقع الاستغناء  
عنه، وعند ابی يوسف يباع  
و يصرف ثمنه الى احوال المسجد  
فان استغنى عنه هذا المسجد  
يحول الى المسجد الآخر،  
والفتوى على قول محمد،  
ولو ان اهل المسجد باعوا  
حشيش المسجد او جئانة  
او نعتاصا من خلقا ومن فعل ذلك  
غائب، لا يجوز الا باذن  
القاضي هو الصحيح اه في الهندية

نہیں الخ۔ تاہم میں ہے مسجد کا تابوت اور مسجد کی  
چارپائی جو کہ خراب ہو چکی ہو پس اہل مسجد نے اسے  
فروخت کر دیا تو مشائخ فرماتے ہیں کہ قاضی کے  
حکم سے بیع کا ہونا اولیٰ ہے اور صحیح یہ ہے کہ  
بلا اذن قاضی ان کی بیع درست نہیں ہوگی اھ  
اسی میں ہے کسی شخص نے اپنے مال سے مسجد  
میں چٹائی بچھائی پھر مسجد ویران ہو گئی اور  
اس چٹائی کی ضرورت نہ رہی تو وہ چٹائی بچھانے  
والے کی ہوگی اگر وہ زندہ ہے ورنہ اس کے  
وارثوں کی ہوگی، اور اگر وہ چٹائی بوسیدہ ہو جائے  
تو بچھانے والے کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت  
کر کے اس کی قیمت سے نئی چٹائی خرید لے۔ اسی  
طرح حکم ہے اگر کسی نے مسجد کے لئے گھاس یا  
قندیل خریدا پھر اس کی ضرورت نہ رہی ہو، اور  
امام ابو یوسف کے نزدیک ان چیزوں کو فروخت  
کر کے ان کی قیمت کو مسجد کی ضروریات پر صرف  
کیا جائے گا اور اگر اس مسجد کو ضرورت نہ ہو  
تو دوسری مسجد کی طرف منتقل کیا جائے گا، اور  
فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے، اور اگر اہل مسجد  
نے مسجد کی پرانی گھاس یا پرانا تابوت یا پرانی  
چارپائی فروخت کر دی جبکہ یہ چیزیں مسجد کو  
دینے والا غائب ہے تو قاضی کی اجازت کے بغیر  
یہ جائز نہیں اور یہی صحیح ہے اھ ہندیہ میں ہے

ذکر ابواللیث فی نوائله حصیر المسجد  
اذا صار خلقا واستغنی اهل المسجد  
عنه وقد طرحه انسان ان كان الطارح حیا  
فهو له وان كان ميتا ولم يدع له وارثا  
اسرجوان لا یاس بان یدفع اهل  
المسجد الی فقیرا ینتفعوا به فی شراء  
حصیرا اخر للمسجد والمختار انه لا یجوز  
لهم ان یفعلوا ذلك بغير امر القاضی کذا  
فی محیط السرخسی ثم فی رد المحتار عن  
البحر الفقی علی قول محمد فی آلات  
المسجد وعلی قول ابی یوسف فی تأبید  
المسجد

کہ ابواللیث نے اپنی فوازل میں ذکر کیا کہ مسجد کی چٹائی  
جب پُرانی ہو گئی اور اہل مسجد کو اس کی ضرورت نہ رہی  
جبکہ اس کو ایک شخص نے ڈلوایا تھا وہ اسی کی ہوگی  
اگر وہ زندہ ہے اور اگر وہ مر گیا اور کوئی وارث نہیں  
چھوڑا تو میں امید کرتا ہوں کہ اس بات میں عرج نہیں  
کہ اہل مسجد وہ چٹائی کسی فقیر کو دے دیں یا اس کو  
بیع کر مسجد کے لئے دوسری چٹائی خریدنے میں اس سے  
نفع اٹھائیں، اور مختاریہ ہے کہ قاضی کی اجازت کے  
بغیر انھیں ایسا کرنا جائز نہیں، محیط سرخسی میں یونہی  
ہے اہ، رد المحتار میں بحوالہ بحر ہے کہ آلات مسجد  
کے بارے میں فخری امام محمد کے قول پر ہے اور  
تأبید مسجد کے بارے میں فتویٰ امام ابویوسف کے  
قول پر ہے رحمۃ اللہ علیہما (ت)

**اوقاف** جبکہ عامر و آباد نہ ہوں ان کی بیع اصلاً جائز نہیں مگر بنا چاری کہ ظالم نے زبردستی ان پر  
قبضہ کر لیا اور اُس سے رہائی کی سبیل نہیں مگر وہ قیمت دینے پر راضی ہے تو بمجبوری من لے کر ان کے  
عوض اور خرید کر ان کے قائم مقام کر دیں یا جبکہ واقف نے اصل وقف میں استبدال شرط کر لیا ہو تو جائز  
ہے کہ انھیں بیع کر تبدیل کر لیں،

فی الدر عن الاشیاء لا یجوز استبدال  
العامر الا فی امر یتم فی رد المحتار، الاولى  
لو شرطه الواقف، الثانية  
اذا غصبه غاصب و اجبری

در مختار بحوالہ اشباہ مذکور ہے کہ چار صورتوں کے  
علاوہ آباد وقف کو تبدیل کرنا جائز نہیں، رد المحتار  
میں ہے (ان چار صورتوں میں سے) پہلی صورت  
یہ ہے کہ خود واقف نے تبدیل کرنے کی شرط لگائی ہو،

۲۵۸/۲	فرائی کتب خانہ پشاور	الباب الحادی عشر	لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف
۳۴۱/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	لہ رد المحتار
۳۸۳/۱	مطبع مجتبیٰ دہلی	"	لہ در مختار

عليه الماء حتى صار بحرا، فيضمن  
 القيمة وليشتري المتولى بها ارضا بدلا  
 الثالثة ان يحجده الغاصب ولا بينة  
 اى و اراد دفع القيمة فللمتولى اخذها  
 ليشتري بها بدلا، الرابعة ان يرغب  
 انسان فيه ببدل اكثر غلة واكثر صقعا  
 فيجوز على قول ابى يوسف وعليه القتوى  
 كما فى فتاوى قارى الهداية قال صاحب  
 النهر فى كتابه اجابة السائل  
 قول قارى الهداية، والعمل  
 على قول ابى يوسف معارض  
 بما قاله صدر الشريعة  
 نحن لا نفقه به، وقد  
 شاهدنا فى الاستبدال ما  
 لا يعد ويحصى، فان  
 ظلمة القضية جعلوه حيلة  
 لا بطلان اوقاف المسلمين  
 وعلى تقديره فقد قال  
 فى الاسعاف المراد بالقاضى  
 هو قاضى الجنة المفسر  
 بذى العلم والعمل اه ولعمري  
 ان هذا اعز من الكبريت  
 الاحمر، وما اراده الا لفظا  
 يذكرفا لآخرى فيه السد  
 خوفا من محب او نمة الحد

دوسری صورت یہ ہے کہ غاصب نے اسے غصب  
 کر کے اس پر پانی جاری کر لیا یہاں تک کہ وہ وقف  
 دریا بن جائے تو اس صورت میں غاصب قیمت کا  
 تاوان دے گا اور متولی اس قیمت کے بدلے دوسری  
 زمین خریدے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ غاصب  
 انکاری ہے اور گواہ نہیں ہیں یعنی غاصب وقف  
 زمین کی قیمت دینے پر آمادہ ہے تو متولی کو اختیار  
 ہے کہ اس سے قیمت وصول کر لے تاکہ اس کے  
 بدلے دوسری زمین خرید لے۔ چوتھی صورت یہ ہے  
 کوئی شخص وقف زمین میں ایسی زمین کے بدلے  
 رغبت رکھتا ہے جو غلہ کے اعتبار سے زمین وقف  
 سے اکثر اور محل وقوع کے اعتبار سے زیادہ خوب صورت  
 ہو تو امام ابو یوسف کے قول پر تبدیل کر لینا جائز ہے  
 اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ فتاویٰ قاری الہدایہ میں  
 ہے، صاحب نہر نے اپنی کتاب اجابة السائل میں  
 فرمایا قاری الہدایہ کا کہنا کہ عمل امام ابو یوسف کے  
 قول پر ہے صدر الشریعہ کے اس قول کے مخالف ہے  
 کہ ہم اس پر فتویٰ نہیں دیتے تحقیق ہم نے وقف  
 کی تبدیلی میں بے شمار (غرائب) دیکھی ہیں کیونکہ  
 ظالم قاضیوں نے اس کو مسلمانوں کے اوقاف  
 باطل کرنے کا جیلہ بنالیا ہے، اسی لئے اسلاف  
 میں فرمایا کہ قاضی مستبد سے مراد قاضی بہشت  
 ہے جس کی تفسیر اہل علم و عمل کے ساتھ کی جاتی  
 ہے اہ میری عمر کی قسم یہ صورت تو کبریت احمر سے  
 بھی زیادہ نادر سے اور ہیں بہیں جبال کرنا ہوں اس

والله سائل كل انسان ان قال  
 العلامة البيري بعد نقله  
 اقول وفي فتح القدير المرجب  
 الشرط او الضرورة ولا ضرورة  
 في هذا اذ لا تجب الزيادة  
 بل ببقية كما كان ان اقول  
 ما قاله هذا المحقق  
 هو الحق الصواب ان  
 كلام البيري و هذا  
 ما حرره العلامة القنالي ان  
 ما في رد المختار مختصرا  
 وسأنتي كتبت على هامش  
 قوله واجرى عليه الماء  
 حتى صار بحرا ما نصه  
 اقول على هذا الميق  
 عامرا وفيه كلام والصورة الرابعة  
 سياقي ان الحق عدم جوازا  
 الاستبدال فيها فلم يبق  
 الا صورتان بل لك ان تقول  
 الثالثة ايضا خراب معني و  
 ان لم يكن صورة فلك ان  
 تقول ان العامر لا يستبدل  
 الا بشرط كما هو قضية

مگر محض لفظ جس کا ذکر کیا جاتا ہے چنانچہ حد  
 تجاوز کرنے کے خوف کے پیش نظر زیادہ مناسب  
 اس میں ممانعت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر انسان سے  
 پوچھنے والا ہے ان علامہ بیری نے اس کو نقل کرنے  
 کے بعد کہا میں کہتا ہوں اور فتح القدير میں ہے  
 کہ استبدال کا موجب یا تو شرط استبدال ہے  
 یا ضرورت استبدال جبکہ یہاں اس کی ضرورت  
 نہیں کیونکہ وقف پر زیادتی واجب نہیں بلکہ ہم اس  
 کو پہلی حالت پر باقی رکھیں گے ان میں کہتا ہوں جو  
 کچھ اس محقق نے کہا وہی حق اور درست ہے ان  
 کلام البیری - یہ وہ ہے جس کو علامہ قنالی نے تحریر  
 کیا ہے ان مختصر رد المختار، اور مجھے یاد پڑتا ہے  
 کہ میں نے شامی کے قول کہ "غاصب نے زمین  
 وقف پر پانی بہایا یہاں تک کہ وہ دریا بن گئی"  
 پر یوں حاشیہ لکھا کہ میں کہتا ہوں اس صورت  
 میں وہ آباد نہ رہی حالانکہ کلام تو آباد زمین میں  
 ہو رہی ہے، اور عنقریب چوتھی صورت کے بارے  
 میں آ رہا ہے کہ اس میں حق استبدال کا عدم جواز  
 ہے، تو اب صرف دو ہی صورتیں باقی رہیں بلکہ  
 تو کہہ سکتا ہے کہ تیسری صورت بھی خراب ہے  
 اگرچہ صورتاً نہیں، لہذا تو کہہ سکتا ہے کہ آباد  
 زمین وقف میں استبدال نہیں ہوگا سوائے اس  
 کے کہ واقف نے خود استبدال کی شرط لگا دی ہو،



ماحقق المحقق في الفتح حديث حصرة  
في الشرط او ضرورة خروج من الانتفاع  
به وان شئت اوضحت فقلت ان  
الوقف مهما امكن الانتفاع به  
لم يجز استبداله الا بالشرط۔

جیسا کہ فتح القدیر میں مذکور کلام محقق کا تقاضا ہے  
جہاں اس نے استبدال کو شرط یا انتفاع  
سے خارج ہونے کی ضرورت میں منحصر کیا ہے اگر  
تو تفصیل کا طلب گار ہے تو میں کہتا ہوں کہ جب تک  
وقف سے انتفاع ممکن ہو بلا شرط اس کو تبدیل  
کرنا جائز نہیں۔ (ت)

پھر بحالت شرط استبدال بھی اس تبدیل کا جواز چند شرط سے مشروط،  
اولاً یہ تبدیل کرنے والا خود واقف ہو یا وہ جس کی تبدیل اس نے شرط کی ہو مثلاً اپنے لئے تبدیل شرط  
کی تو موتی وغیرہ کسی کو اختیار نہیں اور دوسرے کے لئے شرط کی تو واقف کو اختیار ہے۔  
ثانیاً جتنی بار شرط کی اس سے زائد نہ ہو مثلاً کہا کہ مجھے تبدیل کا اختیار ہے تو ایک ہی بار بدل سکتا ہے  
اور اگر کہا جس قدر بار چاہوں تبدیل کروں تو ہمیشہ مختار ہے۔

ثالثاً تبدیل عقار یعنی جائیداد غیر منقولہ ہو نہ روپیہ یا شرفی سکتا۔  
سابعاً عقار میں تخصیص کر دی ہے تو اس کے خلاف کا اختیار نہیں مثلاً زمین سے بدلنا مشروط کیا  
تو مکان سے تبدیل نہیں کر سکتا اور مکان کی شرط کی زمین سے تبدیل کا اختیار نہیں رکھتا یونہی فلاں  
شہر یا گاؤں کی زمین یا فلاں محلہ کے مکان یا فلاں یا زار کی دکان کی تخصیص کی تو معتبر رہے گی۔  
خاصاً تبدیل مکان بمکان میں وہ مکان اسی محلہ کا ہو یا اس سے بہتر کا، یونہی دکان میں بازار  
وہی ہو یا اس سے بہتر۔

سادساً بیع میں غبن فاحش نہ ہو۔  
سابعاً ایسے کے ہاتھ بیع نہ کرے جس کے لئے اس کی شہادت بوجہ تہمت رعایت مقبول نہ ہو جیسے  
باپ بیٹا۔

اقول خلاصہ یہ کہ مخالفت شرط و مظنہ مخالفت لفع و وقع سے بچے سب شرائط انھیں  
دو گلوں میں آگئے،

اما الاولان والرابع ففی الاولی  
ولیس استبداله بنفسه اذ اشرطه  
لغیره من باب الخلاف

بہر حال پہلی دونوں اور چوتھی شرط ہے تو اول میں  
خود واقف کا تبدیل کرنا جبکہ وہ غیر کیلئے استبدال  
کی شرط کر چکا ہو خلاف شرط کے قبیلہ سے نہیں،



لما صرح به في الخانية آخر فصل الشروط  
في الوقف ان الواقف هو الذي شرط  
لذلك الرجل وما شرط لغيره فهو  
مشروط لنفسه اهـ واما البواقي ففوق  
الآخرى فان النقد اسرع هلاكاً من  
العقار فالاستبدال به نزول الى  
الاخس وفيه مخالفة التفع والسابع  
مظنتها۔

اس دلیل کی بناء پر جس کی تصریح خانہ کے باب  
الوقف، فصل الشرط کے آخر میں کی گئی کہ بیشک  
واقف وہی ہے جس نے اس شخص (غیر) کے لئے  
استبدال کی شرط لگائی اور جو شرط اس نے غیر  
کے لئے لگائی وہ خود اس کے اپنے لئے بھی شرط  
ہوتی ہے لیکن باقی شرطوں میں سے دوسری  
اس لئے کہ نقدی عقار کی بنسبت جلد ہلاک ہوتی  
ہے تو نقدی کے ساتھ وقف زمین کا تبادلہ

گھٹیا کی طرف نزول ہوگا اور اس میں نفع کی مخالفت ہے اور ساتویں شرط میں اس مخالفت کا  
ظن ہے۔ (ت)

ہاں جو وقف ویران و خراب ہو جائے تو قاضی الشرع حاکم اسلام عالم عادل متدین خدا ترس کو  
بلا شرط واقف بلکہ باوصف منع واقف بھی اسے بیچ کر دوسری جائیداد اسی غرض کے لئے اس کے قائم مقام  
کر دینے کی اجازت ہے بچید شرط، چار شرطیں تو یہی کہ اوپر گزریں یعنی اول و ثانی و رابع کے سوا اور  
پانچویں شرط جو ابھی بیان کی کہ قاضی قاضی بہشت ہو نہ قاضی جہنم،

ساد سنا وقف کا کچھ غلہ کرایہ وغیرہ ایسا نہ ہو جس سے اس کی آبادی ہو سکے۔  
سابعاً ویرانی کامل و مطلق ہو کہ اصلاً قابل انتفاع نہ رہے جس غرض کے لئے وقف کیا کچھ  
کام نہ دے یا آمدنی اس قدر ناقص ہو کہ اس کے خرچ کو بھی غیروافی ہو،

یہ وہ خلاصہ ہے جو ہم نے علماء کی کلاموں سے اللہ تعالیٰ  
کی توفیق کے ساتھ اخذ کیا ہے اب ہم ان علماء کرام  
کا کلام ذکر کریں گے تاکہ تیرے لئے بحث کے انجام  
کی غفلت واضح ہو جائے۔ رد المحتار میں فرمایا تو  
جان لے کہ استبدال تین وجہوں پر ہے، اول یہ کہ  
واقف نے اپنے لئے یا غیر کے لئے یا دونوں کیلئے  
هذا ما لخصناه بتوفيق الله تعالى من كلمات  
العلماء وسند كرامهم ليتضح لك  
جلیلة السائل قال في رد المحتار  
اعلم ان الاستبدال على ثلاثة  
وجوه، الاول ان يشترطه  
الواقف لنفسه او لغيره او لنفسه

وغیره ، فالاستبدال فیہ جائز علی الصحیح ،  
والثانی ان لا یشرط سواء شرط  
عدمہ او سکت لکن صا رہیث  
لا ینتفع بہ بالکلیۃ بان لا یحصل  
منہ شیء اصلا او لا یفی بمؤنتہ  
فہو ایضا جائز علی الاصح اذا کان  
بإذن القاضی و رأیہ  
المصلحة فیہ ، و الثالث  
ان لا یشرطہ ایضا و لکن  
فیہ نفع فی الجملة و  
بدلہ خیر منہ ساریعا و  
نفعاً و هذا لا یجوز الاستبدالہ  
علی الاصح المختار کذا  
حررہ العلامة قنالی مراده  
و هو ما خوذ من الفتح ۱۷  
ثم قال وفی البحر المعتمد  
انہ بلا شرط یجوز للقاضی  
بشرط ان یشترط عن الانتفاع  
بالکلیۃ و ان لا یکون هناك  
سریع للوقت یعمر بہ و ان لا یکون  
البیع بغبن فاحش و شرط  
فی الاسعاف ان یکون المستبدل  
قاضی الجنتہ المفسر بذی العلم والعمل

استبدال کی شرط لگائی ہو تو اس صورت میں صحیح  
قول کے مطابق استبدال جائز ہے ۔ دوم یہ کہ  
واقف نے استبدال کی شرط نہ لگائی ہو عام ازیں  
کہ عدم استبدال کی شرط لگائی ہو یا خاموشی  
اختیار کی ہو لیکن وقت ایسا ہو گیا کہ اب اس سے  
بالکل نفع نہیں اٹھایا جاسکتا یا اس طور کہ اس سے  
کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا یا اتنا حاصل ہوتا ہے  
جس سے وقف کا خرچہ پورا نہیں ہوتا تو اصح  
قول کے مطابق اس میں بھی استبدال جائز ہے  
بشرطیکہ قاضی اس کا اذن دے اور وہ اس میں  
مصلحت سمجھے ۔ سوم یہ کہ واقف نے استبدال کی  
شرط تو لگائی ہو لیکن اس وقف میں کچھ نفع ہو اور اس  
کا بدلہ ماحول اور نفع کے اعتبار سے وقف سے بہتر  
ہو تو اصح و مختار قول کے مطابق اس کا استبدال  
جائز نہیں ۔ علامہ قنالی زادہ نے یوں ہی تحریر  
فرمایا ہے اور یہی فتح سے ماخوذ ہے اھ پھر فرمایا او  
بحر میں ہے معتد یہ ہے کہ یہ بلا شرط ہے جبکہ قاضی  
کے لئے اس شرط کے ساتھ استبدال جائز ہے  
کہ وقف کلی طور پر انتفاع سے خارج ہو جائے  
اور نہ ہی وقف کا ماحول اس قابل ہو کہ اس کے  
ذریعے وقف کو آباد کیا جاسکے اور نہ ہی یہ بیع غبن  
فاحش کے ساتھ ہو ۔ اسعاف میں یہ شرط لگائی گئی  
کہ تبدیل کرنے والا قاضی بہشت یعنی صاحب علم و عمل ہو

و یجب ان یزاد اخر فی زماننا و هو ان  
 یستبدل بعقار لایدر اہم و دنانیر  
 فانما قد شاہدنا النظر سراً یا کلونہا  
 و افاد فی البحر فی اداة شرط سادس  
 ان لا یبیعہ من لا تقبل  
 شہادتہ لہ ولا ممن لہ علیہ  
 دین، حیث قال باع من مرجل  
 لہ علی المستبدل دین و  
 باع الوقف بالمدین و ینبغی  
 ان لا یجوز علی قول ابی یوسف  
 و ہلال لانہما لا یجوز ان  
 البیع بالعروض فالمدین  
 اولی اھ و ذکر عن القنیۃ  
 ما ینفید شرطاً سابعاً  
 حیث قال مبادلة دار الوقف  
 بدار اخری انما یجوز  
 اذا كانت فی محلۃ واحدة  
 او محلۃ الاخری خیراً،  
 و بالعکس لا یجوز و ان  
 كانت المملوكة اکثر مساحة  
 و قیمة و احبرة لاحتمال  
 خرابہا فی ادون المحلتین اھ  
 و زاد قتالی مرادة ثامناً  
 و هو ان یکون البدل  
 و المبدل من جنس واحد

اور ہمارے زمانے میں ایک اور شرط کا اضافہ ضروری  
 ہے وہ یہ وقف کا تبادلہ عقار کے ساتھ کیا جائے  
 نہ کہ درہوں اور دیناروں کے ساتھ، کیونکہ ہم  
 نے دیکھا ہے کہ متولی وقف کے عوض درہم و دینار  
 لے کر کھا جاتے ہیں۔ اور بکھرنے پھٹی شرط کے اضافے  
 کا فائدہ دیا ہے وہ یہ کہ وقف کی زمین ایسے شخص  
 کے ہاتھ فروخت نہ کرے جس کے حق میں اس کی  
 گواہی مقبول نہیں اور نہ ہی ایسے کے ہاتھ  
 فروخت کرے جس کا یہ مقروض ہے۔ جہاں  
 صاحب بکھرنے فرمایا کہ وقف کو ایسے شخص کے ہاتھ  
 فروخت کیا جس کا تبدیل کرنیوالے پر قرض تھا اور  
 اس نے قرض کے بدلے وقف کو بیچا تو امام  
 ابو یوسف اور ہلال کے نزدیک یہ بیع ناجائز  
 ہونی چاہئے کیونکہ یہ دونوں عروض کے عوض بیع کو  
 ناجائز مانتے ہیں، تو دین کے عوض بدرجہ اولے  
 ناجائز ہوگی اھ اور قنیۃ کے حوالے سے صاحب بکھرنے  
 نے جو ذکر کیا وہ ساتویں شرط کا فائدہ دیتا ہے  
 جہاں یہ فرمایا کہ وقف مکان کو دوسرے مکان سے  
 تبدیل کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے کہ وہ  
 دونوں مکان ایک ہی محلہ میں واقع ہوں یا دوسرا  
 محلہ بہتر ہو اور اس کے برعکس استبدال ناجائز  
 ہے اگرچہ تبدیل شدہ مکان وسعت، قیمت اور اجرت  
 کے اعتبار سے وقف کی نسبت اکثر ہو کیونکہ کتر محلہ  
 میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کی خرابی کا احتمال  
 ہے اھ، اور قتالی زادہ نے آٹھویں شرط کا اضافہ کیا

لما في الحانية لو شرط لنفسه  
استبداله بابدار لم يكن له  
استبداله بارضه و بالعكس  
او بارضه البصرة تقيد اه  
فهذا فيما شرطه لنفسه  
فكذا يكون شرطاً فيما لم يشرطه  
لنفسه بالاولى تأمل ثم  
قال والظاهر عدم اشتراط  
اتحاد الجنس في الموقوفة  
للاستغلال لان المنظور فيها  
كثرة الربيع وقلة السمرمة  
والمؤنة اه ولا يخفى ان هذه  
الشروط فيما لم يشرط الواقف  
استبداله لنفسه او غيره ،  
فلو شرطه لا يلزم خروجه عن  
الانتفاع ولا مباشرة القاضي  
له ولا عدم ريع يعمر به  
كما لا يخفى فاعتنم  
هذا التحريرو اه كلام  
الشامى ملخصاً و ما ائتمنى  
كتبت على هامشه عند  
ذكره الشرط الثامن و  
هو اتحاد جنس البدلين

وہ یہ کہ بدل اور مبدل دونوں ایک ہی جنس سے  
ہوں اس دلیل کی بنا پر جو خانیہ میں ہے کہ اگر  
واقف نے شرط لگائی کہ وہ وقف گھر کو گھر سے  
بدلے گا تو اس کے بدلے میں زمین لینا اس  
کے لئے جائز نہیں یونہی اس کے برعکس یا  
یہ شرط لگائی کہ اس کے بدلے بصرہ کی زمین لے گا  
تو یہ مقید ہو جائے گا اه یہ اس صورت میں ہے  
جب واقف نے اپنے لئے یہ شرط لگائی ہو اسی  
طرح یہ بدرجہ اولیٰ شرط ہو جائے گی جبکہ اس نے  
خاص اپنے لئے یہ شرط نہ لگائی ہو، غور کر، پھر  
فرمایا غلہ حاصل کرنے کے لئے زمین موقوفہ کے  
استبدال میں ظاہر اتحاد جنس کا شرط نہ ہونا ہے  
کیونکہ اس میں سبزہ، گھاس اور غلہ کی کثرت  
اور مرمت اور خرچہ کی قلت ملحوظ ہوتی ہے اه  
اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ تمام شرطیں اس صورت  
میں ہیں جب واقف نے اپنے لئے یا غیہ کے لئے  
استبدال کی شرط نہ لگائی ہو، چنانچہ اگر واقف نے  
استبدال کی شرط لگائی ہے تو استبدال کے لئے  
وقف کا انتفاع سے غروج اور اس کے لئے قاضی  
کی مباشرت اور وقف کے مال کا ایسا نہ ہونا جس  
سے اس کو آباد کیا جاسکے کچھ بھی ضروری نہیں جیسا کہ  
مخفی نہیں، پس اس تحریر کو غنیمت سمجھو اه تلخیص  
کلام شامی۔ اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے شامی



ما نضه اقول الذی يظهر  
 للعبد الضعیف انه غیر شرط  
 الا لا تباع الشرط حتی لو شرط  
 الاستبدال و اطلق لم یتقید  
 بالجنس کما یفیدہ کلام  
 الاسعاف فاذا لا یکون  
 هذا مشروطا فی  
 التبدیل بلا شرط، ثم  
 راجعت الخانیة فوجدت  
 کلامها انصر علی ما فهمت  
 والله الحمد حیث قال رضی الله  
 تعالیٰ عنه، لو قال امرضی  
 صدقه موقوفه علی ان  
 لی ان استبدلها بامرضی اخری  
 لم یکن له ان یستبدلها  
 بدارس لانه لا یمکن تغیر الشرط،  
 ولو قال ان لی ان استبدلها  
 بدارس لم یکن له ان یستبدلها  
 بامرضی، ولو شرط الاستبدال  
 ولم یذكر امرضا ولا دارسا  
 فباع الامرضی الاولی کانت له  
 ان یستبدلها بجنس العقارات  
 ماشاء من دارسا و امرضی لا یتعلق باللفظ

کے اس مقام پر حاشیہ لکھا جہاں علامہ شامی نے  
 اٹھویں شرط یعنی بد لین میں اتحاد جنس کا صراحتاً  
 ذکر کیا (اور وہ حاشیہ یوں ہے) اقول (میں  
 کہتا ہوں جو اس ضعیف بندے پر ظاہر ہوتا ہے  
 وہ یہ ہے کہ یہ غیر شرط ہے مگر اتباع شرط کے لئے  
 یہاں تک کہ اگر واقف نے مطلقاً استبدال  
 کی شرط لگائی تو یہ استبدال جنس کے ساتھ مقید  
 نہ ہوگا جیسا کہ اسعاف کا کلام اس کا فائدہ دیتا  
 ہے لہذا یہ بلا شرط تبدیل میں مشروط نہیں ہوگا۔  
 پھر میں نے خانیہ کی طرف رجوع کیا تو الحمد للہ اس  
 کے کلام کو اپنے فہمیدہ پر بہتر نص پایا جہاں امام  
 قاضی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مندرمایا اگر  
 واقف نے کہا میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے  
 اس شرط پر کہ مجھے دوسری زمین کے ساتھ استبدال  
 کا اختیار ہوگا تو اس کو گھر کے ساتھ استبدال  
 کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ وہ شرط میں تبدیلی کا مالک  
 نہیں، اور اگر اس نے کہا کہ مجھے گھر کے ساتھ  
 استبدال کا اختیار ہوگا تو وہ دوسری زمین کے  
 ساتھ استبدال نہیں کر سکتا اور اگر اس نے استبدال  
 کی شرط لگائی مگر اس نے زمین یا گھر کا ذکر نہیں کیا  
 پھر پہلی زمین کو بیع دیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ وہ  
 ثمن کے بدلے کوئی بھی غیر منقولہ جائیداد لے سکتا  
 ہے چاہے زمین ہو یا گھر کیونکہ اس نے لفظ مطلق



مختصراً فهذا بحمد الله نص صريح  
 جلی فیما فهمت اما ما کتبت علیہ  
 فتبین و للہ الحمد انت هذا الثامن  
 لا مبالغ له فی استبدال القاضی بلا شرط  
 فلذا اسقطته من شروطه و  
 ابدلته فی شروط الاستبدال المشروط  
 بهما آیت فی الشرط الرابع واسقطت  
 من السابع فی الاول وهو الرابع  
 فی الثاني عدم البیع بالبدین  
 لعلمی بان الثالث مغف عنه و نردت  
 فی سابع الثاني ان لا یفی سابعه  
 بمؤنة اخذ امما ذکر فی رد المحتار  
 وقد نص علیہ فی الاسعاف و  
 الخانیة و عنہا فی البحر نفسه  
 و نردت فی الاول الشرطین الاولین  
 لما فی الخانیة والاسعاف والبحر  
 واللفظ له لو شرط الاستبدال  
 لنفسه ثم اوصی به الی  
 وصیه ، لا یملک وصیه الاستبدال  
 ولو کل وکیل فی حیاته  
 صح ، ولو شرطه لکل  
 متولی صح ، و ملکہ کل  
 متولی ولو شرط الاستبدال  
 لرجل اخر مع نفسه ، ملک  
 الواقف الاستبدال وحده

یولا ہے اور اختصار۔ یہ کچھ اللہ کھلی اور واضح نص ہے  
 اس پر جو میں نے سمجھا اور جو میں نے شامی پر حاشیہ  
 لکھا الحمد للہ وہ واضح ہو گیا کہ یہ جو آٹھویں شرط ہے  
 استبدال قاضی بلا شرط میں اس کی گنجائش نہیں  
 اسی لئے میں نے اس کو استبدال غیر مشروط کی شرطوں  
 سے ساقط کر دیا اور استبدال مشروط کی شرطوں  
 میں اسے اس چیز کے ساتھ بدل دیا جو میں نے شرط  
 رابع میں دیکھا اور میں نے اول میں ساتویں شرط  
 جو کہ ثانی میں چوتھی ہے سے دین کے بدلے بیع کے  
 عدم جواز کو یہ جان کر ساقط کر دیا کہ تیسری شرط اس سے  
 بے نیاز کر دیتی ہے۔ اور جو کچھ رد المحتار میں مذکور ہے  
 اس سے اخذ کرتے ہوئے میں نے ثانی کی ساتویں  
 شرط میں یہ اضافہ کیا کہ وقف کی آمدنی سے اس کا  
 خرچہ پورا نہ ہوتا ہو حالانکہ اسعاف اور خانہ میں  
 اس پر نص کی گئی ہے اور خانہ کے حوالے خود بحر  
 میں مذکور ہے۔ اور اول میں پہلی دو شرطوں کا اضافہ  
 میں نے اس دلیل کی بنا پر کہا جو خانہ، اسعاف اور  
 بحر میں ہے اور لفظ بحر کے ہیں کہ اگر واقف نے  
 اپنے لئے استبدال کی شرط لگائی پھر کسی کے لئے  
 اس کی وصیت کر دی تو وصی استبدال کا مالک نہیں  
 ہوگا، اور اگر اپنی زندگی میں کسی کو وکیل بنایا تو  
 صحیح ہے، اور اگر ہر متولی کے لئے استبدال کی  
 شرط لگائی تو صحیح ہے اور ہر متولی اس کا مالک ہوگا  
 اور اگر واقف نے اپنے ساتھ دوسرے شخص کے لئے  
 استبدال کی شرط لگائی تو واقف تنہا استبدال کا مالک

ہوگا جبکہ دوسرا شخص تنہا اس کا مالک نہیں ہوگا اھ  
اختصار۔ درمختار وغیرہ میں ہے وقف زمین کو  
دوسری زمین سے بدل لینے کی شرط لگانا جائز ہے  
پھر اس کو تیسری زمین سے نہیں بدلے گا کیونکہ  
یہ حکم استبدال شرط کے ساتھ ثابت ہوا اور  
شرط صرف پہلی زمین میں پائی گئی نہ کہ دوسری میں  
شامی نے کہا فتح میں فرمایا ہے مگر واقف ایسی  
عبارت ذکر کرے جو اس کے لئے دائمی استبدال

ولا یملکہ فلان وحده اھ مختصراً وفي  
الدر وغيره جائز شرط الاستبدال به  
ثم لا یستبدلها بالثالثة لانه حکم ثبت  
بالشرط والشرط وجد في الاولى لا الثانية اھ  
قال الشافعی قال في الفتح الا ان  
یذکر عبارة تفیدله ذلك دائماً اھ  
فاغتم هذا التحریر والحمد لله العلی  
الکبیر۔

کافائدہ دے اھ اس تحریر کو غنیمت سمجھ، اور تمام تعریفیں اللہ بزرگ و برتر کے لئے ہیں (ت)  
یہ حکم ہر عقار موقوف کا ہے جیسے زمین، مکان، دکان، اسی طرح اشجار موقوفہ اگر پھل دار ہوں تو جب  
تک ہرے ہیں ان کا کاٹنا بیچنا جائز اور گر پڑنے یا سوکھ جانے کے بعد روا ہے کہ کھڑی بیج کر مصارف  
وقف میں صرف کر دیں یہاں تک کہ اگر کوئی پھل کا درخت نصف خشک ہو گیا اور نصف قابل انتفاع ہے  
تو اُسی نصف خشک کی بیج جائز باقی کی ممنوعہ <sup>ممنوعہ</sup> اگر چہ زکوٰۃ کے لئے بیج کا حق ہے قولیت سے خارج  
کیا جائے گا، ہاں وہ پڑ کہ پھل نہیں رکھتے بلکہ وقف کا انتفاع ان سے یونہی ہے کہ انھیں بیج کر دام کئے جائیں  
ان کے سبز و خشک ہر طرح کی بیج جائز ہے،

عمود در یہ میں بحوالہ بحر عمدۃ الفتاویٰ سے منقول ہے  
کہ وقت شدہ پھل دار درختوں کو گر جانے سے قبل  
فروخت کرنا جائز نہیں بخلاف ان درختوں کے جو  
پھل دار نہیں اھ۔ فتح میں ہے کہ ابو القاسم صفار  
سے ایسے وقت شدہ درخت کے بارے میں سوال  
کیا گیا جس کا کچھ حصہ خشک ہو گیا اور کچھ ابھی باقی ہے

في العقود الدرية عن البحر الرائق عن  
عمدة الفتاویٰ لا یجوز بیع الاشجار  
الموقوفة المشمرة قبل قلعها بخلاف  
غير المشمرة اھ وفي الفتح سئل  
ابو القاسم الصنار عن شجرة وقف یبس  
بعضها وبقی بعضها فقال

۲۲۲/۵	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الوقف	۱۔ بحر الرائق
۳۸۳/۱	مطبع قجہائی دہلی	"	۲۔ درمختار
۳۸۸/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۳۔ رد المحتار



الان يكون في موضع لا قاضى هناك۔ جہاں کوئی قاضی نہ ہو۔ (ت)

اسی طرح وہ تمام اشیاء جو متولی بطور خود مسجد کے مال سے آمدنی مسجد بڑھانے کو خریدے ان کی بیع کا بشرط مصلحت وہ ہر وقت اختیار رکھتا ہے اگرچہ وہ دکان و مکانات و دیہات ہی ہوں کہ یہ خریداری اگرچہ بنظر مصلحت جائز ہوتی ہے مگر اس کے باعث وہ چیزیں وقف مسجد نہ ہو گئیں کہ ان کی بیع ناجائز ہو،

فی الخانیۃ باب الرجل یجعل دارہ مسجداً المتولی اذا اشترى من غلة المسجد حانوتاً او داراً او مستغلاً اخرج جاز لان هذا من مصالح المسجد فاذا اراد المتولی ان یبیع ما اشترى و یباع اختلفوا فیہ قال بعضهم لا یجوز هذا البیع لان هذا اضرار من اوقاف المسجد و قال بعضهم یجوز هذا البیع و هو الصحیح لان المشتري لم یذکر شیئاً من شرائط الوقف فلا یكون ما اشترى من جملة اوقاف المسجد و فی منحة الخائف ورد المحتار عن الفتح اعلم ان عدم حیوان بیعہ الا اذا تعذر الانتفاع به، انما هو فیما ورد علیہ وقف المواقف اما فیما اشتراه المتولی من مستغلات الوقف فانه یجوز بیعہ بلا هذا الشرط و هذا لان فی صیروس تہ وقفاً حلالاً

خانیہ کے باب الرجل یجعل دارہ مسجداً میں ہے کہ متولی اگر مسجد کی آمدنی سے دکان، گھر یا دیگر منافع خریدے تو جائز ہے کیونکہ یہ مسجد کے مصالح میں سے ہے۔ پھر جب متولی چاہے کہ جو اس نے خریدا اس کو فروخت کرے، اور فروخت کرے تو اس میں فقہاء نے اختلاف کیا، بعض نے کہا کہ یہ بیع ناجائز ہے کیونکہ یہ چیز اوقاف مسجد میں سے ہو چکی ہے، اور بعض نے کہا کہ یہ بیع جائز ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ مشتری نے شرائط وقف میں سے کچھ بیان نہیں کیا لہذا جو کچھ اس نے خریدا وہ اوقاف مسجد میں سے نہیں ہوگا اور منحة الخائف اور رد المحتار میں فتح کے حوالہ سے ہے۔ جان لے کہ بیشک وقف سے انتفاع کے متعذر ہوئے بغیر اس کی بیع کا عدم جواز صرف اس چیز میں ہے جس پر واقف کا وقف وارد ہوا، رہی وہ چیز جس کو متولی نے وقف کی آمدنی سے خریدا تو اس میں شرط مذکور کے بغیر بھی بیع جائز ہے کیونکہ اس کے وقف ہونے میں اختلاف ہے

۱۔ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی المقابر والرباطات مطبوعہ نوکشتور لکھنؤ ۲۶/۴  
۲۔ " " " باب الرجل یجعل دارہ مسجداً " " " ۱۵/۴



والمختار انه لا يكون وقفا فللقیم ان یبیعه  
متی شاء لمصلحة عرضت له ، والله  
سبحانه وتعالی اعلم۔  
اور مختاریہ ہے کہ وہ وقف نہیں ہے لہذا متولی کو  
اختیار ہے کہ کسی مصلحت کے عارض ہوتے پر  
جب چاہے اس کو فروخت کر سکتا ہے ،  
اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (ت)

۱۳۵ھ  
۱۳۶ھ

- (۱) ایک مسجد کی ملکیت دیگر مسجد میں خرچ کرنا درست ہے یا نہیں؟  
(۲) مسجد کا پیسہ مدرسہ میں خرچ کرے تو درست ہو گا یا نہیں؟

### الجواب

دونوں صورتیں حرام ہیں، مسجد جب تک آباد ہے اس کا مال نہ کسی مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے  
نہ دوسری مسجد میں، یہاں تک کہ اگر ایک مسجد میں تنوچٹیاں یا لوٹے حاجت سے زیادہ ہوں اور دوسری  
مسجد میں ایک بھی نہ ہو تو جائز نہیں کہ یہاں کی ایک چٹائی یا لوٹا دوسری مسجد میں دے دیں۔ در مختار میں ہے  
اتحد الواقف والجهة وقل من سوره بعض الوقف کا واقعہ بھی ایک ہو اور ایک ہی چیز  
الموقوف علیہ جائز للھاکم ان یصرف عن  
فاضل الوقف الاخر الیہ لانہما حیث شذ  
کشی واحد وان اختلف احدهما باث  
بئی من جلان مسجدین اور من اجل مسجد  
ومدرسة ووقف علیہما اوقافا لا یجوز  
له ذلک  
اور ایک مدرسہ بنایا اور ان پر جائیدادیں وقف کیں تو اب حاکم کو بھی جائز نہیں کہ ایک کا مال دوسرے میں  
صرف کرے۔ (ت)

لے رد المحتار کتاب الوقف مطلب فی الوقف اذا خرب الخ وارا حیا التراث العربی بیروت ۳۸۲/۲  
منحة الخانی علی حاشی البحر الرائق کتاب الوقف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۲۰/۵  
لے در مختار کتاب الوقف مطبوعہ مجتہبی دہلی ۳۸۰/۱



ردالمحتار میں ہے :

المسجد لا يجوز نقل ماله الى مسجد آخر<sup>۱</sup> واللہ تعالیٰ اعلم۔  
جائز نہیں کہ ایک مسجد کا مال دوسری مسجد کو لے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۷ مسجد کی کوئی چیز ایسی ہو کہ خراب ہو جاتی ہے اور اس کو بیچ کر اس کی قیمت مسجد میں دیں اور وہ چیز اگر دوسرا آدمی قیمت دے کر مسجد کی چیز اپنے مکان پر رکھے تو اس کو جائز ہے یا نہیں ؟

### الجواب

جائز ہے مگر اسے بے ادبی کی جگہ نہ لگائے۔ درمختار میں ہے :

حشیش المسجد وكناسته لا يلقى في موضع يخل بالتعظیم<sup>۲</sup> واللہ تعالیٰ اعلم۔  
مسجد کا گھاس کوڑا جھاڑ کو ایسی جگہ نہ ڈالیں جس سے اس کی تعظیم میں فرق آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸ ایک شہر میں سب لوگوں نے اتفاق کے ساتھ ایک مکان نماز پڑھنے کے لئے بنایا اور اس کا نام عبادت گاہ رکھا گیا اور مسجد نام نہیں رکھا، اس کی وجہ یہ کہ کبھی آدمی نماز نہ پڑھے تو وہ عبادت گاہ بددعا نہ کرے، اب اس مکان میں بیٹھ کر لوگ دنیا کی باتیں کریں تو جائز ہے یا نہیں ؟ اور اس مکان میں جمعہ عیدین کی نماز بھی ہوتی ہے اور لکڑی کا منبر بھی رکھا گیا ہے اور پیش امام بھی ہے تو اس عبادت گاہ میں فقط محراب نہیں ہے تو اس مکان کا مرتبہ مسجد کا ہو گا یا نہیں ؟ اور اس میں دنیا کی باتیں کرنی درست ہیں یا نہیں ؟

### الجواب

جب وہ مکان عام مسلمین کے ہمیشہ نماز پڑھنے کے لئے بنایا اسے کسی محدود مدت سے مقید نہ کیا کہ مہینے دو مہینے یا سال دو سال اس میں نماز کی اجازت دیتے ہیں اور اس میں نماز حق کہ جمعہ و عیدین تک ہوتے ہیں تو اس کے مسجد ہونے میں کیا شک ہے، اس میں دنیا کی باتیں ناجائز اور تمام احکام احکام مسجد، مسجد ہونے کے لئے زبان سے مسجد کہنا شرط نہیں، نہ محراب نہ نہ ناچہ منافی مسجدیت۔ مسجد الحرام شریف میں کوئی محراب نہیں، خالی زمین نماز کے لئے وقف کی جائے وہ بھی مسجد ہو جائیگی اگرچہ یہ نہ کہا ہو اسے مسجد کیا اس میں محراب کہاں سے آئیگی۔ ذخیرہ و ہندیہ و خانہ و بحر و طحاوی میں ہے :

رجل له ساحة لا بناء فيها امر قوم ان يصلوا فيها بجماعة  
فہذا علی ثلثة اوجہ ان امرهم  
ایک شخص کی خالی زمین بے عمارت ہے اس نے کچھ لوگوں سے کہا کہ اس میں جماعت سے نماز پڑھیں، اس کی تین ضرورتیں ہیں اگر قصہ یہ کہنا کہ

۱ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۷۱  
۲ درمختار کتاب الطہارۃ مطبع یوسفی کھنہ ۲۷۱

بالصلوة فيها ابدأ انصاً بان قالوا صلوا فيها ابدأ و امرهم بالصلوة مطلقاً ونسوى الايدى صارت الساحة مسجداً و انت وقت الامر باليوم او الشهر او السنة لاقتصير مسجداً لومات يورث عنه

ہمیشہ پڑھیں یا مطلق کہا اور دل میں ہمیشگی کی نیت تھی تو وہ سادہ زمین مسجد ہو گئی اور اگر ایک دن یا مہینے یا برس کی قید لگا دی کہ اتنے دن اس میں نماز پڑھ لو تو مسجد نہ ہوگی، اس کے مرنے پر وارثوں کو پہنچے گی۔

در مختار میں ہے: يزول ملكه عن المسجد بالفعل وبقوله جعلته مسجداً یعنی بانی کی ملک مسجد سے دو طرح زائل ہوتی ہے ایک یہ کہ زبان سے کہہ دے میں نے اسے مسجد کیا، دوسرے یہ کہ یہ نہ کہے اور اس میں نماز کی اجازت بلا تحدید دے اور اس میں نماز مثل مسجد ایک بار بھی ہو جائے تو اس سے بھی مسجد ہو جائے گی۔ معلوم ہوا کہ لفظ مسجد کننا شرط نہیں۔ بحر الرائق میں ہے:

لا يحتاج في جعله مسجداً الى قوله وقفته ونحوه لان العرف جار بالاذن في الصلوة على وجه العموم والتخلية بكونه وقفاً على هذه الجهة فكان كالتعبير به

مسجد ہونے کو کچھ ضروری نہیں کہ زبان سے کہے میں نے اسے وقف کیا یا اور کوئی لفظ اس کے مثل (مثلاً مسجد کیا) اس کے کہنے کی کچھ حاجت نہیں کہ عرف جاری ہے کہ نماز کی عام اجازت دے گزین اپنے قبضہ سے جہ اگر دینا نماز کیلئے وقف ہی کرتا ہے، تو یہ ایسا ہی ہوا جیسے زبان سے کہنا کہ اسے مسجد کیا۔

اسی میں ہے:

بني في فناءه في الرستاق دكانا لاجل الصلوة يصلون فيه بجماعة كل وقت فله حكم المسجد

گاؤں میں اپنے پیش دروازہ کوئی چبوترہ نماز کیلئے بنالیا کہ لوگ پانچوں وقت اس میں جماعت کرتے ہیں اس چبوترے کے لئے مسجد کا حکم ہے

اقول بلکہ اگر نماز کے لئے وقف کرے اور اس کے ساتھ صراحت مسجد ہونے کی نفی کر دے مثلاً کہ میں نے یہ زمین نماز مسلمان کے لئے وقف کی مگر میں اسے مسجد نہیں کرتا یا مگر کوئی اسے مسجد نہ سمجھے

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲۵۵/۲  
 ۲۔ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتہائی دہلی ۳۴۹/۱  
 ۳۔ بحر الرائق کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد ایک ایم سعید کمپنی کراچی ۲۲۸-۲۲۹/۵  
 ۴۔ " " " " " " " " ۲۵۰/۵

جب بھی مسجد ہو جائے گی اور اس کا یہ انکار باطل کہ معنی مسجد یعنی نماز کے لئے زمین موقوف پورے ہو گئے اور مذہب صحیح پر اتنا کہتے ہی مسجد ہو گئی اب انکار مسجدیت لغو ہے کہ معنی ثابت از لفظ سے انکار یا وقف مذکور سے رجوع ہے اور وقف بعد تمامی قابل رجوع نہیں، اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بی بی کی نسبت کہے میں نے اسے چھوڑا چھوڑا مگر میں طلاق نہیں دیتا کوئی اسے مطلقہ نہ سمجھے۔ طلاق تو دے چکا اب انکار سے کیا ہوتا ہے۔ ہاں اگر یوں کہتے کہ ہم یہ زمین وقف نہیں کرتے صرف اس طور پر نماز کی اجازت دیتے ہیں کہ زمین ہماری ملک رہے اور لوگ نماز پڑھیں، تو البتہ نہ وقف ہوتی نہ مسجد۔ یہاں یہ بھی معلوم ہے کہ زمین مذکور جسے بالاتفاق اہل شہر نے محل نماز کیا یا تو عام زمین ملک بیت المال ہو جس میں اتفاق مسلمان بجائے حکم امام ہے یا ان کی ملک ہو یا اصل مالک بھی شامل ہو یا اس کی اجازت سے ایسا ہوا ہو یا بعد وقوع اس نے اسے جائز و نافذ کر دیا ہو، ورنہ اگر اہل شہر کسی شخص کی ملک زمین ہے اس کی اجازت کے نماز کے لئے وقف کر دیں اور وہ جائز نہ کرے، ہرگز نہ وقف ہوگی نہ مسجد، اگرچہ سب اہل شہر نے بالاتفاق یہ بھی کہہ دیا کہ ہم نے اسے مسجد کیا۔ بکوالراق میں ہے،

فی الحادی القدسی من بنی مسجد  
فی اراض الملوکة له الخ فافاد ان من  
شرطه ملک الارض ولذا قال فی  
الخانیة لوان سلطان اذت لقوم  
ان یجعلوا ارضا من اراضی البلدة  
حوایت موقوفة علی المسجد او  
امرهم ان یزیدوا فی مسجدہم قالوا  
ان كانت البلدة فتحت عنوة وذلک  
لا یضرب الماراة والناس ینفذ  
امر السلطان فیہا وان  
كانت فتحت صلحا لا ینفذ  
امر السلطان لان فی  
الاول تصیر ملکاً للغانمیر  
فجاء امر السلطان فیہا وفي الثاني

حاوی قدسی میں ہے جس نے اپنی ملک زمین میں  
مسجد بنائی اس سے ثابت ہوا کہ مسجد ہونے  
کے لئے شرط ہے کہ بانی اس زمین کا مالک ہو  
اسی لئے فتاویٰ قاضی خاں میں فرمایا کہ اگر سلطان  
نے لوگوں کو اجازت دی کہ شہر کی کسی زمین پر  
دکانیں بنائیں جو مسجد پر وقف ہوں یا حکم دیا  
کہ یہ زمین مسجد میں ڈال لو، علماء نے فرمایا اگر وہ  
شہر بزرگ و شہر فتح ہوا ہے اور وہ دکانیں بنانا یا  
مسجد میں اس زمین کا شامل کر لینا راستہ تنگ  
نہ کرے نہ عام لوگوں کا اس میں نقصان ہو تو وہ  
حکم سلطان نافذ ہو جائے گا اور اگر شہر صلح سے  
فتح ہوا تو نہیں کہ پہلی صورت میں شہر کی زمین  
بیت المال کی ملک ہو گئی تو اس میں سلطان کا  
حکم جائز ہے اور دوسری صورت میں اصل مالکوں

تبقى على ملك ملاكها فلا ينفذ امره فيها۔  
 رد المحتار میں ہے،

شروط الوقف التأبید والارض اذا كانت  
 ملكا لغيره فللمالك استردادها۔

یہ بیان بغرض تکمیل احکام تھا، سوال سے ظاہر وہی پہلی صورت ہے تو اس کے مسجد ہونے  
 میں شک نہیں اور اس کا ادب لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 ۲۹۹ھ غزوہ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یا رش کے دن مسجد میں بیٹھ کر وضو کرنا اس طرح پر  
 کہ غسلہ صحن مسجد میں گرے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو مع الکراہت یا بلا کراہت؟ بیٹو! تو نجدوا۔

### الجواب

صحن مسجد مسجد ہے کما حققناه في فتاؤنا بما لا مزيد عليه (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے  
 فتاویٰ میں اس انداز سے کر دی ہے کہ اس پر اضافہ کی گنجائش نہیں۔ ت) اور مسجد میں وضو حرام۔  
 واستثناء موضع اعدل ذلك لا يصلى فيه  
 معناه اذا كانت الاعداد من الوقف  
 قبل تمام المسجدية اما بعده فلا يمكن  
 منه الواقف نفسه فضلا عن غيره  
 کما حققناه فيما على ساد المحتار  
 علقناه واذا كانت ذلك كذلك لم يكن  
 الشئ الا صوريا منقطعا كما لا يخفى۔

یہاں تک کہ غیر معتکف کو اس کی بھی اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر کسی برتن میں اس طرح وضو کر لے کہ  
 ما يستعمل برتن ہی میں گرے ہاں صرف معتکف کو اس صورت کی رخصت دی گئی ہے بشرطیکہ کوئی بوند  
 برتن سے باہر نہ جائے۔

لے بحر الرائق کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴۹/۵  
 رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۹۰/۳



در مختار میں ہے،

يحرم فيه (أي في المسجد) الوضوء  
إلا فيما أعد لذلك

اشباہ میں ہے،

تكره المضمضة والوضوء فيه إلا أن يكون  
ثمه موضع أعد لذلك لا يصلح فيه أو في  
إناء

غز العيون میں ہے،

في البدائع يكره التوضي في المسجد لأنه  
مستقذر طبعاً فيجب تنزيه المسجد  
عنه كما يجب تنزيهه عن المخاط و  
البلغم

اسی میں ہے،

قوله أو في إناء أقول هذا ليس على  
العموم بل في المعتكف فقط بشرط عدم  
تلويث المسجد

بحر الرائق باب الاعتكاف میں ہے،

في البدائع وإن غسل المعتكف

مسجد میں وضو حرام ہے سوائے اس جگہ کے جو  
وضو کے لئے بنائی گئی ہے (ت)

مسجد میں کھلی کرنا اور وضو کرنا مکروہ ہے الّا یہ کہ وہاں  
کوئی جگہ اسی مقصد یعنی وضو کے لئے بنائی گئی ہو  
جس میں نماز نہ پڑھی جاتی ہو یا پھر کسی برتن میں  
وضو کیا جائے۔ (ت)

بدائع میں ہے کہ مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے اس  
لئے کہ اس سے طبعاً گھن محسوس ہوتی ہے لہذا  
اس سے مسجد کو پاک رکھنا ایسے ہی واجب ہے  
جیسا کہ ریختہ اور بلغم سے مسجد کو پاک رکھنا (ت)

اس کا کہنا کہ یا برتن میں وضو کر لے، میں کہتا ہوں  
کہ یہ حکم عموم پر نہیں بلکہ صرف معتکف کے لئے ہے  
اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ مسجد ملوث نہ ہونے  
پائے۔ (ت)

بدائع میں ہے کہ اگر معتکف مسجد میں اس طرح

۹۲/۱

۲۳۰/۲

۲۳۰-۳۱/۲

مطبع مجتہدی دہلی

المسجد إدارة القرآن کراچی

" " " " " " " " " " " "

" " " " " " " " " " " "

لہ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ

لہ الاشباہ والنظائر الفہم الثالث القول فی احکام المسجد

لہ غز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر

لہ " " " " " " " " " " " "



مرأسه فی المسجد فلا یاس به اذا لم یلوث  
 بالماء المستعمل فان كان بحیث یتلوث  
 المسجد یمنع منه لان تنظیف المسجد  
 واجب ولو توضأ فی المسجد فی اثناء فهو علی  
 هذا التفصیل انتهى بخلاف غیر المعتكف  
 فانه یكوف له التوضی فی المسجد ولو فی  
 اثناء الا ان یكون موضعاً اتخذ لذلك لا یصلی  
 فیہ ۱۷۔

سر وحوئے کے مستعمل پانی سے مسجد ملوث نہ ہو تو حرج  
 نہیں ورنہ ممنوع ہے کیونکہ مسجد کو پاک صاف رکھنا  
 واجب ہے اور اگر وہ مسجد کی کسی تن میں وضو کرے تب بھی وہی  
 تفصیل ہے جو مذکور ہوئی (انتہی) بخلاف غیر معتكف  
 کے کہ اس کے لئے مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے سوائے  
 اس جگہ کے جو وضو کے لئے بنائی گئی ہو جس میں  
 نماز نہ پڑھی جاتی ہو ۱۸۔

(ت)

تو اگر خروج ممکن ہے مثلاً بارش خفیف ہے یا پھتری وغیرہ آلات حفاظت پاس ہیں اور یا ہر نکلنے سے  
 معذور نہیں تو واجب ہے کہ باہر ہی وضو کرے اور اگر عذر قوی قابل قبول ہے تو اگر کوئی برتن وغیرہ میسر ہے  
 جس میں بلا تلویث مسجد وضو کر سکے جب بھی صحن میں وضو حرام ہے بلکہ چاہئے کہ اعتکاف کی نیت کر لے اور  
 اور برتن میں اس طرح وضو کرے کہ باہر پھینٹ نہ پڑے یا جو تدبیر ممکن ہو۔ ایک سال اعتکاف میں شب کے وقت  
 بارش بشدت تمام ہو رہی تھی اور کوئی برتن ایسی المیدان کا نہ تھا کہ وضو کر سکتے ہیں پانی قطرہ قطرہ سب اُسی میں  
 جائے، جاڑے کا موسم تھا فقیر نے توشک پر چادر چند تہہ کر کے رکھی اور اس پر وضو کیا کہ سب پانی چادر ہی میں رہا۔  
 غرض جو طریقہ تحفظ مسجد کا ممکن ہو بجا لائے ورنہ مجبوری بضرورت درمیں بیٹھ کر اس طرح وضو کرے کہ خود سائے  
 میں رہے اور پانی تمام و کمال موقع آب و مجرائے بارش میں گرے کہ ساتھ ہی مینہ اسے بہاتا لے جائے لاف  
 من قواعد الشرع ان الضرورات تبیح المحظورات (کیونکہ شرعی قواعد میں سے ہے کہ ضرورتیں محظورات  
 ممنوعات کو مباح و جائز کر دیتی ہیں۔ ت)

وقد قال الله تعالى ما جعل عليكم في الدين  
 من حرج وقد رخصت الشريعة لعذر  
 المطر في ترك الجماعة وحضور المسجد

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ نے تم پر دین میں کوئی  
 تنگی نہیں رکھی۔ اور تحقیق شریعت نے بارش کی  
 وجہ سے جماعت ترک کرنے اور مسجد میں حاضر نہ ہونے کی

لے بحر الرائق باب الاعتکاف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی  
 ۲۰۳/۲  
 ۱۱۸/۱

۱۷ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الخامسة ادارة القرآن کراچی  
 ۲۲/۸۷

مع وجوبہما علی المعتمد کما حققنا فی  
رسالة لنا فی حکم الجماعة بل فی ترک  
الجمعة مع انها فیضة قطعية اجماعية۔

تویرالابصار میں ہے:

لا تجب (یعنی الجماعة) علی من حال  
بینہ و بینہا مطر و طین و برد شدید  
و دالمخار میں ہے:

اشار بالخیولة الى ان المراد المطر  
الکثیر کما قیده به فی صلوة الجمعة و کذا  
الطین ۛ

در مختار میں ہے:

شرط لا فراضها (ای الجمعة) ببلوغ و  
عقل و عدم مطر شدید و وحل و شلج  
و نحوهما ۛ ملتقطا و ذلك ان الله رؤف  
بالعباد، والحمد لله، والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۱۴۰ اذی الحجۃ ۱۳۲۱ھ

رخصت دی ہے حالانکہ مذہب معتمد پر یہ دونوں واجب  
ہیں، جیسا کہ ہم نے حکم جماعت سے متعلق اپنے رسائل  
اسکی تحقیق کی ہے، بلکہ جمعہ کو چھوڑنے کی بھی بسبب  
بارش رخصت دی گئی باوجودیکہ وہ فرض قطعی اجماعی ہے؛

اس شخص پر جماعت واجب نہیں جس کے لئے بارش،  
کچھڑا اور شدید سردی رکاوٹ بن جائے (ت)

رکاوٹ بننے کے ذکر سے صاحب تویر نے اس بات  
کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مراد شدید بارش اور  
سخت کچھڑا ہے، جیسا کہ نماز جمعہ میں انھوں نے یہ  
قید لگائی ہے (ت)

نماز جمعہ کی فرضیت کے لئے عاقل و بالغ ہونا اور شدید  
بارش، کچھڑا اور برف وغیرہ کا نہ ہونا شرط ہے (التقاط)  
اور یہ اس لئے ہے کہ بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ  
اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، اور تمام  
تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں حدث کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور مختلف کو  
حدث کرنا مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ اور کوئی طالب علم باوجود حجرہ ہونے کے مسجد میں کتب بینی کرے اور

۸۲/۱

مطبع مجتہبی دہلی

۲۴۳/۱

دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۱۲/۱

مطبع مجتہبی دہلی

لے درمختار شرح تویرالابصار باب الامامة

باب الجمعة

ۛ ردالمختار

ۛ درمختار

حدیث بھی کہے تو اب اس صورت میں مسجد میں بیٹھنا افضل ہے یا حجرہ میں؟ اور جو صاحب اس کو تسلیم نہ کریں ان کو کیا حکم ہے شریعت کا؟ بیعتنوا تو جروا۔

### الجواب

مسجد میں حدیث یعنی اخراج ریح غیر معتکف کو مکروہ ہے، اسے چاہئے کہ ایسے وقت باہر ہو جائے پھر چلا آئے، طالب علم کو مسجد میں کتب بینی کی اجازت ہے جبکہ نمازیوں کا عروج نہ ہو، اور اخراج ریح کی حاجت نادر ہو تو اٹھ کر باہر چلا جائے، ورنہ سب سے بہتر یہ علاج ہے کہ بہ نیت اعتکاف مسجد میں بیٹھے اور کتاب دیکھے جبکہ کتاب علم دین کی ہو یا اُن علوم کی جو علم دین کے آلہ ہیں، اور یہ اسی نیت سے اسے پڑھتا ہو، جو شخص غیر معتکف کو اخراج ریح مسجد میں خلاف ادب نہیں جانتا غلطی پر ہے اُسے سمجھا دیا جائے، یہ طریقہ اعتکاف کو اُپر بیان ہوا اُس کے لئے ہے جس کی ریح میں وہ بونہ ہو جس سے ہوائے مسجد پر اثر پڑے، بعض لوگوں کی ریح میں خلقی بوئے شدید ہوتی ہے بعض کو بوچر سوئے ہضم وغیرہ عارضی طور پر یہ بات ہوجاتی ہے ایسوں کو ایسے وقت میں مسجد میں بیٹھنا ہی جائز نہیں کہ بوئے بد سے مسجد کا بچانا واجب ہے۔

وان الملئكة تتأذى مما يتأذى منه  
بنو آدم۔ قالہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم۔  
جس بات سے آدمیوں کو اذیت پہنچتی ہے اُس سے  
فرشتے بھی اذیت پاتے ہیں۔ (رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ ت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۹ صفر مظفر ۱۳۲۲

مسئلہ منشی عبد الصبور صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک مسجد زید کے آبا و اجداد کی تعمیر ہے اور اسی بنا پر زید اپنے کو متولی مسجد نہ کو قرار دیتا ہے، یہ مسجد ویران رہتی تھی، متولی ضروریات واقعی کا خبر گیراں نہیں ہوتا تھا اہل محلہ نے مرمت شکست ریخت کے واسطے متولی سے کہا کچھ بند و بست نہیں کیا تو اہل محلہ نے تعمیر شروع کرادی مسجد میں نماز و جماعت ہونے لگی، تعمیر ناقص تھی کہ متولی نے روکا کہ جب ہم کو قدرت ہوگی خود بنوادیں گے تعمیر ناقص رہی اس مسجد میں کُتواں بھی نہیں، متصل شارع عام کے کنوئیں سے کہ ہر کس و ناکس پانی بھرتا ہے مسجد میں پانی آتا ہے، ہنود کی بے احتیاطی دیکھ کر اب اہل محلہ کا قصد ہے کہ مسجد میں ہی کُتواں تعمیر ہو جائے اور ایک حجرہ بھی سکونت جاوے کس و مؤذن کے واسطے تعمیر ہو جائے مگر متولی مانع ہوتا ہے کہ اگر کوئی نہ بنوائے

جب ہم کو استطاعت ہوگی خود بنوایں گے ایسی حالت میں تعویق تعمیر کا حق متولی کو شرعاً حاصل ہے یا نہیں اور تعمیر سابق بدون اجازت متولی جائز ہوئی یا نہیں اور ممانعت متولی باطل تھی یا صحیح؟ اب بدون اجازت اہل محلہ تعمیر کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور متولی مذکور پابند صوم و صلوة بھی نہیں ہے اور تعمیر ضروریات میں مانع و مزاحم ہوتا ہے شرعاً متولی رہ سکتا ہے یا تولیت سے معزول ہو سکتا ہے۔ بیّنوا التوٰجروا۔

### الجواب

صورت مستفسرہ میں واقعی متولی کو بھی ہرگز حق نہ تھا کہ تعمیر مسجد سے اہل محلہ کو روکتا، نہ کہ یہ شخص جو صرف اس بنا پر کہ مسجد اس کے بزرگوں کی تعمیر ہے اپنے آپ کو متولی ٹھہراتا ہے، تعمیر سابق کہ مسلمانان اہل محلہ نے بے اجازت شخص مذکور کی ضرورت جائز ہوئی کہ وہ یا اجازت قرآن عظیم ہے اللہ عز و جل کی اجازت کے بعد زید و عمرو کی اجازت و عدم اجازت کیا چیز ہے، اللہ عز و جل فرماتا ہے:

انما یعمر مسجداً لله من امن بالله واليوم  
الاخر و اقام الصلوة و اتى الزكوة و لم  
يخش الا الله يہ  
خدا کی مسجدیں وہی عمارت کرتے ہیں جو اللہ اور  
قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پر پاب رکھتے اور  
زکوٰۃ دیتے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من بنى لله مسجداً بنى الله له بيتاً في  
الجنة يہ  
جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ عز و جل اس کے لئے  
جنت میں مکان تعمیر فرمائے۔

شخص مذکور کی ممانعت محض باطل و نامسموع تھی اب بھی اہل محلہ بے اس کی اجازت کے تعمیر  
کر سکتے ہیں، درمختار میں ہے:

اسما د اهل المحلة نفقض المسجد و  
بناءه احکم من الاول ان الباني من  
اهل المحلة لهم ذلك والا لا، بزازیة۔  
اہل محلہ نے مسجد کو گرانے اور پیلے سے مضبوط تر  
بنانے کا ارادہ کیا اگر دوبارہ بنانے والا اہل محلہ  
میں سے ہے تو انہیں ایسا کرنے کا اختیار ہے  
ورنہ نہیں، بزازیہ۔ (ت)

لہ القرآن الکریم ۱۸/۹

۲۰/۱	دار الفکر بیروت	مسند عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مسند احمد بن حنبل
۶۸/۱	مطبع مجتبائی دہلی	باب المساجد	مشکوٰۃ المصابیح
۳۴۹/۱	" " "	کتاب الوقف	۳ درمختار

فتاویٰ قاضی خاں پھر ردالمحتار میں ہے :

لیس لورثتہ منعہم من نقضہ والن زیادۃ  
فیہ ولاہل المحلۃ تحویل باب المسجد  
واقف کے ورثاء اہل محلہ کو مسجد گرا کر وسیع کرنے  
سے منع نہیں کر سکتے مسجد کا دروازہ تبدیل  
کرنے کا بھی اہل محلہ کو اختیار ہے (ت)

محیط امام سرخسی پھر فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

ساجل بنی مسجد اثم مات فاراد اہل المسجد  
ان ینقضوہ ویزید وافیہ فلہم ذلک  
ولیس لورثۃ الیت منعہم  
ایک شخص نے مسجد بنائی پھر وہ فوت ہو گیا ، بعد  
ازاں اہل محلہ نے اس مسجد کو گرانے اور اس میں  
اضافہ کرنے کا ارادہ کیا تو بانی اول کے ورثاء کو  
منع کرنے کا اختیار نہیں (ت)

شخص مذکور جبکہ ضروریات مسجد کا خبر گراں نہیں ہوتا اور اہل محلہ کی درخواست پر بھی درستی مسجد کا کچھ بندوبست  
نہ کیا اور جب اہل محلہ نے تعمیر شروع کی اور مسجد میں نماز و جماعت ہونے لگی تو روکنے کو آ موجود ہوا اور وہ  
روکنا بھی یوں نہیں کہ آپ تعمیر کرنا شروع کرتا بلکہ نرا وعدہ کہ ہم بنوا دیں گے اور وعدہ بھی کیسا ، محض موبہوم  
کہ جب ہمیں مقدرت ہوگی بنوائیں گے ، تو ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ شخص مذکور آبادی و  
عمارت مسجد میں خلل انداز ہے اور وہ ضرور مناع للخیر معتدا یشم (نیکی سے بہت زیادہ منع کرنا)  
حد سے تجاوز کرنے والا گنہگار ہے۔ (ت) میں داخل ہے آپ تعمیر نہ کرتا ہے نہ کر سکتا ہے کہ خود اپنی مقدرت  
سے انکار رکھتا ہے اور مسلمانوں نے جو تعمیر کی جس سے نماز و جماعت ہونے لگی اُسے روکتا ہے تو صاف  
ویرانی مسجد کا خواستگار اور من اظلم من منع مساجد اللہ ان یدکر فیہا السمہ و سخی فی  
خوابہا (اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو مساجد میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منع کرے  
اور مساجد کی بربادی میں کوشاں ہو۔ ت) کی وعید شدید کا سزاوار ہے۔ شخص مذکور کو اگر متولی فرض بھی  
کر لیں تو اور مسلمانان محلہ کی تعمیر میں اس کی کوئی اہانت نہیں نہ ہرگز شرع مطہر میں متولی کو حق دیا گیا ہے

۱۔ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۷۰/۳  
۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲۵۷/۲  
۳۔ القرآن الکریم ۱۲/۶۸  
۴۔ ۱۱۳/۲



کہ بوعده موہومہ مقدرت آپ تعمیر کرنے کے لئے مسجد کو خراب رکھے اہل محلہ کو تعمیر سے روکے۔ فرض کیجئے  
اسے مقدرت کبھی نہ ہوتی تو کیا ہمیشہ مسجد ویران رکھیں یا اُسے استطاعت دس برس یا دس مہینے یا دس دن  
ہی بعد ہوگی تو کون سی شریعت نے فرض کیا ہے کہ اُس کی مقدرت کا انتظار کرو اور اتنی مدت مسجد خراب نہ کرو۔  
جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ بسبب وعدہ اور لوگوں کو اس کے تیار کرانے کا انتظار کرنا ہوگا اگر اپنی ہوائے نفس  
کا حکم دیتا ہے تو مسلمانوں پر اس کا اتباع نہیں اور اگر اسے شرع مطہرہ کا حکم ٹھہراتا ہے تو صراحۃً شریعت غرا  
پر اقرار کرتا ہے، شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کہیں نہیں کہ ایسے محل و عسود کا  
انتظار مسلمانوں کو کرنا ہوگا انتظار انتظار میں مسجد کو خراب رکھنا ہوگا مسجد متولی یا اس کے بزرگوں کی ہدایت  
نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ وان المسجد لله (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بیشک مسجدیں اللہ تعالیٰ  
ہی کی ہیں۔ ت) فرضی یا واقعی متولی کو کیا حق حاصل ہے کہ مسلمانوں کو اپنے وعدہ فردا کے انتظار پر  
مجبور کرے اور تاتریاق از عراق کے لئے مسجد کو خراب رکھے، ایسے انتظار کا فتویٰ دینا صریح جہالت و  
ضلالت ہے خصوصاً جبکہ مسلمان آنکھوں دیکھ چکے کہ وہ ضروریات مسجد کی خبر گیری نہیں کرتا اور باوصف  
درخواست اُس نے کچھ پروا نہ کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یلدغ المؤمن من جحر واحد قطبتہ (مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا) دت  
اور اگر بفرض باطل تسلیم بھی کر لیں کہ اوروں کی تعمیر میں بخیاں عوام اس کی کوئی اہانت ہے تو بیت اللہ  
کی اہانت و خرابی سے اس کی یہ نفسانی اہانت آسان تر ہے۔ مجاہد متولی تو متولی، علمائے کرام تصریح  
فرماتے ہیں کہ اگر خود اصل بانی مسجد اور اہل محلہ میں دربارہ امام و مؤذن نزاع ہو اور جسے اہل محلہ چاہیں  
وہ زیادہ مناسب ہو تو اصل بانی کے اختیار پر اہل محلہ ہی کے اختیار کو ترجیح دی جائے گی۔ اشباہ والنظائر  
میں ہے:

ان تنازعوا فی نصب الامام والمؤذن مع	بانیان مسجد اور اہل محلہ کے درمیان امام و مؤذن
اہل المحلۃ ان کان ما اختارہ اہل المحلۃ	کی تقرری میں اختلاف واقع ہو اور جس کو اہل محلہ
اولیٰ من الذی اختارہ البانی فما اختارہ	پسند کریں وہ بانی کے پسند کردہ سے اولیٰ ہے تو
اہل المحلۃ اولیٰ	اسی کو مقرر کرنا بہتر ہے (ت)

لے القرآن الکریم ۱۸/۴۲

۳۴۹/۲	دار الفکر بیروت	۲ مسند احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ
۳۰۴/۱	ادارۃ القرآن کراچی	۳ اشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوقف

جب اصل واقف پر اہل محلہ کو صرف اس وجہ سے کہ ان کا پسند کردہ زیادہ مناسب ہے شرع مطہر نے ترجیح عطا فرمائی تو یہاں کہ آبادی و ویرانی کا اختلاف ہے اور شخص مذکور خود واقف بھی نہیں اور خود عمارت کرتا بھی نہیں نہ وعدہ ہی پر ٹالتا ہے اور وہ وعدہ بھی ایک غیبی بات پر موقوف کہ خدا جانے ہوئی یا نہ ہوئی کیونکہ اہل محلہ کی کاروائی کے آگے جو سراسر نافع مسجد ہے کوئی چیز ٹھہر سکتی ہے، اور جب اس ترجیح اہل محلہ میں خود واقف کی اہانت نہ تھی یا فرضاً ہو تو شرع مطہر نے اصلاً اس پر لحاظ نہ فرمایا اور محض ایک انساب بات کے لئے اہل محلہ ہی کو ترجیح بخشی تو یہاں اس غیر واقف کی اہانت کیا ہوگی یا ہو تو اس پر شرع کیا لحاظ فرمائے گی ایسے بیہودہ مخیلات کو مذکور فتویٰ قرار دینا سخت عامیانہ سفاہت ہے جس کے لئے شرع الہی میں اصلاً اصل نہیں، معہذا ظاہر ہے کہ اہل محلہ کا مقصود آبادی مسجد ہے نہ کہ اس شخص کی اہانت، ولہذا پہلے خود اسی سے درخواست کی جب اس نے کان نہ رکھا مجبوراً نہ خود عمارت شروع کی تو اہل محلہ کی یہ غرض ٹھہر الینی کہ شخص مذکور کو ذلت پہنچے کس قدر شدید سوائے ظن و جہالت ہے کیا وہ اس قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان الله لا ينظر الى صوركم واهوالكم  
لكن ينظر الى قلوبكم واعمالكم  
کے مستحق نہیں؟ کیا صحیح حدیث میں ارشاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،  
ایاکم والظن فان الظن اکذب  
الحديث ۱۱۰  
بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے زیادہ  
جھوٹی بات ہے (ت)

کا مخالف فاسق نہیں؟ ضرور ہے۔ اور شخص مذکور جب تعمیر ضروریات کا مانع و مزاحم ہے تو بدخواہی مسجد کے سبب اگر متولی بھی ہوتا اس کا معزول کرنا واجب تھا نہ کہ فقط اولاد بانی سے ہونا کہ ہرگز موجب تولیت نہیں کما لا یخفی (جیسا کہ چھپا ہوا نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۱۴۲ از میرٹھ کو بھی انا نش خیر نگر و روازہ ۲ مرسلہ ولایت اللہ خاں ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ  
کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت میں مسجدوں کے اوپر مینار اور برج نہیں تھے، اب کیونکر بنائے جاتے ہیں؟

واقعی زمانہ اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مساجد کے لئے بُرج کنگرے اور اس طرح کے منارے جن کو لوگ مینار کہتے ہیں ہرگز نہ تھے بلکہ زمانہ اقدس میں پتے ستون نہ کی چھت، نہ پکا فرش، نہ گچکاری، یہ امور اصلاً نہ تھے کما فی صحیح البخاری فی ذکر مسجدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جیسا کہ بخاری شریف میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد کے ذکر میں ہے۔ ت) بلکہ حدیث میں ہے: ابنوا المساجد واتخذوها جثماناً رواہ ابویکر بن ابی شیبۃ والبیہقی فی السنن عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مسجدیں بناؤ اور انہیں بے کستگرہ رکھو (اسے ابوبکر بن ابی شیبہ اور بیہقی نے سنن میں سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے :

اپنی مسجد میں منڈی بناؤ اور اپنے شہر کنگرہ دار۔  
(اس کو ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا۔ ت)

مگر تغیر زمانہ سے جبکہ قلوب عوام تعظیم باطن پر تنبیہ کے لئے تعظیم ظاہر کے محتاج ہو گئے اس قسم کے امور علماء و عام مسلمین نے مستحسن رکھے، اسی قبیل سے ہے قرآن عظیم پر سونا چڑھانا کہ صدر اول میں نہ تھا اور اب بنیت تعظیم و احترام قرآن مجید مستحب ہے۔ یونہی مسجد میں گچکاری اور سونے کا کام،  
و ما سراة المسلمون حسنا فهو عند الله حسنٌ  
جس شئی کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھی ہوتی ہے۔ (ت)

۱۰ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ فی زینۃ المسجد وما یبارفہا ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۰۹

۵ کنز العمال حدیث ۲۰۷۹ موسسه الرساله بیروت  
۳ مسند احمد بن حنبل از مسند عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت

۶ ۴۵۶/۱ ۳۷۹/۱

در مختار میں ہے :

جانر تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیہ  
کما فی نقش المسجد

تبیین الحقائق میں ہے :

لا یکرہ نقش المسجد بالجص و ماء  
الذهب

عالمگیری میں ہے :

لا یاس بنقش المسجد بالجص والساج  
وماء الذهب والصرف المفقراء

افضل کذا فی السراجیۃ وعلیہ الفتوی  
کذا فی المضممرات وھکذا فی المحیط

قرآن مجید کو مزین کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید  
کی تعظیم ہے جیسا کہ مسجد کو تعظیماً منقش کرنا جائز ہے

قلعی اور سونے کے پانی سے مسجد کو منقش کرنا مکروہ  
نہیں ہے۔ (ت)

مسجد کو قلعی، ساج کی لکڑی اور سونے کے پانی سے  
منقش کرنے میں حرج نہیں تاہم فقہاء پر صرف کرنا  
اولیٰ ہے جیسا کہ سراجیہ میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے  
مضممرات اور محیط میں یونہی ہے (ت)

اور ان میں ایک منفعت یہ بھی ہے کہ مسافر یا نا وقت منارے کنگرے دُور سے دیکھ کر پہچان لے گا کہ یہاں  
مسجد ہے، تو اس میں مسجد کی طرف مسلمانوں کو ارشاد و ہدایت اور امر دین میں ان کی امداد و اعانت ہے،  
اور اللہ عز و جل فرماتا ہے :

تعاونوا علی البر والتقوی  
نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے  
تعاون کرو۔ (ت)

تیسری منفعت جلیلہ یہ ہے کہ یہاں کفار کی کثرت ہے، اکثر مسجدیں سادی گھروں کی طرح ہوں تو  
ممکن ہے کہ ہمسایہ کے ہنود بعض مساجد پر گھر اور ملک ہونے کا دعویٰ کریں اور جھوٹی گواہیوں سے جیت  
لیں بخلاف اس صورت کے کہ یہ ہیأت خود بتائے گی کہ یہ مسجد ہے تو اس میں مسجد کی حفاظت اور اعدا سے  
اس کی صیانت ہے، واللہ التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

۱۔ در مختار کتاب الحظ والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۵  
۲۔ تبیین الحقائق کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ مصر ۱/۱۶۸  
۳۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکرامیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۹  
۴۔ القرآن الکریم ۵/۲



مسئلہ ۱۴۳ از ملک بنگالہ ضلع نواکھالی ڈاکخانہ قاضی ہاٹ متصل بختیار مٹھی کے بازار

مرسلہ مولوی عبدالعلی صاحب ۱۳ جمادی الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی ہندو مشرک زمیندار اپنی زمین میں نماز پنجگانہ و جمعہ کے لئے ایک مسجد بنادے یا مسلمان کی بنائی ہوئی مسجد کو درست یا پختہ کر دے یا از روئے جیلہ کے دو سو یا چار سو کسی شخص کو مسجد بنوانے کی نیت سے دے وہ شخص زردادہ سے مسجد بنادے شرعاً اس میں نماز پڑھنا درست ہو گا یا نہیں؟ بینوا تو جبروا۔

### الجواب

اگر اس نے مسجد بنوانے کی صرف نیت سے مسلمان کو روپیہ دیا یا روپیہ دیتے وقت صراحت کہہ بھی دیا کہ اس سے مسجد بنوادو، مسلمان نے ایسا ہی کیا تو وہ مسجد ضرور مسجد ہوگی اور اس میں نماز پڑھنی درست ہے لانہ انما یکون اذنا للمسلم بشرء الآلات للمسجد بماله وبمجرد هذا لا یصیر وکیلا وان فرض التوکیل فحیث لم یعین جنس المشتري لا یقع الشراء والا للمسلم لان الجهالة الفاحشة تبطل الوکالة فی الدر المختار الاصل انها (ای الوکالة) ان جهلت جهالة فاحشة وهي جهالة الجنس کدابة بطلت اھ (ملخصاً) ومعلوم ان الشراء مقی وجہ نفاذا علی المشتري نفذ علیه فعلى کل کانت الآلات ملک المسلم وقد جعلها مسجد افصح۔

یونہی مسجد قدیم کی درستی و مرمت اگر کافر کرے تو اس کی مسجدیت میں نقصان نہ آئے گا لان المسجد اذا تم مسجد الا یعود غیر مسجد ابداً (کیونکہ مسجد بن جانے کے بعد کبھی بھی وہ غیر مسجد نہیں بن سکتی۔)



اسی طرح کچی مسجد کو اگر پکی کرادے فرش اور دیواریں پختہ بنوادے جب بھی اس کی مسجدیت میں حرج نہیں اور اس میں نماز درست ہے کہ یہ دیواریں اگرچہ ملک کا فرہیں گی کہ وہ مسجد کے لئے وقف کرنے کا اہل نہیں مگر دیواریں حقیقت مسجد میں داخل نہیں،

حقى لو لم تكن اور فقت لم يتطرق الى المسجد خلل الا ترى ان المسجد الحرام لا جدران فيه اصلا وان بناء الكعبة لو رفع كما وقع في زمن سيدنا عبد الله بن الزبير رضی اللہ تعالیٰ عنہما لصحت الصلوة اليها كما نصوا عليه۔

مسجد کی دیواریں اگر بالکل نہ ہوں یا مرتفع ہو جائیں تو مسجدیت میں کوئی خلل نہیں آتا، کیا تو نہیں دیکھتا کہ مسجد الحرام میں دیواریں نہیں ہیں اور اگر کعبۃ اللہ کی عمارت اگر مرتفع ہو جائے جیسا کہ سیدنا حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہوا تو تب بھی اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے، فقہانے اس کی تصریح کی ہے (ت)

یوں ہی مسالہ کہ فرش پختہ کرنے کو ڈالا چٹائی کی طرح ایک شئی زائد ہے اور جواز نمازیوں کے اگرچہ وہ مسالہ ملک کا فر پر رہے گا مگر اسی پر نماز اس کے اذن سے ہے۔

فكان كالصلوة في ارض الكافر باذن بل اولى۔

تو یہ کافر کی زمین میں اس کے اذن سے نماز پڑھنے کی مانند ہوا یا اس سے بھی اولیٰ ہے (ت)

ہاں ایسی چیز کا قبول کرنا مسلمانوں کو نہ چاہئے کہ مسجد کو ملک کافر سے آلودہ کرنا ہے،

وقد قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انا لا نستعين بمشرك لہ

تحقیق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم مشرک سے استعانت نہیں کرتے (ت)

اور اس میں یہ بھی قباحیت ہے کہ جب وہ فرش بلکہ کافر پر باقی ہے تو اگر کسی وقت وہ یا اس کے بعد اس کا وارث اس پر نماز سے منع کر دے تو نماز ناجائز ہو جائے گی جب تک فرش کھود کر زمین صاف نہ کر لیں۔ رہی پہلی صورت کہ مشرک اپنی زمین میں مسجد بنوادے اگر مشرک نے وہ زمین کسی مسلمان کو ہبہ کر دی اور مسلمان نے مسجد بنوائی تو جائز ہے اور اس میں نماز مسجد میں نماز ہے اور اگر بے تملیک مسلم اپنی ہی ملک رکھ کر مسجد بنوائی تو وہ مسجد شرعاً مسجد نہ ہوتی،

لان الكافر ليس اهل لوقف المسجد و في  
جواہر الاخلاطی جعل ذمی داسۃ مسجد ا  
للمسلمین و بناۃ کما بنی المسلمون و اذن  
لہم بالصلوۃ فیہ فصلوا فیہ ثم مات  
یصیر میراثا لورثتہ و ہذا قول الكل۔

کیونکہ کافر مسجد وقف کرنے اہل نہیں جو اہل اخلاطی میں ہے  
کہ ذمی نے اپنے گھر کو مسلمانوں کے لئے مسجد بنایا  
اور مسلمانوں کی طرح اس کی تعمیر کرائی پھر مسلمانوں  
کو اس میں نماز پڑھنے کو کہا اور انہوں نے اس میں  
نماز پڑھی بعد ازاں وہ ذمی مر گیا تو وہ اس کے وارثوں  
کو بطور میراث ملے گی، اور یہی سب کا قول ہے (ت)  
اُس میں نماز ایک کافر کے گھر میں نماز ہے جس پر نماز مسجد کا ہرگز ثواب نہیں مگر جبکہ اُس کے اذن سے  
ہے نماز درست ہے اگر منع کر دے گا ثواب اجازت نہ رہے گی اور زمین غصب میں نماز کی طرح مکروہ  
ہوگی للتصرف فی ملک الغیر بغیر اذنیہ (ملک غیر میں بلا اذن مالک تصرف کرنے کی وجہ سے - نت)  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از کانپور  
مرسلہ مولوی عبید اللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ ہندہ نے اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار  
کمر کے کسب ناجائز اختیار کر لیا اور مال میں ہزار پانسو کی تجارت بھی کرتی رہی چنانچہ اس نے اسی مال سے  
چند دن میں متعدد مکان وغیرہ بھی خرید کئے اور وہ مال اس کے پاس کچھ بطور حلال حاصل ہوا تھا اور کچھ  
بطور حرام، لیکن یہ امر کہ مال حلال کس قدر تھا اور مال حرام کس قدر، کچھ معلوم نہیں، خلاصہ یہ کہ وہ مال اس  
کے پاس مختلط تھا، اس کے بعد اس مال کی وارث اس کی مال بنی، ہندہ کی ماں نے محض اپنی رائے سے  
ایک مسجد کی تعمیر کی اب اس مسجد میں لوگ نماز پڑھنے سے پرہیز کرتے ہیں، پس یہ فرمایا جائے کہ ایسی مسجد کو  
حکم مسجد کا دیں گے یا نہیں؟ اور یہ وقف شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی ارشاد ہو کہ مال مختلط وراثۃ اگر  
شخص کو نہ ملا ہو جبکہ خود اس کے پاس مختلط اپنا ذاتی ہو جیسا آج زمانے میں بکثرت لوگوں کے پاس ہے  
اگر ایسے مال سے مسجد بنوائی جائے تو کیا حکم ہے؟ بیستوا توجروا۔

الجواب

مال مختلط کہ مورث وجوہ مختلفہ سے جمع کر لے اور وارث کو اُس کی کچھ تفصیل کا پتا نہیں چل سکا کہ کتنا  
حلال ہے کتنا حرام ہے، جو حرام ہے کس کس سے لیا ہے تو امر مجہول کا مطالبہ اس سے نہیں ہو سکتا ایسی ہی

جگہ ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ:

الحرمۃ لاتعدي بيان المسئلة في الدر المختار  
وسد المختار وغيرهما من الاسفار۔  
حرمت متعدی نہیں ہوتی اس مسئلہ کی وضاحت  
در مختار اور رد المختار وغیرہ کتب میں ہے (ت)  
تو مسجد مذکور ضرور مسجد ہے اور اس کا وقف صحیح اور اس میں نماز جائزہ، اور اگر خود اپنا روپیہ مختلط  
بلکہ حرام ہو اور اس سے مسجد یوں بنائے کہ زمین و خشت وغیرہ آلات کی خریداری میں زر حرام پر عقد و نقد  
جمع نہ ہو تو مذہب امام کرخی پر کہ اب وہی مفتی بہ ہے ان خریدی ہوئی اشیاء میں خجاست اثر نہ کرے گی  
بل استحسن فی الطریقة المحمدیۃ الافاء  
بما اوسع من ههنا وهوان الخبث لا یسری  
فی الابدال مطلقا اذ کان ذلك فیما لا یتعین  
فی البیع کالدھم والدنانیر۔  
پر فتویٰ کو مستحسن قرار دیا ہے اور وہ یہ کہ خجاست  
ابدال میں مطلقاً اثر نہیں کرتی جبکہ ان اشیاء  
میں ہو جو بیوع میں متعین نہیں ہوتیں جیسے درہم  
دنانیر۔ (ت)

حرام پر عقد کے یہ معنی کہ زر حرام دکھا کر کہ اس کے عوض فلاں شئی دے دے، اور نقد کے یہ  
معنی کہ پھر زر حرام ہی اس کے معاوضہ میں دے دے، اور اگر مطلقاً بغیر روپیہ دکھائے کوئی چیز خریدے  
اور پھر زر حرام عوض میں دیا تو یہ دینا اگرچہ اسے حرام تھا،  
لانه فیہ بادائہ الی من کان له وان  
لم یبق هو ولا وارثہ اولہ لعلہ فالتصدق  
وهذا عدول عنہما فلا یجوز۔  
کیونکہ اس میں وہ مال حرام اس شخص کو واپس کرنے  
کا پابند تھا جس کا وہ ہے اگر وہ یا اس کا کوئی  
وارث باقی نہیں یا ان کا علم نہیں تو صدقہ کرنا  
لازم ہے جبکہ یہ مال حرام کسی کو معاوضے میں دینے سے اور اصل مالک کو واپس کرنے سے عدول ہوگا تو جائز نہیں (ت)  
بلکہ بالغ کو بھی لینا حرام تھا جبکہ اُسے معلوم ہو کہ یہ روپیہ عین حرام اور اس کے پاس بلا ملک ہے جیسے  
غصب و رشوت و اجرت زنا وغیرہ کا روپیہ مگر جبکہ حرام پر عقد نہ ہو اگر مطلقاً پر ہوا خریدی ہوئی شئی  
میں خبث نہ آیا یونہی اگر زر حرام دکھا کر کہ اس کے عوض فلاں شئی دے دے، جب اس نے دے دی  
اس نے وہ روپیہ ٹخن میں نہ دیا بلکہ زر حلال دیا تو اب اگرچہ عقد حرام پر ہوا مگر نقد اسی کا نہ ہوا، ان  
دونوں صورتوں میں مذہب مفتی بہ پر ابدال یعنی خریدی ہوئی چیزیں حلال رہتی ہیں اور ظاہر ہے کہ  
یہاں عام خریداریاں اُسی صورت اُولے پر ہوتی ہیں کہ حرام پر عقد نہیں ہوتا، اور اگر بالفرض بعض  
آلات پر اتفاقاً ایسا ہوا ہو تو اس کا حال معلوم نہیں،

وقد قال في الاصل به ناخذ ما لم نعرف شيئاً حراماً بعينه۔  
امام محمد نے اصل میں فرمایا کہ ہم اسی کو اپنے آپ سے ہیں جب تک ہمیں کسی خاص شے کے حرام ہونے کا پتا نہ چل جائے۔ (ت)

تو ایسی مساجد کی مسجدیت اور ان میں نماز کی صحت میں شک نہیں وقد فصلنا المسألة في فتاؤنا (تحقیق ہم نے اس مسئلہ کی تفصیل اپنے فتاویٰ میں بیان کر دی ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۴۵ از شہر کتہ ۲۳ محرم شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چھوٹی مسجد کو مسلمانوں نے بڑھایا جو زمین اندر آئی اس میں ایک محراب ہوتی ہے کسی حساب سے پانچ در نہیں ہو سکتے، نہ تو زمین زیادہ ہے کہ دو در بن کر پانچ ہو جائیں نہ اتنا روپیہ کہ سامنے کی محرابیں توڑ کر اس زمین کو شامل کر کے تین در بنائے جائیں، اب اگر ایک در تیار ہو جائے اور سب مل کر چار در ہو جائیں تو کسی طرح کا نماز میں فتور آئے گا یا نہیں؟ شرع شریف نے کیا اجازت دی ہے؟ بیٹھو! توجروا۔

### الجواب

اتنا ضرور ہے کہ طاق عدد اللہ عزوجل کو محبوب ہے ان اللہ وتو یحب التو (اللہ تعالیٰ وتر یعنی طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ ت) اور یہاں عام مسلمانوں میں مسجد کے در طاق ہی رکھنے کا رواج ہے وقد نص العلماء ان الخروج عن العادة شهرة ومکروه (علماء نے تصریح فرمائی کہ مسلمانوں کی عادت مستمرہ سے خروج مکروہ ہے۔ ت) تو جہاں تک ممکن ہو مخالفت عادت مسلمین سے احتراز کریں اور ناممکن ہو تو کوئی حرج نہیں نمازیں تو کسی طرح دروں کے طاق یا جفت ہونے سے کوئی فضیلت یا فتور اصلاً نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۶ مرسلہ عنایت حسین ۴ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں ایک مسجد چھوٹی ہے اور ایک جانب اس کے قبرستان ہے دو جانب تالاب ہے اور ایک جانب راستہ ہے اور مرمت طلب ہے، ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ میں ایک مسجد بناؤں مگر شرط یہ ہے کہ اس مسجد سے بڑی ہو اور اس میں حجرہ وغیرہ



اور وہیں چاہ بھی ہو اور پیش امام اور مؤذن کے واسطے بھی انتظام جائداد سے کر دیا جائے اور یہ جو مسجد ہے اُس کے اُس پاس بڑھانے کی گنجائش نہیں ہے اگر دوسری مسجد اس موضع میں تعمیر ہوتی تو یہ مسجد ویران ہو جائے گی اس میں کوئی نمازی نماز کے واسطے نہیں آئے گا اس وجہ سے کہ اس مسجد میں کوئی امام نہیں ہے اور نمازی بھی ایسے نہیں کہ اس میں امامت کر کے جماعت کر لیں ایسی حالت میں مسجد تعمیر کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور یہ مسجد شہید کر کے اینٹ وغیرہ اس مسجد کی اُس مسجد میں لگائیں یا کیا کریں؟

### الجواب

مسجد بنانا باعث اجر عظیم ہے جس طرح ممکن ہو کوشش کی جائے وہ مسجد بھی آباد رہے اور یہ بھی آباد ہو ثواب لینا چاہتا ہے تو اس کے لئے بھی امام مقرر کرے اگر کسی طرح یہ ممکن ہو بلکہ اگر معلوم ہو کہ اس مسجد کا بنانا اُسے ویران کر دے گا تو ہرگز نہ بنائے کہ مسجد کا ویران کرنا حرام قطعی ہے اور اسے شہید کرنا حرام قطعی، اور آباد مسجد کی اینٹ وغیرہ دوسری مسجد میں لگا دینا حرام قطعی۔

قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا ۱۴۷ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے ظالم تر کون ہو سکتا ہے جو مسجد میں اللہ کے ذکر سے روکے اور ان کی بربادی کی سعی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۰ صفر ۱۳۲۳ھ

از پیرایون

زید نے قبرستان قدیم اہل اسلام کو پاٹ کر ان قبروں کی چھت پر مسجد بنانا اور اس کو ایک مسجد قدیم کے صحن میں داخل کرنے کا قصد کیا ہے اور دروازہ قدیم مسجد کو بھی پاٹ کر اسکے نیچے دکان یا حجرہ بنانا اور چھت کو مسجد کرنا چاہتا ہے، آیا شرعاً زید کو یہ منصب ہے اور یہ سقف قبور مسجد ہو جائے گی اور مصلیٰ کو ثواب مسجد ملے گا یا نہیں؟ بیتواتو مجروا عند اللہ تعالیٰ (بیان کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

دروازہ پاٹ کر اس کے نیچے دکان بنانا ہرگز جائز نہیں، عالمگیری میں ہے،

قیم المسجد لا یجوز لہ ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فی فناءہ ۱۴۸

ناظم مسجد کو جائز نہیں کہ وہ مسجد کی حدود میں یا فناء مسجد میں دکانیں بنائے (ت)

لے القرآن الکریم ۱۱۴/۲

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد فصل ثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۲



اور حجرہ بنانے کی اجازت ہے جبکہ زمین مسجد سے اُس میں کچھ نہ لیا جائے، نہ مسجد پر راہ وغیرہ کسی امر کی تنگی لازم آئے، اور یہ تغیر دروازہ کرنے والے خود اہل محلہ ہوں یا ان کے اذن سے ہو۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے: لاہل المحلة تحویل باب المسجد (اہل محلہ کو دروازہ مسجد کی تبدیلی کا اختیار ہے۔ ت) اور اس صورت میں حجرہ کی چھت مسجد ہو جائے گی جبکہ برضائے اہل محلہ ہے۔ خلاصہ میں ہے:

ارض وقف علی مسجد والارض بجانب  
ذلك المسجد وارادوا ان یزیدوا فی المسجد  
شیئاً من الارض جائزاً الخ

فتاویٰ کبریٰ پھر جامع المضمات شرح قدوری پھر فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

مسجد اراد اہلہ ان یجعل الرحبة مسجداً  
وان یحولوا الباب عن موضعه فلم یمکن  
فان اختلفوا نظر ایہم اکثر و افضل فلہم  
ذلك ۱۰ بتلخیص۔

اہل محلہ نے چاہا کہ برآمدہ کو مسجد کر دیں اور دروازہ کو  
اپنی جگہ سے تبدیل کر دیں تو جائز ہے اور اگر ان میں  
باہم اختلاف ہو تو دیکھا جائے گا کہ ان میں اکثر و افضل  
گروہ کی کیا رائے ہے اور انہیں کو اختیار دیا جائیگا

۱۰ بتلخیص (ت)

اور اُس کے نیچے حجرہ ہونا کچھ منافی مسجدیت سقف نہ ہوگا، قول بحر شرط کو نہ مسجد انت یكون  
سفله و علوه مسجداً (اس کے مسجد ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کے نیچے اور اوپر والا حصہ بھی مسجد  
ہو۔ ت) یہاں وارد ہوگا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جمیع جہات میں حقوق بالکائنات عباد سے منقطع ہو مصالح مسجد  
قوابح مسجد ہیں خود بحسب میں تتمہ عبارت مذکورہ یہ ہے:

لینقطع حق العبد عنه بقوله تعالى وان  
المسجد لله بخلاف ما اذا كان السرداب  
والعلو موقوفاً لمصالح المسجد كسرداب  
بیت المقدس هذا هو ظاهر

تاکہ حق عبد اس سے منقطع ہو جائے اللہ تعالیٰ کے اس  
ارشاد کی بنیاد پر کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں بخلاف  
اس کے کہ جب تہ خانہ یا بالا خانہ مصالح مسجد کیلئے  
موقوف ہوں جیسا کہ بیت المقدس کا تہ خانہ ہے

۱۳/۴	نوٹ کشور بکھنو	باب الرجل جعل داره مسجداً	کتاب الوقف	۱	۱
۲۲۱/۴	مکتبہ حبیبیہ کوسٹہ	الفصل الرابع فی المسجد	"	۲	۲
۲۶۶/۲	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الحادی عشر	"	۳	۳
۲۵۱/۵	ایچ ایم سعید پبلی کراچی	فصل فی احکام المسجد	"	۴	۴

من جعل مسجداً تحتہ سرداب او فوقہ  
بیت وجعل باب المسجد الی الطریق و  
عزلہ عن ملکہ فله ان یتبعہ وان مات  
یورث عنہ لانه لم یخلص للہ تعالیٰ  
لبقاء حق العبد متعلقا بہ ولو کان  
السرداب لمصالح المسجد جائزاً

جس شخص نے مسجد بنائی جس کے نیچے ترخانہ اور اوپر  
مکان ہے اس نے مسجد کا دروازہ راستے کی طرف  
بنایا اور اس کو اپنی ملک سے نکال دیا تو وہ اس کو  
بیچنے کا اختیار رکھتا ہے اگر وہ مر جائے تو اس کی میراث  
قرار پائے گا کیونکہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں  
ہوا اس سبب سے حق عید اس کے ساتھ منسلک  
رہا اور اگر وہ ترخانہ مصالح مسجد کیلئے ہو تو جائز ہے۔ (ت)

ہاں اگر زید بطور خود یہ کاروائی بے رضائے اہل محلہ کرے تو وہ چھت مسجد نہ ہو جائے گی اور اس میں  
نماز اگرچہ جائز ہے مگر اس پر نماز مسجد کا ثواب نہ ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے :

متولی مسجد جعل منزلاً موقوفاً علی  
المسجد مسجد او صلی الناس فیہ سنین  
ثم ترک الناس الصلوۃ فیہ فاعید  
منزلاً مستغلاً جازلاً لانه لم یصح جعل  
المتولی ایاہ مسجد اذ ان فی الواقعات  
الحصائیۃ

ایک مسجد کے متولی نے ایک گھر جو کہ مسجد پر موقوف  
تھا کو مسجد بنا دیا لوگ اس میں کئی برس نماز پڑھتے  
رہے، پھر لوگوں نے اس میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا  
پھر وہ اپنی سابقہ حالت یعنی کرایہ پر چلنے لگا تو جائز  
ہے کیونکہ متولی کا اس کو مسجد کر دینا صحیح نہیں ہوا تھا  
یہ واقعات حسامیہ میں مذکور ہے (ت)

ربا مسلمانوں کا قبرستان قدیم کہ وہ ضرور دفن موتی کے لئے موقوف ہوتا ہے، اس میں دو صورتیں ہیں  
اگر وہ قبرستان قابل کار ہو کہ اس میں دفن اموات کو جبکہ بھی ہے اور کسی اور وجہ کے باعث اس سے استغفار  
بھی نہ ہو گیا نہ داخل حدود شہر ہونے کے سبب اس میں دفن کی ممانعت انگریزی طور پر ہو گئی جب تو اسے  
پاٹ کر دفن سے روک دینا سرے سے ناجائز و حرام ہے کہ یہ ابطال غرض وقف ہے اور وہ اصلاً روا نہیں

۲۵۱/۵	فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الوقف	لہ بحر الرائق
۶۲۴/۲	المکتبۃ العربیۃ کراچی	"	لہ الہدایۃ
۴۵۶/۲	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الحادی عشر فی المسجد	۳۵ فتاویٰ ہندیہ

عالمگیر میں ہے :

لایجوز تغیر الوقف (وقف میں تغیر و تبدل جائز نہیں۔ ت)

فتح القدیر میں ہے :

الواجب ابقاء الوقف علی مآکات علیہ۔ وقف کو حال سابق پر برقرار رکھنا واجب ہے (ت)

اور اگر وہ قابل کار نہ رہا یا اس سے استغنا ہو گیا یا وہاں دفن کی ممانعت ہو گئی جس کے سبب اب وہ اس کام میں صرف نہیں ہو سکتا یا مسجد قدیم لب مقبرہ واقع ہے یہ بیرون حدود مقبرہ ستون قائم کر کے اوپر کافی بلندی پر پاٹ کر چھت کو صحن مسجد سابق سے ملا کر مسجد کر دینا چاہتا ہے اس طرح کہ زمین مقبرہ نہ رکے نہ اس میں دفن موتی کرنے اور اُس کی غرض سے لوگوں کے آنے جانے کی راہ رکے نہ اس چھت کے ستون قبورِ مسلمین پر واقع ہوں بلکہ حدود مقبرہ سے باہر ہوں تو اس میں حرج نہیں جبکہ وہ زمین جس میں ستون قائم کئے گئے متعلق مسجد ہو اور کارروائی اہل محلہ کی یا اُن کے اذن سے ہو یا وہ زمین اس بانی مقف یا کسی دوسرے مسلمان کی ملک ہو اور مالک اُسے ہر کام کے لئے وقف کر دے یا وہ زمین افتادہ بیت المال کی ہو اور اس میں اس کارروائی سے مسلمانوں کے راستے وغیرہ کو ضرر نہ ہو کہ ان حالتوں میں اس نے کوئی بیجا تصرف نہ کیا نہ وقف کو روکا نہ اُس کی زمین کو کسی دوسرے کام میں صرف کیا صرف بالائی ہوا میں نہ موقوف تھی نہ مملوک ایک تصرف غیر مضر نفعِ مسلمین کے لئے کیا۔ عالمگیر میں ہے :

ذکر فی المنتقی عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ  
فی الطريق الواسع بنی فیہ اهل المحلة  
مسجد او ذلك لا یضر بالطریق فمنعہم  
سجل فلا یاس ان یبنوا کذا فی  
الحادیؒ  
منتقی میں حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یوں  
منقول ہے کہ ایک وسیع راستہ میں اہل محلہ نے  
مسجد بنائی جس سے راستہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا ایک شخص  
نے انہیں اس سے منع کیا تو ان کے مسجد تعمیر کرنے  
میں کوئی حرج نہیں، حاوی میں یونہی ہے (ت)

اسی میں خزانۃ المفتیین سے ہے :

قوم بنوا مسجد او احتاجوا الی مکات قوموں نے مسجد بنائی تو انہیں مسجد کو وسیع کرنے

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۹۰  
۲۔ فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نورین رضویہ سکھر ۵/۴۴۰  
۳۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۵۶





اور مسجد کا جمیع جہات میں حقوق العباد سے منقطع ہونا لازم ہے کما تقدّم (جیسا کہ آگے آئے گا۔ ت) ہرگز مانع مسجدیت نہ ہوگا کہ اس حق سے مرا کسی کی ملک یا وہ حق مالکانہ ہے جس کے سبب وہ اس مسجد میں تصرف سے مانع آسکے کہ جب ایسا ہوگا تو وہ خالص لوجہ اللہ نہ ہوئی، اور مسجد کا خالص لوجہ اللہ ہونا ضرور ہے، ولہذا فتح القدر میں عبارت مذکورہ ہدایہ کی شرح میں فرمایا:

المسجد خالص لله سبحانه ليس لاحد فيه حق، وهو منتف فيما ذكر اما اذا كان السفلى مسجدا فان لصاحب العلو حقا في السفلى حتى يمنع صاحبه ان ينقب فيه كوة او يتد فيه وتدا، واما اذا كان العلو مسجدا فلا تارض العلو ملك لصاحب السفلى بخلاف ما اذا كان السرداب او العلو موقوفاً لصاحب المسجد فانه يجوز اذ لا ملك فيه لاحد اه مختصراً۔

مسجد خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اس میں کسی کا حق نہیں اور یہ بات صورت مذکورہ میں منتفی ہے لیکن اگر نیچے والا حصہ مسجد ہو پھر تو اس لئے کہ بالا خانے والا پچھلے حصہ میں حق رکھتا ہے یہاں تک کہ نیچے والے کو دیواروں میں سوراخ کھودنے یا منج گاڑنے سے منع کر سکتا ہے اور اگر اوپر والا حصہ مسجد ہو تو پھر اس لئے کہ بالا خانے کی زمین نیچے والے کی ملک ہے بخلاف اس کے اگر تہ خانہ اور بالا خانہ دونوں ہی مصلحت مسجد کے لئے وقف کر دئے گئے ہوں تو صحیح ہے کیونکہ اب اس میں کسی کی ملک باقی نہیں رہا اور مختصراً۔

مطلقاً حق العبد کا تعلق اگر مانع مسجدیت ہو تو کوئی مسجد مسجد نہ ہو سکے کہ ہر مسجد میں اداۓ نماز واجباً وغیرہ عام مسلمانوں یا خاص اس کے اہل کا بخصوصیت زائدہ حق ہے جس کے باعث وہ بحال تنگی اور دل کو اپنی مسجد محلہ میں نماز سے منع کر سکتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے:

اذا ضاق المسجد كان للبصلي يزعم ج القاعد عن موضعه ليصلي فيه وان كان مشغلاً بالذكر او الدرس او قراءة القرآن او الاعتكاف، وكذا الاهل بالمحلة ان يمنعو من ليس منهم عن الصلوة فيه اذا ضاق بهم المسجد كذا في القنية۔

اگر مسجد تنگ ہو تو نمازی دوسرے شخص کو جو کہ وہاں بیٹھا ہوا ہے وہاں سے ہٹا کر نماز پڑھ سکتا ہے اگرچہ وہ بیٹھا ہوا شخص ذکر، تلاوت یا اعتکاف میں مشغول ہو یوں ہی مسجد کی تنگی کی صورت میں اہل محلہ دوسروں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کر سکتے ہیں یونہی قنیہ میں ہے۔ (ت)

۱۔ فتح القدر کتاب الوقف فصل اخضع المسجد باحكام مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲۴۲-۲۵/۵  
۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد نوری کتب خانہ پشاور ۳۲۲/۵



بلکہ حق میت کے قبر و مقف قبر میں ہے اگر ان حقوق عباد سے ہر جن کا تعلق خلوص لوجہ اللہ تعالیٰ سے مانع ہو تو سرے سے مقبرہ موقوف ہی محال ہو جائے کہ مسجد کی طرح مقبرہ میں بھی محض خلوص و انقطاع جملہ حقوق عباد شرط ہے ولہذا بالاجماع مسجد کی طرح اس میں بھی افراز شرط ہوا۔ ہدایہ میں ہے :

وقف المشاع جائز عند ابی یوسف الا فی المسجد والمقبرة فانه لا یتیم ایضا عند ابی یوسف لان بقاء الشریکة یمنع المخلص للہ تعالیٰ اھ مختصراً۔  
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وقف مشاع جائز ہے سوائے مسجد و مقبرہ کے، اور وہ بھی امام ابو یوسف کے نزدیک تام نہیں ہوتا کیونکہ شرکت اس وقف کے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہونے سے مانع ہے اھ مختصراً (ت)

### فتح القدر میں ہے :

انما اتفقوا علی منع وقف المشاع مطلقاً مسجد او مقبرہ لان الشیوع یمنع خلوص الحق للہ تعالیٰ بے  
مسجد و مقبرہ میں وقف مشاع کے مطلقاً ممنوع ہونے پر تمام ائمہ متفق ہیں کیونکہ شیوع وقف کے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہونے سے مانع ہے (ت)

بلکہ میت تو کوئی حق مالکانہ نہیں رکھتا لان الموت ینافی المملک (کیونکہ موت ملکیت کے منافی ہے۔ ت) نہر عام کی طرح نہر خاص اہل محلہ کا جزئیہ گزر اگر اس کے اوپر پاٹ کر مسجد بنا دینا جائز ہے جبکہ ان کی نہر کو ضرر نہ پہنچے نہ وہ مانع آئیں تو اوپر مسجد ہے اور نیچے نہر بہتی ہے جس میں خاص قوم کا حق مالکانہ ہے مگر از انجا کہ ان کے حق میں کوئی تصرف نہ کیا، نہ انھیں بالائے نہر اس پٹی ہوئی عمارت میں نماز سے ممانعت پہنچتی ہے کہ ان کا حق نہر میں ہے نہ کہ ہوا میں، وہ مسجد صحیح و جائز ہو گئی بلکہ حق مالکانہ و رکنا ر خاص زمین مسجد جس پر عمارت بنا کر مسجد کی گئی اگر ملک غیر ہو مگر اسے حق مزاحمت اصلاً نہ رہا ہو تو مذہب مفتی بہ پر وہ خالی عمارت بھی مسجد ہو جائے گی۔ در مختار میں ہے :

بنی علی ارض ثم وقف البناء قضد اید و نہا ان الارض مملوكة لا یصح وقیل صح وعلیہ الفتوی، وان موقوفۃ علی  
ایک شخص نے کسی زمین پر عمارت بنائی پھر بالقصد عمارت کو وقف کیا بغیر زمین کے، اگر وہ زمین کسی کی ملک ہے تو وقف صحیح نہیں، اور ایک قول

ما عین البناء له جائز تبعاً لجماعاً و انت  
الارض لجهة اخری فمختلف فیہ ، و  
الصحيح الصحة كما في المنظومة المحيية  
اه باختصار۔  
میں صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ، اور اگر زمین وقف  
ہے اسی پر جس کے لئے عمارت معین ہوئی تو عمارت  
کا تبعاً وقف بالاجماع جائز ہے ، اور اگر زمین کسی اور  
جہت کے لئے وقف ہے تو اس میں اختلاف ہے  
صحیح یہی ہے کہ اس صورت میں بھی عمارت کا وقف صحیح  
ہے جیسا کہ منظومہ مجیبہ میں ہے اہ باختصار (ت)  
رد المحتار میں ہے :

قوله والصحيح الصحة ای اذا كانت الارض  
محتكرة وعن هذا قال في النعم الوسائل  
انه لو بنی فی الارض الموقوفة المستأجرة  
مسجداً انه يجوز اه هذا ما عندي ،  
والله سبحانه وتعالى اعلم۔  
ما تن کا قول الصحيح الصحة (صحیح صحت ہے)  
اس وقت ہے جب زمین محتکرہ ہو (یعنی جس کی  
اُجرت بطور مابنائیا سالیانہ مقرر ہو) اسی بنیاد پر  
انفع الوسائل میں فرمایا کہ اگر کسی نے موقوفہ  
مستاجرہ زمین پر مسجد بنادی تو جائز ہے اہ میرے  
نزدیک یہ ہے ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۸ غزوہ ربيع الآخر شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی عنایت اللہ نے حجرہ مسجد کی  
دیوار پر ایک دیوار بنا کر مکان بنالیا ہے اور اسی دیوار کو سببان کر لیا ہے اور مسجد کی محراب اور دیوار سے  
ملا کر ایک پیل پایہ کھڑا کر کے خاص دیوار مسجد میں سو راخ کر کے ایک کڑی ڈال کر چھت بنائی اور پرنا لہ مسجد کی  
دیوار سے ملا ہوا رکھا جس سے مسجد کا ضرر ہے اور ایک کھڑکی بھی اسی دیوار میں جو حجرہ پر بنائی گئی ہے واسطے  
آمد و رفت چھت حجرہ کے رکھی عنایت اللہ کو اس طریقہ سے مکان بنانا کیسا ہے ؛ بیتنا تو وجودا۔

الجواب

حرام حرام حرام ، سخت گناہ ، سخت کبیرہ ، وہ شخص شرعاً شہ سزا کا مستحق ۔ اُس پر فرض ہے کہ حجرہ  
مسجد پر جو دیوار بنائی ہے ابھی ابھی فوراً فوراً اڈھا دے مسمار کر دے ، اور اس میں جو کچھ نقصان حجرہ مسجد  
یا دیوار حجرہ مسجد کو پہنچے اسے اپنے دامن سے ویسا ہی بنوادے جیسا پہلے بنا ہوا تھا ،

فان کل ضرر یبنا یمضی بالقیمة ما خلا  
بناء الوقت فیومر باعادة ثلثه کما کانت فی  
الامشیاة والنظائر والدر المختار۔  
عمارت کے ہر ضرر کا ضمان قیمت سے ادا کیا جاتا ہے  
سوائے وقف کی عمارت کے کہ اس کے اعادہ کا  
حکم دیا جائے گا جیسا کہ وہ عمارت پہلے تھی (الاشباہ  
والنظائر اور در مختار) (ت)

دیوار مسجد میں جو سوراخ کیا ہے وہ سوراخ اس کے ایمان میں ہو گیا اس پر فرض قطعی ہے کہ اس ناپاک  
کڑی کو ابھی ابھی فوراً نکال لے اور دیوار مسجد کی ویسی ہی اصلاح کر دے جیسی تھی اور اس کے سبب اس کی  
چھت گر پڑے اور گرانا ہی فرض ہے اور وہ ناپاک پر نالہ کہ دیوار مسجد سے ملا ہوا بلا استحقاق شرعی رکھا ہے  
اور اس میں مسجد کا ضرر ہے، لازم ہے کہ فوراً اسے اکھیڑ دے اور بند کر دے، اور حجرہ کی چھت پر  
آمد و رفت کا اُسے کوئی استحقاق نہیں، یہ ناپاک دیوار تو گرانی ہی جائے گی، اگر اُسے ڈھاکر خاص اپنی زمین  
میں کوئی دیوار اس کے متصل بنائے تو اسے اصلاً اختیار نہیں کہ حجرہ کی چھت پر آنے جانے کو اس میں کھڑکی  
رکھی، یہ سب اس کی طرف سے ظلم اور سخت ظلم ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:  
لیس لعرق ظالم حتی (ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔ ت) عنایت اللہ اگر ان سب احکام شرعی کو فوراً مانے  
اور اپنے یہ سب ناپاک تصرفات فوراً اٹھا دے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کی چارہ جوئی  
کریں، اگر اس میں کمی یا دیر کرینگے تو وہاں کے سب مسلمان جو اس پر قادر تھے اور چارہ جوئی میں دیر لگائی عذاب  
شدید کے سزاوار ہوں گے والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۹ از ریاست رامپور مرسلہ شاہ مفتاح الاسلام صاحب پانی پتی ۹ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکوتر بازی، بٹیر بازی وغیرہ حرکات نامشروع مسجد میں کرنا اور  
کسی غیر کبوتر مینار یا دیوار مسجد پر بیٹھ جائے اُس کے پکڑنے کے لئے اپنے کبوتر چھوڑ کر اور دانہ پانی مسجد میں  
ڈال کر پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی بے حرمتی مسجد سے فاعل ایسے فعل کے لئے اور نیز متولی و دیگر متعلقین مسجد  
کے واسطے جو اس امر سے مانع نہ ہوں اور سکوت کریں یا شرکت اس میں کریں یا ان افعال سے رضامند ہوں پس  
ان کے لئے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی وعید ہے یا نہیں اور وہ سب گنہگار ہوتے ہیں یا نہیں؟  
بتینوا توجروا۔

## الجواب

پرایا کبوتر پکڑنا حرام ہے اور اس کا فاعل فاسق و غاصب و ظالم ہے بلکہ خالی کبوتر اڑانے والا کہ  
اوروں کے کبوتر نہیں پکڑتا مگر اپنے کبوتر اڑانے کو ایسی بلند چھتوں پر چڑھتا ہے جس سے مسلمانوں کی بے پردگی ہوتی ہے  
یا ان کے اڑانے کو کنکریاں پھینکتا ہے جن سے لوگوں کو مالی یا جسمانی ضرر پہنچتا ہے اُس کے لئے بھی شرعاً مظلوم میں حکم  
ہے کہ اُسے نہایت سختی سے منع کیا جائے تعزیر دی جائے، اس پر بھی نہ مانے تو احتساب شرعی کا عمدہ دار اس کے  
کبوتر ذبح کر کے اس کے سامنے پھینک دے۔ درمختار میں ہے،

یکبره امساك الحمامات ولو فی موجهات کان  
یضر بالناس بنظر او جلب، فان کان  
یطیرها فوق السطح مطلقاً علی عورات  
المسلمین ویکسر مناجات الناس یرمیه  
تلك الحمامات عزم ومنع اشد المنع،  
فان لم یمنع ذبحها المحتسب، وصرح  
فی الوهبانیة بوجوب التعزیر وذلک الحمامات  
ولم یقیده بما مروی لعله اعتمد عادتهم  
وہبانیہ نے مطلقاً وجوب تعزیر اور کبوتروں کو ذبح کر دینے کی تصریح کی ہے لوگوں کی بے پردگی کی قید کا ذکر نہیں  
کیا، شاید انہوں نے لوگوں کی عادت پر اعتماد کرتے ہوئے اس قید کو ترک کیا ہے۔ (ت)

**اقول** بلکہ اُن کا خالی اڑانا کہ نہ کسی کی بے پردگی ہو نہ کنکریوں سے نقصان، خود کب ظلم شدید سے خالی  
ہے جبکہ رواج زمانہ کے طور پر ہو کہ کبوتروں کو اڑاتے ہیں اور ان کا دم بڑھانے کے لئے (جس میں اصلاً دینی یا دنیوی  
نفع نہیں فی صدی کا خیال کہ اگلے زمانہ میں تھاب خواب و خیال و افسانہ ہو گیا ہے نہ ہرگز یہ ان جہال کا مقصود،  
نہ کبھی ان سے یہ کام کوئی لیتا ہے) محض بے فائدہ اپنے یہودہ بے معنی شوق کے واسطے انہیں اُترنے نہیں دیتے  
وہ تھک تھک کے نیچے گرتے ہیں یہ بار بار کر بھرا اُڑاتے ہیں صبح کا دانہ دیر تک کی محنت شاقہ پرواز سے مضم ہو گیا  
بھوک سے بیتاب ہیں اور یہ غل مچا کر بانس دکھا کر آنے نہیں دیتے خالی معدے شہر تھکے اور کسی طرح نیچے اُترنے  
دم لینے، دانہ پانی سے اوسان ٹھکانے کرنے کا حکم نہیں۔ یہاں تک کہ گھنٹوں اور گھنٹوں سے پہروں انہیں



اسی عذاب شدید میں رکھے ہیں، یہ خود کیا کم ظلم ہے اور ظلم بھی بے زبان بے گناہ جانور پر کہ آدمیوں کی ضرر رسانی سے کہیں سخت تر ہے،

کنا سیاتی وکانت هذا ان شاء الله تعالى ملحظ  
 اطلاق العلامة ابن وهبان والله المستعان۔

جیسا کہ عنقریب آئے گا، اور گویا کہ یہ ان شاء الله  
 تعالیٰ علامہ ابن وهبان کے اطلاق میں ملحوظ ہے

اور الله تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی جاتی ہے (ت)

بے درد کو رانی مصیبت نہیں معلوم ہوتی اپنے اوپر قیاس کر کے دیکھیں اگر کسی ظالم کے پالے پڑیں کہ وہ میدان میں ایک

دائرہ کھینچ کر گھنٹوں ان سے کاوا کاٹنے کو کہے یہ جب تھکیں لپست ہو کر رکیں کوڑے سے خبر لے ان کا دم چڑھ جائے

جان تھک جائے، بھوک پیاس بھید تائے، مگر وہ کوڑا لے تیار ہے کہ رکنے نہیں دیتا، اس وقت ان کو خبر ہو کہ

ہم بے زبان جانور پر کیا ظلم کرتے تھے۔ دنیا گزشتنی ہے، یہاں احکام شرع جاری نہ ہونے سے خوش نہ ہوں ایک

دن انصاف کا آنے والا ہے جس میں شاخدار بکری سے مُنڈی بکری کا حساب لیا جائے گا حالانکہ جانور غیر مکلف ہے

تو تم مکلفین کہ تمہارے ہی لئے ثواب و عذاب و جنت و جہنم تیار ہوئے ہیں کس گھمنڈ میں ہو وہاں اگر نار سقر میں

کاوا کاٹنا پڑا کہ وہاں جزاء وفاقاً (پوری پوری جزا۔ ت) ہے تو اس وقت کے لئے طاقت مہیا کر رکھو

رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فرماتے ہیں،

دخلت امرأة النار في هرة ربطتها فلم  
 تقطعها ولم تدهنها تأكل من خشاش

الارض فوجبت لها النار بذلك۔ رواه  
 البخاری عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما

وجملة "فوجبت" من رواية الامام احمد  
 عن جابر بن عبد الله رضی الله عنهما۔

واجب ہو گئی) حضرت امام احمد بن حنبل نے بروایت سیدنا حضرت جابر رضی الله تعالیٰ عنہما ذکر فرمایا (ت)

اور جب کہوتر بازی بیرون مسجد اپنے گھر میں بھی حرام ہے تو مسجد میں کس درجہ اشد سخت تر حرام ہوگی بادشاہ

۱۔ القرآن الکریم ۸/۲۶

۲۔ صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب خیر مال المسلم غنم الخ

۳۔ مسند احمد بن حنبل از مسند جابر رضی الله عنه

۴۔ قدیمی کتب خانہ کراچی

۵۔ دار الفکر بیروت



جبار قہار کی ایک نافرمانی اپنے گھر میں بیٹھ کر کیجئے اور ایک نافرمانی خاص اس کے دربار میں کہ یہ نافرمانی کے علاوہ دربار کی توہین اور بادشاہ کو معاذ اللہ بے قدر سمجھنے پر دال ہے، اگر واقعی دل میں یہی ہو کہ مسجد کیا محلِ ادب ہے جس میں گناہ سے رُکے جب تو خالص کفر ہے ورنہ جرم پہلے سے اضغاثُ مضاعف ہو جانے میں شک نہیں، وہ مسجد جس میں دنیا کی مباح باتیں کرنے کو بیٹھنا نیکیوں کو کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ فتح القدیر میں ہے: الکلام المباح فیہ مکروہ یا کل الحسنات ۱۰ مسجد میں کلامِ مباح بھی مکروہ ہے اور نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ (ت)

اشباہ میں ہے:

انہ یا کل الحسنات کما تا کل النار الحطب۔ بدشک وہ نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے (ت)

امام ابو عبد اللہ نسفی نے مدارک شریف میں حدیث نقل کی کہ: الحدیث فی المسجد یا کل الحسنات کما تا کل البھیمة الحشیۃ ۱۰ مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے چوپایہ گھاس کو۔ (ت)

غزالیوں میں غزاة الفقہاء ہے:

من تکلم فی المساجد بکلام الدنیا احبط اللہ تعالیٰ عنہ عمل اس بعین سنتہ ۱۰ جو مسجد میں دنیا کی بات کرے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس برس کے عملِ اکارت فرما دے۔ اقول و مثله لا یقال بالرائی (میں کہتا ہوں کہ اس قسم کی بات رائے اور اُٹھل سے نہیں کہی جاسکتی۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سیکون فی آخر الزمان قوم یکون حدیثہم فی مساجدہم لیس للہ فیہم حاجة ۱۰ آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کریں گے اللہ عز و جل کو اُن لوگوں سے کچھ کام نہیں (اس کو ابنِ جبان نے اپنی صحیح میں سیدنا

۱۔ فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ فصل ویکرہ استقبال القبلة بالفرج فی الخلاء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۳۳/۱  
۲۔ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام المساجد ادارة القرآن کراچی ۲۳۳/۲  
۳۔ المدارک (تفسیر نسفی) سورة لقمان آیۃ ومن الناس من یشتري دار الكتاب العربی بیروت ۲۴۹/۳  
۴۔ غزالیوں البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثالث فی احکام المساجد ادارة القرآن کراچی ۲۳۳/۲  
۵۔ موارد النظم الی زوائد ابن جبان کتاب المواقیت حدیث ۳۱۱ المطبعة السلفیہ مدینہ منورہ ص ۹۹



نا جائز کام کرنے کا کیا حال ہوگا، مسجد میں کسی چیز کا مول لینا بیچنا خرید و فروخت کی گفتگو کرنا ناجائز ہے مگر معتکف کو اپنی ضرورت کی چیز مول لینی وہ بھی جبکہ بیع مسجد سے باہر ہی رہے مگر ایسی خفیف و لطیف و قلیل شے جس کے سبب نہ مسجد میں جگہ رکے نہ اس کے ادب کے خلاف ہو اور اسی وقت اسے اپنے اقطار یا سحری کے لئے درکار ہو،

استثنیٰ تہ تفقہا لانه ما ذون له فی احضار  
هذا قطعاً ولا یؤمر بالخرج لللاکل  
والشرب۔

اس چیز کا استثناء میں نے بطور تفسیر کیا ہے کیونکہ معتکف کو اس قسم کی اشیاء مسجد میں لانے کی قطعاً اجازت ہے اور اسے کھانے پینے کے لئے خروج کا حکم نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

اور تجارت کے لئے بیع و شرا کی معتکف کو بھی اجازت نہیں، اشباہ میں ہے،  
یمنع من البیع والشراء لغیر معتکف و  
یجوز له بقدر حاجتہ ان لم یحضر السلعة۔

مسجد میں بیع و شرا غیر معتکف کے لئے ممنوع ہے اور معتکف کو بقدر حاجت جائز ہے جبکہ سامان بیع مسجد میں نہ لایا جائے (ت)

رد المحتار میں ہے:

بشرط ان لا یكون للتجارة بل یحتاجه  
لنفسه او عیاله بدون احضار السلعة۔

بشرطیکہ وہ تجارت کے لئے نہ ہو بلکہ معتکف کو اپنی ذات یا اہل و عیال کے لئے اس کی ضرورت ہو اور وہ سامان بھی مسجد میں حاضر نہ کیا گیا ہو (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

جنبوا مساجدکم صبیحا تکم و مجانیئکم  
وشراءکم و بیعکم و خصوصاتکم و رفع  
اصواتکم۔ رواہ ابن ماجہ عن مکحول  
عن واثلة وعبد الرحمن فی مصنفہ عن

اپنی مسجدوں کو بچاؤ اپنے ناسمجھ بچوں اور مجنوں کے جانے اور خرید و فروخت اور جھگڑوں اور آواز بلند کرنے سے۔ اس کو ابن ماجہ نے مکحول سے اور انھوں نے واثلہ سے روایت کیا جبکہ امام عبد الرزاق

لہ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام المسجد ادارة القرآن کراچی ۲۳۲/۲  
رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳۵/۱  
سنن ابن ماجہ ابواب المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

مکحول عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔  
 نے اپنے مصنف میں مکحول سے اور انھوں نے حضرت  
 معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،  
 اذا ساء ایتیم من یبیع او یبتاع فی المسجد فقولوا  
 لا اربح اللہ تجارہک و اذا ساء ایتیم من  
 یتشد ضالۃ فی المسجد فقولوا لا اربح  
 اللہ علیک یہ روایۃ الترمذی و قال  
 حسن صحیح و النسائی و ابن خزیمہ و الحاکم  
 بسند صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
 اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔  
 دوسری صحیح روایت میں ارشاد فرمایا،

قولوا لا اربح اللہ علیک فان المساجد  
 لم تبین لہذا یہ روایۃ مسلم عنہ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ۔

اس سے کہو اللہ تیری گمشدہ چیز تجھے نہ ملائے  
 مسجد میں اس لئے نہیں بنی ہیں کہ ان میں اگر گمشدہ  
 چیزوں کی تفتیش کرو (اس کو امام مسلم نے حضرت  
 ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔)  
 سبحان اللہ! جب دوسرے کا مال بخوشی برباد و رغبت دام دے کر مول لینے کی بات چیت کرنے پر یہ  
 احکام ہیں تو پرایا مال بلا رضا بلا اجازت غصباً پکڑ لینے کے لئے مسجد میں اپنے کو توڑ پھوڑنا، دانہ پانی ڈالنا،  
 قابو چلے تو پکڑ لینا کس درجہ سخت اشد عظیم وبالوں کا موجب ہو گا اور بطیر بازی کہ اُن کے لڑانے سے عبارت  
 ہے اس سے بھی سخت تر ہے کہ وہ بلا فائدہ بلا وجہ اپنے ناپاک شوق کے لئے جانوروں کو ایذا دینی ہے حدیث  
 میں ہے،

نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 عن التحریش بین البہائم یہ روایۃ ابو داؤد  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا  
 جانوروں کو باہم لڑانے سے (ابو داؤد)

۱۵۸/۱ لے جامع الترمذی کتاب البیوع باب النہی عن البیع فی المسجد امین کمپنی دہلی  
 ۲۱۰/۱ لے صحیح مسلم کتاب المساجد باب عن شد الضالۃ فی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی  
 ۲۰۲/۱ لے جامع الترمذی کتاب الجہاد باب ما جاز فی التحریش بین البہائم امین کمپنی دہلی

والترمذی وقال حسن صحیح عن ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور امام ترمذی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہما سے روایت فرمایا اور امام ترمذی نے اسے

حسن صحیح قرار دیا۔ (ت)  
علماء فرماتے ہیں مسلمان پر ظلم کرنے سے ذمی کافر پر جو پناہ سلطنت اسلام میں رہتا ہو ظلم کرنا سخت تر ہے

اور ذمی کافر پر ظلم کرنے سے بھی جانور پر ظلم کرنا سخت تر ہے، درمختار میں ہے،  
جاء ركوب الثور وتحمله والكماء على الحمير  
بلا جهد وضرب، اذ ظلم الدابة اشد من  
الذي وظلم الذمي اشد من المسلم  
بیل پر سوار ہونا اور بوجھ لادنا اور گدھے کو ہل میں چوتنا  
جائز ہے جبکہ مشقت و تشدد کے بغیر ہو، کیونکہ جانور  
پر ظلم ذمی پر ظلم سے اور ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے  
زیادہ برا ہے (ت)

اس مسئلہ کی کمال تحقیق و تفصیل فقیر کے فتاویٰ مجلہ چہارم کتاب المحظور والاباحہ میں ملاحظہ ہو، جو لوگ  
ان افعال شنیعہ میں شریک ہوں وہ تو ظاہر شریک ہیں اور جو شریک نہ ہوں راضی ہوں وہ بھی شریک ہیں اور گناہ  
عذاب میں حصہ دار، بلکہ اگر راضی باہیں معنی ہوں کہ ان افعال کو خوب و پسندیدہ جانتے ہوں تو ان کا حکم سخت تر ہے  
کہ گناہ گناہ ہے اور اسے اچھا جانتا کفر۔ اور جو لوگ باوصف قدرت منع نہ کریں اللہ و نہ کریں متولی مسجد ہو خواہ  
اہل محلہ خواہ غیر وہ سب بھی گنہگار و ماخوذ و گرفتار ہیں، اس کی مثال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے یہ بیان فرمائی کہ ایک جہاز میں کچھ لوگ سوار ہیں تنق والے چھتری پر پانی بھرتے آتے چھتری والے تکلیف  
پاتے تنق والوں نے کہا ہم نیچے جہاز میں سوراخ کر لیں کہ ہمیں سے پانی بھر لیا کریں کہ اوپر جانے میں چھتری  
والوں کو ایذا نہ ہو، اب اگر چھتری والے انھیں نہ روکیں اور سکوت کریں تو برے وہی نہ ڈوبیں گے بلکہ یہ اور  
وہ سب ڈوبیں گے اور روک دیں تو یہ اور وہ سب نجات پائیں گے۔ یہی حال گناہ کرنے والوں اور باوصف  
قدرت انھیں نہ روکنے والوں کا ہے ردالہ البخاری والترمذی عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما  
(اس کو امام بخاری و ترمذی نے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت) اور فرماتے ہیں

۲۴۹/۲ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱

۲۴۹/۲ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱

۲۴۹/۲ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱ ۲۴۹/۱

ف، کتاب المحظور والاباحہ مکمل بارہ جلدوں میں سے اب مطبوعہ دسویں جلد ہے۔



صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: پہلا نقص بنی اسرائیل میں یہ آیا کہ اُن میں ایک گناہ کرتا دوسرا اسے منع تو کرتا مگر اُس کے نہ ماننے پر اُس کے پاس اٹھنا بیٹھنا اس کے ساتھ کھانا پینا نہ چھوڑتا، اس کے سبب اللہ تعالیٰ نے اُن سب کے دل یکساں کر دیئے اور ان سب پر لعنت اتاری، سواہ ابو داؤد و الترمذی و حسنہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس کو ابو داؤد و ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا۔ ت) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

كانوا لا يتناهون عن منكوف فعلوه لبئس ما كانوا يفعلون<sup>۲</sup>  
یعنی ان پر لعنت اس لئے ہوئی کہ آپس میں ایک دوسرے کو بُرے کاموں سے روکتے نہ تھے بیشک یہ اُن کا بہت ہی بُرا کام تھا۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق تو بہ نصیب فرمائے، آمین! واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۱۵۰ از کٹھور ضلع سورت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمانان ہندوستان بد تلاش معاش جنوبی افریقہ کے علاقہ ٹرنسوال میں جا کر آباد ہوئے، انھوں نے اس ملک میں مسجدیں بنائیں، اب وہاں کی گورنمنٹ نے ان پر طرح طرح کے ظلمی قانون نافذ کر رکھے ہیں جن کی وجہ سے ان کا رہنا وہاں مشکل ہو گیا ہے، پس اگر یہ لوگ وہاں سے نقل مکان کریں تو دوسرے مذہب کے لوگ یقیناً مسجدوں کے مالک بن کر اُن کو اپنے تصرف میں لائیں گے، لہذا اُس جگہ سے اثاثہ مسجد کو منتقل یا فروخت کر کے دوسری جگہ جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے اس سے مسجدیں بنائی جائیں تو درست ہے یا نہیں؟ بتینواتوجروا۔

### الجواب

اگر ٹرنسوال میں کبھی سلطنت اسلامی نہ ہوئی تھی جیسا کہ یہی ظاہر ہے یا ہوئی تھی اور پھر ایسی غیر قوم کا تسلط ہو گیا جس نے شعائر اسلام مثل حجہ و جماعت و اذان وغیرہ کی یکسر بندش کر دی اگرچہ بعد کو اُسی قوم یا اُس کے بعد کسی اور قوم نامسلمان نے اجازت بھی دے دی ہو جب تو نہ مسلمان کو اُس میں وطن بنانے کی اجازت ہے نہ وہ مسجدیں مسجدیں ہوئیں کہا بنی مسجد افی بریۃ کما فی الفتاویٰ العلمیگیۃ بل اضعف و

ابطال (یہ تو جنگل میں مسجد بنانے والے شخص کی طرح ہوا، جیسا کہ عالمگیر یہ میں ہے بلکہ ان مساجد مزعومہ کا حکم تو اس سے بھی زیادہ ضعیف اور کمزور ہے۔ ت) اس حالت میں بلا تکلف ان مکانات کو جنہیں مسجد سمجھے ہوئے ہیں مع زمین و عمارت سب بیچ ڈالیں اور بیچ نہ سکیں تو عملہ توڑ کر جہاں چاہیں لے جائیں یہ عملہ یا قیمت بانیوں کی ملک میں اور اگر اُس علاقہ میں پہلے سلطنت اسلام ہو چکی تھی اور بعد کی قوموں نے کبھی حمله شعا بر اسلام کی بندش نہ کی بلکہ بعض ہمیشہ جاری رہے اور اب جاری ہیں تو اس صورت میں اگر مسلمانوں کو ان میں توطن و بنائے مسجد کی اجازت تھی مگر جب حالت وہ ہے جو سوال میں مذکور ہوئی تو عملہ بیچ کر یا بعینہ دوسری جگہ لے جانے اور وہاں اُس سے مسجد بنانے کی اجازت ہے،

اس مسئلہ کی تفصیل و تنقیح علامہ شامی نے رد المحتار علی ما فصله و انقحه العلامة الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ فی رد المحتار و ذکرہ ندامتہ علی افتائہ من قبل بخلاف ذلک خیرا جہ الیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس مسئلہ کی تفصیل و تنقیح علامہ شامی نے رد المحتار میں فرمائی اور اس سے قبل حکم مذکور کے خلاف اپنے جاری کردہ ایک فتوے پر افسوس و ندامت کا اظہار کیا اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

**مسئلہ** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں، ا ب ج د ۵ ایک مسجد ہے، ا مسجد، ب صحن مسجد، ج نالی مسجد برائے وضو، د نالی مسجد، ۵ متعلق صحن مسجد۔ سوال یہ ہے کہ مقام ۵ پر نماز پڑھنا اس قدر ثواب رکھتا ہے جس قدر مکان پر نماز پڑھنے سے ثواب، کیونکہ مقام ۵ جمیع اہل محلہ کی رائے سے بڑھایا گیا ہے۔

### الجواب

جبکہ وہ زمین متعلق مسجد تھی اور جمیع اہل محلہ کی رائے سے جزو مسجد کر لی گئی تو اب وہ مسجد ہو گئی اور اس میں نماز کا وہی ثواب ہے جو مسجد میں۔

فی الہندیۃ عن المضمرات عن الکنز مسجد اسرار اہلہ ان يجعل الرحبة مسجدا لہم ذلک اللہ و فیہا عن الخلاصة ارض وقف علی مسجد والارض بجنب ذلک

ہندیہ میں مضمرات سے بحوالہ کنز مذکور ہے کہ ایک مسجد والوں نے چاہا کہ برآمدہ کو مسجد بنالیں تو انہیں یہ اختیار ہے۔ اسی میں خلاصہ سے منقول ہے کہ ایک زمین مسجد پر وقف ہوئی اور مسجد کے پہلو میں ایک وقف

لہ رد المحتار کتاب الوقف مطلب فیما لو خرب المسجد وغیرہ دار ایتام التراث العربی بیروت ۳/۳۷۱

۵ فتاویٰ ہندیہ ۲ الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۶

المسجد واراد اوان يزيذ وافي المسجد  
شيئاً من الارض جانز لكن يرفعون  
الامر الى القاضي لياذن لهم ومستغل  
الوقف كالدور والمجانوت على هذا آه  
ومثله في ش عن البحر عن  
الحانية وفيه عن الفتح ولو ضاق  
المسجد وبجنبه ارض وقف  
عليه حانوت جانز ان يوخذ و  
يدخل فيه آه ومعلوم ان الجماعة  
كالقاصو حيث لا قاصو وفي  
الدرا المختار لم يختص ثواب  
الصلوة في مسجد صلي  
الله تعالى عليه وسلم بما كانت  
في منته - والله تعالى اعلم -

زمین خالی پڑی ہے مسجد والوں نے چاہا کہ اس خالی  
زمین کا کچھ حصہ مسجد میں شامل کر کے مسجد میں اضافہ  
کر لیں تو جائز ہے، لیکن وہ یہ معاملہ قاضی کے سامنے  
پیش کریں تاکہ وہ انھیں ایسا کرنے کا اذن دے دے  
اور وقت آمدنی کے لئے گھر اور دکان کا بھی یہی حکم ہے  
اور اس کی مثل کش میں حجر سے بجوالہ خانہ ہے اور  
اسی میں فتح سے منقول ہے کہ اگر کوئی مسجد تنگ ہے  
اور اس کے پہلو میں اسی مسجد کے لئے ایک وقف  
زمین ہے جس پر دکان بنی ہوئی ہے تو اس کو (بغرض  
توسیع) مسجد میں داخل کر لینا جائز ہے اور یہ  
بات معلوم ہے کہ جہاں قاضی نہ ہو وہاں جماعت  
مسلمین قاضی کی مانند ہے، اور درمختار میں ہے  
کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب صرف اسی مسجد  
کے ساتھ مختص نہیں جو عہد رسالت میں تھی۔ (ت)  
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۲ از ضلع کبرے ڈاکخانہ موند اسوداران مقام نجیب نگر مسئلہ سردار مجیب رحمان خان تعلقہ دار  
۱۹ شوال ۱۳۲۷ھ

عالیجناب حاجی مولوی احمد رضا خان صاحب زاد فیوضکم، پس از تسلیم مسنون نیاز مشحون !  
گزارش مدعا یہ ہے کہ راقم نے جو مسجد جدید تعمیر کرائی اس میں ایک مختصر سا باغچہ ہے جس میں اکثر اشجار ثمر دار ہیں  
اور مرچیں وغیرہ بھی ہوتی ہیں۔ آپ کی خدمت میں التماس ہے کہ براہ کرم حکم شرع شریف سے معزز فرمائیے کہ  
ان اشیاء کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اگر استعمال جائز ہے تو کس طریقہ سے؟ جواب سے معزز

۱۵ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۶  
۱۵ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۸۴  
۱۵ درمختار

## الجواب

خاص مسجد میں باغیچہ ہونے کے تو کوئی معنی ہی نہیں۔ اگر یوں ہے کہ جس زمین کا ایک قطعہ مسجد کیا ہے اُس کے دوسرے قطعہ میں باغیچہ ہے تو اس صورت میں اگر باغیچہ مسجد پر وقف نہ کیا گیا تو وہ ملک اصل مالک پر باقی ہے اسے اختیار ہے کہ اُس کے پھل جو چاہے کرے، اور اگر وہ بھی مسجد پر وقف کر دے تو اب اپنے صرف میں لانا اُسے جائز نہیں بلکہ پھل بیچ کر مسجد کے صرف میں لائے۔ اور اگر واقف نے یہی کیا ہے کہ جس زمین میں باغیچہ ہے خود اُسی کو مسجد کر دیا ہے یعنی باغیچہ کو وقف علی المسجد نہ کیا بلکہ خود اُس کی زمین کو مسجد کر دیا تو اس کے پھل توڑ کر اپنے صرف میں لائے اور درخت کاٹ کر زمین ہموار کر کے مسجد بنائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئلہ منشی حاجی محمد ظہور صاحب ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اہلسنت و جماعت تابع شرع دین محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک مسجد لب مرکز شارع عام جس کے تین طرف راستہ اور دو دروازے شرقی و جنوبی متصل بازار ہے اس کے باقی جو تھے وہ جوار رحمت میں ہیں اب مرمت و سفیدی و نگرانی اہل محلہ کرتے ہیں، چند عرصہ ہوا جو ایک مسماۃ نے از قول پنجابیوں اس قدر مسجد میں اور اضافہ کیا ہے یعنی ایک درجہ مع مسافر خانہ زیر و بالا و چاہ اندرون مسجد و غسل خانہ مسقف و ستایہ و روکار دروازہ مسجد و بلندی مینار ہائے مع کلس طلائی و از سر نو فرش و استرکاری و الماریاں و حجرہ و دکانات زیریں برائے صرف مسجد تعمیر کرائیں ملحقہ مسجد مکان ایک شخص کا ہے جس نے بعد اس وقت تعمیر کے چند عرصہ کے بعد اپنے مکانات کو بلند کیا اور دیوار پا کھائے مسجد پر اپنے بالا خانہ کی دیواریں اور دروازے لگائے جس میں مینار مسجد کے آگے اور بندر بعد ایک دروازہ کے جو چھت مسجد پر ہے آمد و رفت آدمیوں اور گتوں کی اکثر چھت مسجد پر رہتی ہے اور مسافر خانہ کی چھت پر اپنی کچھل رکھ لی اور حجرہ مسجد کی چھت کو اپنے بالا خانہ کے صحن میں ڈال لیا اس شخص کو ہر چند منع کیا مگر نہ مانا، زبانی اور تحریری کے ذریعہ سے اس نے ظاہر کیا کہ یہ مسجد وقف نہیں ہے یہ مسجد دار کا حکم رکھتی ہے مثل حمام اور چاہ کے میسے مورشان کی ہے اور اب میری ہے یہ مال موقوفہ نہیں ہے میری جائداد ہے حالانکہ اس مسجد میں نمازیں باجائت پنجگانہ اور تراویح رمضان شریف و ختم قرآن مجید و نماز جمعہ و عیدین برہجوم نمازیان محلہ و دیگر مسلمانان مدام پڑھتے ہیں اور پابندی امامت و مؤذنی و قیام طلباء و مسافران کی رہتی ہے تو ایسی صورتوں میں یہ مسجد وقف کار رکھتی ہے یا مکان کا جو وراثہ پہنچ سکتا ہے مع حوالہ کتاب و صفحہ کے جواب عطا فرمایا جائے۔



## الجواب

وہ مسجد یقیناً مسجد ہے، شخص مذکور کا اُسے حکم دار میں بتانا اور اپنے مورثوں کی ملک ٹھہرانا ظلم و غصب ہے اور واحد قہار کی ملک دیا بیٹھنا ہے جب وہ عام طور پر مسجد مشہور ہے، مدتوں سے پنجگانہ جماعتیں جمعے، عیدیں، تراویح وغیرہ با مثل عام مساجد ہوتی ہیں، کوئی حق ملک اس میں غیر خدا کے لئے ثابت نہیں تو اُسے مسلمان تو مسلمان جو غیر مذہب والا بھی دیکھے گا مسجد ہی جانے گا، شخص مذکور کے باپ دادا کی دار ہونے کا اصل گمان بھی نہ کر سکے گا، صورت مسجد کی صفت مسجد کی برتاؤ مسجد کا، شہرت مسجد کی، ایسے روشن ثبوتوں کے بعد بھی کسی غاصب کا دعویٰ مالکیت سُن لیا جائے تو ظالم لوگ تمام جہان کی مسجدیں دبا بیٹھیں، جس کے گھر کے پاس جو مسجد ہو وہ کہہ دے کہ اس کے باپ کا دار یا دادا کا حمام ہے، آج کل دو چار آنے تک گواہیاں سستی ہو گئی ہیں، آٹھ آنے میں دو گواہ دے دے، چلے فراغت شد، اللہ واحد قہار کی مسجد اُن کے باپ دادا کا ترکہ ہو گئی، تمام ہندوستان میں وہ گنتی کی گنتی مسجدیں ہیں جن کے باضابطہ وقفنامے لکھے گئے ہیں اور وہ دستاویزیں محفوظ ہوں اور اُن کے شاہد موجود ہوں تو یہ وہ ظالمانہ طریقہ ہے جس سے دنیا بھر کی تمام مسجدیں ظالموں غاصبوں کا گھر بن جائیں اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو گا اور ظلم بھی کیسی حماقت کا جیسے مسلمان تو مسلمان کوئی سمجھ والا غیر مذہب بھی قبول نہیں کر سکتا، بھلا مسجد تو مسجد ہے جس کی صورت جس کی محراب جس کے منارے وغیرہ خود دُور سے گواہی دیتے ہیں کہ یہ اللہ واحد قہار کا گھر ہے۔ تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ عام وقفوں کے ثبوت کو صرف شہرت کافی ہے پھر اس سے زیادہ اور شہرت کیا ہو گی کہ تمام مسلمان اسے مسجد جانتے ہیں، مسجد کہتے ہیں، اذانیں ہوتی ہیں، پنجگانہ جماعتیں ہوتی ہیں۔ جمعہ عیدیں تراویح ختم کی امامتیں ہوتی ہیں۔ مسلمان اپنے مصارف سے اس کی مرمت، اُس میں اضافہ، اس کی عمارت کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں اس کے مسجد ہونے میں وہی شبہ کر سکتا ہے جو زامجنون ہو یا بن کا تازہ پکڑا ہوا جس نے کبھی مسجد کا نام نہ سنا یا پتکابے دین بے حیا جو ساری دنیا کی آنکھوں پر اندھیری ڈال کر خدا کا مال غصب کرنا چاہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ درمختار جلد ۳ صفحہ ۶۲ میں ہے،

تقبل فیہ الشہادۃ بالشہرۃ حفظاً      وقف میں شہادۃ شہرت بھی مقبول ہے تاکہ اوقاف  
للاوقاف القدیمۃ عن الاستہلال لے      قدیمہ ملک ہونے سے محفوظ رہیں۔ (ت)

فتاویٰ قاضیخان جلد چہارم ص ۲۳۳ میں ہے :



جب گواہوں نے ان معاملات میں گواہی دی جن میں شہادت سماعت جائز ہے، اور کہا کہ ہم نے معائنہ نہیں کیا لیکن یہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو ان کی گواہی جائز ہے۔ (ت)

إذا شهد الشهود بما تجوز به الشهادة بالسمع وقالوا لم نعاين ذلك ولكنه اشهر عندنا جازت شهادتهم

فتاویٰ عالمگیری جلد سوم ص ۱۳ میں ہے :

وقف میں شہادت تسامع یعنی سماعت کی گواہی مقبول ہے اگرچہ گواہ سماعت کی تصریح کر دیں کیونکہ بسا اوقات گواہ کی عمر بیس سال ہوتی ہے اور وقف سو سال سے ہوتا ہے، چنانچہ قاضی کو یقین سے علم ہوتا ہے کہ گواہ سنی ہوئی گواہی دے رہا ہے نہ کہ دیکھی ہوئی، لہذا اس صورت میں سماعت سے خاموشی اور تصریح کرنے میں کوئی فرق نہ ہوگا۔  
ظہیر الدین مرغینانی نے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ فصول عمادیہ میں ہے۔ (ت)

وتقبل الشهادة في الوقف بالتسامع وان صرحا به لان الشاهد بما يكوّن سنه عشرين سنة وتاريخ الوقف مائة سنة فيتيقن القاضي ان الشاهد يشهد بالتسامع لا بالعيان فاذن لا فرق بين السكوت والافصاح اشارة لظهير الدين المرغيناني في هذا المعنى كذا في الفصول العمادية - ملقط -

فتاویٰ خیرہ جلد دوم ص ۲۰ میں ہے :

کفر میں ہے کہ جب تک گواہ نے معائنہ نہ کیا ہو وہ گواہی نہیں دے سکتا سوائے نسب، موت، نکاح، دخول، ولایت قاضی اور اصل وقف کے، اور مختار و تنویر الابصار میں بھی اسی کی مثل ہے اور ان سب نے مطلق رکھا قدیم و جدید کو عام ہیں۔ (ت)

في الكنز لا يشهد بما لم يعاينه الا في النسب والموت والنكاح والدخول وولاية القاضي واصل الوقف ومثله في المختار وتنوير الابصار والكل من هؤلاء اطلق فعم المتقدم وغيره الخ -

۵۵۵/۳	نوٹکشور لکھنؤ	فصل فی الشہادۃ	کتاب الشہادات	۱۰
۴۳۸/۲	نورانی کتب خانہ پشاور	باب السادس فی الدعوی	کتاب الشہادات	۱۱
۲۹/۲	دار الفکر بیروت		کتاب الشہادات	۱۲

ہدایہ جلد دوم ص ۱۰۴ و ۱۰۵ میں ہے :

اما الوقت فالصحيح انه تقبل الشهادة  
بالتسامع في اصله دون شرائطه لان  
اصله هو الذي يشتهر به  
صحيح یہ ہے کہ شہادۃ تسامع اصل وقت میں جائز و  
مقبول ہے نہ کہ شرائط وقت میں، کیونکہ اصل وقت  
ہی شہرت پذیر ہوتا ہے۔ (د)

بالجملہ شخص مذکور کا قول محض مدفوع و سخت باطل و نامسموع ہے، اس پر فرض ہے کہ مسجد کے  
مناروں دیواروں اور اُس کی اور اُس کے حجرہ وغیرہ کی چھتوں کو اپنے ظالمانہ تصرفوں سے فوراً پاک کر دے،  
جو کچھ عمارت مسجد کے پکتے وغیرہ کسی پر بنائی ہے فوراً ڈھا دے، جتنی راہیں اس کے یا کتوں کے آنے جانے  
کی مسجد یا حجرہ مسجد کی سقف پر ہیں فوراً بند کر دے، وہ نہ مانے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ باضابطہ چارہ جونی  
کر کے اس کا دست تعدی مسجد سے کوتاہ کریں اور بالجبر اُن ناپاک تصرفات کو مسجد سے دور کرادیں، واللہ  
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴ مسئلہ حکیم سراج الحق صاحب بریلی مسجد بدرالاسلام ۲۰ جمادی الآخر ۱۳۲۸ھ دو شنبہ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عرصہ ۴۵ سال سے خارج از مسجد یعنی حوالی مسجد  
کی اراضی میں مکان بنالیا ہے، اس میں رہتا ہے اُس نے چند عرصہ سے یعنی چھ ماہ سے اُس مکان میں کچھ  
مرغیاں کے بچے واسطے اپنے کھانے کے خرید کر کے پرورش کر رہی ہیں جب اُس کو فہمائش کی گئی تو اُس نے فوراً مرغیوں  
کو علیحدہ کر دیا اور بحضوری قلب اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی دل سے کی علاوہ اس کے اور جو الزام کہ جھوٹے ذمہ زید  
کے لگائے گئے تھے اُن سے زید توبہ کرتا ہے، اور کہا کہ یہ محض مجھ پر جھوٹا اتہام ہے آیا اس توبہ بحضوری قلب سے  
نزدیک خداوند عالم کے پاک ہو گیا یا نہیں؟

### الجواب

اللہ توبہ قبول کرتا ہے اگر اُس نے سچے دل سے توبہ کی ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس گناہ سے  
پاک ہو جائے گا مگر حوالی مسجد یعنی فنائے مسجد میں جدید مکان بطور خود بنالینا اور اُس کو اپنا مسکن کر لینا  
اور وہیں پاخانہ پیشاب کرنا یہ بھی حرام ہے اس کی توبہ سچی جب ہے کہ اپنے ان تصرفات کو بھی زائل کرے اور  
مسجد کو گھرنے بنائے حوالی مسجد کا حکم بھی مثل مسجد ہوتا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے :  
السجد اذا جعل حانوتا او مسکنا تسقط  
یعنی مسجد کو اگر دکان یا مکان بنالیا جائے تو اس کی

حرمتہ و هذا لا يجوز والفناء تبع للمسجد  
فيكون حكمه حكم المسجد كذا في محيط  
المرخصی۔

حرمت ساقط ہوگی بے ادبی بے حرمتی ہوگی اور یہ  
حرام ہے اور فناء مسجد تابع مسجد ہے تو اس  
کا حکم بھی مثل حکم مسجد ہے، ایسا ہی محیط امام  
شمس الائمہ مرخصی میں ہے۔

اور یہ خیال کہ بہت مساجد میں مکان پیش امام و مؤذن کی سکونت کو بنے ہوئے ہیں نفع نہ دے گا، علماء  
نے تصریح فرمائی ہے کہ مسجد بن جانے سے پہلے اگر بانی مسجد ایسا کوئی مکان بنا دے تو جائز ہے اور اس کے  
بعد اگر خود بانی مسجد آئے اور بنانا چاہے تو اجازت نہ دیں گے اگرچہ وہ یہ ظاہر کرے کہ اول ہی سے میری  
نیت اس کے بنانے کی تھی، درمختار میں ہے:

لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضولانہ من  
المصالح اما لو تمت المسجد یتشم  
اس ادا البناء منع ولو قال عنیت ذلك لم  
یصدق تاتارخانیة فاذا كان هذا في  
الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولو  
على جدار المسجد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

واقف کا یہ حکم ہے تو غیر واقف کو کیسے اجازت ہو سکتی ہے، لہذا ایسے مکان کو گرانا واجب ہے اگرچہ مسجد کی  
دیوار پر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۵ از احمد آباد گھیس محلہ غامشہ مرسلہ عبدالرحمن صاحب مع جماعت ۱۰ شعبان ۱۳۲۹ھ

حضرت مولانا و محمد و منافضل اجل عالم بے بدل مولوی احمد رضا خاں صاحب! بعد آداب و  
تسلیمات کے آپ کی خدمت فیض رحمت میں دست بستہ ملتزم ہوں کہ یہاں احمد آباد میں اسلام  
میں رخنہ اندازی ہو رہی ہے آپ کو اللہ عز و جل تے وارث انبیاء کیا ہے واسطے اسلام میں اتفاق  
رکھنے کے بجائے اس کے اسلام میں نفسانیت کی وجہ سے نا اتفاقی از حد پھیل رہی ہے، کئی فتوؤں پر  
آپ کی مہر و نگین جس سے معلوم ہوا کہ آپ ہر دو جانب کی گفت و شنید نہیں سنتے، ایک ہی طرف کی  
بات سن کر حکم لگانا نا انصافی ہے، خیر یہاں ایک جھگڑا پڑا ہے، مسجد ایک مدت سے بن گئی ہے اور

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴۶۲/۲  
۲ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتہائی دہلی ۳۴۹/۱

ایک مسجد اب بن رہی ہے، ہر دو جانب کے فتوے نکلے ہیں مذکور دو فتوے آپ کی خدمت اقدس میں روانہ ہیں بغور ملاحظہ فرما کر جو حکم صحیح ہو روانہ کریں، آپ کی حق تحریر آنے سے ان شاء اللہ العزیز شرمٹ جائے ایسی امید ہے، والسلام۔

## نقل فتوائے بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر احمد آباد میں محلہ تاجپور پانچ پلے میں سنت جماعت چھپیوں کی جماعت میں عرصہ چند روز کا ہوا اختلاف دنیویہ کی وجہ سے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں، ایک طرف آٹھ سو گھر ہیں اور ایک طرف پچاس گھر ہیں، دونوں فرقوں نے مکان مسجد بنانے کے لئے فرید کئے، چھوٹی جماعت نے مسجد کی بنیاد ڈالنی شروع کی، ان کو بڑی جماعت کی جانب سے سمجھایا گیا کہ تمہاری مسجد کی مغرب کی جانب بڑی جماعت کا مکان ہے، ان دونوں مکانوں کو مسجد بناؤ اور بنانے میں ہم مال کی مدد میں شریک رہیں گے، انھوں نے یہ وعدہ کیا کہ ہم فی الحال مسجد بناتے ہیں اور جب مغرب کی جانب مسجد بڑی جماعت والوں کی بنے گی تو ہم بیچ کی دیوار توڑ ڈالیں گے اب بڑی جماعت کی بھی مسجد قریب تیار ہونے کے ہے، اب چھوٹی جماعت کو کہا جاتا ہے کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کر دو، اب چھوٹی جماعت کے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کرنا ناجائز ہے۔ اب علمائے اہلسنت عم فیوضہم کی خدمات عالیہ میں عرض ہے کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کرنے سے نمازیوں کو گنجائش نماز کی اچھی طرح سے ہو جائے گی، اب اس صورت میں بیچ کی دیوار کو توڑ کر مسجد کو ایک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد کی دیوار چھوٹی جماعت والے توڑنے کا انکار کریں تو ان کی مسجد میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

## الجواب

ہاں اہل محلہ کو اختیار ہوتا ہے کہ نماز کے لئے دو مسجدوں کو ایک کر دیں، اس کو ناجائز کہنا محض غلط و باطل ہے۔ درمختار میں ہے،

لهم ای لاھل المحلۃ نصب متولی وجعل  
المسجدین واحد و عکسہ لصلاۃ  
لا لدرس او ذکر فی المسجد آھ۔  
اہل محلہ کو اختیار ہے کہ وہ مسجد کا متولی مقرر کریں،  
اور یہ بھی اختیار ہے کہ دو مسجدوں کو ایک یا ایک کو  
دو کر لیں نماز کے لئے نہ کہ درس و ذکر کے لئے اھ۔



مگر چھوٹی جماعت والے اگر خوف نزاع و جدال وغیرہ کسی مصلحت صحیحہ شرعیہ کے باعث دیوار توڑ کر مسجدیں ایک کرنے سے انکار کریں تو ان پر بھی جبر نہیں پہنچتا کہ جب ایک مسجد کو دو کر لینا جائز ہے کما تقدم عن الدرد ان لهم جعل مسجد واحد مسجدین (جیسا کہ در کے حوالے سے گزرا کہ ایک مسجد کو دو کرنے کا اہل محلہ کو اختیار ہے۔ ت) تو دو کو دو رکھنا کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے، ہاں اگر اصلاً کوئی وجہ شرعی نہ ہو صرف ضد کے سبب تفریق جماعت کریں تو ان کی بات نہ سنی جائے گی کہ اس صورت میں وہ متعنت یعنی بے جا ہٹ کرنے والے ہیں اور متعنت کا قول مسموع نہیں ہوتا،

فی الهدایۃ وغیرہا من القسمۃ الاول متنفذ  
بہ فاعتبر طلبہ والثانی متعنت  
فلہ یعتبر  
ہدایہ وغیرہ میں قسمت کے باب میں ہے کہ اول  
اس سے نفع حاصل کرنے والا ہے لہذا اس کا  
مطالبہ معتبر ہے اور ثانی ہٹ دھرمی کرنے والا  
ہے اس کا مطالبہ معتبر نہیں (ت)

در مختار میں قبیل استصناع ہے،

الاصول ان من خرج کلامہ تعنتاً فالقول  
لصاحبه بالاتفاق  
قاعدہ یہ ہے کہ جس کا کلام تعنت یعنی ہٹ دھرمی  
پر مبنی ہو اس کے مخالف کا قول بالاتفاق معتبر  
ہوگا۔ (ت)

توحسب صواباً بدید اکثر اہل جماعت اس دیوار فاصل کو علحدہ کر دیا جائے گا، رد المحتار میں ہے،  
فی القسار خانۃ سئل ابو القاسم عن  
اہل مسجد اسراد بعضہم ان یجعلوا  
المسجد سرحۃ والرحبۃ مسجد او  
یتخذوا لہ باباً او یحولوا بابہ عن موضعه  
وابی بعض ذلك قال اذا اجتمع اکثرہم و  
افضلہم لیس للاقل منعہم  
تانا رخانیہ میں ہے کہ امام ابو القاسم سے یہ سوال  
کیا گیا کہ بعض اہل مسجد ایک مسجد کو صحن اور صحن کو  
مسجد بنانا، مسجد کا دروازہ بنانا اور سابق دروازے  
کو اس کی جگہ سے تبدیل کرنا چاہتے ہیں جبکہ بعض  
اس کا انکار کرتے ہیں تو کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا کہ  
اکثر و افضل حضرات متفق ہیں تو اقل کو اختیار نہیں کہ  
انہیں منع کریں (ت)

۴/۱۱	مطبع یوسفی بکھنؤ	کتاب القسمۃ	۱۱/۴
۲/۴۹	مطبع مجتہانی دہلی	کتاب البیوع باب السلم	۲/۴۹
۳/۳۸۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوقف	۳/۳۸۳



یوں ہی اگر اُس دیوار و تعدد کے باعث اہل محلہ پر مسجدیں تنگی کرتی ہیں کہ ایک تو دیوار نے جگہ گھیری دوسرے دو اماموں کے باعث کمی ہوئی کہ خود امام ایک صف کامل کی جگہ لیتا ہے اس وجہ سے اہل محلہ دونوں مسجدوں میں پورے نہیں آتے اور دیوار توڑ کر ایک جماعت کر دینے سے وسعت ہو جائیگی تو اُس صورت میں وہ دیوار خواہی نحوہ ہی جسد اگر دی جائیگی کہ تنگی مسجد کی ضرورت سے اُس کے قریب کی زمین یا مکان یا دکان ملک بلا رضا مندی مالک بقیمت لینے کا اختیار حاکم کو ہے تو مسجد کو مسجد میں ملا لینا بدرجہ اولیٰ، درمختار میں ہے،

توخذ ارض و دار و حانوت بجانب مسجد ضاق علی الناس بالقیمة کرها درسد  
مسجد اگر تنگ ہو تو اس کے پہلو میں جو زمین، مکان یا دکان ہے وہ قیمت دے کر جبراً مسجد میں داخل کی جاسکتی ہیں، درر و عمادیۃ۔ (ت)

اور ہر حال چھوٹی جماعت والوں کے انکار کھنہ سے اُن کی مسجد میں نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں خواہ ان کا انکار سُنا جائے یا نہیں کہ آخر وہ مسجد ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبۃ عبدالنبی نواب مرزا عفی عنہ  
الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم



## نقل فتوائے دہلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جس میں پچگانہ نماز ۳ ماہ سے ہو رہی تھی متصل اُس کے اور ثانی مسجد بنائی گئی اس ضد پر کہ محلہ والوں کے دو گروہ ہو جائیں اور آپس میں تفرقہ پڑ جائے اور اگلی مسجد کی آبادی میں فرق آئے پس اس ثانی مسجد کے لئے کیا حکم ہے؟ آیا اس میں نماز جائز ہے یا نہیں اور اس کو مسجد کی تعمیر کا حکم دیا جائے یا نہیں؟

## الجواب

صورتِ مسئلہ میں مسجد ثانی مسجد ضار کا حکم رکھتی ہے یعنی اس میں نماز پڑھنا منع ہے اور حاکم وقت کو چاہئے کہ اس کو مسجد کی صورت میں نہ رہنے دے خواہ اس کو ہدم کر دیا جائے یا کوئی مکان دوسرا بنادے جیسا کہ تفسیر جامع البیان میں آیت والذین اتخذوا مسجداً وضواً الخ (اور وہ لوگ جنہوں نے ضرر کے لئے ایک مسجد بنائی الخ۔ ت) کی تفسیر میں لکھا ہے عبارت اس کی بلفظ یہ ہے:

فلما اتوا ببناءه اتوا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حين رجع من تبوك وقالوا لئلا نسا مسجداً للضعفاء واهل العلة والليلمة المطيرة فلتقس ان تصلى فيه وتدعو بالبركة فنزلت في تكذيبهم فامر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بهدمه فهدموه واحرقوه (لا تقم فيه) في ذلك المسجد ابداً للصلاة۔

جب انہوں نے مسجد کی تعمیر مکمل کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہو کے سے واپس تشریف لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ! ہم نے کمزوروں، بیماروں اور رات کی تاریکی میں نماز پڑھنے والوں کی خاطر مسجد بنائی ہے۔ ہماری اتھاس ہے کہ آپ اس میں برکت کے لئے دعا فرمائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تکذیب میں یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مسجد کے گرانے کا حکم دیا لہذا لوگوں نے مسجد کو گرا کر جلا دیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ اس مسجد میں کبھی بھی نماز کے لئے قیام نہ فرمائیں۔ (ت)

محمد عبدالحق

## نقل فتوائے ایران

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص محض بغرض نفسانیت اور عداوت اور ضرر مسجد مقیم (یعنی جو پہلے بنی ہوئی ہو) مسجد بنائے وہ مسجد ضار کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اور ایسی مسجد بنائی جائے یا نہیں؟

## الجواب

هو الله تعالى اعلمهم بالحق والصواب ، بلا شبهة جو مسجد بغرض نفسانیت و عداوت کے و ضرر مسجد قدیم کے تیار کی جائے حکم مسجد ضرار رکھتی ہے اور ایسی مسجد کی بناء موجب ثواب نہیں بلکہ موجب نکال ہے ، چنانچہ تفسیر مدارک و کشاف میں اس آیت کے نیچے مرقوم ہے :

والذین اتخذوا سبدا ضارا وكفرا و  
تفريقا بين المؤمنين و امر صابر المن  
حارب الله ورسوله من قبل و ليحلفن  
ان امرنا الا الحسنی و الله يشهد انهم  
لكذ بون

اور جنہوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد پر اور کفر پر  
اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں ، اور پھانگ اس  
شخص کی جو لڑ رہا ہے اللہ سے اور رسول سے  
آگے کا اور اب قسمیں کھائیں گے کہ بھلائی چاہتے تھے  
اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں ۔

قیل کل مسجد بنی مباہاة او مریاء او  
سمعة او لغرض سوى ابتغاء وجه  
الله او ببال غیر طیب فهو لاحق بمسجد  
الضرار انتہی

کہا گیا ہے کہ جو مسجد بھی تفاخر ، ریاکاری ، مشہوری  
یا طلب رضا الہی کے علاوہ کسی غرض کے لئے  
بنائی جائے یا ناپاک مال سے بنائی جائے وہ  
مسجد ضرار سے ملحق ہوگی انتہی ۔ (ت)

اور کشاف میں ہے :

عن عطاء لما فتح الله الامصار على  
يد عمى امر المسلمين ان يبنيوا المساجد  
وان لا يتخذوا في مدينة مسجدین  
یضاماً احدھا صاحبة انتہی ۔

حضرت عطاء سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ  
نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ بہت  
سے شہر فتح فرمائے تو آپ نے مسلمانوں کو  
مسجیدیں بنانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ایک شہر  
میں دو مسجدیں نہ بنانا تاکہ ایک سے دوسری کو

ضرر نہ پہنچے ، انتہی (ت)

اور صاحب تفسیر احمدی نے لکھا ہے :

۱۳۵/۲	تحت ۱۰۴/۹ دار الکتاب العربی بیروت	۱۰۴/۹	۱۰۴/۹	۱۰۴/۹	۱۰۴/۹
۲۱۴/۲	انتشارات آفتاب تہران ایران	انتشارات آفتاب تہران ایران	انتشارات آفتاب تہران ایران	انتشارات آفتاب تہران ایران	انتشارات آفتاب تہران ایران

۱۰۴/۹ القرآن الکریم

۲ تفسیر النسفی (المدارک)

۳ الکشاف (تفسیر)

فالعجب من المشائخين المتعصبين في زماننا  
يبنون في كل ناحية مساجد طلبا للاسم و  
الرمم واستعلاء لثانهم واقتداء بابائهم  
ولم يتاملوا في هذه الآية والقصة من  
شناعة حالهم وسوء افعالهم انتهى۔

ہمارے زمانے کے متعصب مشائخ پر تعجب ہے کہ  
شہرت، رسم، اپنی رفعت شان اور اپنے آبا و اجداد  
کی اقتداء کے لئے ہر کونے میں مسجدیں بنالی ہیں  
اور اس آیت کریمہ اور ان لوگوں کی بد افعالی اور  
بد حالی کے قصے میں غور نہیں کیا انتہی (ت)

کتبہ العبد بدیع الدین ابن سید شرف الدین صاحب مشہدی ثم الاحمد آبادی عفا اللہ تعالیٰ عنہما

### الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم ۞ نحمدہ وفضل علی رسولہ الکریم۔

محرم کرم فرمایا، وسلم، وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ! عنایت نامہ مع فتاویٰ فریقین ملا، فقیر نے آپ کے فرمانے سے یہاں کے فتوے پر مکرر نظر کی اور اُس طرف کے فتاویٰ کو بھی دیکھا جو یہاں سے لکھا گیا خالص حق و صحیح ہے اس میں بجد اللہ تعالیٰ کسی کی طرف داری نہیں حکم شرعی بیان کیا ہے کسی کے مخالف موافق ہو اس سے بحث نہ کی نہ کی جاسکتی ہے کیا آپ نے اُس میں یہ لفظ نہ دیکھے کہ چھوٹی جماعت والے اگر خوفِ نزاع و جدال وغیرہ کسی مصلحت شرعیہ کے باعث دیوار توڑ کر مسجدیں ایک کرنے سے انکار کریں تو اُن پر جبر بھی نہیں پہنچتا، کیا آپ نے اس میں یہ لفظ نہ دیکھے کہ بہر حال چھوٹی جماعت والوں کے انکار سے اُن کی مسجد میں نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں اُن عبارات کو دیکھ کر آپ حضرات نے فریق اول کی طرف داری سمجھی، ان عبارات کو دیکھ کر وہ فریق آپ کی طرف داری سمجھے، خلاصہ یہ ہو گا کہ دونوں فریق کی طرف داری ہے یعنی کسی کی طرف داری نہیں صرف بیان حکم سے غرض ہے والحمد للہ رب العالمین۔ اور یہ الزام کہ آپ ہر دو جانب کی گفتگو نہیں سنتے ایک ہی طرف کی بات سن کر حکم لگانا انصافی ہے اگر آپ انصاف فرمائیں تو یہ الزام محض اصل ہے یہاں فتویٰ دیا جاتا ہے دارالقضا نہیں کہ فریقین کے بیان سننا تحقیقات امر واقع کرنا لازم ہو مفتی تو صورت سوال کا جواب دے گا اس سے اُسے بحث نہیں کہ واقع کیا ہے نہ فریقین کا بیان سننا اس پر لازم نہ اُس کا کام۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ سوال اگر ظاہر البطلان ہو تو اس کا جواب نہ دے اور دے تو اس کی غلطی ظاہر کر دے تاکہ وہ اپنے فتوے سے باطل کا مددگار نہ بنے، یہاں بجدہ تعالیٰ اس کا لحاظ رہتا ہے جس سوال پر بریلی سے جواب گیا اُس میں کوئی

امریسا نہ تھا کہ صورت سوال کو غلط سمجھا جاتا مگر افسوس کہ اُس طرف کے فتوؤں میں اس امر اہم کا لحاظ اصلاً نہ ہوا، اُن کے سوالوں میں صورت یہ فرض کی تھی کہ دوسری مسجد کی بناء خد سے کہ آپس میں تفرقہ ہو اور اگلی مسجد کی آبادی میں فرق آئے محض نفسانیت و عداوت و ضرر مسجد قدیم کے لئے بنائی ہے، ظاہر ہے کہ یہ بنانے والوں کے قلب پر حکم تھا کہ ان کی نیت یہ ہے اور نہ صرف یہ بلکہ صرف یہی ہے حالانکہ نیت کا جاننا اللہ عز و جل کا کام ہے اور مسلمان پر بدگمانی سخت حرام ہے تو مفتی صاحب کا منصب نہ تھا کہ اس صورت باطلہ کی تقدیر مان کر مسجد کے بنانے کو موجب عذاب ٹھہرائے اور حاکم وقت کو معاذ اللہ خانہ خدا کے ڈھانے پر ابھارے، ایسی جگہ صرف صورت پر حوالہ کا حیلہ یا اس کہدیے کی آڑ کہ جو چیز ایسی ہے اس کا حکم یہ ہے اہل عقل و علم و واقعات حال زمانہ کے نزدیک ہرگز کافی نہیں جبکہ صراحت معلوم ہے کہ ایک فریق بنا واقعی حکم شرع وہ صورت گمان یا فرض کر کے فتوے لینا چاہتا ہے جس کے فرض و گمان کا شرعاً اسے اصلاً حق نہیں نہ دوسرے کو جائز کہ اس کی بدگمانی مقرر رکھے۔

لو اذا سمعتوه ظن المؤمنون و المؤمنات بانفسهم خيلاً۔ اور مومن عورتیں اپنیوں پر اچھا گمان کرتے (ت) ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ بات سنی تو مومن مرد اور وہ اپنے اس فرض باطل کے ایک فریق مسلمان کو بذریعہ فتویٰ ضرر پہنچانا چاہتا ہے تو صرف اس صورت کا حکم بتانا اور اس کا حکم نہ بتانا صراحتاً باطل کو مدد دینا ہے جو ایک جاہل مسلمان کے لائق بھی نہیں مفتی تو مفتی،

ومن لم يكن عالماً باهل زمانه فهو جاهل بـ جو اپنے اہل زمانہ کے احوال کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے (ت)

اور حقیقت یہ کہ نہ صرف فریق دیگر بلکہ خود اس فریق کی بھی بدخواہی ہے بلکہ اس کی بدخواہی سخت تر ہے، فریق اول کی نیت اگر صحیح ہے تو ان کے فرض باطل یا نا فہم مفتیوں کے اقوال باطل سے اس کا کیا ضرر، مگر اس فریق کو جو بدگمانی اور مسلمانوں کو ایذا رسانی کی بیماری تھی وہ مفتیوں کی تقریر و عدم انکار کے بعد پختہ ہو گئی،

فهلکوا و اهلکوا فانما الدین النصیح وہ خود ہلاک ہوئے اور دوسروں کو ہلاک کیا دین تو



لکل مسلم

محض ہر مسلمان کی خیر خواہی کا نام ہے (ت)  
 اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک مریض نے براہِ نادرِ اقفی اپنا مرض النامشخیص کیا اور اُس کے لئے طبیب سے  
 دوا پوچھی، طبیب اگر اس کا اصل مرض جانتا اور سمجھتا ہے کہ یہ دوا اُسے نافع نہیں بلکہ اور مضر ہوگی، تو اسے  
 ہرگز حلال نہیں کہ اُسے مرض کی اُسطح دوا بتا کر اس کی غلطی کو اور جہاد سے اور اس کے ہلاک پر معین ہو اور یہاں  
 اتنا کہ دینے سے کہ مرض مستول کی دوا یہ ہے یا جسے یہ مرض ہو اس کی دوا یہ ہے طبیب الزام سے بری نہیں  
 ہو سکتا جبکہ وہ جانتا ہے کہ اسے نہ یہ مرض نہ یہ اس کی دوا، بلکہ یہ اس کے مرض کو اور محکم کر دے گی، حاشا  
 یہ وہی کرے گا جو یا تو خود ہی طب نہیں جانتا اور خواہی نخواستہ ہی لوگوں کا گلا کاٹنے کو طبیب بن بیٹھا یا دیدہ و دانستہ  
 مریض کی غلط تشخیص مقرر رکھ کر خلافِ مرض دوا دے کھراُسے ہلاک کیا چاہتا ہے، دونوں صورتیں سخت بلا ہیں،  
 ایک دوسرے سے بدتر، توصاف روشن ہو کہ انھیں قوتوں میں سخت نا انصافی اور نہ ایک فریق بلکہ دونوں کی  
 سخت بدخواہی ہوئی اگرچہ بظاہر فریق دوم کی طرف داری نظر آئے اگر کسی ذی علم عاقل خیر خواہ مسلمان سے یہ  
 سوال ہوتا تو وہ یوں جواب دیتا کہ بھائیو اس کی بنا محض نیت پر ہے اور نیت عملِ قلب ہے اور قلب پر اطلاع  
 اللہ عزوجل کو نہ تم نے کیونکر جانا کہ اُس فریق نے یہ مسجد اللہ کے لئے نہ بنائی بلکہ محض نفسانیت و عداوت و اصرار  
 مسجد ساقی کا ارادہ اس کے دل میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرماتے ہیں، افلا شققت  
 عن قلبہؑ تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا۔ باہم تفرقہ کے بعد اس کی بناء سے غایت یہ کہ تفرقہ  
 باعث بنا ہونہ کہ غایت بنا۔ باعث و غایت میں زمین و آسمان کا فرق ہے جس کی تفصیل ہمارے فتاویٰ  
 کے باب الوقت میں ہے، اور مسلمان پر بدگمانی حرام قطعی، اس بیان ضروری کے بعد چاہتا تو یہ بھی لکھتا کہ  
 ہاں اگر دلیل شرعی سے ثابت ہو جاتا کہ ان کی نیت اضرار تھی اور اسی غرض سے انھوں نے مسجد بنائی تو  
 ضرور اس کے لئے مسجد ضرار کا حکم ہوتا مگر حاشا اُس کے ثبوت کا کیا طریقہ اور اس کی طرف راہ کیا،  
 آپ کے سوال کا جواب یہ تھا نہ وہ جو ایرانی و دہلوی صاحب نے دیا، بہر حال فقیر آپ صاحبوں کا ممنون احسان  
 ہے کہ اپنے نزدیک جو عیب اپنے بھائی مسلمان یعنی اس فقیر میں سمجھا اُس سے مطلع فرمایا، مجھ پر فرض تھا  
 کہ بات ٹھیک ہوتی تو تسلیم کرتا اب کہ باطل ہے اُس کا بطلان آپ کو دکھا دیا، ماننا آپ صاحبوں کا  
 کام ہے، سُنئیوں بھائیوں کو آپس میں ایک رہنا لازم ہے، سُنئیوں پر دشمنانِ دین کے آلام کیا تھوڑے

بندھ رہے ہیں کہ آپس میں بھی خانہ جنگی کریں اور نہ ہو سکے تو اتنا ضرور ہے کہ دنیوی رنجش جانے دیں انما المؤمنون اخوة (بیشک تمام مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ت) پر نظر فرما کر گلے مل لیں، فریق اول کو اپنی نیت معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے زائد اس کی نسبت جانتا ہے اگر واقع میں مسجد انہوں نے محض براہِ نفسانیت بقصدِ اضرار مسجد سابق بنائی ہے تو ضرور وہ مسجد ضار ہے اُسے دور کر دیں اور تائب ہوں مگر فریق دوم کو ہرگز حلال نہیں کہ مسلمانوں پر اتنی سخت بدگمانی کر کے معاذ اللہ مسجد ڈھانا چاہیں اور ایسے بے معنی ناموں کے فتوؤں کی آڑ لیں جو اس سے زیادہ اور کیا ظلم کریں گے کہ مسجد گرانے کا حکم دیتے اور حاکم وقت کو بربادی خانہ خدا پر ابھارتے ہیں والعیاذ باللہ رب العالمین ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم (اللہ تعالیٰ رب العالمین کی پناہ، بلندی و عظمت والے اللہ تعالیٰ کی عطا کیے بغیر نہ کسی کو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت۔ ت) فقیر اپنے اس خط کی نقل فریق اول کو بھی بھیجے گا کہ میں نے دونوں کی خدمت میں دست بستہ عرض کی ہے اور اصلاح کی توفیق دینے والا خدا ہے والسلام علی جمیع اخواننا اهل السنة والجماعة (تمام اہلسنت و جماعت پر سلامتی ہو۔ ت) فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۰ شعبان المعظم یوم الاحد ۱۳۲۹ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا وآلہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ آمین!

۱۵۶ مسئلہ از ماہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مسئلہ جناب سید علی شاہ حسن میاں صاحب غرہ ماہ مبارک ۱۳۲۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد مسقف میں شدتِ گرما کے سبب مصلیوں کو تکلیف ہوتی ہے اور پسینہ کی کثرت و جلس کی وجہ سے ادائے فرض میں نقصان اور خلل ہوتا ہے ایسی حالت میں اس کے انسداد کے لئے اگر مسجد میں سقفی باؤ کش لٹکایا جائے تو یہ بھی جو بحالت معذوری و مجبوری کیا گیا ہے خلاف آداب مسجد و منافی احکام شریعت تو نہ ہوگا؟ بیعتوا توجروا۔

### الجواب

موسم گرما ہمیشہ سے آتا ہے اور عرب شریف میں آتا تھا اور مکہ معظمہ میں گرمی یہاں سے سنت تر تھی اور ہے، اس میں نہ کوئی معذوری ہے نہ مجبوری، ورنہ ہر زمانے اور ہر مقام میں اس کا علاج ملحوظ ہوتا کہ انسان سے معذور و مجبور کبھی نہیں رہا جاتا، نماز عبادت و بندگی ہے اور بندگی کمال تذل و فروقی نہ کہ خدمت بننا اور عین دربار بے نیاز میں خادم کو مقرر کرنا کہ ہم کو پنکھا جھلے پکھریوں میں جو فرشی پنکھے ہوتے ہیں اس میں

اصل مقصود حاکم ہوتا ہے کہ خود وہ ایک عاجز و محتاج ہے جسے گرمی سردی سب ستاتی ہے بلکہ اور بہت سے جفاکشوں کی نسبت وہ زیادہ محتاج ہے نکھاس کے لئے لگاتے ہیں خادم اس کے لئے کھینچتا ہے حاضرین بالقیح اس سے ہوا پاتے ہیں اس سبب سے وہ بے ادبی خلاف ادب و ربا نہیں گنا جاتا۔ یوں دیکھئے بلکہ یوں کہ کوئی شخص دربار شاہی میں حاضر ہو اور اپنا خادم مقرر کرے کہ بادشاہ کے سامنے مجھے دستی جھل کیا اسے بے ادب نہ کہا جائے گا؟ بیشک کہا جائے گا، اور اب مسئلہ میں قدرے زیادہ بیان اور ادائے فرض میں عذرِ خلل و نقصان کا جواب فقیر کے فتاویٰ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۷ از احمد آباد محلہ پانچ پیلی تاجپور ۱۲ رمضان ۱۳۲۹ھ

ایک مسجد جنگل میں ہے جس کی تولیت پھسیوں کی جماعت کرتی ہے اور وہ منہدم و مسمار ہو گئی ہے اور اس کی صرف ایک محراب ہی باقی ہے اور اس مسجد کے تمام پتھر لوگ چرالے گئے، اب اس صورت میں وہ محراب دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

جبکہ اس مسجد شہید شدہ کا آباد کرنا فرض ہے ناممکن ہو گیا ہو اور اس کی طرٹ کوئی راہ میسر نہ ہو اور چور اس کے مال پر دست درازی کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں اس ضرورت میں اس کی محراب دوسری مسجد میں لگا دینے کی اجازت ہوگی کما بینہ العلامة الشامی فی رد المحتار و فصلناہ فی فتاویٰ (جلیا کہ علامہ شامی نے اس مسئلہ کو رد المحتار میں بیان فرمایا اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کا مفصل ذکر کیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۸ از الہ آباد بنگلہ ۱۶ مہابلی پرشاد سوداگر پناہی مرسلہ حاجی منشی محمد ظہور صاحب جوہری بریلوی ۱ صفر مظفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ مسجد میرے مورثان نے بغرض نماز اپنے اور اپنے خاندان کے باستثناء عورات کے بنوائی اور اس کے ساتھ متصل اس کے اپنا مکان بنوایا اور ایک طرف کی کڑیاں مسجد کے ایک سمت کی دیوار پر اُسی وقت میں رکھ لیں اب تیس سال ہوئے جو اس نے اجازت عام نمازیوں کو واسطے نماز کے دے دی اب نماز پنجگانہ اور نماز عیدین ہوتی ہے اب اس کی اولاد میں ایک شخص نے اپنے مکان کی نیچی چھت کو ڈیڑھ گز اونچا کیا اور وہاں کڑیاں یا شہتیرا اٹھا کر دیوار پر دیوار کو بلند کر کے ڈال لیں اور بجائے ایک کھڑکی کے دو کھڑکی جانب مسجد اضافہ کی اور دیوار کو اونچا کر کے سائبان مین کا اپنی طرف کو ڈال لیا جس کا مگر مسجد کے دیوار پر یا (خلاصہ) جب خانہ خدا وہ مسجد

عام نمازیوں کے واسطے وقف ہو گئی تو وہ دیوار مسجد جس پر کڑیاں یا شہتیر رکھا ہو اور دو مینار بھی اسی دیوار پر ہوں تو وہ دیوار بھی وقف ہوئی یا نہیں اور اس دیوار سے کڑیاں اٹھا کر اور دیوار بلند کر کے پھر دوبارہ کڑیاں رکھنے یا دیوار مسجد پر دیوار بنانے یا اضافہ کرنے کا کوئی حق ہے یا نہیں وارثان بانی مسجد کو از روئے شرع شریف اور وہ حق یا تعلق جو بانی مسجد نے رکھا تھا بعد علمہ کرنے کے باقی رہا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

وہ مسجد روز اول سے عام مسلمانوں کے لئے خانہ خدا ہو گئی خاص ایک قوم کے لئے نیت کرنے سے خاص نہیں ہو سکتی نہ بانی کو اس میں اپنے لئے کوئی حق یا تعلق رکھنے کا اختیار ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ ص ۱۳۷ میں ہے :

اتفقوا علی انه لو اتخذ مسجد اعلیٰ انه بالخيار  
جانہ الوقف و بطل الشرط کذا فی مختار  
الفتاویٰ فی وقف الخصاص اذا جعل امرضه  
مسجدا و بناء و اشهد ان له ابطاله و بعد  
فهو شرط باطل و یکون مسجد اکما  
لو بنی مسجد الاهل محلة و قال جعلت  
هذا المسجد لاهل هذه المحلة خاصة  
کان لغير اهل تلك المحلة ان یصلی فیہ  
هكذا فی الذخيرة  
یعنی سب علماء کا اتفاق ہے کہ اگر مسجد بنائی  
اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے تو مسجد صبح ہو گئی اور  
وہ شرط جو لگائی باطل و بے اثر ہے، ایسا ہی  
مختار الفتاویٰ میں ہے۔ وقف خصاف میں ہے  
جب اپنی زمین کو مسجد کیا اور مسجد تعمیر کی اور لوگوں  
کو گواہ کر لیا کہ اس کا باطل کرنا اور بیچنا مجھے  
جائز ہوگا تو یہ شرط باطل ہے اور وہ مسجد ہو جائیگی  
اسی طرح اگر مسجد کسی محلہ والوں کے لئے بنائی  
اور کہا کہ میں نے خاص اس محلہ والوں کے لئے  
اسے مسجد کیا تو یہ شرط بھی باطل ہے اور وہ عام مسجد ہو جائیگی ہر شخص کو اس میں نماز کا اختیار ہوگا اگرچہ  
وہ غیر محلہ کا ہو۔ ذخیرہ میں یونہی ہے۔

اور جب وہ دیوار مسجد کی ہے خود بیان کرنے والا کہہ رہا ہے کہ مسجد کی دیوار پر کڑیاں رکھ لیں اور اس  
دیوار پر مسجد کے دو منار سے ہوتا روشن دلیل ہے کہ وہ مسجد کی دیوار ہے تو اس دیوار کے وقف و مسجد ہونے  
میں کیا شبہ ہو سکتا ہے، بانی مسجد کو حرام تھا کہ مسجد کی دیوار پر اپنی کڑیاں رکھے، یوں ہی اس وارث نے  
جو تصرفات مذکورہ کئے سب حرام ہیں اور واجب ہے کہ کڑیاں اتار دی جائیں اور زمین جدا کر دیا جائے، مسجد کی



دیوار ان تصرفات سے پاک کر دی جائے۔ درمختار مطبع قسطنطنیہ جلد ۲ ص ۵۷۳ میں ہے:

لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانه من  
المصالح اما لو تمت المسجدیت ثم اراد  
البناء منه ولو قال عنیت ذلك لم یصدق  
تاتار خانیة فاذا كان هذا فی الواقع  
فکیف بغیره فیجب هدمه ولو علی  
جدار المسجد  
تو دوسرے کا کیا ذکر تو اس کا ڈھا دینا واجب ہے اگرچہ مسجد کی فقط دیوار ہی پر کچھ بنایا ہو۔

بحر الرائق مطبع مصر جلد ۵ ص ۲۷۱ میں ہے:

اذا كان هذا فی الواقع فکیف بغیره فمن  
بنی بیتا علی جدار المسجد وجب  
هدمه  
یعنی جب خود بانی مسجد کو ممانعت ہے تو غیر بانی کیا  
چیز ہے تو جو شخص مسجد کی دیوار پر کوئی عمارت بنائے  
اس کا ڈھا دینا واجب ہے۔

رد المحتار مطبع استنبول جلد ۲ ص ۵۷۳ میں ہے:

نقل فی البحر قبله ولا یوضع الجذع علی جدار  
المسجد وان كان من اوقافه اهل قلت وبه  
علو حکم ما یصنعه بعض جيران المسجد  
من وضع جذوع علی جداره فانه  
لا یحل ولودفع الاجرة  
یعنی بحر الرائق میں اس سے پہلے نقل فرمایا ہے کہ  
مسجد کی دیوار پر کڑی نہ رکھی جائے اگرچہ وہ کڑی  
خود مسجد ہی کی کسی وقفی مکان کی ہو اور یہیں سے  
معلوم ہوا کہ مسجد کے زیر سایہ رہنے والے بعض لوگ  
جو مسجد کی دیوار پر کڑیاں رکھ لیتے ہیں یہ حرام ہے  
اگرچہ وہ کڑیاں بھی دیں جب بھی اجازت نہیں ہو سکتی۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۷۹/۱	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الوقف	۱۔ درمختار
۲۵۱/۵	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	۲۔ بحر الرائق
۲۷۱/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۳۔ رد المحتار



۱۵۹ء مسئلہ مولوی صلاح الدین صاحب عرف حاجی دادا ساکن ضلع پشاور ۲۱ صفر ۱۳۳۰ھ  
مسجد میں درخت بونا جائز ہے یا نہیں؟ اگر بولیا گیا تو وہ کس کی ملک شمار ہوگا؟

## الجواب

مسجد میں درخت لونا نا جائز ہے اگرچہ مسجد وسیع ہو اگرچہ درخت پھلدار ہو (سوا اس ضرورت کے کہ زمین مسجد سخت نمناک ہو جس کے باعث اس کی عمارت کو ضرر پہنچے ستون نہ ٹھہریں یا دیواریں پھولیں) اس لئے بوئے جائیں کہ اُن کی جڑیں پھیل کر رطوبت کو جذب کر لیں، خلاصہ میں ہے،

غرس الاشجار في المسجد لا بأس به  
اذا كان فيه نفع للمسجد بامتداد  
المسجد ذان والاسطوانات لا تستقر  
بدونها وبدون هذا لا يجوز اهـ ولفظ  
الامام ظهير الدين بعد ذكر الحاجة  
المذكورة فحينئذ يجوز والا فلا اهـ قال  
في منحة الخالق قوله والا فلا دليل على انه  
لا يجوز احداث الغرس في المسجد و  
لا القاء وفيه لغير ذلك العذر ولو كانت  
المسجد واسعا، ولو قصد به الاستغلال  
للمسجد الخـ

لینا مقصود ہوا الخ (ت)

ہاں اگر درخت مسجد کے مسجد ہونے سے پہلے رکھا گیا تو عدم جواز نہ کور کے تحت میں داخل نہیں کہ اس تقدیر پر یہ درخت مسجد میں نہ بویا گیا بلکہ مسجد زمین درخت میں بنائی گئی اس صورت میں اگر درخت بونے والا وہی مالک زمین و بانی مسجد ہے تو درخت مسجد پر وقف ہوگا نہ کسی شخص کی ملک،

فی سردالمختاریدخل فیوقف الأرض  
 ردالمحتار میں ہے زمین کے وقف میں وہ درخت اور

له خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل السادس والعشرون في المسح مكتبة حبيبية كوته ٢٢٨/١

۲۵ بحر الرائق بحوالہ الظہیریۃ کتاب الصلوۃ فصل لما فرغ من بیان الکراۃ فی الصلوۃ (رحمہ اللہ) سعید کفنی کراچی ۳۵/۲

٢٤ منحة الخالق على البحر الرائق

ما فیہا من الشجر والبساتین  
 عمارت بھی داخل ہوگی جو اس زمین پر وقف میں ہے۔ (ت)  
 اور اگر درخت دوسرے کا ہے تو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر مسجد پر اس کا وقف تسلیم کر لے گا تو  
 وقف ہو جائے گا ورنہ تفریق مسجد کا حکم کیا جائے گا۔ رہا یہ کہ مسجد میں درخت بویا علماء نے فرمایا کہ درخت مسجد  
 کے لئے ہوگا۔ رد المحتار میں ثانیہ سے ہے:  
 لو غرس فی المسجد یکون  
 للمسجد لانہ لا یغرس فیہ لنفسہ  
 ہندیہ میں ظہیر سے ہے:  
 اذا غرس شجرا فی المسجد فالشجر للمسجد  
 اگر کسی نے مسجد میں درخت بویا تو وہ مسجد کا ہی ہوگا  
 کیونکہ وہ اپنے لئے نہیں ہو سکتا۔ (ت)  
 جب کسی نے مسجد میں درخت لگایا تو وہ درخت  
 مسجد کے لئے ہوگا (ت)

اسی میں محیط سے ہے:  
 سئل نجم الدین عن رجل غرس قالۃ  
 فی مسجد فکبرت بعد سنین فاراد متولی  
 المسجد ان یصرف هذا الشجرة الی  
 عمارة یثقی هذا السکة والغارس یقول  
 ہی لی فانی ما وقفہا علی المسجد، قال  
 الظاہران الغارس جعلہا للمسجد فلا یجوز  
 صرفہا الی البئر ولا یجوز للغارس صرفہا  
 الی حاجة نفسه  
 نجم الدین سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مسجد میں پودا  
 لگایا جو چند برس میں بڑا درخت بن گیا، متولی مسجد  
 کا ارادہ ہے کہ وہ اس درخت کو اسی کوچہ کے  
 کتوں کی تعمیر میں صرف کرے، اور درخت لگانے والا  
 کہتا ہے کہ یہ میرا ہے کیونکہ میں نے اس کو مسجد پر  
 وقف نہیں کیا، تو امام نجم الدین نے فرمایا ظاہر ہے  
 کہ اگر درخت بونے والے نے مسجد کے لئے بویا تھا  
 تو اس کو کتوں کی تعمیر میں صرف کرنا جائز نہیں اور  
 نہ ہی بونے والا اپنی ضرورت میں اس کو صرف  
 کر سکتا ہے۔ (ت)

۳۴۳/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوقت	رد المحتار
۳۲۹/۳	" " " " " "	کتاب الوقت فصل راعی شرط الواقف فی اجازتہ	"
۳۴۴/۲	" " " " " "	الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر نوری کتب خانہ پشاور	فتاویٰ ہندیہ
۳۴۴/۲	" " " " " "	" " " " " "	"

درمختار میں ہے :

لو غرس فی المسجد اشجارا تنثر ان غرسها  
للسبیل فکل مسلم الاکل والاقتیاع  
لمصالح المسجد

واقعہ نے مسجد میں پھلدار درخت بوئے اگر تو اس نے  
قی سبیل اللہ وقف کے طور پر بوئے ہیں تو ہر مسلمان  
کو پھل کھانا جائز ہے ورنہ ان پھلوں کو مصالح مسجد  
کے لئے فروخت کیا جائے گا (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ای وان لم یغرسها للسبیل بان غرسها  
للمسجد اولم یعلم غرضه بحر عن  
الحاوی

یعنی اگر اس نے فی سبیل اللہ وقف کے طور پر  
نہیں بوئے بایں طور کہ مسجد کے لئے ان کو بویا ہے  
یا اس کی غرض معلوم نہیں ہو سکی، بحر بحوالہ حاوی (ت)

اصل یہ ہے کہ بنایا غرس زمین وقف میں اگر متولی کرے تو مطلقاً وقف کے لئے ہے مگر یہ کہ اپنے ذاتی  
مال سے کرے اور بناؤ غرس سے پہلے گواہ کر لے کہ اپنے نفس کے لئے کرتا ہوں یا یہ کہ متولی خود واقع ہو  
اور وقف کے لئے اس کی نیت نہ رکھے اور مسجد میں ہونا دلالت مسجد کے لئے ہونا ہے کہ کوئی مسجد میں اپنے لئے  
نہیں بوتا، یہ اس فرع کی تائید ہے، درمختار میں ہے :

المتولی بناؤ وغرسه للوقف مالہ لیشہد  
انہ لنفسه قبلہ  
یا درخت لگانے سے قبل اس پر گواہ نہ قائم کر دے کہ میں اپنی ذات کے لئے کر رہا ہوں۔ (ت)

ردالمختار میں ہے :

ان کات البانی المتولی بمال الوقف  
فوقف، سواء بناؤ للوقف او  
لنفسه او اطلق وان من مالہ للوقف  
او اطلق فوقف، الا اذا کات

عمارت بنانے والا اگر خود متولی ہو اور مال وقف سے  
بنائے تو وہ وقف کے لئے ہے چاہے وقف کیلئے  
بنائے یا اپنے لئے بنائے یا مطلق رکھے، اور اگر  
اپنے مال سے وقف کے لئے بنائے یا مطلق رکھے

۲۹۰/۱	لہ درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الوقف فی اجارۃ مطبع مجتبائی دہلی
۴۱۵/۲	لہ ردالمختار " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۹۳/۱	لہ درمختار " " " " " " مطبع مجتبائی دہلی

هو الواقف و اطلق فهو له كما في الذخيرة  
وان من ماله لنفسه واشهد انه له  
فهو له كما في القنية والمجتبى وان  
لم يكن متوليا فان بنى باذن المتولي  
ليرجع فوقف، والا فان بنى للوقف  
فوقف، وان لنفسه او اطلق فله  
سرافعه ان لم يضرب  
سے عمارت بنائی تاکہ متولی سے خرچہ کا رجوع کر سکے تو وہ وقف کے لئے ہے ورنہ اگر وقف کے لئے بنائی تو  
پھر بھی وقف ہے اور اگر اپنے لئے بنائی یا مطلق رکھی تو اس کو اٹھانے کا اختیار ہے جبکہ وقف کو نقصان نہ پہنچے (ت)  
اشباہ میں ہے :

وان اضرفه المضيع لمالذ فليتبصر  
الى خلاصه

اور اگر اس کو اٹھا لیجانے میں وقف کو نقصان ہے  
تو نہ اٹھانے دیں گے کیونکہ اس نے اپنا مال خود

غنائع کیا اب وہ انتظار کرے یہاں تک کہ وہ عمارت وقف سے خلاص ہو جائے۔ (ت)  
اقول مگر یہ بنا دغرس جائز میں ہے ناجائز کے لئے حکم ہدم و قلع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :  
ليس لعرق ظالم حق (عرق ظالم کا کوئی حق نہیں۔ ت)  
در مختار میں ہے :

لو بنى فوقه بيتا لادم لا يضرونه  
من المصالح اما لو تمت المسجدية

اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کا حجرہ بنا دیا تو جائز

ہے کیونکہ یہ مصالح مسجد میں سے ہے لیکن تمام

سنن البیہقی کتاب الوقف فصل راعی شرط الواقف فی اجارته دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۲۹

۲۱ الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوقف ادارة القرآن کراچی ۳۰۲-۳۰۳

۳۱ صحیح البخاری کتاب المحرث والمزارعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۱۴/۱

سنن البیہقی کتاب الغصب باب ليس لعرق ظالم حق کتاب باب اجار الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۸۱/۲

۹۹/۶ دار صادر بیروت

ثم اراد البناء منع، ولو قال عنيت ذلك لم يصدق تآمر خانية، فاذا كانت هذا في الواقع فكيف بغيرة، فيجب هدمه و لوعلى جدا من المسجد.  
 مسجدیت کے بعد اگر وہ ایسا کرنا چاہے تو اسے روکا جائے گا اگرچہ وہ کہے کہ میرا شروع سے یہ ارادہ تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، تآمر خانیہ۔ جب خود واقف کا یہ حکم ہے تو غیر واقف کو کیسے اجازت ہو سکتی ہے لہذا ایسی عمارت کو گرادینا واجب ہے اگرچہ وہ مسجد کی دیوار پر ہو۔ (ت)  
 رد المحتار میں ہے،

في فتاوى قارى الهداية اذا جرد اسواقفا، وجعلها طاحونا ان لم يكن النفع ولا اكثر من يعا الزم بهدم ما صنع له مختصرا.  
 فتاویٰ قاری الہدایہ میں ہے کہ ایک شخص نے مکان وقف کو کرایہ پر لے کر اس میں آٹا پیسنے کی چکی بنادی اگر وہ وقف کے لئے زیادہ نفع و خوبی کا حامل نہیں تو جو کچھ اس نے بنایا اس کو گرانے پر مجبور کیا جائے گا مختصراً (ت)

اور ہم بیان کر چکے کہ بلا ضرورت مذکورہ مسجد میں پڑھنا جائز نہیں لشغلہ موضع الصلوة ولشبه البیعة والکناس (کیونکہ اس طرح نماز کی جگہ بھی مشغول ہوگی اور گرجا اور کلیسا سے مشابہت بھی ہوگی۔ ت) اور یہ کہ اس کا باقی رکھنا جائز نہیں تو یہ فروع خانیہ صورت جواز پر محمول ہوں گی۔

الا ترى انه ممنوع والوقف قربة وانه مقلوع والوقف مؤبد فذلك برهانا ان لا يكون للمسجد.  
 کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ممنوع ہے جبکہ وقف عبادت ہے اور اس کو اکھاڑنا لازم، جبکہ وقف کو ہمیشہ باقی رکھنا لازم ہے، یہ دونوں دلیلیں ہیں اس پر کہ وہ مسجد کے لئے نہیں (ت)

اور فرع مذکور حجر و حاوی و در مختار فناء مسجد میں غرس پر بھی محمول ہو سکتی ہے اور اگر ثابت ہو کہ فناء مسجد میں بونا بھی دلالت مسجد میں بونا بتاتا ہے تو جملہ فروع مذکورہ کا یہ دوسرا عمدہ محل ہے ہذا ما ظہری (یہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہوا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک زنڈی نے اپنے پیشہ کے ذریعہ سے کچھ دکانیں خریدیں، چند روز کے بعد وہ زنڈی مر گئی، بعد مرنے کے وہ دکانیں وراثۃً اس کی بہن کو پہنچیں جو اپنے پیشہ سے تائب اور کسی کے نکاح میں ہے، اب اس کی بہن اپنی طرف سے اُس جائیداد کو جو وراثۃً اس کو ملی ہے کسی مسجد کے نام وقف کرنا چاہتی ہے اس صورت میں مہتممانِ مسجد کو ان دکانوں کا لینا اور اُن کے کرایہ سے مسجد کے مصارف میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیتنا تو جسدوا۔

### الجواب

جبکہ وہ دکانیں بعینہا زنڈی کو اُمرتِ زنا یا غنا میں نہ ملی تھیں بلکہ اس نے خرید کیں، اگرچہ خریداری اسی زرضیت سے ہو، تو ازواجِ عامہ عقود رائج میں یہ قاعدہ نہیں کہ روپیہ دکھا کر کہا جاتا ہو اس روپے کے عوض بیع کرے یا خریدے بلکہ مطلق بیع ہوتی ہے تو عقد و نقد زجرِ حرام پر جمع نہیں ہوتی اور مذہبِ کفری مفتی تہ پر ایسی حالت میں اس شے مشتری میں خباثت بھی نہیں آتی، تو وہ دکانیں خود اس زنڈی کے لئے اس صورت میں حرام نہ ہوں گی نہ کہ بعد انتقال وراثت۔ لہذا وقف مذکور نہ فقط صحیح بلکہ جائز و مورث ثواب ہوگا اور متولیوں کو اُن کا لینا اور اُن کا کرایہ مسجد میں صرف و خرچ کرنا ہر طرح جائز ہوگا۔

والمسئلة قد فصلناها في فتاؤنا ثم ات  
كان خبث بالاجتماع لو فرض لم يكن  
فيه الا كراهة والوراثة ناقلة والوقف  
اخراج عن الملك والابحاث طويلة  
الاذيال وانما يفتى في الوقف بما هو النفع له  
كيف والصحة لا شك فيها قطعاً - والله  
تعالى اعلم۔

اس مسئلہ کو ہم نے اپنے فتاویٰ میں مفصل بیان  
کر دیا ہے، پھر اگر بالفرض عقد و نقد کے اجتماع  
خبث آئے بھی تو اس میں صرف کراہت آئے گی  
جبکہ وراثت نقل کرنے والی اور وقف ملک سے  
اخراج کا نام ہے اور اس میں طویل مباحث ہیں  
اور بلاشبہ وقف میں فتویٰ اسی پر ہوتا ہے جو  
اس کے لئے زیادہ نفع بخش ہو تو یہاں کیونکر ایسا  
نہ ہوگا جبکہ اس کی صحت میں قطعاً شک نہیں۔ واللہ

تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از موضع ملکی پور تھا نہ کثرہ ضلع شاہجہا پور مسؤلہ جملہ مسلمانان موضع ۵ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو عید گاہ موضع ملکی پور میں ہے وہ  
بہت چھوٹی ہے اور عیدین میں بفضلہ تعالیٰ اس قدر مسلمان جمع ہو جاتے ہیں کہ نماز پڑھنے اور کھڑے ہونے کی

جگہ نہیں رہتی عید گاہ سے باہر نماز کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں اور عید گاہ قبرستان میں واقع ہے اگر یہاں وسعت دی جائے تو قبریں اندر آنے کا احتمال ہے اور جگہ بھی تحفظ کی نہیں ہے، مولشی وغیرہ پیشاب وغیرہ کرتے ہیں، ایسی حالت میں عید گاہ قدیمی چھوڑ کر دوسری جگہ اگر بہت بلند ہے اور فضا کی جگہ ہے اور ہر قسم کا تحفظ ہے، مولشی وغیرہ بھی وہاں نہیں جاسکتے، وسعت دے کر تعمیر کرائی جائے یا نہیں؟ اور عید گاہ قدیمی میں بحالت چھوڑنے قبرستان بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ از دوئے شرع شریف معزز و ممتاز فرمائیے۔ بیٹنوا تو جبروا۔

## الجواب

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہ موضع ایک گاؤں ہے، اور ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب میں گاؤں میں عیدین جائز نہیں تو وہاں عید گاہ وقت نہیں ہو سکتی کہ محض بے حاجت و بے قربت بلکہ مخالفت قربت ہے، تو وہ زمین و عمارت ملک بانیان ہیں انھیں اختیار ہے اس میں جو چاہیں کریں خواہ اپنا مکان بنائیں یا زراعت کریں یا قبرستان کرائیں اور اب وہاں دوسری عید گاہ بنائیں گے اس کی بھی یہی حالت ہوگی۔ درمختار میں ہے:

فی القنیۃ صلوۃ العید فی القرۃ <sup>تسکونہ</sup> تحریر ما ای اشتغال بما لا یصح لہ  
 قنہ میں ہے کہ گاؤں میں نماز عید مکروہ تحریمی ہے یعنی  
 ایسی چیز میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں (ت)  
 اُسی کی کتاب الوقف میں ہے:

شرطہ ان یکون قربة فی ذاته <sup>یہ</sup>  
 شرط وقف یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے  
 قربت مقصودہ ہو (ت)  
 واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از اسکول بنام اسلامی مرسلہ مولوی یعقوب علی ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان بشرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا پیشہ ڈھولک فروخت کرنے کا ہے، مڑھے ہوئے اور بغیر مڑھے ہوئے دونوں قسم کے ڈھولک فروخت کرتا ہے۔ عمر و کا پیشہ حکمت طبابت بیہ حکیمی کا کرتا ہے اور قمار بازی بھی کرتا ہے اور دھوکا دہی کر کے مریضوں سے روپیہ لیتا ہے۔ زید و عمر و یہ لوگ کچھ روپیہ مسجد کی مرمت یا مسجد بنوانے میں دیں تو ان کا روپیہ لے کر مسجد میں صرف کیا جائے

یا نہیں؟ بیٹنوا تو جبروا۔

## الجواب

جب تک ہمیں معلوم نہ ہو کہ یہ خاص روپیہ جو ہم کو دیتا ہے وجہ حرام سے ہے اس کا لینا اور مسجد میں صرف کرنا جائز ہے کچھ حرج نہیں،

بد تآخذ ما لم نعرف شیئاً حراماً بعینہ  
كما فی الہندیۃ عن الذخیرۃ عن  
الامام محمد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور ہم اسی کو قبول کرتے ہیں جب تک کہ کسی معین  
شے کے حرام ہونے کا ہمیں علم نہ ہو، جیسا کہ ہندیہ  
میں بحوالہ ذخیرہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے  
منقول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۶۳ھ از شمس آباد ضلع کیمیل پور پنجاب علاقہ مرسلہ مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۸۸۱ھ جب مرجب ۱۳۳۱ھ  
الاستفتاء فی حضرت مجدد المائۃ الحاضرۃ الفاضل البریلوی غوث الانام مجمع العلم والحلم والاحترام  
امام العلماء ومقدم الفضلاء لازال بالافادۃ والافاضۃ والعز والاکرام! کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید  
ایک مسجد کا امام تھا بعد اُس کی موت کے اُس کا برادر حقیقی ایک مدت تک امام رہا جب وہ بھی انتقال کر گیا تو  
زید کا بیٹا بکر امام ہوا مگر چونکہ وہ دوسری مسجد میں امامت کرتا تھا اُس مسجد میں اُس نے برضائے مقتدیان  
اپنا خلیفہ مقرر کیا اور اُس کے لئے معلومات امامت سے ایک شے قلیل مقرر کی اور باقی کا خود لینا ٹھہرا یا  
چنانچہ کئی برس تک جو خلیفہ کیے بعد دیگرے آیا اسی شرط کا پابند رہا یہاں تک کہ خالد نام مولوی زید کے شاگرد  
علم دینی نے اپنے استاد زادے بکر سے کہا کہ مجھ کو اس مسجد میں آپ امام مقرر کیجئے میں آپ کا خلیفہ رہوں گا اور  
آپ کے وظائف مقررہ معہودہ میں کوئی نقصان نہ کروں گا پس بکر نے خالد کو اس اقرار پر خلیفہ مقرر کیا اور تخمیناً  
سترہ اٹھارہ برس تک خالد یہ پابندی شرطہ کو راما متی کرتا رہا اور امور مقررہ میں کبھی چون و چرا نہ کی، اب چونکہ  
بکر کا بیٹا بالغ ہو گیا ہے اور علم امامت سے بہرہ مند ہے لہذا بکر خالد کو برطرف کر کے اپنے بیٹے کو امام کرنا چاہتا  
ہے اور ابتدائے تقرر خالد کے وقت خالد نے تسلیم کر لیا تھا کہ آپ کے بیٹے جب بالغ قابل امامت ہوں یا اور  
کسی امر سے جب کبھی آپ مجھ کو موقوف کر دیں گے تو مثل خلفائے سابقین کے مجھ کو عذر نہ ہوگا، اب خالد اپنے  
اقرار سے قرار کر کے کہتا ہے کہ میں تمہارا کوئی خلیفہ نہیں کیونکہ جب میں نماز فرض و تراویح و عید وغیرہ خدمات مسجد  
مراعات اہل محلہ ختم دعا درود سب بذات خود کرتا رہا تو میں امام مستقل ہو گیا تم کو میرے عزل کا کوئی اختیار

نہیں اور قبل ہی سے جو کچھ میں نے تم کو دیا یا لینے دیا وہ شرم و حیا کی وجہ سے تھا ورنہ تمہارا کوئی استحقاق نہیں ہے کہ امامت تو میں کراؤں اور منافع تم لو، خلافت اور اصالت کے کیا معنی، پس بکرم نے علمائے اطراف کو جمع کیا تھا کہ خالد سے تحقیق کریں اور فہمائش کر کے اُس کو برطرف ہونے کا حکم دیں مگر خالد ذرا چالاک آدمی ہے علماء سے کبھی امامت کی تعریف کبھی خلیفہ کے معنی کبھی وظیفہ امامت کا معنی دریافت کرتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ امام کی تعریف میرے پرصادق آتی ہے یا کہ بکر پر بغرض کہ ایسی باتوں میں وقت ٹال دیتا ہے، یہاں کے علماء کو یہ مسئلہ مصرح طور پر اور مفصل کسی کتاب میں نہیں ملتا اور ایسی طاقت نہیں کہ اجروائے مسئلہ کو ابواب مختلفہ و نظائر متفقہ سے استنباط کر کے فیصلہ کریں، چونکہ حضور پر نور بفضلہ تعالیٰ مذہب مہذب حنفی کے بلکہ جمیع مذاہب حقہ کے مجتہد ہیں اور موافق و مخالف سب کے مسلم ہیں لہذا التماس کہ خالد باوجود دینے و ظائف امامت کے بکر کو بہ اقرار خلافت سولہ سترہ برس تک مثل خلفائے پیشین کے شرعاً مستقل امام متصور ہوگا۔ حالانکہ مقتدی لوگ کل سو اڑھ چار آدمیوں کے خالد کے اس فرار عن الاقرار سے سخت ناخوش ہیں یا مثل خلفائے پیشین کے خالد بھی خلیفہ ہی ہوگا واضح ہو کہ اس ملک میں کسی جگہ دستور ہے کہ ایک شخص ایک مسجد کا امام ہوتا ہے اور باقی مساجد میں خود امامت کا مباشرت نہیں ہوتا مگر ایسا تصرف رکھتا ہے کہ اُن مساجد کے عمدہ عمدہ منافع خود لے لیا کرتا ہے اور معمولی قسم کی آمدنی خلیفہ کو دیا کرتا ہے اور چاہتا ہے تو اسے موقوف کر دیتا ہے اور دوسرا اس کی جگہ قائم کر دیتا ہے اور چونکہ اول ہی سے یہ بات قرار داد بین الاصل والخلیفہ ہوا کرتی ہے اور مقتدی لوگ بکر کے اس تصرف پر کسی طرح کے معترض نہیں ہوتے، کچھری انگریزی میں بھی ایک آدھ مقدمہ اس امر کا کیا گیا جس میں اصل ہی کامیاب ہوا۔ بیٹو اتو بھروا۔

### الجواب

یہ مسئلہ تین مسائل پر مشتمل، اول آیا امام دوسرے کو اپنا نائب مقرر کر سکتا ہے؟ دوم اگر کر سکتا ہے تو وظائف امامت کا مستحق وہ اصل ہوگا اور نائب صرف اسی قدر لے سکے گا جو اصل نے اس کے لئے بتایا یا از انجا کہ فعل و خدمات امامت یہ نائب بجا لاتا ہے، یہی جملہ معلومات کا مستحق ہوگا اور اصل معزول سمجھا جائے گا۔

سوم اگر اصل معزول نہیں بلکہ وہی اصل امام اور یہ اس کا مقرر کیا ہوا نائب ہے تو آیا امام اصل کو اس نائب کے معزول کر دینے اور اس کی جگہ دوسرا نائب مقرر کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ بحمد اللہ یہ تینوں مسائل واضح و مصرح ہیں۔

مسئلہ اولیٰ ہاں امام دوسرے کو اپنا نائب مقرر کر سکتا ہے، فتاویٰ خلاصہ میں ہے،







بالاجرة ہوتا ہے۔ ت) پس صورت ثانیہ میں کہ اجارہ فاسد ہے آپ ہی ہر وقت اختیار فسخ ہونا درکنار خود وجوب فسخ ہے کہ اجارہ فاسدہ معصیت ہے اور معصیت کا ازالہ فرض، یہاں تک کہ اصل و نائب باہم فسخ نہ کریں تو حاکم پر فرض ہے کہ جبراً اسے فسخ کر دے کما عرف ذلک فی البیوع (جیسا کہ بیوع میں معلوم ہو چکا ہے۔ ت) درمختار میں ہے :

ولذا لا یشترط فیہ قضاء قاض لا ت اسی واسطے اس میں قضاء قاضی شرط نہیں  
الواجب شرعاً لا یحتاج للقضاء در۔ کیونکہ جو شرعاً واجب ہو وہ قضاء کا محتاج نہیں  
ہوتا، در۔ (ت)

اور صورت اولے میں جبکہ عام رواج یہی ہے کہ کوئی مدت اجارہ معین نہیں کی جاتی کہ سال بھر کیلئے تجھے امام کیا یا چھ مہینے کے لئے بلکہ صرف امامت اور اس کے مقابل ماہوار اتنا پانے کا بیان ہوتا ہے تو اجارہ صرف پہلے مہینے کے لئے صحیح ہوا اور ہر ہر ماہ اجرو مستاجر ہر ایک کو دوسرے کے سامنے اس کے فسخ کر دینے کا اختیار ہوتا ہے۔ درمختار میں ہے :

اجرحانہ تو تامل شہر یکذا اصح فی واحد دکان کرایہ پر دی کہ ہر ماہ اتنا کرایہ ہو گا تو فقط ایک ماہ  
فقط و فسد فی الباقی لجمہا لہما و اذا مضی کے لئے اجارہ صحیح ہوا باقی مہینوں میں بسبب چلتا  
الشہر فلکل فسخہا بشرط حضور الاخر کے فاسد ہے اور جب مہینہ پورا ہو گیا تو دونوں  
لانتهاء العقد الصحیحہ میں سے ہر ایک کو دوسرے کی موجودگی میں اجارہ  
فسخ کرنے کا اختیار ہے کیونکہ عقد صحیح ختم ہو گیا (ت)

بہر حال اصل کو ہر ہر ماہ پر اس نائب کے معزول کر دینے اور دوسرے کو اس کی جگہ نائب کرنے کا اختیار ہے مسئلہ مسئلہ سائل کا تو جواب یہ ہے اور یہاں ایک امر ضروری للمحاطیہ ہے کہ بعض جگہ معلومات وظائف امامت ایسے مقرر ہوتے ہیں جو شرعاً جائز یا صحیح نہیں ان کا استمحاق نہ اصل کو ہو گا نہ نائب کو بلکہ صرف اجرت مثل کا، مگر نائب ان میں بھی اصل سے اپنے لئے منازعت نہیں کر سکتا کہ وہ اسے بھی حلال نہیں صرف اپنی اجرت مثل لے سکتا ہے فلیتنبہ (پس آگاہ رہنا چاہئے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۱۶۶** از منی تالی بڑا بازار مرسلہ قداحین صاحب سادہ کار ۶ رمضان مبارک ۱۳۳۱ھ  
 بعینہ مدت جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب! جناب من! یہاں مسجد منی تالی میں گیس کی  
 لائٹیں روشن کی گئی ہے خاص اندرون مسجد، جس وقت وہ روشن کی جاتی ہے اسپرٹ شراب ڈال کر  
 گرم کی جاتی ہے تب وہ روشن ہوتی ہے اور ایک ہندو اُن کو جلانے کے واسطے اندر جا کر جلاتا ہے  
 جس کے پیرو حملائے جاتے ہیں اور ناپاک سے اس کی کچھ مطلب نہیں، یہ کام جائز ہے یا ناجائز؟

### الجواب

اسپرٹ شراب ہے اور شراب ناپاک ہے اور ایسی ناپاک چیز مسجد میں لیجانا منع ہے ہرگز  
 اجازت نہیں، ولہذا فتاویٰ عالمگیری و درمختار وغیرہ معتبر کتابوں میں تصریح فرمائی کہ تیل کسی طرح ناپاک  
 ہو گیا ہو تو مسجد میں اُسے جلانا ہرگز جائز نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے،  
 یکرہ الوطی فوقہ والبول والتغوط وادخال مسجد کی چھت پر و طی کرنا، پیشاب و پاخانہ کرنا اور  
 نجاسة فیہ فلا یجوز الاستنصباح بہن اس میں نجاست کو داخل کرنا مکروہ ہے لہذا  
 نجس فیہ لہ ایسا چراغ مسجد میں جلانا ناجائز ہے جس میں نجس  
 تیل والا گیا ہو۔ (ت)

اور کافر کا اس میں جانا بھی بے ادبی ہے کماحقہ فی فتاویٰ ونا بتوفیقہ تعالیٰ (جیسا کہ اللہ تعالیٰ  
 کی توفیق سے اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاویٰ میں کر دی ہے۔ ت) دھو تعالیٰ اعلم۔  
**مسئلہ ۱۶۷** ۸ رمضان مبارک ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسی سالار بخش نے  
 محلہ بانخانہ میں مسجد تعمیر کرائی اور اس کا فرش پتھر اور سٹرا کر چھوڑ دیا اور چار دیواری وغیرہ بھی  
 ٹھیک طور پر درست نہ کرائی، عرصہ قریب چھ سال کے گزر گیا مگر چند مرتبہ سالار بخش سے کہا گیا انھوں نے  
 کچھ خیال نہ کیا اب اور چند لوگوں نے یہ رائے قائم کی کہ یہ مسجد ہنوز ایسی نہیں ہے کہ اس میں نماز پڑھی  
 جائے، چنانچہ اس کو درست کریں تاکہ نماز پڑھی جائے، مستحق سالار بخش کو یہ بات ظاہر ہوئی کہ اور لوگ  
 اس مسجد کو درست کرانا چاہتے ہیں فوراً ان لوگوں سے یہ لفظ کہا کہ اس کو میں خود درست کروں گا آپ لوگ  
 اس میں ایک جہ نہیں لگا سکتے ہیں اور نہ میں کسی کو روپیہ لگانے دوں گا جس وقت میرے پاس روپیہ

ہو جائیگا میں خود درست کرادوں گا، اب وہ مسجد اسی طرح پر ہے نہ تو کسی کو مرمت کرانے دیتے ہیں اور نہ خود درست کراتے ہیں، امیدوار کہ بعد ملا حظہ جو کچھ حکم شرع شریف ہو تحریر فرما کر مُرثبت کر دی جائے۔

### الجواب

اگر سالار بخش نے مسجد کی بنا ڈالی ہے اور ابھی یہ نہ کہا کہ میں نے اسے مسجد کر دیا جب تو وہ ابھی وقف نہ ہوئی سالار بخش کی ملک ہے دوسروں کو اُس میں دست اندازی نہیں پہنچتی اور اگر اسے وقف کر چکایہ کہ چکا ہے کہ میں نے اسے مسجد کر دیا جب بھی اس کے بنانے کا حق اُسی کو ہے اُسے چاہئے کہ خود بنائے ورنہ جو مسلمان بنانا چاہتے ہیں اُن کو اجازت دے اور اگر باہم راضی ہوں تو یوں کریں کہ اُن مسلمانوں سے کہے تم بناؤ اور جو کچھ اس میں صرف ہو وہ میرے ذمہ ہے اس کا حساب لکھتے رہو میں ادا کروں گا یوں مسجد بن بھی جائے گی اور وہ سب مسلمان بھی اس کے بنانے کا پورا ثواب پائیں گے اور ساری مسجد اسی کے روپے سے بنے گی سب مطلب حاصل ہو جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۸ از ماہرہ شریف سرکار خرد مرسلہ حضرت سید شاہ میاں صاحب ۹ رمضان مبارک ۱۳۳۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے اہل دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جس کا صحن مسقف ہے اور اُس سقف کے نیچے سود و سو برس سے غارہ ہوتی ہے اب اسی سقف کو بالائی حصہ مسجد میں بطور صحن شامل کر لیا ہے ایسی حالت میں حسب مذہب اہلسنت و جماعت اُس مسقف صحن میں نماز جائز ہے یا نہیں اور حصہ زیریں جو مرتب و مسقف ہے بدستور رکھا جائے یا بھراؤ ڈال کر صحن بنالیا جائے، ایسی صورت میں کہ سقف نہ رکھی جائے اور ایک بنی بنائی عمارت مسمار کر دی جائے شرعاً خلاف ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب و روایات جواب لکھا جائے۔ بتینواتو مجروا۔

### الجواب

سوال میں حصہ بالائی و حصہ زیریں کہنے سے ظاہر کہ مسجد دو طبقہ ہے؛ علو و سفلی یعنی بالاحسن و منزل زیریں۔ اور یہ الفاظ کہ ایک مسجد جس کا صحن مسقف ہے اور اس سقف کے نیچے سود و سو برس سے نماز ہوتی ہے بظاہر اس طرف جاتے ہیں کہ سرے سے بانی مسجد نے طبقہ سفلی کا کوئی صحن نہ رکھا بلکہ اس کے دونوں درجہ اندرونی و بیرونی مسقف ہی بنائے اور بعد کے الفاظ کہ اب اُس سقف کو بالائی حصہ مسجد میں بطور صحن شامل کر لیا ہے یہ بھی سقف کا حدوث نہیں بناتے بلکہ اس کا پہلے سے ہونا اور اسے طبقہ علو کے لئے بجائے صحن قرار دینے کا حدوث۔ لیکن سفلی جب اصل سے دو درجہ مسقف ہو اور درجہ اندرونی پر علو ہو تو درجہ بیرونی کی سقف خود ہی اس علو کے لئے بجائے صحن ہوگی، اب بطور صحن شامل کر لیا ہے

کا کیا محصل ہوگا یہ ظاہراً حدوثِ سقف کی طرف ناظر ہے مگر یہ کہ اس سقف پر نماز پہلے نہ پڑھی جاتی ہو اب پڑھنے لگے یا نہ لگے شامل کرنے کا حدوث بتایا ہو نیز صحن کا مسقف کہنا بھی حدوثِ سقف کا پتا دیتا ہے کہ صحن کبھی مسقف نہیں ہوتا نہ مسقف کو صحن کہیں مگر بائینے کہ پہلے جو صحن تھا بعد کو مسقف کر لیا ہے، اسی طرح عبارتِ سوال کہ اُس مسقف صحن میں نماز جائز ہے یا نہیں نظر بالفاظ اُسی درجہ بیرونی منزل زیریں سے سوال ہے کہ وہی صحن مسقف ہے اور اوپر اُسی کو اس لفظ سے تعبیر کیا بھی تھا مگر وہاں تو سود و سو برس سے نماز ہوتی ہے اور اُس میں عدمِ جواز کا کوئی منشا بھی نہیں، ہاں سقف کو جو حصہ بالا میں اب شامل کیا گیا اُسے صحن حادثات بتایا اور یہاں سوال کے لئے منشا بھی ہے شاید اسے مسقف بایں معنی کہا ہو کہ یہ درجہ زیریں کی مسقف کیا گیا ہے نہ یہ کہ اس پر سقف بنائی گئی ہو حال ہم ہر احتمال پر کلام کریں۔ یہ سقف اگر حادثات ہے بانی مسجد نے منزلِ زیریں کے سامنے صحن رکھا تھا بعد کسی نے اسے بھی مسقف کر دیا، جب تو ظاہر ہے کہ اس درجہ بیرونی میں جو پہلے صحن تھا اور اب مسقف ہے عدمِ جواز نماز کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ یہ ستور مسجد ہے سقف نے اسے مسجدیت سے خارج نہ کیا ہاں اس سقف پر بلا ضرورت نماز کی اجازت نہیں کہ سقف مسجد پر بے ضرورت چڑھنا ممنوع و بے ادبی ہے اور گرمی کا عذر مسموع نہ ہوگا، ہاں کثرتِ جماعت کہ طبقہ زیریں کے دونوں درجے پر چائیں اور لوگ باقی رہیں سقف پر اقامت نماز کی اجازت ہوگی، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولہذا  
اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعة  
فوقہا الا اذا ضاق المسجد فحينئذ لا یکرہ  
الصعود علی سطحہ للضرورة۔  
ہر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہی وجہ ہے کہ شدید  
گرمی کے باوجود مسجد کی چھت پر باجماعت نماز پڑھنا  
مکروہ ہے مگر جب مسجد نمازیوں کے لئے تنگ پڑگئی  
تو مجبوراً چھت پر چڑھنا مکروہ نہیں (ت)

اور اگر یہ سقف قدیم ہے خود بانی مسجد ہی نے طبقہ زیریں کے دونوں درجے مسقف بنائے تو اب نظر لازم ہے اگر ثابت اور تحقیقاً معلوم ہو کہ بانی نے اصل مسجد علو کو رکھا اور نیچے یہ دو درجے وقتِ ضرورت کے لئے بنائے کہ اگر جماعت کثیر ہو تو ان میں قیام کریں تو اس صورت میں ظاہراً سقف پر نماز مطلقاً جائز ہے کہ درجہ زیریں حسبِ نیت بانی اصل مسجد نہیں بلکہ تابع و معین مسجد ہے اور زیرِ سقف تو مطلقاً جواز خود ظاہر ہے کہ وقتِ ضرورت کی نیت اُس کے غیر میں ممانعت نہیں کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور اگر ثابت ہو کہ بانی نے اصل مسجد طبقہ زیریں کو کیا اور طبقہ بالا وقتِ ضرورت یا وقتِ گرمی کے لئے بنایا دونوں کو اصل مسجد کیا مثلاً



اختلاف موسم کے خیال سے طبقہ زیریں بالکل مسقف اور طبقہ بالا مع صحن بنایا یا کچھ ثابت نہ ہو تو ان تینوں صورتوں کا حکم مثل اُس سب سے پہلی صورت حدوت سقف کے چارے کے دو صورت پیشین میں تو طبقہ زیریں کا مسجد بننا خود ہی ثابت و مراد ہے تو یہ سقف مسقف مسجد ہوئی اور سقف مسجد پر بے ضرورت صعود و منوع، اور صورت اخیرہ میں اگرچہ نصاً ثبوت نہ ہو عرفاً ثبوت ہے کہ منازل میں منزل زیریں ہی اصل ہے اور بالا خانہ تابع کہ اس کا قیام اس پر موقوف اور صحن نہ رکھنا عدم ارادۂ اصالت کا موجب نہیں جیسے صورت لجاظ مواسم میں گزرا، بالجلد زیر سقف نماز پڑھنا مطلقاً جائز ہے اور چھت پر بحال ضرورت تو مطلقاً اور بلا ضرورت صرف اس صورت میں کہ بانی سے تحقیق طور پر ثابت ہو کہ مسجد صرف علو کو کیا اور اُسے تابع رکھا، باقی صورتوں میں چھت پر نماز سے احتراز ہو۔ رہا بھراؤ ڈال کر حصہ زیریں کو نیست و نابود کر دینا یہ کسی صورت جائز نہیں جن صورتوں میں یہی مسجد یا یہ بھی مسجد ہے جب تو ظاہر کہ یہ مسجد کا اعدام اور معاذ اللہ اس وعید شدید پر اقدام ہوگا۔

ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ انت  
یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا۔  
اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو لوگوں کو مسجد میں ذکر الہی سے منع کرے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے۔ (ت)

اور اگر نہیں تو لا اقل وقف صحیح تابع مسجد ہے اور وقف کی ہیئت بدلنا تو جائز نہیں نہ کہ بالکل مسجد و موقوفہ کر دینا۔ علیگیر میں سراج و باج سے ہے۔

لا يجوز تغيير الوقف عن هيئته فلا يجعل  
الدار بستاناً ولا الخان حماماً ولا المرباط  
دكاناً الا اذا جعل الواقف الى الناظر  
ما يرى فيه مصلحة الوقف اهـ هذا كله  
ما ظهري۔ والله سبحانه و تعالى اعلم۔  
وقف کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں۔ لہذا مکان کو باغ، سرائے کو حمام اور اصطبل کو دکان نہیں بنایا جائے گا یاں اگر واقف نے خود متولی کو مصلحت وقف کے لئے تبدیلی کا اختیار دیا ہو تو جائز ہے اھ یہ تمام میرے لئے ظاہر ہوا۔  
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

۱۰ اذی القعدة الحرام ۱۳۳۱ھ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک زمین مسجد کہ اس میں اور مسجد میں راہ وغیرہ کوئی

لہ القرآن الکریم ۱۱۳/۲

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب رابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۹۰



فصل نہیں، کثرتِ جماعت کے وقت اس میں نماز بھی ہوتی ہے اور ویسے وضو وغیرہ ضروریات مسجد کے لئے ہے کیا متولی یا دیگر مسلمین کو یہ جائز ہے کہ اُسے مسجد سے توڑ کر شارع عام میں شامل کر دیں یا بالعوض خواہ بلا عوض سڑک بنانے کے لئے دے دیں اور ایسا کرنا حقوقِ مسجد پر دست درازی کرنا ہوگا یا نہیں؟  
بیّنوا قوا حجروا۔

### الجواب

بیشک ایسا کرنا حرام قطعی اور ضرور حقوقِ مسجد پر تعدی اور وقفِ مسجد میں ناحق دست اندازی ہے شرع مطہر میں بلا شرط واقف کہ اُسی وقف کی مصلحت کے لئے ہو وقف کی ہیأت بدلنا بھی ناجائز ہے اگرچہ اصل مقصود باقی رہے تو بالکل مقصد وقف باطل کر کے ایک دوسرے کام کے لئے دینا کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔ سراج و باج و فتاویٰ عالمگیری وغیرہا میں ہے،

لا يجوز تغيير الوقف عن هيأته فلا يجعل  
الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط  
دكانا الا اذا جعل الواقف الى الناظر  
ما يرى فيه مصلحة الوقف  
وقف کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں لہذا  
مکان کو باغ، سرائے کو حمام اور اصطبل کو  
دکان نہیں بنایا جائے گا مگر اس وقت یہ تبدیلی  
ناجائز نہ ہوگی جب واقف نے خود متولی کو اختیار  
دیا ہو کہ مصلحت وقف کے لئے جو تبدیلی بہتر سمجھیں  
کر لیں۔ (ت)

فتح القدير شرح ہدایہ وغیرہ کتب میں ہے،

الواجب ابقاء الوقف على ما كان عليه  
خصوصا ایسی تبدیلی جس سے خاص مسلمانوں کا حق عام آدمیوں مسلم غیر مسلم سب کے لئے ہو جائے جب  
وہ سڑک ہوئی تو اس میں مسلم کافر سب کا حق ہو جائے گا اور پہلے وہ صرف حق مسلمانانِ محقق تو کیونکر جائز  
ہو کہ مسلمانوں کا حق چھین کر عام کر دیا جائے، کیا کوئی ہندو گوارا کر سکتا ہے کہ اس کے شوالے یا مندر کا  
کچھ حصہ توڑ کر مسلمانوں کو اس میں حق دار کر دیا جائے تو عجب اُس مسلمان سے کہ اپنے دین پر ایسے ظلم کا  
مترکب ہو، یا اگر کوئی مسلمان کسی زمین، مندر یا ہندو کسی زمین مسجد کے ساتھ ایسا کرے تو گورنمنٹ اسے روا

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۱۹۰۲ء

رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۸۹/۳

لے فتح القدير کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴۴۰/۵

رکھے گی ہرگز نہیں بلکہ ضرور اُسے اُس مسلم یا ہندو کی جبر و تعدی اور مذہبی دست اندازی قرار دے گی، علی الخصوص ایسی زمین کہ اگر عین مسجد نہیں فنائے مسجد ہے۔ غنیہ میں ہے:

فناء المسجد هو المكان المتصل به فناء مسجد وہ مکان ہے جو مسجد کے متصل ہو اور  
لیس بدينه طريقاً۔ درمیان میں راستہ نہ ہو۔ (ت)

اور فناء مسجد کی حرمت مثل مسجد ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کتاب الوقف باب ۱۱ میں محیط امام شمس الائمہ  
ترخشی سے ہے:

قیم المسجد لا يجوز له ان يبني حوانيت في حد المسجد اوفى فناءه لان المسجد اذا جعل حانوتاً ومسكناً تسقط حرمة وهذا لا يجوز والفناء تبع المسجد فيكون حكمه حكم المسجد۔  
متولی کو مسجد کی حد یا مسجد کے فناء میں دکانیں بنانے کا اختیار نہیں کیونکہ مسجد کو جب دکان یا رہائش گاہ بنالیا جائے تو اس کا احترام ساقط ہو جاتا ہے جو کہ ناجائز ہے اور فناء مسجد چونکہ مسجد کے تابع ہے لہذا اس کا حکم بھی وہی ہو گا جو مسجد کا ہے۔ (ت)

جب فناء مسجد میں خود مصیحت مسجد کے لئے دکان بنانا متولی مسجد کو حرام اور مسجد کی بے ادبی اور اُس کی حرمت کا ساقط کرنا ہے تو فناء مسجد کو عام سڑک کے لئے دے دینا کس درجہ سخت حرام اور مسجد کی بے حرمتی اور اس کی عظمت کا منہدم کرنا ہو گا۔ وہ جو بعض کتب میں ہے کہ ضرورت و مجبوری کے وقت مسجد کو راستہ بنانا جائز ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ بضرورت مسجد میں ہو کر دوسری طرف کو نکل جانا جائز ہے کہ مسجد میں دوسری طرف جانے کے لئے چلنا حرام ہے مگر بضرورت کہ راستہ گھرا ہوا ہے اور مسجد ہی میں سے ہو کر جاسکتا ہے جیسے موسم حج میں مسجد الحرام شریف میں واقع ہوتا ہے اس کی اجازت دی گئی ہے وہ بھی جنب یا حائض یا نفسا کو نہیں نیز گھوڑے یا بیل گاڑی کو نہیں، ہو کر نکل جانے کیلئے بھی ان کا جانا لے جانا ہرگز جائز نہیں، نہ یہ کہ معاذ اللہ اُسے مسجدیت سے خارج کر کے گزرگاہ عام کر دیا جائے کہ مسلم کا فرجا نور پاک ناپاک سب کے لئے شارع عام ہو جائے یہ ہرگز حلال نہیں ہو سکتا۔  
اشباہ والنظائر احکام المسجد میں ہے:

لا يجوز اتخاذ طريق فيه للمروءة الا لعذر له  
سوائے ضرورت کے مسجد میں سے گزرنے کیلئے راستہ  
بنانا ناجائز ہے (ت)

اس کی شرح غزاليون والبصائر میں ہے،  
قوله ولا يجوز اتخاذ طريق فيه للمروءة يعني  
بان يكون له بابان فأكثر فيدخل من هذا  
ويخرج من هذا<sup>۲</sup>  
مائن کے قول کہ مسجد سے گزرنے کے لئے راستہ بنانا  
ناجائز ہے، کا معنی یہ ہے کہ مسجد کے دو یا دو سے  
زیادہ دروازے ہوں تو ایک دروازے سے داخل  
ہو کر دوسرے سے نکل جائے (ت)

فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ خلاصہ میں ہے،  
رجل يمر في المسجد ويتخذ طريقا ان  
كان بغیر عذر لا يجوز وبعد ريجوز ثم  
اذا جاز يوصل في كل يوم مرة لا في  
كل مرة<sup>۳</sup>  
ایک شخص مسجد سے گزرتا ہے اور اس کو راستہ بنانا  
ہے اگر عذر ہے تو جائز ہے بلا عذر ہے تو ناجائز  
ہے پھر اگر اس کو گزرنا جائز ہو تو ہر روز ایک مرتبہ  
اس میں نماز پڑھے نہ کہ ہر بار جب بھی گزرے (ت)

تبیین الحقائق شرح کرم اللہ تعالیٰ لادام الزیلعی و فتاویٰ ہندیہ میں ہے،  
اذا جعل في المسجد ممرافا نه يجوز لتعارف  
اهل الامصار في الجوامع و جاز لكل  
واحد ان يمر فيه حتى الكافر الا  
الجنب والمحاض والنفساء وليس لهم ان  
يدخلوا فيه الدواب<sup>۴</sup>  
اگر مسجد میں سے کوئی حصہ مسلمانوں کے لئے عام  
راستہ گزرگاہ بنا دیا جائے تو جائز ہے کیونکہ  
شہروں کے لوگوں میں جامع مسجدوں میں ایسا  
متعارف ہے اور ہر ایک کو اس راہ گزر سے گزرنے  
کی اجازت ہوگی حتیٰ کہ کافر کو بھی، مگر جنبی اور  
حیض و نفاس والی عورتوں کو گزرنے کی اجازت نہیں اور لوگوں کو یہ اختیار نہیں کہ اس راستے سے  
اپنے جانوروں کو لے کر جائیں۔ (ت)

- ۱۔ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول في احكام المسجد ادارة القرآن کراچی ۲۳۱/۲  
۲۔ غزاليون البصائر مع الاشباہ  
۳۔ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الصلوٰۃ الفصل السادس العشرون في المسجد مکتبہ جمعیۃ کوئٹہ ۲۲۹/۱  
۴۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲۵۴/۲

محیط امام برہان الدین و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے :

ان اسراد وان يجعلوا شيا من المسجد  
طريقا للمسلمين فقد قيل ليس لهم  
ذلك والله صحيح

اسی طرح فتاویٰ امام فقیہ ابواللیث پھر فتاویٰ تاتارخانیہ وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے ۔ واللہ  
سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۰ از محلہ کوٹ پرگنہ سنجل ضلع مراد آباد مکان مولوی لئیق احمد صاحب مرسلہ مطہر حسین صاحب  
۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

جلسہ چند واسطے مصارف خیر کے مساجد میں خصوصاً جامع مسجد میں جائز ہے یا نہیں ؟

### الجواب

جائز ہے جبکہ حقیقت نہ ہو اور کوئی بات خلاف ادب مسجد نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۱۴۱ از گوندہ محلہ نبی گنج مکان مولوی نواز شمس احمد صاحب مرسلہ حافظ محمد اسحاق صاحب  
۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

مسجد قدیم کہنہ کوشید کو کے اسی مقام پر یا کچھ فاصلہ سے ہٹ کر دوسری جگہ مسجد جدید کوئی بنوائے  
تو اس بارے میں شرعاً کیا حکم ہے ؟

### الجواب

مسجد کو اس لئے شہید کرنا کہ وہ جبکہ ترک کر دیں گے اور دوسری جگہ مسجد بنائیں گے مطلقاً حرام ہے  
قال تعالیٰ :

ومن اظلم ممن منع مسجد الله ان  
يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها۔

اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی  
مسجدوں میں اس کا ذکر کرنے سے روکے اور  
ان کی بربادی کی کوشش کرے (ت)  
اور اگر اس لئے شہید کی کہ یہیں از سر نو اس کی تعمیر کرائے تو اگر یہ امر بے حاجت و بلا وجہ صحیح شرعی ہے

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۵۷  
لے القرآن الکریم ۲/۱۱۴

تو لغو و عبث و بے حرمتی مسجد و تزیین مال ہے اور یہ سب ناجائز ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انت اللہ  
تعالیٰ کما کہ لکم ثلثا قیل وقال وکثرة السوال  
واضاعة المال، وقال تعالیٰ ولا تبذر  
مبذیران المبذیرین کاتوا اخوان  
الشیطین

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو  
نا پسند بنایا: قیل وقال، کثرت سوال اور مال  
کو ضائع کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ  
فضول خرچی مت کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والے  
شیطانوں کے بھائی ہیں (ت)

ہدایہ میں ہے: العبث حرام (فضول خرچ کرنا حرام ہے۔ ت) اور اگر بمصلحت شرعی ہے مثلاً  
اگر اُس میں اور زمین شامل کر کے توسیع کی جائے گی یا بنا کمزور ہوگئی ہے محکم بنائی جائے گی تو اصل  
بانی مسجد و رتبہ اہل محلہ کو اس میں اختیار ہے کما فی الہندیۃ والدر المختار وغیرہا (جیسا کہ ہندیہ اور  
در مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۲ از علیگڑھ سوسائٹی کارڈن مسلولہ حمید الدین خاں بی اے ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

معرفت سید برکت علی صاحب

معظی زاد عنایتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! تھوڑا عرصہ ہوا جب مجھے آپ کے ہمراہ جناب  
مولنا صاحب قبلہ سے شرف قدم بوسی حاصل ہوا تھا اس روز میں نے مولنا صاحب کی خدمت میں یہ  
عرض کیا تھا کہ ایک صاحب نے مسجد کے متعلق چند کتب احادیث کی اسناد پر یہ مواد جمع کیا ہے کہ راستہ  
کی فراخی کے لئے مسجد میں سے کچھ حصہ بشرط گنجائش لینا جائز ہے جس میں آنجناب مولنا صاحب قبلہ نے یہ  
فرمایا تھا کہ وہ غلطی پر ہیں بلکہ اُس مسئلہ کا منشا بحالت هجوم مسجد کے کسی حصہ میں سے گزرنے کا جواز ہے  
اس پر میں نے اُن صاحب کو اُن کی غلطی پر بذریعہ خط متنبہ کیا عرصہ کے بعد اُن کا جواب آیا افسوس ہے کہ  
وہ اپنی جائے قیام پر نہیں ہیں اس وجہ سے اُن کے پاس وہ اُن کا رسالہ اور وہ کتب جن سے مواد جمع  
کیا تھا موجود نہ تھیں مگر جو انہوں نے مجھے اپنی یادداشت سے لکھا بجنسہ نقل کر کے ارسال خدمت کر رہا ہوں۔

۱۔ صحیح مسلم کتاب الاقضية باب النہی عن کثرة المسائل قیدی کتب خانہ کراچی ۴۵/۲

۲۔ القرآن الکریم ۲۶-۲۴/۱

۳۔ الہدایۃ کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱۱۸/۱



نام کتاب جس میں سے مواد حاصل کیا:

اشباہ والنظائر مصنفہ امام ابراہیم باب فوائد شتی ص ۴۰۴ و ۴۰۵ مطبوعہ ۱۲۸۳ھ مطبع نظامی  
یا مصطفائی کانپور

عبارتِ خط:

جو حوالہ میں نے آپ کو لکھا تھا وہ اس طرح ہے:

لوضاق الطريق على الماسة والمسجد  
واسع قلوبهم ان يوسعوا الطريق من  
المسجد۔  
اگر راستہ گزرنے والوں کے لئے تنگ ہو اور مسجد  
وسیع ہو تو انھیں مسجد کا کچھ حصہ لے کر راستہ میں  
توسیع کرنے کا اختیار ہے (ت)

اور دوسری جگہ:

ماضاق المار و لو كان مسجدا واسعا  
يجوز انهدامه۔  
جب گزرنا دشوار ہو اور مسجد وسیع ہو تو اس کا  
انہدام جائز ہے (ت)

قریب قریب ایسی ہی عبارت جو مجھے کل اور اچھی طرح یاد نہیں ہے، عبارت بالا اشباہ والنظائر میں  
صاف لکھی ہے اور صاحب رد المحتار نے اسی کو مزج اور معتمد لکھا ہے حکم بالا میں مسجد کے متعلق ہے فناء  
مسجد یعنی وضو خانہ، حجرہ، غسل خانہ میں تو بحث ہی فضول ہے۔ یہ عبارت انھوں نے مجھے لکھ کر بھیجی ہے  
غالباً یہ کتاب آنجناب مولانا صاحب کے وسیع کتب خانہ میں ضرور موجود ہوگی اور اس کو دیکھ کر آن جناب  
ضرور اس کی صحت اور موقع پر غور فرما سکیں گے والسلام۔

دیگر گزارش یہ ہے کہ جناب مولانا صاحب قبلہ کے فیصلہ سے مجھے بھی مطلع فرمائیں تو باعث کمال عنایت  
ہوگا علاوہ اضافہ معلومات مجھے اُن حضرت کو بھی لکھنے کا موقع مل سکے گا میرا پتہ حسب ذیل ہوگا،

محمد حمید الدین خاں بی اے، سوسائٹی کارڈن علیگڑھ

الجواب

استغفر الله العظيم ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم الحكيم، نہ کتاب مستطاب

اشباہ والنظائر کے مصنف امام ابراہیم نہ اشباہ میں معاذ اللہ کہیں ان کا پتہ کہ لوکان مسجد اواسعا  
يجوز انهدامه (اگر مسجد وسیع ہو تو اس کا انہدام جائز ہے۔ ت) نہ کوئی مسلمان ایسا کہہ سکے نہ کوئی

عربی دان ایسی عبارت لکھے نہ کہ علامہ زین بن نجیم مصری مصنف اشباہ اُن کی نسبت یہ محض تہمت ہے یا نہ  
اشتبہ کسی شخص کے اپنے تخیل میں یہ لفظ پیدا ہوئے ہوں گے جس کی عربیت فاسد اور معنی باطل، کوئی  
آدمی ابراہیم نامی وہاں موجود یا تخیل ہوگا اور کتاب اشباہ کہیں رکھی ہوگی سب تصورات جمع ہو کر یہ یاد  
رہا کہ امام ابراہیم نے اشباہ میں ایسا لکھا اگرچہ نظر واقع وہی مثال ہے کہ

چرخ خوش گفتست سعدی در زیننا الا یہا الساقی ادر کا ساونا ولہا

(کیا خوب کہا سعدی نے زیننا میں، خبردار اے ساقی اجام کو گردش دے اور عطا کرتے)

بلکہ اس سے بھی ہزار درجہ بدتر ہے کہ اگرچہ نہ کتاب زیننا شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف نہ مصرع دوم  
اُن کا، نہ اس کتاب کا، مگر آخر ہے تو ایک عارف کا قول بخلاف اس کے کہ مسجد ڈھانے کی حلت اور  
اشباہ کی طرف اس کی نسبت، افسوس کہ ناقل نے جس کتاب کے صفحہ ۴۰۴ سے پہلی عبارت نقل کی اُس سے  
گیارہ ہی ورق اوپر صفحہ ۴۰۸ میں اُس کے معنی کی صریح تشریح نہ دیکھی کہ لایجوز اتخاذ طریق فیہ للمردور  
یعنی بان یكون له بابان فاکثر فیدخل من هذا ویخرج من هذا یعنی مسجد میں راستہ بنانا  
جو ناجائز ہے اور عذر کی صورت میں جس کی اجازت دی گئی ہے اُس کے معنی یہ ہیں کہ مسجد کے دو یا  
زیادہ دروازے ہوں ایک سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جائے۔ بجز اللہ تعالیٰ اس یعنی نے  
معنی کو صاف کر دیا اور جب خود اسی کتاب میں جو عبارت تھی نظر نہ آئی اور جو نہ تھی وہ متشکل ہو گئی تو اس  
کی کیا شکایت کہ خود انھیں امام مصنف اشباہ کی دوسری جلیل و عظیم کتاب بحر الرائق نہ دیکھی جس میں  
انھوں نے صاف طور پر واضح کر دیا ہے کہ مسجد کو راستہ بنانے سے یہی مراد ہے کہ مسجد بجال خود قائم و  
برقرار رہے اور کسی کام کے لئے اس میں ہو کر نکل جائے اور صریح تصریح فرمادی ہے کہ یہ ناپاک مرد یا  
عورت کے لئے حلال نہیں، نہ اس میں گھوڑا یا بیل وغیرہ جانور لے جاسکتے ہیں، عبارت یہ ہے  
بحر الرائق مطبع مصر جلد پنجم ص ۲۷۶

و معنی قوله كعكسه انه اذا جعل في	یعنی مسجد کے کسی حصہ کو راستہ بنانے سے مراد
المسجد مما افانه يجوز لتعاسف	یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں ہو کر مروڑ کے لئے
اهل الامصار في الجوامع و جاز	جگہ ٹھہرا لے تو روا ہے کہ شہروں کی جامع مسجدوں
لكل واحد ان يسر فيه حق	میں اس کا عام رواج ہو رہا ہے اور اس میں

الكافر الا المجنب والحائض و  
النفساء لما عرفت في موضعه  
وليس لهما ان يدخلوا  
فيه الدواب

ہو کہ ہر شخص کو گزر جانے کی اجازت ہوگی یہاں تک  
کہ کافر کو مگر جنابت والے مرد و عورت اور حیض والی  
عورت اور نفاس والی ان میں کسی کو وہاں داخل  
ہونے کی اجازت نہیں ہو سکتی کہ مسجد میں ان کا  
جانا حرام ہونا اپنی جگہ یعنی کتاب الطہارۃ میں معلوم  
ہو چکا ہے اور یہ بھی انھیں اختیار نہیں کہ اس  
جگہ جانور لے جائیں (ت)

بعینہ اسی طرح تبیین الحقائق امام فخر الدین زلیعی و درر الحکام و در مختار و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے۔  
اس ارشاد علماء کو ایمان کی نگاہ سے دیکھنے والے پر آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ مسجد کو راستہ  
بنانے کے معنی خود انھوں نے کیا ارشاد فرمائے اور کیا مراد بتائی، آیا یہ کہ معاذ اللہ مسجد توڑ کر سڑک  
میں ڈال لو جس میں آدمی جنب، حائض، نفاس، گھوڑے، گدھے، غلیظ کی گاڑیاں سب گزریں اور سب  
کا حق مساوی ہو اور کسی کو منع نہ کر سکو نہ وہاں منڈھی ڈال کر بیٹھ سکے جو آدمی گزرے اُس سے پوچھو  
تجھے نہانے کی حاجت تو نہیں جو عورت گزرے اس سے دریافت کر دیجے حیض تو نہیں، اور جو ایسا  
کرے بھی تو مجنون کہلائے اور فائدہ کچھ نہیں کہ کسی کو روک سکے اور روکو تو روز فساد ہو استغفر اللہ کیا  
ایسی بے معنی بیہودہ بات علماء نے اپنی مراد بتائی یا یہ کہ مسجد اپنے حال پر قائم و برقرار رہے اُس کے  
تمام آداب بدستور فرض و مقرر ہیں نہ اس میں کوئی جانور جائے نہ جنب نہ حائض نہ نفاس والی،  
اور ان کے علاوہ اور آدمی ہو کہ گزر جائے، یہ بھی پیش نظر رہے کہ وہ جس امر کی اجازت دے رہے ہیں اسے  
صاف بتا رہے ہیں کہ عام شہروں کی جامع مسجدوں میں اس کا رواج ہے، اب یہ دیکھ لیجئے کہ جامع  
مسجدوں کا عام دستور کیا ہے، آیا یہ کہ مسجدیں توڑ کر سڑک میں ڈال لی جاتی ہیں، حاشا کوئی اندھا بھی  
ایسا نہیں کہہ سکتا تو بس جتنی بات کا عام شہروں کی جامع مسجدوں میں رواج چلا آتا ہے اسی کی وہ اجازت  
دے رہے ہیں اور وہی اُن کی مراد ہے اس سے زیادہ باطل و ایجاب ہے واللہ یقول الحق ویہدی  
السبیل وهو حسبی ونعم الوکیل (اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور سیدھی راہ کی ہدایت فرماتا ہے  
اور وہ ہی مجھے کافی اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۳: مولانا محمد علاؤ الدین صاحب مالگہ زر تیس تحصیل ملتان ضلع بمبئول ملک متوسطہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین و دریں مسئلہ کہ اس مختصر قصبہ ملتان میں قریب سو سال سے  
 ایک مسجد کترین کے بزرگوں کی تعمیر کرائی ہوئی موجود ہے جس میں نماز پنجگانہ و جمعہ ہوا کرتا ہے یہاں مسلمانوں  
 کی آبادی بہت کم ہے قریب ستر پچھتر مکان ہوں گے ان میں بھی صوم و صلوٰۃ کے پابند صرف معدومے چند  
 اشخاص ہیں تاہم تفرقہ انداز نفوس موجود ہیں امسال رمضان شریف میں روزہ جلد افطار کرنے کی کٹ جتنی پر  
 یعنی متولی مسجد کے یوم غیم میں کچھ دیر کر کے روزہ افطار کرنے کی تنبیہ پر زید و بکر و خالد و عمرو نے مسجد قدیمی سے  
 کنارہ کشی اختیار کر کے اور دس بیس آدمیوں کو ورغلا کر مسجد میں تراویح پڑھنے و قرآن شریف سننے سے جو حافظ صاحب  
 نماز تراویح میں پڑھتے تھے خود بھی باز رہے اور دیگر لوگوں کو بھی باز رکھا اور ترک جماعت کر کے ایک دوسری جگہ  
 نماز پنجگانہ و تراویح و نماز جمعہ پڑھنے لگے اور اپنی ضد و تفرقہ اندازی کی غرض سے اور چند جاہل مسلمانوں کو  
 اکساو ورغلا کر اپنا ہم خیال بنا کر جا بجا سے چند وصول کر کے ایک دوسری مسجد تعمیر کرنے کی فکر کر رہے ہیں بلکہ  
 ایک ویران خانگی مسجد کو جو ایک خاندان کے لئے مخصوص تھی جس میں اب کوئی علامت مسجد کی باقی نہیں  
 نہ دیوار و در ثابست ہیں نہ منبر و غیرہ کا نشان نظر آتا ہے پچاس ساٹھ برس سے بالکل ویران پڑی ہوئی ہے  
 اُسی کو باجائز اس کے متولیان کے از سر نو تعمیر کر اگر مسجد حال کو ویران کرنے کی نیت سے اس مسجد سے  
 بالکل کنارہ کش ہو بیٹھے ہیں اور اس اپنی منافقانہ و کافرانہ حرکت و ضد کو قرین ثواب و جائز قرار دے کر  
 اسی پر اڑے ہوئے ہیں کہ ہم دوسری مسجد بنا کر رہیں گے حالانکہ سب کے سب علم دین سے محض نابلد و  
 جاہل و مطلق ہیں کہ آیہ کریمہ قرآن پاک پک رکوع ۲ میں جو اس قسم کی مسجد ضرار کے بارہ میں احکام الہی صاف  
 روشن ہیں اُس کا ترجمہ دیکھ کر اس کے معنی اُلٹے سمجھتے ہیں کہ یہ یہود و نصاریٰ سے متعلق ہے انھیں کیلئے  
 نازل ہوئی ہے لہذا ان کے منافقانہ تفرقہ اندازی سے باز رہنے کے لئے حسب ذیل امور کیلئے علمائے دین  
 موجودہ حال لکھنؤ کے مواہیر سے مثبتہ فتویٰ درکار ہے اور رفع شر کے لئے ایسے فتوے کی اشد ضرورت ہے  
 اللہ جل شانہ نے آپ صاحبوں کو علیٰ فضیلت دی ہے نہایت عاجزی سے ملتی ہوں کہ براہ عنایت و  
 تحصیل ثواب فتویٰ مسندہ جلد ارسال فرما کر عند اللہ عاجز و عند الناس مشکور ہوں گے۔

(۱) کیا مذکورہ بالا اشخاص ایک مسجد قدیمی کی ضد پر جو موجودہ حال و آبادی سے قریب و متصل ہے اور  
 اس میں پوری گنجائش نمازیوں کی کافی طور سے ہوتی ہے اور جس میں عرصہ قریب سو سال سے  
 نماز پنجگانہ و جمعہ ادا ہوتی ہے بلکہ مذکورہ بالا اشخاص و بستی کے مسلمان صرف ایک مسجد کو بھی پورے طور  
 سے آباد نہیں رکھ سکتے ہیں باہم اتفاق ڈالنے کی نیت سے بلا ضرورت دوسری مسجد تعمیر کرانا اور چند



انجان مسلمانوں کو ترغیب دے کر اُس قدیمی مسجد سے باز رکھنا اور اپنی ایک جُدا گانہ جماعت قائم کرنا یہ فعل ان کا منافقانہ داخل کفر و ناروا ہے یا نہیں؟

(۲) دیگر بے شرو بے لوٹ مسلمانوں کے لئے اُن کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے یا کیا؟  
(۳) ان سے راہ و رسم، سلام مسنون یا ان میں سے بطور قاضی کے کسی کا نکاح پڑھانا جائز ہے یا کیا؟  
(۴) مسجد ضرار جو ایک مسجد کی ضد پر بنائے فساد قائم کی جائے اس کے گمراہ دینے و منہم کرنے کا حکم ہے یا نہیں؟

(۵) کیا ایسا شخص مذکورہ بالا جو ایسے شرو و نفاق کا بانی مبنی ہو امامت کے قابل ہو سکتا ہے؟ کیا اس کی امامت جائز ہے؟

(۶) کیا ایسی مسجد کی تعمیر کے لئے جس کی بنا ضد و نفاق پر ہو اور جو ضرار کی تعریف میں داخل ہو کچھ چندہ دینا یا دیگر طریقہ سے مدد دینا جائز ہے؟  
(۷) کیا ذابح بقر و غنم کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یعنی جو شخص اُحمرت لے کر ذبیحہ کرتا ہو وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۸) کیا نماز جمعہ ایسی جگہ جہاں مسلمانوں کے مشترک کچھڑ مکان ہوں اور نمازی بمشکل تیس چالیس جمع ہوتے ہوں نماز جمعہ دو جگہ ہو سکتی ہے؟

(۹) جو شخص بستی و قوم میں ہر طرح معزز و رئیس ہو اور وہ متولی مسجد بھی ہو اُس کے خلاف برگشتہ ہو کر معمولی حیثیت کے مسلمان کا ایسا شریک پیدا کرنے کا طرز عمل جائز ہے؟ بیتوا تو جبر وادیا  
اولی الا بصا۔

## الجواب

(۱) اگر فی الواقع اُن کی نیت جماعتِ مسلمین کی تفریق اور مسجدِ قدیم کی تخریب ہو تو ضرور وہ مرتکبِ سخت کبیرہ ہیں اور اس تقریر پر اُن کی مسجد ضرار ہوگی مگر اتنی بات پر حکم تکفیر ناممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جب اُن پر حکم کفر نہیں تو اُن کے ہاتھ کا ذبیحہ کیوں ناجائز نہ ہوگا؟

(۳) جو لوگ اس تقدیر پر فساد و مرتکبِ کبائر ہیں اُن سے ابتداءً سلام ناجائز ہے اور بغرض زجر و تنبیہ ترکِ راہ و رسم بہتر ہے اور جب راہ و رسم نہ ہوگی تو اپنی شادیوں میں بلانا اور نکاح پڑھوانا بھی نہ ہوگا لیکن اگر وہ نکاح پڑھائیں تو اس نکاح میں کوئی جرم لازم نہ آئے گا۔

(۴) ضرور ہے مگر جبکہ ضرار ہونا یقیناً ثابت ہو۔ دو جماعتوں میں رنجش ہوئی اور ایک جماعت دوسری کی



مسجد میں بخوفِ فتنہ آنا نہ چاہیے اور مسجد میں نماز پڑھنا ضرور، لہذا وہ اپنی مسجد جدا بنائے تو اُسے مسجدِ ضرار نہیں کہہ سکتے، مسجدِ ضرار اُسی صورت میں ہوگی کہ اُس سے مقصود مسجد کو ضرر دینا اور جماعتِ مسلمین میں تفرقہ ڈالنا ہو، نیتِ امرِ باطن ہے محض قیاسات و قرائن کا لحاظ کر کے ایسی سخت بات کا حکم نہیں دے سکتے خصوصاً اُس حالت میں جبکہ وہ جدا مسجد بنانا نہیں چاہتے بلکہ جو مسجد پہلے موجود تھی اُس کا احیا چاہتے ہیں۔

(۵) ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، جبکہ صورتِ واقعہ یہ ہو جو سائل نے ذکر کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) اگر امر نہ کوثر ثابت ہو تو اُس میں کسی طرح مدد دینا جائز نہیں۔

(۷) یہ مسئلہ لوگوں میں غلط مشہور ہے ذبحِ بقر کوئی جرم نہیں، نہ اس پر اجرت لینا ممنوع، تو اس وجہ سے امامت میں کیا حرج ہو سکتا ہے۔

(۸) نمازِ جمعہ کے شرائط سے ایک شرط یہ ہے کہ خود سلطانِ اسلام پڑھائے یا اس کا نائب یا اُس کا ماذون اور جہاں یہ نہ ہوں وہاں بضرورت مسلمانوں کا کسی امام مقرر کر لینا معتبر رکھا ہے ایسی بستی میں جبکہ جمعہ قائم ہے اور ایک امام مقرر کردہ مسلمان موجود ہے تو بلا وجہ شرعی چند شخصوں کا دوسرے کو امام جمعہ مقرر کرنا صحیح نہ ہوگا اور وہاں نمازِ جمعہ ادا نہ ہو سکے گی۔

(۹) شریعہ اگر ناکسی کو کسی کے مقابل جائز نہیں اور دینی معظّم کی بلا وجہ شرعی مخالفت اور پرشور ہے ہاں جو فقط دنیوی وجاہت رکھتا ہو اُسے معززہ اور اس کے مقابل اور مسلمانوں کو معمولی مسلمان کہنا یہ بھی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۲ مستولہ سید کمال الدین احمد صاحب جعفری وکیل یاٹیکورٹ الہ آباد ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ عید گاہ یا مسجد میں وعظ یا چندہ اسلامی مذہبی کاموں کے لئے کرنا عام مسلمانوں کو جائز ہے متولی کو اُس کے روکنے کا حق ہے یا نہیں؟

### الجواب

مسجد میں کاخیر کے لئے چندہ کرنا جائز ہے جبکہ شور و حقیقت نہ ہو خود احادیثِ صحیحہ سے اس کا جواز ثابت ہے، مسجد میں وعظ کی بھی اجازت ہے جبکہ واعظ عالمِ دین سُنی صحیح العقیدہ ہو اور نماز کا وقت نہ ہو ان دونوں باتوں کو کہ منکرات سے خالی ہوں متولی یا کوئی منع نہیں کر سکتا، ہاں اگر چندہ امرِ شر کے لئے ہو اگرچہ اُسے کیسا ہی امرِ خیر کہا جائے جیسے خیر لویں کے کالج یا وہابیوں کے مدرسہ کے لئے یا اُس میں شور و غل ہو

یا واعظ بد مذہب یا بے علم یا روایات موضوع کا بیان کرنے والا ہو یا لوگ نماز پڑھ رہے ہوں اور اس نے وعظ شروع کر دیا کہ اُن کی نماز میں خلل آتا ہو تو ایسی صورت میں متولی اور ہر مسلمان کو روک دینے کا اختیار ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۳ از موضع منصور پور متصل ڈاکخانہ قصبہ شیش گٹھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خاں  
۳۰ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دیوار شمال و جنوب کی ہے اس کی بنیاد سے ملا کر کسی قدر اونچائی مثل چوترہ قائم کیا گیا اور اُس دیوار پر چھپر رکھا کر وہ جگہ نماز کے واسطے مخصوص کر دی گئی چنانچہ جگہ مذکور پر بلا ناغہ اذان و نماز ایک مدت سے ہو رہی ہے یہاں تک کہ نماز جمعہ بھی ہوتی ہے، منبر لکڑی کا برائے خطبہ جگہ معینہ پر موجود ہے، بایں صورت فرمائیے کہ اس کو مسجد کیا جائے یا کیا؟

### الجواب

مالک زمین نے اگر کہا کہ میں نے اس کو مسجد کر دیا اور اس میں نماز پڑھ لی گئی تو وہ مسجد ہو گئی اگرچہ اُس میں عمارت اصلاً نہ ہو خالی زمین ہو، یونہی اگر اُس کے کلام سے مسجد کر دینے پر دلالت پائی گئی مثلاً کہا میں نے یہ زمین مسلمانوں کی نماز کے لئے کر دی کہ ہمیشہ اس میں نماز ہو کرے جب بھی مسجد ہو جائیگی اور اگر ایک مدت خاص کی تحدید کی مثلاً سال دو سال نماز پڑھنے کے لئے دیتا ہوں تو مسجد نہ ہوگی، اور اگر زبان سے لفظ نہ ہمیشہ کا کہا نہ کسی وقت محدود کا تو دل میں اگر نیت ہمیشہ کی ہے مسجد ہو گئی ورنہ نہیں عالمگیری میں ہے،

مرجلہ ساحة لابناء فيها امر  
قومانت يصلوا فيها بجماعة  
فهذا على ثلثة اوجه احدها  
امانت امرهم بالصلوة فيها  
ابدا نصابات قال صلوا فيها  
ابدا او امرهم بالصلوة مطلقاً  
ونوع الايدى، فف هذين  
الوجهين صارت الساحة  
مسجداً لومات لا يومرث عنه،  
ایک شخص کی خالی زمین پڑی ہوئی تھی جس میں کوئی عمارت نہیں اس نے لوگوں کو اس زمین میں باجماعت نماز پڑھنے کو کہا تو اس کی تین صورتیں ہیں (پہلی یہ کہ) اس نے امر نماز کی تابید کی تصریح کی ہو بایں طور کہ یوں کہا ہو کہ تم اس میں ہمیشہ نماز پڑھا کرے یا (دوسری صورت یہ کہ) اس نے انھیں مطلقاً نماز پڑھنے کو کہا اور نیت ہمیشگی کی کر لی ان دونوں صورتوں میں وہ زمین مسجد ہو گئی اور اس کے مرنے کے بعد اس میں میراث جاری نہ ہوگی اور (تیسری

وامان وقت الا صر بالیوم او الشهر او السنة ففی هذا الوجه لا یصیر الساحة مسجد المومات یورث عنه لے واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 صورت یہ ہے کہ اگر اس نے امر نماز کو دن میں یا سال سے مقید کیا تو اس صورت میں وہ زمین مسجد نہ ہوگی اور اس کے مرنے کے بعد اس میں میراث جاری ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۸۴ مسئلہ عبد الرحیم و کریم احمد صاحبان متولیان مسجد مچھلی بازار کان پور ۲۱ صفر ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو روپیہ مسجد مچھلی بازار کان پور قند میں تین عنوانوں سے آیا ہے :

(۱) کچھ تو امداد مجروحین و مقتولین کے لئے۔

(۲) کچھ مقدمہ مسجد کے لئے۔

(۳) کچھ حفاظت اور تعمیر حصہ منہدم مسجد کی غرض سے۔

اب بعد ختم ہو جانے مقدمہ کے اس کا صحیح مصروف از روئے شرع شریف کیا ہے ؟ بیتو اتوجروا۔

### الجواب

امداد مجروحین و مقتولین مقدمہ ختم ہونے سے ختم نہیں ہو جاتی، امداد مقتولین سے ان کی بیواؤں اور یتیموں کی امداد مراد ہے اور وہ ہنوز باقی ہیں، مقدمہ اگر ختم ہوا تو ماخوذین کا نہ مسجد کا کہ اس کا جو فیصلہ مولوی صاحب فیصلہ کنندہ نے کیا محض باطل و خلاف شرع ہے مسلمانوں کو اس پر سکوت جائز نہیں فرض ہے کہ اپنے تحفظ حقوق مذہبی کے لئے گورنمنٹ سے جائز چارہ جوئی کو انتہا تک پہنچائیں۔ اس کے مصارف میں یہ روپیہ اٹھائیں اس کا روشن بیان ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری میں ہے جو اصل رسالہ چھپ گیا اور زمیسنڈار میں بھی شائع ہو چکا اور اس کا ذیل زیر طبع ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

# ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری

(عبد الباری کی مصالحت میں چھپی ہوئی (خرابی) کا اظہار)

بسم الله الرحمن الرحيم  
محمدًا وفضلہ علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ ۸۵ از لکھنؤ فرنگی محل مرسلہ مولوی سلامت اللہ صاحب نائب منصرم مجلس موید الاسلام ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گورنمنٹ کے حکام

عہ مسجد کانپور کے متعلق ایک تہایت ضروری فتویٰ جس کا مآل لکھنؤ فرنگی محل سے آیا اور دارالافتائے  
جواب دیا اور کمال وضوح ثابت کیا کہ مولوی صاحب نے جو فیصلہ مسجد پھلی بازار کانپور کے متعلق دیا وہ ہر امر  
مخالفت احکام اسلام ہے۔ اس پر مسلمانوں کو مطلق ہونا سخت گناہ و حرام ہے، ہر طبقہ کے مسلمانوں پر  
فرض ہے کہ دوبارہ حفظ حقوق مذہبی گورنمنٹ کی نامیدل پالیسی سے نفع لیں اور اپنے اپنے منصب کے  
لائی جائز چارہ جوئی میں پوری کوشش کریں۔ مولوی صاحب کی یہ شخصی کارروائی اگر مقبول ٹھہر گئی تو ہمیشہ کے لئے  
مساجد ہند پر اس کا بہت بُرا اثر پڑے گا اور ہر مسلمان کہ جائز کوشش کر سکتا تھا اور نہ کی اس کے وبال میں  
ماخوذ ہوگا "مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نظر" کا بھی اس میں ردِ تبلیغ ہے۔

نوٹ : علامہ امجد علی صاحب اعظمی نے "قامع الواہیات من جامع الجزئیات" کے نام  
سے اس پر ایک عربی تذیل تحریر فرمائی ہے جو کہ مولوی صاحب فیصلہ کنندہ کی اس چھ درقی عربی تحریر بنام  
"جامع جزئیات فقہ" جو اس نے اس فیصلہ کو مطابق شرع بنانے میں تحریر فرمائی تھی کے رد میں ہے  
اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے اس رسالہ میں پچائش دلائل قاہرہ پیش کئے جبکہ علامہ امجد علی صاحب  
اعظمی نے مزید دو سو دلائل پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ یہ فیصلہ مطابق شرع نہیں ہے اور نہ ہی مسجد توڑ کر  
واستہ بنالینا روا ہے۔

کامیاب ہے کہ جزدہ متنازعہ مسجد کا پور خارج از مسجد ہے اور اس کو بعض ٹرسٹیان نے ہم کو دے دیا تھا اس بنا پر پرائیمنٹوں نے اس کو منہدم کر دیا اس کے چند دنوں کے بعد بغیر اجازت چند لوگوں نے اس زمین پر جس کو میونسپلٹی نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا تعمیر کرنا شروع کیا اس وجہ سے پولیس نے روکا اور فیمین لڑائی ہوئی کچھ مسلمان قتل کئے گئے کچھ مسلمان جن میں بے قصور بھی ہیں قید کئے گئے گورنمنٹ نے اپنے طرز عمل سے باور کرا دیا کہ وہ کسی طرح قیدیوں کو نہ چھوڑے گی اور اس زمین کو جس پر میونسپلٹی نے قبضہ کر لیا ہے مسلمانوں کو واپس نہ دے گی بعد چندے اس نے مراحم خسروانہ کے لحاظ سے یا اپنے ملکی فوائد کے اعتبار سے اس امر کی خواہش کی کہ تصفیہ ایسا ہو جائے کہ مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے اور اس زمین پر چھاپاٹ کے مسجد میں شامل کر دیا جائے اس کو چند مقبرہ حضرات کے روبرو اس نے پیش کیا ایک عالم نے اس امر کی کوشش کی کہ وہ زمین جس کو اکثر مسلمان جزدہ مسجد کہتے ہیں محفوظ مسجد کے کام میں رہ جائے ایک مخلص کی صورت یہ نکالی کہ ادھر ہی مسجد کا دروازہ کر دیا جائے وہ زمین اس دروازہ مسجد کے کام لائے گورنمنٹ کے ممبران متعینہ نے اس امر کو نہیں مانا کہ زمین پر قبضہ مسلمانوں کا ہو بلکہ صاف کہہ دیا کہ یہ کسی طرح ممکن نہیں، بعد رو و قدح کے اس عالم کی رائے سے یہ طے پایا کہ سر دست ملک اس زمین پر کسی کی نہ ثابت کی جائے کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ وقت ہے قبضہ زمین پر مسلمانوں کا دلایا جائے حق آسمانی حقیقہ مسلمانوں کو حاصل ہے، اگر ظلم یا تشدد اگر گورنمنٹ عام اجازت گزر کی ہے تو ہم اس کی وجہ سے قطع مصالحت نہ کریں گے بلکہ صورت بنا اس کی میونسپلٹی کے سپرد کر دی جائے جس میں بغلیہ آرا قوی امید ہے کہ موافق قوانین اسلام تصفیہ ہو جائے، والسرائے نے بھی تاکید کر دی کہ بننے کے وقت مسلمانوں کی خوشی اور ان کے قواعد کا لحاظ کیا جائے سوال طلب یہ امر ہے کہ جس عالم نے بدیں تفصیل مصالحت کی ممانعت نہیں کی اور منازعت کو قطع کر دیا وہ خاطی ہے یا مصیب، اور مسلمانوں کو آئین امن عام کے اندر رہ کے استحقاق کی چارہ جوئی کرنی چاہئے جیسا کہ اس عالم کی رائے ہے یا جوش و ہنگامہ دکھانا اور خلل اندازی امن عامہ کرنا شرعاً ضروری ہے اور جوامر دوم کی کوشش کرے وہ حق پر ہے یا جوامر اول کے طرز کو مسلمانوں کے لئے مفید سمجھے۔ یٰۤاَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ

## جواب از دارالافتا

سوال بہت مجمل ہے کچھ نہ بتایا کہ :  
(۱) مصالحت کیا کی



(۲) وہ امر جس پر مصالحت کی تجویز گورنمنٹ تھا جسے عالم مذکور نے قبول کیا یا اس عالم نے پیش کیا اور اسے گورنمنٹ نے مان لیا۔

(۳) گورنمنٹ نے خود ہی مراجع خسروانہ کے لحاظ سے یا ملکی فوائد کے اعتبار سے قیدیوں کو آزاد کیا جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے اس کے بعد کی منازعت سوال میں مذکور نہیں کر کیا تھی اور عالم مذکور نے کیا اور کس طرح قطع کی۔

(۴) بعد اس کے کہ ممبران متعینہ گورنمنٹ نے زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہرگز نہ مانا اور صاف کہہ دیا کہ یہ کسی طرح ممکن نہیں جیسا کہ سائل کا بیان ہے پھر عالم مذکور کی رائے سے یہ کیونکر طے پایا کہ قبضہ زمین پر مسلمانوں کو دلایا جائے، آیا صرف عالم مذکور کا اپنے خیال میں ایک مفہوم متخیل کرنا یا یہ کہ بعد رد و قدح عالم نے ممبران گورنمنٹ سے یہ امر طے کرا لیا۔

(۵) نیز اس کی رائے سے طے پانا کہ سر دست اس زمین پر کسی کی ملک ثابت نہ کی جائے ایک مفہوم تھا کہ اس کے اپنے ذہن میں رہا یا گورنمنٹ نے عالم مذکور کی رائے سے اسے طے کیا۔

(۶) سر دست کے معنی کیا لے اور وہ بھی عالم مذکور کے خیال میں رہے یا گورنمنٹ سے طے کر لے۔

(۷) عالم مذکور کو گورنمنٹ نے سکما مجبور کیا تھا یا مسلمانوں نے اپنی طرف سے مامور کیا تھا وہ بطور خود گیا تھا۔

جب تک ان سب باتوں کی تفصیل معلوم نہ ہو ایک نہایت محل گول بات کا جواب کیا دیا جائے۔  
ہاں اتنا امر واضح و روشن ہے کہ فتنہ پردازی اور امن عام میں خلل اندازی اور مسلمانوں کو بلا اور اسلام کو توہین کے لئے پیش کرنا ہرگز نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً ٹھیک۔ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے: **وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ** (فتنہ فساد و قتل سے بھی سخت ہے۔ ت) اور فرماتا ہے: **لَا تَتَّبِعُوا بَايِدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ** (اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ ت) نہ یہی کسی طرح روا ہے کہ کسی علم مخالف شرع کو بلا جبر و اکراہ خود ایک امر طے شدہ قرار دے کر جائز چارہ جوئی کا دروازہ بند کریں یا اس میں دشواری الیں اور آئندہ کے لئے بھی اسے نظیر بنائیں، بلکہ حدود و سلامت رومی کے اندر رہ کر گورنمنٹ پر اس امر کا خلاف قوانین اسلام ہونا ظاہر کریں اور گورنمنٹ کا مستقر قانون کہ مذہبی دست اندازی نہ کرے گی یا دولا کر بلا ضرر و اضرار فائدہ پائیں جو اس طریق پر چلے مصیب ہے اور جو ان دو طریقوں میں سے کسی پر چلے وہ غلطی

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ** بار دوم از گفتو فرنگی محل مسئلہ مولوی صاحب موصوف سوم ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ  
 مولانا اعظم دام بالمجد والکرم، السلام علیکم، استفتا موصول ہوا مشکور فرمایا، گوہم کو اصل  
 مسئلہ کے متعلق جناب کی رائے سے آگاہی ہوگی مگر جناب کے استفسارات کے باعث ضرور ہوا  
 کہ امور مستفسرہ کا جواب دیا جائے اُن کو مفصل لکھ کر ارسال کرتا ہوں امید کہ اب جواب شافی عام لوگوں کے  
 فائدہ کی غرض سے تحریر فرمایا جائے۔

## امور مستفسرہ مع تصریح

س (۱) مصالحت کیا کی؟

ج (۱) عالم نے مصالحت یہ کی کہ گورنمنٹ مقدمات اٹھالے اور کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی نجات  
 نہ ہو، یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے مسجد کی زمین پر گورنمنٹ اپنی ملکیت ثابت نہ کرے مسلمانوں  
 کو اس پر قبضہ دلا دے اگر جبراً گورنمنٹ اس کے مرور کو مشترک کرتی ہے تو وہ حاکم ہے خلاف احکام  
 اسلامیہ ہے اُس سے مسلمانوں کو اطمینان نہ ہو گا اور موقع موقع اُس کے لئے کوشاں رہیں گے البتہ  
 مقدمات دیگر امور کے متعلق دربارہ ہنگامہ کانپور مسلمان کچھ نہ کریں گے۔

س (۲) وہ امر جس پر مصالحت کی تجویز گورنمنٹ تھا جسے عالم مذکور نے قبول کیا یا اس عالم نے پیش کیا  
 اور اسے گورنمنٹ نے مان لیا۔

ج (۲) گورنمنٹ نے خود مصالحت کی خواہش کی اس امر پر کہ مسلمانوں کے اوپر جو مقدمات ہیں گورنمنٹ  
 کی طرف سے اور مسلمانوں کو جو گورنمنٹ سے دعاوی ہیں ان کے بارے میں کوئی سمجھوتا ہو جائے  
 تاکہ گورنمنٹ کو مسلمانوں سے بدظنی اور مسلمانوں کو گورنمنٹ سے بے اعتباری نہ ہو اور بے چینی  
 دفع ہو۔

س (۳) گورنمنٹ نے خود ہی مراجع خسروانہ کے لحاظ سے یا ملکی فوائد کے اعتبار سے قیدیوں کو آزاد کیا  
 جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے اس کے بعد کی منازعت سوال میں مذکور نہیں کہ کیا تھی اور  
 عالم مذکور نے کیا اور کس طرح قطع کی۔

ج (۳) گورنمنٹ نے بلحاظ مراجع خسروانہ یا باعتبار فوائد ملکی خود خواہش تصفیہ کی کی نہ کہ قیدیوں کو  
 بلا مقابلہ کسی امر کے چھڑا دینا چاہا بلکہ اس کو مشروط کیا کہ مسلمان آئندہ مقدمات نہ چلائیں اور مسجد کی

زمین پر بعینہ اسی طریقہ کی عمارت نہ تعمیر کریں گورنمنٹ سے اور مسلمانوں کے مقدمات اُس کے ضمن میں باہم کشیدگی و منازعہ تھی جس کو کہ عام مذکور نے قطع کر دیا۔

س (۴) بعد اس کے کہ ممبران متعینہ گورنمنٹ نے زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہرگز نہ مانا اور صاف کہہ دیا کہ یہ کسی طرح ممکن نہیں جیسا کہ مسائل کا بیان ہے پھر عالم مذکور کی رائے سے یہ کیونکر طے پایا کہ قبضہ زمین پر مسلمانوں کو دلایا جائے آیا صرف عالم مذکور کا اپنے خیال میں ایک مفہوم متخیل کرنا یا یہ کہ بعد رد و قبح عالم نے ممبران گورنمنٹ سے یہ امر طے کرایا۔

ج (۴) گورنمنٹ کے متعینہ ممبروں نے ابتداءً مسجد کی زمین پر کسی قسم کا قبضہ دینے سے انکار کیا عالم کی انتہائی جدوجہد سے اُس نے کہا کہ ہم عمارت کی اجازت دیں گے جو قانوناً و عرفاً قبضہ ہے اگرچہ گورنر جنرل لفظ قبضہ کو اپنی زبان سے نہ کہیں یہ عالم کا متخیلہ نہیں بلکہ ممبر متعینہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہی قبضہ ہے غرض کہ قبضہ خود ممبر متعینہ کی زبان سے طے کرایا۔

س (۵) نیز اس کی رائے سے طے پانا کہ سر دوست اس زمین پر کسی کی ملک نہ ثابت کی جائے ایک مفہوم تھا کہ اُس کے اپنے ذہن میں رہا یا گورنمنٹ نے عالم مذکور کی رائے سے اسے طے کیا۔

ج (۵) زمین کی ملکیت جو گورنمنٹ اپنی ہی سمجھتی تھی اُس کے بارے میں صرف عالم کا متخیلہ نہ تھا بلکہ ممبر متعینہ سے اُس نے صاف صاف کہہ دیا اور کہلوایا تھا کہ ملک وقف میں کسی کے لئے ثابت نہیں ہوتی اس واسطے ہم اپنے لئے بھی ثابت کرنے کے درپے نہیں ہیں بلکہ مشیر قانونی نے بھی یہی کہا کہ ہماری ملک غصب سے چلی نہیں گئی کہ ہم اپنی ملک کے ثابت کرنے کو کہیں بلکہ ہم اسی قدر چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ اپنے لئے ملک ثابت نہ کرے چنانچہ گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔

س (۶) ”سر دوست“ کے معنی کیا لئے اور وہ بھی عالم مذکور کے خیال میں رہے یا گورنمنٹ سے طے کر لئے۔  
ج (۶) سر دوست کے معنی ممبر متعینہ سے صاف کہہ دئے گئے کہ ہم تخلص شراکت مرور کے لئے ہمیشہ چارہ جوتی کرتے رہیں گے اور اُس وقت تک مطمئن نہ ہوں گے جب تک کہ گورنمنٹ مسلمانوں کی خواہش پوری کر دے بلکہ ممبر متعینہ نے یہ بھی صاف صاف کہہ دیا کہ جب قانون بن جائے گا تو خواہ نخواہ یہ مسئلہ بھی طے ہو جائے گا اس وقت جس قدر عالمگیر جوش ملک میں ہے اور اس سے اندیشہ فریقین کے لئے مشکلات کا ہے وہ دفع کر دیا ہے ، اور ہم اس وقت اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتے ہیں ورنہ ہم کو اس میں بھی کوئی عذر نہ ہوتا۔

س (۷) عالم مذکور کو گورنمنٹ نے حکماً مجبور کیا تھا یا مسلمانوں نے اپنی طرف سے مامور کیا تھا یا وہ بطور خود

گیا تھا۔

4  
4

ج (۷) عالم مذکور کو عام مسلمانوں نے طلب نہیں کیا تھا نہ وہ از خود گیا تھا بلکہ مقدمہ کے کارکنوں نے باصرار عالم مذکور کو خود بلایا تھا اور ممبر متعینہ نے اُس سے اس معاملہ میں گفتگو شروع کی جس کے اثنائیں اُس نے صاف کہہ دیا کہ میرا کام مسئلہ بتا دینے کا ہے خدا کے گھر کا معاملہ ہے میرا گھر نہیں ہے جس طرح وہ چاہے اور اس کا حکم ہو بننا چاہئے نہ کہ جس طرح میں یا آپ چاہوں علماء کو جمع کرنا چاہئے مسلمانوں کو جس سے اطمینان ہو وہ صورت اختیار کرنا چاہئے مگر ممبر متعینہ نے کہا کہ ہم کو تمہاری رائے پر اعتماد ہے ہم علماء کی مجلس نہ جمع کریں گے تم اپنی رائے کہہ دو اور ہم بالکل گفتگو منقطع کرتے ہیں اور صرف ایک گھنٹہ کی مہلت ہے چنانچہ اس عالم نے بعد سخت گفتگو کے مشورہ دیا کہ ملک سے سروکار نہ رہنا چاہئے قبضہ مسلمانوں کا ثابت کر دیا جائے حق مرور اگر مشترک ہو تو ہم اس کی وجہ سے اس وقت منازعت باقی رکھنا نہیں چاہتے اپنے قیدی پھڑائے لیتے ہیں اور اشتراک مرور کے لئے ہمیشہ کوشاں رہیں گے اور حسب قواعد میونسپلٹی بنوایا جائے تاکہ ہم اس سے بہترین نتیجہ اپنے تحفظ جز مسجد کی کراسس جس کی کامل ترقی ہے ان سب امور کا تصفیہ ممبر متعینہ سے کر دیا گیا جو ایک مجمع میں مسلمانوں کے ہوا اور ان سب باتوں کی تصدیق وہ عالم کر سکتا ہے اس نے کسی حکم مخالف شرع کو بلا جبر واکراہ خود امر طے شدہ قرار دے کر جائز چارہ جوئی کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ جس کو جمہور علما ناجائز سمجھتے تھے اُس کو اُس نے بھی ناجائز قرار دیا اور صاف ظاہر کر دیا کہ برابر اس کی چارہ جوئی جائز طور پر کی جائے گی کسی قسم کی دشواری نہیں پیدا کی کیونکہ بے قاعدہ حرکات کو کوئی نہیں روک سکتا اور باقاعدہ احکام اسلامیہ کی چارہ جوئی ہر وقت ہو سکتی ہے دیوانی کے مقدمات ہر طرح کے دائرے جاسکتے ہیں اور آئندہ کے لئے نظیر نو درکنار ایک مختتم قانون تحفظ معابد کا بنایا جانا قرار دلوایا گیا ہے جس سے خود حسب تصریح ممبر متعینہ اس متنازعہ فیہ حصہ کا بھی مسلمانوں کے موافق ہونا متوقع ہے اس عالم کی رائے ہے کہ یہ قبضہ وحق مشترک مرور قابل اطمینان نہیں بلکہ حدود و سلامت روی کے اندر رہ کر گورنمنٹ پر اس امر کا خلاف قوانین اسلامیہ ہونا ظاہر کریں اور گورنمنٹ کا مستمر قانون کہ مذہبی دست اندازی نہ کرے گی یاد دلا کر بلا ضرر و اضرار فائدہ پائیں اس صورت میں عالم مصیب ہے یا نہیں، امید ہے برتقت دیر صدق مستفتی جواب صاف عطا فرمایا جائے۔



## جواب از دارالافتاء

و علیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ، جواب استفسارات باعث مشکوری ہے طرح و جرح منظور نہیں بلکہ انکشاف حق جس کے لئے ہر مسلمان کو مستعد رہنا چاہئے، لاسیما اہل علم، جوابات نہ تو کافی ہیں نہ مفید براءت اگرچہ مجھ سے صرف بر تقدیر صدق مستفتی جواب چاہا گیا اور منصب افتا کی اتنی ہی ذمہ داری تھی کہ صورت مستفسرہ پر جواب دے دیا جاتا مگر میں نے ایک مدت تک تعلیق کی، اخبارات منگاکر دیکھے کہ نظر بواقعات اس کارروائی کی کوئی صحیح تاویل پیدا ہو سکے مگر افسوس کہ جتنا خوض و نقیض سے کام لیا اس کی شاعت ہی بڑھتی گئی، ناچار جواب خلاف اجاب دینا پڑا کہ اظہار حق لازم تھا، عالم مذکور سے مراسم قدیم حفظ حرمت اسلام و رفع غلط فہمی عوام پر کچھ اللہ تعالیٰ غالب نہ آسکتے تھے کہ ہمارے رب عزوجل نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ  
شهداء لله ولوعلى أنفسكم  
اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ  
اللہ کے لئے گواہی دیتے چاہے اس میں تمھارا  
اپنا نقصان ہو۔ (ت)

بلکہ حقیقت حق دوستی یہی ہے کہ غلطی پر متنبہ کیا جائے۔ حدیث میں ارشاد ہوا،  
أَنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا قَالَ نَوَايَا رَسُولِ  
اللَّهِ وَكَيْفَ ذَلِكَ قَالَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِنَّ يَكُ ظَالِمًا فَارْدُدْهُ عَنْ ظُلْمِهِ وَ  
إِنْ يَكُ مَظْلُومًا فَانصُرْهُ، رواه ابوداؤد  
اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم،  
صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم یہ کیسے۔ حضور نے فرمایا: ظالم ہونے کی  
صورت میں اسے ظلم سے روک دو اور مظلوم ہونے کی

۱۰۲۶/۲	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الاکراه	لے القرآن الحکیم ۱۳۵/۲
۲۲۰/۲	نشر السنہ طمان	سنن الدارمی باب ۴۰ انصر اخاک الخ	لے صحیح البخاری
۵۹/۷	دار الفکر بیروت	مختصر تاریخ دمشق ترجمہ ۲۹ حسن بی فرج	صحیح مسلم
۲۲۱/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	تہذیب تاریخ دمشق ترجمہ ۱۱	



و ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما  
 ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
 سے روایت کیا۔ (ت)

لہذا امید واثق ہے کہ جواب سوال میں اظہارِ حق سنگِ راہِ مراسمِ قدیمہ نہ ہوگا اور زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی  
 کہ ہمارے قدیم، دوست عالم نے اسی معاملہ پر ایک تقریر کی ابتداء میں (جو روزانہ زمیندار ۲۱ ذی الحجہ  
 میں چھپی) یوں دادِ حق جوتی دی کہ ”میں اُن لوگوں کا دل سے اور خدا کی قسم دل سے مشکور ہوتا ہوں جو  
 میرے عیوب مجھ سے خواہ لوگوں سے کہہ کر میرے اوپر مرتباً نہ شفقت کا احسان رکھتے ہیں، یہ لوگ  
 میرے محسن ہیں“ جب بیانِ عیوب اور وہ بھی ابتداءً اس درجہ موجبِ شکر گزاری ہے تو بیانِ مسئلہ  
 شرعیہ میں اظہارِ حق اور وہ بھی بعد سوالِ مراسمِ قدیمہ میں کیا خلل انداز ہو سکتا ہے۔ واللہ التوفیق۔

## جواب استفسار اول پر نظر

(۱) [ف، قبضہ زمین کی بحث] اس سوال کے جواب میں کہ عالم نے مصالحت کیا کی تین باتوں  
 پر صلح ہوئی بتائی گئی از انجملہ اصل معاملہ کی نسبت یہ ہے کہ مسجد کی زمین پر گورنمنٹ  
 مسلمانوں کو قبضہ دلا دے کسی بات پر مصالحت ہونا فریقین میں اس کا طے ہو کر قرار پانا ہے، اگر یہ امر  
 قرار پاتا تو اسی کے مطابق وقوع میں آتا مگر ایسا نہ ہوا جواب ایڈریس میں گورنمنٹ کے لفظ جو روزانہ ہمدرد  
 ۱۶ اکتوبر میں چھپے صاف یہ ہیں: ہمیں اس امر کو کچھ بھی وقیع اور اہم خیال نہیں کرتا کہ وہ زمین جس پر وہ دالان  
 تعمیر ہوگا کس کے قبضہ میں رہے گی۔

بہیں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا

(یہ تفاوت دیکھ کر راستہ کہاں ہے اور تو کہاں)

(۲) ہاں اس پر چٹا بنا کر چھت پر قبضہ اور زمین کو سڑک کر دینا ٹھہرا ہے کیا چھت اور زمین دو مترادف  
 لفظ ہیں یا چھت کا قبضہ زمین پر بھی قبضہ ہوتا ہے، علو و سفلی کے مسائل جو عام کتب فقہیہ میں مذکور ہیں  
 ملحوظِ نظر رہیں جواب ایڈریس مذکور میں ہے کال غور کے بعد میں اس فیصلہ پر پہنچا ہوں کہ آٹھ فٹ بلند  
 ایک چھت اور اس پر دالان تعمیر کر دیا جائے نیچے ایک سڑک نکل آئے جس سے عمارت میں مداخلت نہ ہو۔

(۳) عالم نے اس مصالحت میں زمین پر قبضہ مسلمانان سے صرف مسلمانوں کا خالص قبضہ مراد لیا یا قبضہ  
 عام خلائی کے ضمن میں عامہ کے ساتھ انہیں بھی ایک حق دیا جانا، بر تقدیر دوم یہ درخواست کتنی سمجھنے تھی

زمین سڑک میں ڈال لینے پر بھی عام کے ساتھ مسلمانوں کو حق مرور رہتا گورنمنٹ نے کس دن کہا تھا کہ یہ سڑک خاص کفار کے لئے بنے گی کوئی مسلمان اس پر نہ چل سکے گا۔ بر تقدیر اول کون سا خاص قبضہ مسلمانوں کو ملنا ٹھہرا جبکہ جواب ایڈریس مذکور کے صاف لفظ یہ ہیں: یہ ضروری ہے کہ عام پبلک اور نمازی اسے بطور سڑک استعمال کرنے کے مجاز ہوں۔

(۴) قبضہ زمین کا حال جواب استفسار میں خود ہی کھول دیا کہ قبضہ دلا دے کے بعد متصلاً کہا اگر جبراً گورنمنٹ اس کے مرور کو مشترک کرتی ہے تو خلاف احکام اسلامیہ ہے اس سے مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع اس کے لئے کوشاں رہیں گے۔ صاف کھل گیا کہ قبضہ ہوا پر ٹھہرا ہے زمین مرور مشترک کے لئے چھوڑی ہے جسے دوسرے لفظوں میں شارع عام یا سڑک کہتے اس کا مطالبہ دور آئندہ پر اٹھا رکھنا بتایا ہے حالانکہ یہی یہاں اہم مسئلہ بلکہ تمام اصل معاملہ تھا اسی کو نظر انداز کرنا اور عالم کی مصالحت سمجھنا کس قدر عجیب ہے مصالحت رفع نزاع ہے نہ کہ اصل بدنامی و منشاء نزاع مہمل و معطل اور دور آئندہ کی امید موبہم پر محمول نہ ایقائے نزاع ہے نہ قطع و رفع۔ ہاں اگر اس کے معنی یہ تھے کہ عالم نے مسجد سے دست برداری دی جیسا کہ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی وغیرہ نے اس کا روائی سے سمجھا اور پسند کیا تو ضرور قطع نزاع ہوئی اگرچہ باز دعویٰ وینا مشرقاً مضمون صلح میں آنا دشوار ہو خیر اس ہم پر علم۔

مگر بعد کے الفاظ کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع اس کے لئے کوشاں رہیں گے، اس تاویل کو بھی نہیں چلنے دیتے تو اسے مصالحت مشہور کرنا مسلمانوں اور گورنمنٹ دونوں کو غلط بات باور کرانا ہوا۔

(۵) [ف: مصالحت خلاف حکم اسلام بر کی اور گورنمنٹ پر بھی بدگمانی کی] جب عالم کو اعتراض ہے کہ یہ روائی خلاف احکام اسلامیہ ہے تو اس پر مصالحت کرنا کیونکر روا ہو سکتا گورنمنٹ برسر مصالحت و دلجوئی تھی نہ برسر ضد و جبر و تعدی، اس وقت کیوں نہ دکھایا گیا کہ یہ طریقہ خلاف احکام اسلامیہ ہے اس میں مذہبی دست اندازی ہے جس سے گورنمنٹ ہمیشہ دور رہنا چاہتی ہے طے ہوتا تو اس وقت لبہولت ہوتا، نہ ہوتا تو عالم بری الذمہ تھا، نہ یہ کہ اس وقت اصل معاملہ پس پشت ڈال کر بالائی باتوں پر ضلع کر لیں اور اصل میں یہ دشواریاں ڈالیں کہ تم لوگ صلح کر کے پھرتے ہو تم نائب سلطنت کے فیصلہ سے اور ایسے بے بہا فیصلہ سے اب سرتابی کرتے ہو تم شکریہ کے جلسے اور روشنیاں کر کے پھر شکایت و منازعت پر اترتے ہو نادرسا ہی زمانہ گزر چکا تھا کہ دہلی کا سام درکنار اینٹ پھینکنے پر بے شمار سہاڑ بجاتے، مکانوں کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی نہ کہ ہم چلے اور کار گر پڑے اور بے تحقیق کسی سے مواخذہ نہ ہو، آج حفظ حقوق مذہبی کا اس سے بہتر کیا موقع تھا، یہاں دلی کمزوری سے کام لینا موجودہ آزمودہ گورنمنٹ کو

خواہی خواہی نادرشاہی ضد اور ہٹ کا پتلا سمجھ کر ایسی عظیم حرمت دینی کو پامالی کے لئے چھوڑ دینا کیونکر صواب ہو سکتا ہے۔

(۶) تمام دنیاوی سلطنتوں کا قاعدہ ہے کہ اپنے قانون کی رو سے جس فعل کو جرم بناوت سمجھیں اُسے سب سے زیادہ سنگین بلکہ ناقابل معافی جانتی ہیں اُن کے یہاں انتہائی رسوخ والا وہ ہے کہ جسے انھوں نے باغی سمجھ کر اسیر کیا ہو اس کی رہائی کی سفارش کر سکے نہ کہ ان جبروتی شرائط کے ساتھ کہ کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی حاجت نہ ہو، معافی مانگنی کسی، خود یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے، یہ تو شاید شخصی سلطنتوں میں صرف محبوب خاص سلطان کی مجال ہو جو ایاز و محمود کی نسبت رکھے اگر ایسا درجہ اختصاص حاصل ہوا تھا تو اُسے حفظ حرمت اسلام میں صرف کرنا تھا جس پر باقی امور متفرع ہوئے تھے نہ کہ قیدیوں کے بارے میں یہ فضول و زائد شرائط اور خاص حرمت دینی سے اغماض کیا، یہ ہے

ہرچہ شاہ اُن کند کہ او گوید حیف باشد کہ جز نکو گوید  
(بادشاہ جس شخص کی بات مانتا ہے اگر وہ اچھی بات کے علاوہ کچھ تو ظلم ہے)

کا مصداق نہ ہوگا۔

(۷) [ف، معاملہ میں چھپ گئیاں ڈال دی گئیں] اس اغماض نے اصل مقصد میں جو چھپ گئیاں ڈال دی گئیں اُن کی شرح طول چاہتی ہے ادنیٰ بات یہ ہے کہ قوم کے قلوب اس پر مطمئن ہو گئے تو ہرے سے دعویٰ ہی کیا پکارہ جوتی کون کرے اخباروں میں بکثرت مضامین اس پر اطمینان کے شائع ہوئے، ازاں جملہ نواب مشتاق حسین صاحب امروہی کی بسیط تحریر کہ روہیلکھنڈ گزٹ بریلی یکم نومبر ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی جس میں وہ عالم موصوف ہی کی ایک تحریر کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں جناب کی اس تحریر کے بعد اس مسئلہ کے مذہبی پہلو کے تحفظ سے ہم کو بالکل مطمئن ہو جانا چاہئے، اسی کی ابتدا میں ہے مسلمان پیلاک نے بھی اُس فیصلہ کی نسبت اپنا اطمینان ظاہر کیا۔ اس پر ایڈیٹر اخبار مذکور نے لکھا مولانا قبلہ نے اپنی تحریر میں نہایت اچھی طرح ثابت کر دیا کہ مذہبی نقطہ خیال سے شرائط تصفیہ نہایت مناسب ہیں روزانہ زمیندار ۱۵ ذی القعدہ ۱۳۳۲ھ نے لکھا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مسجد کے منہم حصہ کا تصفیہ مسلمانوں کی منشا کے مطابق ہو گیا ہے۔ نیز لکھا وہ مسلمانوں کے لئے بالکل قابل اطمینان ہے۔ روہیلکھنڈ گزٹ کے پرچہ مذکور نے سکرٹری و نائب سکرٹری مسلم لیگ مراد آباد کی ایک مراسلت میں نقل کیا مقرر علمائے اسلام نے فقہ پر کامل غور کر کے یہ فتویٰ دے دیا کہ شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر بالخصوص عالم مذکور کا اطمینان دلانا لکھ کر کہا پس علمائے کرام کے اطمینان کے بعد مذہبی پہلو سے تصفیہ پر نکتہ چینی اور بے اطمینانی ظاہر کرنے کا کسی کو کوئی

حق نہیں۔ پھر نواب صاحب موصوف کی اسپیچ (SPEECH) سے نقل کیا ہمارے تمام اکابر قوم و علمائے کوام اس پر اظہارِ مسرت کر رہے ہیں۔ اس قسم کے مضامین اگر جمع کئے جائیں و رقوم میں آئیں تمام اقطار ہند میں شہروں شہروں جو ریزولوشن (RESOLUTION) اظہارِ مسرت و اطمینان کے پاس ہوئے روشنیاں ہوئیں ان کے بیانون سے اخباروں کے کالم گونج رہے ہیں ان تمام واقعات کو اس سے کس تناقض ہے کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع اس کے لئے کوشاں رہیں گے۔

(۸) جب عالم کا قول وہ ہے کہ یہ کارروائی خلافت احکام اسلامیہ ہے اور اس عالم ہی کے اعتماد پر افراد قوم اسے بالکل بمطابق احکام اسلام سمجھ لئے اور وہ الفاظ شائع کر رہے ہیں جن کا خفیف نمونہ گزرا تو عالم کا اس پر سکوت، معلوم نہیں کیا معنی رکھتا ہے۔

(۹) اس سے بھی زیادہ تعجب خیز وہ الفاظ ہیں جو خود عالم کی طرف سے شائع کئے گئے ہیں تقریر مذکور نواب صاحب امروہی میں ہے، ۱۹ اکتوبر کو جو تاج رجناب ممدوح نے خود میرے نام ارسال کیا ہے اس میں تصفیہ کانپور کی بابت حسب ذیل الفاظ تحریر فرماتے ہیں: میں معاملات کانپور کے تصفیہ کو پسند کرتا ہوں۔ تقریر مذکور اراکین مسلم لیگ مراد آباد میں عالم مذکور کی نسبت ہے، حضرت مولانا قبلہ نے اس فیصلہ سے اطمینان بذریعہ اخبارات پہلے کو دلیا ہے۔ فیصلہ کو خلافت احکام اسلامیہ جاننا اور پھر اسے پسند کرنا اس پر اطمینان دلانا کیونکر جمع ہوا، اور اطمینان دلانا اور وہ بیان کہ اس پر اطمینان نہ ہوگا کس قدر متخالف ہیں۔

(۱۰) اوروں کی نقل و نسبت کو نہ دیکھتے، خود عالم کی تقریر جس کا عنوان یہ ہے: ”مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نظر“ جو بھرد ۱۹ اکتوبر اور زیندار ۲۱ ذی القعدہ میں شائع ہوئی اس میں فرمایا ہے، یہ مجلس سرور ہے ہم کو نہایت مسرت سے یہ عرض کرنا ہے کہ مسلمانان ہند کو اطمینان اور دل جمعی نصیب ہوئی۔ اسی میں ہے، اول کے تینوں دفعات حسب دلخواہ طے ہو گئے۔ اسی میں ہے، ہمارے حسب دلخواہ مصالحت کراچی۔ اسی میں ہے، کل کا واقعہ نہایت مسرت خیز ہے اور اسلامی تاریخ کے ذریں ایام سے کل کا روز ہے۔ اسی میں ہے، ہر طرح اسلام کا احترام قائم رکھا۔ لہذا انصاف عوام ان لفظوں کو سن کر کیوں نہ اطمینان کریں اور وہ بیانات و واقعات کہ نمبر ۴ میں گزرے کیوں نہ صادر ہوں اور وہ وعدہ بے اطمینانی کہ حسب بیان سائل نفس مصالحت میں تھا کیوں نہ نسیانیا ہو، گورنمنٹ نہ تو مسلمان ہے



نہ اسلامی شرع کی عالم، جب عالم خود ہی خلاف احکام اسلامیہ کہہ کر پھر اسے حسب دلخواہ و موجب جمعی و اطمینان و نہایت مسرت خیر اور اسلامی تاریخ کا زین دن کے نو گورنمنٹ کا کیا قصور اور عوام پر کیا الزام۔

(۱۱) ان تمام صاف الفاظ سے گزر کیجئے تو عالم مذکور کا تاریخ ۱۶ اکتوبر جو ہمدرد و دبدبہ سکندری ۲۰ اکتوبر وغیرہ میں شائع ہوا، اس میں اولاً فرما کر کہ یہ بات اگرچہ قابل تعریف نہیں ہے۔ اخیر میں یہی فرمایا ہے کہ یہ تصفیہ اصلی مفہوم کے لحاظ سے قابل اطمینان ہے۔ جب عالم کے نزدیک فیصلہ خلاف احکام اسلامیہ ہے تو احکام اسلامیہ سے بڑھ کر اور کون سا اصلی مفہوم ہے جس کے لحاظ سے قابل اطمینان ہے۔

(۱۲) بایں ہمہ عالم مذکور نے تحریر جمیع جزئیات میں کوئی دقیقہ و دراز کار اس سعی بے سود کا اٹھانہ رکھا کہ اس کا ردوائی کو جیسے بنے کشاں کشاں مطابق احکام اسلامیہ کو دکھائیں، بہر حال تصویر کے دونوں رخ تاریک ہیں نسال اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے فضل و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

[ف، روایت امام محمد مطابق مذہب جمہور ہے] خط کہ اس سوال کے ساتھ یہاں بھیجا اس میں روایت سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور یہ کہ اس عالم نے بغض ورت اپنی رائے میں اسی کو اختیار کیا ہے گو بخیاں تحفظ مساجد ہمیشہ اقل جمہور رہا ہے یہ سخت غلط فہمی ہے یہاں روایت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرگز خلاف جمہور نہیں وہ وہی فرما رہے ہیں جو جمہور ائمہ نے فرمایا ہے ان کی روایت میں ایک حرف بھی قول جمہور سے زائد نہیں، نہ ہرگز اس روایت خواہ کسی قول کسی روایت کا یہ مطلب ہے نہ ہو سکتا ہے کہ مسجد کے کسی حصہ کو شرک میں ڈال لینا روا ہے یہ تمام ائمہ کے اجماع سے حرام قطعی و مناقض ارشاد خدا ہے، روایات ائمہ در کنار اقوال مشائخ مذہب بھی نظر توفیق میں یہاں مختلف نہیں ہر ایک اپنے محل پر صحیح و بجا ہے اور بالفرض اختلاف ہے تو نہایت خفیف جو قطعی تحفظ کلی ہر حصہ مسجد پر اجماع کے بعد صرف ایک زائد بات میں ہوا ہے جس سے حفظ جملہ اراضی مساجد پر معاذ اللہ کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ ان مباحث جلیلہ کو ایک مستقل فتوے میں رنگ ایضاح دیں گے۔

[ف، فقہیت کے کیا معنی ہیں] فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اُس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے، یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ و ضوابط محررہ و وجہ تکلم و طرق تفہیم و تنقیح مناط و لحاظ انضباط و مواضع لیسر و احتیاط و تجنب تفریط و افراط و فرق روایات ظاہرہ و نادرہ و تمیز در آیات غامضہ و ظاہرہ و منطوق و مفہوم و صریح و محتمل، قائل بعض، و جمہور و مرسل و معلن و وزن الفاظ مفتی و تمبر مراتب



ناقلین و عرفت عام و خاص و عادات بلاد و اشخاص و حال زمان و مکان و احوال رعایا و سلطان و حفظ مصالح دین و دفع مفسد مفسدین و علم و جوہ تجرید و اسباب ترجیح و مناسبات توفیق و مدارک تطبیق و مسالک تخصیص و مناسک تقیید و مشارع قیود و شوارع مقصود و جمع کلام و نقد مرام فہم مراد کا نام ہے کہ نطلع تام و اطلاع عام و نظر دقیق و فکر عمیق و طول خدمت علم و ممارست فن و تيقظ وانی و ذہن صافی معتاد تحقیق مؤید توفیق کا کام ہے، اور حقیقت وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عز و جل مجھض کرم اپنے بندہ کے قلب میں القا فرماتا ہے:

وما یلقہا الا الذین صبروا وما یلقہا الا ذو حظ عظیم  
اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو، اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔ (ت)

صد ہا مسائل میں اضطراب شدید نظر آتا ہے کہ ناواقف دیکھ کر گھبرا جاتا ہے مگر صاحب توفیق جب اُن میں نظر کو جولان دیتا اور دامن ائمہ کرام مضبوط تمام کر راہِ نسیج لیتا ہے توفیق ربانی ایک سررشتہ اس کے ہاتھ رکھتی ہے جو ایک سچا سانچا ہو جاتا ہے کہ ہر فرع خود بخود اپنے محل پر بڑھتی ہے اور تمام تخالف کی بدلیاں چھٹ کر اصل مراد کی صاف شفاف چاندنی نکلتی ہے اُس وقت کھل جاتا ہے کہ اقوال کہ سخت مختلف نظر آتے تھے حقیقت سب ایک ہی بات فرماتے تھے الحمد للہ فماتے فقیر میں اس کی بکثرت نظیریں ملیں گی واللہ الحمد تحدیثا بنعمة الله وما توفیقی الا بالله و صلى الله تعالى علی من اهدانا لبعلمه و ایدنا بنعمه و علی آلہ وصحبہ و بارک وسلم آمین و الحمد لله رب العلمین۔

(۱۳) [ف، اس مصالحت کی تین نظیریں] کیا کوئی ہندو رواری کے گا کہ اُس کا سوال توڑ کر ٹوک کر دیا جائے جس پر عام مسلمان اور گوشت کے ٹکڑے لے کر قصاب گزرا کریں اور اُس پر ایک چھتیا چھتیا بنے وہ ہندو کے قبضے میں رہے کیا وہ اسے زمین شوالہ پر اپنا قبضہ سمجھے گا کیا وہ اس کا رواری کو حسب دلخواہ موجب اطمینان اور اُس دن کو نہایت مسرت خیز اور ہندو دھرم کی تاریخ کا زریں دن اور ہر طرح اُس کا احترام قائم رکھنا کہے گا لیکن ایک اسلامی عالم نے مسجد کے ساتھ یہ کارروائی کی اور اُس کی نسبت ان تمام الفاظ سے مدح سرائی کی فاعتبدوا یا اولی الابصار۔

(۱۴) کیا اگر شوالہ کے ساتھ مسلمان ایسا کرتے تو گورنمنٹ اُن پر مداخلت مذہبی اور توہین مذہب کا جرم قائم نہ کرتی ضرور کرتی، کیا گورنمنٹ اپنے لئے مذہبی دست اندازی و توہین مذہب جائز رکھتی ہے

ہرگز نہیں، مگر جب اسلامی عالم ہی اُسے نہایت مسرت خیز اور زریں دن اور احترام اسلام کا پورا قیام کئے تو گورنمنٹ کی کیا خطا ہے۔

(۱۵) کیا اگر عالم کے مکان سکونت کے ساتھ یہ طریقہ برتنا جائے کہ مکان کھود کر مسلمان یا ہندو سڑک یا ڈنگل بنالیں اور اُس پر چھت پاٹ کر ہوادار جھروکے عالم کے بسنے کو دس تو عالم اُن ہندو یا مسلمانوں پر نالشی نہ ہوگا کیا وہ اسے زمین مکان پر اپنا قبضہ قائم رہنا سمجھے گا کیا وہ اسے اپنے حق میں دست اندازی ٹھہری نہ کہے گا، فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۱۶) امور مصالحت میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی حاجت نہ ہو یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے۔ لیکن اس مصالحت کے بعد جو ایڈریس پیش ہوا اُس کے لفظ یہ ہیں: ہم اُن لوگوں کی کارروائی کو ملامت اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں جنہوں نے قانون کی خلاف ورزی کی۔ اگر قانون کی خلاف ورزی کرنے والا قانونی مجرم نہیں تو اور کون ہے۔ پھر گورنمنٹ کا جواب روزانہ بھدر ۱۶ اکتوبر میں یہ ہے: اب میں ان لوگوں کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں جنہوں نے ۳۱ اگست کو بلوہ کا ارتکاب کیا۔ اُسی میں ہے، گورنمنٹ کا فرض تھا کہ قیدیوں پر مقدمہ چلائے اور انہیں سزا دے مگر وہ کافی سزا بھگت چکے ہیں۔ اُسی میں ہے، میں اُن لوگوں پر بھی رحم کرتا ہوں جنہوں نے بلوے کی اشتعالک دی اور اس طرح سے اُس نقصان رسانی کے مرتکب ہوئے جو اب تک ہو چکا ہے اور اس لئے کسی خاص سلوک کے مستحق نہیں رہے۔ تو ضرور مجرم و سزاوار سزا اٹھ کر کافی سزا بھگت کر رہے ہیں کہ یہ کہ اُن کو مجرم قرار ہی نہ دیا جائے۔

(۱۷) [ف: مصالحت مسجد سے دست برداری پر کی] امور مصالحت میں تیسری بات یہ ہے، گورنمنٹ مقدمات اٹھا لے مسلمان موروں کے لئے کوشاں رہیں گے البتہ مقدمات دیگر امور کے متعلق کچھ نہ کریں گے۔ اس کا حاصل طرفین سے ترک مقدمات ہے مگر مسلمانوں کے لئے دعویٰ مسجد کا اشتنا۔ یہاں دو قسم کے دعوے تھے، دعویٰ دیوانی دربارہ زمین مسجد کہ مسلمان کہتے دعویٰ فوجداری دربارہ بلوئی کہ گورنمنٹ کی طرف سے دائر تھا۔ مسلمانوں کو دعویٰ دوم میں اپنی ہی جان چھڑانی پڑی تھی نہ کہ وہ اُلٹے اس میں مدعی بنے، تو ادھر سے نہ تھا مگر دعویٰ مسجد اور مصالحت میں ضرور طرفین سے ترک مقدمات قرار پایا تو حاصل مصالحت صرف اتنا نکلا کہ گورنمنٹ قیدیوں کو چھوڑ دے مسلمان مسجد چھوڑتے ہیں، اس سے زیادہ محض الفاظ ہیں کیا تو مخیلہ سے باہر ہی نہ آئے یا زبان تک آکر نامقبول رہے، بہر حال ان کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان پر مصالحت کی، ولہذا بعد کی عملی کارروائیاں اطمینان کے جوش اور خود عالم کی تقریریں جن کا

بیان اُوپر گزرا سبب استثنائے مذکور کی غلطی پر دلیل ہیں ماس پر صلح ہوئی ہوتی تو اپنی مجلس مؤید الاسلام کا جلسہ خالص مسرت اور نہایت مسرت کا جلسہ نہ ہوتا بلکہ مسرت ماتم آمیز کا ایک آنکھ ہنستی تو ایک روتی، یہ نہ کہا جاتا کہ مسلمانان ہند کو اطمینان اور دلجمعی نصیب ہوئی۔ بلکہ یوں کہا جاتا کہ مسلمانو! فرع میں تمہاری فتح ہوئی اور اصل ہنوز باقی ہے اٹھو اور اُس کے لئے انتہائی جائز کوششیں کرو۔

(۱۸) نیز اس کے غلط ہونے کی ایک کافی دلیل وہ ہے جو ہمارے سائل فاضل نے جواب استفتا رسوئم میں لکھا کہ گورنمنٹ نے قیدیوں کو بلا مقابلہ کسی امر کے چھوڑنا نہ چاہا بلکہ اس کو مشروط کیا کہ مسلمان آئندہ مقدمات نہ چلائیں۔ دیکھئے اس میں استثنائے نہیں۔

(۱۹) آگے گورنمنٹ کی دوسری شرط بتائی کہ مسلمان مسجد کی زمین پر بعینہ اُسی طریقہ کی عمارت نہ تعمیر کریں۔ یہاں نفی استثنائے ہو گئی اگر مسلمانوں کو دعویٰ زمین کی اجازت رہتی اور ضرور ممکن کہ وہ ڈگری پالتے تو بعینہ اُسی طریقہ کی عمارت بنانے سے کیوں ممنوع ہوتے اس کے صاف یہی معنی ہیں کہ ایسی عمارت بنا لو جس کی چھت سے کام لو اور زمین پر دعویٰ نہ کرو۔

(۲۰) [ف: گورنمنٹ نے اسلام کو فائدہ دینا چاہا مگر مصالحت والوں نے روک دیا] جواب ایڈریس میں ہے مجھے پورے طور پر بھروسہ ہے کہ مسئلہ مسجد کا جو حل میں لے کیا ہے اس سے ہندوستان کی تمام مسلمان آبادی مطمئن ہو جائے گی۔ گورنمنٹ کے یہ الفاظ اور صلح میں اُس قرار داد کا بیان کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا۔ دونوں ملا کر دیکھئے صاف کھل جائے گا کہ وہ استثنائے نہاں خانہ خیال ہی میں تھا، یا کہا اور منظور نہ ہوا، لاجرم تمام زوائد چھٹ کر اصل بات نکل آئی جتنے پر عالم نے مصالحت ٹھہرائی کہ گورنمنٹ ہمارے آدمی چھوڑ دے ہم نے مسجد چھوڑ دی یہ وہی دلی کمزوری اور دہلی کے غم کا تجربہ دیکھ کر بھی گورنمنٹ پر ضد اور جبر کی بدگمانی سے ناشستی ہوا حالانکہ یہ بالکل وسوسہ تھا گورنمنٹ دونوں باتوں میں مسلمانوں کے صاف موافق تھی قیدیوں کی رہائی کے لئے جواب ایڈریس کے وہ لفظ دیکھئے: میں خاص شملہ سے اس غرض سے آیا ہوں تاکہ آپ کے واسطے پیغام امن لاؤں۔ آخر میں مکرر ہے: میں کانپور اسی لئے آیا ہوں تاکہ پیغام امن لاؤں۔ اور مسئلہ احترام مذہبی کے لئے وہ قیمتی الفاظ پڑھے: میرے لئے یہ بالکل غیر ضروری ہے کہ جو یقین میں نے کونسل کے اجلاس میں اس بارے میں دلائے ہیں کہ رعایا کے مذہبی عقائد کے متعلق گورنمنٹ کی پالیسی میں کوئی تغیر نہ ہوا اس کو دہراؤں اس لئے کہ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ یہ ایک واقعی بات ہے۔ یہ لفظ تو عام آزادی مذہبی کے متعلق تھے اور خاص مسئلہ مساجد کے متعلق نہیں؛ ممکن ہے کہ سڑکوں ریل نہروں کی تعمیر مذہبی عمارتوں کے ساتھ ٹکرائے لیکن آپ کو یقین رکھنا چاہئے کہ گورنمنٹ

کافی توجہ سے تمام مطالبات پر غور کرے گی اور ہمیشہ کوشش خجے گی کہ مسئلہ متنازعہ اس طور حل کرے جو تمام اشخاص متعلقہ کے لئے قابل اطمینان ہو۔ ایسی صورت میں صرف امر اول سے فائدہ لینا اور امر دوم کہ وہی اصل مرام و خاص مسئلہ احترام اسلام تھا، یوں چھوڑ دینا کیونکر صواب ہو سکتا ہے، نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

## جواب استفسار دوم پر نظر

(۲۱) استفسار تو یہ تھا کہ جس امر پر صلح ہوئی وہ کس کی تجویز تھا، اس کا یہ جواب کیا ہوا کہ گورنمنٹ نے خود مصالحت کی خواہش کی اس امر پر کہ مقدمات اور دعاوی کے بارے میں کوئی سمجھوتا ہو جائے، کس نے پوچھا تھا کہ خواہش صلح کہہ کر سے ہوئی اُس سمجھوتے ہی کو پوچھا تھا کہ کس کی رائے کا ایجاد تھا اس کا کچھ جواب نہ ہوا۔

(۲۲) [ف: فیصلہ کانپور پر ایک نظر کا رد بلیغ] سائل فاضل نے اگرچہ جواب استفسار نہ دیا مگر خود عالم کی تقریر کے بعنوان ”فیصلہ کانپور پر ایک نظر“ ہمدرد وغیرہ میں چھپی وہ اس کے جواب کی کفیل ہے اُس میں صاف اعتراف ہے کہ چھٹا بنا کر اس پر قبضہ ملے اور زمین مسجد پر ٹرک چلنے کی تجویز خود عالم نے اپنی طرف سے پیش کی وہی منظور ہوئی اس تجویز کا حال اوپر معلوم ہو چکا، اور یہ بھی کہ خود عالم کو اس کا خلاف احکام اسلامیہ ہونا مسلم ہے مگر عالم کی تقریر مذکور اس تجویز کی حالت اور بھی واضح کرتی ہے۔

[ف: عالم کی پہلی تدبیر نا منظور شدہ اور اس کا صریح باطل و خلاف شرع ہونا] تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم نے پہلے تو یہ تدبیر نکالی کہ اس زمین کو مسجد کا ممبر بنادیں اور اس کے لئے مسجد کا دروازہ اس طرف نکالیں کہ اصل عمر مسلمانوں کے لئے ہو پھر ضمناً کوئی دوسرا بھی اس طرف سے اُس طرف گزر جائے تو ہم اُس کو مانع نہیں ضرورت کے وقت اجازت ہو سکتی ہے بشرطیکہ احترام اُس جُز کا مثل احترام دیگر اجزائے مسجد کے قائم رہے، اور غالباً اسی تحفظ و احترام کے لئے یہ چاہا تھا کہ اس حصہ زمین کو ٹرک سے مرتفع بنایا جائے یعنی تاکہ پیدل کے سوا اوروں کا گزر نہ ہو۔ اس تدبیر میں عالم کی نظر اُس مسئلہ پر تھی کہ راستہ جب پیدل پر تنگی کرے تو بضرورت مسجد میں ہو کر لوگ ادھر سے ادھر گزر سکتے ہیں یوں کہ مسجد بحال خود برقرار رہے اس میں کوئی فرق اصلہ نہ آئے ولہذا شرط ہے کہ یہ مسجد میں ہو کر نکل جانے والے جنب و حائض و نفسانہ ہوں نہ اس میں جانور لیجائیں کہ مسجد میں ان کا جانا اور ان کا لے جانا حرام ہے۔

[ف: مسئلہ عمر فی المسجد کی جلیل تحقیق اور یہ کہ وہ سلطنت اسلامیہ کے ساتھ خاص ہے] اقول



یہ گزراصالۃ مسلمانوں کے لئے ہے کہ مسجدوں سے کافروں کو کیا علاقہ،  
 الاتری الی تعلیلہم بانہما للمسلمین<sup>۱</sup> ان کا یہ علت بیان کرنا آپ نے نہ دیکھا کہ یہ مسلمانوں  
 کما فی الدر المختار وغیرہ من کے لئے ہے، جیسا کہ در مختار وغیرہ معتبر کتب  
 معتقدات الاسفاس۔ میں ہے (ت)

مگر جبکہ راستہ پیدل رینگ ہے اور گزر کی حاجت کافر کو بھی ہے اور کافر ذمی بلکہ مستامن بھی تابع مسلم ہے  
 تو بالیقین ضمناً اسے بھی منع نہ کریں گے۔

و کم من شیء یثبت ضمناً ولا یثبت قصداً و هذا معنی قول العلماء  
 حق الکافر فظہر الجواب عما اعترض بہ العلامة الطحطاوی علی جعلہ  
 غایۃ و لله الحمد ولا حاجة الی ما اجاب بہ العلامة الشامی و لله الحمد  
 و ظہر الجواب عما ظن العلامة شیخی تہاد فی مجمع الانہر من التعارض بین  
 تعلیلہم بان کلہما للمسلمین و بین قولہم حق الکافر و لله الحمد۔  
 کئی چیزیں ضمناً ثابت ہوتی اور قصداً ثابت نہیں ہوتیں اور علماء کے قول (حتی الکافر) حتی کہ کافر کا یہی معنی ہے تو علامہ طحطاوی نے اس کو غایت قرار دے کر جو اعتراض کیا ہے اس سے اس کا جواب ظاہر ہو گیا، اللہ الحمد، اور علامہ شامی نے جو جواب دیا اس کی بھی حاجت نہ رہی، واللہ الحمد، نیز اس سے علامہ شیخی زادہ نے مجمع الانہر میں اپنے خیال سے فقہار کرام کی تعلیل کہ دونوں مسلمانوں کے لئے، اور فقہار کرام کے قول "حتی الکافر" میں جو تعارض سمجھا اس کا جواب بھی ظاہر ہو گیا، واللہ الحمد (ت)

مسئلہ تو یہاں تک بجا و صحیح یا کم از کم ایک قول پر ٹھیک تھا مگر موقع سے اسے متعلق سمجھنے میں ایک دو نہیں بکثرت خطائیں ہوئیں جن میں تین خود عالم کے تین لفظوں سے ظاہر و مبہن (۱) ضمناً (۲) احترام (۳) ضرورت ظاہر ہے کہ اگر یہ صورت ہوتی تو اولاً کفار کا گزر ہرگز ضمناً نہ ہوتا بلکہ اصلاً جس کا انکار صریح مکارہ ہے اور وہ نہ صرف اس عالم کے اقرار بلکہ یقیناً مراد علماء کے خلاف ہے، زمانہ آمد میں مساجد تو مساجد دارالاسلام کی سڑک یا افتادہ زمین ہی پر چلنے والا کافر نہ ہوتا مگر ذمی کہ مطیع اسلام ہے یا مستامن کہ سلطان اسلام سے پناہ لے کر داخل ہوا، اور یہ دونوں تابع اسلام ہیں آخر نہ دیکھا کہ انہیں عبارات میں علمائے مساجد کی طرح مطلق راستوں کو بھی مسلمانوں کے لئے بتایا کہ اور ہیں تو ضمنی و تابع ہیں۔

لے و ۵ در مختار، کتاب الوقف ۳۸۲/۱ طحاوی علی الدر المختار کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۵۴۳/۱  
 ۵۴۸/۱ مجمع الانہر شرح ملتقى البحر کتاب الوقف فصل اذ بنی مسجد دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۳۸/۱



ثانیاً یہاں احترام ناممکن تھا جنب و حائض کی ممانعت پر اصلاً اختیار نہ ہوتا خصوصاً کفار کو اجازت ہو کر، اور اس ممانعت کو مسلمانوں کے ساتھ مخصوص کرنا محض ظلم ہے، صحیح یہ ہے کہ کفتر بھی مکلف بالفروع ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ :

یتساءلون عن المجرمین ۝ ما سئلکم فی سقر ۝ قالوا لہم نیک من المصلین ۝ ولم نیک نطعم المسکین ۝ وکتنا نخوض من الخاضین ۝ وکتنا نکذب بیوم الدین ۝  
 پوچھتے ہیں مجرموں سے تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی، وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے اور یہودہ فکر والوں کے ساتھ یہودہ فکریں کرتے تھے اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے (ت)

اور بالفرض وہ مکلف بالفروع نہ سہی ہم تو مکلف ہیں بحال جنابت و حیض مسجد میں جانا ضرور بیت اللہ کی بھیر متی اور دربار ملک الملوک عز جلالہ کی بے ادبی ہے تو ہمیں کیونکر روا ہوا کہ ایسی شنیع تجویز خود پیش کریں اور بیت اللہ کی حرمت پامال کرائیں، چنانچہ تو بالا جماع مکلف نہیں، کیا مسلمان کو روا ہے کہ کتے یا سورت بلکہ نا سمجھ بچے یا مجنون کو مسجد میں جلتا دیکھے اور جھکا بیٹھا رہے کہ وہ تو مکلف ہی نہیں، حاشا حفظ مسجد پر یہ تو مکلف ہے اور ترک منع اس کا گناہ ہے کہ بے ادبی مسجد پر راضی ہو یا کم از کم ساکت رہا، حدیث میں ارشاد ہوا :

جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانیتکم  
 رواہ ابن ماجہ وعبد الرزاق عن  
 واسئلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
 اپنی مسجدوں کو بچوں اور دیوانوں سے بچاؤ۔  
 (اسے ابن ماجہ اور عبد الرزاق نے واسئلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

جب احتمال بے ادبی پر غیر مکلفوں کو نہ روکنا خلاف حکم حدیث ہے تو مساجد کو بھیر متی یقینی کے لئے خود پیش کرنا کس درجہ جرم شنیع و خبیث ہے۔

ثالثاً اس میں جانوروں کا نہ جانا بھی ہرگز نہ ہوتا اگرچہ کہہ دیا جاتا کہ یہ پسیدل کے لئے ہے، متعہود و معروف یہ ہے کہ پختہ سڑک جسے گولا کہتے ہیں اصالۃً صرف بگھیوں ٹمٹوں کے لئے بنی ہے اور اس کے پہلوؤں پر جو راہ پیادوں کے لئے چھوڑی جاتی ہے بیل گاڑیوں، چھکڑوں، گائے بیلوں گدھوں

کے لئے وہی ہوتی ہے، ولہذا ان میں سے جو چیز سڑک پر چل رہی ہے اور کوئی لگھی آجائے تو ان سب کو اُسی پیادہ کی راہ میں ہٹنا ہوتا ہے ان کا استحقاق اسی میں سمجھا جاتا ہے اور معروف مثل مشروط ہے تو پیدل کے لئے کہنے کے یہ معنی ہیں کہ گھوڑا گاڑی کے سوا سب کے لئے ہے، آخر نہ دیکھا کہ جب آپ نے اس زمین کو سڑک سے کچھ مرتفع رکھنا چاہا یہ منظور نہ ہوا کہ اس میں گاڑیوں کی ممانعت تھی اور چھت آٹھ فٹ بلند ٹھہری کہ پیادہ کی حاجت سے بہت زائد ہے، لطف یہ کہ آپ اب بھی اُسے زیر مسئلہ مذکورہ لانا چاہتے ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔

**رابعاً** بفرض غلط اگر ممانعت ہوتی تو سواریوں کے لئے مگر گائے، بکری، بھیڑ کے گلے کوڑے اینٹوں کے گدھے نہ سواری نہ سواری یہ قطعاً پیادہ ہی میں شامل رہتے۔  
خاصاً یہ بھی نہ سہی پیادہ گوروں اور جنٹلمینوں کے کتوں کا استثنائے کیونکر ممکن تھا وہ تو ضرور پیادہ ہیں اور یہ ان کے دم کے ساتھ۔

سادساً جانے دو بھنگنیں کہ ٹوکے لئے نکلتی ہیں وہ تو ہر طرح پیادہ آدمی ہیں ان کی ممانعت کس گھر سے آتی، تو آفتاب سے زیادہ روشن کہ یہ مسئلہ صرف اسلامی سلطنت کے ساتھ خاص ہے جہاں کفار تابع مسلمین ہوتے ہیں اور جہاں ہر طرح ہم احترام مساجد قائم رکھنے پر قادر ہیں غیر اسلامی عملداری میں اس کا اجرا خود اصل مسئلہ کا ابطال اور مسجدوں کی صریح بھرتی وابتدال ہے۔

سابعاً یہاں ایک نکتہ جلیلہ و قلیہ اور ہے جس پر مطلع نہیں ہوتے مگر اہل توفیق و مایعقلہا الا العلمون (اور انھیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔ ت) وہ یہ کہ مسجد میں کسی امر کا جواز اور بات ہے اور اُس کا استحقاق اور۔ صورت مذکورہ علماء میں حکم جواز ہے نہ حکم استحقاق کہ مساجد تو جمیع حقوق عباد سے ہمیشہ کے لئے منزہ ہیں، قال اللہ تعالیٰ وَاِنَّ الْمَسْجِدَ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔ ت) تو حکم صرف سلطنت اسلامیہ میں چل سکتا ہے غیر اسلامی سلطنت میں جو مرنایا جائیگا ضرور اس میں کفار خصوصاً حکام کا مرور بطور دعویٰ و استحقاق ہوگا اور یہ قطعی ابطال مسجدیت و ہتک حرمت اسلام و خلاف کلام ذی الجلال والا کرام ہے اگرچہ بفرض محال ہر طرح کا احترام قائم ہی رہے تو سلطنت غیر اسلامیہ کے لئے یہ مسئلہ قرار دینا صریح جہل و ظلم عظیم ہے انھیں سات وجوہ پر نظر فرمانے سے واضح ہو سکتا ہے کہ من الیٰ فی علیٰ کا ترجمہ جان لینا فقہات نہیں فقہات چہیزے دیگرست۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تمانہ بخشہ خداے بخشندہ

(یہ سعادت زور بازو سے حاصل نہیں ہوتی جب تک عطا فرمانے والا مالک عطا نہ فرمائے)

**ثامناً [ف، ضرورت کی بحث]** رہی ضرورت تنگی، اس کا حال ظاہر ہے کہ پیدل تو پیدل گاڑیوں کے لئے وسیع سڑک موجود ہے، علماء نے یہاں یہی ضرورت تحریر فرمائی ہے اور یہی حکم جواز فی نفسہ کا کفیل ہے، ضرورت اکراہ شرعی نہ یہاں محقق نہ اس میں یہ صورت صادق، اُس سے جواز شے فی نفسہ نہیں ہوتا رفع اثم ہوتا ہے، وہ بھی صرف نکرہ سے، وہ بھی صرف وقت اکراہ، وہ بھی صرف اتنی بات پر جس پر اکراہ ہوا، اگر بعض ادیان اُلٹے چلے تو ان شاء اللہ العزیز اُس وقت ان مباحث جلیلہ کی تفصیل کر دی جائے گی جس سے روشن ہوگا کہ یہاں ادعاے ضرورت اکراہ کیسا جہل شدید تھا، بالکل یہ تدبیر بھی محض باطل و ناصواب تھی اور اتنا خود عالم کو اُسی تقریر میں اقرار ہے کہ نہایت تنزل اور بقول ضعیف اور مخلص کے طور پر صورت مجوزہ بنے بہر حال وہ کئی نمبروں نے منظور نہ کی اُس وقت عالم نے یہ دوسری تجویز نکالی جس پر تصفیہ ہوا کہ چھتا مسجد اور زمین سڑک - تقریر مذکور میں ہے: اس گفتگو میں تمام وقت صرف ہو گیا مصالحت کی امید منقطع ہو گئی اُس وقت میں نے یہ صورت پیش کی کہ سر دست ہم کو والا ان کی چھت پر قبضہ دے دیں کہ ہم بنائیں۔ اس کے بعد ایک فقہ دھوکا دینے والا ہے کہ اور زمین بھی دے دیں اُس کو بھی ہم ہی بنائیں حسب قواعد میونسپلٹی جو تمام عمارات کے واسطے عام ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ زمین ہم کو واپس مل جائے ہم اُس پر پہلی سی عمارت بنالیں، اس سے آسان تر کہ تدبیر اول میں تھا وہ تو ممبر نے مانا نہیں اُس کے بعد اُس کے کہنے کی کیا گنجائش ہوتی اور کہا جاتا تو مانا کیوں جاتا اور یہ وہ کہا گیا جو مانا گیا کہ اس کی نسبت تقریر مذکور میں ہے، غرض کہ تینوں دفعات حسب دلخواہ ملے ہو گئے۔ پھر باریابی گورنمنٹ اور بارپہننے کا ذکر کر کے کہا: اس کے بعد موافق تجویز دی روزہ تینوں مقاصد ہمارے حاصل ہوئے۔ یعنی جواب ایڈریس اُن کے مطابق ملا تو زمین دے دیں اُس کو بھی ہم ہی بنائیں کے وہ معنی ہیں جو جواب ایڈریس میں ہے کہ متولیوں کو ایک چھتا دار محراب بنالینی چاہئے اور ان عمارات کے نیچے بھی ایک گزرگاہ تعمیر کر لینی چاہئے جو میونسپل بورڈ کی مجوزہ تجاویز کے عین مطابق ہے۔ غرض تجویز پیش کردہ عالم کا یہ حاصل تھا کہ ہم کو ایک چھتا بنالینے دیا جائے جو مسجد بٹھر کر ہمارے قبضہ میں رہے اور اس کے نیچے سڑک چلے اور یہ سعادت بھی ہمیں کو بخشی جائے کہ زمین مسجد پر یہ سڑک ہم ہی تعمیر کریں جو بعینہ تجویز چوٹگی ہے۔

**[ف، تجویز دوم کی شناسائیں]** اس تجویز کا حال خود مجوزہ کا قال بتا رہا ہے تدبیر اول کہ نام منظور ہوئی اسے نہایت تنزل بتایا تھا اور نہایت کے بعد کوئی درجہ باقی نہیں رہتا تو یہ تجویز کہ اس سے بدرجہا گری ہوئی ہے کسی تنزل پر بھی دائرہ حکم شرعی میں نہیں آسکتی بلکہ حکم کی صریح تبدیل ناقابل تاویل ہے،

تدبیر اول کو بقول ضعیف کہا تھا تو اس کے لئے کوئی ضعیف روایت بھی نہیں محض باطل و ایجاد بندہ ہے تدبیر اول کو مخلص کے طور پر کہا تھا تو یہ مخلص بھی نہیں بلکہ مجلس ہے یعنی مسجد کو ہتک حرمت کے لئے پھسانا۔ اور تقریر میں اقرار ہے کہ میں نے یہ صورت پیش کی۔ یہاں ہمارے استفسار دوم کا جواب کھلا، ایسی باطل و حرام ہتک اسلام صورت اگر اُدھر سے پیش ہوتی اور عالم بلا جبر و اکراہ تام اُسے تسلیم کر لیتا تو شرعاً سخت کبیرہ عظیمہ شدیدہ کا مرتکب نہ تھا نہ کہ خود اپنی تجویز سے ایسی صورت نکالنا اور اُسے پیش کرنا اُس پر منظوری لینا اس کی شہادت کا کیا اندازہ ہو، نَسَّالَ اللہ العفو والعافیۃ۔

(۲۳) پھر یہ نہیں کہ عالم نے اُس وقت کم علی یا نافہی سے اس صورت کا باطل و خلاف شرع ہونا نہ سمجھا نادانی سے اُس وقت مجوز ہو بیٹھا۔ نہیں نہیں بلکہ اُس وقت بھی حکم شرعی معلوم تھا تقریر مذکور میں اس تجویز کے پیش کرنے سے پہلے کا بیان ہے کہ مسجد کے دیکھنے اور وہاں کے احوال سننے سے تسلیم کر لینا پڑا کہ جزد متنازعہ جزو مسجد ہے اس کے بعد مجھے مخلص نکالنا بہت دشوار ہو گیا میں ہرگز کسی طرح یہ نہیں کہہ سکتا کہ مسلمانوں کو کسی جزو مسجد کو کسی دوسرے مصرف میں لانا جائز ہے تو دیدہ و دانستہ ارتکاب ہوا۔

(۲۴) پھر یہی نہیں کہ اُسے صرف ابتدائی درجہ کا حرام جانا ہو بلکہ وہیں تصریح ہے کہ میں یقین کرتا ہوں کہ اس جزو کو اصل مسئلہ سے زیادہ اس کے طرز اہتمام نے اہم کر دیا اور یہ واقعہ پانچ ۳ اگست نے تو احترام اسلام کا سوال پیدا کر دیا اور شعار اسلام کے ہتک ہونے میں کسی کو بھی شبہ نہ رہا۔ یا رب یہاں تک جان کر پھر ہتک اسلام کی آپ تجویز پیش کرنے کو کیا سمجھا چاہئے فاتا للہ وانا الیہ راجعون اس قول عالم کے معنی یہ ہیں کہ ہتک حرمت مسجد ضرور ہتک شعار اسلام ہے خصوصاً غیر مسلم سے خصوصاً حکومت کہ اس کا ہتک حرمت اسلام ہونا خود ہی واضح تر ہے جسے واقعہ ۳ اگست نے سب پر ظاہر کر دیا۔ اس عبارت عالم کا یہ مطلب ہے ورنہ اگر عالم کے نزدیک اصل معاملہ میں ہتک حرمت اسلام نہ تھی تو واقعہ ۳ اگست کہ محض برہنہ قانون شکنی تھا اسے ہتک حرمت اسلام نہ کر دیتا۔ خانہ جنگی وغیرہ میں کتنے مسلمان مائخوذ و منزایا ہوتے ہیں اُسے کوئی ہتک حرمت اسلام نہیں سمجھتا کہ اصل معاملہ حرمت اسلام کا نہ تھا۔ عالم کا یہ قول یاد رکھنا چاہئے کہ خود اس کے منہ اُس کی کارروائی کا حاصل کھلتا ہے نَسَّالَ اللہ العفو والعافیۃ۔

(۲۵) پھر یہ نہیں کہ عالم اُس وقت حالت اکراہ میں ہو کہ الا من اکرہ لا قلبہ مطمئن بالايمان (مگر جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ ت) سے فائدہ لے سکے وہ ابھی ابھی تدبیر اول پیش کر کے زیادہ کے لئے صاف جواب دے چکا تھا تقریر مذکور میں ہے، میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ احکام مذہبی میں کوئی



کچھ دخل نہیں دے سکتا حقیقت جس طرح وہ حصہ لیا گیا ہے اسی طرح واپس کیا جائے نہایت تنزل صورت مجوزہ ہے اگر اس پر بھی رضامندی نہیں ہوتی پھر حکام کو اختیار ہے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا ہوں۔ عالم کی اس تقریر کو ہمارے سائل فاضل نے جواب استفسار مفہم میں یوں بیان کیا: گفتگو کے اثناء میں اس نے صاف کہہ دیا کہ میرا کام مسئلہ بتا دینے کا ہے خدا کے گھر کا معاملہ ہے میرا گھر نہیں ہے جس طرح وہ چاہے اور اس کا حکم ہو بننا چاہئے نہ کہ جس طرح میں یا آپ چاہوں علماء کو جمع کرنا چاہئے مسلمانوں کو جس سے اطمینان ہو وہ کرنا چاہئے۔ یہ تمام کلمات حق تھے انھیں کہہ کر پھر حق سے ایسے شدید ناحق کی طرف عدول کیوں ہوا مگر اگر نہ مانتے اتنے ہی پر ختم کرنا فرض تھا نہ عالم پر الزام رہتا نہ معاملہ میں یہ سخت بیچ پڑتا، مگر مشیت آڑے آئی اور عالم سے چونہ ہونا تھا ہوا، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

(۲۶) پھر اس سے بھی اشد ظلم یہ کہ اس عرام شرعی کو حسب دلخواہ اور نہایت مسرت خیز و موجب اطمینان دلجمعی مسلمانان اور مسئلہ شرعیہ کی صورت سے بھی بہتر اور اس کے دن کو اسلامی تاریخ کا زیریں دن کہا گیا اور خود شعاب اسلام کا ہتک بنا کر بقائے احترام اسلام کا یہ باتیں بہت سخت تر ہیں نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۲۷) پھر اس کا یہ شدید ضرر قاصر نہ رہا بلکہ عام عوام مسلمین تک متعدی ہوا انھوں نے اس عالم ہی کے بھروسے حرام کو حلال، ماتم کو مسرت، ہتک حرمت اسلام کو اسلام کا احترام سمجھا۔

(۲۸) ان وجوہ نے معاملہ کی گتھی بہت کڑی کر دی اور اس نرے زبانی بیان کو کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع کو شاں رہیں گے، کہ محض برائے گفتگو تھا حرف غلط کر دیا مریض جب مرض کو شفا سمجھے پھر ہوس علاج جنون ہے۔

(۲۹) پھر اتنے ہی برس نہیں بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے نظر ہو گیا اسلامی عالم جسے قومی لیڈر اور گویا تمام مسلمانان ہند کا وکیل سمجھا گیا اس کی ایجاد کی ہوئی تجویز اس کی پیش کی ہوئی تجویز پھر گورنر جنرل کی منظوری پھر تمام اسلامی حلقوں میں اس پر اظہار مسرت و خوشی پھر عالم کا اسے اسلامی تاریخ میں زیریں دن اور بقائے احترام اسلام اور موجب دلجمعی و اطمینان و نہایت مسرت خیز کہنا اسے پتھر کی لکیر کر گیا، مسجد کا مڑکوں ریلوں نہروں سے تصادم نہ کوئی نئی بات نہ کبھی ملتے جلتا کہ خود جواب ایڈریس میں مذکور ہے مگر اس پر کتنے اطمینان بخش وہ الفاظ گورنمنٹ تھے کہ گورنمنٹ ہمیشہ کوشش کرے گی کہ مسئلہ متنازعہ کو اس طور پر حل کرے جو تمام اشخاص متعلقہ کے لئے قابل اطمینان ہو۔ عالم اور عوام کی ان کارروائیوں نے انھیں کتنے ہی بُرے معنی کی طرف پھیر دیا انھوں نے چیخ و پکار اور جلسوں روشنیوں کی بھرمار سے بتا دیا کہ یہ صورت



ہمارے لئے نہایت قابل اطمینان ہے جب تصادم ہو مسجدیں توڑ کر ہوا پر کر دو اور نیچے سڑکیں ریلیں نہریں  
 دوڑادو، بس مسئلہ اس طور پر حل ہو جائے گا جو تمام اشخاص متعلقہ کے لئے قابل اطمینان ہے، کیا عالم اور  
 عوام کو کوئی منہ رہا ہے کہ اس وقت کچھ شکایت کریں یا چارہ جوئی کا نام لیں، کیا ان سے نہ کہا جائے گا کہ  
 عقل کے ناخن لویہ وہی تو نہایت مسرت خیز و موجب اطمینان و احترام اسلام اور اسلامی تاریخ کا زریں  
 دن ہے جسے تم آپ پیش کر کے منظور کرا چکے ہو۔

(۳۰) پھر نری نظیر ہی نہیں بلکہ جو قانون معاہدہ بنایا جاتا ہے اس کے لئے کافی مادہ ہے احترام مساجد  
 کو یہی دفعہ بس ہوگی کہ ان کا زمین پر رکھنا کچھ ادب نہیں بلکہ چھتوں پر اٹھا کر سروں سے اونچی کر دی جائیں  
 اور اصل مسجد یعنی زمین پر جو چاہیں بنائیں عالم و عوام اس اپنی ہی پیش کردہ پسندیدہ دفعہ کا دفعہ کہاں سے  
 لائیں گے، افسوس کہ یہ شدید ہتک اسلام خود فرزند ان اسلام کے ہاتھوں ہو انا للہ وانا الیہ راجعون  
 یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ جو بھلاوے دیے جاتے ہیں کہ ایک محکمہ قانون تحفظ معاہدہ کا بنایا جانا فستار  
 دلوادیا گیا ہے جس سے حسب تصریح ممبر اس متنازع فیہ حقے کا بھی مسلمانوں کے موافق ہونا متوقع ہے  
 اور فیصلہ پر ایک نظر میں یہ تاکید حکم سنا جانا بتایا کہ اس کی تعمیر میں احکام اسلامیہ کے احترام کو  
 ہر طرح پر نظر رکھنا چاہئے۔ سب روغن قاز کی بھی وقعت نہیں رکھتے، مانا کہ قانون ضرور بنے، مانا کہ  
 تاکید حکم بیشک ہوا مگر احترام کے معنی تو آپ نے بتا دیے کہ ہم اسے احترام اسلام کہتے ہیں جسے  
 خود اپنے منہ سے ہتک حرمت اسلام کہہ چکے ہیں، بس اسی پر قانون بنوالیجے اور اسی کی نسبت تاکید  
 حکم تصور کیجئے

خوشتن کردہ را علاج خواہ

(اپنے کئے کا کوئی علاج نہیں)

یارب! معنی خود اٹے مٹھرانا اور خالی لفظ پر عوام کو بھلانا کس لئے۔

(۳۱) [عذر بدتر از گناہ کے رد] طرفہ تر عذر بدتر از گناہ سُنئے، تقریر مذکور میں ہے، میں نے  
 اس لئے اس کو اپنی صورت مجوزہ (یعنی تدبیر اول نا منظور) سے بھی بہتر خیال کیا کہ قواعد میونسپلٹی  
 سے ممکن ہے کہ ہم کو بہتر موقع اس کے حاصل کر لینے کا ہو۔ ایسے حرام و ہتک اسلام کو اپنے منہ  
 پیش کر کے منظور کرانا اور اس امید ہو کہ ممکن ہے میونسپلٹی ہمیں واپس دے اُس کے ارتکاب کی نہ صرف  
 تجویز بلکہ تحسین کا موجب بٹھرانا عجیب فہم بلکہ تازہ شریعت ہے۔ کیا جیسا کہ کہا جاتا اور مراسلات کا مرید وغیرہ  
 میں بیان ہوا ہے، یہ میونسپلٹی وہ نہیں جس نے کثرت رائے کا بھی خیال نہ کیا اور مسجد کے خلاف ہی فیصلہ دیا۔

لا یلدغ المؤمن من جُحْرٍ واحدٍ مرتین ۱۰ مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا (ت) خاص گورنمنٹ، کون گورنمنٹ وہ جس نے کھائیں تمھارے لئے پیام امن لایا ہوں وہ جس نے کہا مذہبی باتوں کے متعلق وہی پالیسی ہے اس میں کوئی تغیر نہیں، وہ جس نے کہا حقوق مساجد کا ہمیشہ لحاظ رکھا جائیگا اور سب مسلمانوں کے اطمینان کے قابل فیصلہ کیا جائے گا اسے چھوڑ کر میونسپلٹی کی رحمت پر بھروسہ کرنا وہاں اپنے منہ حرمت اسلامیہ کو پامالی کے لئے خود پیش کرنا اور اس کے ازالہ کی امید چوگی سے رکھنا کس درجہ بد قسمتی ہے۔

(۳۲) میونسپلٹی اگر موافق بھی ہوتی تو فیصلہ خاص گورنمنٹ کے بعد اس سے نقص کی امید کتنی غلط امید ہے۔ (۳۳) بفرض غلط اگر میونسپلٹی آپ کو کچھ بھی دے کہ یاں یہ زمین خاص مسجد کی ہے چوگی کا اس پر کچھ دعویٰ نہیں تو کیا وہ اس حکم حتمی گورنمنٹ کو بھی منسوخ کر دے گی کہ یہ ضرور ہے کہ عام پبلک اور نمازی آتے بطور ٹرک کے استعمال کرنے کے مجاز ہوں اور جب یہ برقرار رہا تو وہ کیا ہے جسے آپ میونسپلٹی سے حاصل کر لیں گے جس کے سبب اُس اپنے اقراری اشد عرام و ہتک اسلام کو زائل کر لیں گے۔ (۳۴) بفرض باطل یہ بھی ممکن ہے تو ایک امید موہوم کے لئے، جس کا نہ وقوع معلوم نہ سال دس سال مدت معلوم، اس وقت ایسا عرام آپ تجویز کرنا اس وقت حرمت اسلام کو ہتک کے لئے خود پیش کرنا کس شریعت نے جائز کیا ہے۔

(۳۵) موہوم ہونے کی یہ حالت ہے کہ خود بھی اس کے حصول پر اطمینان نہیں تقریر میں عبارت مذکورہ کے متصل ہے اگر نہ ملا تو ہم مجبور ہیں ویسا ہی تصور کرینگے جیسا اس وقت دہلی کی جامع مسجد میں انگریزوں کو جوتا پہنے آنے سے روک نہیں سکتے۔ مجبور کس نے کیا، آپ تجویز نکالو، آپ پیش کرو، آپ منظور کرو، آپ خوشیاں مناؤ، اور پھر مجبور کے مجبور۔ انگریزوں کا جوتا پہنے پھرنا اگر وہاں کے مسلمانوں کی خوشی سے ہے تو ان پر بھی الزام ہے اگرچہ آپ پر اشد ہے کہ کہاں نادرا لگا ہے ماسے کسی انگریز کا آنا اور کہاں یہ شبانہ روز کی پامالی، گو بر لید متالی، اور اگر مسلمانوں نے اس کی اجازت نہ دی تو یہ آپ کی تو خود کردہ ہے اس کا اس پر قیاس کیسا!

(۳۶) سب جانے دیجئے امید و موہوم و مظلون سب سے گزر کر بفرض محال میونسپلٹی سے اُس کا استحصال

اور مرد و استعمال کا بالکل زوال سب قطعی و یقینی ٹھہرا لیجئے پھر الزام کیا دفع ہوا، کیا کوئی گناہ حلال ہو سکتا ہے جبکہ ایک زمانہ کے بعد اس کا زوال یقینی ہو یوں تو شراب و زنا بھی حلال ہو جائیں گے کہ ہمیشہ کے لئے نہ وہ مستقر نہ یہ مستمر، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ یہ ہے وہ تقریر ”مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نکتہ“ جس پر عوام کو وہ کچھ وثوق وہ کچھ ناز ہے واستغفر اللہ العظیم۔

الحمد للہ دو استفسار پیشین کے جواب میں یہی چھتیس نظریں کافی دوائی ہیں جن میں اس فیصلہ پر ایک نظر پر بھی پندرہ نظریں ہو گئیں، اور نہ صرف اسی قدر بلکہ مسئلہ و فیصلہ کے پہلوؤں پر کافی روشنی پڑ گئی جس کے بعد عاقل کو امتیاز حق و باطل کے لئے ان اشارات اللہ العظیم زیادہ کی حاجت نہ رہی جواب باقی استفسارات کا حال بھی یہیں سے مکمل کیا لہذا ان پر بالاجمال دوچار لفظ لکھ کر کلام تمام کریں وبالله التوفیق۔

### متعلق جواب استفسار سوم

اس کے فقرے فقرے کا رد اور گزر چکا، گورنمنٹ نے خود خواہش تصفیہ کی، بہت اچھا کیا، مگر تصفیہ میں یہ تجویز جو خود عالم کے اقرار سے حرام اور بلاشبہ متک حرمیت اسلام ہے، عالم نے آپ ہی پیش کی بہت بُرا کیا، پھر اُسے نہایت محسرت خیر و زین و زینہ و خیرہ کہا اور سخت بُرا کیا۔

(۳۷) [اس تجویز نے کیا دیا اور کیا لیا اس کا موازنہ] نہ کہ قیدیوں کو بلا مقابلہ کسی امر کے چھوڑ دینا چاہا، جواب ایڈریس میں کسی مقابلہ کا اشارہ تک نہیں لکھنؤ کے ایک انگریزی اخبار میں ہے کہ بلا شرط چھوڑا گیا، ممکن ہے کہ باہم خفیہ گفتگو میں ذکر شرط آیا ہو، اب سوال یہ ہے وہ شرط کیا تھی اور جزا کے ساتھ ہم قیمت تھی یا بہت گراں، ہمارے سائل فاضل کا بیان ہے کہ بلکہ اس کو مشروط کیا کہ مسلمان آئندہ مقدمات چلائیں، یعنی زمین مسجد سے دست بردار ہو جائیں (دیکھو ہمارے بیانات میں نمبر ۲۰ تا ۲۱) اور مسجد کی زمین پر بعینہ اسی طریقہ کی عمارت نہ تعمیر کریں یعنی جس سے وہ مسجد کے لئے محفوظ رہے اور سڑک کے کام میں نہ آ سکے ورنہ عمارت کی کسی ہیئت معینہ سے بحث کے کوئی معنی نہیں تو حاصل شرط مسجد کی مسجدیت کا ابطال اور اس کی زمین کا سڑک میں استعمال اور اس کی حرمت کا اسقاط و ابتذال تھا، اسی کی پابندی سے عالم نے یہ اخیر ناشدنی تجویز نکالی جو منظور ہو کر نظیر ہو گئی اور جس نے ہمیشہ کے لئے تمام مساجد ہند کی حرمت بیج ڈالی۔ اب اس کا اور جزا یعنی ریائی ملزمان کا موازنہ کر لیجئے خاص اشخاص کی قید ضرر خاص تھا اور وہ بھی جسمانی اور وہ بھی منقطع اور مساجد کی بیکرمی و ابطال مسجدیت اور اس کے خود پیش کرنے پھر منظور کرانے پھر اُس پر اظہار رضا و مسرت سے ہمیشہ کے لئے اُس کا نظیر بننا کتنا سخت ضرر عام تھا اور وہ بھی دینی اور وہ بھی مستمر، اسی کو عالم نے خود کہا تھا

کہ شعار اسلام کے ہتک ہونے میں کسی کو شبہ نہ رہا، ایک مسجد کا ضرر عام ہے کہ مسجد عام مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے نہ کسی خاص کی، اور ضرر عام ضرر خاص سے اقویٰ، اسی پر مبنی ہے فتح القدر و بحر الرائق و درر وغرر و تنویر الابصار و در مختار و غیرہ معتدات اسفار کا مسئلہ کہ مسجد ضائق و یجذبہ ارض لرجل الخ (جب مسجد تنگ ہو جائے اور اس کے پہلو میں ایک شخص کی زمین ہو) جب صرف غازیوں پر جگہ کی تنگی ایسا ضرر مہم سمجھی گئی تو مسجد کی مسجدیت کا ابطال شعار اسلام کا وہ ہتک و ابتذال اور پھر نہ ایک مسجد کے بلکہ قاعدہ مستمرہ مساجد کیلئے کس درجہ اشد و اشنع ضرر عام مسلمین و ضرر نفس اسلام و دین ہے عقل و فعل و عرف و شرع کا قاعدہ تو وہ تھا کہ ضرر عام سے بچنے کو ضرر خاص کا تحمل کرتے ہیں، اشباہ والنظائر میں ہے:

یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام (جاسکتا ہے۔ ت)

یہاں چند روزہ خفیف ضرر خاص چند اشخاص سے بچنے کو اتنا عظیم ضرر عام و اضرار اسلام مستمر و مدام گوارا کیا، اب سوا اس کے کیا کہنے کہ یلیت قومی یعلومون (کسی طرح میری قوم جانتی۔ ت)

(۳۸) عموم و خصوص ضرر سے قطع نظر آخر اتنا تو عالم کو بھی اقرار ہے کہ اس میں ہتک حرمت اسلام ہے پھر کون سی شریعت ہے کہ بعض اشخاص کو قید سے چھڑانے کے لئے مسجد پر چڑھانا اور ان کی حرمتیں پامال کرنا اور اُس پامالی کو نظیر مستمر بنانا حلال ہے، زید کا باپ بیمار تھا اور بھائی کو زکام، ایک ڈاکٹر جس کے ہاتھ میں اللہ عزوجل نے اُن بیماریوں کا یقینی علاج رکھا تھا دُور سے اُسے سُن کر آیا اور آیا بھی کیسا یہ کہتا آیا میں تمہارے لئے پیام شفا لایا ہوں اور خاص نصرتاً برادر و پیردو فوں کا نام لے کر کہا کہ اُسے بھی دوا دوں گا اور اس کا بھی خاص توجہ سے پورا اطمینان بخش معاالجہ کروں گا، با اینہم زید نے اپنے وہم خواہ کسی کمپوٹر کے کہنے سے یہ خیال دل میں پکالیا کہ باپ جب تک زندہ ہے بھائی کو دوا نہ دی جائیگی، لہذا بھائی کا زکام جانے کے لئے باپ کو قتل کر دیا، ایسی صورت کو کیا کہیں گے، یا نہ سہی یہی فرض کر لیجئے کہ ڈاکٹر نے وہ کچھ کہہ کر خود ہی بھائی کے علاج کو باپ کی موت پر مشروط کر دیا، کیا اس صورت میں بھائی کا

لے فتح القدر کتاب الوقف فصل اخف المسجد باحکام مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۴۵/۵

بحر الرائق فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۵/۵

الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الوقف مطبعة احمد کمال ۱۳۶/۲

لے الاشباہ والنظائر الفہم الاول تنبیہ بحمل ضرر الخاص لاجل دفع ضرر العام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲۱/۱

سے القرآن الکریم ۲۶/۳۶



زکام کھونے کو باپ کا قتل روا ہے۔

(۳۹) استفسار یہ نہ تھا کہ ملزم شرط پر چھوٹے یا بلا شرط، جس کا یہ جواب دیا گیا، بلکہ سوال یہ تھا کہ اُن کی آزادی کے بعد اور کیا منازعت رہ گئی تھی جسے عالم نے قطع کیا اور کیونکر قطع کی، یہاں بھی بعض اصحاب نے استفسار کیا کہ دیکھ کر کہا تھا کہ ان کی حکمت سمجھ میں نہ آئی کس کس غرض سے یہ امور دریافت کئے ہیں ہمارے استفسار دوم کی حکمت اور معلوم ہو چکی، اس سوم کا فائدہ یہ تھا کہ یہاں دو ہی نزاعیں تھیں، گورنمنٹ کا ملزموں پر دعویٰ، مسلمانوں کا زمین مسجد پر دعویٰ۔ گورنمنٹ نے عالم سے مصالحت کی، مصالحت ایک طرف تو تھی نہیں اور رہائی ملزمان کوئی فعل مشترک نہ تھا کہ فریقین نے کیا اور طرفین سے قطع نزاع متحقق ہوا، وہ تو تنہا فعل گورنمنٹ تھا کہ خود ہی وہ اُسے بجالائی اور اپنی طرف سے قطع نزاع کی، اُس کے بعد دوسری نزاع کیا تھی کہ ادھر سے قطع کی گئی، لاجرم اس کا جواب یہی تھا کہ گورنمنٹ نے قیدی چھوڑے مسلمانوں نے مسجد چھوڑی، ولہذا سائل فاضل نے استفسار دوم کی طرح سوم کے جواب سے بھی پہلو تہی کی اور وہ زائد بات لکھ کر اس گول مبہم پر قناعت فرمائی کہ گورنمنٹ اور مسلمانوں سے مقدمات اور اس کے ضمن میں باہم کشیدگی و منازعت تھی جس کو عالم نے قطع کر دیا۔ سوال تھا منازعت کیا تھی کیونکر قطع کی؟ جواب ہوا کہ تھی اور قطع کی غرض یہاں کے بعض اصحاب فائدہ استفسارات نہ سمجھیں مگر سائل فاضل نے خوب سمجھا اور اپنی اعتیاد کا حق ادا کیا۔

### متعلق جواب استفسار چہارم

قبضہ کی کافی بحث اور گزری کہ زمین پر قبضہ دینا نہ ٹھہرا بلکہ ہوا پر۔

(۴۰) [زعم حصول قبضہ کا رد] رہا ممبروں کا کہنا ہم عمارت کی اجازت دیں گے جو قانوناً و عرفاً قبضہ ہے اگرچہ گورنر جنرل لفظ قبضہ کو اپنی زبان سے نہ کہیں، شرعاً راستہ پر چھٹا نکلانے چھٹا پاٹنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اگر کوچہ غیر نافذ ہو تو سب اہل کوچہ کی اجازت سے، اور شارع عام ہو تو سلطان کی اجازت سے بلکہ بلا اجازت سلطان بھی نکلانے سے گنہگار نہ ہوگا اگرچہ مزاحمت کے بعد اتار دینا واجب ہوگا۔ عالمگیری میں ہے:

ان اراد احداث الظلة في سكة غير نافذة يعتبر فيه الاذن من اهل السكة واهل يباح احداث الظلة على طريق العامة ذكر الطحاوي انه يباح ولا يائتم قبل ان يخاصمه

اگر کوئی بند گلی میں چھتہ بنانا چاہے تو گلی والوں کی اجازت معتبر ہوگی اور کیا شارع عام پر کوئی چھتہ بنا سکتا ہے، تو امام طحاوی نے مباح کہا ہے اور اس وقت تک گنہگار نہ ہوگا جب تک کوئی مخالفت نہ کرے اور مخالفت کے



احد و بعد المخاصمة لا يباح الاحداث  
و الانتفاع و ياشم بتوك الظلة  
كذا في الفصول العمادية ، وليس  
لاحد من اهل الدرب الذي  
هو غير نافذات لشرع كنيفا و  
لا ميذا بالاباذت جميع اهل الدرب  
اضر ذلك بهم اولم يضر هكذا  
في الخلاصة.

بعد نہ بنانا مباح ہوگا اور نہ ہی اس سے انتفاع  
جائز ہوگا اور اس کو باقی رکھنے سے گنہگار  
ہوگا، جیسا کہ فصول عمادیہ میں ہے، اور  
کسی کو تنگ بندگی میں کوڑا ڈالنا اور پرنا لہ  
لگانا گلی والوں کی اجازت کے بغیر حرام نہیں  
خواہ گلی والوں کو ضرر ہو یا نہ ہو، خلاصہ  
میں یوں ہی ہے۔ (ت)

اور غالباً انگریزی قانون میں بھی چوگی کی اجازت سے ایسا ہو سکتا ہے اسے کوئی غافل راہ یا سڑک کی  
زمین پر قبضہ نہ کئے گا اور دُور کیوں جائے لکھنؤ میں بام نشینان بازار کی کثرت سُنی جاتی ہے شرعاً عرفاً  
قانوناً کسی طرح وہ دکانوں پر قابض نہیں۔

(۴۱) جواب ایڈریس کا وہ جملہ کہ میں اس کو کچھ وقیع واسم نہیں خیال کرتا کہ زمین کس کے قبضہ میں رہے گی  
اس کے سمجھنے میں بہت غلطی کی گئی بحث قبضہ وقیع نہیں یعنی فصول ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ  
کہ قبضہ کسی خاص کا ہو اس سے ہمیں غرض نہیں۔ دوسرے یہ کہ ہم کسی خاص قبضہ کو ہرگز روا نہ رکھیں گے  
لہذا اس کی بحث فصول ہے، وہ بات کہ اگرچہ گورنر جنرل لفظ قبضہ کو اپنی زبان سے نہ کہیں معنی اول بتاتی ہے  
حالانکہ مراد قطعاً معنی ثانی میں ہے کہ اس کے متصل ہی، جواب ایڈریس میں ہے مگر یہ ضروری ہے کہ عام  
پبلک اور نمازی اسے بطور سڑک کے استعمال کرنے کے مجاز ہوں یعنی قبضہ عام ہونا ضروری ہے خصوصیت  
کی بحث لایعنی ہے، تو ذکر نفی قبضہ کو نفی ذکر قبضہ پر حمل کرنا صریح مغالطہ یا کھلی غلطی ہے۔ ممبر متعین نے  
صاف صاف کہہ دیا کہ یہی قبضہ ہے یعنی اور میں نے مان لیا کہ سالبہ مراد ف موجبہ ہے ایسا قبضہ عالم  
صاحب یا کوئی مسلمان ممبر صاحب اپنے گھر کے لئے بھی گوارا کریں گے یا یہ خاص اللہ عز جلالہ کے  
گھر کے لئے ہے غرض کہ قبضہ خود ممبر متعین کی زبان سے طے کر لیا۔ جی نہیں بلکہ خود اپنی زبان سے قبضہ کا  
قضیہ طے کر دیا کہ چھت ہماری اور مسجد کی زمین پر سڑک جاری، لاحول ولا قسوة الا باللہ العلی  
العظیم۔

## متعلق جواب استفسار پنجم

(۴۲) [مصالحات اس پر کی کہ مسجد مسجد کیا بلکہ وقف بھی نہ ٹھہرے] عالم کی پیش کردہ دوسری تجویز جس پر فیصلہ ہوا تقریر مذکور عالم میں صرف ان لفظوں سے ہے، اس وقت میں نے یہ صورت پیش کی کہ سر دست ہم کو دالان کی چھت پر قبضہ دے دیں الخ، اس میں کہیں کسی کی ملک نہ ہونے کا تذکرہ نہیں مگر سائل نے اسے ان لفظوں سے بیان کیا تھا کہ بعد رد و قدح عالم کی رائے سے طے پایا ہے کہ سر دست ملک اس زمین پر کسی کی ثابت نہ کی جائے کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ وقف ہے قبضہ زمین پر مسلمانوں کا دلایا جائے اس پر یہ استفسار پنجم تھا کہ یہ کسی کی ملک ثابت ہونے کی قرارداد صرف عالم کے متخیلہ میں رہا یا باتفاق فریقین طے ہوا اس کا یہ جواب ہے کہ زمین کی ملکیت گورنمنٹ اپنی ہی سمجھتی تھی ممبر سے عالم نے صاف کہہ دیا اور کہلوا لیا کہ ملک وقف میں کسی کے لئے نہیں ہوتی اسی واسطے ہم اپنے لئے بھی ثابت کرنے کے درپے نہیں۔ اس جواب میں بہت خلط مبعث ہے۔ ملک کا اطلاق دو معنی پر آتا ہے اول اختصاص مانع کہ ابتداءً اس کے لئے قدرت تصرف شرعی ثابت کرے اور اس کے غیر کو بے اس کی اجازت کے تصرف سے مانع ہو جیسے زید کا مکان زید کی ملک ہے، فتح القیور میں ہے:

الملک هو قدسۃ یتبہا الشاسع ابتداءً ۱۰ ملکیت وہ قدرت ہے جسے شارع نے تصرف  
على التصرف فخرج نحو الوکیل لہ کے لئے ابتداءً ثابت کیا ہو تو وکیل جیسے تصرف خارج ہو گئے  
اشباہ میں ہے،

وعرفه فی الحاوی القدسی اور حاوی قدسی نے اس کی تعریف یوں کی ہے وہ  
بانہ الاختصاص المحاجرۃ اختصاص جو دوسرے کی مداخلت سے مانع ہو۔  
بایں معنی تمام اوقاف علی الصبح المفتی بہ اور خصوصاً مساجد باجماع امت اللہ عز و جل کے سوا  
کسی کی ملک نہیں قال اللہ تعالیٰ وان المسجد لله (اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی  
کی ہیں۔ ت) دوم بمعنی قدرت تصرف شرعی۔ عنایہ میں ہے، الملک هو القدسۃ علی

لہ فتح القیور کتاب البیوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲۵۶/۵  
لہ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارة القرآن کراچی ۲۰۲/۲  
لہ القرآن الکریم ۱۸/۴۲

التصرف في المحل شرعاً (ملکیت، یہ محل میں تصرف شرعی کی قدرت ہے - ت) بایں معنی متولی کو مالک اوقاف کہہ سکتے ہیں۔ خزائنہ المفتین و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

لو ادعی المجدد و لنفسه ثم ادعی انه وقف الصحيح من الجواب ان كان دعوى الوقفية بسبب التولية يحتل التوفيق لان في العادة يضاف اليه باعتبار ولاية التصرف والخصومة. اگر پہلے مجدد و رقبہ کا دعویٰ اپنے لئے کیا پھر وقف ہونے کا دعویٰ کیا تو صحیح جواب یہ ہے کہ اگر وقف کا دعویٰ قرللیت کی بنا پر کیا تو پھر اس کے دونوں دعویوں میں موافقت پیدا کی جاسکتی ہے کیونکہ عادتاً وقف متولی کی طرف تصرف اور منازعت میں منسوب ہوتا ہے (ت)

یہ دونوں معنی خود اسی جواب استفسار میں موجود، اول کہا: ملک وقف میں کسی کے لئے نہیں ہوتی۔ اس کے متصل ہی اپنے مشیر قانونی کا قول نقل کیا کہ ہماری ملک غصب سے نہیں چلی گئی۔ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ ہرگز کسی وقت اس حصہ مسجد میں اپنی ملک بمعنی اول کی مدعی نہ ہوتی اس پر یہ کبھی نہ کہا گیا کہ یہ گورنمنٹی زمین ہے تم نے اسے مسجد کر لیا تھا اب گورنمنٹ اسے واپس لیتی ہے بلکہ دعویٰ اگر تھا تو اختیار تصرف کا اس کی نفی امر طرہ میں نہ ہرگز عالم نے کی و نمبر سے کہلوالی نہ صاف نہ نا صاف بلکہ صاف صاف اس کے اثبات پر فیصلہ ہوا کہ یہ امر ضروری ہے کہ عام پبلک الخ۔

(۴۳) ہر قوم اپنی اصطلاح پر کلام کرتی اور سمجھتی ہے قانون اور اہل قانون کی اصطلاح میں زمین مسجد یا وقف مسجد کو ملک مسجد کہتے ہیں بلکہ اس اصطلاح کا پتا شرع مطہر میں بھی ہے۔ واقعات حسامیہ و خزائنہ المفتین و فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

لا يمكن تصحيحه تملیكا بالهبة للمسجد فاثبات الملك للمسجد على هذا الوجه صحيح. مسجد کو ہبہ کرنے سے تملیک کی تصحیح ممکن نہیں جبکہ اس طریقہ سے مسجد کے لئے ملکیت کا اثبات صحیح ہے (ت)

تو یہ طے کرنا کہ ملک اس زمین پر کسی کی نہ ثابت کی جائے یہ طے کرنا ہے کہ اسے مسجد کی شے نہ مانا جائے

لے العناية علی ہامش فتح القدير كتاب البيوع مكتبة نوريہ رضویہ سکھر ۴۵۵/۵  
لے فتاویٰ ہندیہ كتاب الوقف الباب السادس فی الدعوی الخ نوری کتب خانہ پشاور ۴۳۱/۲  
لے " " " " الباب الحادی عشر فی المسجد " " " ۴۶۰/۲

اور اب یہ کہنا ضرور صحیح ہے کہ چنانچہ گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔

### متعلق جواب استفسار ششم

(۴۴) یہاں "سردست" کے معنی جس حکمت کے لئے دریافت کئے تھے وہ کارگر ہوئی بتانا پڑا کہ سردست کے معنی ممبر متعینہ سے صاف کہہ دئے گئے کہ ہم تخلص شرکت مرور کے لئے ہمیشہ چارہ جوئی کرتے رہیں گے، یعنی اُس وقت ہماری یا مسجد کی ملک ثابت ہو جائے گی فی الحال کسی کی نہ رکھو تو صاف کھل گیا کہ ملک سے وہی معنی مراد لئے جو اصطلاح قانون ہے یا معنی دوم بہر حال مطلب یہ ہوا کہ فی الحال زمین مسجد کو وقف نہ ٹھہرایا جائے آئندہ ہم کوشش کریں گے کہ وقف قرار پائے ایک اسلامی عالم کہ الہی گھر کی حمایت کو چلا ہو اُس کے لئے اس سے زیادہ شفیع بات اور کیا ہوگی کہ اپنے منہ سے مسجد درکنار سرے سے فی الحال اُسے وقف ہی نہ ٹھہرانے کی تجویز پیش کرے۔ رہی آئندہ کی کوشش اس کا مفصل حال اوپر گزرا کہ یہ محض نہانچا نہ خیال میں رہا یا کہا اور منظور نہ ہوا اس کا قرار داد ہرگز نہ ہوا، اور جو کچھ برائے گفتن تھا تصفیہ ہوتے ہی اسے خود منسوخ و مسموخ کر دیا اور اُس کا خیال تک مسلمانوں کے دلوں سے پھیل ڈالنے کا پورا ذمہ لیا فاعتبوا یا اولی الابصار۔ ممبر متعینہ نے یہ بھی صاف صاف کہہ دیا کہ جب قانون بن جائے گا تو خواہ نہ خواہ یہ مسئلہ بھی طے ہو جائے گا۔ جی مسئلہ تو ابھی طے ہو گیا اور وہی قانون کے لئے مادہ ہو گیا دیکھو نمبر ۲۶ تا ۳۰ ہم اس وقت اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتے یعنی مسجد کو مسجد بالائے طاق وقف بھی نہیں مان سکتے۔ یہ ہے جو عالم نے طے کیا ہے، فَا تَاللّٰہُ وَاِنَّا لَیَہٗ رَاجِعُوْنَ۔

### متعلق جواب استفسار ہفتم

(۴۵) [یہ مصالحت ایک شخصی کارروائی ہے اور اس کے روشن ثبوت] یہاں تک بعض استفساروں کے منشا کو سائل فاضل نے سمجھ لیا اور جواب سے اعراض یا ابہام کی طرف عدول کیا جیسے استفسار دوم و سوم اور باقی میں جواب صحیح کی راہ ہی نہ تھی اُن میں طریق اعتذار لیا اور بن نہ پڑا۔ اس ہفتم میں بظاہر منشا سوال خیال میں نہ آیا، منشا یہ تھا کہ عالم نے جس بات پر فیصلہ کیا قطعاً اُسی کے اقرار سے خلاف احکام و ہتک حرمت اسلام ہے۔ اب الزام کے لئے تین صورتیں ہیں: ایک معافی وہ صورت جبر و اکراہ شرعی ہے، یہ استفسار کی شق اول تھی کہ عالم کو گورنمنٹ نے حکماً مجبور کیا۔ دوم اشرک کہ الزام تام ہے مگر نہ صرف عالم بلکہ تمام مسلمانان ذی تعلق پر جبکہ انھوں نے اس کارروائی کے لئے عالم کو وکیل بنا کر بھیجا ہو یہ دوسری شق تھی کہ یا



مسلمانوں نے اپنی طرف سے مامور کیا اور اس میں عالم کا نفع یہ تھا کہ اگرچہ کبیرہ شدید واقعہ ہوا مگر اوروں کو عالم پر سخت شنیع ملامتیں کرنے کا (جن کی شکایت اس سوال کے ساتھ خط میں آئی) موقع نہ ہو گا کہ وہ خود بھی اسی بلا میں مبتلا ہیں۔ سوّم عالم و من معہ کا افراد اور اضرار اسلام میں استبداد، یہ تعمیری شق تھی کہ یا وہ بطور خود گیا، اس کے جواب میں دو شق اخیر کی صراحت اور اول کی ضمنی نفی کی کہ عالم کو عام مسلمانوں نے طلب نہ کیا نہ وہ از خود گیا بلکہ مقدمہ کا پورے کارکنوں نے باصرار بلایا، یہاں سے ظاہر کہ وہ کارکن عام مسلمانوں کے صحیح نائب مناسب نہ تھے ورنہ اُن کا بلانا عام مسلمانوں کا طلب کرتا کیوں نہ ہوتا اور جب ایسے نہ تھے اور معاملہ عام مسلمانوں کا تھا کہ تنہا اُن خاص کا، تو خاص کے بلائے پر جانا عام کا قائم مقام کیونکر کر دے گا، تو مال وہی ہوا کہ خود گیا۔

(۴۶) بالفرض وہ کارکن عام مسلمین کے صحیح قائم مقام تھے یا خود عام مسلمانوں نے عالم کو بھیجا تو کیا انھوں نے کہہ دیا تھا کہ اصل معاملہ پر پانی پھیر دینا فیصلہ پر ایک نظر میں مسلمانوں سے گفتگو اور عالموں سے مشورہ تک تو صرف تدبیر اول تھی بھیجے والوں نے اسی کے لئے بھیجا تھا جب ممبر نے اُسے نا منظور کیا عالم کی وکالت ختم ہو چکی، اُسے اپنی رائے سے ایسی تدبیر عوام و خلاف احکام و ہتک اسلام نکالنے اور اُسے مسلمانوں کے سر ڈالنے کا کیا اختیار تھا، لاجرم اشتراک ہرگز نہیں بلکہ اضرار اسلام میں استبداد ہے پھر ملامت مسلمانان کی شکایت کیوں ہے

تنکی المحب وتشکو وہی ظالمة کالقوس قصی الرعیاء وہی مرنات

(محب کو ہلاک کرتی ہے اور شکایت کرتی ہے حالانکہ خود ظالم ہے کمان کی طرح کدیر ہلاک کن اور جہنمیش ہے)

(۴۷) عالم نے خود ممبر سے یہ کہہ کر کہ میرا کام مسئلہ بتا دینے کا ہے خدا کے گھر کا معاملہ ہے میرا گھر نہیں اور تقریر عالم میں ہے احکام مذہبی میں کچھ نہیں دخل دے سکتا اگر رضا مندی نہیں ہوتی حکام کو اختیار ہے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا، اپنی وکالت کو ختم کر دیا تھا، پھر خود رائی کا اُسے کیا اختیار تھا اس کا عذر یہ بتایا ہے کہ مگر ممبر متعینہ نے کہا ہم کو تمھاری رائے پر اعتماد ہے ہم علماء کی مجلس جمع نہ کریں گے تم اپنی رائے کہہ دو۔ الحمد للہ ظاہر ہو گیا کہ اب یہاں سے عام مسلمانوں کا وکیل نہ تھا بلکہ فریق ثانی کا جس نے اس پر اعتماد کیا، تو اُس کی یہ کارروائی ہرگز مسلمانوں کی نہیں ٹھہر سکتی بلکہ ایک وکیل گورنمنٹ بلکہ ایک وکیل ممبر کی کارروائی ہے جس کا اثر صرف ممبر کی ذات تک محدود ہے۔

(۴۸) علماء سے مشورہ نہ لینے کو ممبر کے سر رکھا جاتا ہے مگر فیصلہ پر ایک نظر کی تقریر تو صاف کہہ رہی ہے کہ عالم خود ہی اس سے باز رہا اور بالقصد اُس سے انحراف اور اپنی ہی رائے پر توکل کیا تقریر مذکور میں ہے



میں نے چاہا کہ عام طور پر علماء سے مشورہ لوں مگر مجھے اُختائے راز کی ذمہ داری اس سے مانع ہوئی اپنا ذاتی خانگی معاملہ ہوتا تو ایک بات تھی عام مسلمانوں کا معاملہ اور انھیں سے اخفا رگورنٹ کا اگر کوئی راز تھا تو کیا ضرور تھا کہ رگورنٹ کا نام لیا جاتا اُس کا کوئی خفیہ ارادہ ظاہر کیا جاتا دربارہ مسئلہ علماء سے استشارہ کہ فلاں صورت کا کیا حکم ہے کون سا افتائے راز تھا شرعی مسئلہ اور خاص حرمت اسلام سے متعلق اور عام مسلمانوں سے اُس کا تعلق اور راز کی کوٹھری میں بند۔ بحمد اللہ یہ توصیف ہو گیا کہ یہ صرف ایک شخص کی شخصی کارروائی ہے جس میں عام مسلمان شریک نہ علماء کو خبر، ایسی کارروائی جس قابل ہے ظاہر ہے۔

(۴۹) آگے نمبر کا قول لکھا ہم بالکل گفتگو منقطع کرتے ہیں اور صرف ایک گھنٹہ کی مہلت ہے یہاں یہ بتایا جاتا ہے کہ جلدی کی اور مہلت نہ دی اور گھبرا لیا اس لئے ہم نے مسجد نہ ایک مسجد بلکہ ہندوستان کی سب مسجدیں نذر کر دیں، اس عذر کی خوبی ظاہر ہے نزاع میں فریق ثانی سب کچھ کرتا ہے گھبرا لینے پر گھبرا جانا کیوں ہو مہلت کے جواب میں کیوں نہ انھیں الفاظ کا اعادہ کیا جن کا کہنا پہلے بتایا جاتا ہے کہ میرے گھر کا معاملہ نہیں میں تنہا کچھ نہیں کہہ سکتا علماء و مسلمین سے مشورہ لینے کے لئے کافی مہلت ملنا ضرور ہے ورنہ رگورنٹ کو اختیار ہے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا، یہ کہہ کر دیکھا تو ہوتا کہ آشتی خواہ رگورنٹ کیا کہتی حرمت اسلام کیسی برقرار رہتی، حفظ حقوق مذہب میں رگورنٹ کی نامبدل پالیسی کیا کچھ وضع پہنچاتی، وہ امن جس کا پیام ہی لے کر رگورنٹ کا آنا ہوا تھا کیسا کچھ مبارک رنگ دکھاتی، اسی لئے تو حدیث میں ارشاد ہوا:

الثَّانِي مِنَ الرَّحْمَنِ وَالْعَجَلَةِ مِنَ الشَّيْطَانِ۔ تاخیر رحمان کی طرف سے ہوتی ہے اور عجلت الشَّيْطَانِ کی طرف سے، اللہ تعالیٰ غالب مددگار کی پناہ۔

والعیاذ باللہ العزیز المستعان۔

اس کے بعد جو کچھ کہا گیا اس کے فقرے فقرے کا رد اوپر آ گیا وباللہ التوفیق۔  
(۵۰) غرض الزامات شرعیہ قطعاً یقیناً قائم ہیں اور بشدت قائم، کبارِ شہیدہ عدیدہ کے ارتکاب قطعاً لازم ہیں اور بقوت لازم۔ اس سب پر ظلم بر ظلم بر است کی فکر و کاوش اور اُس کا رد وائی ہتک حرمت اسلام کو صحیح و صواب بنانے کی کوشش ہے حاشا حق طلبی کی یہ راہ نہیں ہے

دامِ نرسی بکعبہ اے پشتِ براہ کیں راہ کہ تو میری بہ انگلستانِ ست

(اے مسافر مجھے معلوم ہے کہ تو کعبہ نہیں پہنچے گا کیونکہ جس راستہ پر تُو چل رہا ہے وہ انگلستان کا ہے)

فسأل الله العفو والعافية۔

لے جامع الترمذی ابواب البر باب ما جاء في الثاني امین کمپنی دہلی ۲۲/۲  
کنز العمال حدیث ۵۶۷۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰۱/۳

## بلکہ سبیل نجات اس میں منحصر کہ

اَوَّلًا عالم اور جو مسلم اس کارروائی میں شریک تھے سب اس شنیع و سخت فطیع کبیرہ خیرہ صد با حرام و ہتک حرمت اسلام سے بصدق دل توبہ کریں رب المساجد جل جلالہ کے حضور خاک مذلت پرناک رگڑیں اپنے سروں پر خاک اُڑائیں، سر پر ہندہ بادلِ گریاں و چشم بریاں اُس کے حبیب قریب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑ کر دستِ ضراعت پھیلائیں اور ہر ایک کہے: اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْکَ مِنْہَا لَا اَسْجِعُ اِلَیْہَا اَبَدًا اَللّٰہی اَمیں اُن تمام حرکات شنیعہ سے تیری طرف توبہ کرتا ہوں اب ایسا نہ کروں گا۔

ثانیًا بکثرتِ اخباروں اشتہاروں میں صاف صاف بتا دینا کہ اپنے جرائم کا اعتراف اور اپنی توبہ اور اُس کارروائی کی شناخت کی خوب اشاعت کریں کہ جس طرح عالم کے اعتماد پر عوام میں سکی خوبی کا دُہندہ (شور) ہند کے گوشہ گوشہ میں مچائیوں ہی بچہ بچہ کے کان تک عالم کی توبہ اور اس کی شناخت کا اعلان پہنچے، حدیث میں ارشاد ہوا:

اِذَا عَمِلْتَ سَيِّئَةً فَاحْذَرْ عِنْدَہَا تَوْبَةً  
السِّرِّ بِالسَّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ بِالْعَلَانِيَةِ  
سِوَاہِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ فِیْ کِتَابِ الزَّہْدِ  
وَالطَّبْرَانِیِّ فِی الْکَبِيرِ وَالْبِیْهَقِ فِی الشَّعْبِ  
بِسُنَدِ حَسَنِ جَبْرِ عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبْرِ  
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ النَّبِیِّ صَلِی  
اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَم۔

جب تُو بُرائی کرے تو اسی وقت توبہ کر، مخفی کی مخفی اور علانیہ کی علانیہ۔ اس کو امام احمد نے کتاب الزہد میں اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حسن جبر سند کے ساتھ صحیح معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ (ت)

ثالثًا گورنمنٹ کو جو ایسا عظیم مسئلہ غلط یا ور کر آیا ہے جس سے ہمیشہ کے لئے مسجدوں کو سخت خطرہ کا سامنا ہے اپنی تمام ہستی ساری حیثیت پوری کوشش بھگین طاقت اُس کے رفع میں صرف کریں اور شرعی دلائل، فقہی مسائل، ائمہ کے ارشاد، علماء کے فتاویٰ ہمیش از بیش جمع کر کے یقین دلاویں کہ وہ کارروائی جو پہلے ہم نے بتائی محض باطل و حرام و ہتک حرمت اسلام تھی کسی مسجد کی کوئی زمین ہرگز ہرگز راستہ، سڑک، ریل، نہر، غرض کسی دوسرے کام کے لئے نہیں کی جاسکتی، مسجد حقیقۃً زمین کا نام ہے

چھت اس کا بدل نہیں ہو سکتی نہ ہرگز کسی دوسری زمین یا دسٹل لاکھ روپے گز قیمت خواہ کسی شے سے اُس کا بدلنا روا ہو سکے، اگر ایسا نہ کیا تو یہ مسجد اور اس کے سوا جب کبھی کسی مسجد کو عالم اور اس کے ساتھی مسلمانوں کی اس کارروائی سے صدمہ پہنچے گا ہمیشہ ہمیشہ تابقائے دنیا اس کی ایک ایک ہجرتی کار و زانہ گناہ عظیم اُن کے نامہ اعمال میں ثبت ہوا کرے گا اللہ کی پناہ اُس حالت سے کہ قبر میں ہڈیاں بھی نہ رہیں اور ہر ہر لمحہ پر من اظلم ممن منع مسجد اللہ ان ینذکر اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جلنے سے اور ان کی ویرانی فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا۔

میں کوشش کرے (ت)

کا وبال عظیم دنیا سے قبر اور قبر سے حشر تک پیچھا نہ چھوڑے، اور یہ عذر مسموع نہ ہو گا کہ ہمیں اس کام کے لئے آدمی نہیں ملے جیسا کہ یہاں خط میں لکھ کر بھیجا کام آپ کا بگاڑا ہوا ہے آپ پر اُس کی تلافی فرض ہے اگرچہ کوئی ساتھ نہ دے بگاڑنے کو آپ تھے بنانے کو کوئی اور آئے، اُس وقت کا استبداد کہ نہ علما سے پوچھنا نہ مسلمانوں سے کہنا اب بھی کام میں لائیے اور اپنی عاقبت بنائیے اور خدمت کعبہ کی الٹی بانگی مٹا کر سیدھی دکھائیے، راہ یہ ہے اور توفیق اللہ عزوجل کی طرف سے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس میں اپنی ذلت نہ سمجھے اللہ عزوجل کے نزدیک عزت کہ اُس کی طرف رجوع لائے اُس کے گھر کی ہجرتی کمرانے سے باز آئے، وہ فرماتا ہے: لہ یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون (اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اڑنے جائیں) مسلمانوں کے نزدیک عزت کہ اُن کے دین پر تعدی چھوڑی حفظ حقوق مذہب کی طرف باگ موڑی گوشت کے نزدیک عزت کہ ایسی عظیم حرمت اسلام کی پامالی جو اُس کی نام بدل پالیسی کے بالکل خلاف اس کے مستمرو عدوں کے بالکل مناقض سناٹ کروڑ رعایا کا دل دکھانے والی روش برطانیہ کو مذہبی دست اندازی کا عیب لگانے والی تھی اٹھادی اور جو بات غلط باور کرائی تھی حتی و انصاف سے بدلوادی والا مرید اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ (معاملہ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدر میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ) میں ان صاحبوں خصوصاً اپنے قدیمی دوست عالم کو اللہ عزوجل کی پناہ دیتا ہوں اس سے کہ اُنھیں بات کی حق الٹی راہ دکھائے معاذ اللہ اخذتہ العزۃ بالاشتم (اسے اور ضد پھڑھے گناہ کی) ت کی شامت آٹھے آئے، اور اگر خدا نہ کر دے ایسا ہو تو علما پر فرض ہے کہ اُس کارروائی کا خلاف شرع و مضر اسلام ہونا دلائل ساطعہ سے

واضح کریں اویام خلافت کا ردِ بالغ فرمائیں، اسلامی اخباروں پر فرض ہے کہ اُن تحریرات علماء کو نہایت کثرتِ اہتمام سے شائع کریں، ایک ایک گوشہ میں اُن کی آواز پہنچائیں، اسلامی انجمنوں پر فرض ہے کہ اُن کی تائید میں جلسے کریں بکثرت ریزولوشن پاس کریں گورنمنٹ کو اُن کی اطلاعات دیں، مسلمان امراء و حکام و اہل و جاہت پر فرض ہے کہ گورنمنٹ کو اس طرف پے در پے توجہ دلائیں، مسلمان قانون پیشہ صاحبوں پر فرض ہے کہ اس کے استغاثے مفتی کو پہنچائیں، غرض ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے منصب کے لائق اس میں سعی جمیل بجالائیں، اور بے تکان اتھک جائز کوششیں کر کے اپنی مساجد کو بھرتی سے بچائیں، ایسا کرو گے تو ضرور حضرت عزت عز جلالہ سے ان شاء اللہ التقدير المستعان کامیاب ہو گے دنیا میں سُرخرو آخرت میں ثواب ہو گے کہ وہ فرماتا ہے،

وكان حقاً علينا نصر المؤمنين، ان الله لا يضيع اجر المحسنين۔  
اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا، بیشک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (ت)

والحمد لله رب العالمين، وصلى الله تعالى وبارك وسلم على سيدنا ومولانا وملكنا و  
ما ونا محمد وآله وصحبه وآبائهم وحزبه اجمعين آمين، والله تعالى اعلم وعلمه



جل مجدداً اقم واحکم  
کتب عبد المذنب احمد رضا البریلوی  
عفی عنہ بحمد النبی الامی  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۸۶ مسئلہ مولوی نور احمد صاحب ہزاروی از کانپور مدرسۃ البینات  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد اہل محلہ پرتنگ ہے  
اور اس کے گرد گرد جگہ نہیں مل سکتی یا مل سکتی ہے لیکن لوگوں میں اس قدر طاقت نہیں کہ وہ اتنا روپیہ دے سکیں  
اور پھر مسجد بنوادیں کیونکہ روپیہ بہت خرچ ہوتا ہے اور وہ طاقت نہیں رکھتے اور وہ دوسری جگہ مسجد وسیع  
تیار کر سکتے ہیں بشرطیکہ پہلی مسجد کی لکڑی وغیرہ دوسری مسجد میں لگا دیں وگرنہ دوسری بھی بمشکل تمام نہیں



ہو سکتی، کیا اس صورت میں اہل محلہ دوسری جگہ نئی مسجد اپنے محلہ میں پہلی مسجد کے سامان سے اور زوائد روپیہ لگا کر بنا سکتے ہیں یا نہ؟ اگر بنا سکتے ہیں تو پہلی مسجد کی جگہ کی کس طور سے حفاظت رکھی جائے؟ مدلل ممبرین طور پر تحریر و بیان فرمایا جائے۔

## الجواب

مسجد جب تک مسجد ہے قرآن عظیم کی نص قطعی، ہمارے ائمہ کرام کے اجماع سے اسے ویران کرنا سخت حرام و کبیرہ ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اُن میں نام الہی کی یاد سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ایسوں کو اُن میں جانا ہی نہ پہنچتا تھا مگر ڈرتے ہوئے، اُن کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

ہمارے ائمہ کرام نے بلا خلاف تصریح فرمائی کہ مسجد اگر تنگی کرے اور اس کے قریب اگر کسی شخص کی زمین ہو اور وہ دینے پر راضی نہ ہو تو حکم سلطان بے اس کی مرضی کے لئے کہ مسجد میں داخل کر لی جائے اور مالک کو بازار کے بھاؤ سے قیمت دے دی جائے کما نص علیہ فی البزائمیة و الفتح و البحر و الدر و غیرہا (جیسا کہ اس پر برازیہ، فتح، بحر اور در وغیرہ میں نص فرمائی گئی۔ ت) اگر تنگی کی وجہ سے یہ مسجد ویران کر کے دوسری جگہ بنا لینا جائز ہوتا تو جبر ہرگز حلال نہ ہوتا اور وہ صورت کہ سوال میں فرض کی گئی اس کی بنا خود ہی متزلزل ہے جب وہ دوسری مسجد اس سے بڑی بنا سکتے ہیں اگرچہ اس میں اس کے محلے سے بھی مدد لینا چاہتے ہیں تو مہربانی فرما کر بڑی نہیں ایک چھوٹی ہی مسجد دوسری بنالیں کہ دونوں مسجدیں مل کر حاجت پوری کر دیں، کس نے واجب کیا ہے کہ سب ایک ہی مسجد میں نماز پڑھیں، غرض جو اللہ سے ڈرے اور اس کی محرمات کی تعظیم کرے اللہ اُس کے لئے آسانی کی راہ نکال دیتا ہے اور جو بے پروائی کرے تو اللہ تمام جہان سے بے پروا ہے،

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا

جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو وہ اس کیلئے راہ بنا دیتا ہے



ومن يتول فاف الله هو الغنى الحميد۔ اور جو منہ پھیرے تو اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز اور  
واللہ تعالیٰ اعلم۔ ستودہ صفات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۸۴ھ مسئلہ قاضی سید احمد علی مدنی مہتمم مدرسہ اسلامیہ از بمبئی بھنڈی بازار ۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ تا ۱۸۹۱ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ایسی صورت میں کہ ایک درگاہ شریف کے قریب ایک مسجد واقع ہے، مسجد کے متولی صاحب نے درگاہ شریف کی زمین جبراً دہالی، اس کو شامل مسجد کرنا چاہتے ہیں، متولی درگاہ نے روکا کہ شرع شریف میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے، مگر نہیں مانتے، سو ایسا کرنا جائز ہے؟

(۲) کیا ایسی جبراً مغصوبہ زمین پر مسجد بنانا درست ہے اور کیا اس میں نماز درست ہوگی حالانکہ متولی صاحب درگاہ برابر معترض ہوا کئے ہیں۔

(۳) کیا ایسے متولی مسجد جو خلاف شرع زمین غصب کر کے اس پر مسجد بنا دے تو وہ عند الشرع قابل تدارک گنہگار ہیں یا نہیں؟ جواب صحیح از روئے کتب فقہ صاف بخشا جائے۔ بینوا تو جروا

### الجواب

سوال بہت مجمل ہے کچھ نہ لکھا کہ متولی اس زمین کو مسجد میں کس وجہ سے شامل کرنا چاہتے ہیں، آیا مسجد نمازیوں پر تنگ ہوتی ہے یہ ضرورت لاحق ہوتی ہے یا کچھ اور۔ نہ یہ لکھا کہ وہ زمین درگاہ پر وقف ہے یا نہیں، اور ہے تو کس طرح وقف ہے جسے وقف صحیح شرعی کہا جاسکے گا یا نہیں۔ نہ یہ لکھا کہ اس زمین کے شامل مسجد کر لینے سے درگاہ میں کیا نقصان ہوگا، اگر مسجد نے تنگی نہ کی تو متولیوں کو اس زمین کے لینے کا کوئی اختیار نہیں وہ غاصب ہوں گے اور اتنے پارہ زمین پر نماز ناجائز ہوگی، اور اگر مسجد تنگ ہوگئی ہے اور اس کے اپنے متعلقات کی زمینوں سے بڑھانے کی گنجائش نہیں، تو اگر وہ زمین درگاہ وقف صحیح شرعی نہیں یا اس کے لیے لینے سے درگاہ کو ضرر نہیں پہنچتا تو بقیعت لے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۹۰ھ مسئلہ مولوی صابر علی صاحب از مدرسہ رفاہ المسلمین فرنگی محل لکھنؤ تا ۱۹۱۳ھ

۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک مسجد قدیم کسی شیعہ کی محقق

مگر کچھ عرصے سے ویران پڑی تھی، اسی حالت ویرانی میں چند قدم کے فاصلے پر ایک سُستی نے دوسری مسجد بنوائی اور اس نئی سُستی کی مسجد میں مسلمان سُستی نماز پنجوقتہ پڑھنے لگے اس کے پانچ چھ برس کے بعد پرانی شیعہ کی مسجد کو ایک شخص نے ایک سُستی کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تو اس سُستی نے اس کی مرمت وغیرہ کرا کے پنجوقتہ اذان و جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دئے۔ اس کو بھی پانچ چھ برس کا عرصہ گزر گیا اب اس سُستی مشتری مذکور نے اپنا ایک مکان مسجد کے مدرسہ اسلامیہ کے لئے وقف کر دیا ہے اور مسجد مذکور میں بیٹھ کر لوگوں کو قرآن پڑھنے کی اجازت دیتا ہے، اور مسجد مذکور میں بہت سی زمین ایسی پڑی ہے جس پر جوتا پہن کے چلتے ہیں تو اس زمین پر مدرسہ کیلئے کمروں کے بنانے کی بھی اجازت دیتا ہے تو ایسی صورت میں حسب ذیل سوالات کے جوابات مرحمت ہوں :

اول یہ دونوں مسجدیں حکم مسجد میں ہیں یا نہ؟ اور مسلمانوں کو دونوں مسجدوں میں نماز پڑھنے سے ثواب مسجد حاصل ہوگا یا نہ؟ اور اگر نہ حاصل ہوگا تو پھر اس مسجد کو کس کام میں لاسکتے ہیں؟

دوم طلبہ مدرسہ اسلامیہ کا اس مسجد کے اندر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے یا نہ؟ سوم احاطہ مسجد کے اندر جو زمین صحن مسجد کے علاوہ جہاں جوتا پہن کے چلتے ہیں اس پر مدرسہ کے روپیہ سے کوئی کمرہ وغیرہ طلبہ کی تعلیم کے لئے یا دفتر مدرسہ کے لئے یا طلبہ کے رہنے کے لئے بنانا جائز اور اس میں ان کاموں میں سے کوئی کام کرنا جائز ہے یا نہ؟

چہاں مدرسہ مشتری مسجد کی یہ بھی تجویز ہے کہ مسجد کے اندر سے جہاں جوتا پہن کے چلتے ہیں ایک راستہ مدرسہ کے اندر جانے کا نکالا جائے کہ طلبہ و ملازمین مدرسہ کو مدرسہ میں جانا آسان ہو جائے ورنہ چکر کھا کے گلیوں میں سے جانا ہوگا تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ جواب جلد اور مدلل فرمایا جائے۔ بینوا تو جروا۔

### الجواب

وہ مسجد کہ سُستی نے بنوائی تھی بلاشبہ مسجد ہے اور اس کا رکعت فرض ہے اور اس میں نماز کا ثواب وہی ہے جو مسجد میں نماز کا ثواب ہے، روافض زمانہ مرتد ہیں کما حققناہ فی رد المر فضہ (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق رد المر فضہ میں بیان کی ہے۔) تو وہ مسجد بنانے کے اہل نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ ما کان للمشورکین ان یعمروا	اللہ تعالیٰ نے فرمایا مشرکوں کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ
مسجد اللہ شہدین علی	اللہ تعالیٰ کی مساجد تعمیر کریں اس حال میں کہ وہ
انفسہم بالکفر (الح) قوله	اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں (اللہ
تعالیٰ) انما یعمرو مسجد	تعالیٰ کے اس ارشاد تک کہ بیشک اللہ تعالیٰ
اللہ من امن باللہ والیوم	کی مسجدیں تو وہی لوگ تعمیر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ

اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ت)

خصوصاً بعد موت کے مرتد کے سب اوقات باطل ہو جاتے ہیں کما فی الدر المختار وغیرہ  
(جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) تو وہ مسجد کہ سُنی نے خریدی اسے مرتد وغیرہ کرا کے اگر اس خیال سے  
نماز کے لئے دیا کہ یہ پہلے سے مسجد ہے تو وہ خیال باطل تھا اور وہ مسجد بدستور ایک مکان ہے جس میں ان تمام  
تصرفات مذکورہ فی السؤال کا اختیار ہے اور اگر سُنی نے خرید کر انہیں اپنی طرف سے اسے مسجد کر دیا یعنی یہ  
سمجھ کر کہ یہ مسجد نہیں میں اسے مسجد کرتا ہوں نہ یہ سمجھ کر کہ یہ مسجد تھی اسے کا مسجد کے لئے چھوڑتا ہوں، اس  
صورت میں اگر شرائع صحیح سے سُنی کے لئے اس کی ملک ثابت ہو گئی تھی تو یہ بھی مسجد ہو گئی مگر یہ بہت بعید ہے  
اس کے لئے صرف ایک صورت ہے کہ غالباً وہ واقع نہ ہوئی ہوگی وہ صورت یہ کہ زمین جسے رافضی نے مسجد کیا  
اس کے زمانہ اسلام کی ملک تھی، اس کے بعد اس نے رفض اختیار کیا، یہ مسجد بنائی اور مرگیا اور اس کے قریب  
بعید وارثوں میں کوئی شخص سنی مسلمان ہے کہ وہی اس کے کسب اسلام کا وارث ہو کر اس مکان کا مالک ہے  
اور اس نے اس سُنی کے ہاتھ بیچ ڈالا تو یہ شرائع صحیح ہوا اور یہ سُنی اس مکان کا مالک ہو گیا اور اب جو اس نے  
اسے اپنی طرف سے مسجد کیا مسجد ہو گئی اس صورت بعید پر وہ تصرفات مذکورہ سب ناجائز ہوں گے فائدہ لایجوز  
تغییر الوقف عما ہولہ (کہ وقت اپنی اصلی حالت سے تبدیل کرنا جائز نہیں۔ ت) مگر طلبہ کا پڑھنا جائز جبکہ  
اطفال نہ ہوں اور نماز کے وقت نماز کی جگہ نہ گھیریں نہ ان کے پڑھنے سے نمازیوں کو تشویش ہو اور اگر یہ صورت  
نہیں بلکہ وہ مکان اس کے زمانہ رفض ہی کی ملک تھا تو یہ بیع جس شخص نے کی ہرگز مثبت ملک مشتری نہیں کہ  
بائع خود ہی مالک نہ تھا مرتد کے زمانہ ارتداد کی ملک اس کی موت کے بعد فی المسلمین ہو جاتی ہے اس کے کسی  
وارث کو نہیں پہنچ سکتی اگرچہ اس کا بیٹا ہو مسلم ہو خواہ اسی کی طرح مرتد یا اور قسم کا کافر، تو جب شرائع صحیح نہ ہوا تو اس  
سُنی کا اسے مسجد کرنا صحیح نہ ہوا بلکہ وہ بدستور ایک زمین عام مسلمانوں کی ہے، مسلمانوں کی مرضی سے اس میں  
مسلمین کی منفعت کے تصرفات کر سکتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں مبسوط سے ہے :

المرتد اذا قتل او مات او لحق	مرتد جب قتل ہو جائے یا مرتد ہو جائے یا دار الحرب سے
بدا من الحرب فما اكتسبه في حال	ملحق ہو جائے تو جو کچھ اس نے حالت اسلام میں
اسلامه هو ميراث لورثة المسلمين	کما یا تھا وہ اس کے مسلمان وارثوں کو بطور میراث
اما ما اكتسبه في حالة الردة يكون	ملے گا اور جو کچھ بحالت ارتداد کما یا وہ مال غنیمت ہے

فِيَا يَوْضَعُ فِي بَيْتِ الْمَالِ وَاللَّهُ تَعَالَى اعْلَمُ جَوْبِيتِ الْمَالِ فِي رُكْنِ جَانِبِ الْكَائِنِ وَاللَّهُ تَعَالَى اعْلَمُ (ت)

مسئلہ ۱۹۵ از علی گڑھ محلہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارس ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ  
(۱) ایک مسجد ہے جو زمین سے ۳ گز اونچی ہے اور اونچی پٹی ٹھوس ہے اور صحن مسجد کا کل چوڑائی میں ۱۳ فٹ ہے جس میں ۵ فٹ چوڑائی میں زینہ اور جونیوں کی جگہ سقاوا اور غسل خانہ ہے اور ۸ فٹ جگہ میں نماز ہوتی ہے اس مسجد میں کنواں نہیں ہے، سقا سقاوے میں پانی باجرت ڈالتا ہے اور نہ کوئی آمدنی مسجد کی ہے جو تیل وغیرہ میں صرف ہو، اس مسجد سے ۴۷ قدم کے فاصلہ پر ایک اور مسجد ہے اس کے دس قدم پر ایک کنواں ہے گویا اس مسجد سے ۸۴ قدم پر ہوا۔ زید کہتا ہے کہ صحن مسجد جو ٹھوس ہے اس کو شہید کر کے اس میں دو دکانیں نکالی جائیں اس کی قیمت صحن مسجد ہو جائے گا، اور وہ تیل بتی کو اس کی آمدنی کافی ہوگی۔ عمر و کہتا ہے کہ یہ ناجائز ہے کیونکہ صحن مسجد تحت الشریعہ تک حکم مسجد رکھتا ہے، اگر دکانیں سابق سے بنائی جائیں تو درست تھیں عمر و کی رائے ہے کہ ۵ فٹ جگہ جس میں زینہ وغیرہ ہے اس میں کنواں زینہ وغیرہ بن سکتا ہے اور ایک چھوٹی دکان بھی نکل آئے گی اور صحن بھی برقرار رہے گا اس میں مردہ کو زیادہ ثواب ہوگا کیونکہ نمازیوں کو پانی کی تکلیف جاتی رہے گی۔ کیا حکم شریعت ہے اور کیا کرنا چاہئے؟

(۲) کنواں بننے کی حالت میں زمین سے ۳ گز اونچا ہو کر مسجد میں ملے گا، زید کہتا ہے کہ زمین پر بھی ایک کھڑکی رکھی جائے جس سے عوام پانی بھریں اور مسجد کو اوپر سے پانی ملے۔ عمر و کہتا ہے کہ اوپر ہی رکھنا چاہئے کیونکہ نیچے کھڑکی رکھنے سے ہندو بھی پانی بھریں گے شاید ہندو کا پانی بھرنا ناجائز ہو۔ شریعت کا کیا حکم ہے اور کس میں زیادہ ثواب ہے؟

## الجواب

دکانیں بنانے کی اجازت نہیں ہے، اگر پہلے سے ہوتی حرج نہ تھا اب نہیں بن سکتیں،  
کما نص علیہ فی التواضل والتجنیس و  
الخانۃ والمحیط المسخس و تہذیب  
الواقعات الاسعاف والبحر والنہر و  
الہندیۃ وغیرہا۔ (ت)  
جیسا کہ اس پر نوازل، تجنیس، خانہ، محیط مسخس،  
تہذیب الوقعات، اسعاف، بحر،  
نہر اور ہندیہ وغیرہ میں نص فرمائی گئی

۴۷ قدم کا فاصلہ کچھ ایسا دور نہیں اگر بغیر کنویں کے کاروائی چل سکے تو یونہی چلنے دیں اور اگر



نہ چل سکے اور اس کی وجہ سے ویرانی مسجد کا احتمال قوی ہو تو اس پانچ فٹ میں ایک کنارہ کو کنواں بنالیں۔  
(۲) نیچے کھڑکی نہ رکھیں کہ مسجد کے کنویں میں ہندو کی شرکت سخت معیوب ہے ان کی نجاست سے

کنویں کی طہارت ہمیشہ معرض خطر شدید میں رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۱۹۶ از شیرپور ڈاکخانہ خاص تحصیل پورن پور ضلع سیلی بھیت مرسلہ ظہیر الدین

۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک چھوٹے موضع میں ایک مسجد قدامت سے تھی اور عرصہ دس بارہ سال سے ایک دوسری مسجد اور تیار ہو گئی اور اب دونوں مسجدیں چھتر پوش اور بوسیدہ حالت میں ہیں اب مسلمانوں کی یہ رائے ہے کہ بجائے دو مسجدوں کے ایک مسجد پختہ چندہ سے تعمیر کرائی جائے اور ایک مدرسہ کے واسطے دے دی جائے، اس کی بابت شرع کیا حکم دیتی ہے؟ اور سرمایہ بہت قلیل ہے جس سے دونوں مسجدیں تیار نہیں ہو سکتی ہیں، لہذا آپ بموجب شرع احکام صادر فرمائیے۔

### الجواب

مسجدوں کا پختہ کرنا فرض نہیں، اور ان کا آباد رکھنا فرض ہے، مسجد نہ مدرسہ کو دی جاسکتی ہے نہ دوسرے کام میں صرف ہو سکتی ہے، یہ سب ناجائز و حرام ہیں۔ عالمگیری میں ہے:  
لا یجوز تغیر الموقوف عن حیاتہ  
وقف کی ہیئت میں تبدیلی کرنا حرام نہیں۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۷ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مسجد کا فرش اور لکڑیاں جو خراب ہو جاتی ہیں سوا مسجد کے اور کسی کام میں تصرف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ آخر کیا کرنا چاہئے؟ تحریر فرما کر مشرف فرمائیں۔ فقط

### الجواب

فرش جو خراب ہو جائے کہ مسجد کے کام کا نہ رہے جس نے وہ فرش مسجد کو دیا تھا وہ اس کا مالک ہو جائے گا جو چاہے کرے اور اگر مسجد ہی کے مال سے تھا تو متولی بیچ کر مسجد کے جس کام میں چاہے



لگا دے اور مسجد کی لکڑیاں یعنی چوکھٹ، کواڑ، کڑی، تختہ، یہ بیچ کر خاص عمارت مسجد کے کام میں صرف ہو۔  
لوٹے، رستی، چراغ، بٹی، فرش چٹائی کے کام میں نہیں لگا سکتے، پھر ان چیزوں کی بیع کافر کے ہاتھ نہ ہو بلکہ مسلمان  
کے ہاتھ۔ اور مسلمان ان کو بے ادبی کی جگہ استعمال نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹۸ھ مسند مولوی عبدالمطلب صاحب از باب تہذیب کا مضمون وار ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

چرمی فرامیند علمائے دین اندریں مسئلہ:

- (۱) ایک شخص مرگیا اور اپنی ایک عورت اور ایک لڑکی اور باقی وارث چھوڑے اور اس متوفی کی عورت نے وارثوں  
کے حق کو تلف کر کے ایک مسجد تعمیر کرائی اور جس زمین پر اس نے مسجد تعمیر کرائی ہے وہ زمین نیز وراثت  
میں داخل ہے تو اس میں نماز پڑھنا اور اس کو مسجد کہنا شرعاً درست ہے یا نہ؟  
(۲) اور اگر اب بعض وارث انہیں میں سے اپنے حق کو معاف کر دیں اور بعض نہ کریں تو نماز پڑھنا اس مسجد میں  
درست ہو جائے گا یا نہ؟

- (۳) اور اگر وہ وارث جانتے ہیں کہ اب جو پیسہ تھا وہ مسجد میں خرچ ہو گیا اب یہیں ملنے والا نہیں ہے اور لوگوں  
کی شرم سے معاف کر دیں تو درست ہے؟  
(۴) اور اگر شرع حکم دے کہ نماز اس میں درست نہیں ہے تو اس میں رہنا گھر بنا کر یا وغیرہ پر  
دینا درست ہوگا؟ بحوالہ کتب معتبرہ جواب سے سرفراز کریں۔

### الجواب

صورت مستفسرہ میں باجماع مسلمین وہ ہرگز مسجد نہیں بلکہ ایک زمین ہے بدستور اپنے مالکوں کی ملک  
پر باقی، کہ جب یہ عورت تنہا اس کی مالک نہیں جیسا کہ بیان سائل ہے تو وہ ساری زمین اس کے وقف  
کئے سے وقف نہیں ہو سکتی لان شرط الوقف الملك كما في الهندية وغيرها (کیونکہ شرط وقف یہ ہے  
کہ وہ واقف کی ملک ہو جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) نہ یہ ممکن کہ اس میں سے اس کے حصہ کو مسجد تعمیر دینا  
ملک دیگر ورثہ سمجھیں کہ جب وہ غیر منقسم ہے تو اس کا حصہ متعین نہیں اور مسجد بالاجماع مشاع نہیں ہو سکتی  
لان من شرطه انقطاع حقوق العباد  
عن جميع جوانبه فضلا  
عن نفسه كما في الهداية وغيرها  
کیونکہ شرائط وقف میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ  
اس کی تمام جوانب حقوق العباد سے منقطع ہو چکے جائیگی  
خود وقف جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ

۳۵۲ - ۵۳ / ۲ نورانی کتب خانہ پشاور  
۶۲۵ / ۲ المکتبۃ العربیہ کراچی

۱۱۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الاول

۱۱۱ الہدایۃ کتاب الوقف

قال تعالى وابت المسجد لله  
 نے فرمایا کہ بیشک مسجدیں اللہ عز و جل کی ہیں (ت)  
 ہاں اگر باقی ورثہ سب عاقل بالغ ہوں اور سب بالاتفاق اس وقت مسجدیت کو جائز کر دیں تو اب جائز  
 ہو جائے گی اور کسی کی شرم سے ایسا کرنا مانع صحت نہ ہوگا فان الحیاء لیس باکراہ (کیونکہ حیا جبر و اکراہ  
 نہیں ہے۔ تنج جب تک ایسا نہ کریں وہ ایک مکان ہے کہ مالکوں کو اس میں رہنا پسند نہ کرے اور یہ پر دینا سب  
 جائز ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۲۰۳

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام اس مسئلہ میں :  
 (۱) زید نے (مسلمان کو ملے جانے کی حالت میں) کچھ قطعہ زمین صحن مسجد اپنے مکان کی بنائیں دیا، بعض  
 لوگ مانع آئے مگر نہ مانا، ایسی صورت میں زید کے ساتھ کیا معاملہ شرعاً کیا جائے اور متولیان مسجد و  
 دیگر اہل اسلام کو مواخذہ کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ان پر یہ حق واجب اور ضروری ہے  
 جس کے ترک سے عاصی ہوں گے یا کیا؟ یا زید بعض زمین مغصوبہ بہ زر نقد بطور جہانہ ادا کرے تو اس کا  
 لینا جائز ہے یا نہیں؟ دریں صورت زید مواخذہ عنہما اللہ سے بری ہو سکتا ہے؟  
 (۲) جو شخص ربوہ خوار معلن ہے زکوٰۃ بھی نہیں دیتا اس کا کیا حکم اور اس سے مخالفت و مراءطت و  
 مواکلت مکروہ ہے کہ نہیں؟ اللہ مہرح اور عامرۃ الفہم عبارت میں جواب ارشاد فرما کر عند اللہ ماجور و  
 عند الناس مشکور ہوں۔

### الجواب

اس صورت میں زید سخت گناہ کبیرہ و ظلم شدید کا مرتکب اور اس آیت کریمہ کی وعید کا مستوجب ہے :  
 ومن اظلم ممن منع مسجدا لله انت  
 یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا  
 اولئک ما کان لہم انت ید خلوہا  
 الا خائفین لہم فی الدنیا خزع و  
 لہم فی الآخرة عذاب عظیم  
 اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں  
 اللہ کا نام لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں  
 سعی کرے انھیں روانہ تھا کہ اس میں قدم رکھیں مگر  
 ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور  
 ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔  
 مسجد کا ہر ٹکڑا مسجد ہے تو جتنا پارہ زمین اس نے دیا یا اسے نماز سے روکا اور اس کی ویرانی میں

ساعی ہوا اور دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذابِ عظیم کا استحقاق لیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں فرمایا ہے کہ جو بالشت بھر زمین ناحق دبا لے گا قیامت کے دن اتنا حصہ زمین کے ساتوں طبقہ توڑ کر اس کے گلے میں طوق ڈالے جائیں گے۔ ہر مسلمان خصوصاً متولیانِ مسجد کو اس پر حتیٰ مواخذہ حاصل ہے اور فرض ہے کہ ہر جائز چارہ جوئی اس سے زمین نکال کر شاملِ مسجد کرنے کے لئے حد کو پہنچائیں جو باوصف قدرت اس سے باز رہے گا شریکِ عذاب ہوگا تا حد قدرت ہرگز حلال نہیں کہ اس سے کچھ روپیہ اس کے عوض لے کر چھوڑ دیں کہ یہ مسجد کا بیعت ہوگا اور مسجد کی بیع باطل و حرام و ناممکن ہے قال اللہ وان المسجد للہ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک مسجد اللہ عز و جل کی ہیں۔ ت) اگر وہ لاکھ روپے ہرگز کے بدلے دے جب بھی لینا حرام ہے، نہ ہرگز زید کسی طرح عند اللہ مواخذہ سے بری ہوگا جب تک زمین مسجد مسجد کو واپس نہ دے۔ زید اگر ایسا نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام، نشست برخاست قطع کر دیں۔

قال اللہ تعالیٰ واما ينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین<sup>۳</sup> اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر قوم ظالمین کے ساتھ مت بیٹھ (ت) یونہی رہو خوار معین بھی اسی آیہ کریمہ کے حکم میں داخل ہے، تفسیر احمدی میں ہے: والقعود مع کلہم مبتنع (ان سب کے ساتھ مجلس کرنا ممنوع ہے۔ ت) اس سے بھی قطع علاقہ چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴۔ مسئلہ حاجی سیٹھ یوسف بن ابراہیم بمقام گوندل علاقہ کاٹھیاوار ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ چہار شنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس معاملہ میں کہ بعض لوگوں نے مسجد بڑھانے یا پرانی کو نئے سرے سے تعمیر کرنے کے لئے مسلمان جماعت کو روپے دے دیے ہیں اور کہا ہے کہ جس طور چاہیں مسجد میں خرچ کریں مگر فی الحال مسجد میں خرچ کرنے کی ضرورت نہیں اور وہ روپے امانت پڑے ہیں، اب مذکورہ روپیہ بیوپار کی کمپنی میں ڈال کر ان کا نفع بڑھادیں تو جائز ہے یا نہیں؟ مگر لے صحیح البخاری باب ما جاء فی سبع ارضین — قیدی کتب خانہ کراچی ۲۵۴/۱

۲۔ القرآن الکریم ۱۸/۷۲

۳۔ ۶۸/۶

۴۔ التفسیرات الاحمدیہ تحت ۶۸/۶ مطبع کریبی ممبئی انڈیا ص ۳۸۸

یہاں کی کمپنیوں میں لین دین سود کا ہوتا ہے تو ان کا کیا حکم ہے؟ اگر اس طور وہ روپیہ بڑھ نہ سکتا ہو تو اور کوئی طریقہ ان روپوں کے بڑھنے کا ہے اور بڑھ سکتے ہیں یا نہیں یا اسی طرح سے جماعت کسی امین شخص کے پاس امانت رکھنے میں چوری ہونے کا خوف ہے کہ مبادا مسجد کے روپے ضائع ہو جائیں تو ان روپوں کا مکان خرید کر کے اس کے کرایہ سے نفع اٹھایا جائے اور وقت ضرورت روپیہ وہ مکان فروخت کیا جائے، مگر ان میں جماعت والوں کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ صورت نہ کرنی چاہئے اور بعض کہتے ہیں کہ اس طور کیا جائے تو ان کا حکم کیا ہے، وہ برائے مہربانی مفصل طور سے ارفتم فرما کر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں۔

## الجواب

چندہ کے روپے چندہ دینے والوں کی ملک پر رہتے ہیں ان سے اجازت لی جائے، جو جائز بات وہ بتائیں اس پر عمل کیا جائے، و بیان المسئلة و تحقیقہا فی کتاب الوقف من فتاؤنا (اس مسئلے کا بیان اور تحقیق ہمارے فتاویٰ کی کتاب الوقف میں ہے۔ ت) ایسی کمپنی میں کہ سود کا لین دین کرتی ہو شامل کر کے بڑھانا حرام ہے اگرچہ چندہ دہندہ اجازت دیں، قلیس لاحدان یحل ما حرم اللہ (کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اس چیز کو حلال قرار دے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۵۔ مدرسہ محمد صابر مدرس مدرسہ دارالعلوم قصبہ منٹونا تھ بھتیجی ضلع عظیم گڑھ ۱۸ صفر ۱۳۳۳ھ

۲۰۶۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ کئی سو برس سے آباد ہے وہاں کے مسلمانوں کی مردم شماری فی الحال تقریباً آٹھ ہزار ہے اور وہاں مسجدیں کچھ اتنی کے قریب آباد ہیں، ان کے علاوہ اور بھی مساجد ہیں، وہاں کے کل مسلمان بجز چند شیعہ کے ابتدا سے حنفی المذہب متفق الخیال متحد العقائد والمسائل باہم شیر و شکر کی طرح ملے جلے رہتے تھے ان میں کسی قسم کا مذہبی جنگ و جدال و مخالفت نہ تھا مگر تقریباً تیس تیس برس سے چند لوگ (غالباً فی الحال ان کی تعداد دو ڈھائی سو ہوگی) منکر مذہب، غیر مقلد ہو گئے اور باہم سخت منافرت و مخالفت پیدا ہو گئی حتیٰ کہ بار بار فوجداری اور عدالت کی نوبت پہنچ گئی، غیر مقلدین نے اپنی عید گاہ اور جامع مسجد نئی بنوالی تھیں مگر بعض بعض ایسی ہی مسجدیں ہیں جن میں دونوں فریق نماز پڑھتے ہیں ایسی مسجدوں پر اکثر مذہبی جھگڑے ہو جایا کرتے ہیں چنانچہ ان دونوں موجودہ ۱۳۳۳ھ ۱۳ محرم کو ایک مسجد میں دونوں فریق جمع ہو گئے اور اسی میں مار پیٹ لٹم لٹھا گھوسم گھوسا کر بیٹھے بلکہ ان کے ذریعہ سے دو فوجداریاں اور بھی ہو گئیں جس سے قصبہ میں پھل مچ گئی، پولیس اگر روک تھام نہ کرتی تو نہیں معلوم کیا ہو جاتا آئے دن کی مذہبی فوجداری سے دونوں فریق تنگ آ گئے، اب فریقین اس امر پر راضی ہیں کہ باہم صلح کر کے جھگڑے کو



مٹا دیں، چنانچہ برضا مندی فریقین چند اشخاص حکم مقرر کئے گئے ہیں اور باتفاق فریقین اقرار نامہ ثالثی میں مضمون لکھا گیا ہے کہ ثالثان حسب شریعت و قانون و دیانتداری جو فیصلہ کر دیں گے ہم فریقین کو منظور ہے، اب علمائے حقانی سے یہ استفسار ہے:

(۱) چونکہ تیسوں برس کے تجربہ و مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس قصبہ میں جب دونوں فریق ایک زامی مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں تو اکثر مذہبی شر و فساد کر بیٹھتے ہیں اگر اس شر و فساد و فتنہ و پر خاش کے مٹانے کے لئے ثالثین دونوں کو الگ کر دیں اور فریقین کے لئے خاص خاص مسجدیں نامزد کریں تو کیا یہ فیصلہ خلاف شریعت ہوگا؟

(۲) اگر کسی نمازی کے ذریعہ سے حفظ امن میں خلل واقع ہوتا ہو اور شر و فساد کا اندیشہ ہو یا عام نمازیوں کو کسی قسم کی تکلیف اور اذیت پہنچتی ہو تو ایسے شخص کو بغرض حفظ امن و انسداد شر و فساد جماعت سے روک دینا کیا شرع کے خلاف ہے؟ بینوا و توجروا۔

### الجواب

(۱) جو مساجد غیر مقلدوں کی بنائی ہوئی ہیں ان کے نامزد کر دی جائیں مگر جو مساجد اہل سنت کی بنائی ہوئی ہیں ان میں سے کوئی مسجد غیر مقلدوں کے لئے خاص کر دینا اور اہل سنت کو ان سے ممنوع کرنا شرعاً محض ظلم و حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجد میں اس کا نام لینے سے روکے۔  
جکہ وہ مسجدیں اہل سنت کی ہیں اور ان کی بنائی ہوئی ہیں تو ان پر قبضہ چاہنا اور اس کے لئے فتنہ اٹھانا غیر مقلدوں کا فساد ہوگا اور کوئی مجبور نہیں ہو سکتا کہ دوسرے کے شورش بے جا کے سبب اپنے حق سے دست بردار ہو فتنہ غیر مقلدوں کا انسداد اگر لوں نہ ہو سکتا ہو تو کچھ بیاں کھلی ہوئی ہیں اور وہ اسی واسطے رکھی گئی ہیں کہ فتنہ والوں کا دست تعدی کوتاہ کریں اور دوسروں کے حقوق پر دست درازی نہ کرنے دیں جو شخص یہ رائے یا فتویٰ دے کہ دفع فتنہ کے لئے اپنی مسجد چھوڑ دو۔ کل اگر غیر مقلدین یا اور مفسدین ان کی جائداد اموال متاع مکانوں پر قبضہ چاہیں اور نہ دیجئے تو فساد اٹھائیں کیا دفع فتنہ کو وہ لوگ اپنے گھر بار مال متاع اسباب جائداد سے دستبردار ہو جائیں گے ہرگز نہیں، تو وجہ کیا ہے کہ یہ آنکھوں میں دنیا کی قدر ہے دل میں دنیا



کی محبت ہے جگر میں دنیا کا درد ہے وہاں دفعِ فتنہ کو یہ تدبیر نہ سوجھے گی نہ آیات دفعِ فساد کے یہ معنی ذہن میں آئیں گے اور نہ دین کی قدر نہ محبت نہ درد، لہذا گھاس کی طرح کتر دیں گے کہ میاں ہاں اپنی مسجد میں چھوڑ دو اپنے دینی حقوق سے دست بردار ہو جاؤ کسی طرح جھگڑا توڑے حالانکہ اوروں کے فتنہ فساد پر اگر اپنی جائداد مسکانات مال اسباب چھوڑ دو تو صرف دنیوی نقصان ہے اور یہاں علاوہ اپنی دینی حق تلفی کے اس آئے کریم کی وعید شدید میں داخل ہونا اور حرام کار تکاب اور حکمِ قرآن عظیم استحقاقِ رسوائی و خواری و عذاب ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لہم فی الدنیا خزی و لہم فی الآخرۃ عذاب عظیم و العیاذ باللہ۔ اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ (ت)

(۲۱) ہاں شرعاً حکم ہے کہ ایسے لوگ مسجد سے بازر کھے جائیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہیں مساجد میں داخل نہیں ہونا چاہئے مگر ڈرتے ہوئے (ت) درمختار میں ہے،

یسع منه کل مؤذ ولو بلسانہ۔ ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے روکا جائیگا اگرچہ وہ ایذا زبان سے پہنچائے (ت)

عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث فلا یقر بن مصلانا (وہ ہرگز ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئیں۔ ت) پھر رد المحتار میں ہے،

والحق بالحدیث کل من اذی الناس بلسانہ و بد افقی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وهو اصل فی نفی کل من یتاذی بہ۔ اس حدیث کے ساتھ وہ شخص بھی ملحق ہے جو زبان سے لوگوں کو ایذا پہنچاتا ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی پر فتویٰ دیا اور یہ اصل ہے ہر اس چیز کی نفی میں جس سے لوگوں کو ایذا ہوتی ہے۔

۱۱۴/۲ لے القرآن الکریم

لے

لے درمختار کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ مطبع مجتہدانی دہلی ۹۴/۱

لے رد المحتار کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳۴/۱

مگر طرفہ تحفظ کا لحاظ ضروری ہے اگر خود منع کرنے میں اندیشہ فساد ہو چارہ جوئی کر کے بند کرادیں، وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۔ مسئلہ شہداء احمد زیندار ساکن موضع پال تکر ڈاکخانہ امریہ ضلع سیلی بھیت ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ  
بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ وفضل علیٰ سولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں، ایک موضع جس میں پانچ چار گھر مسلمانوں کے اور پندرہ بیس گھر اہل ہنود کے ہیں، اور قدیم الایام سے ایک مسجد تعمیر خام خس پوش موجود ہے، کسی وقت میں یہ مسجد مسلمانوں کی آبادی کے اندر واقع تھی اور اس کے گرد و نواح میں مسلمان آباد تھے، رفتہ رفتہ تغیر و تبدل ہوتے ہوئے مسلمانوں کی آبادی اس مقام سے ہٹتی گئی اب صورت یہ ہے کہ مسجد کے گرد و نواح کوئی مسلمان کا گھر نہیں ہے اور وہ مسجد بالکل مسلمانوں کی آبادی سے ایک جانب ہنود کی آبادی کے ساتھ متصل ہے اور ہمیشہ خراب و خستہ اور ویران پڑی رہتی ہے اور عرصہ دس بیس سال سے نہ وہ آباد ہوئی اور نہ آبادی کی امید ہے، اب بفضلہ تعالیٰ اہل اسلام میں سے ایک شخص کو خداوند تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے وہ مسجد پختہ بنانا چاہتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ مسجد پختہ اسی مسجد قدیم کی جگہ تعمیر کی جائے کہ جو ایک مدت دراز سے غیر آباد ہے اور نہ آئندہ آبادی کی امید ہے، یا یہ کہ اس کو کسی طرح محفوظ محدود کر کے دوسری جگہ مسلمانوں کی آبادی کے درمیان میں مسجد پختہ تعمیر کی جائے کہ جس سے اس مسجد پختہ جدید میں نمازیوں کا پہنچنا بھی آسان ہو اور مسجد آباد رہے۔ بینوا تو بے دردا۔

## الجواب

حتی الامکان مسجد کا آباد کرنا فرض ہے اور ویران کرنا حرام۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،  
ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان ینذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا۔  
اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے روکتا ہے اور ان کی بربادی کی کوشش کرتا ہے (دست)

ہندوستان کی آبادی کا قاعدہ یہ ہے شہر ہو یا گاؤں کہ مکانات قریب قریب ہوتے ہیں، بیس پچیس گھر کا گاؤں اتنے فاصلہ کی آبادی نہ رکھے گا کہ مسلمانوں کو مسجد قدیم تک جانا دشوار ہو تو جو صاحب پختہ بنانا چاہتے ہیں اسی کو پختہ کریں اور آباد کریں خدا مسجد بنانے میں نفل کا ثواب پائیں گے اور اس مسجد کے آباد کرنے میں فرض کا ثواب

نفل کے ثواب کو فرض کے ثواب سے کچھ نسبت نہیں ہو سکتی، بڑے گاؤں میں جو لوگ رہتے آبادی میں ہیں اور ان کی کاشت کے نمبر گاؤں کے دھری پر ہیں روزانہ جوتے بونے کاٹنے کے لئے دو دو میل جاتے آتے ہیں اپنے رب کے فرض ادا کرنے کو دس قدم آگے جانا کیا دشوار ہے، اصل حکم یہ ہے اگر عمل اس پر واقعی ناممکن ہو تو وجہ دشواری سے مفصل اطلاع دیں اگر معقول ہوئیں تو چارہ کار بتایا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰۹۔ مسئلہ حاجی محمد رمضان و ابراہیم پیرزادہ وغیرہما انصاری سکھائے قصبہ پالی مارواڑ کیریہ

محلہ ناڈی ۴ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ پالی مارواڑ محلہ ناڈی میں فقیر ٹوندے شاہ نے اپنے مکان میں ایک چھوٹی سی مسجد خاص اپنے ہی واسطے نماز پڑھنے کے لئے بنوائی اور تازلیست خود اسی میں وہ نماز پڑھتا رہا عام لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی۔ جب ٹوندے شاہ لاوارث مر گیا تو اس مکان کا قبالہ یعنی پٹہ سرکار راج مارواڑی نے بصیغہ لاوارثی بنام حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم کر دیا جس کا مضمون یہ ہے کہ ٹوندے شاہ تو نما اولاد گیا لہذا اس کے مکان کا پٹہ یعنی قبالہ حاجی اعظم شاہ صاحب کے نام کر دیا گیا ہے۔ سواب اس مکان پر قابض اور متصرف حاجی اعظم شاہ کی اولاد رہے گی کسی دوسرے کا کوئی حق اور ملکیت اس مکان پر نہیں ہے، چنانچہ ٹوندے شاہ کو برسر عرصہ ہوا آج تک اولاد حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم اس مکان پر قابض اور متصرف ہے، تھوڑا عرصہ ہوا کہ چند اشخاص ناحق شناس نے عدالت میں مسجد کو اپنے قبضہ و تصرف میں لانے کی غرض سے دعویٰ کیا مگر پٹہ سرکار کے عدالت نے حق اور ملکیت اس مکان اور مسجد پر اولاد حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم ہی کا بدستور قدیم قائم رکھا، اب وہی اشخاص مذکورین اولاد حاجی اعظم شاہ مرحوم کو تنگ کرتے ہیں کہ یا تو مسجد کو چھوڑ دو اور نہیں تو تم کو اسلام سے خارج کر دیں گے۔ لہذا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر اس مسجد کو اولاد حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم سے جبراً لے لی جائے تو اس مسجد میں نماز عند الشرع صحیح و درست ہوگی یا کیا؟

دوم اگر اولاد حاجی اعظم صاحب مرحوم مسجد کو نہ چھوڑیں تو مخالفین ان کو اسلام سے خارج بحکم شرع شریف کر سکتے ہیں یا کیا؟

اور یہ امر بھی واضح رہے کہ مسجد متنازعہ عام مسلمانوں پر وقت نہ ہونے کی وجہ سے سرکار راج مارواڑ نے اس کا پٹہ بصیغہ لاوارثی بنام حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم کر دیا ہے، اور جو مسجدیں کہ عام مسلمانوں پر وقف کی گئی ہیں ان کا یہ سرکار راج مارواڑ بصیغہ لاوارث نہیں کرتی ہے، لہذا امیدوار کہ اس صورت میں جو امر حق ہو ارشاد فرمائیں اور عند اللہ وعند الناس ماجور و مشکور ہوں، فقط۔

## الجواب

اس سوال میں چند باتیں معلوم ہونے کی ضرورت ہے،

- (۱) وہ مسجد مکان کے اندر کس حیثیت سے ہے؟
- (۲) مسجد تک راستہ مکان کی زمین ملک میں ہے یا کس طرح ہے؟
- (۳) ٹونڈے شاہ کے وقت میں اور بھی لوگ اس میں نماز پڑھتے تھے یا تنہا وہی پڑھتے تھے اگر اور لوگ بھی پڑھتے تھے تو کون اس محلہ کے یا عام راہ گیر یا کیا؟
- (۴) اس مسجد کی حیثیت کیا ہے: اس میں محراب، منبر، برجیاں، منارے وغیرہ ہیں یا نہیں؟ بہتر ہو کہ اس مسجد اور مکان کا شارع عام تک پورا مفصل واضح نقشہ بنا کر بھیجے۔
- (۵) اس کا کیا ثبوت ہے کہ ٹونڈے شاہ نے وہ مسجد خاص اپنے لئے بنائی اور کسی کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی؟

ان باتوں کا مفصل جواب اسی ورق کی پشت پر مع نقشہ لکھ کر یہ ورق واپس کیجئے تو جواب دیا جائے ان شاء اللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۱ مستولہ یعقوب علی خاں نقشبندی قادری مقام گھڑی ضلع گورگاؤں ڈاکخانہ دھنیہ اسٹیشن مالوسانہ ۴ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یعنی مسجد میں تیل خرچ سے زائد قریب تیس آثار کے مجموعہ سے جمع ہے اس تیل کو فروخت کر کے قیمت اس کی اخراجات مسجد میں لائی جائے یا یہ کہ اس کو محتاجوں میں تقسیم کیا جائے؟

## الجواب

اگر مسجد کے لئے روزانہ تیل دوسری جگہ سے آتا ہے مسجد کو خریدنا نہیں ہوتا جس کے باعث یہ تیل مسجد میں کام آنے کی امید نہیں یا اس کی حفاظت میں وقت ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو اسے متولی و اکثر متدین اہل محلہ امانت دیانت و اعلان کے ساتھ بیچ کر اخراجات مسجد میں صرف کر دیں، محتاجوں میں تقسیم کرنا جائز نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

بروز سہ شنبہ ۸ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

مسئلہ ۲۱۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

اولاً ایک مسجد کے ایک پہلو میں فرش صحن کے نیچے دکانات کے آثار تھے، مگر ان کی چھت کی بلند









ہر شخص کو وعظ کہنے کی اجازت دینا درست ہے یا نہیں؟

### الجواب

(۱) مسجد میں اپنے لئے مانگنا جائز نہیں اور اسے دینے سے بھی علماء نے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ امام اسماعیل زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے اسے چاہئے کہ ستر پیسے اللہ تعالیٰ کے نام پر اور دے کہ اس پیسہ کا کفارہ ہوں، اور کسی دوسرے کے لئے مانگنا یا مسجد خواہ کسی اور ضرورت دینی کے لئے چنہ کرنا جائز اور سنت سے ثابت ہے۔

(۲) وقف کو بیع کی اجازت نہیں ہو سکتی جب تک واقف نے استبدال کی شرط نہ لگائی ہو، فی الجملہ نقصان یا آئندہ اس کا احتمال اس کی اجازت کا کفیل نہیں ہو سکتا۔ مسجد کی مستعمل چیزیں مثلاً چٹائیاں، دریاں، لوٹے صرف مستعمل ہونے کی وجہ سے بیچنے کے کوئی معنی نہیں، اور ایسی اشیاء میں جو بیکار ہو جائے وہ دینے والے کی طرف واپس ہو جاتی ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔

(۳) بغیر امتیاز وعظ کی اجازت دینا جائز نہیں اور روکنا واجب ہے، ان کا انتظام اگر صحیح و مطابق شرع و موافق مصالح مسجد ہو تو دوسروں کو اس میں دست اندازی کی وجہ نہیں اور وہ روکے جاسکتے ہیں اور اگر ان کا انتظام خلاف شرع ہو تو ہر مسلمان اس میں دست اندازی کر سکتا ہے اور اس کو روکنے کا حق کسی کو نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۶ آہود ملک مارواڑ متصل ایرپور پیر محمد امیر الدین روز یک شنبہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ پیش امام میں کون کون صفت ہونی چاہئے؟ آیا کہ مسجد کا تیل وہ گھڑے و روٹی وغیرہ فروخت کرنا جب ان لڑکوں سے مار پیٹ کر روٹی منگانا وہ روک لی لائیں تو ان کو مارنا اور جیسے کے روز بھی لڑکوں کو اسی واسطے بلوانا کہ میری ریاض کی روٹیوں میں فرق نہ پڑ جائے اور مسافر بھوکا رہے تو رہے مگر روٹی شکرواں نا فروخت ہوئے تو دوسری موضع جا کر فروخت کرنا اور پانی کے گھڑے جو مسجد میں وضو کے واسطے موئے والے لے کر آئیں تو امام اپنے مکان پر پانی پہنچا دے وضو والے تکلیف اٹھاتے اور مسافر وغیرہ سب تکلیف اٹھاتے تو ایسے امام کا رہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہی مسامحہ والے ہو کر یہ بات کرے تو جائز ہے؟

### الجواب

امام مسجد صحیح العقیدہ، صحیح الطہارۃ، صحیح القراءت، غیر فاسق معین، عالم احکام نماز و طہارت ہونا چاہئے جس میں کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے جماعت کی قلت و نفرت پیدا ہو، مسجد کے گھڑے اپنے لئے فروخت کرنا حرام ہے اور مسجد کا تیل اگر دینے والوں کی اجازت ہو کہ جو خرچ سے بچے اسے

امام یا مؤذن یا مسجد کا خادم لے لیا کرے تو وہ بچا ہوا جمع کر کے بیچنا جائز ہے، مسجد کی روٹی دینے والے نے جسے دی تھی اگر بطور تملیک دی تھی تو اس کے بیچنے کا اختیار ہے اور اگر بطور اباحت دی جیسے کھانا سامنے لاکر رکھتے ہیں کہ جتنا پیٹ میں آئے کھا لو اسے صرف کھانا جائز ہے بیچنا یا دوسرے کو دینا حرام۔ جبراً روٹی منگنا حرام ہے مگر جب کہ وہی نوکری کی اجرت قرار پائی ہو، اور اس کے لئے لڑکوں کو مارنا جائز نہیں مگر جب کہ وہی اس واجب شدہ روٹی کے لئے میں قصور کرتے ہوں اور مارنا یا تھپتھپ سے ہو نہ کہ لکڑی سے، اور تین بار سے زائد نہ ہو، اور مشر پر نہ ہو۔ اور جمعہ کو بھی روٹی منگنا سکتا ہے جب کہ وہ اجرت میں ٹھہری ہو۔ اور روٹی کہ اس کی ملک ہو جائے اسے اس کے بیچنے کا اختیار ہے خواہ وہاں بیچے یا دوسری جگہ۔ جو پانی مسجد میں وضو کے لئے رکھا گیا اسے اپنے گھر لے جانا جائز نہیں اگرچہ کسی کو تکلیف نہ ہو اور تکلیف ہو تو دہرا حرام۔ جو باتیں ان میں ناجائز بتائی گئی ہیں جو امام ان کا ارتکاب کرے اور باز نہ لے اسے امام نہ رکھنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۹ ابو تراب محمد اسماعیل موضع پنجم سینک ڈاکخانہ جعفر گنج، چہار شنبہ ۱۰ صفر ۱۳۳۲ھ  
ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ گاؤں میں چار کنارہ پر چار مساجد مدت بیس بائیس برس سے جاری ہیں اور ہر مسجد میں تھینا بیس یا پچیس آدمی نماز جمعہ کی پڑھتے چلے آئے ہیں اور ان چار مساجد میں ایک قدیم ہے لیکن وہ بھی موضع کے ایک کنارہ پر واقع ہے اب کوئی عالم صاحب بنظر ہدایت و اصلاح دین و دنیا و رضائے خدا و رسول اہل موضع کو بلا کر کہے کہ بحسب حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اتبعوا السواد الاعظم و ید اللہ فوق سواد اعظم کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ کا دست رحمت الجماعۃ علیہ جماعت پر ہوتا ہے (ت)

ان چاروں جماعت کو اکٹھا کر کے نماز جمعہ کی بطور اکل و اشرف ادا کیا کرو۔ اہل موضع بالاتفاق بایں شرط اس بات میں راضی ہوئے کہ گاؤں کے بیچ بیچ میں جامع مسجد ہو، بعدہ مسجد قدیم والے کچھ پس و پیش کرنے لگے کہ یہاں سب کیوں نہیں آتے مسجد قدیم کو کس طرح توڑوں مابقی تین مساجد والے بوجہ عرج مسافت و بعد مسجد قدیم کے اس میں راضی نہیں۔ اس سوال میں یہ تین باتیں ضرورت طلب ہیں،

(۱) اول عالم صاحب مذکورۃ الصدر کو ان چاروں مسجدوں کے مابین و ستونوں کو اکھڑ کے موضع کے بیچ میں ایک مسجد جامع بنا کر چاروں جماعت کو لے کے اس مسجد جامع میں نماز جمعہ کی پڑھنی جائز ہے

یا نہیں؟ اور وہ عالم اس امر میں مستحقِ ثواب ہو گا یا عذاب؟  
 (۲) دوم، ان چاروں مسجدوں کا مترکہ بیٹ یعنی جاگیوں کا کیا حکم؟  
 (۳) سوم، مسجد قدیم والے کا عذر مذکورہ مکتوبہ از روئے شرع شریف و دین نیت مسموع یا غیر مسموع مستحسن یا غیر مستحسن؟ بتنوا و توجروا۔

### الجواب

سائل نے گاؤں کے لفظ سے تعبیر کیا، اگر وہ واقع میں گاؤں ہے شہر یا قصبہ نہیں جب تو سرے سے بنائے سوال باطل ہے کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں، اور اگر گاؤں سے بستی مراد ہے اور وہ بستی کم از کم قصبہ ہے جب یہ حرام ہے کہ اور مسجدوں کو برباد کر کے جامع مسجد بنائی جائے، نہ ان مسجدوں کے ٹین و ستون اس کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں۔ رد المحتار میں ہے:

لا یجوز نقلہ ولا نقل مالہ الح مسجد آخر۔  
 مسجد اور اس کے مال کو دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں (ت)

نہ ان مسجدوں کی زمینوں کا کسی دوسرے تصرف میں لانا حلال ہو سکتا ہے، جو ایسا کرے گا سخت ظالم و مستحقِ سخت عذاب ہو گا۔

قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے  
 اللہ ان ینذکرفیہا اسمہ وسعیہ جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے منع کرتا ہے اور ان کی بربادی کی کوشش کرتا ہے (ت)

اور جب کہ بعد مسافت کی وجہ سے حرج ہے تو لوگ مجبور نہیں کئے جاسکتے کہ جمعہ ایک ہی جگہ پڑھیں کہ مذہب صحیح معتد مفتی بہ میں شہر میں قند و تبع مطلقاً جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 من ۲۲۰ مسئلہ مسئلہ حاجی کریم نور محمد جنرل مرچنٹ افوار ملوک ناگپور شہر ناگپور ۹ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ  
 مسجد کا جو پیسہ جمع ہے اسے کسی منفعت پر خریدا و فروخت تجارت کر سکتے ہیں، مسجد کے جمع مال افزود کے لئے؟

## الجواب

تجارت میں نفع نقصان دونوں کا احتمال ہے اور کارکنوں میں امین و خائن دونوں طرح کے ہوتے ہیں اور مال وقف میں شرط واقف سے زیادت کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۱ از برٹس کانسٹیبیل و پینچ ایسٹ بینک مسئلہ عبد الغفور ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں عالم ہوں اور مجھ کو مسجد ہونے کے ایک مکان میں پنجوقتہ نماز اور عید کی نماز اور جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے، تو اس کا حکم کیا ہے، اور حال یہ ہے کہ اس مکان کے مالک نے عام اجازت دے دی ہے کہ جس کی خوشی ہو وہ آکر نماز پڑھے جبہ اور عید اور پنجوقتہ کی، آیا اس مکان کو پھر اپنے تصرف میں لانا جائز ہے یا نہیں، فقط۔

## الجواب

اگر اس نے اس مکان کو نماز کے لئے وقف کر دیا تو وہ مسجد ہی ہے اسے اس میں رہنا جائز نہیں تمام آداب مسجد لازم ہیں اور اس میں نماز کا وہی ثواب ہے جو مسجد میں ہے اور اگر صرف اتنا کہہ کر نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہوں مگر وقف نہیں کرتا، تو اس میں نماز جائز ضرور ہے اگرچہ جمعہ و عیدین کی کہ ان کے لئے بھی مسجد شرط نہیں مگر بلا عذر شرعی عیدین میں ترک سنت اور فرائض میں ترک واجب ہے، یہ کہنا کہ میں عالم ہوں اگر کسی وقت کسی ضرورت و مصلحت شرعی کے سبب ہے تو حرج نہیں، قال سیدنا یوسف علی نبینا الکریم وعلیہ، اتی حفیظ عظیم (بیشک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔ ت) اور اگر بلا ضرورت ہے تو جہل اور خود نمائی سے خود ستائی کے لئے ہے تو سخت گناہ ہے قال اللہ تعالیٰ لا تزکوا انفسکم (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی پاکیزگی مت بیان کرو۔ ت) حدیث میں ہے:

من قال انا عالم فہو جاہل ۱۰ واللہ جو یہ کہے کہ میں عالم ہوں وہ جاہل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۲ از مدرسہ مظہر العلوم کچی باغ بنارس مسئلہ امان اللہ مدرس یکشنبہ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

زید نے چند مسلمانوں سے کچھ روپیہ بطور چندہ مجتمع کیا یہ کہہ کر کہ اس روپیہ سے زمین مسجد بنانے کو خرید



کی جائیگی، اس نیت سے لوگوں نے چندہ دیا اور اس روپیہ چندہ کے ایک زمین خریدی گئی، وقت بنائے مسجد قلعہ نما وغیرہ سے سمت قبلہ درست کرنے میں منجملہ زمین خرید شدہ چندہ یا تھ زمین بسبب کچی کے احاطہ مسجد سے باہر رہ گئی مسجد بہم وجہ تیار ہو گئی اس میں جمعہ جاہلوت جاری ہے لیکن کسی مسلمان نے نہ زبانی اب تک ایسا کہا کہ یہ سب زمین خرید شدہ ہم نے وقف کی نہ ایسی تحریر کسی منظم مسجد یا چندہ دہندگان کی طرف سے ہوئی ایسے حال میں علمائے دین سے سوال ہے کہ وہ زمین احاطہ مسجد سے باہر رہ گئی ہے زمین مسجد بھی جائے گی اور اس کا حکم مسجد کا ہو گا یا فقط زمین موقوفہ کی جائیگی علم مسجد میں نہ ہو گی، اور بہر حال اس زمین کا بیع و شہار یا اس میں تصرف مالکانہ کرنا جائز ہو گا یا منوع و ناجائز؟ منظم مسجد نے اس زمین کو خارج مسجد سمجھ کر ہمسایہ کے ایک مسلمان سے کچھ روپیہ لے کر اس کو دے دی اور اس روپیہ کو مسجد کے متعلق خرچ کیا اور اس مسلمان نے اس زمین سے زینہ اپنے مکان کی چھت کا بنایا اس سے عام مسلمان ناراض ہیں کہ زمین مسجد یا زمین وقف میں کیوں ایسا تصرف کیا گیا، اب اس صورت میں حکم شرع کیا ہے؟ کیا وہ زینہ تڑوا کر زمین واپس لے لی جائے یا اس کے عوض میں جو روپیہ وہ مسلمان دے چکا ہے اس سے وہ زمین اس کی ملوکہ ہو گئی؟ زینہ تڑوانے اور زمین واپس لینے کا حق شرعاً مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے اور اگر وہ مسلمان بلالناش کرنے کے عدالت حاکم وقت میں زینہ تڑوانا اور زمین واپس دینا نہ چاہے تو خطا صرف مالک کی ذمہ منظم ہو گا جس نے روپیہ لے کر زینہ بنانے کی اجازت دی ہے یا عام مسلمانان کے ذریعہ وہ خرچ ہو گا۔ ہر شش سوال کا جواب عام فہم مفصل ہو دلائل و نقل عبارت مستندات درکار ہے۔ بدون اس کے تشفی عام مسلمانان و صورت رفع نزاع متصور نہیں، فقط

### الجواب

اگر چندہ دینے والے سب یا ان کا وکیل ماذون بعد خریداری زمین یہ کہہ دیتا کہ اس زمین کو مسجد کیا تو وہ کل مسجد ہو جاتی اور اس میں سے کسی جزو کی بیع یا کوئی تصرف مالکانہ مطلقاً حرام ہوتا لیکن ظاہراً یہاں ایسا واقع نہ ہوا بلکہ زمین خریدی گئی کہ اس میں مسجد بنائی جائے گی اور بنانے میں صحیح سمت کے سبب ایک حصہ چھوٹ گیا، جس قدر میں مسجد بنی وہی مسجد سمجھی گئی اور اس میں نماز جاری ہوئی، حصہ متروکہ کو اگر چندہ دہندوں یا ان کے وکیل ماذون نے وقف علی المسجد کر دیا تو اب بھی اس کی بیع ناجائز ہوئی مگر سوال سے اس صورت کا وقوع بھی ظاہر نہیں ہوتا، صرف اتنا ہوا کہ وہ چندہ دے کر اس روپے اور زمین سے بے تعلق ہو گئے اور یہ ملک سے خارج ہونے کا موجب نہیں جب تک وقف شرعی نہ پایا جائے یہ بیع اور اس روپے کا مسجد میں صرف کرنا اگر اجازت مالکان سے تمنا یا بعد وقوع انھوں نے اجازت دے دی تو دونوں تصرف صحیح ہو گئے، اور اگر مشتری کی خریداری اور زینہ بنالینے کو ایک کافی زمانہ گزرا اور مالکوں نے تعرض نہ کیا تو یہ بھی

اجازت سمجھی جائے گی، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم  
 ۲۲۳ھ از مقام قاضی کیری ڈاکخانہ نویسی ضلع بھاگلپور بمکان شیخ شمس الدین صاحب  
 ۱۶ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ روز شنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد خام تھینا بنیس برس سے تھی بمشورہ مسلمان موضع پختہ بنانے کی رائے ہوئی، جس وقت نیو دیوار کھودی گئی قبر نکلی، دریافت کرنے سے جو ضعیف موضع تھے معلوم ہوا ان سے کہ ہم نے اپنے والد وغیرہ سے سنا ہے کہ یہ سب قبرستان ان ہے بلکہ کل بستی قبرستان پر آباد ہے، اکثر مکانوں میں بھی قبر نکلتی ہے، نماز اس میں جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ مسجد کسی طرف میں آسکتی ہے یا پرتی میدان رہے گا، میدان رہنے میں ممکن ہے زمیندار کسی کو دے دے پھر اس کی حفاظت کی کیا صورت کی جائے؟

(۲) اس موضع کا مالک ایک کافر راجہ ہے وہ حتی الامکان دوسری جگہ مسجد بنانے سے مانع ہوگا اور یہاں رعیت کو اختیار بیع و فروخت ہے راجہ کچھ نہیں کر سکتا ہے صرف مالگزاری کا مستحق ہے اگر خلاف مرضی راجہ دوسری جگہ مسجد بنائی جائے تو مالگزاری جو مقرر ہے نہیں چھوڑے گا، پس اس صورت میں جبکہ مالگزاری برابر زمیندار لیتا رہا حکم میں مسجد کے ہونا یا نہیں؟ بصورت عدم جواز جو مسجد اس طرح بنی ہو کیا حکم ہے، منہدم کر دیں یا کیا کریں؟

(۳) جب کہ کل موضع قبرستان پر آباد ہے تو جو لوگ نماز گھر میں پڑھیں جائز ہوگی یا نہیں؟ مینواؤ تو جروا

### الجواب

یہ خبر کہ یہ سب قبرستان ہے بلکہ کل بستی قبرستان پر آباد ہے بہت بعید و شنیع امر کی خبر، اور خود اپنے مجبروں کی بے اعتباری و رد شہادت پر دلیل روشن ہے، جن اشخاص نے ایسا بیان کیا اگر بے نمازی ہیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا فسق و رد شہادت درکار، اور اگر نمازی ہیں تو قبروں پر نماز حرام ہے، یہ حرام خصوصاً علی الدوام کر کے بھی فاسق و مردود الشہادۃ ہوئے بلکہ سب بستی قبروں پر آباد ہے تو مقابر پر چلنا پھرنا، سونا بیٹھنا، پاختہ پیشاب کرنا کس نے حلال کیا۔ دانستہ مدام ان کے ارتکاب سے بھی فسق ظاہر ہے، بہر حال خبر مردود و نامسموع ہے بلکہ بالفرض اگر یہ لوگ ان محرمات کے ارتکاب سے خود محفوظ بھی ہوتے تو اگر مسلمان کو ان میں مبتلا دیکھ کر مدتوں یہ شہادت ادا نہ کرنا اور اب بتانا یہ خود کیا فسق کے لئے کافی نہیں۔ استہباب و درمختار وغیرہا میں ہے،

يجب الاداء بلا طلب لو الشهادۃ في غير طلب اداء شهادات واجب ہے اگر وہ شہادت

حقوق اللہ تعالیٰ ومتی آخر شاهد حقوق اللہ سے متعلق ہو اور شاہد حسبہ نے بلا عذر الحسبہ شہادتہ بلا عذر فسق فتردیۃ شہادت میں تاخیر کی تو وہ فاسق ہوگا اور اس کی گواہی مردود ہوگی (حسبہ وہ ہے جس سے ثواب آخرت کی توقع ہو)۔ (ت)

غرض ان کے کہنے پر کچھ نظر نہ کی جائے، مسجد بنائی جائے اور اگر قبریں نکلیں تو وہ ضرور مسجد ہے اور اس میں نماز جائز اور اس کی حفاظت واجب۔ قبر جو نکلی ہے اس پر نماز نہ پڑھیں، نہ اس کی طرف پڑھیں، اس کے برابر آگے داپنے بائیں پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ اگر قبر کسی مقبول بندے کی ہے تو اس کی قربت سے نماز میں اور برکت آئے گی،

كما في اللغات ومجمع البحار وكثير من جیسا کہ لغات، مجمع البحار اور متعدد کتب حبلیہ میں ہے اور تحقیق ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کو تفصیلاً بیان کر دیا ہے (ت)

قبر کے شرقی جانب آدھ گز بلند ایک اینٹ کا سترہ قائم رکھیں پھر اس طرف بھی نماز جائز ہو جائیگی، اور اگر ان لوگوں کا اس مسجد کی نسبت بیان صحیح نکلے کہ اس میں بابیاء قبور برآمد ہوں تو وہ بیشک مسجد نہیں فان الوقف لا یوقف اخری ولا یحل اتخاذ القبور مساجد ولا تباح الصلوة کو مسجدیں بنانا حلال نہیں اور نہ ہی قبور پر نماز پڑھنا مباح ہے (ت)

اس صورت میں دوسری جگہ مسجد بنانی لازم، اور راجہ اگر مالگزاری نہ چھوڑے تو اس سے مسجد میں کچھ حاصل نہ آئے گا فان غایتہ الظلم والظلم لا یبطل الحق (کیونکہ نتیجہ یہ ظلم ہے اور ظلم حق کو باطل نہیں کرتا۔ ت) اور پچھلی صورت میں پہلی عمارت کہ حقیقتہً مسجد نہیں ضرور منہدم کر دی جائے کہ بوجہ قبور اس میں نماز جائز نہیں اور صورت مسجد باقی رہے گی تو ناواقف کو دھوکا دے گی وہ اس میں نماز پڑھے گا نماز بھی غراب ہوگی اور قبور پر چڑھنے سے ان کی بھی بے حرمتی ہوگی۔ یہ دوسو لوں کا جواب ہوا۔ تیسرے کی بنا اس پر ہے کہ وہ کل موضع قبرستان پر آباد مان لیا جائے اور ہم اوپر ثابت کر چکے کہ یہ خبر مدفوع و نامسموع ہے۔ اگر تسلیم کی جائے تو نہ صرف نماز وہاں چلنا پھرنا، رہنا، بسنا، یا خانہ، پیشاب سب حرام ہو جائے گا کما بینا فی الامر باحترام المقابر (جیسا کہ ہم سالہ الامر باحترام المقابر میں بیان کر چکے ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶ از دھاکہ محلہ مولوی بازار کوٹھی ۱۱ مسئلہ برکات احمد سوداگر ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کے، مسجد پختہ چندہ جمع کر کے بنانا  
کیسا ہے اور چندہ دینے والوں کو اس کا اجر کیا ملے گا؟ والسلام سنت اسلام۔

### الجواب

صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:  
من بنی للہ مسجدًا نہ اذ فی سوا یتا فی الجنۃ  
جو اللہ عز و جل کے لئے مسجد بنائے اگرچہ ایک  
چھوٹی سی چڑیا کے گھونسلے کے برابر، اللہ عز و جل  
اس کے لئے جنت میں موتی اور یاقوت کا محل  
تیار فرمائے گا۔

اور اس میں ہر وہ شخص جو کسی قدر چندہ سے شریک ہوا، داخل ہے۔ ساری مسجد بنانے پر یہ ثواب موقوف  
نہیں۔ مدینہ طیبہ میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنائی، پھر امیر المومنین عمر فاروق اعظم  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں زیادت فرمائی، پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب  
اس کی تعمیر میں افزائش فرمائی، اس پر یہی حدیث روایت کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۲۲۷ روز شنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان خس پوش پیش مسجد  
ملکیت مسجد واقع ہے اس کو توڑ کر اراضی مسجد میں شامل کر لیا جائے اور امورات نیک مثل نماز جنازہ وغیرہ  
کے واسطے محد و ذکر دیا جائے، دوسرے ہر شخص کو وقت آمد و رفت مسجد کو اردوازہ مسجد بھیر کر آنا جانا  
چاہئے یا نہیں؟ پس صورت مسئلہ میں حکم شرع شریف کا کیا ہے؟ بینوا و تو جروا۔

### الجواب

جائز ہے اگر خلاف شرط واقع نہ ہو، مسجد کے کوڑا کبھی نہ بھیرے جائیں مگر بعد فراغت نماز عشاء  
جبکہ کسی کے آنے کی امید نہ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲۴۱/۱  
سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب من بنی للہ مسجدًا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۴  
۲۔ المعجم الاوسط حدیث ۵۰۵۵ مکتبۃ المعارف الریاض ۲۴/۶



مسئلہ ۲۲۸ مسئلہ عبد الرب مرا مجلیا احاطہ امر یا ضلع پٹی بھیت ۶ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ  
گر مسجد کس قدر زمین جنت ہے پیائش مہرے گرتین فٹ والے کی لکھی جائے، فقط۔

### الجواب

مسجد کی نسبت ایک حدیث روایت کی جاتی ہے روز قیامت تمام مساجد کی زمین جمع کر کے داخل جنت کی جائے گی،

تذہب الارضون کلھا یوم القیمة الا المساجد  
فانہا ینضم بعضها الی بعض قال الشراح  
ای فتصیر بقعة فی الجنة۔  
قیامت کے دن تمام زمینیں ختم ہو جائیں گی سوائے  
مساجد کی زمینوں کے کہ ان میں سے بعض کو  
بعض کے ساتھ ملا دیا جائے گا یعنی اکٹھا

کر دیا جائے گا۔ شارحین حدیث نے فرمایا کہ وہ جنت کا حصہ بنا دی جائیں گی۔ (ت)

اور یہ تو صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ:

اذا امرستم برياض الجنة فارتعوا قيل  
وما رى ارض الجنة يا رسول الله قال  
المساجد قيل وما الرتم قال سبحن الله  
والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر۔  
رواه الترمذی وغیره عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ  
والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر۔ (اس کو ترمذی وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنه سے روایت کیا۔ ت)

مگر یہ حدیث محتمل تاویل ہے اور پہلی روایت میں سخت تعلیل ہے اور مسجد کے قریب اصلاً  
کسی حصہ کا جنت سے ہونا وارد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۹ مسئلہ سید محمد حسین علی قاضی سید پور علاقہ اندور محلہ جمال پورہ اورنگ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد پرانی ہے اور اس کو

۱۸/۵	مکتبۃ المعارف الریاض	حدیث ۴۰۲۱	المعجم الاوسط
۲۲۶/۱	مکتبۃ الامام الشافعی الریاض	تحت حدیث مذکورہ	التفسیر شرح الجامع الصغیر
۱۸۹/۲	امین کمپنی دہلی	ابواب الدعوات	جامع الترمذی



بنانے کے لئے اُس کا پرانا سامان لکڑی وغیرہ نکالا کچھ سامان تو اس میں لگ گیا اور کچھ سامان لکڑی بچ رہا اب اس کو کس کام میں لانا چاہئے اور اس میں بہت سی لکڑی ایسی ہے کہ وہ جلانے کے سوا اور کچھ کام میں نہیں آسکتی ہے سو اس لکڑی کا جلانا جائز اور درست ہے یا نہیں؟ اور باقی جو کہ اچھی لکڑی ہے اس کو دوسرے شخص معتبر کے ہاتھ فروخت کرنا جائز اور درست ہے یا نہیں؟ خلاصہ جواب تحریر فرمائیے گا۔

### الجواب

مسجد کا عملہ جو بچ رہے اگر کسی دوسرے وقت مسجد کے کام میں آنے کا ہوا اور رکھنے سے بگڑے نہیں تو محفوظ رکھیں ورنہ بیع کر دیں اور اس کے دام مسجد کی عمارت ہی میں لگائیں۔ لوٹے، بوریر، تیل، بقی وغیرہ میں صرف نہیں ہو سکتا۔ یہ سب کام متولی اور دیانت دار اہل محلہ کی زیر نگرانی ہو۔ یہ بیع کسی ادب والے مسلمان کے ہاتھ ہو کہ وہ اسے کسی بے جایا ناپاک جگہ نہ لگائے۔ لکڑی کہ جلنے کے سوا کسی کام کی نہ رہی سقایہ مسجد کے صرف میں لائیں اور اگر بیع کر دیں تو خریدنے والا بھی اس کو جلا سکتا ہے مگر اُپلے کی معیت سے بچائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۱۔ مرسلہ اسماعیل خاں کارندہ موضع ریوندہ ڈاکخانہ موندہ تحصیل ضلع مراد آباد ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص گانے بجانے کا کام کرتا ہے اور فونو گراف یا جابھرنے پر بھی اجرت و تنخواہ پاتا ہے اور کوئی ہندو یا زیندار بھی ہے اور سود وغیرہ کی آمدنی بھی اس کو ہوتی ہے ایسے ایسے دو فون قسم کے اشخاص کے روپیہ سے مسجد کا وضو خانہ بنانا یا مسجد پر کلس چر خانہ شرعیہ قاعدہ سے جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

جو مال بعینہ حرام ہو وہ ان کاموں کے لئے لینا بھی حرام ہے اور جس کی نسبت یہ معلوم نہ ہو کہ یہ خاص مال حرام ہے اس کے لینے میں مضائقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۱۔ از راندر ضلع سورت مسئلہ محمد اعظم ناخدا بروز شنبہ ۱۷ رجب ۱۳۳۴ھ

ما قولکم اندریں صورت کہ مسجد کے نقد روپے پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) جمع یعنی موجود تھے اور اسی روپے سے مسجد کی تعمیر کرنے والوں نے یعنی اہل محلہ نے ٹھہراؤ یعنی مقرر کیا ہوا تھا مگر نصف کام ہو کر روپے تمام ہو گئے لہذا مسجد کی آمد کے لئے جو ملکیت واقف نے وقف کی ہوئی ہوں اس کی آمد سے دوسری ملکیت زیادہ کی ہوں یعنی آمد سے دوسری ملکیت خرید کی ہو ان کو متولی یعنی مہتمم مسجد اہل محلہ کی صلاح سے فروخت کر کے مسجد کو تمام کر دے یا بستی کے مسلمانوں کو بھی کمیٹی کر کے صلاح لے اور حاکم وقت کی منظوری درکار ہے کہ نہیں بروقت نہ ہونے قاضی کے اور واقف کی کوئی شرط یا لکھان ایسا نہیں ہے جسے کوئی بیچ سکے۔

**دیگر سوال :** مسجد کی تعمیر کی کوئی ضرورت نہ ہو اور مسجد کے خرچ و اخراجات سے آمد بہت زائد ہو تو کیا متولی یعنی مہتمم مسجد اہل محلہ سے اجازت لے کر کے مدرسہ اس فاضل آمدنی سے کھول سکتا ہے کہ نہیں؟ یا مہتمم مسجد اہل محلہ سے اجازت لے کر یا اہل بستی کے مسلمانوں کی کمیٹی کر کے ان کی رائے لے کر کے مدرسہ کھولے اور حاکم وقت کے حکم کی منظوری ملانا ضروری ہے کہ نہیں؟ کیونکہ واقف کی نیت فقط یہ تھی کہ میرے وقف شدہ ملکیت کی آمدنی مسجد میں خرچ ہو اور کوئی دلیل نہیں کہ مدرسہ کھولیں تو اس وقت میں حاکم وقت کی منظوری کی ضرورت ہوگی کہ نہیں بروقت نہ ہونے قاضی شرع کے، فقط۔

**سوال سوم :** بنا برازیں زائد آمدنی اس مسجد کی سے دوسری مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں کہ نہیں، فقط۔

### الجواب

(۱) وہ کہ واقف نے مسجد پر وقف کیا ہے اسے کوئی نہیں بیچ سکتا، نہ متولی، نہ اہل محلہ، نہ حاکم، نہ کوئی، یاں اس کی آمدنی سے جو جائیداد متولی نے وقف کے لئے خریدی وہ مسجد کے لئے بیع ہو سکتی ہے۔ متولی اور اہل محلہ اور سستی دیندار عالم اور دیاندار مسلمانوں کے مشورہ سے جس میں غلبہ اور انقلاب کا احتمال نہ رہے۔

(۲) جب کہ واقف نے صرف مسجد کے لئے وقف کیا تو وہ مسجد ہی میں صرف ہوگا اس سے مدرسہ نہیں کھول سکتے، نہ خود، نہ بااجازت حاکم۔

(۳) نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴ مدرسہ محمد ابراہیم ڈاک خانہ کنکشیہ ہائی اسکول ضلع فریدپور رجب ۱۳۳۴ھ  
مسجد کے پرانے اسباب یعنی خام اور مین اور بانس وغیرہ اپنے گھر کے کاروبار میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر لگا سکے تو کس کام اور کس طور پر لگایا جائے؟

### الجواب

ستون اور مین کہ مثل سقف تھا اور بانس کہ سقف میں تھے اسی طرح کڑیاں اور اینٹیں، غرض جو اجزائے عمارت مسجد ہوں وہ اگر حاجت مسجد سے زائد ہو جائیں اور دوبارہ ان کے اعادہ کی امید نہ رہے تو متولی و متدین اہل محلہ کی اجتماعی رائے سے انھیں بیچ کر قیمت عمارت مسجد ہی کے کام میں صرف کی جائے مسجد کے بھی دوسرے کام میں صرف نہیں ہو سکتی، خریدنے والا انھیں اپنے صرف میں لا سکتا ہے مگر بے ادبی کی جگہ سے بچائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳۵ مسئلہ از رائل ہوٹل لکھنؤ حبیب اللہ خاں بروز شنبہ ۲۵ رجب ۱۳۳۴ھ

(۱) جو شخص حافظ کسی مسجد میں واسطے امامت و حفاظت کے مقرر ہو وہ مسلمانان اہل محلہ سے جو مسجد میں نماز کو آئیں ان سے ایسی کچھ خلقی کا برتاؤ کرے جس کی وجہ سے مسجد میں آنا ترک کر دیں اور جماعت میں خلل پڑ جائے، اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۲) وہ شخص حافظ جو امام و محافظ مسجد کا ہو اور مسجد میں بیچگانہ اذان نہ خود کہے نہ کہلوائے، نہ روزانہ صفائی مسجد کی کرے، اور دوسرے نمازیوں کو جو صفائی مسجد میں کریں ان کو مسجد کی خدمت کرنے سے منع کرے اور یہ کہ مسجد کی خدمت کر کے کیا مسجد میں قبضہ کرنا چاہتے ہو، اس مسجد میں ہم جو چاہیں کریں تم لوگ کچھ نہیں کر سکتے ہو۔ اس پر کیا حکم ہے؟

(۳) جو شخص حافظ امام مسجد ہو اس حق سے مسجد کے درخت اور گلے جو عرصہ دراز سے مسجد کی زینبائش و رونق کے واسطے لگائے ہوئے ہوں اٹھا کر اور اکھاڑ کر اپنے گھر کو لے جائے اور اپنا قبضہ ہر چیز پر جو مسجد میں ہو اس پر ظاہر کرے اس پر کیا حکم ہے؟

(۴) وہ حافظ جو امام مسجد ہو اور مسجد میں جو بمبیا پانی کا نمازیوں کے آرام اور خرچ مسجد کے واسطے لگا ہوا ہو اس کو اکھڑا دے اور منع کرنے سے نہ مانے اور دوسرے مسلمان کو جو مسجد میں بمبیا لگوانا چاہیں ان کو منع کرے اور نہ لگانے دے اور نمازیوں کی تکلیف پیش نظر رکھے اس پر کیا حکم ہے؟

(۵) مسجد میں مٹی کا تیل ٹین کی ڈبہ میں جلائے جس سے مسجد میں بدبو اور سیاہی ہو اور چھت سیاہ ہو جائے اس پر کیا حکم ہے؟

(۶) موسم گرما میں نمازی صحن مسجد میں نماز پڑھنے کو چٹائی بچھانے کی خواہش کریں اور محافظ مسجد چٹائی حجرہ میں بند کر دے بچھانے کو نہ دے اور نمازی باہم چندہ کر کے بچھال رفع تکلیف و آسائش نمازیوں کے چٹائی منگوا کر بچھانا چاہیں تو ان کو نہ بچھانے دے اور کہے کہ جو کوئی اس مسجد میں چٹائی نہ رکھے گا تو ہم اس چٹائی کو باہر مسجد کے پھینک دیں گے جس کی خوشی ہو اندر مسجد کے یا صحن مسجد میں بحالت موجودہ خواہ گردا ہوا کچھ ہو نماز پڑھے یا نہ پڑھے اپنی چٹائی نہیں بچھا سکتا ہے، کیا مسجد میں چٹائی بچھا کر مسجد پر نمازی اپنا قبضہ کرنا چاہتے ہیں جن کے بزرگوں کی مسجد بنوائی ہوئی ہے ان کی طرف سے ہم مقرر ہیں ہم چاہیں چٹائی مسجد میں ڈالیں یا نہ ڈالیں دوسروں کو ڈالنے کا اختیار و مجاز نہیں ہے، اس پر کیا حکم ہے؟

(۷) جو حافظ امام مسجد ہو اور اس طرح کا عمل مذکور بالا کرے جس سے نمازیوں کو تکلیف ہو اور

جماعت میں خلل پڑے اور ان کی وجہ سے مسجد میں آنا چھوڑ دیں اور وہ شخص مسجد کو اپنا مقبوضہ خیال کرے وہ شخص امام رہنے کے قابل ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کو کیا خطا کرنا چاہیے؟ اور اس پر حد شرع کیا ہے؟ فقط۔

### الجواب

(۱) اس صورت میں وہ گنہگار و مستحق عذاب ہے کج خلقی وغیرہ تو بڑی بات ہے، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مسجد میں ایک بار نماز عشاء کی قرأت طویل کی وہ ایک مقتدی کو ناگوار ہوئی، اس کا حال حضور میں عرض کیا گیا اس پر ایسا غضب فرمایا کہ ایسی شان جلال کم دیکھی گئی تھی اور معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا،

افآن انت یا معاذ، افآن انت یا معاذ، اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو، کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو، کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو۔

(۲) اذان سنت مؤکدہ اور شعار اسلام ہے اور بغیر اس کے جماعت مکروہ، یہاں تک کہ اگر امام مسجد آہستہ اذان کہلوں گا جماعت پر حجامے وہ جماعت اولیٰ نہ ہوگی، لہذا جو لوگ آئیں انہیں حکم کر اعلان کے ساتھ اذان کہیں اور پھر از سر نو جماعت قائم کریں، اس کا تارک اور لوگوں کو اس سے منع کرنے والا صریح گمراہ و فاسق ہے، یونہی مسجد کی تنظیف کا بھی شرع میں حکم ہے۔ سنن ابوداؤد میں ہے: امر التبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنیام المسجد فی الدور وان تنظف وتطیب۔ مساجد بنانے اور انہیں پاک و صاف رکھنے کا حکم دیا ہے (ت) جو نہ خود کرے اور نہ اوروں کو کرنے دے مسجد کا بدخواہ ہے۔

۹۰۲/۲	کتاب الادب	قدیمی کتب خانہ کراچی	صحیح البخاری
۱۸۷/۱	کتاب الصلوٰۃ، باب القراءة فی العشاء	قدیمی کتب خانہ کراچی	صحیح مسلم
۱۳۳/۱	کتاب الامامة	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	سنن نسائی
۱۱۵/۱	کتاب الصلوٰۃ	باب تخفیف الصلوٰۃ آفتاب عالم پریس لاہور	سنن ابوداؤد
۶۶/۱	باب اتخاذا المساجد فی الدور	" " "	" " "



(۳) مسجد میں پڑھنا ممنوع ہے اور ان کا اکھاڑنا جائز مگر اس کے لگائے ہوئے نہیں تو اپنے گھر لے جانے کا کوئی معنی نہیں۔ قبضہ اگر مسجد کی اشیاء پر متولیاً نہ ظاہر کرے تو حرج نہیں جبکہ متولی ہو اور مالکانہ ہو تو حرام۔

(۴) مسجد ہی کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ فنائے مسجد یعنی اس کے متعلق زمین اس کا بلاوجہ شرعی زائل کرنا اور نمازیوں کو تکلیف پہنچانا شرعاً ممنوع ہے، دوسرے یہ کہ عین مسجد میں اگر قبل تمام مسجدیت واقف نے لگایا تو باقی رکھا جائے گا اور اس کا ازالہ بھی ممنوع ہے اور اگر بعد تمام مسجدیت باقی نے خواہ اور کسی نے لگایا تو وہ لگانا حرام اور اکھاڑ دینا واجب۔

(۵) یہ حرام ہے اور اس کا ازالہ فرض، اور کرنے والا مسجد کا بدخواہ، اور دربار الہی کے ساتھ گستاخ۔  
(۶) اس پر استحقاق لعنت ہے اور وہ خود ہی مسجد پر قبضہ مالکانہ کرنا چاہتا ہے دوسروں پر جھوٹا الزام رکھتا ہے۔  
(۷) شائع مذکورہ کے مرتکب فاسق معان کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کر پڑھنی منع، اور پڑھ لی تو پھیرنا واجب، اور مسجد پر سے اس قبضہ ظالمانہ کا اٹھا دینا لازم، اور شرعاً وہ ہر اس تعزیر کا مستحق ہے جو سلطان اسلام تجویز فرماتا ہو واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲۲ مسئلہ سیّد آدم جی برادر دولت المحضرت یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) مسجد میں چراغ تمام شب جلانا چاہئے یا جہاں تک نمازیوں کی آمد و رفت ہو وہاں تک؟  
(۲) محراب مسجد کو یا دیوار قبلہ کو نقش و نگار اور سونے کا پانی چڑھانا اور رنگ دینا مکروہ ہے یا نہیں؟ فقط۔

## الجواب

(۱) وہاں کے عرف معہود پر عمل کیا جائے جہاں شب بھر روشن رہتا ہے جیسے مساجد طیبہ، مدینہ طیبہ و مکہ معظمہ و بیت المقدس وہاں شب بھر روشن رکھنا چاہئے ورنہ نصف شب کے قریب تک۔

(۲) مکروہ ہے کہ باعث شغل قلب نمازیان سے مگر واقف نے کیا ہو تو ویسا ہی کیا جائے گا اور اس میں نیت تعظیم مسجد ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲۲ مسئلہ از وزیر آباد ضلع گوجرانوالا مسجد شیخ فضل نور عالم امام مسجد یکشنبہ ۱۶ شعبان ۱۳۳۴ھ  
بخدمت حامی سنت، قاصد بدعت، عالم اہلسنت و جماعت، مرجع علماء و فضلاء جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہماری مسجد بسبب کہ نہ ہونے کے شہید کر اگر انہ سب نو تعمیر کرائی جا رہی ہے، بعض اصحاب کا خیال ہے



کہ نیچے دکانیں اور اوپر مسجد تعمیر ہو تاکہ دکانوں کا کرایہ مسجد کے مصالح و مصارف پر وقتاً فوقتاً خرچ ہوتا رہے اور بعض اس کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسجد کا احاطہ تحت الثریٰ سے عرش معلیٰ تک قابل احترام ہے دکانیں بنانے میں احترام نہیں رہتا کیونکہ مسجد کا گردا گرد ابھی قابل احترام ہے۔ ہاں اگر ابتداء بنائیں دکانیں بنائی جاتیں تو جائز تھا جیسا کہ لاہور میں مسجد وزیر خاں اور سنہری مسجد۔ مجوزین کہتے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مسجد کے اوپر امام کے لئے بالا خانہ جائز ہے، اور مسجد کا احترام جیسا کہ نیچے کے حصہ کا ویسا ہی اوپر کا، جب بالا خانہ بنانے سے احترام میں فرق نہیں آتا تو دکانیں بنانے میں کیا حرج ہے، حالانکہ فائدہ ہے۔ نیز مسجد تنگ ہو تو راہ کا کچھ حصہ اس میں ملا لینا اور راہ تنگ ہو تو مسجد کا کچھ حصہ راہ میں ملا دینا جائز ہے جب ضرورت کے وقت بلالفاظ احترام ایسا تغیر و تبدل جائز ہے تو دکانیں بنانے میں بھی چونکہ مسجد کے مصلحت کی ضرورت ہے کیوں جائز نہیں ہے اور عدم جواز کی کیا وجہ ہے؛ اور آج کل ضلع جوہر والا میں ایک مسجد شہید کر اکر نیچے دکانیں بنائی گئی ہیں اکثر علماء نے فتویٰ جواز کا دے دیا ہے حتیٰ کہ فیصلہ عدالت حکام میں بطور نظیر رکھا گیا ہے اور فتویٰ جواز عند العلماء مسلم ہو چکا ہے۔ بغیر مقلدین جواز کے قائل ہیں مگر ہمارا اطمینان نہیں ہوتا کیونکہ کتابوں میں عدم جواز ہی دیکھا ہوتا ہے البتہ تذبذب و تشکیک ہو گیا ہے۔ لہذا خدمت میں گزارش ہے کہ خدا کے واسطے مطابق کتاب و سنت اس مسئلہ کی تحقیق فرما کر جلد مرحمت فرمائیں تاکہ اس جھگڑے سے ہمیں نجات ملے، جواز یا عدم جواز جو حق ہو دلائل قاطعہ سے مدلل فرما کر جلد روانہ فرمائیں کیونکہ عمارت رُک کر رہی ہوئی ہے اور دیر ہونے میں حرج ہوتا ہے۔ جزاکم اللہ فی الدنیا والاخرہ۔

## الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ دکانیں قطعی حرام، اور وہ بالا خانہ بھی قطعی حرام، ہاں وقت بنانے مسجد قبل تمام مسجدیت نیچے مسجد کے لئے دکانیں یا اوپر امام کے لئے بالا خانہ باقی بنائے اور اس کے بعد اسے مسجد کرے تو جائز ہے اور اگر مسجد بنا کر بنانا چاہے اگرچہ مسجد کی دیوار کا صرف اسارا اس میں لے لے اور کچھ میری پہلے سے یہ نیت تھی ہرگز قبول نہ کریں گے اور اس عمارت کو ڈھادیں گے۔ درختار میں ہے:

لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضرب لاند  
من المصالح اما لو تمست المسجدية  
ثم اراد البناء منع ولو قال  
عنیت ذلك لم یصدق تا نار خانیه  
فاذا کانت هذا فی الواقعف

اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کے لئے حجرہ بنا دیا  
تو حرج نہیں کیونکہ وہ مصالح مسجد میں سے ہے  
لیکن تمام مسجدیت کے بعد اگر وہ ایسا کرنا چاہے  
تو اس کو منع کیا جائے گا، اگر وہ کہے کہ میرا شروع  
سے ارادہ تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی (تاکہ نہ خانیہ)

اور یہ صاحب طلبہ خور و سالہ کو جن کو اپنے پیروں کے ناپاکی سے بچانے کا خیال تک نہیں رہتا، جامع مسجد ہی میں درس دیتے ہیں اور طلبہ صبح سے لے کر چار بجے تک وہاں پر ہی حاضر رہتے ہیں ان کو منع کیا گیا کہ آپ سمجھ رہے ہیں یہاں کا سونا اور بچوں کو اس جگہ تعلیم دینا پسند کریں کیونکہ ان کے پیر ناپاکی میں آلود رہتے ہیں اور سونا مدرسہ اسلامیہ یا جس صاحب کے مکان پر رہتے ہیں یا جہاں پر علاوہ مسجد کے آپ پسند فرمائیں اختیار کریں جس سے نہایت غصہ میں آکر جواب دہ ہوئے کہ ہم نہیں مان سکتے تمہارا جو جی چاہے کرو ایسی شکل میں ہمارے واسطے مسجد میں سونا درست ہے یا نہیں؟ اب قصبہ میں یہ مرض مسلمانوں میں دیکھا دیکھی زیادہ ترقی پر ہے، مسجد میں نجوبی رہتے ہیں، ایسی صورت ہمارے مذکورہ بالا میں ہمارے مذہب حنفی میں کیا حکم ہے؟ اس کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ بحوالہ حدیث صحیح کے نہایت شرح سے دیا جائے، فقط۔

### الجواب

صحیح راجح یہ ہے کہ معتکف کے سوا کسی کو مسجد میں سونے کی اجازت نہیں۔ درمختار وغیرہ میں ہے: کراه النوم قیلا لمعتکف الخ واستثنیٰ بعضہم الغریب ولا حاجة الیہ لانہ یقدر علی ان ینوی الاعتکاف ویذکر اللہ تعالیٰ قدرا ما تیسرثم یفعل ما یشاء الخ

مسجد میں ناسمجہ بچوں کے لے جانے کی ممانعت ہے، حدیث میں ہے: جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم۔ اپنی مساجد کو اپنے ناسمجہ بچوں اور پاگلوں سے محفوظ رکھو۔ (ت)

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور پھر جو چاہے کرے (ت)

خصوصاً اگر پڑھانے والا اجرت لے کر پڑھاتا ہو تو اور بھی زیادہ ناجائز ہے کہ اب کار دنیا ہو گیا اور دنیا کی بات کے لئے مسجد میں جانا حرام ہے نہ کہ طویل کار کے لئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹۴/۱	۴۴۴/۱	۵۵ ص	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
------	-------	------	---	---	---	---	---	---	---	---	---	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----

مسئلہ ۲۶۶ از شہر مظفر پور محلہ کلیانی حکیم ظہور الحق شنبہ ۸ اشوال المعظم ۱۳۳۲ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک محلہ میں شہر کے ایک  
 مسجد پختہ مدت دراز سے قائم ہے اور کوئی معتبر شخص نہیں کہتا ہے کہ یہ مسجد زحل لال یا حرام سے کس  
 طرح روپیہ سے بنی ہے اور بنانے والا کون ہے۔ مگر بعض اشخاص غیر معتبر کہتے ہیں کہ یہ مسجد ایک عورت کی  
 بنوائی ہوئی ہے جس نے ایک ملازم سرکاری سے عقد کیا تھا اور بعد عقد کے ظروف بگلی کے بچے کا پیشہ کرتی تھی  
 اور اپنی ظروف فروشی کے حلال روپیہ سے اس نے یہ مسجد بنوائی ہے چنانچہ قبر اس عورت کی صحن مسجد کے  
 دالان میں موجود ہے اب مرمت وغیرہ مسجد مذکورہ کی مسلمانان محلہ کے خرچ و اہتمام سے ہوتی ہے اور برابر  
 نماز پنجگانہ جماعت سے اس میں ہوتی ہے اور ایک شخص بمشورہ مسلمانان محلہ ان دنوں اس کا متولی ہے  
 اور اذان دیتا ہے اور نمازیں پڑھاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ مسجد ہماری نانی کی بنوائی ہوئی ہے مگر عند الناس  
 یہ شخص شریف النسب نہیں ہے، پس اس صورت میں اس مسجد کو مسجد کا حکم دیا جائے گا یا نہیں؟ اور  
 نمازیں اس میں جائز ہوں گی یا نہیں؟ بتیو اور توجروا۔

### الجواب

مسجد ضرور مسجد ہے اور اس میں نمازیں بے شک جائز اور بنانے والے کا شریف النسب ہونا  
 اگر ثابت بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ بانی کی شرافت نسب کوئی شرط مسجد نہیں،  
 قال اللہ تعالیٰ انما یعمر مسجد اللہ من  
 کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر  
 امن باللہ الا یہ۔

ایمان رکھتے ہیں۔ (ت)

اور جب زحر حرام سے ہونا معلوم نہیں تو شبہ و وہم کو دخل دینا بے معنی ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں  
 فتاویٰ ذخیرہ سے ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا:

بہ ناخذ ما لم نعرف شیئاً حراماً  
 ہم اسی کو اخذ کرتے ہیں جب تک ہمیں کسی  
 معین شئی کے حرام ہونے کا یقین نہ ہو جائے۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴ از بریلی بازار حندل خاں مسئلہ نواب نثار احمد خاں صاحب یکشنبہ ۹ شوال ۱۳۳۳ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان صورتوں میں کہ:

(۱) دو شخصوں نے ایک چاہ و مسجد بخیاں آرام و آسائش ادا کئے نماز اپنی کے تعمیر کرائی اور وقت نہ کی تیز دیگر مکانات بھی اس میں پہلے بنانے والے کے ملحق مسجد واقع تھے اور اب بھی ہیں، بنانے والے کے ورثہ ہمیشہ سے یکے بعد دیگرے انتظام مسجد کرتے چلے آئے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں مگر اس میں دیگر اشخاص نماز ادا کرنے لگے، اب چند اہل محلہ ان مکانات وغیرہ کو متعلق مسجد خیال کر کے اس کی آمدنی اپنی رائے سے صرفہ خورد برد کرنا چاہتے ہیں اور وارثان ہر دو اشخاص جن کے مورثوں نے مسجد و چاہ تعمیر کر کر وقت نہ کی وہ ان کے خورد برد سے آمدنی کو باز رکھنا چاہتے ہیں پس عند الشرع ایسے شخص غیر تعلقہ دار اپنی رائے سے آمدنی مسجد صرف و خورد برد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ انتظام کس کی رائے سے ہونا چاہئے اور کس کی رائے سے نہ ہونا مناسب ہے، آیا غیر شخص کی رائے یا ان مورثوں کے ورثہ کے ماتحت سے جنہوں نے مسجد و چاہ تعمیر کرایا ہے، اور اب بھی حسب ضرورت خرچ مسجد و امام وغیرہ وہی کرتے ہیں، صورت بالا میں مسجد بلا ائمار بنوانے والے کے وقت سمجھی جائیگی یا نہیں اور بلا ائمار بنوانے والے کے یا اس کے ورثہ کے غیر اشخاص کے ادا کئے نماز میں کوئی سقم واقع ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر کوئی شخص امام مسجد مثلاً طالب علم یا دیگر اہل محلہ سے مسجد میں اگر جھگڑا کرے اور حکماً نہ برتاؤ کرے ایسی باتیں کرے جس میں کہ تمام اہل محلہ و امام مسجد نالاں ہو کر مسجد میں آنا ترک کر دیں تو ایسے شخص کو مسجد میں آنے دیا جائے یا نہیں؟ باوجود و کرنے زیر نقد و روٹی وغیرہ کئے اس پر اور اس کے ہم خیال وغیرہ پر کیا حکم شرع ہے؟

(۳) کانا و لوٹا ورتی وغیرہ سامان مسجد سوائے اپنے یا اپنے میل کے اشخاص کے کسی دوسرے شخص کو دینا پسند نہ کرے، اور اگر لیں تو جھگڑا کرے تو ایسے شخص پر کیا حکم شرع ہے؟

(۴) عالم پانی بھرنے والوں کو جو چاہ مسجد میں بھریں برا کھے اور روکے برخلاف اپنے میل کے اشخاص کے، تو ایسے شخص پر کیا حکم شرع ہے؟

## الجواب

(۱) مسجد اگر صورت مسجد پر بنائی اور راستہ اس کا شارع عام تک جُدا کر دیا اور مسلمانوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تو بلاشبہ وہ مسجد ہوگی، اس کا یہ کہنا کہ بانی نے وقف نہ کی قابل قبول نہیں، یونہی اگر کنواں بنا کر متعلق مسجد کر دیا اس میں نماز و ارشاد بانی کی محتاج اجازت نہیں، ہاں اگر بہ ثبوت شرعی ثابت ہو کہ بانی نے کہا تھا یہ مسجد میں اپنے لئے بنانا ہو تو وقف نہیں کرتا یا اس کا راستہ اسی کی ملک میں ہو کر ہو



اور اس نے مسجد کے لئے راہ جدا نہ کی تو وہ مسجد نہ ہوئی اگرچہ صورتِ اخیرہ میں اس نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ میں نے اس کو وقف کیا، یوں اس میں نماز مسجد کا ثواب نہیں، نہ بے اجازت مالکان دوسرا پڑھ سکتا ہے، رہے دیگر املاک متصل مسجد ثبوت شرعی سے ان کا مسجد پر وقف ہونا درکار ہے بے اس کے کوئی ان میں تصرف نہیں کر سکتا وہ وارثوں کی ملک ہے ان کو اختیار ہے۔

(۲) جو شخص ناسی قنہ اٹھاتا ہو اور اس کے سبب لوگ مسجد میں آنا ترک کر دیں اسے مسجد سے روکنا جائز ہے جبکہ باعثِ اذیت فتنہ نہ ہو، درمختار میں ہے،

وینتہ منہ کل موزو لوبلسا نہ لے مسجد سے ہر موزی کو روکا جائے گا اگرچہ وہ زبانی ایذا پہنچاتا ہو (ت)

اور اگر وہ کسی امر ضروری حق کی طرف بلاتا ہو اور لوگ اپنی جہالت کے سبب اس سے ناراض ہوں تو وبال انہیں پر ہے نہ کہ اس پر۔

(۳) مال وقف پر کوئی اپنا قبضہ نہیں کر سکتا، اگر ایسا کرے اور نمازیوں کو مسجد کی اشیاء سے انتفاع نہ کرنے دے تو وہ بھی موزی اور قابلِ اخراج۔

(۴) گنویں پر سے کسی مسلمان کے روکنے کا کسی کو حق نہیں۔ جب تک کوئی خاص وجہ شرعی نہ ہو اور جو ایسا فساد کرتا ہو بطرز مناسب اس کا انسداد واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵۱ھ از الہ آباد مدرسہ سبحانیہ محمد نصیر الدین محلہ سرائے گدھا پنچشنبہ ۲۳ شوال ۱۳۳۲ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد شاہی زمانہ کی لبِ بڑک تھی اس میں ایک درجہ پچھم جانب گنبد دار تھا اور مسجد کے پورب و دکھن جانب دکانات ہیں جن کی چھت مسجد کے فرشِ صحن سے اب مسجد ہذا کی از سر نو تعمیر اس طور پر کی گئی کہ پچھم کی جانب بجائے ایک درجہ قائم کئے گئے اور دکانات کی بھی چھت پر عمارت بنائی گئی جس کے ہر چار طرف بڑے بڑے دروازے جواب بنائے گئے اور مسجد کی کرسی بھی اتنی بلند کی گئی کہ دکانوں کی چھت فرش مسجد سے برابر ہو گئی صرف چھ انگشت بمقدار درسہ دکانات کی چھت سے فرش مسجد اونچی ہے مسجد ہی کی طرف سے اس چھت پر آمد و رفت ہے، رمضان المبارک کے جمعوں میں اس قدر لوگوں کی کثرت ہوتی تھی کہ لوگ مسجد میں نہیں سماتے تھے مڑکوں پر صفت قائم کرنے کی نوبت آتی تھی۔ اس ضرورت سے مسجد دومنزلہ بنائی گئی، مسجد کے اندر کے درجہ کی چھت پر ایک درجہ گنبدی بنایا گیا



اور اس برابر آگے کا درجہ اور تمام صحن مع عمارت بالائے سقف دکانات پاٹ دیا گیا گویا کہ نیچے اوپر دو مسجدیں ہو گئیں نیچے کی مسجد مع صحن و اپنے حوالے کے پٹی ہوئی ہو گئی اور اوپر ایک درجہ پٹا ہوا گنبدی اور اس کے ساتھ بہت بڑا صحن کھلا ہوا نکل آیا اوپر کے درجہ کے سامنے جو صحن ہے وہ محاذات مسجد سے دکھن جانب بڑھا ہوا ہے کیونکہ دکانات کی چھت کی عمارت کی سقف بھی شامل کر لی گئی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اوپر کی مسجد کا جو صحن بغرض وسعت دکھن کی طرف بالائے سقف دکانات بڑھا ہوا ہے وہ مسجد ہے یا نہیں؟

دوم یہ کہ دکانات مذکورہ کی چھت پر یا اس کے بالائے عمارت کے سقف پر معتکف جاسکتا ہے

یا نہیں؟

سوم یہ کہ اوپر کی مسجد پر صحن میں جب امام محراب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو دکھن کی جانب صف بڑھ جاتی ہے ایسی حالت میں امام کچھ ہٹ کر دکھن کی جانب کھڑا ہوتا ہے کہ دونوں جانب صف برابر رہے یا خود محراب کے سامنے کھڑا ہو اور مقتدیوں کو زائد حصہ میں دکھن کی جانب کھڑے ہونے سے روکے اور اپنے پیچھے دونوں طرف صف برابر قائم کرنے کا حکم دے کیونکہ امام کے پیچھے دوڑ تک بہت جگہ باقی رہتی ہے، فقط

### الجواب

اگر وہ دکانیں متعلق مسجد اور اس پر وقف ہیں اور مسلمانوں نے ان کی سقف کو داخل کر لیا تو وہ سقف بھی مسجد ہو گئی،

ولا یضرکون الحوائت تحتہ لکونہا وقفا علیہ  
وجازا اخذ ملک الناس کما بالقیمۃ  
عند ضیق المسجد فکیف بما هو وقف  
علیہ کما فی رد المحتار۔

مسجد کے نیچے دکانوں کا ہونا مضر نہیں کیونکہ وہ مسجد پر وقف ہیں، اگر مسجد تنگ ہو تو لوگوں کی مملوکہ جگہ قیمت کے بدلے جبراً لے کر مسجد میں توسیع کرنا جائز ہے تو جو مسجد پر وقف ہو اس کو شامل مسجد کرنا کیونکہ جائز نہ ہوگا، جیسا کہ رد المحتار میں ہے (ت)

ان دکانوں کی چھت پر اور ان کی بالائی عمارت کی سقف پر معتکف جاسکتا ہے،

لانہا کانت من فناء المسجد ولا طریق  
فاصل بینہما فکیف وقد صارت من  
المسجد۔

کیونکہ وہ فناء مسجد ہے اور درمیان میں کوئی راستہ جدائی ڈالنے والا نہیں اور کیسے ناجائز ہوگا جبکہ وہ مسجد ہی کا حصہ ہو گیا ہے (ت)



مسجد نماز اور ذکر خدا کے لئے بنائی گئی ہے یہود و باقوں کے لئے نہیں ہے۔ مسخرہ پن کرنا چاہتے ہو تو دوسری مسجد تلاش کرو۔ اس بات پر اگر لگے کہ تم نے مسجد پر مالکانہ دعویٰ کیا اور ہم کو مسجد سے نکال دیا اور اب دوسری مسجد بنانا چاہتے ہیں اور مسجد اول کی ویرانی اور جماعت کم ہو جانے کا کچھ خیال نہیں کرتے، کیا باوجود تخریب مسجد اول اور تفتیل جماعت ان کو مسجد ثانی بنانا جائز ہے؟ یا دوسری مسجد ضرر کھلائے گی؟ فقط۔

### الجواب

اگر یہ واقعہ اسی طرح ہے اور ان کی نیت سے ہے تو ضرور دوسری مسجد بنانے کی ان کو اجازت نہیں، بلکہ فسادیت وہ مسجد حکم قرار میں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵۵ مسئلہ مرسلہ عبدالغنی، حاجی کریم بخش صاحب از مقام کپ ڈلیہ علاقہ ریاست پالن پور ۸ صفر ۱۳۵۵ھ  
حضرات علمائے دین کی خدمت میں مسائل شرعی دریا فت طلب پیش ہیں،

مسئلہ اول: قدیمی جامع مسجد کو ترک کر کے دوسری مسجد کو مسجد جامع قرار دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور قدیمی جامع مسجد ترک کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس کی نسبت یہ اندیشہ ہے کہ کچھ عرصہ میں خود بخود منہدم ہو جائے کیونکہ اس کے دو جانب برساتی نالے فراخ ہوتے جاتے ہیں اور مسلمان اس قدر مقدرت نہیں رکھتے کہ نالوں کو پھوٹا کر مسجد کو محفوظ کر سکیں اور اس کے علاوہ ان نالوں کو سوائے سرکار انگریزی کے دوسرے شخص کو بند کرانے کا مجاز بھی نہیں، اور جس مسجد کو مسجد جامع قرار دینا چاہتے ہیں وہ جامع مسجد سے حکم اور فراخ بھی ہے، تو ایسی صورت میں دوسری مسجد کو جامع قرار دینا جائز ہے یا نہیں؟

دوسرا مسئلہ: کسی ایسے ہندو یا انگریز حاکم کا رویہ جو اسلام کی طرف قلبی توجہ رکھتا ہو مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ فقط

### الجواب

- (۱) جائز ہے، اور اس مسجد اول کی محافظت تاحد قدرت فرض ہے۔
- (۲) ایسی ضرورت کی حالت میں جیسی اوپر مذکور ہوئی کہ مسجد شہید ہو جائیگی اور مسلمانوں میں طاقت نہیں جائز ہے لان الضرورات تبیح المحظورات (کیونکہ مجبوریاں منوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۴ از کالاکوٹر ضلع پرتاب گڑھ ۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید مسلمان ایک مسجد کی بنا ایسی جگہ ڈالی ہے جہاں کبھی مسجد نہ تھی اور وہاں کے ہنود باشندے مسجد کے بننے کو روکتے، لیکن زید مسلمان نے اپنی خوشامد سے مسجد کی بنیاد قائم کر دی لیکن اسی مقام کا عمر و خود اس امر کی کوشش اہلکاروں زمینداروں سے کی اور ملازم زمیندار کو اس موقع پر لاعاض کیا کہ اس مسجد کی بنیاد میرے گھر کی طرف چھ انگل بڑھی ہوئی ہے، اس مسجد کی دیوار چھ انگل اُدھر بنانی چاہئے لیکن باقی مسجد زید نے اپنی خوشی سے اور خوشامد کے باعث اپنی منزل مقصود کو پہنچے اور جب عمر و مسلمان اپنے مقصد کو نہ پہنچا تو ایک ہندو کو ورغلا کر اس امر پر آمادہ کیا کہ مسجد کی دیوار تیرے مکان کی دیوار کی طرف بڑھا کر اٹھائی جا رہی ہے تو روک دے ورنہ تجھ کو اس مسجد کی دیوار کی وجہ سے بڑا نقصان ہوگا لیکن زید مسلمان نے اپنی چالاکی سے بمقابلہ ہندو اور عمر و مسلمان مسجد قائم ہی کر دی اور عمر و مسلمان کی کچھ نہ چلی، ایسے شخص کے ساتھ از روئے حکم خدا و رسول کیا برتاؤ رکھا جائے اور اس کے یہاں کا کھانا پینا چاہئے یا نہیں؟ بینوا تو بے دردا۔

### الجواب

سائل نے نہ بتایا کہ واقع میں زید نے چھ انگل ملک عمر و زمین میں شامل کر کے اسے مسجد کرنا چاہا ہے یا واقع میں ایسا نہیں اور عمر و کا دعویٰ جھوٹا ہے اگر فی الواقع صورت اولیٰ ہے تو مسجد مسجد نہیں، اور عمر و نے جو کچھ برتاؤ کرتے اس صورت میں اس پر الزام نہیں اور اگر ایسا نہیں تو بلاشبہ عمر و بدخواہ مسجد اور سخت سے سخت ظالموں میں ہے،

قال الله عز وجل ومن اظلم ممن منع  
مسجد الله ان يذكس فيها اسمه وسعى في  
خرابها اولئك ما كان لهم ان يدخلوها الا  
خائفين لهم في الدنيا والاخرة عذاب  
عظيم  
اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں  
یاد الہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش  
کرے، ایسوں کو نہیں پہنچتا تھا کہ اس میں جاتے  
مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے  
اور آخرت میں بڑا عذاب۔

اس حالت میں اس کے ساتھ کھانا پینا، میل جول نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۸ مسئلہ محمد حسن فاروقی ضلع پورتنیہ ڈاکخانہ اسلام پور بھوجا گاؤں ۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد زمانہ دراز سے قائم تھی جس کو زید نے  
 توڑ کر جگہ سابق سے دوسری جگہ پر یعنی دس بارہ ہاتھ یا ایک رسی کے فاصلہ پر بنادی ہے اور اس مسجد کی جو  
 لکڑی پرانی ہوگئی تھی اس کو اپنا کھانا پکانے میں جلادی ہے تو کیا مسجد ایک جگہ سے توڑ کر دوسری جگہ بنا دینا  
 اور اس کی لکڑی کو اپنے تصرف میں لانا درست ہے یا نہیں؟  
 دوسرے یہ کہ جس جگہ پر وہ مسجد پہلی قائم تھی بعد توڑ دینے مسجد کے وہ جگہ جہاں پر وہ مسجد تھی ویسا  
 ہی خالی پڑی رہے یا کہ اگر کوئی چیز پیدا ہو تو بونی عجلت۔

### الجواب

یہ فعل کہ زید نے کیا حرام محض ہے، مسجد نہ توڑی جاسکتی ہے نہ بدلی جاسکتی ہے، نہ اس کی  
 لکڑی وغیرہ کوئی چیز اپنے مصرف میں لائی جاسکتی ہے،  
 قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسجد  
 اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا  
 اولئک ماکان لہم ان یدخلوها الا خائفین  
 لہم فی الدنیا خزی و فی الآخرۃ  
 عذاب عظیم  
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون  
 جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں یاد الہی ہونے سے  
 روکے اور ان کی دیرانی میں کوشش کرے، ایسوں  
 کو نہیں پہنچتا کہ اس میں جاتے مگر ڈرتے ہوئے،  
 ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں  
 بڑا عذاب۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لا یجوز نقلہ ولا نقل مالہ الی مسجد  
 اخریہ  
 مسجد اور اس کے مال کو دوسری مسجد میں منتقل کرنا  
 جائز نہیں۔ (ت)  
 نہ اس میں کچھ بونایا اور کوئی تصرف کسی طرح حلال ہو سکے بلکہ زید پر فرض ہے کہ اسے بدستور پہلی طرح  
 بنادے،  
 فان الضمان فی بناء الوقف باعادته  
 عمارت وقف میں ضمان یہ ہے کہ اس کو پہلی طرح



کماکان بخلاف ماثر الابنية كما في الدر ۴۴۳ دوبارہ بنائے بخلاف دیگر عمارات کے ضمان کے وغیرہ۔

یہ دوسری مسجد جو اس نے بنائی اگر اپنی زمین میں بنائی اور اسے مسجد کر دیا تو یہ بھی مسجد ہوگی اس کا بھی باقی رکھنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۹ مرسلہ سعادت خاں نابینا مسجد ہندی قصبہ مہد پور ریاست اندور ملک تلوہ یکم ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مسجد کے احاطہ کے اندر کے درختوں میں سے یا مسجد کی ملک کے درختوں میں سے کسی درخت کا پھل یا پھول بلا ادائے قیمت کھانا یا لینا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

اگر وہ پٹر مسجد پر وقف ہیں تو بلا ادائے قیمت جائز نہیں ورنہ مالک کی اجازت درکار ہے اگرچہ اسی قدر کہ اس نے اسی غرض سے لگائے ہوں کہ جو مسجد میں ہوں سے تمت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۰ مرسلہ محمد نصیر الحق امام مسجد مالہ محلہ جی بی گاؤں ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قدیم جامع مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ میں اضافہ کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی ایک قطعہ زمین اسی مسجد کے ملکی ایک مسلمان زمیندار کا تھا اور اس کو زمیندار نے ایک شخص کے ساتھ مدامی بند و بست کچھ خزانہ معینہ پر کر دیا تھا خزانہ باقی رہنے کی وجہ سے زمیندار نے نالش کر کے اس زمین کو نیلام کرایا، اس کو ایک مسلمان نے خرید لیا، اور پھر اس خریدار نے ایک حصہ اس زمین کا وقف کر کے مسجد کے ساتھ ملحق کر دیا، کیا وہ حصہ قطعہ مسجد کے حکم میں ہوا یا نہیں؟ یہاں کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کے حکم میں نہیں ہوا حالانکہ خریدار اس زمین پر ہر قسم کے تصرف کرنے کا مجاز ہے، زمیندار کو بجز زر و خزانہ معینہ کے نہ تو حق انتزاع رکھا ہے نہ اپنی حقیقت زمینداری کے باعث اس زمین پر کسی قسم کا تصرف کر سکتا ہے، اگر زمیندار اسی قطعہ زمین میں مسجد یا کتوال یا مسافر خانہ بلا مرضی خریدار کے بنانا چاہے تو بالکل نہیں بنا سکتا اور خریدار کو یہ سارے حقوق حاصل ہیں، ایسی صورت میں جو حکم شرع شریف ہو بحوالہ کتب و عبارت تحریر کیا جائے۔ بینوا تو جروا۔

### الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ وقف صحیح اور وہ قطعہ مسجد ہو گیا۔ ردالمحتار میں ہے :

الصحيح الصحيح ای اذا كانت الارض محتكرة  
 كما علمت وعن هذا قال في انفع الوسائل  
 انه لو بنی فی الارض الموقوفة المستاحبة  
 مسجد انه يجوز، قال واذا اجاز فعلی من  
 یكون حکمة، والظاهر انه یكون علی المتاجر  
 مادامت المدة باقية، فاذا انقضت ینبغی  
 ان یكون من بیت مال الخراج واخواته  
 و مصالح المسلمین اه فاذا كان هدا فی  
 ارض مستاحبة وما جعل مسجد ا غیر بناء  
 مجرد فما ظنك بارض مشتركة وقد  
 جعلت هی مسجد افالحکراذ الم یمنع ثم  
 فہمنا بالاولی، واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔  
 اسے مسجد بنا دیا گیا ہو تو حکم جب وہاں مانع نہیں تو یہاں بدرجہ اولی مانع نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم (ت)

۲۶۱ مسئلہ حافض عبدالستار صاحب مچلی بازار کانپور ۱۲ جمادی الاول ۱۳۳۵ھ

۲۶۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کانپور کی ایک مسجد میں پاخانہ متعلق مسجد واقع ہے اور ایک کمرہ متعلق مسجد ہے اس کی نالیاں پانی بننے کی اور پاخانہ کی سنڈ اس کمانے کا راستہ سرکاری گلی میں جانب کچم ہمیشہ سے جاری تھا، میونسپل بورڈ نے جانب کچم اور دکن کے مکانات تو وسیع سڑک کے لئے کر راستہ بطور سڑک بنالیا اور وہ گلی جانب کچم کی کالعدم کر دی اور مسجد کے کچم کی بقایا زمین بعد نکالے جانے سڑک کے فروخت کر دی، اب میونسپل بورڈ متولی مسجد کو حکم دیتا ہے کہ جس قدر جگہ جانب کچم پاخانہ سنڈ اس کمانے کو اور نالیاں جاری رکھنے کو درکار ہے جانب دکن میونسپل بورڈ دیتا ہے، متولی مسجد سنڈ اس کا رخ دوسری طرف پھیرے اور نالیاں بھی اس طرف سے جاری رکھی جائیں، اگر متولی کے پاس روپیہ مسجد کا نہ موجود ہو تو صرف رضامندی دے دی جائے تاکہ میونسپل بورڈ اپنے صرفہ سے نالیاں اور سنڈ اس بنادے اور کسی قسم کا خرچ مسجد کا نہ ہونے پائے۔

- (۱) کیا متولی شرع کے مطابق ایسی رضا مندی دے سکتا ہے کہ سرکار کی طرف سے بنائی جائے۔
- (۲) کیا کچھ کی طرف سے جو نالیاں یا سٹڈ اس کمانے کا دروازہ ہے اس کے بدلے جانب دکن سرکاری زمین لے کر مسجد کی آمدنی سے متولی اس کو درست کر سکتا ہے اگر مسجد کی آمدنی نہیں صرف کر سکتا ہے تو چندہ کر کے اس کام کو انجام دے سکتا ہے۔

## الجواب

صورت مذکورہ میں جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے زمین وقف میں کوئی تبدیل نہیں، صرف رُخ پھیرنا ہے اور کمانے کا راستہ اور پانی کا نکاس پہلے بھی زمین وقف میں تھا اس تبدیل کا جواز جائے تا مل نہیں، مگر مسجد کی آمدنی مصالح مسجد کے لئے ہوتی ہے اور یہ کام مصالح شارع عام کے لئے ہے مصلحت مسجد اس سے متعلق نہیں، لہذا آمدنی مسجد اس میں صرف نہیں ہو سکتی۔ چندہ کا اختیار ہے اور اس میں خرچ نہیں کر میونسپلٹی کی سڑکوں کے مصالح اس سے متعلق ہیں اپنے صرف سے بنا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۳۳۔ مرسلہ منشی ابراہیم صاحب قصبہ گودھرہ ضلع پنج محل مدرسہ فیض عام ۱۶ جمادی الآخر ۱۳۳۵ھ

حضرت مولانا و مقتدا مولوی احمد رضا خاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ایک فتویٰ تصحیح کے لئے دو سوال جواب کے لئے خدمت والا میں بھیجے تھے ان کا جواب نہیں ملا، معلوم نہیں کہ یہ مرسلہ خطوط جناب تک پہنچے یا نہیں، صاحب تفسیر بیان القرآن نے والذین اتخذوا مسجداً وضواً وکفراً و تعظیفاً کے تحت میں مسئلہ کر کے یہ لکھا ہے کہ بعض علمائے کہا جو غزوہ ریا سے مسجد بنائی جائے اس مسجد کو مسجد کہنا نہ چاہئے ان بعض علمائے پر مجھ کو کلام ہے، بعض علمائے مراد کشف و مدارک و احمدی وغیرہ ہیں، اور اسی بنا پر یہ جواب لکھا گیا ہے جو مرسلہ خدمت والا ہے صاحب بیان کا اعتراض درست ہے یا نہیں؟ کیا صاحب کشف وغیرہ کے قول پر ان کے قول کو ترجیح دی جائے گی؟ جواب کا منتظر ہوں، مرسلہ سوال و جواب میں حضور کی کیا رائے ہے تحریر فرمائیں،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک محلہ کی مسجد میں عرصہ پندرہ بیس سال سے ایک امام مقرر تھا بعض لوگوں نے بعض وجوہ سے اس کو برطرف کیا، بعض لوگوں کو امام قدیم کا برطرف کرنا ناگوار معلوم ہوا، ہر چند اس فریق نے یہ چاہا کہ امام قدیم کو قائم رکھا جائے، لیکن فریق اول نے جنہوں نے امام قدیم کو برطرف کیا تھا نہ مانا، بنا بریں جھگڑے نے ترقی پکڑی یہاں تک کہ فریق اول نے جھگڑے کے اندیشہ

کی وجہ سے مسجد کے دروازہ پر پولیس کو لاکے بٹھا دیا تاکہ کسی قسم کا فتنہ نہ ہونے پائے۔ فریق ثانی نے پولیس کے خوف کے مارے اس وقت نماز وہاں نہ پڑھی، دیگر مساجد میں پڑھی، اور بعد میں بھی وہ کچھ عرصہ تک دیگر مساجد میں پڑھتے رہے اس لئے کہ یہ فریق جدید امام کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے تھے، آخر کار ایک قدیم مسجد جو کہ ویران پڑی ہوئی تھی (اس میں کبھی کبھی نماز باجماعت ہوتی ہے) اور یہ مسجد اتنی بڑی تھی کہ جس میں سو سو آدمی نماز پڑھ سکیں غرضیکہ مسجد مذکور کو آباد کیا اور کچھ دنوں کے بعد اس مسجد کی قدیم بنار کو گرا کر اور کچھ زمین گرد سے لے کر کچھ وسعت کے ساتھ تیار کی، اب اول فریق یہ کہتا ہے کہ مسجد مذکور ملک غیر میں بنی ہے اور حسد سے بنی ہے اس وجہ سے یہ مسجد ضرار ہے۔ اور فریق ثانی یہ کہتا ہے کہ یہ مسجد وقف ہے، پس کیا یہ مسجد ضرار ہو سکتی ہے؟ اور اس کی بنار کو کھود کر پھینک دیا جائے؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

صورت سوال ملاحظہ ہوئی، اس مسجد کو ضرار سے علاقہ ہونے کے کیا معنی، انھوں نے مسجد کا احداث بھی تو نہ کیا بلکہ مسجد قدیم کا احیاء کیا ہے اور مسجد قدیم معاذ اللہ ویران ہو جائے حتیٰ الوسع اس کا احیاء فرض ہے، کہاں فرض اور کہاں ضرار؟ اور اگر بالفرض یہ مسجد بناتے جب بھی اسے ضرار سے کوئی تعلق نہ ہوتا کہ مسجد اللہ ہی کے لئے بنائی اور نماز ہی پڑھنی مقصود ہے نہ کہ دوسری مسجد کو نقصان پہنچانا، اور جماعت مسلمین میں تفرقہ ڈالنا اس کی تحقیق ہمارے فتاویٰ میں ہے، جو شخص بنام مسجد کوئی عمارت تیار کرے جس سے تقرب الی اللہ مقصود نہ ہو بلکہ محض ریا و تفاخر کی نیت ہو تو وہ بیشک مسجد نہیں ہو سکتی کہ مسجد وقف ہے اور اس کا قرب مقصودہ کے لئے ہونا ضرور، اور ریا و تفاخر قربت الی اللہ نہیں بلکہ بعد عن اللہ ہیں۔ امام نسفی صاحب مدارک نے ایسی ہی مسجد کو حکم ضرار میں فرمایا ہے اور اگر مسجد بنائی اللہ ہی کے لئے اور وہی مقصود ہے اگرچہ اس کے ساتھ ریا و تفاخر کا خیال آگیا تو وہ ضرور مسجد ہے اگرچہ اس کے ثواب میں کمی ہو یا نہ ملے۔ صاحب بیان القرآن کا شبہ اسی صورت پر محمول ہے والتفصیل فی فتاؤنا (اور تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔  
مسئلہ ۲۶۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ آیا مسجد کی دیواریں ہمسایوں کے ساتھ مشترک کرنا شرعاً جائز ہے (الف) نصف لاگت دیواروں کی ہمسائے لگائیں اور نصف لاگت مسجد کا خرچ ہو (ب) کل لاگت مسجد کی ہو۔ مسجد قدیمہ کی دیواروں پر ایک ہمسایہ کی شہتیر لکھی ہوئی تھی اور (الف) اور نشانات اشتراک نہ تھے (ب) اور نشانات اشتراک تھے۔ کہنہ مسجد کو مسجد کی لاگت پر گرایا گیا اور مسجد کے



روپوں کا امین وہی ہمسایہ تھا جس کے شہر مسجد کی دیواروں پر تھے۔ اس نے مسجد کی لاگت سے کل دیواریں اسی طرح بنوائیں جس سے بدھتہ اشتراک معلوم ہوتا ہے یعنی اپنی طرف جالی اور الماریاں حسب مرضی خود بلا رضامندی دیگر مصلدان کے رکھوائے، کیا یہ فعل لہا بیاہ کا شرعاً جائز ہے۔ بصورت (الف) و بصورت (ب) کیا ان دیواروں پر ہمسایہ مذکور بالا خانہ پائے تیار کر سکتا ہے اور بطور ملکیت خود ان دیواروں کو استعمال کر سکتا ہے بصورت (الف) و بصورت (ب) کیا بقول لہا بیاہ نصف دیوار اس کی ہے نصف دیوار کی تختہ زمین چھوڑ کر از سر نو دیواریں واحد ملکیت مسجد بلا اشتراک تحریری چرٹھانا جائز ہے یا ضروری ہے کیا ایسے مشترک دیوار والی مسجد پر "الوقت لایمک" صادق آتا ہے اور ایسی مسجد میں نماز ادا کرنے سے ثواب جو مسجد میں ادا کرنے پر وارد ہوتا ہے ملتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

اللہ عز وجل فرماتا ہے،

وان المسجد لله مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔

مسجد ہونے کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی مشش جہت میں جمیع حقوق عباد سے منزہ ہو اگر اس کے کسی حصہ میں بھی ملک عید باقی ہے تو مسجد نہ ہوگی۔ ہدایہ میں ہے،

من جعل مسجداً تحتہ سرداباً أو فوقہ بیت وجعل باب المسجد إلى الطريق وعزلہ عن ملکہ، فله ان یدبغہ وان مات یورث عنہ لانہا لم یخلص للہ تعالیٰ لبقاء حق العبد متعلقا بہ۔  
جس شخص نے مسجد بنائی جس کے نیچے ترخانہ یا اوپر کوئی مکان ہے اور مسجد کا دروازہ اس نے بڑے راستہ کی طرف کر دیا اور اس کو اپنی ملک سے الگ کر دیا تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اسے بیچ دے اور اس کے مرنے کے بعد اس میں میراث جاری ہوگی کیونکہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہوئی اس سے حق عید متعلق ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

وکن ذلک ان اتخذ وسط دار مسجداً و اذن للناس بالدخول فیہ، یعنی اگر کسی نے اپنے گھر کے درمیان میں مسجد بنائی اور لوگوں کو اس میں داخل ہونے کی اجازت دے دی

لہ القرآن الکریم ۱۸/۷۲

لہ الہدایۃ کتاب الوقت

المکتبۃ العربیۃ کراچی

۶۲۲/۲



له ان يبيعه ويورث عنه لان المسجد  
مالا يكون لاحد فيه حق المنع (الحی ان  
قال) فلم يصبر مسجد الا انه ابق  
الطريق لنفسه فلم يخلص لله تعالى له  
فرمایا) پس چونکہ اس نے راستہ اپنے لئے باقی رکھا ہے لہذا وہ مسجد نہ ہوئی اس لئے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ  
کے لئے نہ ہوئی۔ (ت)

پس اگر اس مسجد کی دیواریں واقع میں مشترک ہیں ان میں کچھ حصہ عبد کا بھی ہے تو وہ مسجد سرے سے مسجد  
ہی نہیں، نہ اس میں پڑھنے سے مسجد کا ثواب، وہ بانی کی ملک ایک مکان ہے جسے وہ بیچ سکتا ہے اور مر جائے  
تو ترکہ میں تقسیم ہوگا کما مر عن الہدایۃ (جیسا کہ ہدایہ سے گزارشات) اور اگر واقع میں مشترک نہیں  
اس متولی نے غاصبانہ اشتراک کر رکھا ہے تو فرض ہے کہ اسے تولیت سے خارج کر دیں اور وہ نشانات جو  
اس نے اپنے اشتراک کی علامت بنائے ہیں سب مٹا دیں اور شہتیر وغیرہ جو کچھ اس کا مسجد کی دیوار پر رکھا ہے  
سب گرا دیں، اور جتنے برسوں رکھا رہا اتنے کا کرایہ دیوار مسجد کا اس سے وصول کریں، اور اب اگر کوئی عمارت  
دیوار مسجد پر بنانا چاہے نہ بنائے دیں، اور اگر بنالی ہو پھر حکومت فوراً مہدم کر دیں۔ درمختار میں ہے:

وہی فوقہ بیتا للامام لا یضی لانہ من  
المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم  
اساد البناء منع ولو قال عینت ذلک لہ  
یصدق تاتاس خانیۃ، فاذا کانت هذا  
فی الواقع فکیف بقیۃ فیجب ہدمہ  
ولو علی جدار المسجد

کو ایسا کرنے کا اختیار کیسے ہو سکتا ہے، لہذا اس کو گرانہ واجب ہے اگرچہ فقط دیوار مسجد پر بنایا گیا ہو (ت)  
ردالمحتار میں ہے:

فی البحر لا یوضع الجذع علی جدار المسجد  
تجو میں ہے مسجد کی دیوار پر لکڑی نہیں رکھی جائیگی

وان كان من اوقافه اقلت و به علم حكم  
ما يصنع بعض حيوان المسجد من وضع  
جذوع على جداره فانه لا يحل لودفع  
الاجرة

اگرچہ وہ اوقاف مسجد میں سے ہو گا میں کہتا ہوں اس  
سے مسجد کے بعض پڑوسیوں کے اس فعل کا حکم  
معلوم ہو گیا جو وہ دیوار مسجد پر کر لیاں رکھتے ہیں کہ یہ  
ان کے لئے حلال نہیں اگرچہ وہ اس کی اجرت دیں۔

مسئلہ ۲۶۵ از گونڈل کاٹھیاوار مرسلہ عبدالستار اسماعیل رضوی ۸ صفر ۱۳۳۶ھ

ایک مسجد میں قریب ایک صدی سے فرش پتھر کا بچھا ہوا تھا جس کو اب لوگوں نے نکال کر دوسرا فرش  
بچھایا ہے، اب اس نکلے ہوئے فرش کے پتھر کو کسی اور کام میں لاسکتے ہیں یا نہیں؟ یا کوئی اور مسجد کے کسی  
کام میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر اس پتھر کی ضرورت کسی اور مسجد میں بھی نہ ہو اور ان کو حفاظت سے  
رکھنے کے لئے جگہ کی بھی تنگی ہو یا ان کو سنبھال رکھنے میں اور اخراجات ہوتے ہوں تو ایسی صورت میں  
ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت اس مسجد کے کام میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

### الجواب

انھیں فروخت کر کے وہ قیمت خاص اسی مسجد کے خاص عمارت میں صرف کی جائے تیل بتی وغیرہ میں نہیں  
اور اس وقت مسجد کو عمارت کی حاجت نہ ہو تو اس کی آئندہ ضرورت کے لئے محفوظ رکھی جائے۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۶ از رنگون مغل اسٹریٹ پوسٹ بکس ۲۴۲ مال کمپنی مرسلہ سید فضل اللہ ولد سید غلام رسول صاحب  
۲۷/۱۱/۱۳۳۶ھ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک قصبہ میں مثلاً تین مسجد آباد ہیں اور نماز جمعہ وعیدین مسجد جامع میں ادا ہوتی ہیں اور اس  
جامع مسجد میں تمام ضروری اشیاء مثلاً فرش، دری، چٹائی، جھومر، قنادیل، لیمپ وغیرہ اہل قصبہ  
چندہ فراہم کر کے خاص مسجد کے لئے خرید کر جمع رکھتے ہیں اور اسی قصبہ کے بعض تجار دوسرے ملک سے مسجد  
کے لئے بھیجتے رہتے ہیں اور بھیجنے والوں کے حسب منشاء وہ چیز خرید کر کے مسجد میں رکھ دی جاتی ہے یا  
بعض وقت خاص مال مسجد سے مذکورہ بالا چیزیں خرید کی جاتی ہیں اور یہ کل چیزیں مسجد جامع ہی میں رہتی  
ہیں اور بوقت ضرورت رمضان المبارک و شب قدر و شبہائے مبرکہ میں استعمال ہوتا ہے اور فرش  
چٹائی وغیرہ کا عیدین میں اسی مسجد میں کام آتا ہے اور جملہ اسباب اسی جگہ پر رہتا ہے نہ کرایہ پر دینے کیلئے

ہے کیونکہ چندہ دینے اور لینے والوں نے خاص اس جامع مسجد ہی میں اشیائے مذکورہ کے لئے چندہ دیا ہے پس جس کو جو عیسر آیا بلا قید و شرط و بلا تصریح دے دیا، اب اہل قصبہ یا اور کوئی جس نے چندہ دیا ہو یا نہ دیا ہو خود اپنے کسی کام یا کسی تقریب میں مثلاً وعظ کو لو دیا شادی وغیرہ میں مسجد کی کوئی شے مثل بتی، لمپ، فرش، دری، چٹائی وغیرہ اپنے کام میں برتنے کے لئے کرایہ سے یا بے کرایہ سے لے جائے تو یہ مسجد کی چیزوں کا دوسری جگہ میں استعمال جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس قصبہ میں ۲۵ سال قبل عید اضحیٰ عید گاہ میں ہوا کرتی تھی اس وقت تمام فرش و منبر وغیرہ تمام حاجت کی چیزیں ریاست سچین سے نواب صاحب کی طرف سے آیا کرتی تھیں اور اختتام نماز پر وہ وہ کل چیزیں واپس ہمارا لے جایا کرتے، امسال جدید عید گاہ قائم ہو جانے سے عید کی نماز عید گاہ میں پڑھی اور جامع مسجد کی چٹائی وغیرہ لا کر بچائی گئی، بعد نماز ختم جو چیز یہاں کی تھی وہاں بلا نقص پہنچا دی گئی تو یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

(۳) مسجد کے متصل مسجد ہی کی زمین ہے اس میں کوئی آدمی خود فائدہ اٹھانے کی غرض سے درخت لگائے اور جب وہ بڑے ہوں اور پھل پھول سے بار آور ہوں تو اس وقت یہ درخت زمین کے اعتبار سے مسجد کی ملکیت میں داخل ہوں گے یا لگانے والے کے، یا مسجد کا، اور مسجد کی زمین میں اس طرح درخت لگا دینے کا غیر کو حق حاصل ہے؟

(۴) مسجد کے متصل مسجد کا بوسیدہ مکان یا حجرہ ہے اس پر کوئی شخص کم یا زیادہ اپنا روپیہ لگا کر کوئی تعمیر کرے اور بلا کرایہ اپنے تصرف اور قبضہ میں لائے تو یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

(۵) اس مسجد جامع کے لئے امام ہے مگر اوقات کی پابندی سے اگر نماز نہیں پڑھاتے کبھی وقت بے وقت آجاتے ہیں اور اکثر اور لوگ نماز پڑھا دیتے ہیں، اس لئے امام سے مسجد کی آبادی بھی نہیں ہوتی بلکہ ان کے نہ ہونے سے مسجد کی زیادہ آبادی کی امید ہے، چونکہ داشت نہ ہونے کی وجہ سے مخارج صاف اور تلفظ سامع کی سمجھ میں نہیں آتے۔ امام صاحب غریب خود عاجز محض ہیں اور دیندار متقی بھی نہیں۔ علاوہ اس کے مسجد بھی غریب ہے اور ضروری تعمیر کی محتاج ہے اس لئے مسجد کے مال سے امام صاحب کو تنخواہ دینے پر بھی لوگ راضی نہیں مگر مجبوراً، اور رعایت امام صاحب کے بزرگوں کی قدر کی وجہ سے چون دھرا سے عاجز ہیں، اس صورت میں امام صاحب کو غریب مسجد سے تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) مسجد میں بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے جس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے، تمام بچے ننگے پیر آتے جاتے ہیں، اس صورت میں بچوں کو تعلیم دینی جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

استعمال مذکور حرام ہے، چندہ دہندہ کرے یا کوئی، مال وقف خود واقع کو حرام ہے کہ اپنے صرف میں لائے، یہاں تک کہ اگر نفس وقف غیر اہل میں اس نے شرط کر لی ہو کہ اپنی حیات تک میں اپنے صرف میں لاسکوں گا، تو شرط باطل ہے اور تصرف حرام۔ فتاویٰ خلاصہ جلد دوم ص ۵۰، ۵۱

مرجل جعل فرسہ للسبیل علی انت یمسکہ  
ما دام حیوان امسکہ للجهاد له ذلك لانہ  
لو لم یشتط کان له ذلك لان لجاء علی السبیل  
ان یجاهد علیہ وان اسراد ان ینتفع بہ  
غیر ذلک لہ یکن لہ ذلک وصح جعلہ  
للسبیل  
ایک شخص نے اپنا گھوڑا فی سبیل اللہ وقف کیا اس  
شرط پر کہ جب تک وہ زندہ ہے گھوڑے کو اپنے پاس  
روکے رکھے گا، اگر تو اس نے جہاد کے لئے روکا ہے تو  
جائز ہے کیونکہ اگر وہ یہ شرط نہ بھی کرتا تب بھی اسے  
یہ حق تھا اس لئے کہ اس گھوڑے کو فی سبیل اللہ وقف  
کرنے والا بھی اختیار رکھتا ہے کہ وہ اس پر سوار  
ہو کر جہاد کرے، اور اگر اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ جہاد کے علاوہ کوئی اور نفع حاصل کرے گا تو اس کو یہ اختیار  
نہیں، تاہم گھوڑے کو فی سبیل اللہ وقف کرنا صحیح ہو گیا۔ (ت)

بشی کا کرایہ پر دینا تو مطلقاً حرام ہے اگرچہ جتنی وقف کی ہو خود اپنی ملک ہو۔ شرع مطہر نے عقد اجارہ  
اس لئے رکھا ہے کہ شئی باقی رہے اور مستاجر اس کو برت کر ختم اجارہ پر واپس دے، نہ اس لئے کہ خود  
اس شئی کو خرچ و فنا کرے، اور ظاہر ہے کہ بشی جب کام میں لائی جائے گی خود اس کے اجزا فنا ہوں گے،  
ایسا اجارہ حرام و باطل ہے۔ فتاویٰ خیر یہ علامہ خیر الدین رحلی استاذ صاحب درمختار رحمہما اللہ تعالیٰ  
جلد دوم ص ۱۰۷

الاجارۃ المذکورۃ باطلۃ غیر منعقدۃ لہا  
صرح بہ علماءنا قاطبۃ من انت  
الاجارۃ اذا وقعت علی اتلاف الامیان قصدا  
لا تتعقد ولا تقید شیئاً من احکام الاجارۃ۔  
اجارہ مذکورہ باطل ہے منعقد نہیں ہو گا کیونکہ ہمارے  
تمام علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اجارہ جب قصداً  
اصل کے اتلاف پر واقع ہو منعقد نہیں ہوتا اور نہ ہی  
احکام اجارہ میں سے کسی حکم کا فائدہ دیتا ہے (ت)  
باقی چیزیں مثلاً لیمپ، فرش، درمی، چٹائی، اور یونہی جتنی بھی، اگر اس سے مراد خالی شمعدان ہو اگرچہ



اپنی ذات میں قابل اجارہ ہیں، مملوک ہوں تو مالک اجارہ پر دے سکتا ہے کرایہ پر دینے کے لئے وقف ہوں تو متولی دے سکتا ہے مگر وہ جو مسجد پر اس کے استعمال میں آنے کے لئے وقف ہیں انھیں کرایہ پر دینا لینا حرام کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا ناجائز ہے اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے فائدہ کی ہو کہ شرط واقف مثل نص شارع صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجب الاتباع ہے۔ درمختار کتاب الوقف، فروع قولہم بشرط الواقف كنص الشارع فی واقف کی شرط شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی وجوب العمل بہ لے

ولہذا خلاصہ میں تحریر فرمایا کہ جو گھوڑا قتال مخالفین کے لئے وقف ہوا ہو اسے کرایہ پر چلانا ممنوع و ناجائز ہے، ہاں اگر مسجد کو حاجت ہو مثلاً مرمت کی ضرورت ہے اور روپیہ نہیں تو مجبوری اس کا مال اسباب اتنے دونوں کرایہ پر دے سکتے ہیں جس میں وہ ضرورت رفع ہو جائے، جب ضرورت نہ رہے پھر ناجائز ہو جائے گا۔

خلاصہ جلد ۲ ص ۵۷۰

ولا یؤاجر فرب السبیل الا اذا احتیج الی النفقة فیؤاجر بقدر ما ینفق وھذا المسألة دلیل علی ان المسجد اذا احتیج الی النفقة تؤاجر قطعة منه بقدر ما ینفق علیہ لے

فی سبیل اللہ وقف شدہ گھوڑا کرایہ پر نہیں دیا جاسکتا

ہاں اگر اس کے اخراجات کے لئے مجبوری ہو تو اتنے وقت کے لئے دیا جاسکتا ہے جس سے اخراجات پورے ہو سکیں اور یہ مسئلہ دلیل ہے اس پر کہ اگر اخراجات مسجد کے سلسلہ میں حاجت ہو تو ان اخراجات ضروریہ کی فراہمی کے لئے وقف کا کوئی حصہ کچھ وقت کے لئے کرایہ پر دیا جاسکتا ہے (ت)

(۲) یہ فعل ناجائز و گناہ ہے، ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں بھی عاریۃ دینا جائز نہیں، نہ کہ عید گاہ میں کہ اتصال صفت کے سوا اور احکام میں وہ مسجد ہی نہیں، ولہذا جنب کو اس میں جانا منع نہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ جلد پنجم ص ۱۲۲:

یجوز للقیم شراء المصلیات للصلاة علیہا ولا یجوز اعاسر تھ المسجد آخر (ملخصاً)۔

مسجد کے ناظم کو مسجد کے لئے چٹائیاں خریدنا جائز ہے

تا کہ ان پر نماز پڑھی جائے اور انھیں عاریۃ دوسری مسجد کے لئے دینا جائز نہیں (ت)

۳۹۰/۱	مطبوعہ مجتبیٰ فی دہلی	فصل راعی شرط الوقف	لے درمختار
۴۱۸/۴	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	الفصل الثالث کتاب الوقف	۲ خلاصہ الفتاویٰ
۳۲۲/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة	۳ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکرامیۃ



در مختار علی با مشرود المختار مطبع قسطنطنیہ جلد اول ص ۶۸۷ :

المتخذ لصلاة جنازة او عيد مسجد في حق  
جواز الاقتداء وان الفصل الصفوف  
ما فقا بالناس لافي حق غيره به يفتى  
نهاية فحل دخوله لجنب وحائض كفء  
مسجد وما باطو مدرسة -

جناز گاہ اور عید گاہ جواز اقدار کے حکم میں مسجد ہے  
اگرچہ صفوں میں فاصلہ ہو یہ حکم لوگوں کی سہولت کے لئے  
ہے دیگر احکام میں وہ مثل مسجد نہیں، اسی پر فتویٰ  
دیا جاتا ہے نہایت لہذا اس میں جنبی شخص اور حیض و نفاس  
والی عورتوں کا داخل ہونا حلال ہے جیسا کہ فناء مسجد  
خانقاہ اور مدرسہ کا حکم ہے (ت)

(۳) مسجد کی زمین میں اپنے لئے درخت لگانا حرام ہے کہ وقف میں تصرف مالکانہ ہے، والوقف  
لا یمک، پھر اگر یہ مال اس نے مسجد کے مال سے لگایا تو مسجد کا ہے اور اپنے مال سے لگایا اور یہ  
متولی ہے تو مسجد کا ہے مگر یہ کہ لگاتے وقت لوگوں کو گواہ کر لیا ہو کہ یہ میں اپنے لئے لگاتا ہوں، اور اگر غیر متولی  
ہے تو خود اس کا ہے مگر یہ کہ اقرار کرے کہ میں نے مسجد کے لئے لگایا، اب جس صورت میں پڑ لگانے والے کا  
ٹھہرے اگر اس کے اکھیر نے زمین وقف کا نقصان نہیں جبراً اکھڑا دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم فرماتے ہیں، لیس لعرق ظالم حق (عرق ظالم کا کوئی حق نہیں۔ ت) اور اگر اس میں زمین  
وقف کا ضرر ہو تو درخت مسجد کی ملک کر لیا جائے گا اور اندازہ کریں گے کہ اس وقت اس درخت کی قیمت زیادہ  
ہے اکھیر کر بیچنے میں کم ہو جائے گی یا جُدا کر کے بیچنے میں دام زیادہ اٹھیں گے اس وقت قیمت کم آئیگی دونوں  
حالتوں میں جس صورت پر کم قیمت اُٹھے وہ کم قیمت مسجد کے مال سے لگانے والے کو دی جائے گی۔ فتاویٰ خلاصہ  
جلد ۲ ص ۵۷۰ :

في الحاوي سئل ابو القاسم عن غرس  
الوقف من ماله ومات قال ان  
غرس من غلة للوقف فهو للوقف  
وان لم يذكر شيئاً فاف غرس  
بماله ان ذكر انه غرس للوقف فهو

حاوی میں ہے کہ ابو القاسم سے اس شخص کے بارے  
میں سوال کیا گیا جس نے اپنے مال سے وقف زمین  
میں درخت بوئے اور پھر مر گیا تو ابو القاسم نے فرمایا  
کہ اگر وقف کی آمدنی سے بوئے ہیں تب تو وقف  
کے لئے ہیں اگر کسی شے کا ذکر نہ کیا ہو اور اگر اپنے مال سے

لے در مختار کتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة مطبع مجتبائی دہلی ۹۳/۱  
لے صحیح البخاری کتاب الحرج والمزارعة باب من احيا ارضا مواتا قديمي کتب خانہ کراچی ۳۱۲/۱  
سنن ابوداؤد کتاب الخراج باب احيا الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۸۱/۲

لہ وان لم یذکر شینا فھو عنہ بوائے اور ذکر کیا کہ یہ وقف کیلئے ہے تو وقف کیلئے ہیں میراث لے اور اگر کسی شے کا ذکر نہیں کیا تو وہ اس کی میراث ہے۔ (ت)  
ایضاً جلد مذکور ص ۵۷۳ :

المستولی اذا بنی فی عرصۃ الوقف ان کان من مال الوقف ینوب للوقف وکذا من مال نفسہ لکن بنی للوقف فان بنی لنفسه ان اشہد کان لہ ذلک وان بنی ولم یذکر شینا کان للوقف بخلاف الاجنبی لہ  
مستولی نے مال وقف جب وقف زمین کے میدان میں عمارت بنا دی تو وہ وقف کے لئے ہوگی یونہی اگر اس نے اپنے مال سے وقف کیلئے عمارت بنائی تب بھی وقف کے لئے ہوگی اور اگر اپنی ذات کے لئے بنائی اور اس پر گواہ قائم کر لئے تو یہ عمارت اس کی ذات کے لئے ہوگی، اور اگر عمارت بنائی مگر کسی شے کا ذکر نہ کیا تو عمارت وقف کے لئے ہوگی بخلاف اجنبی شخص کے۔ (ت)  
عقود الدیریہ جلد اول ص ۱۶۵ :

حیث کان غرس عمر و المذکور لنفسه بلا اذن الناظر فللناظر علی الوقف تکلیفہ قلعه ان لم یضوف ان اضریتم لکم الناضر باقل القیمتین للوقف منزعاً و غیر منزع بمال الوقف  
اگر عمر و مذکور نے اپنی ذات کے لئے بغیر اذن مستولی درخت لگائے تو مستولی کو اختیار ہے کہ وہ اسے اکھاڑنے پر مجبور کرے جبکہ وقف کو ضرر نہ ہو اور اگر اکھاڑنا وقف کے لئے ضرر رساں ہے تو مستولی دو قیمتوں میں اقل قیمت کے بدلے مال وقف سے وقف کیلئے ان درختوں کا مالک بن جائے گا، دو قیمتوں سے مراد زمین میں لگے ہوئے درختوں کی قیمت اور اکھاڑے ہوئے درختوں کی قیمت ہے۔ (ت)

(۴) حرام ہے، اور جتنے دنوں اس نے اپنے تصرف میں رکھا اتنے دنوں کا کارہ جو حصہ وقف کا نرخ بازار سے ہوا اتنا تاوان اس پر لازم ہوگا کہ وقف کے لئے ادا کرے اور اپنا روپیہ لگا کر جو کچھ اس نے بنایا اگر وہ کوئی مالیت نہیں رکھتا وہ وقف کا مفت قرار پائے گا۔ اور اگر مالیت ہے تو وہی حکم ہے کہ اگر اس کا

لہ خلاصۃ الفتاوی کتاب الوقف الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴۱۹/۴  
لہ " " " " الفصل الرابع " " ۴۲۳/۴  
لہ العقود الدیریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ کتاب الوقف الباب الثانی ارگ بازار قندھار افغانستان ۱۸۹/۱

اکیڑنا وقف کو مضر نہیں جتنا اس نے زیادہ کیا اکھیڑ کر پھینک دیا جائے گا وہ اپنا عملہ اٹھا کر لے جائے اور اگر اس کے بنانے میں اس نے وقف کی کوئی دیوار منہدم کی تھی تو اس پر لازم ہوگا کہ اپنے صرف سے وہ دیوار ویسی ہی بنادے اور اگر ویسی نہ بن سکتی ہو، بنی ہوئی دیوار کی قیمت ادا کرے اور اگر اکیڑنا وقف کو مضر ہے تو نظر کریں گے کہ اگر یہ عملہ اکھیڑا جاتا تو کس قیمت کا رہ جاتا، اتنی قیمت مال مسجد سے اسے دیں گے، اگر فی الحال اس درخت یا اس عملہ کی قیمت مسجد کے پاس نہیں تو یہ یا اور کوئی زمین متعلق مسجد یا دیگر اسباب مسجد کو ایہ پرچلا کر اس کو ایہ سے قیمت ادا کرینگے اس کے لئے اگر برس درکار ہوں اسے تعاضے کا اختیار نہیں کہ ظلم اس کی طرف سے ہے، یہ سب اس حال میں ہے کہ وہ عمارت اس شخص کی ٹھہرے یعنی متولی تھا تو بناتے وقت گواہ کر لئے تھے کہ اپنے لئے بنانا ہوں یا غیر تھا تو یہ اقرار نہ کیا کہ مسجد کے لئے بنانا ہوں ورنہ وہ عمارت خود ہی ملک وقف ہے اور یہ جو ہم نے قیمت لگانے میں اکھڑے ہوئے عملہ کا لحاظ کرنا کہا اس بنا پر ہے کہ غالباً بعد اتمام عملہ کی قیمت گھٹ جاتی ہے، اور اگر حالت موجودہ ہی قیمت حالت ہدم سے کم ہو تو یہی کم لازم آئیگی۔

عقود الدریہ جلد اول ص ۱۵۶ :

جب اس کا وقف ہونا ثابت ہو گیا تو اس کی اجرت واجب ہے کیونکہ مفتی بہ قول کے مطابق منافع وقف پر ضمان لازم ہوتا ہے (د)

إذا ثبت كونه وقفاً وجبت الأجرة له في تلك المدة لأن منافع الوقف مضمونة على المفتي به

اشباہ والنظائر مع التمر صفحہ ۳۰۰ :

جس نے غیر کی دیوار گرا دی اس کے نقصان کا ضامن ہوگا مگر اس کی تعمیر کا حکم اس کو نہیں دیا جائے گا سوائے دیوار مسجد کے (کہ اس کی تعمیر کا حکم دیا جائیگا) جیسا کہ خانیہ میں کتاب الکراہیہ میں مذکور

من هدم حائط غيره يضمن نقصانها ولا يؤمر بعمارتها إلا في حائط المسجد كما في كراهية الخانية

رد المحتار جلد پنجم ص ۱۷۶ :

شرح بیرونی میں ہے لیکن وقف تو اس کے بارے میں ذخیرہ میں فرمایا کہ اگر کسی نے وقف شدہ گھر

في شرح البیرونی اما الوقف فقد قال في الذخيرة اذا غضب الدار

الموقوفۃ فہد م بناء الدار للقيم ان  
 یضمنہ قیمۃ البناء اذا لم یقدر الغاصب  
 علی ردھا ویضمن قیمۃ البناء مبنیاً ،  
 لان الغصب وردھکذاھ ومقتضاہ  
 انه اذا امکنہ رد البناء کماکان وجب  
 ولم یفصل فیہ بین المسجد وغیرہ من  
 الوقف ، ولذا قال البیہقی ما سبق وھذا  
 فی غیر الوقف وفي فتاوی قادی الہدایۃ  
 استاجردا راقفا فہد مھا وجعلھا طاحوناً  
 النہد مہد مہ واعادته الی الصفۃ الاولی اھ  
 فظہر ان لا فرق بین المسجد وغیرہ  
 من الوقف بخلاف الملک اھ مختصراً  
 مکان کو پہلی حالت پر لوٹائے اھ تو ظاہر ہوا کہ اس حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا چاہے وقف بصورت مسجد  
 ہو یا غیر مسجد بخلاف ملک کے اھ اختصاراً (ت)

عقود الدرر جلد ۱ ص ۱۵۹

غصب ارض وقف و نراد فیہا من زیادۃ  
 من عند نفسه وان کانت شیئاً لیس  
 بمال ولا لہ حکم المال توخذ منہ  
 بلا شیء ، وان کانت مالاً قائماً  
 نحو الغراس والبناء امر القاضی  
 الغاصب برفعہ وقلعہ ، الا اذا کان  
 یضر بالوقف فانہ یمنع عنہ  
 لو اراد ان یفعل ویضمن

غصب کیا اور اس کی دیوار گرا دی تو ناظر وقف کو  
 اختیار ہے کہ وہ اس کو عمارت کی قیمت کا ضامن ٹھہرائے  
 اگر غاصب اس کی تعمیر پر قادر نہ ہو اور تعمیر شدہ عمارت  
 کی قیمت کا ضامن ٹھہرایا جائے گا کیونکہ غصب اسی  
 پر واقع ہوا اھ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب  
 غاصب سابقہ حالت پر عمارت بنانے پر قادر ہو  
 تو ایسا کرنا واجب ہے اور اس حکم میں مسجد اور  
 دوسرے وقف میں کوئی فرق نہیں اسی واسطے  
 بیہقی نے ماقبل میں کہا کہ یہ غیر وقف کا حکم ہے فتاوی  
 قادی الہدایہ میں ہے کہ ایک شخص نے وقفی گھر  
 کرایہ پر لیا اور اس کو گرا کر آٹا پیسنے کی چکی بنالی  
 تو اس پر لازم قرار دیا جائے گا کہ وہ چکی کو گرا کر  
 مکان کو پہلی حالت پر لوٹائے اھ تو ظاہر ہوا کہ اس حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا چاہے وقف بصورت مسجد

کسی نے وقف کا احاطہ غصب کر کے اپنی طرف سے  
 اس میں کچھ اضافہ کر دیا ، اگر تو وہ اضافہ مال یا  
 حکم مال کے قبیلہ سے نہیں تو بلا عوض اس سے واپس  
 لیا جائے گا اور اگر وہ اضافہ ایسا مال ہے جو زمین  
 کے ساتھ قائم ہے جیسے درخت اور عمارت تو  
 قاضی غاصب کو حکم دے گا کہ وہ اس کو اکھاڑے  
 جبکہ اکھاڑنے سے وقف کو نقصان نہ پہنچتا ہو اور اگر  
 نقصان پہنچتا ہے تو پھر اس کو اکھاڑنے سے روکا



القیم او القاضی قیمۃ ذلک من غلة الوقف ان كانت والا یؤاجر الوقف ویؤتی من اجرتہ عمادیۃ ومثلہ فی الفصولین من ۱۲

جائے گا اگر وہ اکھاڑنے کا ارادہ کرے، اور متولی یا قاضی اس اضافے کی قیمت کے ضامن ہوں گے اگر وقف کی کوئی آمدنی ہے تو اس سے ضمان دیں گے ورنہ وقف کو کرایہ پر دے کر اس کی اُجرت سے ضمان ادا کرینگے، عمادیہ۔ اور اسی کی شکل فصولین میں ہے (ت)

(۵) جبکہ امام التزام امامت نہیں کرتا کبھی وقت بے وقت آجاتا ہے اور حرف بھی صاف مسموع نہیں ہوتے، اور سائل کا بیان ہے کہ وہ دیندار متقی بھی نہیں تو نہ خدمت پوری کرتا ہے نہ خدمت کے مناسب ہے، ضرور مستحی معزولی ہے، بلکہ دو امر اخیر اگر نہ بھی ہوتے تو صرف پہلی بات اسے تنخواہ مقرر لینا اور مال مسجد سے دینا دونوں کے حرام کرنے کو کافی ہے، درمختار کتاب الوقف فروع فصل نہر القاضی سے:

فیجب علیہ خدمۃ وظیفۃ او ترکھا لمن یعمل والا اثم ۱

اپنے وظیفہ کی خدمت کرنا اس پر واجب ہے، یا اس شخص کے لئے چھوڑ دے جو یہ خدمت کرے ورنہ گنہ گار ہوگا۔ (ت)

جتنی مدتوں وہ کبھی کبھی آیا اور تنخواہ پوری دی گئی حساب کر کے اوقات حاضری کی تنخواہ مقرر کرنا لازم ہے، اس پر فرض ہے کہ واپس دے، اور متولی پر فرض ہے کہ واپس لے۔ فتاویٰ خیریہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۷، ۱۳۸

سئل فی رجل بیدۃ وظیفۃ امامۃ علی مسجد کل یوم بعثمانی وقد تناول جمیع المعلوم من قیم الوقف والمحال انه کان امر فی بعض الاوقات دون بعض فهل لا یتحق المعلوم الا بمقدار ما باشر والباقی یرجع علیہ بہ و یکون موفر الجہۃ الوقف اجاب الذی تحصل من کلام البحر ان مقتضی کلام الخصاف انه لا یتحق الا بمقدار

ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس کے ہاتھ میں کسی مسجد کی امامت کا وظیفہ تھا بحساب ایک عثمانی (روپیہ) یومیہ، اور اس نے متولی سے تمام تنخواہ اکٹھی وصول کر لی جبکہ صورت حال یہ ہے کہ وہ بعض اوقات امامت کرتا رہا اور بعض اوقات غیر حاضر رہتا تو کیا وہ صرف انہی دنوں کی تنخواہ کا مستحق ہے جن میں اس نے امامت کرائی اور باقی دنوں کی تنخواہ متولی اس سے واپس لے گا اور اس طرح وہ جہت وقف کا پورا حق ادا کرنے والا ہوگا، تو جواب دیا کہ کلام بحر سے جو حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خصاف کے کلام کا تقاضا

لہ العقود الدیریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحادیۃ کتاب الوقف، الباب الثانی ارگ بازار قندھار افغانستان ۱۳۸۲-۸۳

۲۵ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتہدانی دہلی ۳۹۰/۱



ما یأشرو، وبہ صرح ابن وہبان فی  
 المسافر للحج او صلة الرحم حیث قال  
 لا یتعزل ولا یتحق المعلوم مدة سفره  
 مع انها فرضان لے  
 یہی ہے کہ جن دنوں کی امامت اس نے کرائی صرف  
 انہی دنوں کی اجرت کا مستحق ہے۔ ابن وہبان  
 نے اسی کی تصریح فرمائی حج یا صلہ رحمی کے لئے سفر  
 میں جہاں انہوں نے فرمایا کہ وہ معزول نہ ہوگا اور  
 نہ مدت سفر کی تنخواہ کا مستحق ہوگا باوجودیکہ یہ دونوں  
 چیزیں فرض ہیں (ت)

بلکہ انصاف وہ متولی یا مہتمم کہ اس حالت پر اسے پوری تنخواہ دیتا رہا وہ بھی مستحق عزل ہے کہ بلا استحقاق دینے  
 سے مال مسجد پر متعدي ہے۔

(۶) حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،  
 جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم ورقم اصواتکم لے  
 رواہ ابن ماجہ عن واثلہ بن الاسقع  
 وعبد الرزاق فی مصنفہ بسند امثل منہ  
 عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما۔  
 زیادہ بہتر سند کے ساتھ امام عبد الرزاق نے  
 اپنی مصنف میں بروایت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اگر نجاست کا ظن غالب ہو تو انہیں مسجد میں آنے دینا حرام اور حالت محتمل و مشکوک ہو تو مکروہ۔ اشیاء  
 مع الغرر صفحہ ۳۸۰ و در مختار و اخر مکروہات الصلوۃ؛

یجرم ادخال صبیان و مجانین حیث  
 غلب تنجیسہم والا فیکر لے  
 اگر بچوں اور پاگلوں کے مسجد کو نجس کرنے کا گمان غالب  
 ہو تو انہیں مسجد میں داخل کرنا حرام ورنہ مکروہ  
 ہے۔ (ت)

یونہی اگر نیچے بلکہ بوڑھے بھی بے تمیز نامہذب ہوں، غل مچائیں، بے حرمتی کریں، مسجد میں نہ آنے دئے جائیں  
 و در مختار محل مذکور،

یحرم فیہ السؤال ویکرہ الاعطاء و  
انشاد ضالۃ و شعر الا ما فیہ ذکر و رفع  
صوت بذکر الا للمتفقہ و یمنع من کل  
مؤذ ولو بلسانہ

مکروہ ہے، اور کل ایذا دینے والے کو مسجد سے منع کیا جائیگا اگرچہ زبان سے ایذا پہنچاتا ہو۔ (ت)  
اور اگر ایسے نہ ہوں تو انھیں مسجد میں غیر اوقات نماز میں پڑھنا مضائقہ نہیں رکھتا جب کہ معلم بلا تنخواہ محض لوجہ  
پڑھاتا ہو ورنہ ہرگز جائز نہیں اگرچہ جوان اور بوڑھے ہی پڑھیں کہ اب یہ اوپیشوں کی طرح دینا کمانا ہے  
اور مسجد میں اس کی اجازت نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ ص ۱۲۲:

لو جلس المعلم فی المسجد والوراق یکتب  
فان کان المعلم یعلم للحسبۃ والوساق  
یکتب لنفسہ فلا یاس بدلانہ قربۃ وان  
کان بالاجرة یکرہ الا ان تقع لہا الضرر  
کذا فی محیط السرخسی

اگر معلم مسجد میں بیٹھ کر تعلیم دیتا ہے اور کاتب مسجد  
میں بیٹھ کر لکھتا ہے اگر تو معلم ثواب کی نیت سے  
ایسا کرتا ہے اور کاتب اپنے لئے لکھتا ہے نہ کہ  
آخرت پر تو حرج نہیں کیونکہ یہ قربت و عبادت ہے  
اور اگر آخرت کے لئے ہے تو بلا ضرورت ایسا کرنا  
مکروہ ہے، امام سرخسی کی محیط میں بھی ایسا ہی ہے۔ (ت)

اشباہ والنظائر صفحہ ۳۸۱:

تکرہ الصناعة فیہ من خیاطۃ و کتابۃ  
باجرو تعلیم صبیان باجر لا بغیرہ الا  
لمحفظ المسجد فی روایۃ۔

مسجد میں سلائی یا کتابت کا پیشہ اجرت پر کرنا اور  
اجرت لے کر بچوں کو پڑھانا مکروہ ہے جبکہ  
بلا اجرت ہو تو حرج نہیں، ایک روایت میں ہے  
کہ حفاظت مسجد کیلئے بغیر اجرت پر بھی ایسا کرنے کی  
اجازت ہے (ت)

غز العیون ص ۳۸۱:

۱۔ در مختار کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ مطبع مجتہدی دہلی ۹۴-۹۳  
۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب اکرامیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۱  
۳۔ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام المسجد اداره القرآن کراچی ۲/۲۳۱

فی الفتح معلم الصبیان القرآن کالکاتب ات  
 باجر لایجوز وحسبہ لایاس بہ انتھی ،  
 وفی شرح الجامع الصغیر للتمر تاشی لایجوز  
 تعلیم الصبیان القرآن فی المسجد  
 للمروی جنبوا مجانینکم وصبیانکم مساجدکم  
 انتھی وهو صریح فی عدم الجواز سواء  
 کان باجر اولادہ اقول والتوفیق  
 ما اشرنا الیہ ان لو کانوا غیر مامونین علی  
 المسجد لم یجزم مطلقا والاجابنا  
 حسبہ لایاجر والدلیل علیہ استدلالہ  
 بالمحدث وقد قرنوا فیہ بالمجانین  
 فالمراد فی الحديث من لا یعقل اولایؤمن  
 علیہ وفی فرع التمر تاشی غیر المامونین  
 خاصة اذ من لا یعقل لا یعلم ، والله  
 سبیلہ اعلم ۔

کی تعلیم دینے والا کاتب کی طرح ہے اگر اجرت پر  
 ہو تو ناجائز اور نیتِ ثواب سے ہو تو جائز ہے  
 انتھی، مرقا تاشی کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ بچوں  
 کو مسجد میں تعلیم قرآن جائز نہیں کیونکہ مروی ہے کہ  
 اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں اور پاگلوں سے محفوظ  
 رکھو انتھی، یہ عدم جواز میں صریح ہے چاہے اجرت  
 پر ہو یا بلا اجرت اھ اقول (میں کہتا ہوں)  
 کہ تطبیق جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا یہ ہے کہ  
 اگر مسجد (کی طہارت و احترام) کے سلسلہ میں  
 ان پر بھروسہ نہیں تو مطلقاً ناجائز ہے ورنہ نیت  
 اجر و ثواب جائز اور اجرت پر ناجائز ہے، اور  
 اس پر دلیل اس حدیث سے استدلال ہے کہ  
 اس میں بچوں کے ذکر کے ساتھ پاگلوں کا ذکر ہے  
 لہذا حدیث میں بچوں سے مراد وہ ہیں جو بے عقل ہوں  
 یا ان پر (آداب مسجد کے سلسلہ میں) بھروسہ  
 نہ کیا جاسکتا ہو۔ فرع مرقا تاشی میں بطور خاص غیر مامون (بے بھروسہ) کا ذکر ہے (نہ کہ بے عقل کا) کیونکہ  
 جسے عقل نہیں وہ تعلیم حاصل نہیں کر سکتا۔ واللہ سبیلہ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۲ از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد تحصیل حسن پور مرسلہ اشرف علی خاں ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۲۶  
 ایک شخص کے سپرد مسجد کی روشنی کا اہتمام ہے اور اس کو دوسرا شخص تیل کے لئے صرف دیتا ہے اب  
 پہلے شخص نے جس کو روپیہ صرفہ کے لئے دیا جاتا ہے اس نے روشنی میں کمی کر کے یا زیادہ صرفہ لے کر اور  
 کم صرفہ کیا اور کچھ دام بچا کر وہ اپنے ذاتی صرفہ میں لایا اور اب وہ شخص جو اپنے صرفہ میں لایا ہے اس مقام  
 سے چلا آیا اور دوسرے مقام پر موجود ہے اب اس کا خیال ہے کہ میں نے جو کچھ بچایا تھا اور صرفہ کیا وہ  
 ادا کر دوں اور میرا یہ گناہ معاف ہو جائے تو اب اس کو کیا کرنا چاہئے آیا وہ اسی مسجد میں اور اسی تیل کو

روشنی کے کام دے یا وہ دوسری مسجد میں جہاں وہ اب موجود ہے وہاں پر کسی مسجد شکستہ یا قلعی وغیرہ کیلئے دے دے جس سے اس کا گناہ معاف ہو۔

## الجواب

اس پر توبہ فرض ہے اور تاوان ادا کرنا فرض ہے جتنے دام اپنے صرف میں لایا تھا اگر یہ اس مسجد کا متولی تھا تو اسی مسجد کے تیل بتی میں صرف کرے دوسری مسجد میں صرف کر دینے سے بری الذمہ نہ ہوگا اور اگر متولی نہ تھا تو جس نے اسے دام دئے تھے اسے واپس کرے کہ تمہارے دئے ہوئے داموں سے اتنا خرچ ہوا اور اتنا باقی رہا تھا کہ تمہیں دیتا ہوں،

لأنه ان كان متولياً فقد تم التسليم والا  
بقي على ملك المعطى - والله تعالى اعلم -  
معطى کی ملک پر باقی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)  
مسئلہ ۲۷۳ از کانپور مدرسہ امداد العلوم محلہ بانس منڈی مرسلہ شمس الہدیٰ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت نے ایک مسجد تیار کرائی حالانکہ وہ اور اولاد سب اس کی سود و رشوت کھاتے ہیں اور قبل ان افعال ناجائز کے وہ مفلس تھے اور ۱۸۹۷ء آدمی جو پرہیزگار و متقی ہیں اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ مسجد انعام کے مال سے تیار کرائی گئی لیکن باقی مسجد اور اس کے دو چار قریب کتے ہیں کہ حلال کے مال سے بنائی گئی، بنا بران صورتوں کے چند مسلمانوں نے اتفاق ہو کر دوسرے محلہ میں ایک مسجد جدید بنائی ہے بناؤ علیہ کہ اس میں نماز نہیں ہوگی پس ان صورتوں میں کس میں نماز شرعاً ناجائز؟ اگر ناجائز تو کون سی ناجائز؟ اور کس میں شرعاً بہتر و اولیٰ؟ بینوا تو جروا۔

## الجواب

اس بارے میں صاحب مال کا قول شرعاً معتبر ہے، اگر وہ کہے یہ مال مجھے وراثۃً ملا تھا یا میں نے قرض لے کر لگایا تو مانا جائے گا، اور اس سے کوئی دلیل اس پر طلب نہ کی جائے گی کما نص علیہ فی العالمگیریۃ وغیرہا (جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) ان سترہ اٹھارہ کا کہنا اگر صرف اس بنا پر ہے کہ ان لوگوں کے پاس مال حرام ہے تو وہی لگایا ہوگا جب تو محض بے دلیل ہے ان کے پاس صرف مال حرام کب ہے سائل سود کھانا بتاتا ہے سود بلاشبہ حرام ہے مگر اس کیلئے اصل درکار ہے اصل نہ ہوگی تو سود کا ہے پر لے گا، سود کے حرام ہونے سے اصل کیوں حرام ہونے لگی اور بالفرض ان کے پاس صرف مال حرام ہی ہو تو کیا یہ لوگ شہادت دیں گے کہ ان کے سامنے ان لوگوں نے



اپنا مال حرام یا نفعوں کو دکھایا اور ان سے کہا کہ ان روپوں کے عوض ہم کو اینٹ کڑی تختہ دے دو جب انھوں نے دی وہی زرِ حرام انھوں نے ٹمن میں دے دیا اور اس طرح کا اینٹ کڑی تختہ خریدنا ہوا مسجد میں لگایا یونہی مسجد کی زمین اپنا مال حرام بائع کو دکھا کر خاص اس کے عوض خریدی اور وہی ٹمن میں دیا اور ایسی خریدی ہوئی زمین کو مسجد کیا، ان سترہ اٹھارہ میں ایک بھی ایسی شہادت نہ دے سکے گا اور جب اس طرح خریداری نہ ہو تو ان کا مال حرام سہی اینٹ کڑی تختہ زمین جو کچھ خریدنا حلال تھا،

كما حققه في الطريقة المحمدية والحدیقة جیسا کہ طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیہ میں اس کی تحقیق النندیۃ بل سراجہ فوق ذلک قد بینا (مصنف کتاب نے) فرمائی بلکہ اس کو ترجیح دی اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کو مفصل بیان فی فتاؤنا۔

کیا ہے۔ (ت)

لہذا اس مسجد کا آباد کرنا مسلمانوں پر لازم اور وہ دوسری مسجد جو اللہ عز و جل کے لئے بنائی وہ بھی مسجد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰ از شہرِ مرسلہ حافظ چھٹن محلہ ذخیرہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ مشرقِ ستین اس مسئلہ میں کہ ایک ہندو کے مبلغ لغہ روپیہ سود ہے ایک مسلمان پر چاہئے ہیں مسلمان روپیہ دینے سے انکار کرتا ہے کیونکہ اس کے پاس روپیہ نہیں ہے وہ ضامن طلب کرتا ہے ضامن بھی نادہند ہے کچھ مسلمانوں نے اس ہندو سے کہا کہ یہ روپیہ مسجد کے نام تو اگر کر دے تو ہم وصول کر لیں گے، لہذا یہ روپیہ مسجد میں جائز ہے یا ناجائز؟

### الجواب

جبکہ اس میں سود بھی شامل ہے تو اتنا تو حرام قطعی ہے اور اگر پہلے یہ کچھ سود میں دے چکا ہو تو اتنا اصل میں مجرا ہونا لازم ہے، جتنا باقی رہا اتنا اگر وہ ہندو اپنی خوشی سے کسی مسلمان کو دے اور اسے وصول کرنے کا اختیار دے تو اب وہ روپیہ اس مسلمان کا ہے اسے مسجد میں لگا دینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر وہ کسی مسلمان کو نہ دے بلکہ یہی کہے کہ وہ وصول کر کے میری طرف سے مسجد میں لگا دو تو نہ لیا جائے۔ حدیث میں فرمایا،

انی نہیت عن ربہ المشرکین (مجھے مشرکوں کی داد و دہش سے منع کر دیا گیا ہے۔ ت)



نیز فرمایا: انا لانتعین بمشرك (بیشک ہم کسی مشرک سے مدد و طلب نہیں کرتے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۵ از موضع سرینا ضلع بریلی مرسلہ شیخ امیر علی صاحب قادری رضوی ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ  
کنواں سہراہ ہے اس سے سب قوم پانی پیتی ہے، ہندو مسلمان۔ اور مسجد بھی قریب ہے، مسجد کے خرچ  
میں اسی کنویں کا پانی آتا ہے، اس وقت وہ کنواں مرمت کرنے کے لائق ہے، اگر ہندو اس کی مرمت کرائے تو  
کچھ خرچ ہے یا نہیں؟

### الجواب

سائل نے بیان کیا کہ وہ کنواں مسجد کا نہیں، نہ وہاں کوئی آبادی ہے، مسافر لوگ مسجد میں نماز پڑھتے،  
کنواں راہ گروں کے لئے ہے، ہندو اس کی مرمت کرانا چاہتا ہے کرائے، جبکہ وہ اس کی وجہ سے کوئی  
استحقاق اپنا ایسا نہ کرے کہ وضو غسل میں مزاحم ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۶ از سہرام ضلع گیا مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ  
فرق درمیان فضائل مسجد و مدارس کے کیا ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم  
نے بھی کوئی مدرسہ تعمیر کیا تھا یا نہیں؟

### الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی مدرسہ تعمیر نہ فرمایا، نہ صدر اول میں کوئی عمارت بنام مدرسہ  
بنانے کا دستور تھا۔ ان کی مساجد ان کی مجالس ہی مدارس ہوتی تھیں۔ یاں تعلیم علم دین ضرور فرض ہے اسی لئے  
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوتی ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما بعثت  
معلما۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے  
معلم بنا کر بھیجا گیا۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما  
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں

لے سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی المشرک لیسہم لہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۹/۲

سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸

المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجہاد باب فی الاستعانة بالمشرکین ادارة القرآن کراچی ۱۲/۳۹۵

لے سنن ابن ماجہ باب فضل العلماء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰

انا لکم بمنزلة الوالد اعلمکم  
 وقال عز وجل یعلمهم الکتاب والحكمة  
 تمھارے لئے بمنزلہ والد کے ہوں تمھیں تعلیم دیتا ہوں۔  
 اللہ عز وجل نے فرمایا کہ وہ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم) ان لوگوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔  
 مسجد کی تعمیر واجب ہے اور مدرسہ کے نام سے کسی عمارت کا بنانا واجب نہیں، ہاں تعلیمِ علمِ دین  
 واجب ہے۔ اور مدرسہ بنانا بدعتِ مستحبہ۔ تعمیر مسجد کی فضیلت بیشمار ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 فرماتے ہیں،

من بنی للہ مسجد ابنی اللہ لہ بیتا فی  
 الجنة وفي رواية من درو یا قوت یتہ  
 جو اللہ عز وجل کے لئے مسجد بنائے اس کے لئے  
 اللہ عز وجل جنت میں موتیوں اور یاقوت کا گھر  
 اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۷ از ویجیا نگر م ضلع وزیگا پٹم مرسلہ حاجی علی محمد عثمان ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ  
 یہاں کی جامع مسجد میں اندر کے طاقوں والے ستونوں پر یہ تاریخ لکھی ہے :

از حکم مہاراج عالی لقب بہ محمد علی حاجی خوش لقب  
 باحداث مسجد سخی نمود، کزاں مومنان راشدہ صدر  
 بتاریخ اوگشت الہام حق، کہ واسجد بدرگاہ رب  
 اقرب بہ زلف خد او ندھی و صمد، محمد ابراہیم  
 خوئے لقب بتعمیر مسجد چوں بنمود عزم، دوبارہ ہے  
 قرب درگاہ رب بہ پئے تاریخش آمد بگویش  
 نگر حکم رب واسجد واقرب۔  
 مہاراج بلند لقب کے حکم سے اچھے لقب والے  
 حاجی محمد علی نے مسجد بنانے کی کوشش کی جس سے  
 مومنوں کو سیکڑوں خوشیاں حاصل ہوئیں، اس  
 کی تاریخ کے بارے میں حق تعالیٰ کی طرف سے  
 یوں الہام ہوا کہ واسجد بدرگاہ واقرب (پروردگار  
 کی بارگاہ میں سجدہ کر اور قرب حاصل کر) زندہ  
 و بے نیاز خداوند قدوس کی مہربانی سے پروردگار  
 کا قرب حاصل کرنے کی خاطر محمد ابراہیم خوئے لقب نے دوبارہ مسجد کی تعمیر کا عزم کیا تو اس کی تاریخ کیلئے  
 یہ صداکان میں آئی کہ نگر حکم رب واسجد واقرب (پروردگار کا یہ حکم دیکھ کہ سجدہ کر اور قرب ہو جا)۔ (ت)

سنن ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب کراہیۃ استقبال القبلة آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳  
 سنن القرآن الکریم ۱۲۹/۲

سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب من بنی للہ مسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۴  
 مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبد اللہ بن عباس دار الفکر بیروت ۲۴۱/۱  
 المعجم الاوسط حدیث ۵۰۵۵ مکتبۃ المعارف الریاض ۲۴/۶

تحقیقات سے معلوم ہوا کہ پہلی مرتبہ اس مسجد کی بنی حاجی محمد علی نے یہاں کے ہندو راجہ کے حکم سے کی اور حاجی محمد علی شیعہ مذہب کا تھا، بعد میں اس مسجد کو اگر دو دوسری مرتبہ اسی جگہ پر شیعہ مسلمانوں نے چندہ کر کے پھر نئے سرے سے تعمیر کی گئی جس چندہ میں زیادہ حصہ محمد ابراہیم خاں نے لقب نے لیا جو شیعہ مذہب کا ہے جس کا نام تاریخ میں لکھا ہے مگر اس مسجد میں شیعوں کا تصرف کسی قسم کا ہے نہ ان میں سے کوئی نماز کو آتا ہے امام و مؤذن کی تنخواہیں راجہ کے خزانہ سے ملتی ہیں جن میں سے مسجد کے چراغ بتی بھی ہوتی، اب ان کے احکام بیان فرماتے ہیں کہ اس مسجد میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یہ مسجد مسجد جامع کا حکم رکھتی ہے یا نہیں؟ ہندو راجہ کے پیسہ سے مسجد کے چراغ بتی کا کیا حکم ہے؟

### الجواب

نماز اس میں ہو سکتی ہے تو اصلایہ عمل اشتباہ نہیں۔ نماز ہر پاک جگہ ہو سکتی ہے جہاں کوئی ممانعت شرعی نہ ہو اگرچہ کسی کا مکان یا افتادہ زمین ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جعلت لی الارض مسجدا و طہورا فایما میرے لئے زمین کو جائے نماز اور پاک کرنے والی ہر جہل من امتی اور مکہ الصلوٰۃ بنایا گیا ہے لہذا میری امت میں سے کسی شخص کو جہاں بھی نماز کا وقت آجائے تو اس کو وہاں ہی نماز پڑھ لینی چاہئے۔ (ت)

اور جب وہ تقریباً سو برس سے مسجد کہلاتی، مسجد سمجھی جاتی ہے اس میں جمعہ و جماعت و اذان ہوتی ہے اس کے لئے امام و مؤذن مقرر ہیں تو اب اسے مسجد سمجھنے میں شبہ پیدا کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہندو راجہ کے حکم سے بننا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کی ملک زمین میں اسی کی ملک پر بنی ہے کہ مسجد نہ ہو سکے بلکہ غالب یہی ہے کہ شہر کی زمین پر جس کا کوئی شخص مالک نہیں ہوتا اور والیان ملک اس میں بطور خود تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں۔ ایسی زمین پر باجائز راجہ بنی، ملک کی غیر ملک زمین اللہ عز و جل کی ملک ہوتی ہے، بیت المال کی کہلاتی ہے، راجہ اس کا مالک نہیں ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

عادی الارض لله و لرسوله (زمین اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملک ہوتی ہے) اور رافضی کے اہتمام سے بننا بھی اس کے مسجد ہونے میں محفل نہیں، اگر اس کا رافضی حد کفر تک

۱۔ صحیح البخاری کتاب التیمم ۴۸/۱ و کتاب الصلوٰۃ ۶۲/۱ قدیمی کتب خانہ کراچی  
۲۔ السنن الکبریٰ احیاء الموات ۵ و ارصاد بیروت ۱۴۳/۶

نہ تھا جب تو ظاہر، ورنہ غایت یہ کہ اس کے مسجد کرنے سے مسجد نہ ہوتی، مگر جب مسلمانوں نے اسے مسجد قرار دیا اس میں نمازیں مسجد کج کر پڑھیں مسجد ہو گئی،

فان الارض ان كانت لبیت المال فجائز جعلهم اياها مسجداً والبناء ان كان من مال المسلمين فيها ومن مال المرتد فاذا مات على ارتداد فصار فينا للمسلمين او من خزانه الوالى فالحزانه لبیت المال على ان ما كان لكافر غير ذمی ولا مستأمن و حصل للمسلمين بغير عذر ونقص عهد صار لهم على ان يبيد ناد ليلا ظاهرا يثبت به الوقف شرعا وهى المشهره قد عوى خلافة يردّها الاحتمال كما يتنازع فى فتاونا بتوفيق الله -

زمین جبکہ بیت المال کی ہو تو مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ اسے مسجد بنادیں اور تعمیر اگر مسلمانوں کے مال سے ہو تو فقہاء، یا تعمیر مرتد کے مال سے ہوتی اس کے ارتداد پر مرنے کے بعد اس کا مال مسلمانوں کے لئے فے ہو گیا یا والی کے خزانہ سے تعمیر ہوتی تو خزانہ بیت المال کا ہے، اس بنیاد پر غیر ذمی اور غیر مستامن کافر کا مال اگر بغیر دھوکا اور بدعہدی کے بغیر مسلمانوں کو حاصل ہو تو وہ انہی کا ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں ہمارے پاس جو دلیل ہے وہ ظاہر ہے جس سے شرعاً وقف ثابت ہو جاتا ہے اور وہ دلیل شہرت ہے پس اس کے خلاف دعویٰ کے احتمال کو رد کر دیتا ہے جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ (ت)

یہیں سے ظاہر ہوا کہ دوبارہ بنائیں کسی شیعہ کا چندہ میں زیادہ حصہ لینا اس معنی پر ہے کہ تحصیل چندہ میں زیادہ کوشش کی جب تو ظاہر، اور اگر اسی معنی پر ہو کہ زیادہ چندہ اس نے خود اپنے مال سے دیا تو مسجد ثابت ہو کر قیامت تک زائل نہیں ہو سکتی۔

الاترى ان لو انهدم مسجد فاعاد بناده كافر بماله لم يخرج عن المسجدية وان لم يقبل بناده لكونه غير اهل للوقف على المسجد هذا اذا لم يكن مرتدا اما هو فيستوقف الامر على ان يسلم فيصح كما فى رد المحتار عن الباعث

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر کوئی مسجد گر جائے اور اس کی عمارت کسی کافر نے دوبارہ اپنے مال سے بنادی تو وہ مسجد خالص نہ ہوئی اگرچہ کافر کا مسجد کو تعمیر کرنا مقبول نہیں کیونکہ وہ مسجد پر وقف کا اہل نہیں، یہ اس صورت میں ہے کہ کافر غیر مرتد ہو، اور اگر مرتد ہو تو یہ معاملہ موقوف رہے گا حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو جائے تو صحیح ہو جائے گا جیسا کہ بحر سے رد المحتار میں ہے

لرد المحتار كتاب الوقف مطلب في وقف المرتد والكافر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۶۰



او یسوت علی ساداتہ والعیاذ باللہ فیعدو  
فیثا للمسلمین۔

یا وہ حالت ارتداد پر مرتبے، اللہ تعالیٰ کی پناہ،  
تو اب یہ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت بن جائیگا۔  
نامسلم کا عطیہ کہ اس کے اپنے مال سے ہو خصوصاً اپنے اسلامی کام میں نہ لانا چاہئے۔ نبی صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انّ نہیت عن ترابد المشرکین۔  
سراۃ ابوداؤد والترمذی عن عیاض  
بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وهو  
حدیث حسن صحیح۔  
بیشک مجھے مشرکوں کے عطیہ سے منع کر دیا گیا ہے۔  
(اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے عیاض بن حمار  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، اور یہ  
حدیث حسن صحیح ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:  
انّ لا قبل ہدیۃ مشرک۔  
الطبرانی فی الکبیر عن کعب بن مالک  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔  
بیشک میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ (اسے  
طبرانی نے کبیر میں کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:  
انّا لا نقبل شیئاً من المشرکین۔  
سراۃ احمد والحاکم عن حکیم بن  
حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
بیشک ہم مشرکوں کی کوئی شے قبول نہیں کرتے۔  
(اسے احمد اور حاکم نے حکیم بن حزام رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:  
انّا نستعین بمشرک۔  
سراۃ احمد  
وابوداؤد وابن ماجہ عن ام المؤمنین  
الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔  
بیشک ہم مشرکوں سے مدد طلب نہیں کرتے۔  
(اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین  
صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

لے جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی قبول ہدایا المشرکین امین کمپنی دہلی ۱۹۱/۱  
لے لمع الکبیر حدیث ۱۳۸ و ۱۳۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۹/۱۹ و ۲۰ و ۲۱  
لے مسند احمد بن حنبل مروی از حکیم بن حزام دار الفکر بیروت ۲۰۳/۲  
لے سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی المشرک لیسہم لہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۹/۲  
سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب فی الاستعان بالمشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸



اور حدیثیں جواز و اجازت میں بھی ہیں اور توفیق بتوفیق اللہ تعالیٰ ہمارے فتاویٰ میں، مگر یہاں ضرور وہ خرچ خزانہ سے ملتا ہو گا نہ کہ راجہ کی جیب سے، اور خزانہ والی ملک کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا تو اس کے لینے میں خرچ نہیں جبکہ کسی مصلحت شرعیہ کا خلاف نہ ہو، ہذا اما عندی والعلم بالحق عند ربی (یہ وہ ہے جو میرے نزدیک ہے اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت) واللہ بسبحہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۸ از پوکھرا رائے پور ضلع مظفر پور محلہ نورالحلیم شاہ شریف آباد مرسلہ شریف الرحمن صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید سندی عالم ہے، مالدار ہے، پانچ سات ہزار روپے کی مالیت رکھتا ہے، چندہ یعنی مانگ کر مسجد بنواتا ہے۔ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب

جائز ہے، امور خیر کے لئے چندہ کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، مالدار پر واجب نہیں کہ ساری مسجد اپنے مال سے بنائے، امر خیر میں چندہ کی تحریک دلالت خیر ہے۔  
ومن دل علی خیر فله مثل اجر فاعلم۔  
جو کار خیر کی راہ نمائی کرے اس کو بھی اتنا ہی اجر  
واللہ تعالیٰ اعلم ملتا ہے جتنا کار خیر کرنے والے کو۔ (ت)

مسئلہ ۲۷۹ از اجمیر شریف درگاہ مقدس مرسلہ نذیر احمد خاں صاحب رامپوری ۳ رمضان ۱۳۳۶ھ  
ایک وقفی جاگیر چند منتظان کے سپرد کی گئی جس میں ایک شاہی مسجد اور اس کی جائیداد بھی شامل ہے، منتظان وقف خاص نے جائیداد مسجد کی کافی آمدنی کو مجموعی سرمایہ وقف میں جمع کیا اور عسلاوہ اس مسجد کے جس کے لئے یہ جائیداد وقف تھی دوسرے ابواب وقف میں صرف کر دیا اور اس مسجد کو ویران رکھا۔ امام مؤذن نماز و اذان پچگانہ کا انتظام کیا نہ پانی روشنی کا اہتمام، حتیٰ کہ مسجد کی ضروری مرمت صفائی تک نہیں کرائی جاتی۔

اول ایک وقف کی آمدنی باوجود اس کی ضروریات موجود ہونے کے غیر آباد رکھ کر دوسرے ابواب میں صرف کر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو صرف شدہ مال مسجد کو ابواب مصروف فیہا (خواہ وقفی ہی ہوں) سے واپس لے کر اس مسجد میں صرف کرانے کا مسلمانان کو حق حاصل

ہے یا نہیں؟  
 دوم منتظرانِ وقف اس صورت میں شرعاً کسی تعزیر و سزا کے مستوجب ہیں اور واجب العزل  
 ہیں یا نہیں؟

### الجواب

مسجد کی آمدنی دوسرے اوقاف میں صرف کرنا حرام ہے اگرچہ مسجد کو حاجت بھی نہ ہو نہ کہ بحال  
 حاجت کہ حرام حرام اس شد حرام ہے۔ مالِ مسجد اگر بعینہ موجود ہو واپس لیا جائے اگرچہ دوسرے  
 وقف یا مسجد دیگر میں ہو اور جو صرف ہو گیا اس کا تاوان منتظین پر لازم ہے ان سے وصول کیا جائے  
 اور ان کا معزول کرنا واجب ہے کہ وہ غاصب و خائن ہیں اگر صورت مذکورہ واقعہ ہے۔ درمختار  
 میں ہے:

اتحدوا وقف و الجهة و قل مرسوم بعض الموقوف عليه جازا للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الاخر عليه و ان اختلف احد هما بان يبي س جلال مسجدین اور س جل مسجد او مدرسة و وقف عليهم اوقافا لا يجوز له ذلك  
 واقف و جهت وقف متحد ہو اور بعض موقوف علیہ کے مشاہیر میں کمی واقع ہو جائے تو حاکم کو جائز ہے کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی میں سے کچھ اس پر صرف کرے اور اگر ان دونوں یعنی واقف و جهت میں سے کوئی ایک مختلف ہو جیسے دو شخصوں نے الگ الگ دو مسجدیں بنوائیں یا ایک ہی شخص نے ایک مسجد اور ایک مدرسہ بنوایا اور دونوں کے مصالح کے لئے الگ الگ اوقاف متعین کئے ہوں تو ایک کی آمدنی دوسرے پر خرچ کرنے کا اختیار حاکم کو نہیں۔ (ت)  
 اس میں ہے:

ينزع وجوباً بزمانية ولو الواقف درر قغير بالاولى غير ما موت. والله تعالى اعلم.  
 متولی سے وجوباً وقف واپس لیا جائیگا (بزمانیہ) اگرچہ خود واقف ہو (درر) لہذا غیر واقف اگر متولی ہو تو بدرجہ اولی اس سے وقف واپس لیا جائیگا در انحالیکہ وہ امین نہ ہو (بلکہ خائن ہو)۔  
 والله تعالى اعلم (ت)

## مسئلہ ۲۸۱ مسئلہ آفتاب الدین از مدرسہ منظر اسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ زمین ہندو زمیندار سے مول لے کر مسجد کے لئے وقف کرے مگر وہ زمیندار مسلمانوں کے ہاتھ نہیں بیچتا ہے، تو اس صورت میں مسجد بنانے کے لئے کیا حکم ہے؟ آیا کہ موروثی زمین پر مسجد بنا کر نماز پڑھیں یا اپنے اپنے گھر نماز پڑھیں اور نماز جمعہ کے بابت کیا حکم ہے جب ہندو زمیندار اپنی زمین نہ بیچے؟

### الجواب

ہندو اگر بیچتا نہیں اس سے کوئی مسلمان اپنے نام ہبہ کرالے پھر یہ مسلمان اسے مسجد کرے، موروثی ہونے سے زمین ملک مزارعاً نہیں ہو جاتی، اور وقف کرنے کے لئے ملک ضرور ہے، اگر وہ ہبہ نہ بھی کرے تو گھروں میں یا جہاں مناسب تر ہو نماز پڑھیں اور جمعہ بھی اگر وہ جگہ شہر یا قبا شہر ہو۔ گاؤں میں جمعہ خود ہی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## مسئلہ ۲۸۲

ایک مسجد نہایت تنگ ہے کہ اس میں بیس آدمی سے زائد نمازی نماز نہیں پڑھ سکتے، یہاں کا زمیندار ہندو ہے وہ عرض و طول میں گھسانے بڑھانے کی اجازت نہیں دیتا ہے ایسی صورت میں مسجد کو بحیثیت دو منزلہ تعمیر کر کے اور نیچے اس کے دکانیں بنا کر اس کو کرایہ پر دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کرایہ کو مسجد کے صرف میں لانے کا خیال ہے اور مسجد کو دکانوں کے اوپر بنا سکتا ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں اس وقت مسجد گاہ نیچے ہے اور پھر دکانوں کے اوپر ہو اس کے واسطے جو حکم ہو مع حوالہ حدیث قوی و مستند کے دیا جائے۔

### الجواب

مسجد کو دکانیں کر دینا حرام قطعی ہے، توسیع کے لئے یہ ہو سکتا ہے کہ وہ منزلیں کر دی جائیں وقت ضرورت

بالا خانہ پر بھی نماز ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۳ از آلہ آباد سرائے گڑھا دارالطلبہ مدرسہ محمد نصیر الدین صاحب ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

سوال اول: ایک مسجد کے متعلق کچھ دکانیں ہیں اور مسجد کے وقف نامہ کا کچھ پتا نہیں ہے البتہ اس کی آمدنی متولی سابق اپنے مسجد کے ضروری اخراجات میں صرف کرتے تھے ان کے زمانہ میں زیر باری بہت ہو گئی تھی تاہم رمضان المبارک کی تراویح میں قرآن شریف ختم ہونے کے بعد شیرینی منگا کر تقسیم کرتے تھے اور ان سے پیشتر جو متولی تھے وہ علاوہ ان اخراجات کے رمضان شریف میں روزانہ افطاری بھی منگا کر نمازیوں کو تقسیم کرتے تھے

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مسجد کی آمدنی سے اب مٹھائی اور افطاری منگانا درست ہے یا نہیں؟

## الجواب هو الموفق والصواب

صورت مسئلہ میں ختم کی مٹھائی اور رمضان شریف میں افطاری منگانا جائز ہے اس لئے کہ مسجد کی آمدنی کے متعلق پیشتر وقف نامہ کے شرائط کے مطابق عملدرآمد کرنا چاہئے، اور اگر وقف نامہ موجود نہ ہو تو متولیان سابق کے تعامل کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور اگر تعامل کا بھی حال معلوم نہ ہو تو جو مسجد کے ضروری اخراجات شرعاً ثابت ہوں اس میں خرچ کرنا چاہئے، جیسا کہ شامی کتاب الوقف میں مذکور ہے:

وفي الخيرية ان كان للوقف كتاب ديوان  
القضاة المسمى في حرفنا بالسجل وهو  
في ايديهم اتبع ما فيه استحسانا اذا تنازع  
اهله فيه، والا ينظر الى المعهود من حاله  
فيما سبق من الزمان من ان قوامه  
كيف كانوا يعملون وان لم يعلم الحال فليس  
سبق مرجعنا الى المقياس الشرعي و  
هو ان من اثبت بالبرهان حقا حكم له  
به اه فقط والله تعالى اعلم كتبه محمد  
عبد الكافي.

فتاویٰ خیرہ میں ہے کہ اگر وقف کے لئے کوئی تحریر  
دفتر قضاۃ یعنی قاضی کے رجسٹر میں ہے جس کو  
ہمارے عرف میں سجل کہا جاتا ہے تو متولیان وقف  
میں اختلاف کی صورت میں استحساناً اس تحریر کے مندرجات  
کی اتباع کی جائیگی ورنہ دیکھا جائے گا کہ زمانہ  
مابعد سے اس وقف کا حال معهود و معروف  
کیا چلا آ رہا ہے یعنی متولیان سابق کیسے کرتے تھے  
اگر یہ بھی معلوم نہ ہو سکے تو پھر ہم اس قیاس شرعی  
کی طرف رجوع کریں گے کہ جس نے برہان سے حق  
ثابت کر دیا اس کے لئے اس حق کا فیصلہ

کر دیا جائے گا اھ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، اس کو محمد عبد الکافی نے لکھا ہے۔ (ت)

**سوال دوم:** ایک مسجد کے سابق متولی سید تھے، وہ بہت نیک و سادہ طبیعت تھے، ان کی  
سادگی سے کچھ لوگوں نے مسجد کو نقصانات پہنچا دیئے، ان وجہوں سے ان کی مسجد سے علیحدگی بھی ہو گئی،  
اب ان کی بے عنوانیوں کو پتھر پر کندہ کرا کے مسجد میں نصب کرانا جس سے ان کو صدمہ رومی ہو گا جائز ہے  
یا نہیں؟ گوان کا نام مذکور نہیں ہے بلکہ بجائے نام متولی سابق لکھا گیا ہے جن کو اس لقب کے ساتھ  
شہر کے لوگ جانتے ہیں۔

## الجواب

جب کہ سید صاحب کی علیحدگی ہو گئی اور ان کو مسجد سے کوئی تعلق نہ رہا تو ان کی برائیوں کا کندہ کر کے نصب کرانا نہ چاہئے اس لئے کہ جو کچھ ان سے غفلت ہوئی اس کا عوض ان کو مل چکا اب ہمیشہ کے لئے علانیہ پتھر پر ان کی بے عنوانیاں کندہ کر کے نصب کرانا جائز نہیں بلکہ یہ غیبت میں داخل ہے، جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے :

فی کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع  
وکما تكون الغيبة باللسان صریحا  
تكون ایضا بالفعل وبالتعريض و  
بالكتابة وبالحركة وبالرمز وبغیر العین  
والاشارة بالید وكل ما يفهم منه  
المقصود فهو داخل فی الغيبة وهو  
حرام الخ فقط والله اعلم بالصواب  
کتبه محمد عبد الکافی۔

کتاب المحظور والاباحۃ میں بیع کے متعلق فصل کے  
تحت مذکور ہے کہ غیبت جس طرح مراحتاً زبان سے  
ہوتی ہے اسی طرح عمل، تعریض، تحریر، حرکت،  
رمز، آنکھ اور ہاتھ کے اشارے سے بھی ہوتی  
ہے اسی طرح ہر وہ شے جس سے یہ مقصد حاصل  
ہوتا ہو وہ غیبت میں داخل ہے اور غیبت  
حرام ہے الخ فقط واللہ اعلم بالصواب  
اس کو محمد عبد الکافی نے لکھا ہے (ت)

## الجواب

اللهم هداية الحق والصواب۔

(۱) ایک دو شخص کے کرنے سے تعامل ثابت نہیں ہوتا، اگر یہ معلوم ہو کہ قدیم سے یہ مصارف  
متولیان مسجد مال مسجد سے کرتے آئے اب بھی کئے جائیں گے ورنہ نہیں جبکہ اور کوئی ذریعہ ثبوت شرعی  
نہ ہو۔ فتاویٰ خیر میں ہے :

اذا وجد شروط الواقف فلا سبيل الى  
مخالفته واذا فقد عمل بالاستفاضة  
والاستيتمات العادية  
المستمرة من تقادم الزمان و

اگر واقف کی طرف سے کوئی شرط موجود ہے تو  
اس کی مخالفت کی کوئی سبیل نہیں اور اگر یہ  
مفقود ہے تو پرانے زمانے سے اب تک اس  
وقف کے بارے میں جو معاملات مشہورہ تسلسل و



الى هذا الوقت

(ت) استمرار سے چلے آ رہے ہیں ان پر عمل کیا جائیگا۔

ورنہ تمام مجہول شرائط اوقاف ہر متولی کے استعمال و تابع افعال ہو جائیں کہ ایک کے فعل سے تعامل ثابت اور سابق سے عدم ثبوت، ثبوت عدم نہیں۔ و هذا لا يتفوه به من له ادنى ترعع من العامية کہا لایخفی (یہ ایسی بات ہے جو ادنیٰ سوجھ بوجھ رکھنے والا ایک عام آدمی بھی نہیں کہہ سکتا جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)

(۲) اگر ان باتوں میں ان کا قصور نہ تھا بلکہ اور لوگوں نے نقصان پہنچائے تو ان افعال کی ان کی طرف نسبت بہتان و افتراء ہے اور اس کی اشاعت اشاعت فاحشہ ہے اور وہ حرام ہے۔  
قال تعالى ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة في الذين امنوا لهم عذاب اليم في الدنيا والاخرة۔  
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، بیشک وہ لوگ جو مومنوں میں اشاعت فاحشہ چاہتے ہیں ان کیلئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے (ت)

اور اگر ان کا قصور تھا اور اس پر ان کی علیحدگی بھی ہوئی اور اب ان بے اعتدالیوں کا پتھر پر کندہ کرا کے نصب کرنا کوئی مہم مصلحت شرعیہ نہ رکھتا ہو تو اگرچہ اس حالت میں کہ وہ باتیں معروف و مشہور ہو چکی ہوں اہل شہر ان وقائع پر مطلع ہوں ان کا لکھ کر نصب کرنا غیبت نہیں ہو سکتا خصوصاً منظر عام میں نصب کہ اشہار چھاپ کر عام تقسیم کی طرح حد غیبت میں اس کا آنا دشوار نہ تاحیات متولی مذکور اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ جب کہ منجر بقتل نہ ہو یاں بعد موت متولی اس پتھر کا معدوم کر دینا ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تذکروا موتکم الا بخیر۔ اپنے مردوں کا ذکر بھلائی کے سوا مت کرو (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الى ما قد موأ۔ اپنے مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال کو پہنچ چکے ہیں۔ (ت)

۱۔ فتاویٰ خیرہ کتاب الوقف دارالمعرفت بیروت ۱۲۳/۱

۲۔ القرآن الکریم ۱۹/۲۳

۳۔ اتحاف السادة المتقين کتاب آفات اللسان الآفة الثامنة اللعن دارالفکر بیروت ۲۹۰ و ۲۹۱

۴۔ صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما ینہی عن سب الاموات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸۷/۱

۵۔ سنن النسائی ۱۱۱ عن ۱۱۰ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۷۳/۱

بایں ہمہ جب کہ بلا مصلحت شرعیہ ہے عیث ہے، اور عیث سے ویسے ہی بچنا چاہئے نہ کہ وہ جس سے کسی مسلمان کو تکلیف ہو اور اگر وہ افعال وقف میں خیانت و اضرار تھے اور متولی کو پھر عود کی ہوس ہے اور اس کی قوت یا بعض کی حمایت سے عود کا اندیشہ ہے اور اس پتھر کا نصب کرنا مانع ہوگا غرض اس کے نصب میں اس کا عزل ہے یا اسی طرح اور کوئی مصلحت مہمہ شرعیہ ہے تو نصب میں حرج نہیں بلکہ حاجت ہو تو اجر ہے،

نظیر ما فی الحدیث اتعون عن ذکر الفاجر  
کی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ  
و یحذرہ الناس لہ واللہ سبحانہ و  
تعالیٰ اعلم۔

اس کی نظیر وہ ہے جو حدیث میں ہے کہ فاجر کا رد کرنے سے باز رہتے ہو تاکہ لوگ اسے پہچانتے رہیں، فاجر کے فحور اور اس کی بُری خصلتوں کا ذکر کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(علم دت)

مسئلہ ۲۸۵ از موضع سیاکھ تھانہ چو کہ تحصیل میرپور ریاست جموں مسئلہ محمد ابراہیم  
۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک قطعہ اراضی جو مسجد کے قریب واقع ہے آیات و اجداد سے خادم آب مسجد اس کی کاشت کرتے ہیں اور حاصل اس کا کھاتے ہیں اور خراج اس کا ادا کر دیتے ہیں اگر خدمت مار چھوڑ دیں تو اہل دیہہ دوسرے خادم آب مسجد کو دیتے ہیں اسی طریق پر قبضہ اراضی مذکور کا بدلتا جاتا ہے معلوم نہیں ہوتا کہ آیا و اجداد اہل دیہہ نے کس طرح اراضی بالا کو مقرر کیا مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی وقف کیا یا بعدہ وقف کیا ہے یا بوجہ اعمال بطور خدمت مذکور دی گئی اور ملک خود باقی، اگر اب موجودہ اہل دیہہ اراضی مملوکہ مشترکہ سمجھ کر اس کے کئی گوشہ پر تعمیر مکان امام مسجد کرا دیں اور یہ کہیں کہ یہ اراضی مشترکہ مملوکہ ہمارے آیا و اجداد کی ہے ہم کو اختیار ہے جو کریں خادم آب مسجد صرف مزدوری کا مالک ہے اس کی مزدوری نقد وغیرہ سے ادا کریں، بالاتفاق تعمیر مذکور کرا دیں، آیا یہ عمارت اس قطعہ اراضی میں جائز ہے یا نہیں چونکہ ہمارے ہاں لوگ جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے شروط اور ارکان وقف سے واقف نہیں، پس یہ اراضی بالا کس امر پر محمول ہوگی، وقف سمجھی جائے گی یا مملوکہ اہل دیہہ متصور ہوگی یا کسی اور طریق پر محمول ہوگی ہر ایک قید قیود مد نظر فرما کر بالتعجیل جواب باصواب سے ممتاز فرمائیں ہمارے لوگ کثرت جو ابھائے سوال دیوبندیوں



فی المحامدية من الولوالجية من اجل تصوف  
نہ مانا فی ارض و من اجل اخیری الارض  
والتصرف ولم یبدع و مات علی ذلك  
لم تسمع بعد ذلك دعوی ولده فترك  
علی يد المتصرف

حامیہ میں بحوالہ ولوالجیہ ہے کہ ایک شخص کچھ عرصہ  
ایک زمین میں تصرف کرتا رہا اور دوسرا شخص اسے  
زمین میں تصرف کرتے دیکھتا رہا اور اس پر دعوی  
نہیں کیا پھر اسی حال میں مر گیا تو اس کے بعد  
اس کے بیٹے کا دعویٰ مسکوع نہ ہوگا لہذا وہ زمین  
حسب سابق متصرف کے قبضے میں رہنے دینے لیتا

اور جبکہ کسی کی ملک ثنابت نہیں نہ اب دعویٰ ہلاک نہا جائے اور متعلق مسجد ہونا قطعاً معلوم کہ  
اسی کے خادمان آب کے تصرف میں رہتی ہے اور وہ مسجد کے لئے اس کا خراج ادا کرتے ہیں تو مسجد پر  
وقف ہی سمجھی جائے گی اور یہ طریقہ کہ اجرت آب میں ان کو دی جاتی ہے کہ خراج دیں اور باقی محاصل  
اپنی مزدوری میں لیں حرام ہے کہ اجرت مجہولہ بلکہ غرور و خطر میں ہے اور مسلمانوں کا کام حتی الامکان  
صلاح پر محمول کرنا واجب، کما نصوا علیہ قاطبہ فی غیر ما مقام (جیسا کہ علمائے متعدد  
مقامات پر اس کی صراحت کی۔ ت) تو یہ تعامل قدیم یوں سمجھا جائے گا کہ واقف ہی نے زمین اسی  
شرط پر وقف کی کہ خادمان آب مسجد اس کی کاشت کریں اور محاصل کھائیں اور خراج مسجد کو دیں تو  
اس طریقہ کی تبدیل کسی کے اختیار میں نہیں،

فان شرط الواقف كنص الشارع صلى  
الله تعالى عليه وسلم - والله تعالى  
اعلم -

واقف کی شرط شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی نص کی طرح ہے - واللہ تعالیٰ اعلم -

(ت)

مسئلہ ۲۸۶ از ریاست گوالیار محلہ چوک بازار جامع مسجد مرسلہ عبد الغفور صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۱۳۱۹ھ میں شہر گوالیار میں یہیں  
کے شرفاء اور ذی علم اور معزز حضرات کی ایک انجمن قائم ہوئی گوالیار کی جامع مسجد نہایت شکستہ  
حالت میں بکفالت سرکار تھی۔ اراکین انجمن نے واگذاشت کرانے کی کوشش کی، ریاست نے بکمال  
رعایا پروری جامع مسجد مع دکانات اراکین انجمن کے سپرد فرمادی، اراکین انجمن نے علاوہ انتظام



جامع مسجد کے اور انتظام دینی خدمات کے بھی اپنے ذمے لے سنا بیس ہزار روپیہ جامع مسجد مذکور کی مرمت و تعمیر میں صرف کیا جس میں دس ہزار عطیہ ریاست ہے اراکین انجمن نے ایک امام مسیحی زید کو بشاہرہ مبلغ تینہ ماہوار مقرر کیا مگر زید نے اپنے فرائض منصبی یعنی نماز وغیرہ کی پابندی نہیں کی، علاوہ عدم پابندی نماز وغیرہ کے اور بہت سی بے عنوانیاں ظاہر ہوئیں جس پر اراکین انجمن نے بہت فہمائش کے بعد زید کو کئی برس کا عرصہ ہوا برخاست کر دیا اور دوسرے امام صاحب کو سیشنل روپیہ ماہوار تنخواہ پر مقرر کیا۔

اول یہ ہے کہ از روئے شرع شریف ایسے امام کو جیسا کہ زید تھا اور جس کو عہدہ امامت پر اراکین انجمن نے مقرر کیا تھا برخاست کرنے کا اختیار اراکین انجمن کو تھا یا نہیں؟ اور ایسی صورت جب کہ کل انتظام جامع مسجد کا اراکین انجمن کے اختیار میں سترہ اٹھارہ برس سے ہے، اراکین انجمن جس کو چاہیں امام بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ زید کا خیال ہے کہ منصب امامت ایک دائمی اور موروثی عہدہ ہے اور باوجود عدم پابندی نماز اور بہت سی بے عنوانیاں کے امام کسی حال میں معزول نہیں ہو سکتا، کیا درحقیقت شرعاً منصب امامت کوئی دائمی اور موروثی عہدہ ہے زید یہ بھی کبھی کبھی کہتا ہے کہ عوام الناس سے مشورہ میری معزولی کے وقت میں نہیں لیا گیا لہذا میں معزول نہیں ہوا، کیا شرعاً اس کی معزولی کے لئے عوام الناس کا مشورہ ضروری تھا اور کیا بغیر عوام الناس کے مشورہ کے انجمن انتظامیہ جامع مسجد جو عرصہ سے جامع مسجد کی متولی اور منظم ہے اور جس نے بغیر مشورہ عوام الناس کے زید کو دس روپیہ ماہوار پر امام مقرر کیا تھا اس کو معزول نہیں کر سکتی۔

بَيِّنُوا تَوَجُّدًا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)۔

### الجواب

امامت میں میراث جاری نہیں ورنہ امام متوفی کے بعد آٹھویں دن اس کی زوجہ امامت کرے جو نماز کا پابند نہ ہو لائق امامت نہیں اسے معزول کرنا واجب ہے، اگر معزول نہ کرتے گنہگار رہتے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامة تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً۔  
 فاسی امام کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے جبکہ لوگوں پر شرعاً اس کی توہین لازم ہے۔ (ت)  
 انجمن کو ایسے شخص کے معزول کرنے میں کسی سے کچھ مشورہ کی حاجت نہ تھی بلکہ بحالت مذکورہ اگر تمام عوام الناس اس کو بحال رکھنا چاہتے تو ان کا کہنا ماننا جائز نہ تھا اور معزول کرنا واجب تھا۔ رسول اللہ



صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا طاعة لاحد في معصية الله تعالى  
اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی کی طاعت نہیں  
کی جائیگی۔ (ت)

زید کا یہ عذر عجیب ہے، انجمن کی کارروائی بے مشورہ عوام اس کے نزدیک صحیح ہے یا باطل؟ اگر صحیح ہے تو عذر کیا ہے اور اگر باطل ہے تو معزولی درکنار، اس کا تقرر ہی باطل تھا کہ وہ بھی انجمن نے بے مشورہ عوام کیا تھا اور جب تقرر باطل تھا تو جتنے دنوں مسجد کے مال سے شلہ رہا ہو الیا واپس لے۔ اب کہے گا کہ وہ تقرر صحیح تھا تو یہ معزولی بھی بوجہ شرعی ہے صحیح ہوتی، ہاں بلا وجہ شرعی مقبول نہ ہوتی۔ بحر الرائق و رد المحتار میں ہے :

واستفید من عدم عزل الناظر بلا جنة  
عدمها صاحب وظيفة في وقف  
بغير جنة وعدم اهلية لله و الله  
تعالیٰ اعلم۔  
ناظر کو بلا جرم معزول کرنے کے صحیح نہ ہونے سے  
معلوم ہوتا ہے کسی وقف میں کسی صاحب وظیفہ  
کو بلا جرم اور بغیر نااہلی کے معزول کرنا صحیح نہیں،  
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۷ ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان سرکاری عہدہ ممبری کے ملنے کے لئے جو لوگوں کی کوشش پر موقوف ہے مسلمانوں سے کوشش کرانا چاہتا ہے کہ کوشش کنندگان یہ کہتے ہیں تم تعمیر مسجد میں اس قدر روپیہ دو بر تقدیر ممبر ہو جانے کے۔ تو ہم لوگ تیار کوشش پر ہیں۔ یہ رقم جو حق الاجرت ہے مسجد کی تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

اسے حق الاجرة کہنا صحیح نہیں کہ ممبر کر دینا ان کا کام نہیں اور کوشش مجہول القدر ہے اور وقت معین نہ کیا تو کسی طرح اجارہ جائزہ میں نہیں آسکتا، ہاں اگر یوں کرے کہ وہ ان کو مہینہ پندرہ روز کے لئے بتعین تنخواہ و تعین وقت مثلاً تم کو دس دن کے لئے ہر روز صبح کے آٹھ بجے سے شام کے چار بجے تک

اتنے معاوضہ پر اگرچہ وہ دس ہزار روپے ہوں نوکر رکھا پھر وقت مقرر میں جو کام چاہے لے ازاں جملہ یہ  
کوشش تو اس صورت میں اجارہ صحیح ہو جائے گا و قد افادہ هذه الحيلة في الخانية والخلاصة  
وغیرہما (تحقیق اس حیلہ کا افادہ خلاصہ اور خانیہ وغیرہ میں فرمایا ہے۔ ت) مگر اس صورت میں وہ  
بات کہ بر تقدیر ممبر ہو جانے کے ہے حاصل نہ ہوگی بلکہ یہ تنخواہ واجب الادا ہوگی اگرچہ ممبری نہ ملے، اور اگر یہ  
شرط کر لیں کہ ممبری ملنے پر یہ تنخواہ دی جائے گی تو پھر اجارہ فاسد و حرام ہو جائے گا، معہذا جب کہ یہ روپیہ  
ان کا حق الاجرة ہو گا ان کی ملک ہو گا اگر مسجد میں نہ دیں ان پر الزام نہ ہو گا۔ ایک صورت یہ ہے کہ مسجد کی  
کوئی اینٹ یا لوٹا کیڑے میں سی کر مثلاً دو ہزار کو اس کے ہاتھ متولی مسجد بیع کرے اور وہ قیمت اور چیز  
کسی امین کے پاس رکھ دی جائیں اور یہ لوگ کوشش کریں اگر ممبری ہو جائے امین وہ چیز ممبر کو دے دے  
اور وہ روپیہ مسجد میں اور اگر ممبری نہ ہو تو یہ طالب ممبری اس چیز کو کھول کر اب دیکھے اور بحکم خیار رویت  
بیع رد کر دے امین وہ چیز مسجد کو دے دے اور قیمت اس شخص کو پھیر دے، اس میں یہ بھی ہو گیا کہ  
روپیہ بر تقدیر ممبری دیا جائے گا ورنہ نہیں اور جب دیا جائے گا تو مسجد ہی کی ملک ہو گا، دوسرا اس میں  
تصرف نہ کر سکے گا مگر اس میں یہ غامی ہے کہ ممبری ہو جانے پر بھی اسے اختیار ہو گا کہ چیز دیکھ کر بیع رد کر دے  
تو ممبری بھی ہو گئی اور روپیہ بھی دینا نہ آیا۔ اور اگر یوں ہو کہ طالب ممبری کے ہیں اللہ کے لئے منت ماننا ہوں کہ  
اگر ممبر ہو گیا تو دو ہزار روپے فلاں مسجد کی تعمیر میں دوں گا تو یہ بھی اس کے اختیار پر رہے گا کہ تعمیر مسجد کی نذر  
صحیح و لازم نہیں، بدائع و رد المحتار میں ہے :

من شروطه ان يكون قربه مقصودة فلا  
يصح النذر بالوضوء والاذان وبناء  
الرباطات والمساجد  
نذر کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ وہ قربت مقصودہ ہو  
لنذاوضوء، اذان، خاتما ہوں اور مسجدوں کی تعمیر  
کی نذر صحیح نہیں۔ (ت)

اگر وہ یوں کہے کہ ممبری ملنے پر اسی دن دو ہزار فلاں مسجد کو دوں گا نہ دوں تو دس ہزار روپے فقراء مسکین  
کو دوں اگرچہ نذر مسجد لازم نہ ہوئی یہ نذر تو یقیناً نذر صحیح ہے اس کے خوف سے مسجد کو دو ہزار دے گا  
تو یہ بھی کافی نہیں کہ یہ نذر معنی میں قسم ہے اگر مسجد کو روپیہ نہ دے تو اسے اختیار ہو گا کہ صرف قسم کا کفارہ  
دے دے اور بری الذمہ ہو گیا، رد مختار میں ہے :

ان المعلق فيه تفصيل فانت علقه  
پھر نذر معلق میں تفصیل ہے، اگر اس نے نذر کو

بشرط یریدہ کان قد مرغائبی یوفی  
وجوبان وجد الشرط وان علقہ  
بمالہ یردہ کان نہ ینت بفلانہ مثلاً فحلت فی  
بندسہ او کفر لیمینہ علی المذہب لانہ  
نذر بظاہر ویمین بمعناہ فیخیر ضرورۃ  
وہ ارادہ نہیں رکھتا مثلاً یوں کہے کہ اگر میں فلاں عورت سے زنا کروں (تو مجھ پر صدقہ لازم ہے) پھر حانت  
ہوا تو چاہے تو نذر کو پورا کرے چاہے تو قسم کا کفارہ دے دے کیونکہ یہ ظاہر نذر اور معنا یمین ہے  
لہذا اس کو ازراہ ضرورت اختیار دیا جائیگا۔ (ت)

اور اس کے بدلے یوں کہلوائیں کہ نہ دوں تو میرا مکان اور جائیداد مسجد مذکور پر وقف ہے تو یہ بھی  
بیکار ہے کہ وقف کسی شرط پر معلق نہیں ہو سکتا۔ ردالمحتار میں ہے  
الوقف لا یحتمل التعلیق بالمحظریۃ  
وقف قریب الہلاک شئی کے ساتھ معلق ہونے  
کا احتمال نہیں رکھتا۔ (ت)

ہاں باندی غلام ہوتے تو یہ بندش پوری تھی کہ بشرط غمیری مثلاً ایک ہفتہ کے اندر اتنا روپیہ اگر فلاں  
مسجد کو نہ دوں تو میرے سب غلام و کنیز آزاد ہیں مگر یہاں باندی غلام کہاں، اور ایسی قسم طلاق کی کھانی  
جائز نہ کھانی جائز، اور حدیث میں ارشاد ہوا:  
ما حلف بالطلاق مومن وما استخلف  
بہ الا منافق۔  
طلاق کی قسم نہیں کھاتا مسلمان، نہ اس کی قسم لے  
مگر منافق۔

بالجملہ ایسی صورت کہ غمیری نہ ہونے پر روپیہ نہ دینا ہو اور ہونے پر مجبوراً دینا پڑے اور وہ مسجد ہی  
کا حق ہو کوئی نظر نہیں آتی سوا اس کے کہ طالب غمیری وہ روپیہ کسی امین کو دے دے اور اسے وکیل  
کر دے کہ اگر غمیری ہو جائے تو یہ روپیہ فلاں مسجد میں دے دینا۔ اب اگر غمیری نہ ہو تو وکیل اسے روپیہ  
واپس دے اور ہو جائے تو فوراً وہ روپیہ متولی مسجد کو دے دے قبل اس کے کہ موکل اسے معزول  
کر سکے اس صورت میں جب وکیل وہ روپیہ مسجد کو دے چکے گا موکل کو اس کی واپسی کا کچھ اختیار

لے در مختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۲۹۳/۱ و ۲۹۵

۵ ردالمختار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۰/۳

۳ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن انس حدیث ۴۶۳۴۰ موسستہ الرسالہ بیروت ۶۸۹/۱۶

نہ رہے گا فان الصدقة اذا تمت لزمت (اس لئے کہ صدقہ جب تمام ہو جائے تو لازم ہو جاتا ہے۔) ہاں بعد ممبری وکیل ابھی روپیہ مسجد کو نہ دینے پایا کہ موکل نے منع کر دیا اور اس ممانعت کی اطلاع وکیل کو ہو گئی تو وکالت سے معزول ہو جائے گا اور مسجد میں نہ دے سکے گا اور اگر اس نے منع کیا اور وکیل کو ابھی اطلاع نہ ہوئی اور روپیہ مسجد کو دے دیا تو دینا صحیح ہے اور موکل واپس نہیں کر سکتا لان الوکیل لا ینعزل بالنعزل ما لم یعلمہ (کیونکہ وکیل معزول کر دینے سے معزول نہیں ہوتا جب تک اسے علم نہ ہو جائے۔) ت (لہذا بعد ممبری وکیل فوراً متولی کو دے دے، یہ سب صورتیں شرعاً مجبور ہونے کے متعلق تھیں اور اگر اطمینان ہو تو عند اللہ وہ اتنے وعدہ ہی سے کہ ممبری ہو جائے تو اتنا روپیہ فنان مسجد کو دوں گا دینے پر مجبور ہے کہ اللہ واحد قہار سے وعدہ کر کے پھرنا بہت سخت ہے اور اس پر شدید وعید، قال تعالیٰ :

فَاعْقِبْهُمْ نَفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ اِلٰی يَوْمٍ يَلْقَوْنَہٗ  
بِمَا اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ  
وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی ۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ ۔  
تو اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں  
نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے  
بدلہ اس کا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ جھوٹا  
کیا اللہ بہ العین کا کہ وہ جھوٹ بولتے تھے، اللہ تعالیٰ  
کی پناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۸۸۸ھ از شہر علیگڑھ مرسلہ محمد اسماعیل و محمد یوسف سوداگران موتی مسجد ۱۰ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمانہ سلف کی ایک مسجد جس کی کرسی ادنیٰ ہے ایک محلہ  
میں واقع ہے اس محلہ میں متعدد آدمی نمازی ہیں اور وہ بھی ناداری کی وجہ سے مسجد کے کسی خرچ کے کفیل  
نہیں ہو سکے ہیں، اس مسجد میں کنواں نہیں تھا کچھ عرصہ ہوا کہ ایک کنارے سے کنواں بنوایا گیا ہے جو  
زمینہ سے اور صحن کے میل میں ہے رائے یہ ہوئی کہ اس کا زمینہ کنویں کی طرف کر دیا جائے اور زمینہ کے نیچے  
ایک آدھ گز زمین فرش میں سے لے لی جائے اس آدھ گز زمین میں دیوار اٹھا کر بنادی جائے اور بجائے  
زمینہ کے دکانیں بنوادی جائیں جن کا کرایہ مسجد کے خرچ میں صرف کیا جائے آدھ گز زمین فرش میں سے  
لینے کے لئے دیوار کافی جا رہی تھی کہ بجائے مٹی کے راکھ نکل پڑی اور یکا یک جو حصہ صحن کا چھوڑا تھا وہ بھی  
آن پڑا اس طرح سے کل کرسی مسجد کی آن پڑی صرف اندرونی مسجد باقی ہے، اب یہ رائے ہے کہ صحن مسجد



میں ایک صف کی جگہ ٹھوس کرا دی جائے اور باقی صحن میں دکانات بنوا دی جائیں اور ان دکانات کا کرایہ مسجد کے صرف میں لایا جائے اور ان دکانات کی چھت ہموار کر کے بیرون صف مسجد کے ساتھ جو ٹھوس ہوگی ملا دی جائے۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ وجوہات مندرجہ بالا کے لحاظ سے جو دکانات کا تیار کرانا اور چھت کا ہموار کر دینا اور بیرون صف سے ملا دینا اس میں شرعاً تو کوئی امر مانع نہ ہوگا اور دکانات کی چھت جو ہموار ہو کر صحن مسجد ہو جائے گا اس میں نماز کی ادائیگی درست ہوگی اس کے متعلق جو اتفاق علماء کا ہو قطعی طور پر مفصل بتایا جائے اور شرعی مسئلہ کے موافق مشورہ موجودہ صورت میں تعمیر مسجد کا دیا جائے۔

### الجواب

جو زمین مسجد ہو چکی اس کے کسی حصہ کسی جز کا غیر مسجد کر دینا اگرچہ متعلقات مسجد ہی سے کوئی چیز ہو حرام قطعی ہے قال اللہ تعالیٰ وَاِنَّ الْمَسْجِدَ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بیشک مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ ت) پہلے جو ایک حصہ فرش کا زمینہ میں شامل کرنا چاہا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام فرش گر گیا اب فرش مسجد کو دکانیں کرنا چاہتے ہیں یہ حرام اور سخت حرام ہے، ان دکانوں میں بیٹھنا حرام ہوگا، ان سے کوئی چیز خریدنے کے لئے جانا حرام ہوگا، فناء مسجد میں دکانیں کرنے کو تو علماء نے منع فرمایا نہ کہ معاذ اللہ نفس مسجد میں بزازیہ۔ اور درمختار میں ہے:

لَا يَجُوزُ أَنْ يَتَّخِذَ شَيْءٌ مِنْهُ مَسْتَعْلَاقًا  
مسجد کے کسی حصہ کو کرایہ حاصل کرنے کے لئے مقرر کرنا جائز نہیں۔ (ت)

مبسوط السرخسی اور عالمگیری میں ہے،

قِيمُ بَرِيدَاتٍ يَبْنِي حَوَانِيتَ فِي فَنَاءِ  
الْمَسْجِدِ لَا يَجُوزُ لَهُ ذَلِكَ لِأَنَّهُ يَسْقُطُ  
حُرْمَةُ الْمَسْجِدِ لِأَنَّهُ فَنَاءُ الْمَسْجِدِ لَهُ حُكْمُ  
الْمَسْجِدِ - وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ -

کوئی متولی فناء مسجد میں دکانیں بنانا چاہتا ہے  
تو اسے ایسا کرنا جائز نہیں اس لئے کہ یہ حرمت  
مسجد کو ساقط کر دیتا ہے کیونکہ فناء مسجد کا  
حکم وہی ہے جو خود مسجد کا ہے۔ واللہ تعالیٰ  
اعلم (ت)

لہ القرآن الکریم ۱۸/۲

لہ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتہبی دہلی ۳۴۹/۱  
لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲۶۲/۲



**مسئلہ ۲۸۹** از سکندرہ راو ضلع علیگڑھ محلہ فوخیل مرسلہ ایزد بخش ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حدود جامع مسجد میں فرش مسجد سے ملحق ایک درجہ وضو خانہ  
 کے نام سے جس کے بیرونی دروازہ عام راہ پر اور اندرونی درجن کے فرش مسجد پر نصب ہیں اور تالی واسطے  
 خارج ہونے پانی وضو درمیان فرش مسجد و صحن و وضو خانہ مستقف تعمیر ہے جس میں وقت بارش و دھوپ  
 غمازی وضو کرتے ہیں اب ان کے در جو جانب فرش مسجد ہیں بند کر کے ایک ہندو کیل کو جو پیشہ وکالت کرتا  
 ہے واسطے کرنے وکالت کرایہ پر دے سکے ہیں یا نہیں؟

### الجواب

حرام حرام حرام، بوجہ حرام، اگرچہ مسلمان کو جائز کار و دیوی کے لئے کرایہ پر دیتے۔ عالمگیری میں  
 ہے: لا يجوز تغيير الوقف عن هيأته (وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں۔ ت)  
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۲۹۰** از پیدارس پور ضلع بریلی ڈاکخانہ صدر کمپ مرسلہ سنو خاں ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کالے خاں اس کی اینٹ تھینا قریب چار ہزار  
 کے تھیں اس کو ایک ڈگری دار نے قرق کر لیا اور بجائے چار ہزار کے ڈھائی ہزار کا تخمینہ کیا گیا اور ان  
 اینٹوں کو بضرورت مسجد نیلام میں خرید کیس اور خرید بنام سنو خاں کے لیں بعد خرید نیلام کے جب اس کا شمار  
 کیا گیا تو چار ہزار ہوئیں اور آپس میں یہ مشورہ ہو گیا کہ اس کے اوپر کوئی دام نہ بڑھائے یہ واسطے مسجد کے  
 خرید کی جائیں تو اب مسجد میں ڈھائی ہزار دینا چاہئے یا کل دی جائیں اور اگر ڈھائی ہزار دی گئیں مسجد میں تو باقی  
 ڈیڑھ ہزار تھینا بچیں تو اس کا مالک کالے خاں ہے یا مسجد کی ہوئیں؟

### الجواب

جو باقی بچیں ان کا مالک تو یقیناً کالے خاں ہے اس کو دی جائیں، اور سائل نے بیان کیا کہ یہ  
 نیلام ڈگری دار نے کرایا اور اس کا مطالبہ پورا بھی نہ ہوا نہ کچھ بچتا اور کالے خاں کو دیا جاتا اور وہ لیتا تو  
 وہ ڈھائی ہزار بھی مسجد میں صرف کرتی جائز نہیں، ہاں اگر کالے خاں بخوشی مسجد کو ہبہ کر دے تو جائز ہے  
 چاہے یہ ڈیڑھ ہزار بھی ہبہ کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## مسئلہ ۲۹۱ از مقام فتح گڑھ ضلع فرخ آباد مرسلہ حسین خاں گھڑی ساز سابق متولی مسجد گولا

۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جس کے متعلق کچھ دکانات ہیں مگر بوجہ ناکارہ حالت میں ہونے کے آمدنی ضروریات مسجد کے لئے کافی نہ تھی اس لئے ایک شخص اس نیت سے مدت مدید تک جدوجہد کرتا رہا کہ دکانات اچھی حالت میں ہو جائیں تو بصورت اضافہ آمدنی مسجد اپنے اخراجات کی خود کفالت کر سکے اس کی سعی و حسن نیت سے یہ نتیجہ ہوا کہ مسجد کی آمدنی بجائے چار پانچ روپیہ ماہانہ ہو گئی اور جملہ اخراجات مثل شکست و ریخت و تنخواہ پیش امام نیز بھاء صیام انتظام روزہ کشائی جو ۴ روزانہ کے حساب سے رہا ختم کلام اللہ پر تقسیم شیرینی و روشنی عرصہ دس بارہ سال سے برابر عمل میں آتی رہی لیکن چند سال سے بعض علماء جو ایک ہی دارالعلم کے سرچشمہ سے سیراب ہیں اور ایک مدرسے سے تعلق رکھنے کے باعث روئی اسد و ز بمقام ہذا ہیں اور اس مسجد سے اس وجہ سے واسطے رکھتے ہیں کہ کچھ رقم پیش امام کے نام سے مدرسہ کے لئے بطور امداد لی جاتی ہے اور فرائض امامت مدرسہ ہی کے کوئی نہ کوئی مولوی صاحب ہی ادا کرتے رہتے ہیں یہ حضرات آمدنی مسجد سے روزہ کشائی کرانا اور ختم قرآن پر تقسیم شیرینی و روشنی وغیرہ کرنا ناجائز بتاتے ہیں چنانچہ گذشتہ چوتھے سال ختم قرآن مجید پر حسب طریقی قیدم جب تقسیم شیرینی عمل میں نہ آئی جس کی بندش کی صورت ایسے طریقے پر کی گئی تھی جو شان عالم کے خلاف کیا بلکہ ایک دنیا دار کے واسطے بھی موجب شرم تھی تو اہل اسلام میں اختلاف رونما ہو کر ایک فتنہ برپا ہونے کا احتمال ہوا، اگر مولوی صاحب علیحدہ نہ کر دئے جاتے تو یقیناً تباہ کن نتائج مرتب ہوتے امسال دوسرے مولوی صاحب نے آمدنی مسجد سے روزہ کشائی ناجائز قرار دے کر مغرب کے وقت مسجد کی روئی جو بوجہ کثرت نمازیں ہو جایا کرتی تھی، اس میں اس قدر کمی پیدا کر دی جو گزشتہ سال کی تعداد چالیس و پچاس کے بجائے آج کل دس بارہ ہوتی ہے کیونکہ ایک دو روز تک پابند صوم نمک کی ڈلی و پانی سے روزہ کشائی کرتے رہے بعدہ دیگر مسجد میں جہاں یہ اہتمام ہوتا ہے مگر خاطر ہو کر چلے گئے، پس کیا امورات مرقومہ بالا آمدنی مسجد سے تکمیل کو پہنچانے جائز ہیں یا نہیں؟

بیتوا تو جروا۔

## ایضاً

مسئلہ ۲۹۲ از فتح گڑھ مکپ ضلع فرخ آباد قلعہ منگت مرسلہ محمد ایوب و محمد یعقوب سوداگران پنجابی

۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا مال موقوفہ یعنی دکانیں جن کی آمدنی مسجد کے

اخراجات کو کافی نہیں ہو سکتی تھی لہذا اخراجات کے پورا کرنے کے واسطے مسلمانانِ شہر سے چندہ وصول کر کے ایک شخص کی زیر نگرانی عمارت جدید بنائے سابقہ پر تیار ہوئی بلفصلہ تعالیٰ ان کی آمدنی اخراجات مسجد کو کافی ہوتے ہوئے قدرے پس انداز ہوتا رہا بایں سبب بعض جاہل اور ناخواندہ مہتمموں نے رمضان المبارک میں ختم قرآن پاک شیرینی اور افطاری کا سامان اسی میں سے کیا اب اس مسجد کی تولیت اور اہتمام کا کام ایسے لوگوں کے سپرد ہوا جو ان سے ذی علم ہیں چنانچہ ختم قرآن پاک کی شیرینی اور افطاری کا سامان اپنے پاس سے کیا اور کر رہے ہیں، ان کا یہ خیال ہے کہ اس رقم کو جو پس انداز ہوتی رہی ہے اس کو زمین افتادہ موقوفہ زیر مسجد میں ایک مدرسہ تعمیر کرایا جائے اور اس آمدنی کو اس میں صرف کیا جائے چنانچہ آج کل میں تعمیر شروع ہونے والی ہے امسال بوجہ اغوائے شیطانی وہ شخص جس کے زیر نگرانی کچھ عرصہ تک یہ مسجد رہ چکی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ میری نگرانی کے زمانے میں توسیع آمدنی ہوئی ہے، لہذا مجھے حق حاصل ہے کہ ختم قرآن مجید کی شیرینی اور افطاری کا سامان اسی سے کروں، یہاں کی افطاری کی یہ صورت ہے کہ مختلف قسم کی مٹھائی اور مختلف قسم کی اشیاء نمکین جن کی تعداد دس بارہ سے کم نہیں ہوتی اس میں شرکت کرنے والے نصف روزہ دار اور نصف بے روزہ، روزہ داروں میں فیصدی پچھتر مرفہ الحال تو پچیس غریب اس صورت میں ختم قرآن پاک کی شیرینی اور افطاری کا سامان مال موقوفہ سے اس صورت خاص میں بایں ہیئت کدائی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور متولیان اور مہتممان سابق بعد علیحدہ ہو جانے تولیت اور اہتمام کے مال موقوفہ میں مجاز ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بتیو تو جروا۔

### الجواب

دارالافتاء میں یہ سوال فریقین کی طرف سے آیا فریقِ اجازت خواہ ان مصارف کا آمدنی اوقات مسجد سے ہونا ایک جگہ دس بارہ سال سے کہتا ہے دوسری جگہ طریقی قدیم اور فریقی منع طلب اسے محض احداثِ جدید اور فعلِ جہال کہتا ہے اور اس کے بدلے زمین موقوفہ مسجد میں مدرسہ بنا کر فاضل آمدنی مسجد اس میں صرف کرنا چاہتا ہے، یہاں حکم شرعی یہ ہے کہ اوقات میں پہلی نظر شرط واقف پر ہے یہ زمین و دکانیں اس نے جس غرض کے لئے مسجد پر وقف کی ہوں ان میں صرف کیا جائے گا اگرچہ وہ افطاری و شیرینی و روشنی ختم ہو اور اس کے سوا دوسری غرض میں اس کا صرف کرنا حرام عرام سخت حرام اگرچہ وہ بنا مدرسہ دینیہ ہو فان شرط الواقف کنص الشارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (واقف کی شرط ایسے ہی واجب العمل ہے جیسے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص - ت) حتیٰ کہ اگر اس نے لے درمختار کتاب الوقف فصل برائی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتہائی دہلی ۱/۳۹۰

صرف تعمیر مسجد کے لئے وقف کی تو مرمت شکست و ریخت کے سوا مسجد کے لوٹے چٹائی میں بھی صرف نہیں کر سکتے افطاری وغیرہ درکنار، اور اگر مسجد کے مصارف رائج فی المساجد کے لئے وقف ہے تو بقدر معهود و شیرینی و روشنی ختم میں صرف جائز افطاری و مدرسہ میں ناجائز نہ اسے تنخواہ مدرسین وغیرہ میں صرف کر سکتے ہیں کہ یہ اشیاء مصارف مسجد سے نہیں ولای جو نہ احداث مرتبہ فی الواقع فضلا عن الاجنبی البحت (جب خرید و اکت کے لئے کسی نئی چیز کا احداث وقف میں جائز نہیں تو محض اجنبی شخص کیلئے کیسے ہو سکتا ہے۔ ت) اور اگر اس نے ان چیزوں کی بھی صراحت اجازت شرائط وقف میں رکھی یا مصارف خیر کی تعمیر کردی یا یوں کہا کہ دیگر مصارف خیر حسب صوابہ متولی تو ان میں بھی مطلقاً یا حسب صوابہ متولی صرف ہو سکے گا۔ غرض ہر طرح اس کے شرائط کا اتباع کیا جائے گا اور اگر شرائط معلوم نہیں تو اس کے متولیان کا قدیم سے جو عملدرآمد رہا اس پر نظر ہوگی اگر ہمیشہ سے افطاری و شیرینی و روشنی ختم کل یا بعض میں صرف ہوتا رہا اس میں اب بھی ہوگا ورنہ اصلاً نہیں اور احداث مدرسہ بالکل ناجائز۔ فتاویٰ خیریہ وغیرہ معتمدات میں ہے :

ان كان للوقف كتاب في ديوان القضاة  
وهو في ايديهم اتبع ما فيه استحسانا  
والا ينظر الى المعهود من حاله فيما سبق  
من الزمان من ان قوامه كيف  
كانوا يعملون (ملخصاً)  
اگر خود وقف کے لئے کوئی تحریر دیوان القضاة  
میں موجود ہے تو متولیوں کو اس کے مندرجات  
کے مطابق عمل کرنا مستحسن ہے ورنہ قدیم سے  
حال وقف میں متولیوں کا جو عملدرآمد چلا آرہا ہے  
اس پر نظر ہوگی (ملخصاً)۔ (ت)

قدیم سے ہونے کے یہ معنی کہ اس کا حدوث معلوم نہ ہو اور اگر معلوم ہے کہ یہ بلا شرط بعد کو حادث ہوا تو قدیم نہیں اگرچہ سو برس سے ہو اگرچہ نہ معلوم ہو کہ کب سے ہے، یہاں بحال عدم علم شرائط واقف زمین و کانیں اگر صورت حسب بیان فریق دوم ہے کہ چند سال سے بعض بے علموں نے افطاری و شیرینی و روشنی کا احداث کیا جسے حسب بیان فریق اول دس بارہ برس ہوئے تو ناجائز ہے اور مدرسہ بنا یا اور اس میں صرف کرنا بھی حرام اور اگر بیان فریق اول کے یہ معنی کہ قدیم سے یہ مصارف ہوتے آئے بیچ میں بوقت قلت آمدنی قطع ہو گئے تھے کہ بعد اضافہ دس بارہ سال سے پھر جاری ہوئے اور واقع اس کے مطابق ہو تو بلاشبہ اس سے افطاری و روشنی و شیرینی ختم جائز ہیں







حکم یہ ہے پھر بھی ان کے یہاں کے کھانے اور افطاری سے بچنا انسب کہ باعث طعن و فتح باب غیبت ہے نیز  
نظر عوام میں ان کے حرام کی خفت اور یہ وجہ چٹائی وغیرہ کو بھی شامل، مگر جہاں بذریعہ حلال مثل قرض وغیرہ ہونا  
بتا دیا جائے یا عرفاً معہود ہو جیسے بناء مسجدیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
۲۹۵ھ از بریلی شہر کنتہ مسئلہ محمد ظہور صاحب ۱۰۔ ارشوال ۱۳۳۷ھ  
۲۹۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ :

- (۱) زید نے مسجد کے خرچ کے لئے لکڑی اینٹ وغیرہ دی ہے اور کام کے وقت کوئی شے صرف میں نہیں  
آتی رکھے رکھے سے احتمال خراب ہو جانے کا ہے، ایسی صورت میں جس شخص نے کہ وہ شے دی تھی واپس لے سکتا  
ہے یا نہیں اور یا وہ شے فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد کے صرف میں ہو سکتی ہے یا نہیں ؟  
(۲) مسجد کا مال جو فضول و بیکار جان کر فروخت کیا جائے مسلمانوں کو خرید کرنا لازم ہے یا نہیں ؟ زید  
کا خیال ہے کہ مسجد کا کوئی مال خفیف ہو یا زیادہ اس کو قیمت یا بلا قیمت کسی صورت سے لینا نہیں چاہئے۔  
(۳) مسجد کا روپیہ بدمانیت بغرض تعمیر وغیرہ کسی شخص کے پاس جمع ہو تو وقت ضرورت وہ شخص اپنے  
خرچ میں بطریق قرض لا سکتا ہے یا نہیں اگر خرچ کر لیا ہو اور پھر دے دیا ہو تو اس کو اب کیا کرنا چاہئے  
یعنی وہ قصور وار ہوا یا نہیں ؟

### الجواب

- (۱) وہ شخص واپس نہیں لے سکتا جبکہ مسجد کے لئے مہتممان مسجد کو سپرد کر چکا ہو بلکہ وہ اشیاء حاجت مسجد  
کے لئے محفوظ رکھی جائیں اور اس میں وقت ہو تو بیع کر قیمت خاص تعمیر و مرمت مسجد کے لئے محفوظ رکھیں تیل،  
بتی، لوٹے، چٹائی میں اسے صرف نہیں کر سکتے۔ اسعاف پھر بکر الراتی پھر عالمگیریہ میں ہے :  
لو ان قوم ابنا مسجد او فضل من خشبہم  
شئ قالوا یصرف الفاضل فی بناء ولا یصرف  
الی الدھن والحصیر ہذا اذا اسلموا الی  
المولیٰ لیبدی بہ المسجد والا یکون  
الفاضل لہم یصنعون بہ ما شاؤا  
اگر ایک قوم نے مسجد بنائی اور اس کی لکڑیوں میں  
کچھ بیچ گئیں، مشائخ فرماتے ہیں ان کو مسجد کی تعمیر  
میں ہی صرف کیا جائے گا، مسجد کے لئے تیل اور چٹائی  
میں صرف نہیں کر سکتے، یہ اس وقت ہے جب انھوں  
نے متولی کے سپرد کر دیا ہو کہ وہ اس سے مسجد بنوائے  
اگر سپرد نہیں کیا تو وہ انہی کا ہے جو چاہیں اس کے ساتھ کریں۔ (د)

(۲) مسجد کا مال کہ مسجد کے کام کا نہ رہا ہو اور مہتممان مسجد جن کو اس کے بیچنے کی شرعاً اجازت ہے مسجد کے لئے بیچیں اس کا خریدنا ہر مسلمان کو جائز ہے،

فان اجازت البیع اجازت الشراء اذ لا یتحقق البیع الا بالشراء۔  
اس لئے کہ اجازت بیع اجازت شرا ہے کیونکہ شرا کے بغیر بیع متحقق نہیں ہو سکتی (ت) ہاں اسے بے تعلیمی کی جگہ نہ لگائے۔

(۳) مسجد خواہ غیر مسجد کسی کی امانت اپنے صرف میں لانا اگرچہ قرض سمجھ کر ہو حرام و خیانت ہے تو بہ استغفار فرض ہے اور تاوان لازم پھر دے دینے سے تاوان ادا ہو گیا وہ گناہ نہ مٹا جب تک تو بہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۷ از جے پور مسئلہ محمد ہدایت علی خان سید عبد الوکیل سید معشوق حسین صاحبان سکناے شہر جے پور ۲۶ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو دکانیں لب بڑک بازار میں خریدیں، دونوں کی درمیانی دیوار توڑ کر ایک کر لیا ان میں ایک منبر ایک ستھار بھی بنایا ایک شخص مؤذن مقرر کر دیا وہی امامت بھی کرتا رہا، سات برس سے زیادہ عرصہ تک پنجگانہ نماز باجماعت اذان و اقامت سے ہوتی رہی غازیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت کے باعث زید نے پھر ان دکانوں کی پشت پر ایک اور زمین خرید کر کے اونچی کرسی کی جامع مسجد بنوائی اور ان دکانوں میں سے جامع مسجد میں جانے کے لئے زمین نکالا، اس کے بعد راج سے حکم ہوا کہ ان دکانوں میں نماز نہ ہو کرے اور ان دکانوں میں ہو کر زمین نہ رہے جو زمین پہلے سے بنا ہوا ہے اس میں سے بدستور راستہ مسجد کا رہے اور دکانیں جیسی تھیں ویسی ہی تجارت کے کام کی کر دی جائیں، جو شخص مؤذن و امام تھا وہ شہادت دیتا ہے کہ میں نے سات برس سے زیادہ عرصہ تک نماز باجماعت و اقامت پڑھائی، پچیس تیس آدمی شہادت دیتے ہیں کہ ہم نے ان دونوں دکانوں میں مسجد سمجھ کر نماز باجماعت سے پڑھی اور مسجد مشہور تھی اور سات آٹھ آدمی یہ شہادت دیتے ہیں کہ زید نے اپنی حیات میں ہم سے ان دکانات کا وقف ہونا ظاہر کیا تھا اور راج کے کاغذات نقشہ آبادی شہر اور خسرہ میں بھی مسجد درج ہے اور دونوں دکانوں کی یکجائی پیمائش ایک نمبر درج ہے، پس ان حالات میں یہ دکانیں زید کی ملک قرار پائیں گی یا بوجہ مسجد ہونے کے وقف متعلقہ مسجد قرار دی جائیں گی؟ بینوا تو جروا

الجواب

حاشی اللہ (اللہ تعالیٰ کی پناہ) نہ وہ زید یا کسی مخلوق کی ملک نہ وہ وقف متعلق مسجد بلکہ خود



کل وقت فله حکم المسجد  
نماز پڑھتے ہیں تو وہ دکان حکم مسجد میں ہوگی (ت)  
ثانیاً راج کے سمجھنے کو اس کے کاغذات میں مسجد درج ہونا ہی بس ہے۔ شرح الاشباہ للمحقق  
ہبۃ اللہ البعلی میں ہے،

لو وجد فی الدفاتر المکان الفلائی وقف علی المدرسة الفلانیة مثلاً  
یعمل بہ من غیر بیئۃ و بذلک یفتی  
مشایخ الاسلام کما ہو مصرح بہ فی  
بہجة عبد اللہ افندی و غیرہا فلیحفظ۔  
اگر جسطرہ میں مندرج ہے کہ فلاں مکان فلاں  
مدرسہ پر وقف ہے تو گواہوں کے بغیر اس پر عمل  
کیا جائے گا، اسی پر مشائخ اسلام نے فتویٰ دیا  
جیسا کہ عبد اللہ افندی کی بہجہ وغیرہ میں تصریح  
کی گئی ہے، اس کو محفوظ کر لینا چاہئے۔ (ت)

اس پر وارثان زید خواہ کسی کو کوئی دعویٰ نہیں پہنچتا اور اسے دوبارہ دکان تجارت کر دینا حرام عوام  
سخت حرام، اور مذہب اسلام میں دست اندازی ہے جسے راج وغیرہ کوئی روانہ رکھے گا۔ اس میں کسی کا رونا  
کے لئے بیٹھنا یا اس کا کرایہ لینا دینا یا اس میں کوئی چیز بیچنا خریدنا یا بیچنے خریدنے کے لئے اس میں جانا سب  
حرام قطعی ہے۔ درمختار میں ہے،

لا یجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل  
شیئاً منه مستغلاً ولا سکنی، بزانیه۔  
اس سے اجرت لینا جائز نہیں اور نہ ہی یہ جائز  
ہے کہ مسجد کا کوئی حصہ کرایہ یا رہائش کے لئے  
مقرر کیا جائے، بزانیه۔ (ت)

اسی میں ہے،

یحرم فیہ السؤال ویکره کل عقد الا لمختلف  
بشرطہ والکلام المباح وقیدۃ فی  
الظہیریۃ بان یجلس لاجلہ  
حرام ہے مسجد میں سوال کرنا، اور مکروہ ہے مسجد  
میں ہر عقد، مگر مختلف کو اس کی مشروط اجازت  
ہے۔ مسجد میں مباح کلام مکروہ ہے، اور ظہیریہ  
میں یہ قید لگائی کہ مسجد میں بیٹھا ہی کلام مباح کیلئے ہو تب مکروہ ہے۔ (ت)

۱۔ بحر الرائق کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۰/۵  
۲۔ شرح الاشباہ للمحقق ہبۃ اللہ البعلی۔

۳۔ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتہاتی دہلی ۳۷۹/۱  
۴۔ کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ " " " ۹۳/۱ و ۹۴

ردالمحتار میں ہے:

قوله كل عقد الظاهر ان المراد به عقد  
مبادلة، قوله بشرطه وهو ان لا يكون  
للتجارة<sup>۱</sup>  
ما تن کے قول "كل عقد" سے بظاہر مراد عقد  
مبادلہ ہے اور قول ما تن "بشرطه" میں شرط  
سے مراد یہ ہے کہ معتلف کا عقد بیع و شراہ  
بغرض تجارت نہ ہو (ت)

خود بانی نے کہ جامع مسجد بنا کر اس مسجد کے ایک حصہ زمین میں اس کا زینہ بنایا یہ بھی ناجائز ہے کہ  
مسجد بعد تمام مسجدیت کسی تبدیل کی متحمل نہیں۔ واجب ہے کہ اسے بھی زائل کر کے اسے خاص مسجد  
ہی رکھیں۔ درمختار میں ہے:

اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء  
منع ولو قال عنيت ذلك لا يصدق  
تأثير خانية، فاذا كان هذا في الواقع  
فكيف بغيرة فيجب هدمه ولو على  
جد امر المسجد<sup>۲</sup>  
لیکن مسجدیت تام ہو گئی اب واقع اس پر (حجۃ  
امام) تعمیر کرنا چاہتا ہے تو اس کو روکا جائیگا،  
اگر وہ کہے کہ شروع سے میری نیت ایسا کرنے کی  
تھی تو اس کی تصدیق نہیں کی جائیگی تاہم خانیہ، جب خود  
واقعہ کا یہ حکم ہے تو غیر واقعہ کو اس کی اجازت

کیسے ہو سکتی ہے لہذا ایسے مکان کو گرانا واجب ہے اگرچہ فقط دیوار مسجد پر ہو۔ (ت)  
مسلمانوں پر اسے باقی رکھنا اور تاحد قدرت ہر جائز طریقہ سے اسے مسجد رہنے میں پوری کوشش  
کرنا فرض قطعی ہے جو اس میں کوتاہی کرے گا سخت عذاب الہی کا مستحق ہوگا۔

قال الله تعالى ومن اظلم ممن منع مسجدا  
الله ان يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها  
اولئك ماكان لهم ان يدخلوها الا  
الخانقين<sup>۳</sup> لهم في الدنيا خزي ولهم في  
الآخرة عذاب عظيم<sup>۴</sup>  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ  
کی مسجدوں کو روکے ان میں ذکر الہی ہونے سے  
اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، انھیں روانہ تھا  
کہ ان میں جلتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کیلئے دنیا میں  
رسوائی ہے اور ان کیلئے آخرت میں بڑا عذاب۔

والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی پناہ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱ ردالمختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۴۵/۱  
۲ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۳۶۹/۱  
۳ القرآن الکریم ۱۱۳/۲



مسئلہ ۲۹۸ از شہرہ آباد زیر مسجد جامع چوک مرسلہ مرزا واحد علی خوشنوساز ۲۹ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد شاہی زمانہ کی بنی ہوئی تھی اس کے متعلق خام دکانیں بھی تھیں جن کے کرایہ کی آمدنی تیس چالیس روپے ماہوار تھی، وہ آمدنی متولی سابق جو کہ اس مسجد میں امامت بھی کرتے تھے ان کے خرچ میں اور مؤذن و تیل و پانی و ختم تراویح کی مٹھائی وغیرہ مصالح مسجد میں صرف ہوتی تھی چونکہ مسجد اور اس کی دکانیں بہت بوسیدہ ہو گئی تھیں، لہذا ایک صاحب نے بمشورہ اہالیان مسجد اپنے ذاتی روپے سے دکانیں پختہ کرائیں جس سے کرایہ قریب ڈیڑھ سو کے ہو گیا، اسی کرایہ سے وہ صاحب قسط وار اپنا روپیہ بھی وصول کرتے رہے اور مسجد بھی چندہ سے از سر نو تعمیر کرائی گئی اور انتظام مسجد کے لئے ایک کمیٹی قائم کی گئی اور متولی سابق علیحدہ کئے گئے جن لوگوں کی کوشش سے دکانیں پختہ کرائی گئیں ان لوگوں میں نمازی مسجد اور اہل محلہ بھی شریک ہیں ان سب کے اور ممبران کمیٹی کے مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ وہ اخراجات جو سابق میں مسجد کی آمدنی سے ہوتے تھے بدستور قائم رہیں اس کے علاوہ کچھ افطاری رمضان شریف میں غازیوں کے واسطے بھی دی جائے، دس بارہ برس ہوئے کہ اس پر عملدرآمد چلا آ رہا ہے، فرید کہتا ہے کہ جو اخراجات مصالح مسجد میں شامل ہیں وہ قائم رہنا چاہئے اور جو اخراجات مصالح مسجد میں نہیں ہیں مثلاً شیرینی ختم تراویح افطاری رمضان شریف وہ جائز نہیں ہیں بند ہونا چاہئے۔ بکر کہتا ہے کہ جن اوقاف کا وقف نامہ موجود نہ ہو اور وقف کے شرائط معلوم نہ ہوں جیسے صورت مسئلہ میں تو اس میں عملدرآمد سابق پر کاربند ہونا چاہئے، چونکہ شیرینی ختم قرآن شریف کی ہمیشہ متولیان سابق کے زمانے میں برابر آتی رہی لہذا اب بھی ویسا ہی آنا چاہئے اور بے تکلف جائز ہے، باقی رہا افطاری جو دس بارہ برس سے ممبران کمیٹی جو تمام مسلمانوں کی طرف سے قائم ہے ان کی تجویز سے آنے لگی ہے گو کہ یہ ایک امر جدید ہے لیکن اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ہوتا کیونکہ جیسے بانی اول کو اوقاف کے اخراجات کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں ویسے ہی بانیان ثانی کہ جس میں نمازی مسجد و اہل محلہ روپیہ خرچ کرنے والے سب شریک ہیں اور انھوں نے کوشش کر کے آمدنی بڑھائی اور مسجد از سر نو بنوائی تو اس کو بھی اپنی بڑھائی ہوئی آمدنی میں ضرور اخراجات کے بڑھانے کا اختیار ہونا چاہئے کیونکہ اہل محلہ و غازیوں کے تصرفات بہت وسیع ہیں اور کمیٹی انھیں کی طرف سے قائم ہے تو کمیٹی کا فعل عین ان کا فعل ہے غرض اخراجات کے بڑھانے کا اختیار ثانی کو بھی ہونا چاہئے بالخصوص ایسے موقع میں کہ باوجود ان سب اخراجات بالا کے پھر بھی آمدنی مسجد میں بچت ہوتی ہے، پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ فرید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟

## الجواب

جہاں شرط واقف معلوم نہ ہو عملہ رآمد قدیم کا اعتبار ہے، خیر یہ میں ہے،  
 ينظر الى المعهود من حاله فيما سبق من  
 الزمان ان قوامه كيف كانوا يعملون۔  
 "قدیم" کے یہ معنی "جس کا حادث ہونا معلوم نہ ہو"۔ دس بارہ برس یا سو دو سو برس سے جو بات بعد  
 واقف بے شرط واقف حادث ہوئی حادث ہی ہے، اس پر عمل نا جائز ہے۔ فتح القدر میں ہے،  
 الواجب ابقاء الوقف على ما كان عليه وقف کو بغیر کسی زیادتی کے سابقہ حالت پر باقی رکھنا  
 دون نزیادۃ اخری۔ واجب ہے۔ (ت)

شیرینی قدیم اگر اسی معنی پر قدیم ہے کہ اس کا حادث ہونا معلوم نہیں، وہ اب بھی دی جائے گی اور  
 افطاری کہ دس بارہ برس سے نو ایجاد ہے نہ ہو سکے گی۔ مسجد از سر نو بنوانے والوں کو تو دکانات وقف سے  
 کچھ تعلق نہیں کہ ان کو اس میں اختیار ہو اور دکانیں بچتہ کرنا اسی وقف کی بچتگی ہے نہ کہ وقف جدید خصوصاً جبکہ  
 وہ اپنا لگایا ہو اور پیہ وصول بھی کر رہا ہے تو قرض دینے والا ہے نہ کہ واقف۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۹ از احمد آباد مدرسہ حکیم مولوی عبدالرحیم صاحب ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قوم نے چندہ کر کے ہزار دو ہزار روپیہ جمع کئے ہیں اب  
 اس کے بعد تدبیر یہ کی کہ اس مال سے کپڑا سفید خریدتے ہیں اور اس کو ادھار نفع چڑھا کر بیچتے ہیں اور اس  
 سے جو نفع پیدا ہوتا ہے اس کو بھی جمع کرتے جاتے ہیں اور مقصد ان حضرات کا یہ ہے کہ یہ رقم چار پانچ ہزار روپیہ  
 کی جمع ہو جائے اس سے مکان قریب مسجد کے خریدنا ہے اور مسجد کو بڑھانا ہے اب اس مسجد کے چندہ سے  
 اس قسم کی تجارت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

## الجواب

جبکہ وہ روپیہ انہوں نے متولیان مسجد کو ابھی سپرد نہ کیا تو ان کی ملک ہے، اس میں ہر تصرف جائز  
 کا انھیں اختیار ہے قرضوں بیچنے میں نفع بیچنے سے دام زائد لینا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا، یہ باہمی تراضی بالغ  
 و مشتری پر ہے،

قال تعالى الا ان تكون تجارة عن تواضع منك - والله تعالى اعلم -  
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مگر یہ کہ تمہارے درمیان  
 باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ واللہ تعالیٰ

اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۰ از شہر ربلی مسئلہ شرکت علی فاروقی ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں درخت بھی بیلا، گلاب وغیرہ ہو اور بوجہ تعمیر ہونے  
 حجرہ وغسل خانہ کے ان درختوں کو کاٹا جائے تو کوئی شخص ان درختوں کو کھود کر اپنے مکان میں لگا سکتا ہے یا  
 نہیں؟ دوسرے یہ کہ پیال یا لرسی موسم سرما میں جو مسجدوں میں ڈالی جائے اور بعد گزر جتنے موسم سرما کے اس کو  
 نکال کر پھینک دیتے ہیں تو جو شخص اس پیال یا لرسی یا چٹائی کہ نہ قابل پھینک دینے کے ہو اس کو اپنے صرف  
 میں مثل پانی گرم کرنے کے لاسکتا ہے یا نہیں؟ تیسرے یہ کہ منڈیر یا فصیل مسجد جس پر وضو کرتے ہیں یا اذان  
 دیتے ہیں وہ مسجد کے حکم میں داخل ہے کیا مثل مسجد کے بات وغیرہ کرنے کی وہاں بھی ممانعت ہوگی؟ بینوا تو جبر و

الجواب

ان درختوں کو مسجد سے واجبی و مناسب قیمت پر مول لے کر لگا سکتا ہے۔ پیال یا چٹائی بیکار شدہ  
 کہ پھینک دی جائے لے کر صرف کر سکتا ہے۔ فصیل مسجد بعض باتوں میں حکم مسجد میں ہے معتکف بلا ضرورت  
 اس پر جاسکتا ہے اس پر تھوکنے یا ناک صاف کرنے یا نجاست ڈالنے کی اجازت نہیں بیوہ باتیں، تھپتھپ  
 سے ہنسا وہاں بھی نہ چاہئے اور بعض باتوں میں حکم مسجد نہیں اس پر اذان دیں گے اس پر بیٹھ کر وضو کر سکتے ہیں جب تک  
 مسجد میں جگہ باقی ہو اس پر نماز فرض میں مسجد کا ثواب نہیں، دنیا کی جائز قلیل بات جس میں چپقلش ہو نہ کسی  
 نمازی یا ذکر کی ایذا اس میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶ صفر ۱۳۳۸ھ

مسئلہ ۳۰۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد نیاریاں شکستہ ہے چھت اس کی بالکل خارج  
 ہے اور کڑیاں ٹوٹ گئی ہیں اور بعض بعض خیمہ ہو گئی ہیں، منارے جھری دے گئے ہیں، لہذا ہم اہل محلہ یہ  
 بات چاہتے ہیں کہ از سر نو تعمیر کریں۔ اراضی مسجد کی افتادہ اُتر و پچم کی بڑھانا منظور ہے۔ چنانچہ کچھ روپیہ  
 جمع ہے اور باقی جو روپیہ زائد صرف ہو گا چندہ جمع کر کے انجام دیں گے اس واسطے کہ موسم بارش میں نمازیوں  
 کو بہت تکلیف ہوتی ہے موجودہ بنیاد کو نکال کر دوسری بنیاد قائم کریں۔

## الجواب

مسجد کی مرمت واجب ہے، بارش کی تکلیف کہ چھت ٹپکنے سے سائل نے بتائی اس سے دفع ہو جائے گی۔ اس قدر کے لئے اگر موجودہ روپیہ کافی نہ ہو چندہ کریں باقی اصل مسجد کی بنیادیں نکال کر شمال و مغرب کی زمین متعلق مسجد میں مسجد بڑھانے کے لئے جدید بنیادیں قائم کرنا اگر اس توسیع کی مسجد کو صحیح ضرورت ہے کریں ورنہ بے ضرورت بڑھانا اور مسلمانوں پر چندہ کا بار بلاوجہ بہت بڑھا دینا کس لئے! ہر مسجد میں جمعہ وعیدین قائم کرنا کوئی شرعی ضرورت نہیں، فتح القدیر میں ہے:

انما امرنا بابقاء الوقف علی ما کان علیہ  
دون نہیادۃ اخری

بیشک ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم وقف کو بغیر کسی زیادتی کے حال سابق پر قائم رکھیں (ت)

مسئلہ ۳۰۲ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کبیر محلہ میں بوجہ ضعف اسلام و تسامح الناس قدرے گر پھوٹ گئی ہے اور بعد کو بعون خدا تعالیٰ مرمت کا ملہ کرا دی گئی ہے اور پیش امام وغیرہ نیز بدستور مقرر کئے گئے ہیں اور صلوٰۃ خمسہ جمعہ، اذان اس میں پڑھی جاتی ہے۔ پس بوقت غیر آبادی و شکستگی مسجد مذکور بالا کے ایک مرد مسلم نے ایک مسجد فقیر عظیمیہ و متصل اس کے چار گز کے فاصلہ پر بنائی تھی جو کہ اب تک آباد ہے اور اس میں بھی اذان صلوٰۃ بالفعل ہو رہے ہیں، کیا اس شخص کو مسجد جدید بنانی عند الشرع جائز تھی یا نہ؟ اور اب اس کا گرانا جائز ہے یا نہ؟

## الجواب

حاشا اس کا گرانا بھی جائز نہیں، دونوں کا آباد رکھنا واجب ہے، اسے مناسب یہ تھا کہ مسجد قدیم ہی کی تعمیر کرنا اور اتنے قریب دوسری مسجد نہ بنانا اب کہ بن گئی ہدم حلال نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰۳ از موضع سرولی ڈاکخانہ کچا ضلع نیننی تال مرسلہ محمد حسین خورد ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کی صفت دوسری مسجد میں لا کر نماز فرض یا واجب پڑھی جائے تو ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جیسے کہ نماز الوداع میں اکثر صفوں کی ضرورت ہوتی ہے تو جس جگہ موضع میں دو مسجدیں ہوتی ہیں تو مسجد جامع میں دوسری مسجد کی صفیں لا کر نماز پڑھتے ہیں یا عید کی نماز پڑھی جائے تو از روئے شرع شریف نماز دوسری مسجد کی صفوں پر ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبروا



## الجواب

ایک مسجد کی صفیں دوسری مسجد میں لے جانا ممنوع و ناجائز ہے، نماز مکروہ و ناقص ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰۴ از بریلی مسئلہ مولوی میر احمد صاحب بنگالی طالب علم بدرستہ منظر اسلام ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا پاخانہ پشت مسجد سے ملتی تھی اس کو بوجہ مسجد منہدم کر دیا اور کوئی عرصہ دو ماہ سے کچھ لوگ وہاں پر کھڑا وغیرہ ڈالنے لگے اب زید یہ چاہتا ہے کہ اس ملحق پشت مسجد زمین کی اپنی نشست گاہ بنوادے اور مسجد کے دو پرناؤں کا پانی اپنی چھت پر لے لے یا اس اراضی کو اپنی ڈیلور بھی بنالے، اس صورت میں ایک پرناہ اپنی ڈیلور بھی پر لے اور دوسرے پرناہ لے کا پانی باہر نکال دے اور ساتھ ہی اس کے یہ واضح رہے کہ مسجد کا کوئی کشتہ نہیں اور نہ پشت اس جگہ ہے جہاں مسجد کے دو پرناؤں کا پانی گرتا ہے، اس صورت میں کیا حکم شرع ہے؟ نشست گاہ یا ڈیلور بھی وغیرہ بننے سے مسجد کی حفاظت بھی ہوتی ہے اور پانی مسجد کا کسی صورت میں روکا نہیں جاتا۔

## الجواب

مسجد کا پشتہ نہ ہو آچک کے لئے زمین مسجد نے چھوڑی ہوگی اسے اپنے تصرف میں لانا حرام ہے ہاں اگر ثابت ہو کہ مسجد کی کوئی زمین نہ چھوٹی تھی صرف پانی بہانے کا اس کی زمین میں حتی تھا تو یہ اس میں عمارت بنا سکتا ہے جبکہ مسجد کا پانی نہ روکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰۵ از الہ آباد دائرہ شاہ اجل صاحب آوردہ مولانا مولوی سید نذیر احمد صاحب ۸ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ سوال بعینہ مثل سوال ثانی ۲۹ شوال ۱۳۳۷ھ مذکور باب احکام المسجد

## الجواب

اس سوال کا جواب جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ پھر رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ پھر شوال ۱۳۳۷ھ میں تین بار یہاں سے جا چکا، اس بار اس کے ساتھ ایک اور تحریر طویل بایں خلاصہ ہے کہ اس سوال میں زید مستفتی نے اخفائے حق کیا، حقیقت امر یہ ہے کہ ان لوگوں نے دکانات مسجد کی چھت پر ایک مدرسہ بلا معاوضہ قائم کر لیا اور کمیٹی سے اس کی بقا کا اقرار نامہ لکھا لیا ہے، یہ حالت دیکھ کر تحفظ آئندہ کے لئے یہ پتھر لگایا گیا جس میں دکانات و حمام کے وقف علی المسجد ہونے کا تذکرہ ہے کہ آئندہ کوئی متولی سابق کی طرح ان دکانوں پر دعویٰ نہ کر بیٹھے۔ اعلان میں معلن کا نام ضرور ہے، گناہ اعلان ایسا نہیں ہوتا، لہذا اگر نے اپنا نام لکھا نہ بقصد ریا نہ طلب دعا۔ یہ پتھر مسجد کی جگہ سے دس فٹ بلند ہے تو نمازی کا سامنا



نہیں ہوگا اور اندر کی محراب پر نہیں بلکہ بیرونی محرابی دروں پر، وہی لوگ جن سے اندیشہ ہے اس پتھر کا انعدام چاہتے ہیں کہ اس کی بقا میں تحفظ و استحکام وقف ہے انتہی ملخصاً۔

فریق ثانی کی طرف سے بھی سوال مع جواب آیا تھا کہ اس پتھر کا نصب جائز نہیں بلکہ غیبت میں داخل ہے اور اس کا جواب بھی رمضان مبارک ۱۳۳۶ھ میں گیا کہ اگر وہ افعال متولی سابق سے صادر ہوئے اور اہل شہران وقائع پر مطلع ہوں تو ان لکھ کر نصب کرنا غیبت نہیں ہو سکتا، خصوصاً منظر عامہ میں نصب کہ اشتہار چھاپ کر عام تقسیم کی طرح حد غیبت میں اس کا آنا دشوار نہ تاحیات متولی مذکور اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ جب کہ منجر بقتل نہ ہو، ہاں اس کا نصب کوئی مہم مصلحت شرعیہ نہ رکھتا ہو تو بعد موت متولی اس پتھر کا معدوم کر دینا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تذکروا الاموات کم الا بخیر (۱) اپنے مردوں کا تذکرہ سوائے بھلائی کے مت کرو۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم:

لا تسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ما قد موأیہ

باینہم جبکہ مصلحت شرعیہ جہت سے ویسے ہی بچنا چاہئے کہ وہ جس سے کسی مسلمان کو تکلیف ہو اگر وقف میں خیانت و اضرار کا اندیشہ ہے اور اس پتھر کا نصب کرنا مانع ہوگا یا اسی طرح اور کوئی مصلحت مہم شرعیہ ہے تو نصب میں حرج نہیں بلکہ حاجت ہو تو اجر ہے، یہ اس جواب کا خلاصہ ہے جو فریق ثانی کو یہاں سے گیا، اب بھی یہی کہا جاتا ہے کہ محض بلا مصلحت ہو تو جہاد کر دیں اور مصلحت شرعیہ ہے تو قائم رکھیں، پھر اگر موضع نظر سے اتنا بلند ہو کہ جب تک نظر اوپر کرنا اٹھا کر نہ دیکھیں نظر نہ آئے تو کسی طرح نقش دیوار قبلہ کی کراہت میں نہیں آتا، یہ خود اس نمازی کا قصور ہے، اسے نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کب جائز تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عہ مندرجہ صفحہ ۴۷۲ -

۱۔ اتحاد السادة المتقين کتاب آفات اللسان الا فتۃ الشامۃ اللعن دار الفکر بیروت ۹۱/۴ - ۴۹۰

۲۔ صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما ینہی عن سب الاموات قیدی کتب خانہ کراچی ۱۸۷/۱

سنن النسائی .. النہی .. نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۷۴/۱

لینتھیں اقوام یرفعون ابصارہم الی السماء  
فی الصلوٰۃ اولت خطف ابصارہم لہ سداۃ  
وہ جو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں یا تو وہ اپنی  
اس حرکت سے باز آئیں گے یا ان کی نگاہ اچک  
لی جائے گی (اسے مسلم نے روایت کیا۔ ت)

اور اگر اتنا بلند نہیں تو ضرور موقع کراہت میں ہے اور اس میں اندرونی و بیرونی محراب کا تفرقہ نہیں مسجد کا  
درجہ مستقف و صحن و نون مسجد ہیں اس حالت میں چاہئے کہ اس تحریر پر نمازوں کے اوقات میں غلاف ڈال  
دیں، ہم نے فتویٰ سابقہ میں سنن ابی داؤد کی حدیث نقل کی کہ دیوار غری کعبہ معظمہ میں (اس) مینڈھے کے  
(جو سیدنا اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدیہ ہوا) سینک نصب تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم نے فرمایا:

خبرھا فانہ لا ینبغی ان یکون فی قبلۃ البیت  
شیء یشغی المصلی

نام کا جواب بھی فتویٰ سابقہ میں تھا کہ ریا کو حرام مگر بلا وجہ شرعی مسلمان پر قصہ ریا کی بدگمانی  
بھی حرام، اور بنظر دُعا ہے تو حرج نہیں، نہ کفایت اجمال منافی طلب خصوص۔ اور یہ مصلحت کہ اس  
تحریر میں بتائی ضرور قابل لحاظ ہے جبکہ اس کا نام وجہ اعتبار اعلان یا زیادت اعتبار ہو،  
وانما الاعمال بالذنیات وانما لکل امرئ  
ما نوى

دکانات مسجد پر اقامت مدرسہ کے بارے میں بھی سوال آیا اور مفصل جواب جا چکا ہے مگر فریق  
ثانی کے سوال میں یہ تھا کہ مسجد میں ایک مدرسہ ہے جس میں تعلیم کلام مجید و تفسیر و فقہ و حدیث کی ہوتی  
ہے، بعض منتظمین نے چاہا کہ تعلیم مسجد سے اٹھا دی جائے، اور ان شرائط پر اس کے قیام کا فیصلہ ہوا  
اس تحریر تازہ میں یہ ہے کہ بلا استحقاق و بلا معاوضہ سقف وقف پر مدرسہ کر لیا ہے، ایسا ہے تو  
بلاشبہ حرام ہے اور منتظمین مسجد کی اس پر رضا مندی مردود، اور اب تک کا کرایہ مدرسہ قائم کرنیوالوں پر

- ۱۔ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب النہی عن رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸۱/۱  
۲۔ سنن ابوداؤد کتاب المناسک باب الصلوٰۃ فی الکعبہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۷۷/۱  
۳۔ مسند احمد بن حنبل حدیث امراء من بنی سلیم دار الفکر بیروت ۶۸/۴  
۴۔ صحیح البخاری باب کیف کان ید الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

بحق مسجد لازم، کما هو منصوص علیہ فی عامۃ الکتب (جیسا کہ عام کتابوں میں اس پر نص کی گئی ہے)۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۶ از بمبئی نشان پاڑا کر اس روڈ بوساطت سید غوث پیران صاحب مرسلہ مکین آدم عبد الرحمن صاحب

۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک حنفی المذہب عورت نے انتقال کیا جس نے اپنی جائیداد کے ساتھ ایک شوہر، دو بیٹیاں، ایک حقیقی بھائی اور ایک عم زاد بہن کا بیٹا چھوڑا اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ قبل از تقسیم ترکہ مرحومہ کی وفات کے دو سال بعد اس کے شوہر نے جائیداد مذکورہ سے زمین کا ایک قطعہ مسجد بنانے کے لئے وقف کر دیا جس پر بتو مسل جماعت مسجد تعمیر کی گئی اور پختہ نماز بھی قائم ہو گئی، لیکن بعض لوگ اس میں عدم جواز نماز کے قائل ہیں کہ وقف صحیح نہ ہوا۔ مرحومہ کا شوہر یہ کہتا ہے کہ مجھ سے مرحومہ نے یہ وصیت کی تھی کہ مسجد کی عمارت کے لئے ایک قطعہ زمین وقف کرے اگر شرعیاً یہ وقف صحیح نہ ہوگا تو میں اپنے حصہ رسدی سے اس وقف کو برقرار رکھوں گا۔ صورت مذکورہ میں وقف اول صحیح ہو کر نماز پڑھنا اس میں درست ہے یا نہیں؟ بر صورت عدم جواز اپنے حصہ میراث سے وقف کا برقرار رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

ترکہ متوفی حسب شرائط فالقن بارہ سہام ہو کر تین سہم شوہر، چار چار ہر دختر، ایک برادر کو ملے گا۔ عم زاد بہن کا بیٹا محروم ہے۔ اگر صحیح ہے کہ مورثہ نے یہ وصیت کی تھی اور یہ قطعہ (بعد اوائے دین اگر ذمہ مورثہ ہو) ثلث متروکہ سے زائد نہیں تو وقف صحیح و نافذ ہو گیا اور وہ قطعہ مسجد اور اس میں نماز مسجد میں نماز۔ یوہیں اگر ثلث متروکہ سے زائد ہو اور باقی ورثہ یعنی بیٹیاں اور بھائی سب عاقل بالغ اور سب نے اس وصیت کو قبول کیا اور جائز رکھا، جب بھی یہی حکم ہے۔ یونہی اگر وصیت ثابت نہ ہو اور شوہر نے ایک قطعہ معینہ جس میں باقی ورثہ کے بھی حصے تھے تعمیر مسجد کے لئے وقف کر دیا اور باقی سب ورثہ نے بشرط عقل و بلوغ اسے جائز رکھا جب بھی یہی حکم ہے۔ ان سب صورتوں میں وہ مسجد ہو گیا،

وذلك لانه في الاخير فضولي في حصصهم  
وقد صدر منه ماله مجيز حين  
صدوره وقد اجازوا فنفس  
ولم يمنع الشيوع لعدمه عند  
اجتماعهم على تجويزه  
اور یہ اس لئے ہے کہ صورت اخیرہ میں وہ (شوہر)  
دیگر ورثہ کے حصص کو مسجد بنانے میں فضولی ہے اور  
یہ فعل اس سے اس حال میں صادر ہوا کہ صدور  
کے وقت اس کو جائز کرنے والا موجود ہے اور  
انھوں نے اس کی اجازت دے کر جائز کر دیا اور شیوع

قال في رد المحتار لو بينهما ارض وقفها و  
 دفعواها معا الى قيم واحد جائزا اتفاقا لان  
 المانع من الجواز عند محمد هو الشروع  
 وقت القبض لا وقت العقد و لم يوجد  
 ههنا

یہاں مانع نہیں ہوگا کیونکہ جب وہ تمام اس کے جائز  
 رکھنے پر مجتمع ہو گئے تو شیوع رہا ہی نہیں رد المحتار  
 میں، دو شخصوں کی اگر مشترک زمین ہو اور دونوں معا اس میں کو  
 وقف کر کے ایک ہی متولی کے حوالے کر دیا تو بالا اتفاق جائز ہے  
 اس لیے کہ امام محمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک مانع جواز

شیوع ہے جو وقت قبض ہونہ کہ وقت عقد، اور یہاں وقت قبض شیوع نہیں پایا گیا (ت)  
 ہاں اگر کوئی وارث غیر عاقل یا نابالغ ہے یا ان میں بعض نے اس تصرف کو جائز رکھا ہے وصیت مطلقاً  
 اور بحال وصیت جبکہ ثلث سے زائد ہو تو البتہ وہ مسجد مسجد نہیں اور اس سبب سے کہ اس میں ایسے کی ملک ہے  
 جس کی اجازت نہیں یا جس کی اجازت شرعاً اجازت نہیں اس میں نماز ناجائز۔ یہ حکم بھی متفق علیہ ہے کہ مسجد  
 میں شیوع بالاجماع ممنوع،

لان بقاء الشریکة یمنع المخلص لله تعالیٰ  
 من عن المنہر والفتح علیہ

کیونکہ بقاء شرکت اللہ تعالیٰ کے لئے شے کے خالص  
 ہونے سے مانع ہے۔ ش نے نہر اور فتح سے  
 واضح کیا۔ (ت)

ہاں اگر شوہر تقسیم صحیح شرعی کرے اور یہ قطعہ اس کے حصہ میں آئے اس کے بعد اسے یہ مسجد کرے تو اب مسجد  
 ہو جائے گا لہذا وال المانع (مانع ختم ہو جانے کی وجہ سے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشۃ ۳۰ سید مصباح القیوم صاحب ساکن شہر رائے پور بھارت پارہ مدرسہ اصلاح المسلمین  
 صوبہ سی پی ۵ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کے متعلق طہارت خانہ وغیرہ بنانے کی غرض سے  
 مسجد کے روپیہ سے ایک قطعہ زمین کا مسجد سے علیحدہ مگر قریب میں خریدا کیونکہ زمین بہت ہے مسجد کی ضرورت  
 کی چیزیں بن جانے پر بھی باقی رہ گئی اور مسجد کی کوئی منفعت مقصود نہیں اور اہلسنت نے ایک مدرسہ قائم  
 کیا ہے اس کے لئے مکان کی ضرورت ہے تو کچھ مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ زمین مذکورہ مدرسہ تعمیر کرا دیں اور  
 قیمت زمین کی مدرسہ کی آمدنی سے لے کر مسجد میں داخل کیا جائے تو شرعاً یہ جائز ہے کہ نہیں اور در صورت



عدم جواز کوئی حیلہ اس کے جواز کا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

### الجواب

جائز ہے کہ وہ باقیماندہ حاجت مسجد سے زیادہ زمین (کہ سابق سے وقف نہ تھی بلکہ مسجد کے روپیہ سے مسجد کے لئے خریدی تھی) مدرسہ کے لئے بیع بقیمت مناسب کر کے زمین داخل مسجد کیا جائے جبکہ احتیاط و امانت کاملہ سے کام لیا جائے۔ عالمگیری میں ہے،

متولی المسجد اذا اشترى بمال المسجد حانوتا او داسا ثم باعها جاز اذا كانت له ولاية الشراء بناء على ان هذه الدار والمكانات هل تلتحق بالحوانیت الموقوفة على المسجد معناه هل تصير وقفا المختار انه لا كذلك في المضمرة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک مسجد کے متولی نے مسجد کے مال سے دکان یا گھر خرید لیا پھر بیچ دیا تو جائز ہے جبکہ اس کو خریدنے کی ولایت حاصل ہو، یہ مبنی ہے اس بات پر کہ کیا یہ دکان اور گھر مسجد پر وقف شدہ دکانوں سے ملحق ہوگا، اس کا معنی یہ ہے کہ کیا یہ وقف ہو جائیگا، مختار یہ ہے کہ نہیں ہوگا۔ مضمورات میں ایسا ہی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۸ ۱۴ اشوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محلہ قاضی ٹولہ پرانا شہر میں ایک مسجد قاضی زادوں کی تعمیر کردہ ہے اور اس کا دروازہ پہاڑ رخ قدیمی ہے اور اس میں کچھ قبریں پختہ قاضی زادوں کے آبا و اجداد کی تھیں، اور ایک کنواں بنجاروں کا بنایا ہوا مسجد سے پہلے کا ہے جس سے سوائے نمازیوں اور کئی محلوں کو اس کے پانی سے نفع پہنچتا ہے، اس مسجد میں کئی قوم کے لوگ نماز پڑھتے ہیں قصائی، نذاف۔ ان کے مکان بھی وہیں ہیں، قصابوں نے مسجد میں جو قبریں تھیں انھیں کھود کر بالکل نیست و نابود کر دیا، درخت موسری کا جس کے سایہ سے نمازیوں کو آرام ملتا تھا کاٹ ڈالا، گول در شمال کی جاتب جس سے نمازیوں کو بارش سے آرام ملتا تھا بند کر دیا، کنواں جس سے مخلوق کو نفع تھا اس کی ایک سیڑھی کا راستہ بند کر دیا گیا گویا ایک رخ بالکل بند کر دیا جس سے بہشتیوں کو از حد تکلیف ہے انھوں نے پانی بھرنا بند کر دیا۔ دو دیواریں بنا کر اس میں گھری لگا دی ہے جس سے کچھ نفع نہیں۔ یہ لوگ کس سزا کے مستحق ہیں؟ یہ کام اچھے کئے یا بُرے کئے؟ نذافوں میں سے ایک شخص نے کسی سے پوچھا یہ کنویں پر در دیوار کیا ہیں، اس نے اپنی جہالت سے کہا کہ یہ میرا.....



بنایا ہے لوگوں کے تکلیف دینے کو، تو کیا یہ شخص کافر ہو گیا؟ حالانکہ ان دیواروں کو وہ مسجد نہیں سمجھتا ہے بلکہ یہ شرارت کی دیواریں سمجھتا ہے کس سزا کا مستحق ہے؟

### الجواب

اگر یہ بیانات واقعی ہیں تو مسلمانوں کی قبروں کا کھود ڈالنا ہرگز جائز نہ تھا اس سے وہ توہینِ مسلمین کی سزا کے مستحق ہیں، سزا یہاں کون دے سکتا ہے، اور اگر یہ قبریں اس لئے کھودیں کہ اس جگہ پر نماز پڑھی جائے تو یہ نماز کو بھی خرابی میں ڈالنا ہے، قبور کی جگہ نماز جائز نہیں جب تک اندر تک کھود کر میت کے سب اجزاء نکال نہ دئے جائیں اور مسلمان میت کے ساتھ ایسا کرنا حرام حرام سخت حرام۔ درخت جو قدیم سے تھا اس کے کاٹنے کی کوئی وجہ نہ تھی، بلا وجہ شرعی نمازیوں کو تکلیف دینا سخت بد ہے۔ شمالی دروازہ کہ قدیم سے تھا اور اس سے نمازیوں کو آرام ملتا تھا اس کے بند کرنے کا بھی کوئی اختیار نہ تھا۔ کنویں کی ایسی روک جس سے پانی بھرنے والوں کو تکلیف ہو اور وہ بھرنے چھوڑ دیں ہرگز جائز نہیں، یہ سب بُرے کام ہوئے۔ اس نذات نے یہودہ کہا بُرا کیا مگر اس کے سبب کافر نہیں ہو سکتا کہ اس میں مسجد کی کوئی توہین نہیں، نہ وہ دیواریں مسجد کی ہیں۔ اس کے لئے اتنی سزا کافی ہے کہ تو نے یہودہ بکا۔ آئندہ احتیاط کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

### مسئلہ ۳۰۹ مسئلہ شیخ عفت اللہ کو توالی شہر بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک مسجد شریف قدیم ٹھوس تھی اہل اسلام نے اس کو منہدم کرنا کر مغرب کی جانب میں مسجد بنوائی اور مسجد قدیم کو اس کا صحن قرار دیا اور مسجد جدید اور صحن یعنی مسجد قدیم ہر دو کی کسی بلند کی اور نیچے تہہ خانے بنائے اور مسجد قدیم کے تہہ خانے کے حصے کو مسجد کی دکانوں میں شریک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس صحن میں نماز پڑھنے والوں کو ثواب مسجد کا ملے گا یا نہیں؟ اور اگر یہ جائز ہے تو اس طرح مسجد جدید کے تہہ خانے کو بھی کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟  
بیّنوا تو جروا۔

### الجواب

مسجد مسجد ہو جانے کے بعد دوسرے کام کے لئے کرنا حرام حرام سخت حرام ہے ان پر فرض ہے کہ مسجد قدیم کا تہہ خانہ بدستور سابق بند کر دیں اور اب کہ مسجد جدید کو مسجد کر چکے اس کے تہہ خانے کو بھی کرایہ پر دینا حرام ہے ہاں مسجد کو دینے سے پہلے دکانیں وقف مسجد کے لئے بناتے اور اس کے بعد ان کی چھت کو مسجد کرتے تو جائز تھا اب ہرگز حلال نہیں مسجد قدیم کو جدید کا صحن کر لیا اس میں حرج نہیں وہ بدستور مسجد ہے اور اس میں نماز مسجد میں نماز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۳۱** از شہر کہنہ محلہ کوٹ مسئلہ شیخ انعام اللہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ مسجد امام باڑہ متصل زیارت شاہ صاحب کے ایک  
 گوشہ میں واقع ہے اور گزشتہ زمانے کے شیعہ مذہب کے لوگ جو گھنٹوں کے پر و تھے ان کی تعمیر کردہ ہے۔ لیکن  
 اب مسجد مذکور اہلسنت کے قبضہ میں ہے اور کنویں مذکور سے ۳۳/۳۴ گز کے فاصلہ پر ہے، کنویں اور مسجد  
 کے درمیان بوجہ کوڑے اور گھاس کیڑے وغیرہ کا احتمال رہتا ہے، اسی لئے مسجد مذکور آباد نہیں ہوتی،  
 اہل محلہ چاہتے ہیں کہ مسجد مذکور کا طلبہ لب بڑک متصل کنواں اٹھالائیں اور یہاں مسجد تعمیر کر ایں تو جباز  
 ہے یا نہیں؟

### الجواب

اگر اس مسجد کا بانی رافضی تہراتی رد افض حال کا ہم عقیدہ تھا اور اسی مذہب پر مرا تو مسلمانوں  
 کو جائز ہے کہ اس کا عملہ دوسری مسجد میں لے جائیں، تیز جائز ہے کہ اس مسجد کی زمین کو بیچ کر جدید مسجد  
 میں لگائیں۔

فی الدر المختار لو وقف المرتد فقتل  
 اومات او ارتد المسلم بطل وقفہ۔  
 و اللہ تعالیٰ اعلم۔  
 و در مختار میں ہے کہ اگر مرتد نے وقف کیا پھر قتل  
 کر دیا گیا یا مر گیا یا مسلمان مرتد ہو گیا تو اس کا  
 وقف باطل ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

**مسئلہ ۳۱** مسئلہ حافظ عبد المجید از ضلع مراد آباد قصبہ بکھرا یوں محلہ چودھریاں  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے باپ جناب قبلہ و کعبہ حاجی  
 عبد الرحمن صاحب نے ۲ جولائی ۱۸۹۹ء کو اپنی حقیقت موضع کھادو جو پر گنہ ساپور ضلع مراد آباد قعدادی  
 مواضع چار بسوہ کو اور میرے بھائی حاجی عبد اللطیف خاں صاحب اور مجھ حافظ عبد المجید خاں نے اپنی  
 حقیقت سوا سو بسوہ موضع کافر پور و چک کافر پور پر گنہ ساپور ضلع بجنور کو بنا بر صرف مسجد و چاہ و پیاد  
 وقف کر دیا مگر وہ جگہ جہاں مسجد و کنواں تیار کرانے کا خیال تھا وہ جگہ آبادی قصبہ بکھرا یوں سے ڈیڑھ سو گز  
 کے فاصلے پر جنگل میں تھی اور مسجد لب بڑک سے جو آبادی میں بنی ہوئی ہے دو سو گز کے فاصلہ پر ہے بعد  
 وقف ہو جانے کے جو میری غیبت میں تکمیل ہوا تھا یہ خیال پیدا ہوا کہ اس جگہ مسجد کا بنانا کار آمد نہیں ہے  
 کیونکہ اس موقع پر بوجہ نہ ہونے آبادی کے آباد نہیں رہ سکتی مگر یہ خیال جناب والد بزرگوار صاحب سے

ظاہر نہ کر سکا تھا کہ میرٹھ اپنی ملازمت پر تشریف لے گئے وہاں سے ان کا والا نامہ صادر ہوا کہ فوراً مسجد کی تعمیر کرو میں نے بخوف ان کی ناراضی کے اپنا خیال تو ظاہر نہ کیا مگر بموجب ارشاد قعیل یہ کر دیا کہ دیہات سے چار بیگاری جمع کر کے مسجد کی نیو معین بنیاد کندہ کرائی اور زمین برابر نیو چوادی چونکہ موسم برسات آنے والا تھا والد بزرگوار قبلہ کو بطور عرض یہ عرض کیا کہ بنیاد بھر وادی گئی اور تعمیر مسجد بعد برسات شروع کی جائے گی، اس کے بعد میں خود جناب والد صاحب قبلہ کے پاس پہنچا اور ان سے اپنا خیال ظاہر کیا کہ مسجد تو بموجب ارشاد عالی بنا دی جائے گی مگر اس کی آبادی کی کون سی صورت ہے، اول جناب والا وہاں پر اس کا زمانہ و مردانہ بنادیں اور میں وہاں محلہ آباد کر لوں تب مسجد تیار ہونی چاہئے، انھوں نے اس بات کو بخوبی منظور فرمایا، اس عرصہ میں ان کا انتقال ہو گیا مگر کنواں و پیاد تیار ہو گیا تھا اور بدستور جاری نہ مکان تھا نہ وہ آباد ہوا۔ ہم دونوں بھائی آپس میں تجذا ہو گئے اور اس وقف کا بعد جناب قبلہ کے میں متولی رہا۔ ایک مسجد درمیان آبادی منہدم ہو گئی تھی، میں نے اس روپیہ سے وہ مسجد از سر نو بنوائی اور وہ بنیاد مسجد جو جنگل میں بیگاریوں سے بھر وادی تھی اکھڑا کر اس کی اینٹیں بھی اس میں لگو کر تیار کر وادی، اب اس وقف کی رقم جمع ہے اور ایک مسجد محلہ جو میرے مردانہ مکان کے پیش دروازہ ہے از حد مرمت طلب ہو رہی ہے اور کوئی صاحب اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ میرا خیال ہے کہ اگر شرع شریف اجازت دے تو میں اس مسجد کی اس روپیہ سے مرمت کر ادوں۔ دوسرے یہ کہ وہ مسجد جہاں جنگل میں پہلے بنیاد بھر وادی تھی اور وہ اس وجہ سے کہ یہ کسی وقت کا رآمد و آباد نہیں ہو سکتی اکھڑا ڈالی گئی تھی اس کا بنانا ضروری ہے یا اس مسجد کی مرمت کر دینا ضرور ہے؟

### الجواب

جسکے یہ صحیح ہو کہ وہ جگہ آباد نہیں ہو سکتی اور وہ مسجد کام میں بھی نہ آئے گی تو وہ مسجد نہ ہونی، ان اینٹوں اور روپے کو دوسری مسجد میں صرف کر سکتے ہیں، عالمگیری میں ہے:

سجل بنی مسجدانی مفاندة حیث  
لا یسکنہا احد، وقل ما یر بہ النساء  
لہ یصور مسجد ا لعدم الحاجة الی صیودتہ  
مسجد ا کذا فی الغرائب  
واللہ تعالیٰ اعلم

اگر کسی شخص نے جنگل میں مسجد بنا دی جہاں کوئی بھی نہیں رہتا اور بہت کم ہی کسی انسان کا وہاں سے گزر ہوتا ہے تو وہ مسجد نہیں ہوتی کیونکہ اس کے مسجد ہونے کی ضرورت نہیں، غرائب میں ایسا ہی ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۱۲ از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئلہ منشی فتح محمد صاحب ۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ،

- (۱) ایک مسجد اہل سنت و جماعت کی تعمیر ہو رہی ہے اور اس کا چند جمع ہو رہا ہے، اس مسجد میں کس کس مذہب کا پیسہ لگانا جائز ہے اور کس کس مذہب کا ناجائز؟  
(۲) ایک مسجد رافضی کی تیار کی ہوئی ہے جو اس وقت ایک گوشہ میں ویران پڑی ہے اس میں اہلسنت و جماعت کی یہ رائے ہے کہ اس مسجد کو شہید کر کے دوسری جگہ مسجد تعمیر کرائی جائے اس کی زمین کا پیسہ دوسری مسجد اہلسنت و جماعت میں لگایا جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟ اور اس مسجد کا آب کوئی فساد کرنے والا نہیں۔

### الجواب

- (۱) مسجد میں صرف اہلسنت کا پیسہ لیا جائے، کافروں یا مرتدوں کا ناپاک مال نہ لیا جائے۔  
(۲) رافضی جو ایسا ہی مذہب رکھتا ہے جیسا کہ آج کل کے رافضیوں کا ہے اگر اس نے مسجد بنائی اور مرگیا تو اس کی مسجد کی زمین اور عملہ بیچ کر دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں جبکہ فساد کا اندیشہ نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱۳ از حصار محمد عبدالرشید مدرسہ انجمن محاسن الاسلام احاطہ عبدالغفور خاں

۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دکان مرہونہ مسجد کے نام کسی صورت میں جائز ہے یا نہیں؟ بتینوا تو جروا۔

### الجواب

دکان کہ مسجد پر وقف کی گئی اور واقف نے شرط وقف میں اس کے بدلنے کی اجازت نہ لکھی وہ کسی طرح نہیں بک سکتی، مگر یہ کہ تباہ و ویران ہو جائے اور کوئی صورت اس کی آبادی کی نہ رہے تو اسے بیچ کر دوسری جگہ دکان خرید کر متعلق مسجد کر دے یا دکان پر کسی ظالم کا قبضہ ہو گیا اور اس سے کسی طرح رہائی نہیں ہو سکتی مگر دام دینے پر راضی ہے تو لیں اور دوسری دکان اس کی جگہ قائم کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱۴ از شہرکنہ درگاہ شاہ دانا صاحب قدس سرہ مسئلہ رحمت علی صاحب ۳ جمادی الآخر ۱۳۹۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہ دانا صاحب کا مزار شریف ایک چھوٹے سے



کے اندر نور افروز ہے اور اسی احاطہ میں ایک مسجد اور ایک خانقاہ جانب شمال و تین گز کے فاصلہ سے واقع ہے خانقاہ قدیم الایام یعنی مزار شریف کی تعمیر کے زمانہ سے اب تک واسطے ٹھہرنے یا حسین زائرین مقرر ہے، چنانچہ اکثر اولیاء اللہ ساجی درویش اور سالکین استقامت کیش جو وقتاً فوقتاً واسطے زیارت اور حاصل کرنے مراد اور برکات کے دُور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں تو اسی خانقاہ میں ٹھہرا کرتے ہیں اور جو کہ ایام عرس میں تھینا ایک ہزار مرد و عورت و لڑکی لڑکے جو ان بڑے مزار اقدس میں جمع ہوتے ہیں اور یہ بھیر بھار تقریباً ایک ماہ تک رہتی ہے تو اس ہنگامہ میں سوا اس مکان کے دھوپ اور بارش وغیرہ کے بچاؤ کے لئے اور کوئی مکان مطلق نہیں ہے اگر وہ مکان نہ ہو تو زائرین کو از حد پریشانی اور تکلیف ہو، دوسرے یہ کہ اس خانقاہ کے اندر دو ایک قبریں بھی ہیں اور ایک قبر خلیفہ ولایت علی صاحب کی بھی ہے کہ اس قبر کو ہمارے اس پر لڑکے پڑھتے ہیں، اب اس خانقاہ اور شرقی حصہ مزار شریف کو عرصہ تقریباً دو ایک ماہ سے بلا اجازت متولی صاحب و بغیر منشا خادین چولشت بالشت سے اس پر بطور مالکانہ کے قبضہ رکھتے ہیں چند اشخاص و بانی محلہ شاہانہ نے بتقریب حکم مصلیان جدید اس میں جدید مدرسہ قائم کیا ہے، مدرسہ کے اکثر طلبہ جو خانقاہ میں قبریں ہیں ان پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور مزار شریف میں سونے ادبی اور باندی اور دست کشی کرتے ہیں اور چھوٹے لڑکے ساتھ مسجد میں جا کر فرش مسجد اور لوٹوں کو ناپاک کرتے ہیں اس صورت میں اسلامی قانون جو کی مطابق مقام مذکور پر مدرسہ رکھ سکتا ہے یا نہیں جبکہ بانی مہانی عمارت شریف کی یرسیت اور منشاء نہ ہو اور متولی ان حرکات سے اور مدرسہ کے قیام سے قطعاً راضی نہ ہو اور مسافریں اور زائرین کی جگہ جبراً چھین لی ہو اور لڑکے اس مقام متبرک پر گنبداد سے بے ادبی کرتے ہوں اور قبروں کو شست گاہ بنایا ہو۔ بیوقوف تو بھروا۔

### الجواب

اگر خانقاہ میں عاقل، بالغ، باادب، باتمیز اور قریب بلوغ متادب لڑکوں کے لئے درس دینے کی اجازت دی جاتی اور قبور کی بھیر مٹی نہ کی جاتی اور حاضرین پر ٹھہرنے کی جگہ تنگ نہ ہوتی اور ایام عرس شریف میں خانقاہ ان کے لئے خالی رہتی اور یہ سب کچھ عاریتہ ہوتا نہ کہ خانقاہ یا مسجد پر مالکانہ قبضہ تو حرج نہ تھا مگر مسجد کی بے حرمتی حرام اور اس میں بچوں کا جانا ممنوع۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،  
 جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانبینکم و  
 اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، پاگلوں اور اپنی آوازیں  
 اونچی کرنے سے بچاؤ۔ (ت)



اور مسلمان کی قبر پر بیٹھنا یا چلنا ناجائز ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،  
 لان اطا علی جمرۃ حتی مخلص الی جلدی  
 محفل چنگاری پر پاؤں رکھنا یہاں تک کہ وہ جوتا توڑ کر  
 کھال تک پہنچ جائے اس سے زیادہ پسند ہے  
 کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔  
 معنہ کا یہ

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا،

لان امشی علی سبیل احب الی من ان  
 امشی علی قبر مسلم او کما قال صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم۔  
 مجھے تلوار پر چلنا مسلمان کی قبر پر چلنے سے زیادہ پسند  
 ہے (جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
 فرمایا۔ ت)

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے،

یکرة القعود علی القبر لان سقف القبر  
 حق المیت بہ  
 قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ قبر کی چھت میت کا  
 حق ہے۔ (ت)

فتح القدیر و درمختار و رد المحتار میں ہے،

المرور فی سکتۃ حادثۃ فی المقابر حرام  
 قبرستان میں جو یا راستہ بنایا جائے اس میں چلنا  
 حرام ہے۔ (ت)

اور مسلمان کی قبر کو ہموار کر دینا اور بھی سخت حرام۔ حاضرین کے لئے جگہ تنگ کرنا جن کی اصل وضع خانقاہ ہے  
 وقف میں تصرف بے جا اور مخالفت غرض واقف ہے کہ شرعاً ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۱۶/۱۸ از ضلع بردوان مقام رانی گنج مسئلہ میرضامن سیکریٹری مدرسہ العلوم ۹ شعبان ۱۳۳۹ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین،

۳۱۲/۱	کتاب الجنائز	قدیمی کتب خانہ کراچی	۳۱۲/۱
۱۰۴/۲	سنن ابوداؤد کتاب الجنائز	باب کراہیۃ القبور علی القبر آفتاب عالم پریس لاہور	۱۰۴/۲
۳۸۴/۲	الترغیب والترہیب	الترہیب من الجاوس علی القبر مصطفیٰ البابی مصر	۳۸۴/۲
۱۱۳	سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز	باب ما جاز فی النہی عن امشی علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۱۱۳
۳۵۱/۵	فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ	الباب السادس عشر فی زیارة القبور نورانی مکتب خانہ پشاور	۳۵۱/۵
۲۲۹/۱	رد المحتار کتاب الطہارۃ	فصل الاستنجاء و اراحۃ التراث العربی بیروت	۲۲۹/۱

(۱) مسجد کی موقوفہ جائیداد کا متولی مسجد یا مسجد کے متعلق مکان میں تنہا اپنی رائے سے کسی قسم کی ترمیم کر سکتا ہے یا نہیں ایسی صورت میں کہ مصلیان مسجد اس ترمیم کے سخت مخالف ہوں۔

(۲) مسجد کی کوٹھری یا حجرہ یا مسجد کا مدرسہ آیا متولی موصوف کی ملکیت ہے یا ان کا نظم و نسق وغیرہ۔ امام و مؤذن کی تقرری و برخاستگی عام مصلیان مسجد کے اتفاق پر موقوف ہے مصلیان مسجد کو اس کے متعلق کوئی باز پرس کرنے کا اور جمع خرچ کے سمجھنے کا اختیار ہے یا نہیں؟

(۳) مصلیان مسجد کے خلاف میں اگر کسی مسجد کا متولی دوسری مسجد کے نمازیوں کو اپنے ساتھ ملا کر مخالفت سے اس مسجد میں کوئی ناپسندیدہ کام کرنا چاہے اور اس کی قابل مرست چیزیں غراب ہو رہی ہوں تو مصلیان مسجد کو اس پر رکاوٹ کا مجاز اور متولی کو ان کا متغیٰ الراءے کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

### الجواب

(۱) اگر اس ترمیم کا اختیار اسے واقف نے دیا تھا تو کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ یہ بات ملاحظہ شرائط وقف سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

(۲) مسجد اور اس کے متصل کوئی شے نہ متولی کی ملک ہے نہ مصلیوں کی نہ کسی غیر خدا کی، وہ سب خالص ملک الہی ہے، اوقاف مسجد کا انتظام متولی کے سپرد ہے اور امام و مؤذن کا نصب و عزل بانی مسجد یا اس کی اولاد پھر مصلیوں کے متعلق ہے متولی جو بات خلاف شرائط وقف کرے مصلی بلکہ عامہ مسلمین اس سے باز پرس کر سکتے ہیں۔ متولی امین ہے جب تک اس کی خیانت کا صحیح مظنہ نہ پیدا ہو وہ جمع خرچ سمجھانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ درمختار میں ہے :

سئل قاری الهدایۃ عن طلب محاسبۃ قاری الهدایۃ سے اس شخص کے بارے میں سوال  
شریکہ فاجاب لا یلزمہ بالتفصیل و کیا گیا جو اپنے شریک سے محاسبہ کا سوال کرے  
مثله المضارب والوصی والمتولی، نہریہ تو قاری ہدایہ نے جواب دیا کہ شریک پر مفصل جواب  
دینا لازم نہیں، اسی کی مثل ہے مضارب، وصی اور متولی، نہریہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے : یحمل اطلاقه علی غیو المتہم (اس کا اطلاق اس شخص پر محمول کیا جائیگا

جس پر تہمت نہ لگائی جاتی ہو۔ ت)

(۳) سائل نے ناپسندیدہ کام کی تفصیل نہ کی، ان کو ناپسندیدہ ہے یا شرعاً، جو شرعاً ناپسندیدہ ہے اس کا اختیار کسی کو نہیں، نہ وہ کسی کے متفق الرائے ہونے سے ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱۹ مولوی غلام محی الدین صاحب راندیری ۱۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ جام نگر (علاقہ کاٹھیاوار) میں دو مسجدیں ایسی مسلمان بائیوں (عورتوں) کے نام سے بنی ہوئی ہیں کہ کافر راجہ نے ان کو باوجود اسلام پر قائم رہنے کے اپنی ہی مجامعت میں ہمیشہ کے لئے قائم و دائم زبردستی کر کے رکھا ایک خانمہ بائی کی مسجد راجہ سے مال کثیر لے کر اصل پرانی مسجد پر اپنے مسلمان ناظر نوکر کے مال حوالہ کر کے مسجد بنائی ہے۔ اسی طرح دوسری امرت بائی کی مسجد نو تعمیر ہو کر امرت بائی کے نام سے مشہور ہے۔ دوسرے راجہ کے وقت میں قصبہ ہذا میں سات مسجدیں سات بائیوں کے نام سے پچاس سال ہوئے ہیں بنائی ہیں:

ایک دھن بائی کی مسجد جو جامع مسجد دھن بائی کی مشہور ہے پرانی مسجد پر اس کی تعمیر ہوئی۔

دوسری ناٹھی بائی کی مسجد رافضی پورہ محلہ میں پرانی مسجد کو شہید کر کے نئی بنائی گئی ہے۔

تیسری جان بائی کی ماور کی مسجد، یہ بھی ایک پرانی مسجد شہید کر کے نئی بنائی گئی ہے۔

چوتھی دالبائی کی مسجد جو پرانی جبل کے قریب بالکل نئی تعمیر کی گئی ہے۔

پانچویں رتن بائی کی مسجد لنگھاواڑ میں نئے سرے سے بنائی گئی ہے، قبل ازیں یہاں کوئی مسجد

نہ تھی۔

چھٹی مہس بائی کی مسجد جو ملک لوگوں کی مسجد تھی اس کو شہید کر کے وسیع پیمانے پر بنائی گئی ہے۔

ساتویں چھوٹی دھن بائی کی مسجد جو گجراتی وار میں کہنہ خور مسجد کو شہید کر کے اسی پر بنائی گئی ہے۔

یہ عورتیں مسلمان صوم و صلوة کی پابند تھیں اور کافر راجاؤں کے جبر سے مرتے دم تک ان کے

مکان میں رہیں، اور راجاؤں سے ان عورتوں نے مال حاصل کر کے اپنے نوکر مسلمان ناظر کو مال حوالہ

کر دیا اور ان ناظروں نے مسجدیں بنا کر مسلمانوں کے قبضہ میں کر دیں اور تا اس دم مسلمانوں کے قبضہ

میں ہیں۔ یہ عورتیں مر چکی ہیں، ان کی ہر ایک کی قبر ہر مسجد کے فناء میں بنی ہوئی ہے اور ان میں سے

جو مسجدیں سابق پرانی مسجدوں کو شہید کر کے تعمیر کی گئی ہیں، ان کے فناء میں اولیاء کے مزار بھی ہیں، ان

مسجدوں کے ان بائیوں کے نام سے موسوم ہونے پر کافر کا روپیہ لگنے کے باعث اگرچہ ان عورتوں میں

ایک نے اپنے نوکر ناظر مسلمان کو حوالہ کر کے مسجد کی تعمیر کرائی ہے اور مسلمانوں کے قبضہ میں کر دی گئی۔

باوجود اس کے مسلمانوں کے دو گروہ ازاں دم تا ایں دم چلے آتے ہیں، ایک گروہ ان مسجدوں میں نماز پڑھنا جائز سمجھتا ہے اور دوسرا گروہ بوجہ بالانا جائز سمجھ کر ان میں نماز نہیں پڑھتا اور پڑھنے والے کو روکتا ہے، سترض گروہ نے اپنے استدلال میں ایک عربی رسالہ بھی لکھا ہے جو منسلک استفتاء ہذا ہے۔ فائلیں جواز اکثر فتاویٰ کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ یہ مسجدیں اپنے مصارف کے لئے قطعاً کسی کی محتاج نہیں ہیں کیونکہ ہر مسجد اپنے تعلق میں دکانیں رکھتی ہے، موجودہ کافرا جہ کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ان مسجدوں میں بحکم شرع شریف نماز ناجائز ہے تو وہ ان کے انہدام میں ایک لمحہ دیر نہ لگائے اور مسجدیں دکانیں جن کی عمارت تقریباً دلاکھ بلکہ زائد ہوگی مسلمانوں کے قبضہ و تصرف سے نکل جائیں گی اور مزارات اولیاء کرام جو ان مسجدوں کی فنا میں واقع ہیں مسمار کر دئے جائیں گے، آپ نہایت تفصیل سے عام فہم زبان میں ارشاد فرمائیں کہ حکم شرع شریف کیا ہے تاکہ مسلمانوں میں فساد نہ کورہ بالا کی نیخ کنی ہو جائے۔ بیتنوا تو حبروا۔

### الجواب

وہ مسجدیں شرعاً مساجد ہیں اور ان میں نماز قطعاً جائز، اور ان کا بدیم ظلم شدید اور ان میں نماز پڑھنے سے روکنا، ان کی ویرانی میں کوشش کرنا حرام۔

قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم من من مسجد <sup>اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس سے بڑھ کر ظالم</sup>  
 اللہ ان ینذکر فیہا اسمہ وسعی فی <sup>کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الہی لینے سے</sup>  
 خوابہا <sup>روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کی۔</sup>

عربی رسالے میں اجرت زنا کی حرمت کا بیان ہے اس میں کسے کلام ہے مگر اسے یہاں سے کیا علاقہ، اور ان مسجدوں کی ابطال مسجدیت سے تو اسے اصلاً مس نہیں، یہاں نہ اجارہ ہوا نہ وہ مال کران عورتوں نے پایا اجرت تھا، نہ ان کے لئے حکم حرمت تھا، اور بالقرض ہوتا تو ان مسجدوں کو مسجد نہ ماننا جہالت تھا، اولاً اجارہ کہ بیع منافع ہے مثل بیع محتاج ایجاب و قبول و تراضی طرفین ہے اور سوال میں ہے زبردستی کر کے رکھا، کافرا جاؤں کے جبر سے رہیں تو نہ کوئی اجارہ تھا نہ ایجاب و قبول، خود رسالہ عربیہ میں اقرار کیا ہے کہ صورت بھٹ عنہا میں عقد اجارہ نہیں تو مسئلہ اجرت زنا کی بحث بیکار تھی۔ رہا رسالہ کا یہ گمان کہ جب بے عقد ہے تو بدرجہ اولیٰ حرام ہے کہ اب اس کی حرمت پر اتفاق ہے، ذخیرۃ العقبے میں ہے،





کہنا کہ :

ما تاتخذ الزانية على الزنا بغير عقد  
الاجارة حرام اتفاقا وهو المبحوث  
عنه۔

جو کچھ زانیہ زنا پر بغیر عقد اجارہ کے لے وہ بالاتفاق  
حرام ہے اور یہ زیر بحث ہے۔

(ت)

یوں بھی صحیح نہیں اور اب مالِ کافر کی قید نہ رہی،  
ففي الهندية عن المحيط عن المتقي ابراهيم عن  
محمد امرأة نائمة او صاحب طبل او زممارا اكتسب  
مالا قال ان كان على شرط مدة على اصحابه لانه  
اذا كان الاخذ على الشرط كان المال بمقابلة المعصية  
فكان الاخذ معصية والسبيل في المعاصي شرها ما  
اذا لم يكن الاخذ على الشرط لم يكن الاخذ معصية والدفع  
حصل من المالك برضاة فيكون له ويكون حلالا له۔

پس ہندیہ میں محیط سے بحوالہ متقی ابراہیم سے  
بروایت امام محمد منقول ہے کہ نوحہ کرنے والی  
عورت، ڈھول بجانے والے اور سارنگی بجانے  
والے نے جو مال کمایا اگر وہ کسی شرط پر تھا تو  
وہ مالکوں کو واپس کریں کیونکہ جب اس کا لینا شرط  
پر ہوا تو وہ معصیت کے مقابلہ میں ہوا اور معاصی  
میں جھٹکارے کی سبیل اس کو مالکوں کی طرف  
نہ ہوتا ہے اور اگر وہ شرط کی بنیاد پر نہ تھا اس کا لینا معصیت نہ ہوا اور یہ دینا خود مالک کی طرف سے اس  
کی رضا کے ساتھ متحقق ہوا لہذا وہ اس کے لئے حلال ہوگا۔ (ت)

ثالثاً حقیقت امر یہ ہے کہ نواب راجہ جو عورتیں رکھتے اور انہیں اپنا پابند کرتے ہیں اپنے  
زعم مردو میں انہیں مثل ازواج و کنیزاں رکھتے ہیں اور جو کچھ ادرار و ماہوار انہیں دیتے ہیں نہ بغرض زنا ہوتا  
ہے نہ بشرط زنا بلکہ نفقہ ازواج کی طرح جزاء احتساب سے سمجھ کر دیتے ہیں ولہذا اگر ان میں بعض کی صورت  
بھی مہینوں نہ دیکھنے میں آئی ادرار میں فرق نہیں آتا یہ جس ضرور ظلم و حرام ہے اور اگر برضائے زنا  
ہو تو قطعاً یہ بھی عاصیہ کہ رضا بالحرام حرام ہے لیکن جب بالجبر ہے تو اس کی طرف سے معصیت نہیں  
قال تعالى ومن يكرههن فاست الله  
من بعد اكرههن غفور رحيم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور جو ان پر جبر و اکراہ کرے  
تو اللہ تعالیٰ ان عورتوں کے مجبور ہونے کے بعد  
بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹  
۲۔ القرآن الکریم ۲۵/۳۳

تو وہ ان کے لئے کسی طرح مقابل معصیت نہیں اور امام محمد کا ارشاد بلا وقت صادق کہ مال برضا ئے مالک ملکہ  
توان کے لئے حرام نہیں۔ علاوہ ماہوار بعض منظورات نظر کو اور اموال جو زائد دیتے ہیں مسلم کی طرف سے  
ہوتے تو ضرور حرام ہونے کہ رشوت تھی،

والرأشی والمرشی کلہما فی الناس۔ رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں جہنمی ہیں (ت)  
لینے والی مالک نہ ہوتی اور ان کا دینے والے کو واپس دینا فرض ہوتا۔ ہندیہ میں قبیح سے ہے،  
المتعاشقان یدفع کل واحد منهما لصاحبه باہمی معاشرتہ کرنے والوں میں سے ہر ایک نے  
اشیاء فہی رشوة لا یثبت الملك فیہا جو دوسرے کو دیا وہ رشوت ہے اس سے ملک  
وللدا فہم استردادھا۔ ثابت نہیں ہوتی اور دینے والے کو اختیار ہے  
کہ واپس لے لے۔ (ت)

یہاں کہ دینے والا حربی غیر مستامن ہے اور ان کی طرف سے غدر نہیں بلکہ برضا ئے مالک ہے تو بحکم  
استیلاء ان کی ملک ثابت اور ہدایہ کا ارشاد صادق کہ،

بای طریق اخذہ المسلم اخذہ مالاً مباحا۔ مسلمان جس طرح بھی لے ایک مال مباح لیتا ہے  
اذا لم یکن فیہ غدر۔ جبکہ اس میں غدر نہ ہو۔

خصوصاً وہ روپیہ کہ راجہ سے مسجد کے لئے مانگ کر لیا اور اس نے بخوشی دیا اسے زبردستی زیر حرمت  
مان لینا کیا معنی۔

مرا بعباً بالفرض یہ روپیہ حرام ہی ہوتا تو امام کفرخی کے مذہب مفتی بر پر مسجد کی طرف اس کی  
خباثت سرایت نہ کر سکتی جب تک اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوتے یعنی وہ روپیہ دکھا کر یا ٹکوں اینٹ ٹکریاں  
زمین وغیرہ خریدی جاتیں کہ اس روپے کے عوض میں دے پھر وہی زر حرام ثمن میں ادا کیا جاتا۔ ظاہر  
ہے کہ عام خریداریاں اس طور پر نہیں ہوتیں تو اب بھی ان مسجدوں میں اثر حرام ماننا جزا ف و باطل تھا۔  
تنویر الابصار میں ہے،

تصدق بالقلۃ لتصرف فی المصنوب اور باقی ماندہ منفعت کو صدقہ کہے اگر اس نے مفسوب اور

لہ کنز العمال بحوالہ طب ص عن ابن عمر حدیث ۱۵۰۰۰ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۱۳/۶

الترغیب والترہیب ترہیب الراشی والمرشی مصطفیٰ البابی مصر ۱۸۰/۳

۱۵ فتاویٰ ہندیہ کتاب الحبۃ الباب الحادی عشر فی المستفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲۰۳/۴

۱۶ الحدیث کتاب البیوع باب الربو مطبع یوسفی کھنؤ ۸۴/۳

او الودیعة وبلغ اذا كان متعینا بالاشارة  
او بالشراء بدرهم الودیعة او الغصب  
ونقدھا واث اشار الیھا ونقد غیرھا  
او الی غیرھا او اطلق ونقدھا لا وبہ  
یفتی

کیا اور ادا دوسرے درہم کئے یا اشارہ درہم غصب و ودیعت کے غیر کی طرف کیا اور ادا درہم غصب و  
ودیعت کے یا ذکر مطلق درہم کا کیا بلا اشارہ کے اور ادا درہم غصب و ودیعت کے تو ان تینوں صورتوں  
میں منفعت صدقہ نہ کرے، اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ (ت)

خامساً پورے تنزل کے بعد بالفرض سرایت خبیث بھی سہی تو یہ خبیث بوجہ فساد ملک ہوگا  
نہ بوجہ عدم ملک کہ بسبب استیلا ملک زناں میں شبہ نہیں۔ درمختار میں ہے،

دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضه  
لشي منہم فلو اخرج شينا ملكه ملكا حراما  
للغدر فيصدق به۔  
اگر کوئی مسلمان دار الحرب میں امان لے کر داخل  
ہوا تو ان کی کسی چیز سے تعرض کرنا اس کو حرام ہے  
اگر وہ ان حربی کافروں کی کوئی چیز نکال لایا تو

دغا بازی کی وجہ سے اس کا مالک بر ملک حرام ہوا لہذا اس کو صدقہ کرے۔ (ت)  
تو اس صورت میں بھی صحت مسجدیت و جواز نماز کے لئے روایات کثیرہ جلیلہ موجود ہیں متفرقات وقف  
عالمگیر میں محیط سے ہے،

لو اشتري اس ضا شراء فاسدا فقبضھا  
واتخذھا مسجدا وصلی  
الناس فیہ ذکى هلال رحمة الله تعالى  
فی وقفه انه مسجد وعلى المشتري  
قيمتها ولا ترد الى البائع قال  
هلال هذا قول اصحابنا  
اگر کسی نے شرار فاسد کے ساتھ کوئی زمین خریدی  
اور اس پر قبضہ کر کے اس کو مسجد بنا دیا اور لوگوں  
نے اس میں نماز پڑھ لی تو ہلال رحمتہ اللہ تعالیٰ  
علیہ نے وقف میں فرمایا کہ وہ مسجد ہے اور  
اس کی قیمت مشتری کے ذمے ہے اس کو بائع  
کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا، ہلال رحمتہ اللہ نے

فرمایا کہ ہمارے اصحاب کا یہ قول مسجد کے بارے میں ہے اور وقف کو اسی پر قیاس کیا جائیگا (ت)

فتاویٰ قاضیخان نیز ہندیہ اوائل الوقف میں ہے،

لو اشتری ر جل د اس اشرء فاسدا و  
قبضہا ثم وقفہا علی الفقراء و المساکین  
جانہ و تصیر وقفہا علی ما وقفہا و علیہ  
قیمتہا۔

تَنْوِيرُ الْأَبْصَارِ أَحْكَامُ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ فِيهِ ،  
فَإِنْ وَقَفَهُ وَقَفَا صَحِيحًا فَقَدْ

اگر اس کو وقف صحیح کے ساتھ وقف کیا تو نافع ہو جائے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے :

لانہ استہلکہ حین وقفہ و آخرجہ عن  
ملکہ وما فی جامع الفصولین علی خلاف  
ہذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف<sup>رحمہ</sup>

اس لئے کہ اس نے وقت کر کے اس کو ہلاک کر ڈالا  
اور اس کو اپنی ملک سے خارج کر دیا، اور وہ جو  
جامع الفصولین میں اس کے خلاف آیا ہے وہ صحیح  
نہیں جیسا کہ مصنف نے اس کو تفصیل سے بیان کیا۔

روا المختار میں ہے :

جامع الفصولین لووقفه او جعله مسجدا  
لا یبطل حق الفسخ ما لم یبن اھ اے  
فالمانع من الفسخ هو البناء حملہ فی

جامع الفصولین میں ہے کہ اگر مشتری نے اس کو  
وقف کیا یا مسجد بنایا تو جب تک عمارت نہ بنائے  
حق فسخ باطل نہیں ہوتا اھ یعنی مانع فسخ عمارت ہے

۱۰ فتاویٰ ہندۃ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المستفقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۸۵-۸۴

٥٢ " " الباب الاول في تعريفه " " ٣٥٣/٢

۳۵ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب البعوض باب البعید الفاسد مطبع مجتبی دہلی ۲۹/۲

۱۰ " " " " " " " ہے در مختار





مسئلہ ۳۲۱ از گرواژہ ریاست برودہ مسئلہ یوسف علی خاں بہادر ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عرصہ دس سال سے اپنی کتابیں جامع مسجد  
 برودہ میں فی سبیل اللہ وقف کر دی ہیں، عرصہ دس سال سے انجمن اصلاح اہلسنت وجماعت کے قبضے میں  
 ہیں اب وہ شخص رافضی کی طرف داری میں ہو کر کتب خانہ موقوف کو واپس اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہے تو وہ  
 شخص اس بات کا مستحق ہے کہ انجمن اہل سنت وجماعت کا قبضہ چھڑا کر اپنا قبضہ کرے یا کتابوں کو دوسری  
 مسجد یا مدرسہ کی طرف منتقل کر دے۔ بینوا تو جروا۔

### الجواب

اگر اس نے کتابیں مسجد جامع پر وقف کیں تو جائز نہیں کہ وہ کسی مدرسہ یا دوسری مسجد کی طرف منتقل  
 کی جائیں۔ ردالمحتار میں ہے،

ظاہرہ انہ یكون مقصورا على ذلك المسجد  
 وهذا هو الظاهر حيث كان الواقف عين  
 ذلك المسجد  
 قنیه میں ہے،

سبل مصحفا في مسجد يعينه للقراءة  
 ليس له بعد ذلك ان يدفعه الى اخر من  
 غير اهل تلك المحلة للقراءة  
 کسی شخص نے قرآن مجید ایک خاص مسجد میں تلاوت  
 کے لئے صدقہ کیا تو اب اس کو اختیار نہیں کہ  
 وہ اس مسجد کے اہل محلہ کے علاوہ کسی دوسرے  
 کو پڑھنے کے لئے دے۔ (ت)

### در مختار میں ہے،

وبہ عرف حکم نقل کتب الاوقاف  
 من محالہا لا انتفاع بہا، والفقہاء  
 بذلك مبتلون فان وقفها على  
 مستحق وقفه لم يجوز نقلها و  
 اسی سے کتب اوقاف کے انتفاع کی غرض کا اپنے  
 مکانات سے منتقل کرنے کا حکم معلوم ہو گیا اور  
 فقہاء اس کے ساتھ مبتلی ہیں پس اگر تو واقف  
 نے صرف اپنے وقف (یعنی اپنی مسجد و مدرسہ) کے

ان علی طلبہ العلم وجعل مقرها فی  
خزانته الی فی مکان کذا فف جواز  
النقل تردد نہر ہے  
مستحقوں کے لئے ان کتابوں کو وقف کیا ہے تو ان  
کو منتقل کرنا جائز نہیں اور اگر مطلقاً طالبان علم کیلئے  
وقف کیا اور ٹھکانا ان کتابوں کا اپنے اس خزانہ  
میں مقرر کیا جو فلاں مکان میں ہے تو منتقل کرنے کے جواز میں تردد ہے، نہر (ت)  
رد المحتار میں ہے،

الذی تحصل من کلامہ انہ اذا وقف  
کتبا وعین موضعها فان وقفها علی  
اہل ذلک الموضع لم یجز نقلها منہ  
لالہم ولا بغيرہم، وظاہرہ انہ لا یحل  
لغيرہم الانتفاع بہا، وان وقفها علی طلبۃ  
العلم فکل طالب الانتفاع بہا فی محلہا، و  
اما نقلها منہ ففیہ تردد ناشئ مما قد مر  
عن الخلاصۃ من حکایۃ القولین من انہ  
لو وقف المصحف علی المسجد ای بلا تعین  
اہلہ قیل یقرأ فیہ ای یختص باہلہ المترددین  
الیہ وقیل لا یختص بہ ای فیجوز نقلہ  
الی غیرہ وقد علمت تقویۃ القول الاول بما مر  
عن القنیۃ ہے  
قول یہ ہے کہ اس کے ساتھ مختص نہیں لہذا اس کو منتقل کرنا جائز ہے تو تحقیق تو قول اول کی تقویت قنیہ کی  
تائید سے پہلے ہی جان چکا ہے۔ (ت)

واقف کتب اگر کتابیں اسی مسجد میں رکھنا چاہتا اور قبضہ انجمن سے نکال کر اپنا قبضہ متولیٰ نہ رکھتا تو  
اس کے جواز کی طرف راہ تھی، امام ابو یوسف کے نزدیک جائز تھا، اسبابہ میں فرمایا یہ یفتی (اسی پر  
فتویٰ ہے۔ ت)، اور امام محمد کے نزدیک ناجائز تھا جب تک وقت وقف یہ شرط نہ کر لیتا کہ متولیٰ کے  
لے در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۳۸۱/۱  
لے رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۶/۲

بدلنے کا مجھے اختیار ہے۔ صاحب ہدایہ نے تجنیس میں فرمایا: الفتویٰ علی قول محمد (فتویٰ امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہے۔ ت) اور اسی پر علامہ قاسم نے تصحیح القدوری اور خود صاحب اشباہ نے اپنے رسائل میں جزم فرمایا کہ ناجائز ہے لیکن اگر وہ قبضہ اس لئے چاہتا ہے کہ کتابیں دوسری جگہ منتقل کر دے تو اس کی اجازت نہ دیں گے اور اگر رافضی کو متولی کرنے کے لئے یہ حیلہ کرتا ہے تو بالاتفاق ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ رافضی کا متولی کرنا حرام محض ہے کما حقناہ فی الفتویٰ الاولیٰ (جیسا کہ پہلے فتوے میں ہم اس کی تہتیت کر چکے ہیں۔ ت) اس صورت میں اگر واقف خود پہلے سے متولی ہوتا فوراً وہ خود نکال لیا جاتا کہ اس سے وقف کی بدخواہی ثابت ہوتی ہے کما تقدّم من الدررینوع وجوباً ولو الواقف غیر مامون (جیسا کہ در کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ وقف متولی سے وجوباً لے لیا جائے گا اگرچہ خود واقف ہو جب وہ امانت دار نہ ہو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۲ از او دے پور میواڑ مہارانی ہائی اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب ۱۸ صفر ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافر اگر اپنی خوشی سے زمین دے کہ اس زمین میں مسجد بنا لویا کوئی سامان دے کہ مسجد میں لگا لو، یا روپیہ دے کہ اس کو بھی مسجد میں لگانا تو اس کی یہ چیزیں مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

کافر اگر زمین اپنی ملک رکھ کر مسلمانوں کو اس پر مسجد بنانے کی اجازت دے تو وہ مسجد مسجد ہی نہ ہوگی فان الکافر لیس اھلاً لوقف المسجد (کیونکہ کافر وقف مسجد کی اہلیت نہیں رکھتا۔ ت) ہاں اگر کافر کسی مسلمان کو اپنی زمین بیہ کر کے قبضہ دے دے کہ مسلمان مالک ہو جائے اور وہ مسلمان اپنی طرف سے اسے مسجد کرے تو صحیح ہے سامان اگر کافر نے ایسا دیا کہ بعینہ مسجد میں لگایا جائے گا جیسے کڑیاں یا اینٹیں تو جائز نہیں کہ وہ مسجد کے لئے وقف کا اہل نہیں وہ مال اسی کی ملک رہے گا اور مسجد میں ملک غیبہ کا خلط صحیح نہیں، ہاں یہاں بھی اگر مسلمان کو تملیک کر دے اور مسلمان اپنی طرف سے لگائے تو حرج نہیں۔ مسجد میں لگانے کو روپیہ اگر اس طور پر دیتا ہے کہ مسجد یا مسلمانوں پر احسان رکھتا ہے یا اس کے سبب مسجد میں اس کی کوئی مداخلت رہے گی تو لینا جائز نہیں اور اگر نیاز مند نہ طور پر پیش کرتا ہے تو حرج

نہیں جب کہ اس کے عوض کوئی چیز کافر کی طرف سے خرید کر مسجد میں نہ لگائی جائے بلکہ مسلمان بطور خود خریدیں یا راجوں مزدوروں کی اجرت میں دیں اور اس میں بھی اسلم وہی طریقہ ہے کہ کافر مسلمان کو ہبہ کر دے مسلمان اپنی طرف سے لگائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۲۳ھ ازبیری مدرسہ منظر اسلام مسئلہ مولوی رمضان علی بنگالی ۲۰ صفر ۱۳۳۸ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک محلہ میں دو مسجد ہیں اور دونوں مسجد کے متولی ایک ہی آدمی ہیں فی الحال محلہ کے سب آدمی بالاتفاق دونوں مسجد کے اسباب سے ایک مسجد تیار کرنی چاہتے ہیں، شرعاً دونوں مسجد کو ایک مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کسی مسجد میں کڑی، چونا، اینٹ وغیرہ زائد ہے کسی کام میں صرف نہیں ہوتا اگر یہ رائے سب مصلحتی کے اس اسباب کو دوسری مسجد میں بھیجے یا کوئی شخص اپنے کام کے لئے خرید کر لے جائے یا محلہ کے آدمی تقسیم کر کے لے جائیں تو جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

(۱) اگر یہ چاہتے ہیں کہ دونوں مسجدوں کو معدوم کر کے تعمیر کریں بلکہ مسجد بنائیں تو یہ حرام حرام سخت عرام اشد ظلم ہے،

قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسلج اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ اللہ ان یدکر فیہا اسمہ وسعی فی خوا بھالیہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ایسوں کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب۔ اور اگر دونوں مسجدیں متصل ہیں یہ چاہتے ہیں کہ بیچ کی دیوار ہٹا کر دونوں کو ایک کر لیں تو یہ جائز ہے۔ اشتباہ و درمختار میں ہے،

لاھل المحلة جعل المسجدین واحداً ایلہ اہل محلہ کو اختیار ہے کہ دو مسجدوں کو ایک کر لیں (ت) (۲) اہل محلہ یا کوئی اسے اپنے تصرف میں کر لے یہ حرام، اسے دوسری مسجد میں دے دیں یہ حرام۔ اسے بیچ کر اس کی قیمت اسی مسجد کی تعمیر و مرمت کے لئے محفوظ رکھیں یہ جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۵ از ریاست گوالیار محلہ جوہلی کچھوارہ مسئلہ نور محمد خان ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں، کیا کسی مجبوری کی حالت میں بموجب شریعت یہ جائز ہے کہ عمارت  
 مسجد پختہ یا خام دوسری جگہ منتقل کر دی جائے اور زمین مسجد پر مکان یا راستہ وغیرہ بنالیا جائے اور اس کے  
 عوض میں دوسری جگہ مناسب زمین لے کر اس پر مسجد بنوا دی جائے اور اس کا ملبہ وغیرہ سب اسی میں لگا دیا جائے  
 اور خوبصورت بنوا دی جائے۔ بیوقوف ہو۔

### الجواب

مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا اور اس کی زمین پر راستہ یا مکان بنانا سب اشہ حرام قطعی ہے اگرچہ  
 اس کے عوض دوسری جگہ سونے کی مسجد بنوا دی جائے، مجبوری کی تفصیل لکھی جائے کہ اس پر جواب ہو۔ واللہ  
 تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۶ از سیلپور ضلع پٹی سمیت مرسلہ مولوی عرفان علی صاحب رضوی سلمہ ارشوال ۱۳۳۹ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوؤں کو مسجد کے کنویں سے پانی بھرنے کی اجازت دینے  
 کا کیا حکم ہے اور کیا شرعاً وہ مسجد کے کنویں سے پانی بھر سکتے ہیں؟ یہاں خلافت کمیٹی والوں نے ہندو مسلم اتحاد  
 کی بنا پر کچہری کلکٹری کی مسجد کے کنویں سے ہندوؤں کو پانی بھرنے کی اجازت دی ہے، کنواں مسجد میں ہے  
 تین طرف عین مسجد یعنی فرش مسجد ہے اور ایک جانب فصیل اور وضو کے پانی کی نالی ہے۔ خلافت کمیٹی والے کہتے  
 ہیں کہ فنا مسجد یعنی نالی اور فصیل کی جانب سے داخل ہو کر ہندو پانی بھر سکتے ہیں اگرچہ آنکھوں سے دیکھا گیا کہ  
 اہل ہندو برابر عین مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور پانی بھرتے ہیں، کیا مسلمانان شہر پر فرض ہے کہ حتی الامکان  
 مسجد کو اہل ہندو کی دسترس سے بچائیں۔

### الجواب

بلاشبہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ مسجد کو مشرکین کی بے حرمتی سے محفوظ کریں اور خلافت کمیٹی کی ہندو پرستی  
 پر لحاظ نہ کریں۔ ان لوگوں نے مسجد میں جا کر پانی بھرنا درکنار بار بار مساجد میں ہندوؤں کو لے جا کر مسلمانوں کا  
 واعظ بنایا ہے، فصیل مسجد بھی حکم مسجد میں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے،  
 الفناء تبع المسجد فيكون حكمه حكم المسجد فناء مسجد مسجد کے تابع ہوتا ہے لہذا اس کا حکم  
 کذا فی محیط السخسی واللہ تعالیٰ اعلم۔ وہی ہے جو مسجد کا ہوتا ہے جیسا کہ محیط سرخسی میں  
 ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)



مسئلہ ۳۲۸ از محمد پور و ڈبرہ والا تحصیل احمد پور ڈاکخانہ خاص مسئلہ مولوی غلام فرید، شوال ۱۳۳۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ :

- (۱) ایک مسجد کھنہ مسقف جس کے مین شمال مشرق میں میدان پڑا ہے جس کے جوانب محدود دیوار ہائے پختہ ہیں گنبد ہائے مسجد گر گئے ہیں اور دیوار جنوبی بھی گر گئی ہے جس کی خشتہائے پختہ بہت عرصہ سے خواب ہو رہی ہیں، کیا بموجب شرعاً شریف یہ خشتہا کسی دوسری مسجد پر یا ان کو بیچ کر اسی مسجد کھنہ کی تعمیر پر رقم صرف کرنا جائز ہے ورنہ مسجد بھی یوں ہی منہدم رہے گی اور خشتہا بھی ضائع ہو جائیں گی۔
- (۲) سامان مسجد شریف مثل خشتہائے پختہ و کڑی ہائے کھنہ وغیرہ آوارہ پڑی ہیں اور مسجد شریف بھی اس سامان سے مستغنی ہے تو کیا وہ سامان مسجد کا دوسری مسجد پر لگایا جائے یا نہیں؟ اگر لگایا جائے تو کسی کی اجازت سے قیمت لی جائے یا خیراتی؟ بیتنا اتوجروا۔

### الجواب

- (۱) ان اینٹوں کا دوسری مسجد میں دینا حرام ہے اسی مسجد کی تعمیر میں صرف کی جائیں اور اگر اس مسجد کی تعمیر میں ان کی حاجت نہ ہو مثلاً دیوار شکستہ بن چکی یا اور مضبوط اینٹوں یا پتھروں سے بنانے کا ارادہ ہے تو انھیں متولی یا متدین جماعت محلہ بکمال امانت و دیانت بیچ کر اسی مسجد کی تعمیر ہی میں صرف کریں مسجد کے دوسرے کام میں اس قیمت کا خرچ کرنا حرام ہوگا و التفصیل الکامل فی فتاوانا (تفصیل کامل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت)

- (۲) ان انقاض کا دوسری مسجد میں دے دینا حرام ہے کسی کی اجازت سے نہیں دے سکے ہاں جب کہ یہ مسجد ان سے مستغنی ہے تو بیع کئے جائیں اور دوسری مسجد کے ہاتھ بیع کرنا اولیٰ ہے کہ بدستور معظّم رہیں گے وہ قیمت اسی مسجد کی تعمیر میں صرف ہو اور اس وقت تعمیر کی حاجت نہ ہو تو متولی امین متدین کے پاس اسی مسجد کی حاجت تعمیر کے لئے امانت رہے اور کام میں صرف کرنا ہرگز جائز نہیں۔ بیع متولی کرے اگر وہ نہ ہو تو امین متدین جماعت محلہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۹ از سر شہد اسلام کھلی اگر جامع مسجد مسئلہ عبدالرشید برشتہ دار کمیٹی، شوال ۱۳۳۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ نمازیان مسجد کی رائے ہے کہ صحن مسجد کی توسیع کے لئے دکانات متعلقہ مسجد کی چھت پر ایک کمرہ تعمیر کیا جائے تاکہ اوپر کی چھت پر مسجد کا صحن ہو جائے اور نیچے اس کے ایک کمرہ ہو جائے مسجد بہت اونچی ہے جب دکانوں پر کمرہ بنے گا تو کمرہ کی چھت صحن مسجد سے برابر ملے گی، اس طرح توسیع صحن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیتنا اتوجروا۔

## الجواب

جائز ہے، اس میں کوئی عرج نہیں، اور مسجد جب بھر جائے تو اس کمرے کی چھت پر پڑھنے والوں کو بھی مسجد ہی کا ثواب ملے گا اگرچہ وہ کمرہ صرف وقف علی المسجد رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳ از دو کوہہ ڈاکخانہ چھاؤنی جالندھری مسئلہ سید حاجی منور شاہ ۲۷ سوال ۱۳۳۹

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں ایک مسجد تقریباً پچاس برس سے موجود ہے جس کو اس گاؤں کے اہل سنت نے مل کر تعمیر کیا تھا جب سے اب تک ہر نماز اس میں ادا کرتے ہیں چند سال سے اس گاؤں میں چند لوگ رافضی ہو جانے کے سبب اہلسنت سے ہمیشہ چھڑ چھاڑ رکھتے ہیں کچھ عرصہ ان لوگوں نے اس بنا پر کہ اس مسجد کی تعمیر میں ہمارے آبا و اجداد بھی شامل تھے اس لئے ہمیں بھی اذان و نماز کا حق حاصل ہے، قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد پر قبضہ کر لینا چاہتے ہیں اور مسنیوں کو بے تعلق کرنا منظور ہے، جھگڑے فساد کا یقین کامل ہے، استفتا یہ ہے کہ مسجد مذکور میں اہلسنت و روافض اذان و نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں اور روافض کے سنی آبا و اجداد کے تعمیر مسجد میں شریک ہونے سے انھیں مسجد پر دخل و تصرف کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جبروا۔

## الجواب

روافض زمانہ علی العموم کفار مرتدین ہیں کما حققناہ فی سدا لرفضۃ بما لا مزید علیہ (جیسا کہ ہم اس کی تحقیق اپنے رسالہ "رد الرافضہ" میں اس انداز سے کر چکے ہیں جس پر کسی اضافہ کی ضرورت نہیں۔ ت)۔ فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

الرافضی اذا کان یسب الشیخین اویلعنہما  
والعیاذ باللہ فہو کافر  
قال اللہ تعالیٰ انت اولیاء الا المتقون  
رافضی جب شیخین کریمین (مدیق و عمر) رضی اللہ تعالیٰ  
عنہما کو گالیاں بکے یا ان پر لعنت بھیجے تو وہ کافر ہے (ت)  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کے اولیاء تو پرہیزگار  
ہی ہیں۔ (ت)

نہ ان کی اذان اذان، نہ ان کی نماز نماز۔

قال اللہ تعالیٰ وقد منّا الی ما عملوا من  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے

عمل فجعلنه هباء منثورا۔

ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بجڑے ہوئے ذرے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں!

اور ان کے باپ دادا جبکہ اہلسنت تھے اور انہوں نے مذہبِ رفض اختیار کیا تو نہ وہ ان کے باپ رہے نہ یہ ان کی اولاد، نہ ان کے ذریعہ سے انہیں کوئی دعویٰ پہنچتا ہے،

قال اللہ تعالیٰ انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صلحہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

گھروالوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۳۳۱ مسلمہ

۱۶ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ

عبد الکرم خاں نے جو وارث چھوڑے وہ حسب تفصیل ہیں: عبد الشکور خاں و عبد الحکیم خاں عبد النبی خاں و کالے خاں پسران و مسماۃ مندھو زوجہ اپنے کو چھوڑا۔ ایک منزل مکان عبد الکرم خاں نے اپنے زوجہ کو بعوض دین مہر کے دیا اور اس کا بیعت نامہ مسماۃ مندھو کے نام تحریر کر دیا۔ مسماۃ مندھو نے اس مکان کو بدست فدا حسین خاں ولد کالے خاں کے بیع کر دیا جس کا لا دعویٰ مسماۃ مشہدی سے لکھوایا گیا۔ مسماۃ مندھو نے جو وارث چھوڑے حسب تفصیل ذیل ہیں: عبد الشکور خاں و عبد الحکیم خاں و عبد النبی خاں و کالے خاں پسران عبد النبی خاں فوت ہوئے ان کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں: عبد النبی خاں و علی محمد خاں و ولی محمد خاں پسران۔ عبد النبی خاں و مسماۃ کنا و مسماۃ اولیا بیگم زوجہ عبد النبی خاں اور دختران عمر او و اقبال کو چھوڑا۔ عبد الحکیم خاں فوت ہوئے اس کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں: حاجی عبدالرحمن و عبد الرحیم خاں ننھے خاں پسران عبد الحکیم خاں و لای بیگم و چھوٹی بیگم و دختران عبد الحکیم خاں و زوجہ نامعلوم کو چھوڑا۔ کالے خاں فوت ہوئے ان کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں: فدا حسین خاں پسر کالے خاں کو اپنا وارث چھوڑا۔ فدا حسین خاں فوت ہوئے ان کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں: زوجہ اولیٰ کا انتقال فدا حسین خاں کے سامنے ہو گیا تھا، یہ نہیں معلوم کہ دین مہر ادا ہوا یا معاف ہوا اور زوجہ اولیٰ کے فوت ہونے کے بعد زوجہ ثانی کے ساتھ عقد ہوا جس کا نام مشہدی بیگم ہے۔ مسماۃ مشہدی بیگم نے مہر معاف نہیں کیا ہے۔ زوجہ مشہدی بیگم لا ولد اور زوجہ اولیٰ بھی لا ولد اور ایک چچا حقیقی عبد الشکور خاں و عبد الحمید خاں و عبد الوحید خاں و عبد العزیز خاں پسران عبد الشکور خاں اور چچا زاد بھائی حاجی عبدالرحمن خاں و عبد الرحیم خاں و ننھے خاں پسران پسران عبد الحکیم خاں مرحوم اور چچا زاد بھائی

عبد الغنی خاں و علی محمد خاں و ولی محمد خاں پسران عبد النبی خاں مرحوم یہ وارث چھوڑے۔ یہ جائداد جس قدر وقف ہوئی علاوہ مکان مسماۃ منہ سو کے یہ کالے خاں کی پسیدہ کی ہوئی تھی اور مکان جس کا بیعنامہ مسماۃ منہ سو نے بنام فدا حسین خاں کیا عبد الکریم خاں کا پیدا کردہ جس مسماۃ مشہدی بیگم سے لادعویٰ لکھوا دیا ہے اقرارنامہ پیش کرتا ہوں۔

منکہ مسماۃ مشہدی بیگم زوجہ فدا حسین خاں مرحوم و عبد الشکور خاں ولد عبد الکریم خاں مرحوم و حاجی عبد الرحمان خاں و ننھے خاں و عبد الرحیم خاں پسران عبد الحکیم خاں ساکن بریلی محلہ بہاری پور کے ہیں جو کہ جائداد مفصلہ ذیل مالیتی دو ہزار روپے حاجی کالے خاں مرحوم مورث اعلیٰ ہمارے واقع محلہ بہاری پور بریلی کے ہیں اس کا تصفیہ باہمی رضا مندی ہم سب ورثائے کالے خاں کے یہ قرار پایا کہ جائداد مذکور انصاف تاحیات مسماۃ مشہدی بیگم زوجہ فدا حسین خاں کے قبضہ اور تصرف میں رہے گی اور اس کی آمدنی سے تصرفات اپنے کرنی رہے اور علاوہ آمدنی کرایہ جائداد موقوفہ کے ایک روپیہ ماہواری تاحیات اپنی عبد الشکور خاں و ایک روپیہ ماہواری تاحیات مسماۃ حاجی عبد الرحمن دیا کریں اگر مسماۃ مشہدی بیگم دوسرا نکاح کرے یا عفت و عصمت سے گزر بسر کرے تو اس کو حق قبضہ اور آمدنی کرایہ جائداد مذکور اور وصول از ماہوار مقررہ عبد الشکور خاں و حاجی عبد الرحمان خاں باقی نہیں رہے گا اور بحالت عقد ثانی اور فوت مسماۃ کے یہ جائداد واسطے مصارف مسجد بی بی جی صاحبہ واقع بریلی محلہ بہاری پور وقف منظور ہوگی۔ مسماۃ خواہ دیگر ورثہ کو حق وصول زر کرایہ دکانات و مکانات کا حاصل نہ ہوگا۔ جو شخص متولی مسجد ہے یا آئندہ کو ہوگا وہی متولی جائداد مذکور کا ہوگا ہم مقرران یا کسی متولی کو منصب انتقال جائداد بذریعہ بیع و رہن وغیرہ کے نہ ہوگا مگر شکست ریخت دکانات و مکانات کے مسماۃ اپنے پاس سے کرتی رہے گی اگر خدا نخواستہ کوئی دکان و مکان بالکل منہدم ہو جائے تو اس کی تعمیر مسجد بی بی صاحبہ اپنے سرمایہ سے بذریعہ متولی مسجد کے کرے گی مکان خام موروثی مسکو نہ عبد الشکور خاں و عبد الرحیم خاں و ننھے خاں وغیرہ میں مسماۃ مذکور کو کچھ تعلق اور دعویٰ نہ ہوگا لہذا ان سب مراتب پر اقرار لاکر یہ اقرارنامہ لکھ دیا کہ سند ہو۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فدا حسین خاں ولد کالے خاں نے زوجہ مشہدی بیگم اور چچا عبد الشکور خاں چھوڑ کر انتقال کیا عبد الحکیم خاں فدا حسین خاں کے دوسرے چچا تھے جو فدا حسین خاں سے پہلے گزر گئے جائداد کہ فدا حسین خاں کی پسیدہ کردہ ہے اور مکان کہ فدا حسین خاں نے اپنی دادی منہ سو سے خریداجو اسے اس کے شوہر نے دین مہر میں دیا تھا ان متروکات فدا حسین خاں کے نسبت ایک اقرارنامہ مشہدی بیگم و عبد الشکور خاں اور پسران عبد الحکیم خاں حاجی عبد الرحمن خاں و عبد الرحیم خاں و ننھے خاں



نے اس مضمون کا لکھا کہ جو کہ جائیداد مفصلہ ذیل حاجی کالے خاں مرحوم ہمارے مورث عالی کی ہے اس کا تصفیہ برضا مندی ہم سب ورثائے کالے خاں کے یہ قرار پایا کہ جائیداد مذکور الصدر تاحیات مشہدی بیگم کے قبضہ و تصرف میں رہے گی اس کی آمدنی سے وہ اپنے تصرفات کرتی رہے اور علاوہ آمدنی کرایہ جائیداد موقوفہ کے ایک روپیہ ماہوار تاحیات اپنی عبدالشکور خاں اور ایک روپیہ ماہوار تاحیات مسماۃ حاجی عبدالرحمن خاں دیا کریں اگر مشہدی بیگم دوسرا نکاح کرے یا عفت و عصمت سے گزرتہ کرے تو ان کو قبضہ اور آمدنی کرایہ جائیداد مذکور اور وصول ماہوار مقررہ نہ رہے گا اور بحالت عقد ثانی اور فوت مسماۃ کے یہ جائیداد واسطے مصارف مسجد بی بی جی صاحبہ کے وقف متصور ہوگی مسماۃ خواہ دیگر ورثا کو حتی وصول زر کرایہ دکانات کا حاصل نہ ہوگا، مرمت شکست ریخت مکانات دکانات کی مسماۃ اپنے پاس سے کرتی رہے گی، اگر کوئی دکان مکان بائکل منہدم ہو جائے اس کی تعمیر مسجد اپنے سرمایہ سے کرے گی مکان خام موروثی مسکوٰۃ عبدالشکور خاں و عبدالرحیم خاں وغیرہ میں مسماۃ کو کچھ دعویٰ نہ ہوگا فقط۔

اس صورت میں یہ دکان و مکان وقف ہو گئے یا نہیں؟ مشہدی بیگم کس چیز کی مستحق ہے اگر وہ نکاح ثانی کرے تو اس کا کیا اثر ہے؟ مکان خرید کردہ فدا حسین خاں جس سے لا دعویٰ لکھا یا گیا ہے وہ صحیح ہوا یا نہیں؟ مشہدی بیگم ماہوار مذکور عبدالشکور خاں و حاجی عبدالرحمن خاں سے پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجہ روا۔

### الجواب

عبارت اقرار نامہ عجب مختل ہے صورت واقعہ اگر وہ ہے کہ سوال میں مذکور ہوئی تو وہ جائیداد حاجی کالے خاں کی ہے، نہ عبدالشکور خاں و پسران عبدالحکیم خاں حاجی کالے خاں کے وارث ہیں اس کا وارث ننھا فدا حسین خاں تھا اور جائیداد اس کی بھی نہیں فدا حسین خاں کی ذاتی یا خرید کردہ ہے بہر حال اس کا مالک صرف فدا حسین خاں تھا جس کے وارث فقط مشہدی بیگم زوجہ اور عبدالشکور خاں چچا ہیں مگر اس کا اس اقرار میں شریک ہونا قضا ان پر حجت ہوگا اور جائیداد متروکہ کالے خاں قرار پانے کی لیکن اس سے بھی پسران عبدالحکیم خاں کو اس سے تعلقی ثابت نہ ہوگا کہ کالے خاں کا بیٹا فدا حسین خاں موجود تھا اس کے ہوتے بھتیجوں کا وارث ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا پھر جائیداد کی نسبت ابتداء میں بطور اشارۃ انص لفظ موقوفہ واقع ہوا مذہب مفتی بر میں اگرچہ صرف اسی قدر سے وقف ہو جاتا ہے۔ در مختار میں ہے،

الکتفی ابو یوسف بلفظ موقوفہ فقط امام ابو یوسف نے وقف کے لئے صرف لفظ موقوفہ قال الشہید ونحن نفقہ پر اکتفاء فرمایا، شہید نے کہا کہ ہم عرف کی بنا پر



اسی کے ساتھ فتویٰ دیتے ہیں۔ (ت)

بہ للعرف

مگر آگے عبارت النص یہ ہے کہ اگر مشہدی بیگم دوسرا نکاح کریں یا عفت سے گزر نہ کریں تو یہ جائداد وقف مقصور ہوگی، یہ صراحت وقف کی تعلیق ہے اور دستاویز واحد کا اول و آخر کلام واحد ہے کما نص علیہ فی الحفیویۃ (جیسا کہ اس پر خیر میں نص کی گئی ہے۔ ت) تو وہ لفظ موقوفہ کا اطلاق اس شرط سے مقید ہوا اور وقف کا کسی شرط پر تعلق کرنا اسے باطل کر دیتا ہے۔ درمختار میں ہے،

شرطہ ان یکون منجزا لا معلقا الا بکائن۔ وقف کی شرط یہ ہے کہ وہ منجز ہو معلق نہ ہو یاں شرط موجود کے ساتھ معلق ہو سکتا ہے (ت) (ملتقطا)

ردالمحتار میں ہے،

اذا جاء غدا اذا جاء من اس الشیخ اذا اذ اكلت  
فلانا اذا تزوجت فلانة فارضی هذ  
صدقة موقوفة او ان شئت او اجبت یکون  
الوقت باطلا لا الوقف لا یحتمل التعلق  
بالخطر من الوقف ومن اواخر  
البیوع۔

واقف نے کہا جب کل کا دن آئے یا جب فلاں سے کلام کروں یا فلاں عورت سے شادی کروں تو میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہوگی یا یوں کہا کہ اگر میں چاہوں یا پسند کروں تو وقف باطل ہو جائیگا کیونکہ وقف قریب الاملا کتہ چیز سے معلق ہونے کا احتمال نہیں رکھتا اور وقف اور ادا و آخر کتاب البیوع (ت)۔

لیکن آگے یہ عبارت ہے کہ مرمت مسماۃ اپنے پاس سے کرتی رہے گی منہدم کی تعمیر مسجد کرے گی یہ اس صورت سے متعلق نہیں کہ مشہدی بیگم نکاح کرے یا مر جائے موت کے بعد مرمت ناممکن اور بعد نکاح اسے جائداد سے بالکل بے تعلق ٹھہرایا گیا ہے اس کے ذمہ مرمت رکھنے کے کیا معنی، تو یہ ضرور اس کی حیات قبل نکاح کا ذکر ہے اور اس وقت کے لئے کہا کہ منہدم کی تعمیر مسجد اپنے سر یا یہ سے کرے گی اگر مسجد پر وقف نہیں تو تعمیر منہدم ذمہ مسجد ہونے کے کیا معنی، تو بعد تنقیح تمام اس مختل عبارت کا محصل یہ نکلا کہ مقررین نے یہ تمام جائداد فی الحال وقف کی اور مصارف میں یہ شرط لگائی کہ تا حیات مشہدی بیگم کے تصرف میں رہیں بشرطیکہ وہ برعفت بسر

۱/۳۴۴	مطبوع مجتہائی دہلی	کتاب الوقف	۱ درمختار
"	"	"	۲
۲/۳۶۰	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۳ ردالمحتار

کرے اور دوسرا نکاح نہ کرے اس وقت تک آمدنی اس کے لئے ہے اور شکست ریخت کی مرمت اس کے ذمہ ہے منہدم کی تعمیر مسجد خود کرے تو اگرچہ جائداد فی الحال وقف ہے مگر آمدنی سے حق مشہدی بیگم بشرط مذکور متعلق ہے اگر یہ شرط مفقود ہو یعنی مشہدی بیگم نکاح کر لے یا عفت سے بسر نہ کرے تو اس وقت یہ جائداد ذات و منافع دونوں کے لحاظ سے خالص مسجد پر وقف مقصور ہوگی یعنی آمدنی سے بھی مشہدی بیگم کو کوئی تعلق نہ رہے گا، یہ اس اقرار نامہ کا محصل منطبق ہے،

و تصحیح الکلام اولیٰ من اھمالہ مہما امکن  
کما نضوا علیہ فی الاشباہ وغیرھا۔  
کلام کو حتی الامکان صحیح بنانا اس کو مہمل بنانے سے  
اولیٰ ہے، جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں مشائخ نے  
اس پر نص فرمائی ہے (ت)

لہذا جائداد مذکور تمام و کمال مسجد بی بی جی صاحبہ پر وقف صحیح تمام نافذ ہوگی مشہدی بیگم تاحیات و پابندی  
شرط مذکور صرف آمدنی کی مستحق ہے اور شرط مذکور کی پابندی نہ کرے تو آمدنی بھی خالص صرف مسجد کی ہوگی،  
مشہدی بیگم کو اس سے تعلق نہ رہے گا، ماہوار کہ عبدالشکور خاں و حاجی عبدالرحمن خاں نے مقرر کیا وہ ایک وعدہ  
ہے جس کا نبیا ہنا ان کو مناسب ہے مگر مشہدی بیگم اس پر مجبور نہیں کر سکتی اگرچہ وہ شرط مذکور کی پابند بھی رہے  
مکان سے لادعویٰ صحیح نہیں لان الا برائے عن الاعیان باطلۃ (کیونکہ اعیان سے براءت باطل ہے)۔  
اگر وہ داخل وقف نہ تھا تو حسب شرائط فرائض بعد ادا کئے مہر وغیرہ اس کا چارم مشہدی بیگم کا اور تین حصے  
عبدالشکور خاں کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

منہ ۳۳۲ ہدایت یار خاں از شاہ پور جہلم رسالہ چھاؤنی ۱۳۵۷ ڈاک خانہ چک ۳۷ رسالہ براہ متلک پنجاب  
۹ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یافتاح، بخمدت فضیلت پناہ، عالی دست گاہ، جناب فیض مآب  
پیر صاحب، دام اللہ تعالیٰ فیضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیکم، واضح رائے عالی ہو کہ ایک مسجد شریف ایک  
آبادی میں تھی، اب وہ لوگ وہاں سے چلے گئے اور وہ مسجد جھگل میں رہ گئی اس مسجد قدیم کا اسباب اٹھا کر دوسری  
مسجد جو بنائی جائے درست ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔ خدا تعالیٰ سایہ رحمت تاویر بر سر ما غریباں  
قائم رکھے، آمین ثم آمین!

## الجواب

34

34

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ۔ اگر اس مسجد کے آباد رکھنے، حفاظت کرنے کا کوئی طریقہ نہ ہوں اور یوں جنگل میں چھوڑ دی جائے گی تو چور اور متغلب لوگ اس کا مال لے جائیں گے تو جائز ہے کہ اس کا اسباب وہاں سے اٹھا کر دوسری آباد جگہ مسجد بنائیں اور یہ کام ہو شیار اور دیانند از مسلمانوں کی نگرانی میں ہو وھو اعلم فقط۔

۳۳۳ھ ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب میت کو واسطے دفن کرنے کے لے جاؤ، اور دفن کرو تو اجازت متولی قبرستان کی واسطے دفن کرنے میت کے لینا ضرور ہے اور عمر و کمنا، کہ قبرستان اور مسجد وقف ہیں وہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتے ہیں اجازت لینے کی کچھ ضرورت نہیں اگر قبرستان میں اجازت کی ضرورت ہوگی تو مسجد میں بھی بلا اجازت نماز پڑھنا درست نہ ہوگا، متولی صرف مسجد کے جھاڑو وغیرہ دینے کو ہوتا ہے ایسے ہی تکیہ میں واسطے صفائی کے ہوتا ہے جس کو تکیہ دار کے نام سے پکارتے ہیں تکیہ اور مسجد عام مسلمانوں پر وقف ہے جس کا دل چاہے جس مسجد میں نماز پڑھے اور جس قبرستان میں چاہے اپنا مردہ دفن کرے۔ یتیموا تو جروا۔

## الجواب

زید غلط کہتا ہے اس کا قول شرع شریف پر محض اقرار ہے، مقبرہ عام مسلمانوں کے لئے وقف ہوتا ہے ہر مسلمان کو اس میں دفن کا حق پہنچتا ہے، مقبرہ کا متولی کوئی چیز نہیں، نہ اس کی اجازت کی حاجت نہ ممانعت کی پرواہ ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لا فرق فی الانتفاع فی مثل هذه الاشياء بین الغنی والفقیر حتی جائز لكل النزول فی الخان والرباط والشرب من السقاية و الدفن فی المقبرة کذا فی التبيين۔

ان اشیاء سے انتفاع حاصل کرنے میں غنی و فقیر کے درمیان کوئی فرق نہیں یہاں تک کہ ہر شخص کو سرائے اور خانقاہ میں نزول کا حق ہے اسی طرح ہر شخص وقف سبیل سے پانی پی سکتا ہے اور قبرستان میں مردہ دفن کر سکتا ہے۔ یونہی تبیین میں ہے (ت)

اسی میں ہے،

یونہی مسجد الاہل محلة وقال جعلت اگر کسی نے ایک محلہ والوں کے لئے مسجد بنائی اور اسے فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقت الباب الثانی عشر فی الرباطات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۶۶

هذا المسجد لاهل هذه المحلة خاصة ،  
كان لغير اهل تلك المحلة ان يصلی  
فيه هكذا فی الذخيرة۔  
کہہ دیا کہ میں نے یہ مسجد خاص اس محلہ والوں کے لئے  
بنائی ہے تو اس محلہ والوں کے غیر کو بھی اس  
میں نماز پڑھنے کا اختیار ہے ، اسی طرح ذخیرہ

میں ہے۔ (ت)

بلکہ مقبرہ کا عموم مسجد کے عموم سے بھی بہت زیادہ ہے بہت لوگ ہیں جنہیں مسجد سے روکنے کا حکم ہے مثلاً جذامی اور  
ابرص جس کا برص شائع ہو یا جس کے منہ یا بدن یا لباس میں بدبو ہو یا بد زبان یا جس کے آنے سے فتنہ  
اٹھے جیسے غیر مقلد و یا بی یار افضی وغیرہم ، درمختار میں ہے ،  
اکل نحو ثوم یمنع منه (ای من المسجد)  
و کذا اکل موز و لوبسانہ۔  
تھوم کھانے والے کو مسجد سے روکا جائے گا اسی  
طرح ہر موزی کو روکا جائے گا اگرچہ وہ زبان سے  
ایذا پہنچاتا ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قال الامام العینی فی شرحہ علی صحیح البخاری  
یلحق بما نص علیہ فی الحدیث کل ماله  
مرائحہ کریہہ ما کولا وغیرہ ، و کذا  
الحق بعضهم من بقیہ بخرا و بہ جرح له  
مرائحہ و کذا القصاب و السماک  
والمجذوم و الابرص  
اولی بالاحاق ، و قال  
سحنون لا رعی الجمعة علیہما و  
احتج بالحدیث و الحق بالحدیث کل  
من اذى الناس بلسانه و به افقی ابن عمر  
(رضی اللہ تعالیٰ عنہما) وهو  
امام عینی نے اپنی شرح صحیح بخاری میں فرمایا کہ حدیث  
کے ساتھ ہر اس شے کو ملحق کیا جائے گا جس میں ناگوار  
بدبو ہو چاہے کھانے کی چیز یا کوئی اور ، اسی طرح  
بعض نے ملحق کیا اس شخص کو بھی جس کے منہ سے بدبو  
آتی ہو یا اس کو ایسا زخم ہو جس سے نا پسندیدہ بو  
آتی ہو ، اسی طرح قصاب ، مچھلی کا گوشت بیچنے والا  
اور جذام و برص کا مریض۔ تو الحاق کے لئے اولیٰ ہے۔  
اور سحنون نے کہا کہ میں ان دونوں (مجذوم و ابرص)  
پر جمعہ فرض نہیں سمجھتا اور دلیل حدیث کو قرار دینا اور حدیث کے ساتھ  
زبان کو لگوں کیلئے ایذا دینے والے ہر شخص کو ملحق کیا گیا ہے اور حضرت  
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس پر ہی فتویٰ دیا اور

اصل فی نفی کل من یتأذی بہ احوالا مختصار۔ یہ اصل ہے ہر اس چیز کی نفی میں جس سے اذیت پہنچتی ہو احوال (اختصار)۔ (ت)

مگر مقبرہ اہلسنت میں کسی سنی مسلمان کو ممانعت نہیں ہو سکتی،  
لعدم الوجه وحصول الاذن من جهة الشرع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کیونکہ ممانعت کی کوئی وجہ نہیں اور شرع کی طرف سے  
اذن حاصل ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۲ از بانٹوہ ملک کاٹھیاوار مرسلہ مولوی محمد عبدالمطلب ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ  
چرمی فرمائیہ علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور شرع متین  
کے مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ۔ ت) ایک مرد نے مقبرہ بنایا یعنی گنبد بچتہ سطح دار اور اس میں صند دقین  
تیار کرائیں اور ایک مسجد نیز اس مقبرہ کے جوار میں بنارس کی اور اب وہ چاہتا ہے کہ اس مقبرہ مذکور کو مسجد  
کے سطح کے ساتھ ملا کر برائے بانگ و نماز وقف کر دیا جائے اب ایسے مقبرہ کی سطح پر نماز پڑھنا درست ہے کہ  
جس میں حالاً دو تین میت مدفون کی گئی ہیں اور آئندہ نیز ہوں گی اور اس کی سطح کو مسجد سے ملانا اور وقف  
کرنا برائے بانگ و نماز شرعاً درست ہے یا نہ؟ بحوالہ کتب معتبرہ جواب سے مشکور و ممنون فرمائیں۔

### الجواب

اگر زمین مقبرہ اس کی ملک ہے اور اب تک اس نے وقف نہ کی اگرچہ بعض اموات اس میں دفن ہو گئیں  
تو اگر صرف اس کی چھت کو وقف کرے گا اور زمین بدستور اپنی ملک رکھے گا تو وہ چھت وقف نہ ہوگی  
لکن وقف منقول قصداً من دون تعارف (کیونکہ یہ وقف منقول ہے قصداً بغیر تعارف کے۔ ت)  
اور اگر زمین کو بھی مسجد کے لئے وقف کر دے گا تو چھت کا وقف بھی صحیح ہو جائے گا اور اگر زمین کو مقبرہ کیلئے  
وقف کر چکا ہے تو عمارت مقبرہ قبل از وقف بنائی ہے یا بعد، اگر قبل از وقف بنائی ہے تو کچھ حرج نہیں،  
چھت کو اذان و نماز کے لئے وقف کر دے ہو جائے گی

لحصول التابید بوقیفة الاخری وان کانت موقوفة علی جهة اخری علی ما هو الاصح ووقف البناء علی المقابر لا یصح کما فی الخانیة والہندیة  
کیونکہ دوسری مرتبہ وقف کرنے سے تابید و دوام حاصل ہو جائے گا اگرچہ وہ دوسری جہت پر  
موقوف تھی زیادہ صحیح قول کے مطابق اور عمارت کو قبرستان پر وقف کرنا صحیح نہیں جیسا کہ خانیہ و ہندیہ

لہ ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۴۴



وغیرہما فہو علی ملکہ ولہ وقفہ علی  
ما یشاء۔ وغیرہ میں ہے چنانچہ وہ اس کی ملک میں ہے اور  
اس کو اختیار ہے جس پر چاہے وقف کرے (ت)

اور اگر بعد وقف بنائی ہے تو یہ عمارت خود ہی ناجائز ہے کہ مقابر موقوفہ میں عمارت بنانے کی اجازت نہیں  
تو اس پر اذان وغیرہ کے لئے بھی چھت بنانا بھی نہیں ہو سکتا لکنہ یستحق الاموالہ لا الادامۃ  
(کیونکہ وہ مستحق ہے اس بات کی کہ اس کو زائل کیا جائے نہ کہ اس کو دوام بخشا جائے۔ ت) اسی طرح وہ  
زمین مقبرہ اس کی ملک نہ تھی بلکہ وہ قبرستان وقفی تھا جس میں اس نے عمارت بنائی جب بھی حکم عدم جواز ہے  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۳۵ مسئلہ مسلولہ سید مظفر علی صاحب مدرس مدرسہ کرمیہ خانقاہ سلون ضلع رائے بریلی ۲۰ ربیع الثانی ۱۲۲۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و واقفان شرع متین اس مسئلہ میں، قبرستان کہ جس میں بہت سی قبریں  
مومنین و مومنات کی ہیں ستون سے مسقف کر کے کہ سب قبریں چھت کے نیچے رہیں اس چھت پر چلے پھرے  
اور بیٹھے اٹھے اور دوسرے حوائج انسانی ادا کرے تو عند الشرع جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

### الجواب

اگر وہ قبرستان وقف ہے جیسے کہ عام مقابر ہوتے ہیں تو زمین وقف میں اس کے خلاف تصرف  
کی اجازت نہیں ہو سکتی فی الہندیۃ لایجوز تغیر الوقف عن ہیئۃ (ہندیہ میں ہے کہ وقف  
کو اس کی ہیئت سے متغیر کرنا جائز نہیں۔ ت) اور اگر ملک غیر ہے تو اس میں بے اجازت مالک تصرف  
ناجائز ہے،

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس  
لعرق ظالم حق۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
عرق ظالم کا کوئی حق نہیں (ت)

اور اگر اس کی اپنی ملک ہے تو اس طرح مسقف کرنا کہ دیوار یا پایہ عین کسی قبر پر نصب ہو جائز نہیں کہ  
اس میں میت کی ایذا ہے کما نطقت بہ احادیث اور دناھا فی الامر باحتواء المقابر (جیسا کہ متعدد  
حدیثیں اس پر ناظر ہیں جن کو ہم نے الامر باحتواء المقابر میں ذکر کیا ہے۔ ت) اور مسلمان  
کی ایذا جیسا ہو یا میتا ہر طرح حرام ہے،

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۹۰  
۲۔ صحیح البخاری کتاب الحث والمزارع باب من احیا ارضا مواتا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۱۴  
۳۔ سنن ابوداؤد کتاب الخراج باب احیاء الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۸۱

قال صلى الله تعالى عليه وسلم يا صاحب  
القبر انزل من على القبر لا تؤذى صاحب  
القبر ولا يؤذيك وفي حديث عبد الله بن  
مسعود رضى الله تعالى عنه افي اكره اذى  
المسلم في مما ذكره اكره اذا في حياته  
نبي كريم صلى الله تعالى عليه وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر  
سے اتر جا، نہ تو صاحب قبر کو ایذا پہنچاؤ نہ تجھے ایذا  
پہنچائے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کی حدیث میں ہے کہ میں بعد از موت مسلمان کی ایذا  
کو اتنا ہی مکروہ جانتا ہوں جتنا حالت حیات میں  
اسے ایذا دینا مکروہ خیال کرتا ہوں۔ (ت)

مگر اس صورت میں کہ قبور بے اجازت کے غصباً بنی ہوں تو اسے اختیار ہے کہ زمین خالی کرے یا صبر کرے  
یہاں تک کہ میت با مکمل خاک ہو جائے اور اس کے لئے بہت زمانہ دراز درکار ہے اس وقت ان قبور پر  
عمارت بنا سکتا ہے،

كما في الدر جاتر زمره والبناء عليه و  
قد حققناه في اهلاک الوهابین علی توہین  
قبور المسلمین -  
جیسا کہ در میں ہے کہ اس میں زراعت کرنا اور عمارت  
بنانا جائز ہے اور بے شک ہم نے توہین قبور مسلمین کی تحقیق  
رسالہ "احلاک الوهابین علی قبور المسلمین" میں

کروچی لکھا ہے۔ (ت)

اور اگر زمین اس کی ملک ہے اور قبور کے باہر یا ہر دیواریں یا ستون قائم کر کے مستفاد کرتا ہے تو جائز  
ہے اور اس چھت پر چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا وغیرہ افعال کی بھی اجازت ہے کہ یہ سقف مکان ہے سقف قبر  
نہیں کما نصوا بجوان الصعود علی سطح بیت فیہ مصحف کما فی الدر وغیرہ (جیسا کہ مشائخ  
نے اس پر نص کی ہے کہ اس مکان کی چھت پر چڑھنا جائز ہے جس میں قرآن مجید ہو، جیسا کہ در وغیرہ میں  
ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۳۶ مکملہ ازجاود ضلع نئیچ مرسلہ عبد المجید غلٹ ارشد حافظ عبد الکریم صاحب مرحوم پیش امام مسجد  
چھپان ۵ رجب ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں :

۱۔ الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی الترغیب من الجلوکس علی القبر مصطفیٰ البابی مصر ۳/۳۷  
مرقاۃ المفاتیح بحوالہ الطبرانی باب فی دفن المیت الفصل الاول مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۶۹  
مجمع الزوائد باب البناء علی القبور دار الکتاب بیروت ۳/۶۱  
۲۔ مرقاۃ المفاتیح بحوالہ السعید بن منور باب فی دفن المیت الفصل الاول مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۶۹ و ۶۹  
۳۔ الدر المنثور باب بناء الجہنم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۶

(۱) مسلمان قصبہ جاوہ سکونت پذیر ہوئے اس وقت قرمانروائی قصبہ مذکور میں رانا صاحب والی ریاست او دے پور تھی مسلمانوں کے قبرستان کے واسطے دو سو بیگہ اراضی نسلاً بعد نسل از روئے سند کے مرحمت کی بعد حصول سند پختہ کے جملہ اقوام اہل اسلام نے بطور ملکیت کے اپنا قبضہ پا کر قبرستان تجویز کیا ہے اور مرد اپنے اس میں دفن کرتے رہے اور اسی سند کی رو سے اس وقت موتی دفن ہوتے ہیں اور بامید ثواب اس قبرستان میں درخت ثمری وغیر ثمری لگائے جاتے ہیں اور بارش میں گھاس اگتا ہے بعد خشک ہونے گھاس کے اور بیکار ہونے لکڑی قبرستان کے محافظ قبرستان یعنی فقیر کو صدقہ دے دی گئی اور جملہ اہل اسلام کی اجازت سے یہ صدقہ قدیم سے لے رہا ہے، بعد حکومت رانا صاحب کے گورنمنٹ دور قائم ہوا، بعد ازاں سینڈھیا صاحب بہادر کا تسلط ہو گیا لیکن موافق عطاے سند قبرستان میں عمل درآمد مسلمانوں کا چلا آتا ہے اور اسی طریق سے تمام ممالک ہند میں مسلمان قبرستان کی اراضی پر ملکیت کے زمرہ میں اپنا قبضہ حاصل کئے ہوئے ہیں کسی غیر مذہب کو اس میں دخل نہیں ہے، قصبہ جاوہ کے زمینداران ہنود نے چند عرصہ کے بعد اپنی حقیقت و ملکیت زمینداری قبرستان مسلمانوں میں اراضی بشمول موضع قرار دے کر لکڑی و گھاس قبرستان سے حاصل کرنے کے واسطے دعویدار ہوئے، بعد رانا صاحب یہ زمینداری قائم نہ تھی، اس عہد کے بعد ٹھیکہ ہوا ہے لیکن کبھی قبرستان کی لکڑی و گھاس غیر مذہب کو نہیں دیا گیا، اور نہ غیر مذہب اس کا مستحق ہے کیونکہ یہ شئی بطور صدقہ کے ہے، اب زمینداروں کا یہ دعویٰ ہے کہ مسلمان اپنے مردے قبرستان میں دفن کرتے رہیں لکڑی و گھاس قبرستان سے ہم زمیندار لیں گے اور مویشی چرائیں گے، اسی صورت غیر مذہب کی مداخلت سے بے حرمتی قبرستان اور مویشیوں کے چرنے سے منہدم ہونا قبروں کا ظاہر ہے شرعاً اس بات میں کیا حکم ہے؟ اور ہنود کا قبرستان کی لکڑی و گھاس پر حقیقت جدید قائم کر کے لینا کیسا ہے؟

(۲) بغرض رفع فساد یا ناواقفیت مسئلہ کے مابین تنازعہ کے فریقین نے اس امر کا اقرار نامہ لکھا کہ افتادہ زمین میں بلحاظ راستہ قبرستان کے کاشتکاری نہ کی جائے گی صرف اس اراضی میں مسلمان اپنے مردے دفن کرتے رہیں اور زمیندار اپنے مویشی چراتے رہیں اب وہ اراضی بھی افتادہ نہ رہی مردے دفن ہو گئے قبری تعمیر ہو گئیں، اس ہیئت پر مویشی چرائے جائیں تو تمام قبریں منہدم ہو جائیں گی، اقرار نامہ قابل فسخ کے ہے یا اسی پر عمل درآمد ہوگا؟

### الجواب

جب وہ زمین مسلمانوں کو نسلاً بعد نسل ہمیشہ کے لئے دی گئی اور مسلمانوں نے اس پر بطور ملک قبضہ کر کے اسے قبرستان کر دیا اور مردہ دفن ہوا وہ زمین ہمیشہ ہمیشہ قبرستان مسلمین کے لئے وقف ہو گئی

کسی زمیندار کا اس پر کوئی حق و دعویٰ نہ رہا، ہندو ہو یا مسلمان۔ زمیندار اگر مسلمان ہو تو عام مسلمانوں کی طرح اتنا حق اسے بھی ہوگا کہ اپنے مردے دفن کرے، اس سے زیادہ اسے اپنی حقیقت و ملکیت وہ بھی نہیں ٹھہرا سکتا تمام جہان جانتا ہے کہ وقف کسی کی ملک نہیں چھوٹا خالص ملک الہی جل جلالہ ہوتا ہے الوقف لایملاک (وقف کسی کی ملکیت نہیں ہوتا۔ ت) ایک عام زبان زد حکم ہے جسے بچے بھی جانتے ہیں۔ درمختار میں۔

عندہما ہو جسہما (ای العین) علی حکم ملک اللہ تعالیٰ و صرف منفعتہا علی من احب و لو غنیا فیلزمہ فلا یجوز لہ ابطالہ ولا یورث عنہ و علیہ الفتویٰ ابن الکمال و ابن الشحنة۔

اور صاحبین کے نزدیک وقف نام ہے عین کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے حکم پر چھس کرنے اور اس کی منفعت کو اس پر صرف کرنے کا جس پر واقف چاہے اگرچہ وہ موقوف علیہ غنی ہو پس وہ وقف لازم ہو جائیگا اور واقف اس کو باطل نہیں کر سکتا

اور نہ ہی اس میں میراث جاری ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے (ابن کمال و ابن شحنة)۔ (ت) فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

فی العیون والیتیمۃ ان الفتویٰ علی قولہما کذا فی شرح الشیخ ابی المکارم للنقایۃ

عیون اور یتیمہ میں ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے جیسا کہ شیخ ابوالمکارم کی شرح نقایہ میں ہے۔ (ت)

فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے :

عندہما الوقف لازم بغیر ہذا التکلیفات والناس لہم یأخذوا بقول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فی ہذا للأشہر المشہورۃ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والصحابة و تعامل الناس باتخاذ الرباطات والخانات اولہا وقف

صاحبین کے نزدیک وقف ان تکلیفات کے بغیر لازم ہو جاتا ہے اور لوگوں نے اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے قول کو نہیں اپنایا کیونکہ متعدد آثار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے اور لوگوں کا تعامل خانقاہیں اور سرائیں بنانے کے بارے میں منقول ہے







سے خواہ دیدہ و دانستہ کر لیا تو وہ معاہدہ مردود ہے اس پر عملدرآمد ہرگز نہ ہو گا نہ اس کے فسخ کی ضرورت ہے، فسخ تو جب کیا جائے کہ وہ معاہدہ سمجھا بھی جائے وہ معاہدہ ہی نہیں ایک بیہودہ دجے معنی تحریر ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما بال اناس يشترطون شروطا ليست في كتاب الله من اشترط شرط ليس في كتاب الله فليس له (وفی ما وایہ فہو باطل) وان شرط ما ثمة صرة شرط الله احق واوثق، رواه الشيخان عن امر المؤمنين رضى الله تعالى عنها۔ والله تعالى اعلم۔

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں، جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں تو وہ اس کے لئے نہ ہوگی، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ باطل ہے، اگر سو بار شرط لگائے اللہ تعالیٰ کی شرط زیادہ حق والی اور زیادہ پختگی والی ہے۔ اس کو شیخین نے ام المؤمنین (سیدہ عائشہ صدیقہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۹ از قصبہ جاس ضلع رائے بریلی محلہ غوریاں کلاں مرسلہ محمد حسن صاحب ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ایا لیان جاس کا دستور قدیم رہا ہے کہ اپنے مقابر میں مساجد بھی بنا دیا کرتے تھے جس پر مسافران خود ابا لیان قصبہ وقت بے وقت نماز ادا کیا کرتے تھے زمانہ کے دستبرد سے بعض ایسی مسجدیں تودہ خشت بن کر رہ گئیں اور بعض اب بھی موجود ہیں ایسے تو دیائے خاک و خشت کو فضیلت مسجد حاصل ہے یا نہیں اور وہ مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو آیا وہاں اینٹوں کو فروخت کر کے اپنے صرف میں لانا یا اس قطعہ زمین میں اپنا مسکن بنانا یا فروزہ کر کے کاشت میں لانا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی نے ایسا کیا ہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

### الجواب

مقبرہ اگر وقف ہے اور مقابر عامہ غالباً وقف ہی ہوتے ہیں تو جو مسجد واقف نے قبل وقف بنائی کہ اتنے حصہ کو مسجد اور باقی کو مقبرہ کیا وہ ابد الابد تک مسجد ہے اگرچہ ویران ہو جائے ہاں لایعین و بدیفقی (یہی درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) اس حالت میں تو اس کا آباد کرنا واجب

اور اس میں آداب مسجد لازم، اور اسے زراعت وغیرہ سے اپنے تصرف میں لانا حرام، اور اگر زمین مقبرہ کے لئے وقف ہو چکی تھی، اس کے بعد اس کے کسی حصہ کو مسجد کیا اگرچہ خود واقف نے تو وہ مسجد نہیں ہو سکتا، نہ آداب مسجد کا مستحق، مگر ذاتی تصرف زراعت وغیرہ اس میں بھی حرام کہ وہ مقبرہ کے لئے وقف ہے اور مقبرہ تصرفات سے آزاد، اور اگر وہ مقبرہ وقف نہیں جیسے دیہات میں مالکان دیہہ کی اجازت سے لوگ دفن ہوتے ہیں بے اس کے کوئی قطعہ مقابر کے لئے معین کر کے وقف کیا جائے اس میں اگر مالک نے مسجد بنائی یا دوسرے نے، اور مالک نے اسے جائز کیا تو وہ مسجد ہو گئی، اور اس کا وہی حکم ہے جو پہلے گزرا کہ اس کا آداب لازم، اور اس میں تصرف حرام، بشرطیکہ وہ زمین خالی میں بنائی گئی ہو، نہ قبور پر کہ قبروں کی زمین صالح مسجدیت نہیں اور اگر غیر مالک نے بنائی اور مالک نے جائز نہ کیا تو وہ مسجد نہیں، مالک کو اس میں تصرف کا اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۳۳۹** از شہر محلہ بہاری پور مسئلہ غلام ربانی صاحب ۴ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ  
چھ می فرمائیہ علمائے دین دریں مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ (۱) کہ قبرستان کی آمدنی کا روپیہ مسجد میں صرف کرنا چاہئے یا نہیں اور قبرستان کی مالک مسجد نہ دکتی ہے یا نہیں؟ ہماری شریعت مطہرہ کیا حکم دیتی ہے؟

تفصیل آمدنی: (۱) میت کی چادروں کی قیمت (۲) چادر کے ہمراہ مالک میت نقد دیتا ہے۔  
(۳) قبرستان میں جو درخت ہیں ان کی لکڑی کی قیمت۔  
تفصیل خرچ: مسجد کے کسی حصہ کی تعمیر میں فرش، لوٹے، روغن، رسی، یا رمضان المبارک کے اخراجات میں یہ روپیہ لانا۔

### الجواب

نہ مسجد قبرستان کی مالک ہو سکتی ہے نہ قبرستان کسی مال کا مالک ہوتا ہے، سائل نے بیان کیا کہ اہل میت اہل محلہ میں کسی کو چادریں اور کچھ نقد دیتے ہیں اور دینے والوں کو معلوم ہے کہ یہ مسجد کے لئے لیتے ہیں، اور درخت بہت قدیم ہے ہونے والے کا پتا نہیں، جو لکڑی ٹوکھ جاتی ہے گر پڑتی ہے مسجد کے سقائے وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے، اس صورت میں ان سب چیزوں سے مسجد کے وہ سب صرف جائز ہیں کوئی خرچ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۳۴۰** از مونا محمد مجتبیٰ ضلع اعظم گڑھ محلہ الہ داد پورہ مسئلہ صابر حسین صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ قبرستان کا مسلمانوں کے کیا حکم ہے اور کیا کرنا چاہئے؟ کوئی شخص اس

پر کوئی کام دیدہ و دانستہ دنیاوی کرے، مثلاً تجارت اور اصرار کرے کہ ہم قبرستان ہی پر کاروبار کریں گے دوسری جگہ نہیں کریں گے، یہ کسی کو بُرا معلوم ہو یا بھلا، اور ساتھ اس کے ہنود کو ملا کر زور دے کہ اس کو بحیثیت بنائیں اور کسی مصروف میں لے لیں اور مسلمانوں کو بے قبضہ کر دیں اور وہاں کے اشجار پر بھی قبضہ کر لیں اور یہی کوشش کر رہے ہوں اور بصورت انکار قبر کو عند التحقیقات کھدوا دیں وغیرہ وغیرہ تو اس شخص کے ایمان کا کیا حال ہے اور ایسے شخص کی ناحق پرتائید کرنا کیا ہے اور کس جرم کا مرتکب ہو گا۔ بیّنوا توجہوا۔

### الجواب

مسلمانوں کا عام قبرستان وقف ہوتا ہے اور اس میں سوائے دفن کے اور تصرف کی اجازت نہیں اسے تجارت گاہ بنانا یا اس پر کھیت کرنا سب حرام ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے : لا یجوز تعییر الوقف عن حیاتہ۔ وقف کی ہیئت کو تبدیل کرنا جائز نہیں۔ (ت) اشباہ وغیرہ میں ہے :

شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب  
والعمل بہ  
واقف کی شرط وجوب عل میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی مثل ہے (ت)

اور مسلمان کی قبر کو کھودنا تو ہدایت سخت شدید جرم ہے، اسلامی سلطنت ہو تو ایسا شخص سخت تعزیر کا مستحق ہے یہاں تک کہ سلطان اسلام کی اگر رائے ہو تو جو ایسی حرکات کا مرتکب ہو اگر تا ہوا سے نزلے قتل دے سکتا ہے، جو شخص ناحق پر اس کی تائید کرتے ہیں سب اسی کی طرح مرتکب جرم و مستحق سزا ہیں۔ قال تعالیٰ ولا تعادوا علی الاثم والعدوان۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، گناہ اور ظلم پر تعاون مت کرو۔ (ت)

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں : من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم اندہ ظالم فقد خلع من عنقہ یربقة الاسلام۔ جو دانستہ کسی ظالم کی امداد کو چلے اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رستی نکال دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر نوزانی کتب خانہ پشاور ۲۹۰/۲  
۲۔ الاشباہ والنظائر الفہم الثانی ادارة القرآن کراچی ۳۰۵/۱  
۳۔ القرآن الکریم ۲/۵

۴۔ المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲۴/۱ وکنز العمال حدیث ۱۳۹۵۵ بیروت ۸۵/۶  
و الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۰۹ دار الباز مکتبۃ المکرّمہ سعودی عرب ۵۲۴/۳

مسئلہ ۳۴۱ مستولہ احمد نبی خاں صاحب از مراد آباد ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین میں سوالات مفصلہ ذیل میں

(۱) جزد و جائداد اراضی موقوفہ کاروپہ معاوضہ سرکار انگریزی سے متولی جائداد کو ملا، اس روپیہ کو متولی کو کیا کرنا چاہئے؟ آیا جائداد خرید کر کے شامل جائداد موقوفہ کرنا چاہئے یا کسی مصارف خاص میں یا عام مصارف جائز میں اس رقم کا صرف کرنا جائز ہے؟

(۲) متولی فوت ہو گیا اور اس نے اپنے زمانہ حیات میں اس روپیہ معاوضہ مذکور سے کوئی جائداد خرید کر کے شامل جائداد موقوفہ نہیں کی اور روپیہ معاوضہ مذکور کا کوئی مصرف جائز بھی کسی قسم کا اس کی حیات میں ظاہر نہیں ہوا اور اکثر اوقات متولی متوفی اور اس کے مختار عام اور سربراہ کاریہ ظاہر کرتے رہے کہ ہنوز کوئی جائداد متصل جائداد موقوفہ کے دستیاب نہیں ہوئی ہے کوشش کی جاتی ہے جس وقت کوئی جائداد فروخت ہوئی خرید کر کے شامل وقف کی جائے گی۔

(۳) متولی متوفی نے اپنی جائداد ملوکہ و مقبوضہ چھوڑی ہے جس پر اس کے وارثان قابض و دخل ہیں۔

(۴) متولی حال کا بحالت موجودہ کیا فرض ہے، آیا وارثان متولی متوفی سے روپیہ مذکور طلب کرنے اور اس کی جائداد متروکہ سے وصول کرنے کا عند الشرع مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

صورت مستفسرہ میں متولی سابق پر اس زر معاوضہ کا تاوان لازم ہے جو اس کی جائداد متروکہ سے

وصول کیا جائے گا متولی حال پر لازم ہے کہ اسے وصول کرے اور اس میں کسی گمراہ نہ دے بعد

وصول جب کہ وہ روپیہ خود عین اراضی موقوفہ کا بدل ہے کسی مصرف میں صرف نہیں ہو سکتا بلکہ لازم ہے

کہ اس سے ویسی ہی جائداد خرید کی جائے کہ جائداد رفتہ کی جگہ وقف ہو۔ در مختار و عقود الدریہ میں ہے،

الناظر لومات میجہلا لمال البدل ضمنہ

کما فی الاشباہ ای لمن الارض المستبدلۃ

نیز در مختار و رد المحتار میں ہے،

(لایجوز استبدال العاصر الا فی اسبع)

الاولیٰ لو شرطہ الواقف

زمین وقف کا بدلنا جائز نہیں سوائے چار صورتوں کے، پہلی صورت یہ کہ واقف نے اگر استبدال

لہ العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدینۃ کتاب الوقف الباب الثالث ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۱۸



الثانية غصبه غاصب واجرى عليه الماء حتى صار يحرأ فيض من القيمة وليشتري المتولى بها امرضا بدلا، الثالثة ان يجحده الغاصب ولا يبينه اى اراد دفع القيمة فللمتولى اخذها وليشتري بها بدلا لا الخ والله تعالى اعلم.

کی شرط کی ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ غاصب نے اس کو غصب کیا اور اس پر اتنا پانی بہایا کہ وہ دریا بن گئی تو متولی اس سے ضمان لے کر اس کے بدلے میں دوسری زمین خریدے۔ تیسری صورت یہ کہ زمین وقف کا غاصب انکاری ہے اور متولی کے پاس گواہ نہیں اور غاصب قیمت دینا چاہتا

ہے تو غاصب سے قیمت لے کر اس کے عوض متولی دوسری زمین خرید لے الخ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴ مسئلہ مجید اللہ صاحب توسط عطا احمد صاحب مولوی محلہ بدایوں ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی ایک جائداد بلا تخصیص مقام ہر جگہ کے مسلمانوں کی تعلیم کے لئے وقف کی اور ایک خاص قصبہ مدرسہ بنانے کے لئے نامزد کر دیا کہ اس قصبہ میں تعلیم گاہ بنائی جائے لیکن کوئی خاص اراضی تعمیر مدرسہ کے لئے وقف نہیں کی گئی اب کسی مجبوری و نیز اس وجہ سے کہ جو قصبہ مدرسہ بنانے کے لئے وقف نامہ میں معین کیا گیا تھا عام مسلمانوں کی تعلیم میں وہاں سہولت نہیں ہے دوسری جگہ اسی غرض تعلیمی کے لئے وہ مدرسہ بنانا چاہتا ہے جہاں عام مسلمانوں کے لئے سہولت ہو، پس یہ تبدیلی مقام شرعاً جائز ہے یا نہیں، یعنی اگر اس تبدیلی شدہ جدید مقام پر مدرسہ بنا کر جائداد موقوفہ کی آمدنی اس پر خرچ کی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بتیو تو جہودار۔

### الجواب

واقف کو ایسی تغیر جائز ہے جبکہ مصلحت وقف اس میں نہیں اس کے خلاف میں ہے رد المحتار

میں ہے :

فی فتاویٰ مؤید زادة اذالم یكونوا اصلح اوفی امرهم تهاون فیجوز للواقف الرجوع عن هذا الشرط اه وهکذا نقله عنہا فی شرحہ علی الملتقى

فتاویٰ مؤید زاده میں ہے کہ اگر موقوف علیہ زیادہ صلاحیت والے لوگ نہ ہوں یا وہ اپنے معاملے میں غفلت کرتے ہوں تو واقف کو اس شرط سے رجوع کر لینا جائز ہے اھ اسی طرح ماقن نے فتاویٰ مؤید زاده سے ملتی پر اپنی شرح میں



ثم نقل عن الخلاصة لا يجوز الرجوع  
عن الوقف اذا كان مسجلاً ولكن يجوز  
الرجوع عن الموقوف عليه وتغييره وان  
كان مشروطاً كالمؤذن والامام والمعلم  
ان لم يكونوا اصلح او تنهاونوا في امرهم  
فيجوز للواقف مخالفة الشرط اه والله  
تعالى اعلم۔

نقل کیا، پھر خلاصہ سے یوں نقل کیا کہ وقف جب  
رجسٹرڈ ہو تو اس سے رجوع جائز نہیں لیکن موقوف علیہ  
سے رجوع اور اس کو تبدیل کرنا جائز ہے اگرچہ  
مشروط ہو جیسے مؤذن، امام اور معلم، اگر وہ  
وقف کی زیادہ صلاحیت نہ رکھتے ہوں یا وہ اپنے  
معاملات میں غفلت اور سستی کا ارتکاب کرتے  
ہوں تو واقف کے لئے شرط کی مخالفت کرنا  
جائز ہے اه والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴۶ از شیخ پور مسئلہ شیخ امین الدین حیدر رئیس ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں :

- (۱) وقف نامہ ہر شتہ کے کسی شرط کو واقفان بذریعہ تمہ دستاویز تبدیل یا ترمیم کر سکتے ہیں یا نہیں؟
- (۲) اگر واقفان کسی مصلحت سے مدرسہ کا مقام رقبہ شیخ پور سے کسی دوسرے موضع یا شہر کے رقبہ  
میں تبدیل کر دیں اور مصروف و غرض وقف فوت نہ ہو تو وقف میں نقصان نہ واقع ہوگا۔

### الجواب

(۱) وقف نامہ میں واقفوں نے اگر شرط کر دی ہوتی کہ ہم کو تبدیل شرائط کا اختیار ہے تو اختیار  
ہوتا اب کہ یہ شرط نہ کی بلا ضرورت صحیحہ و اجازت شرعیہ کسی تبدیل و ترمیم کا اختیار نہیں۔ رد المحتار میں  
حموی سے ہے :

الوقف اذا لزم ما فی ضمنہ من  
الشروط یلزم

وقف جب لازم ہوتا ہے تو اس کے ضمن میں پائی  
جانے والی تمام شرطیں لازم ہو جاتی ہیں (ت)

(۲) اگر شیخ پور میں ہونا اغراض وقف کے لئے مفید نہ ہو اور دوسری جگہ مصلحت شرعی ہو تو واقفوں  
کو اس تبدیل کی اجازت ہے، عالمگیری میں ہے :

اشتراط الاستبدال باسئس من البصوة

اگر یہ شرط لگائی گئی کہ زمین وقف کو بصرہ کی زمین سے

لیس له ان یستبدل من غیرها، وینبغی انکانت احسن ان یجوز، لانه خلاف الی خیر کذا فی فتح القدیر<sup>۱</sup>  
بدلوں کا تو بصرہ کے ماسوا دوسری زمین سے بدلنے کا واقف کو اختیار نہ ہوگا مگر چاہئے یہ کہ اگر دوسری جگہ کی زمین اس کے بدلے میں زیادہ بہتر ہے تو جائز ہوگی کہ یہ خلاف کرنا بہتری کی طرف ہے فتح القدیر میں اسی طرح ہے۔ (ت)  
رد المحتار میں بحوالہ درمستی خلاصۃ الفتاویٰ سے ہے:

یجوز الرجوع عن الموقوف علیہ وتغییرہ وان کان شروطاً کالمؤذن والامام والمعلم ان لم یکنوا اصلح او تھا ونوا فی امرہم فیجوز للواقف مخالفت الشرط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
موقوف علیت سے رجوع اور اس میں تبدیلی جائز ہے اگرچہ وہ مشروط ہو جیسے مؤذن، امام اور معلم اگر یہ لوگ وقف کے لئے زیادہ صلاحیت کے حامل نہ ہوں یا اپنے معاملات میں سستی کرتے ہو تو واقف کے لئے جائز ہے کہ شرط کی مخالفت کرنے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴۳۔ مسئلہ بدرالدین صاحب ۳۰ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع النسخ وحرکت علی کہ جامع مسجد ممبئی کے گیارہ مشاورین میں سے اکثرین نے یہ قرار دیا منظور کی کہ مسجد کے اوقاف کی آمد سے مسجد کے احاطہ میں کھلی جگہ ہے وہاں باغیچہ قائم کیا جائے اور درخت اور کنڈیاں نصب کئے جائیں اور اس کے انتظام کے لئے ایک یاغبان مشاہرہ سے رکھا جائے، اظہاراً گزارش ہے کہ جس زمین پر باغیچہ تیار کرنا منظور ہے وہ جگہ پیش تر سے نماز پڑھنے کے لئے عیدین اور یوم الجمعہ میں استعمال کی جاتی ہے پس اس حالت میں مشاورین مسجد کو اوقاف مسجد سے ایسا خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جس زمین پر زمانہ قدیم سے نمازیں ہوتی تھیں اس پر باغیچہ بنا کر لوگوں کو ادائے نماز سے روکنا مشاورین مسجد کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بناؤ علی عدم جواز ترکیبیں اس فعل کے اپنے عہدہ ہائے مفوضہ سے معزول ہونگے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

### الجواب

وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں اگرچہ مقصود واحد ہو مثلاً کسی مسجد پر دکانیں وقف

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۰۰

لے رد المحتار فصل یراعی شرط الواقف وارجاء التراث العربی بیروت ۳/۴۳۱

ہیں کہ ان کا کرایہ مسجد میں صرف ہوتا ہے انہیں حمام کر دیا جائے اور اس کا کرایہ مسجد کو دیا جائے یا حمام کا کرایہ مسجد پر وقف تھا اسے دکانیں کر دیا جائے یہ ناجائز ہے حالانکہ مقصود یعنی کرایہ واحد ہے۔ عالمگیریہ میں ہے،

لا يجوز تغير الوقف عن هيئته فلا يجعل  
الدكان خاناً للزينة  
وقف کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں لہذا دکان کو سرائے بنا دینا جائز نہیں (ت)

نہ کہ خلاف مقصود اور وہ بھی محض بے سود و مردود، باغیچہ امراء کے مکانوں کی زینت ہوتا ہے، بیت اللہ کی زینت ذکر اللہ ہے، ولہذا علماء نے مساجد میں پٹر لگانا منع فرمایا اور فرمایا کہ مساجد کو یہود و نصاریٰ کے کنیسوں گرجوں سے مشابہ نہ کرو پھر اس میں نمازیوں پر جمعہ و عیدین میں تنگی ہے اور جو مسلمانوں پر تنگی کئے اللہ اس پر تنگی کرے گا من ضیق ضیق اللہ علیہ (جس نے تنگی کی اللہ تعالیٰ اس پر تنگی فرمایا گا۔ ت) اس میں منع خیر ہے اور مناع الخیر کی مذمت کلام اللہ میں ہے اس میں زمین متعلق مسجد کو نماز سے روکنا ہے اور اللہ عز وجل فرماتا ہے،

ومن اظلم ممن منع مسجداً لله ان يذكر  
فيها اسمه وسعى في خرابها اولئك ما كان  
لهم ان يبدؤوا خلقها الا خائفين لهم في الدنيا  
خزي ولهم في الآخرة عذاب عظيم  
اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الہی لے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو اس زمین میں قدم دھرنانہ تھا مگر ڈرتے ہوئے ایسوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

ایسے مشاور اگر باز نہ آئیں واجب العزل ہیں من استرعى الذئب فقد اظلم جس نے بھیڑیے کو چرواہا بنایا اس نے بکریوں پر ظلم کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۴۹ مسئلہ منشی غلیل الرحمن صاحب پارچہ فروش از نگینہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ایک محلہ کے اندر واقع ہے کہ جس میں کچھ اراضی زائد فرش سے ہے اور اس اراضی میں ایک مزار شریف بھی ہے، اس مسجد کی خبر گیری اہل محلہ جس میں چند قوم کے آدمی ہیں کرتے ہیں منجملہ چند اقوام کے ایک قوم ایک مدرسہ خاص قومی

اس اراضی موقوفہ میں بنانا چاہتی ہے کہ جس میں دوسری قوم کا تعلیم نہیں پائے گا حیثاً کسی وقت میں اس اراضی موقوفہ کی ضرورت مسجد کو ہوتے تو وہ تعمیر مدرسہ اٹھا کر اپنے تصرف خواہ کسی قسم کا تصرف ہو لاسکتے ہیں یا نہیں جس قوم کا مدرسہ تعمیر ہوتا ہے اس قوم کے چند لوگ متمم و متولی ہیں وہ ایک اقرار نامہ بدیں مضمون لکھتے ہیں کہ اگر کسی وقت میں مسجد کو ضرورت اراضی کی ہو تو وہ نہیں لے سکتی یہ اقرار ان کا لکھنا جائز ہوگا یا نہیں، علاوہ اس قوم کے دیگر اقوام یا دیگر محلہ یہ چاہیں کہ مدرسہ قومی خاص نہ رہے تو وہ اس عمارت میں مدرسہ بنادارہنے دے سکتے ہیں یا نہیں، اور یہ مدرسہ خصوصیت قوم کے ساتھ تعمیر کیا جاتا ہے اور اسی قوم کے بچے مستفیض ہوں گے جواب خلاصہ و شرح مرحمت فرمایا جائے، مگر عرض ہے جواب کے ارسال میں دیر نہ فرمائی جائے، مگر عرض ہے کسی وجہ سے کل کو وہاں مدرسہ نہ رکھا گیا تو اس تعمیر کی مالک قوم یا اہل مدرسہ ہوگا یا نہیں یا مسجد کی ہی ملکیت ہو جائے گی مدرسہ کو اختیار اس کے کرایہ پر دینے کا رہے گا یا نہیں؟

بیئتوا تو تجروا۔

### الجواب

جو زمین متعلق مسجد ہے وہ مسجد ہی کے کام میں لائی جاسکتی ہے اور اس کے بھی اسی کام میں جس کے لئے واقف نے وقف کی وقف کو اس کے مقصد سے بدلنا جائز نہیں، شوط لواقف کنفص الشاسع فی وجوب العمل بدہ (واقف کی شرط وجوب عمل میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی مثل ہے) واقف نے اگر یہ مدرسہ بنانے کی اجازت نہ دی تو اس میں عام مدرسہ بھی نہیں بن سکتا نہ کہ خاص، اور اگر عام مدرسہ کی اجازت دی ہے جب بھی کسی قوم کو خاص اپنا قومی مدرسہ کرنے کی اجازت نہیں اگر خلاف اجازت ایسا تصرف کرینگے غاصب ہوں گے اور وہ عمارت منہدم کر دینے کے قابل ہوگی اور بعد انہدام جو کچھ اینٹیں کڑیاں ہوں اس کے مالک وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے عمارت بنوائی تھی، واللہ تعالیٰ اعلم

من ۳۵ مسئلہ از ماہرہ شریف ضلع ایٹہ مرسلہ حافظ عبدالحمید امام مسجد کبہ ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۶۹ھ

زید نے اپنی زمینداری کے ایک قطعہ کو جو عیسائی بیگیہ خام ہے اور اس کا سالانہ منافع عیسائی ہے اس تصریح کے ساتھ کہ ہم عیسائی سالانہ اس محلہ کی مسجد میں جس میں واقف رہتا ہے صرف ہوا کریں اور ہم عیسائی سالانہ غریبار و مساکین کے لڑکوں کی تعلیم جو قرآن شریف اور دینیات پڑھتے ہیں قرآن شریف یا متفرق پارہ اور کتب دینیہ خرید کر امداد کی جائے اور اس مصرف میں ہمیشہ صرف ہوتے رہیں اور ہم عیسائی



سالانہ تیماں و بیوگان کی تیاری پارچہ سرا وغیرہ صرف کئے جائیں اپنے دل میں مذکورہ مصارف کی نیت کر کے وقف کر دیا اور ایک سال سے اس کا منافع بھی کاشتکار سے وصول نہیں کیا اور وقف کی کوئی تحریر بھی نہیں لکھی، اب زید یہ چاہتا ہے کہ قطعہ اراضی مذکورہ بالا سے جس کے وقف کی نیت کی ہے بہتر اور عمدہ اور زیادہ منافع کی دیگر اراضی کو جو اس کی ملکیت ہے بجائے اس کے وقف کر دے اور بموجب شرع شریف کے تحریر و تکمیل کر دے اور متولی اس کا مقرر کر کے اس کے قبضہ میں اس زمین کو دے دے کہ منافع اس کا مصارف مذکورہ میں صرف کیا کرے اور آئندہ متولی اس کا زید کے رشتہ داران اور نمازیان مسجد محلہ کے مشورہ سے مقرر ہوا کرے گا، اس صورت میں امید ہے کہ سالانہ سے زیادہ منافع سالانہ وقف کا ہوگا صرف نیت وقف کر لینے سے جو خاص قطعہ اراضی کی نسبت کی ہے اور اس کی تحریر بھی نہیں لکھی اور اراضی جو اس سے بہتر اور عمدہ زیادہ منافع کی ہے وقف کر کے تحریر کرے شرع مانعت تو نہیں کرتی؟

### الجواب

تحریر تو شرعاً کوئی ضروری چیز نہیں، نہ اس پر وقف موقوف، اگر اس نے زبان سے کہہ دیا تھا کہ میں نے اس کو اللہ کے لئے وقف کر دیا تو وقف ہو گئی اب اس سے رجوع نہیں کر سکتا مگر یہ کہ وقت وقف شرط استبدال کر لی ہو یعنی مجھے اختیار ہے کہ جب چاہوں اس زمین کے بدلے اور زمین وقف کر دوں تو البتہ اس حالت میں تبدیل کا اختیار ہے، اگر زبان سے بھی نہیں کہا تھا صرف دل سے نیت کی تھی تو وہ زمین وقف نہ ہوئی، اگر واقعی اس سے بہتر اور زیادہ منافع کی زمین وقف کرنا چاہتا ہے تو اس پر کچھ الزام نہیں قال اللہ تعالیٰ ما علی المحسنین من سبیل (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیکی کرنے والوں پر (مواخذہ کی) کوئی راہ نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵۱ از شہر مسولہ محمد خلیل اللہ صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ ایک موقع پر ایک جائیداد موقوفہ متعلق مسجد واقع ہے تو علاوہ بیع کے جو ہر طرح ناجائز ہے آیا اس موقع پر جائیداد مذکورہ سے تبادلہ کا جواز اسی قلیل قیمت اور حیثیت کی جائیداد سے یا کسی دیگر نوع سے کسی صورت میں بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

### الجواب

اس خاص وقف کرتے وقت واقع نے استبدال کی شرط نہ کر لی ہو تو ہرگز کسی حال میں



جائز نہیں جب تک اس سے انتفاع ممکن ہے اگرچہ دوسری کہ اس کے بدلے میں ملے اس سے قیمت و حیثیت و منفعت میں بہت زائد ہو،

فانا امونا بابقاء الوقف علی ماکان علیہ  
دون زیادة اخرى لیکما حققه الحق  
فی الفتح - واللہ تعالیٰ اعلم -  
ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم وقف کھسابقہ ہیئت پر باقی رکھیں نہ کہ دیگر زیادتی کو، جیسا کہ محقق علیہ الرحمہ نے فتح القدیر میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

۳۵۲ھ ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۲۶۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ منشی کریم الدین کی دو بیویاں تھیں اور دونوں سے اولاد ہے، پہلی بیوی سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا، اور دوسری بیوی سے دو لڑکیاں تھیں۔ منشی صاحب مرحوم نے ایک باغ ایک موضع، ایک مدرسہ اور کچھ دکانیں پہلی بیوی کے انتقال ہونے کے بعد وقف کیں اس طرح پر کہ میرے بعد میری زوجہ متولی رہے اور زوجہ کے بعد لڑکا جو کہ پہلی بیوی سے تھا اور لڑکے کے بعد ان کی اولاد، چونکہ لڑکا ان کی حیات میں فوت ہو گیا اور لڑکے کی اولاد میں ایک لڑکی تھی وہ لڑکی ناقابل انتظام تھی اور اس کا شوہر بوجہ بد چلنی کے ناقابل انتظام تھا اس وجہ سے منشی صاحب نے ایک اقرار نامہ وقف نامہ کی تحریر کے بارہ سال بعد اس طرح تحریر کر دیا کہ میرے بعد میری دوسری زوجہ متولی رہے اور اس کے بعد اس کی بڑی لڑکی اور لڑکی کے بعد اس کی اولاد میں بڑا لڑکا جو لائق ہو متولی رہے اسی طرح سلسلہ برابر جاری رہے اس اقرار نامہ کی تحریر کو عرصہ دو سال ہو گیا اور وقف نامہ کو چودہ سال، اس وقت منشی صاحب مرحوم کی دوسری زوجہ حیات ہے اور منشی صاحب نے جائیداد مذکورہ مفصلہ ذیل اخراجات کے واسطے وقف کی ہے۔ مولود شریف، گیارہویں شریف، فاتحہ حسنین، خرچ مدرسہ و تکیہ وغیرہ، چونکہ پہلی بیوی کی لڑکیاں اور منشی صاحب کے لڑکے کی لڑکی حیات میں اور وہ سمجھتے ہیں کہ بڑے وقف نامہ کے جائیداد مذکورہ کے ہم متولی ہیں اس لئے التماس ہے کہ شرعاً اس وقت جائیداد مذکورہ کا متولی کون شخص قرار دیا جائے گا اور اس کے بعد کون اقرار نامہ کا قانونا بھی داخل خارج ہو گیا ہے بموجب حکم شرع شریف تحریر فرمایا جائے۔ فقط

الجواب

قولیت کوئی ترک نہیں کہ ہر وارث کا اس میں حق ہو قولیت اکت کے اختیار کی ہے جسے متولی کر دے

وہی ہوگا۔ درمختار میں ہے: ولایۃ نصب القیم الی الواقف (متولی مقرر کرنے کی ولایت واقف کو حاصل ہے۔ ت) تو اس میں شک نہیں کہ فی الحال وقف کی متولی صرف زوجہ ثانیہ ہے کہ وقف نامہ اور اقرار نامہ دونوں میں اپنے بعد اس کو متولی لکھا ہے اور جب زوجہ کا انتقال ہو تو حسب شرط اقرار نامہ اسی زوجہ کی بڑی لڑکی پھر اس کے بعد اس لڑکی کی اولاد میں جو بڑا لڑکا لائے ہو ورنہ جولائے ہوں بہر حال پہلی بیوی کی لڑکیوں کا تو کوئی استحقاق تولیت میں سرے سے نہ تھا کہ وقف نامہ اقرار نامہ کسی میں ان کی تولیت نہیں رہی پسر متوفی کی لڑکی اگرچہ وقف نامہ میں اپنے بعد پسر پھر اولاد پسر کی تولیت لکھی تھی مگر وہ وقف کے سامنے مر گیا اور اب اس نے ان شرائط کو تبدیل کر دیا اور دوبارہ تولیت واقف کو تغیر و تبدل کا اختیار ہے تو اب عمل بموجب اقرار نامہ ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے:

التولية من الواقف خارجة من حكم ما ثل الشرائط لانه له فيها التغيير والتبديل كلما بداله من غير شرط في عقدة الوقف - والله تعالى اعلم -

واقف کی تولیت تمام شرائط کے حکم سے خارج ہے کیونکہ واقف کو ان شرائط میں تبدیلی کا اختیار ہے جب بھی وہ مناسب سمجھے اگرچہ اس نے عقد وقف میں اس کی شرط نہ لگائی ہو۔

والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵۳

## QUESTION

Rangoon, The 19th May, 1908.

To

Moulvi Haji Ahmad Raza Khan,  
Esqur, Bareilly,  
United provinces

Honoured Sir,

We desire to place before you a certain religious matter on which we solicit your valuable opinion. The facts are briefly these. There is a Chulian a

۱۔ درمختار کتاب الوقف فصل راعی شرط الواقف فی اجازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۳۸۹/۱  
۲۔ ردالمحتار " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۱۰/۳

Mosque in Moung Taulay street at this place. There are five duly elected trustees or mutawallis who manage the affairs of the said mosque according to a scheme framed by the chief court of Lower Burma. The trustees are given the power of discharging the Imam, Muazzin and Clerks of the mosque. In virtue of the said power, the trustees at a meeting discharged their Imam, One Syed Muckbool for irregularity misconduct and disobedience. After the discharging, the trustees filed a suit in the chief court of Lower Burma for declaration that the discharge of the Imam may be confirmed. The Imam now questions the authority of the trustees and maintains power badly, he may misconduct himself, they have no power to discharge him. Having placed the facts briefly we request you most humbly to give your Fatwa as to whether the trustees have the power to discharge the Imam when they find it necessary to do so. This is a vital point which is at present engaging the attention of the leading member of the Chulian Sunni Mohmmadan community and we shall thank you very much if you can send your fatwa before the 1st week of June thanking you in anticipation. We beg to remain, honoured Sir, your most obedient and humble followers in M. Qadir Gani, president. The Madras Muslim Association No 37, Tocckay Mq, Taulay street.

## ANSWER

From	Bareilly, The 28 <sup>th</sup> of May, 1908
To	M. Qadir Gani, President The Madras Muslim Association

Sir, with reference to your letter dated 19th of May, 1908, I send my Fatwa for your perusal. The trustees can discharge an Imam by their authority when such indifference is found in him which may be the sufficient reason of "Shara" for him to be dismissed. Vide Eisanul Hukkam printed at Mier page No 123.

فی فتاویٰ قاضی خان اذا عرض للامام او للمؤذن عذر منعه عن المباشرة مدة ستة اشهر فللمتولی ان یعزله ویولی غیره وان کان للمعزول نائب .

**Translation** - There is in fatwa Qazi Khan when an Imam or Muazzin has some certain business which may be the cause of six months absence from the mosque, not with standing he may have given some person for him to act. At such opportunity the trustee can discharge him and may establish or Appoint another Imam in his place" ( Tahtawi printed Mizr and Shani printed constantinople volume 3, Page 639) وقدم ما يدل على جواز عزله اذا مضى شهر كبرى .

**Translation** - Allama Birizada has said that the books aforesaid style shows that a trustee can discharge an Imam on account of a month absence from the mosque. The Trustees had no need of taking sanction of discharging the Imam from the Court or from any higher Officer or Governor because the authority of trustees in these matters is over the Powers of a Muhammadan governor although the same Mutawallis or trustees may have been fixed by the same Muhammadan Governor.

See Ashbahunnazair printed Lucknow page 179 copies from the Fatwa of Imam Rashiduddin لا يملك القاضي التصرف في الوقف مع وجود ناظره ولو من قبله .

**Translation** - A Qazi cannot interfere a Waqf in the Presence of a trustees although the trustees may have been fixed by the same Qazi Hamawi Sharah Ashbah printed Lucknow page No 179 copies from Fatwa Imam Zahiruddin

قاضى البلد اذا نصب رجلا متوليا للوقف بعد ما قلده الحاكم الحكومة فليس للحاكم على الوقف سبيل حتى لا يملك الاجارة ولا غيرها .

له لسان الحكم مع معين الحكم الفصل العاشر في الوقف مصطفى البابي مصر ص ۲۹۸  
له رد المحتار كتاب الوقف فصل راعي شرط الواقف في اجارته دار اجارة التراث العربي بيروت ۴/۲۱۲  
له الاشباه والنظائر الفن الاول القاعدة السادسة عشر ادارة القرآن كراچی ۱/۱۹۲  
من غمر العيون البصائر مع الاشباه والنظائر " " " " " " " " " " " "

**Translation** - "A king appointed a Qazi and after it the Qazi fixed a trustee on a Waqf now the King has no connection on with the Waqf nor has he any power of it contract etc. Another style from Lisanul Hukkani copies from Fatwa Imam **Sowri** لا تدخل ولاية السلطان على ولاية المتولى في الوقف له

**Translation** - A king cannot interfere a Waqf against a trustee. Authorities in this case the higher officers or governors are not Muhammadan ones and therefore they do not know the schemes of Shara as a Muhammadan trustee knows. The trustees can discharge an Imam when the Imam leave Sunnia Doctrine or Commits an open sin against Shara or there may be found in him something which may be the cause of abhorrence which decreases the number of peoples at prayers or he may be disobedient against the managing rules of affairs of the mosques. Or assembly of persons at prayers or there may be something such in him. Otherwise he will not be discharged without fault. See Raddul Muhtar printed constantinople volume 3 page 597

قال في البحر واستفيد من عدم صحة عزل الناظر بلا جنة عدمها صاحب  
وظيفة في وقف بغير جنة وعدم اهلية له

**Translation** - It is said in Bahrur Raiq that as a Mutawali can not be dismissed without fault, from this it is manifest that any receiver of a salary of a Waqf can not be discharged until his fault be proved or he may be proved to be unfit for his duties.

امير قومه عبده المذنب احمد رضا البريلوي عفى عنه  
بمحمد المصطفى النبي الاقي  
صلى الله تعالى عليه وسلم

له لسان الحكماء مع معين الحكماء الفصل العاشر في الوقف مصطفى الباني مصر ص ۲۹۶  
له رد المحتار كتاب الوقف مطلب لا يصح عزل صاحب وظيفة بلا جنة دار احياء التراث العربى بيروت ۳/ ۳۸۶



ترجمہ ۳۵۳ از رنگون مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۰۸ء

بخدمت جناب مولوی حاجی احمد رضا خاں صاحب محلہ سوداگران بریلی، یوپی۔

مولانا محترم! ہم سب آپ کی خدمت میں چند مذہبی امور کے بارہ میں رائے عالی جاننے کے لئے یہ پیش کر رہے ہیں اور مختصر واقعہ کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں۔ یہاں ایک مسجد چولیان مونگ تلا اسٹریٹ میں واقع ہے جس کے چُننے ہوئے پانچ متولیان ہیں جو مسجد کا انتظام اس قانون کے تحت انجام دے رہے ہیں جس کو عدالت العالیہ برمانے مرتب کیا ہے جس کے مطابق متولیوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ امام، مؤذن اور علمہ کو برخاست کر سکیں، اس قانون کے مطابق متولیان نے ایک مجلس شوریٰ کے اندر سید مقبول امام مسجد کو ان کی بیضا بطگی، بُرے چال چلن اور حکم عدولی کے باعث برخاست کر دیا، اس برخاستگی کے بعد متولیوں نے ایک مقدمہ استقراریہ اس امر کا عدالت العالیہ برمانے میں دائر کیا کہ امام کی برخاستگی مستقل کو دی جائے اب امام نے یہ باز پرس متولیوں کی مجلس قانون سے کی ہے، قانون کا ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہے، ان لوگوں کو برخاست کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس مختصر واقعہ کو پیش کرتے ہوئے نہایت ادب سے التجا کرتے ہیں کہ آپ اس کے متعلق اپنا فتویٰ مرحمت فرمائیں، کیا متولیان کو امام کی برخاستگی کا حق حاصل ہے کہ جب وہ چاہیں برخاست کر دیں۔ یہ آج کل بہت برا مسئلہ ہے بران چولیان مسکنی محمدن کیونٹی کا بنا ہوا ہے، ہم لوگ بچہ شکر گزار ہوں گے اگر آپ اپنا فتویٰ ماہ جون کے اوائل ہفتہ میں روانہ فرمادیں فقط۔

آپ کا فرمانبردار خاکسار معتقد

قادر غنی صدر مدراس مسلم ایسوسی ایشن، مونگ تلا اسٹریٹ۔

الجواب

بریلی مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء

بخدمت جناب ایم قادر غنی صدر مدراس مسلم ایسوسی ایشن

محترم! آپ کے مراسلہ مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۰۸ء کے مطابق میں اپنا فتویٰ برائے ملاحظہ ارسال کر چکا ہوں، متولیان ایک امام کو برخاست کر سکتے ہیں جبکہ کوئی ایسا اختلاف اور وجہ معقول شرعی طور پر پائی جائے (لسان الحکام مطبوعہ مصر ص ۱۲۳)

ترجمہ: فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ جب امام یا مؤذن کے درمیان کوئی ایسی چیز عارض ہو جس کی وجہ سے وہ چھ ماہ تک مسجد سے غیر حاضر رہے اور اس نے اپنا کوئی بدلہ نہ دیا ہو تو اس وقت متولی اس کو برطرف کر سکتا ہے اور دوسرا امام اس کی جگہ مقرر کر سکتا ہے (مخطاوی مطبوعہ مصر اور شامی مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۲)

(ص ۶۳۹)

ترجمہ: علامہ بیری زادہ کتاب مذکور میں فرماتے ہیں کہ متولی ایک امام کو مسجد سے ایک ماہ کی غیر حاضری پر برطرف کر سکتا ہے، متولی کو کوئی ضرورت امام کی برطرفی کے لئے عدالت یا کسی افسر یا لایا گورنر سے اجازت لینے کی نہیں ہے کیونکہ متولی اپنے اختیار خصوصی سے ان معاملات میں خود اسلامی گورنر جیسا اختیار رکھتا ہے جبکہ یہ متولیان خود ایک اسلامی گورنر کے مقرر کردہ ہوں۔ (اشباہ والنظائر مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۷۹ منقولہ از فتاویٰ امام رشید الدین)

ترجمہ: ایک قاضی وقف کے کسی معاملہ میں متولی کی موجودگی میں دخل نہیں دے سکتا جبکہ اسی قاضی نے اس کو متولی بنایا ہو۔ (حموی شرح اشباہ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۷۹ منقولہ از فتاویٰ امام ظہیر الدین)

ترجمہ: ایک بادشاہ نے ایک قاضی مقرر کیا اور اس کے بعد قاضی نے وقف کا ایک متولی مقرر کیا، اب بادشاہ کو کوئی تعلق اس وقف سے نہ رہا اور نہ کوئی اختیار اس کو رد و بدل کا باقی رہا۔ (لسان الحکام، منقولہ از فتاویٰ امام ثوری)

ترجمہ: ایک بادشاہ ایک متولی کے معاملہ میں دخل نہیں ہو سکتا جبکہ حکام بالایا گورنر جو کہ مسلمان نہیں اور جو اس قانون تولیت سے واقفیت بمقابلہ متولی نہیں رکھتے اس وقت متولی امام کو برخاست کر سکتا ہے جبکہ امام عقائد سنیہ کو ترک کر دیتا ہے یا بر ملا شرع کی خلاف ورزی کرتا ہو یا کوئی ایسی چیز پاتی جاتی ہو جس سے نماز جماعت میں کمی واقع ہو یا کمیٹی کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہو جو مسجد سے متعلق ہو برخاست ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا۔ (رد المحتار مطبوعہ قسطنطنیہ ج ۳ ص ۵۹۷)

ترجمہ: بحر الرائق میں ہے کہ ایک متولی بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک وقف سے تنخواہ پانے والا شخص بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا یا جب تک یہ نہ ثابت ہو کہ وہ اپنی ڈیوٹی انجام دینے میں قاصر ہے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

امر برقمہ عبدہ المذنب احمد رضا البیلوی عفی عنہ

بسمحمد المصطفیٰ النبی الامح

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۳۵۴ مکملہ از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ فشی ہدایت اللہ صاحب ۲۴ صفر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ نواب غلام چشتی خان صاحب رئیس قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد موضع عیسے پور بطریق زکوٰۃ ریاست و موضع کچی کبیرا بطور خیرات حقیقت اپنی کو اول وقف کیا

سال ۱۲۸۴ھ میں اس حقیقت موقوفہ کے بابت ایک وصیت نامہ سادہ تحریر کیا جس میں انتظام و اہتمام تولیت جائیداد موقوفہ اور مصارف خیر کی بابت شرائط درج کئے، چنانچہ تاحیات اپنی خود واقف ہر دو مواضع مذکورہ کے متمم رہے اور بعد فوت ان کے نواب محمد عبدالکیریم خاں صاحب مرحوم یکے از واقف متمم مقرر ہوئے، وصیت نامہ میں واقف نے یہ شرط تحریر کی ہے اقرار یہ ہے کہ حین حیات اپنی آمدنی و پیداوار مواضع مذکور کو اپنے ہاتھ اور اختیار سے حبثہً للہ سب کرتا رہوں گا، اور بعد میرے میری اولاد سے ایک شخص از قسم ذکر جولائی ہووے نسلاً بعد نسل اور بطناً بعد بطن حسب دستور بطریقہ مستعملہ مجھ گنہگار کے صرف کرتا رہے ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو متمم ثانی نے وفات پائی، اب دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ فقرہ نسلاً بعد نسل کے کیا معنی اور مطلب، اور نسل سے منشا واقف کا اپنی اولاد سے ہے یا متمم ثانی کی اولاد سے، اور شرعاً بعد فوت ہونے متمم ثانی کے اصل واقف کے اولاد میں سے متمم مقرر ہونا چاہئے یا متمم ثانی کی اولاد میں سے۔  
بیّنوا تو ہجروا۔

### الجواب

صورت مستفسرہ میں جب تک واقف کی اولاد فعلی سے کوئی مرد لائق باقی رہے گا اولاد اولاد کو تولیت نہ پہنچے گی، جب ان میں کوئی نہ رہے گا اس وقت اولاد اولاد سے کوئی لائق متولی کیا جائے گا اور ان میں جب تک کوئی رہا تیسرے درجہ سے مقدر نہ کیا جائے گا و علیٰ هذا القیاس نسلاً بعد نسل اور بطناً بعد بطن کے یہی معنی ہیں اس میں واقف کی اپنی اولاد و اولاد اولاد و اولاد اولاد، اولاد سب داخل ہیں مگر بترتیب کہ سب سے مقدم اولاد پھر اولاد اولاد، اولاد اولاد اولاد الی آخر الدہر۔ اسعاف میں ہے:  
لا یكون للبطن الا سفل شئ ما بقى من  
البطن الا علی احد و هكذا الحكم فی  
کل بطن حتی تنفد البطون موتاً۔ واللہ  
سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۳۵۵ مسئلہ مرحلہ حاجی محمد حسین صاحب رئیس از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد ۸ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ  
سوال اول: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جائیداد  
وقف کی اور دربارہ تولیت یہ شرط تحریر کی کہ بعد میرے میری اولاد سے ایک شخص از قسم ذکر جولائی ہو

نسل بعد نسل اور بطناً بعد بطن حسب دستور مجھ گنہگار کے صرف کرتا رہے، آیا اس عبارت، مذکورہ سے واقف کا منشا کسی خاص اولاد کی نسبت یعنی بیٹوں کی یا پوتوں کی نسبت ہے یا اس میں کوئی خصوصیت نہیں ہے۔

سوال دوم: جائداد موقوفہ کے اشخاص ذیل متولی ہو سکتے ہیں یا نہیں اور شرعاً لفظ لائق کن اشخاص سے مراد ہے؟

(۱) جو باوصف استطاعت بائیس سال سے نہ چھوڑتا ہو نہ زکوٰۃ اور نہ عشر دے۔

(۲) جو علانیہ فسق و فجور میں مبتلا ہو۔

(۳) کیا تارک جماعت لائق متولی ہو سکتا ہے۔

(۴) جو طبع نفسانی سے متولی ہونا چاہے اور جس کو سجدہ کوشش تولیت کی ہو۔

(۵) جو سود جائز سمجھ کر لیتا ہو۔

(۶) جو شطرنج اور تماش بازی میں مصروف رہتا ہو وہ قابل تولیت ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

### الجواب

(۱) نہ اس میں ایسا خصوص ہے کہ بعض طبقات اولاد کو اطلاق نہ ہو، نہ ایسا عموم کہ ہر طبقہ کی اولاد معاً مستحق ہو بلکہ وہ جمیع طبقات کو بشرط ترتیب عام ہے یعنی جب تک خاص اولاد صلیب واقف سے کوئی مرد لائق تولیت باقی رہے گا پوتے اگرچہ لائق ہوں بلکہ الیق ہوں نہ پاسکیں گے لائق الواقف انما شرط اللائق دون الا لائق (واقف نے تولیت کے لئے لائق کی شرط لگائی ہے نہ کہ لائق ترین کی۔ ت) اور جب اولاد صلیب سے کوئی مرد نہ ہو یا جتنے باقی ہوں ان میں کوئی لائق تولیت نہ ہو تو پوتوں میں جو لائق ہو اسے پہنچے گی اب ان میں کا جب تک کوئی لائق باقی رہے گا پر پوتوں کا استحقاق نہ ہوگا و علیٰ ہذا القیاس الی انقراض النسل (اور اسی پر قیاس کرتے چلو یہاں تک کہ اس کی نسل ختم ہو جائے۔ ت) اور نواسے بہر حال مستحق نہ ہوں گے جس نے نواسوں کو بھی شمول لکھ دیا خطا کی۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

ان قال علی ولدی وولد ولدی	اگر واقف نے کہا کہ یہ چیز میری اولاد اور اولاد
یصوب الی اولادہ ابداماتنا سلوا	کی اولاد پر وقف ہے، تو یہ وقف اس کی اولاد
الاقرب والا بعد فیہ	کی طرف ہی پھیرا جائے گا جب تک اس کی اولاد
سواء الا ان یشکر الا قرب	کا سلسلہ جاری رہے گا۔ قریب و بعید والے







الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من  
النظر تولية الخائن لانه يخل بالمقصود و  
كذا تولية العاجزان المقصود لا يحصل به  
مقصود ہے یہی حال عاجز کو متولی بنانے کا ہے کہ اس سے مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ (ت)  
در مختار میں ہے :

(وينزع) وجوباً بزمانية (لو) الواقف دسرا  
فغيره بالاولى (غير مأمون) او عاجزا او  
ظهيره فسق كشراب خمر و نحوه ، فتح  
متولی سے ولایت وقف وجوباً واپس لے لی جائیگی (برائے)  
اگرچہ وہ خود واقف ہو (در) تو غیر واقف سے بدرجہ  
اولی واپس لے لی جائے گی جب کہ وہ امین نہ ہو یا عاجز  
ہو یا اسکا فسق شراب نوشی وغیرہ ظاہر ہو چکا ہو (فتح)۔ (ت)  
سودینا گناہ کبیرہ ہے تو اس کا ارتکاب اگرچہ ایک ہی بار لیقیناً اجماعاً فاسق و بد دیانت کر دیا جب کہ  
حرام جان کر کرے اور دارالاسلام میں جائز سمجھا تو فسق و رکنار صریح کا فرم نہ ہو جائے گا لاستحلالہ ما علم  
حرمته ضرورية من الدين (اس چیز کو حلال جاننے کی وجہ سے جس کی حرمت ضروریات دین سے معلوم ہے تا  
یونہی بلا عذر صحیح شرعی ترک جماعت کیا کرے فاسق و مردود الشہادۃ ہے۔ علیہ میں ہے ،  
تاس کا بلا عذر یا عذر و ترد شہادت ہے  
بلا عذر ترک جماعت کرنے والے پر تعزیر لگائی جائے  
اور اس کی شہادت رد کر دی جائے گی۔ (ت)

نہر الفاتی میں ہے :

ترکها مرة بلا عذر یوجب اثماً قول  
العراقین والخراسانیون علی انه یاثم  
اذا اعتاد الترك كما فی القنیة  
بلا عذر ایک بار جماعت کو چھوڑنا عراقیوں کے قول  
کے مطابق موجب گناہ ہے اور خراسانی تب اس  
کو گناہ نگار قرار دیتے ہیں جب وہ ترک جماعت کو  
عادت بنالے جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ (ت)

۳۸۵/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوقف	لہ رد المحتار
۳۸۳/۱	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الوقف	لہ در مختار
ص ۵۰۹	سہیل اکیڈمی لاہور	فصل فی الامامة	بہ غنیۃ المستمل
ص ۳۶	مطبوعہ کلکتہ انڈیا	باب فی الجماعۃ	لہ بحوالہ الغنیۃ المنیۃ

ردالمحتار صدر واجبات میں ہے :

الجماعة واجبة على الراجم اذ في حكم  
الواجب كما في البحر وصرحوا بفسق تاركها  
راجع قول کے مطابق جماعت واجب ہے با حکم واجب  
میں ہے جیسا کہ بحر میں ہے، اور مشائخ نے تصریح کی  
کہ تارک جماعت فاسق ہے۔ (ت)

مذہب صحیح و معتہد پر زکوٰۃ کا وجوب فوری ہے تو جو اس سال کی زکوٰۃ نہ دے یہاں تک کہ دوسرا سال  
گزرتے گنہگار ہے یونہی قول اصح و ارجح پر حج کا وجوب، تو جس سال استطاعت ہو اسی سال جائے ورنہ  
گنہگار ہوگا، اور اگر زکوٰۃ یا حج بعد وجوب بلا عذر صحیح شرعی تین سال تک ادا نہ کرے تو فاسق ہے نہ کہ  
بائیس سال۔ تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ میں ہے :

افتراضها فوری و علیہ الفتویٰ فی اثم بتاخيرها  
و تردد شهادته  
زکوٰۃ کی فرضیت فوری ہوتی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے  
تاخیر کرنے والا گنہگار ہے اور اس کی گواہی مردود ہے

ردالمحتار میں ہے :

في البدائع عن المنتقى بالنون اذ الم يؤد  
حتى مضى حولان فقد اساء و اثم  
رد المحتار کتاب الحج میں ہے :

فرض على الفور في العام الاول عند الثاني  
واصح الروايتين عن الامام ومالك واحمد  
في فسق و تردد شهادته بتاخيرها اي سنتين  
لان تاخيرها صغيرة وبات تكابه مرة لا يفسق  
الا بالاضرار، بحر  
حج کی فرضیت علی الفور ہوتی ہے اور پہلے ہی سال  
ادا کرنا چاہئے امام ابو یوسف کے نزدیک، اور  
امام ابو حنیفہ سے منقول دو روایتوں میں سے اصح  
روایت کے مطابق اور امام مالک و احمد کے مطابق  
چند سال مؤخر کرنے سے فاسق قرار دیا جائے گا

اور اس کی شہادت مردود ہوگی کیونکہ تاخیر حج گناہ صغیرہ ہے اس کے ترکیب کو اس پر اصرار کے بغیر فاسق قرار  
نہیں دیا جائے گا، بحر۔ (ت)

۳۰۴/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب صفۃ الصلوٰۃ	کتاب الصلوٰۃ	سہ رد المحتار
۱۳۰/۱	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الزکوٰۃ	کتاب الزکوٰۃ	سہ درمختار شرح تنویر الابصار
۱۳/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	سہ رد المحتار
۱۵۹ - ۶۰/۱	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الحج	کتاب الحج	سہ درمختار

عشر بھی ایک نوعِ زکوٰۃ ہے یا کم از کم اس کا حکم حکمِ زکوٰۃ ہے اور اسی طرح بعینہ اسی دلیل سے اس کا وجوب بھی فوری اور تین برس تک نہ دینے میں فسق۔ رد المحتار میں ہے :

العشر ذکری فی الزکوٰۃ لاند منها قال فی الفقہ  
لا شک اندنمکوٰۃ حتی یصوف مصارفہا  
ام وایده الشیخ اسمعیل باندہ یجب فیما  
لا یؤخذ منه سواہ ولا یجامع الزکوٰۃ و  
بتسببہ فی الحدیث صدقہ واختلافہم  
فی وجوبہ علی الفوس اذ التراخی کہا  
فی الزکوٰۃ۔  
طرح اس کے وجوب علی الفور اور وجوب علی التراخی میں فقہاء کے اختلاف سے بھی اس کا زکوٰۃ ہونا ہی معلوم ہوتا ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے :

الا مبالصوف الی الفقیر معہ قرینہ الفوس  
وہی اندہ لدفع حاجتہ وہی معجلۃ فمقتی  
لم تجب علی الفوس لم یحصل المقصود من  
الا یجاب علی وجہ التامہ وتامہ فی الفقہ  
عشر کو فقیر پر صرف کرنے کا حکم قرینہ ہے اس کے وجوب علی الفور پر، کیونکہ یہ دفع حاجت کے لئے ہے اور حاجت معجل ہے تو اگر اس کا وجوب علی الفور نہ ہو تو اس کے ایجاب کا مقصود پوری طرح حاصل نہیں ہو سکتا اس کی تفصیل فتح میں ہے (ت)

شترنج اگر ترک جماعت وغیرہ منکرات کی طرف مودی یا ان پر مشتمل ہو بالاتفاق حرام ہے اور اس کی عادت مطلقاً ممنوع اور بحکم تجربہ ضرور داعی معاصی اور تاش اور اسی طرح کچھ بوجہ اشتمال و اعزاز تصاویر مطلقاً بلا شرط ممنوع و ناجائز ہے اور مصروف رہنا فسق۔ در مختار میں ہے :

کوہ کل لہو لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کل لہو المسلم حرام الاثلثۃ  
ہر کھیل مکروہ ہے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کے اس ارشاد کی بنا پر کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام

ملاعبتہ اہلہ وتادیبہ نفسہ وماضلتہ  
بقوسہ ۱۰

ہے سوائے تین کھیلوں کے، اپنی بیوی سے ملاعبت کرنا  
اور اپنے گھوڑے کی تعلیم و تادیب کرنا اور سبقت  
کے لئے اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا۔ (ت)

رہا وہ شخص کہ اپنے لئے تولیت کی کوشش کرے اگر ثابت ہو کہ یہ کوشش بطبع نفسانی و نیت فاسدہ ہے  
جب تو ظاہر ہے کہ اسے متولی بنانا حرام لان الشرط کونہ امینا و الطالب لطمع غیر امین (تولیت  
کے لئے شرط ہے کہ متولی امین ہو اور حرص و ہوا کے لئے تولیت کا مطالبہ کرنے والا غیر امین ہے۔ ت)  
اور ایسا نہیں تو اگر اس کے لئے تولیت ثابت ہے صرف اس کا نفاذ چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں اگرچہ  
کسی قدر کوشش کرے کہ یہ کوشش حق کے لئے ہے اور حق کے لئے کوشش حق ہے مثلاً واقف نے  
شرط کی کہ میری اولاد ذکر سے جو لائق ہو متولی ہو، یہ شخص اس کی اولاد ذکر سے ہے اور جملہ شرائط مذکورہ بیاقت  
کا جامع ہے تو اس کی کوشش بے جا نہیں، اور اگر اس کے لئے تولیت ثابت نہیں پھر تحصیل تولیت کے لئے  
کوشش کرتا ہے تو اسے متولی نہ کرنا چاہئے اگرچہ کیسا ہی لائق ہو۔ درمختار میں ہے،

طالب التولية لا يولي الا المشروط له النظر  
لانه مولى فيريد التنفيذ، فقہ ۱۰ اس کے اس کے لئے تولیت مشروط ہو چکی ہو کیونکہ  
وہ بسبب شرط کے متولی ہو چکا ہے اور اب اس کی تنفیذ چاہتا ہے، نہر۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،  
انا لن نستعمل على عملنا من اس اداة۔  
سوا اداة احمد و البخاري و ابو داود  
والنسائي عن ابی موسیٰ الاشعري  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
ہم ہرگز اپنے دینی کام پر اسے مقرر نہ کریں گے جو  
خود اس کی خواہش کرے (اس کو امام احمد،  
بخاری، ابو داؤد اور نسائی نے سیدنا حضرت  
ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت  
کیا ہے۔ ت)

رد المحتار میں ہے،

۱۰ درمختار کتاب المحظورات الاباۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲۳۸/۲  
۱۱ کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارۃ مجتبائی دہلی ۳۸۹/۱  
۱۲ صحیح البخاری کتاب الاجارات باب استیجار الرجل الصالح قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۰۱/۱

طالب التولية لا يولي كمن طلب القضاء  
لا يقلد فتح وهل المراد انه لا ينبغي  
اولا يحل استنظهر في البحر الاول تأمل  
والله تعالى اعلم۔

طالب تولیت کو متولی نہیں بنایا جائے گا جیسا کہ  
طالب قضاء کا مطالبہ نہیں مانا جاتا، فتح، کیا اس  
سے مراد یہ ہے کہ مناسب نہیں یا یہ مراد ہے کہ  
حلال نہیں، بحر میں پہلے قول کو ترجیح دی ہے  
غور کر۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۳۵۴ مسئلہ مرسلہ مولوی سلیمان صاحب اکبر آبادی ۲۳ شعبان ۱۳۲۸ھ

زید ایک انجمن اسلامیہ کا سکریٹری ہے اور پیشہ وکالت کرتا ہے اور لوگوں کو سود کی دگریاں دلاتا ہے  
اور خلاف حق مقدمات میں کوشش کرنے سے نہیں بچتا اور اکثر اوقات عقائد کفریہ کا مدافع رہتا ہے  
ایسا شخص آیا منظم امور اہل اسلام یعنی سکریٹری انجمن اسلامیہ رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اور جو اہل اسلام  
اس کو اپنا سکریٹری بنائیں ان کا کیا حکم؟

### الجواب

امور بالا سے تو یہ شخص صرف فاسق فاجر ہوتا مگر عقائد کفریہ کا مدافع خود کافر و مرتد ہے اور کافر کسی  
طرح مسلمانوں کے کسی کام کا والی نہیں ہو سکتا۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے:  
ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا۔  
اور ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنوں پر کوئی راہ  
نہیں دے گا۔ (ت)

ان سے استعانت ناجائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: انا لا نستعين بمشرك  
(بیشک ہم کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔ ت) جو ایسے کی سپردگی میں مسلمانوں کا کام دے اس نے  
اللہ و رسول اور سب مسلمانوں کی خیانت کی۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:  
من استعمل على عصابة من جلا وفيهم من جماعت میں اس شخص کو ایسی جماعت مسلین پر عامل بنایا جس  
ہو ارض منه فقد خان الله ورسوله والمؤمنين۔ جماعت میں اس شخص سے زیادہ پسندیدہ کوئی شخص موجود  
ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ  
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

لے رد المحتار کتاب الوقف فصل راعی شرط الواقف فی اجارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۱۰

۱۴۱ سنن ابن ابی داؤد کتاب الجہاد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۹

سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد الاستعانة بالمشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸

المصنف لابن ابی شیبہ حدیث ۱۵۰۰۹ کتاب الجہاد ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/۳۹۵

۱۴۱ المستدرک للحاکم کتاب الاحکام الامارة الماتہ دار الفکر بیروت ۳/۹۲-۹۳



وسلم اور تمام مومنوں سے خیانت کی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵۳ مرحلہ احمدی خاں از مراد آباد ۲۶ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک اہل اسلام عادل اور ثقہ نے بلا تحریر وقف نامہ کے ایک جائیداد جس کو عرصہ زائد ایک سو سال کا ہوا بدون مصارف کے وقف کیا اگرچہ وقف واقف کا کوئی گواہ زندہ نہیں ہے مگر بعد وفات واقف کے تمام مرد و عورت عادل و صالح اہل خاندان واقف کے وقتاً فوقتاً متولی ہوتے رہے کبھی کوئی شخص غیر خاندان کا متولی نہیں ہوا اور باعتبار اس عمل درآمد کے منشاء واقف بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ سوائے اہل خاندان صالح اور عادل کے اور کوئی متولی نہ کیا جائے، اب ایک مسماۃ متولید اہل خاندان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ایک شخص غیر خاندان کے نام ایک وصیت نامہ لکھ دیا ہے کہ بعد میرے وہ متولی کیا جائے اہل خاندان واقف جن میں اکثر مرد صالح اور عادل ہیں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ شخص جس کو متولی ہونا بیان کیا جاتا ہے فاسق اور غیر خاندان واقف سے ہے اس کو بمقابلہ اہل خاندان صالح کے حق تولیت حسب وصیت حاصل ہے یا نہیں؟

### الجواب

جس وقف کے شرائط واقف معلوم نہ ہوں اور طویل مدت کے سبب گواہان مشاہدہ نہ رہے ہوں اسی میں عمل درآمد قدیم پر کارروائی کی جائے۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے:

قد صرح فی الذخیرۃ بانہ اذا اشتبهت مصارف الوقف ينظر الى المعهود من حاله فيما سبق من الزمان، فيبنى على ذلك لان الظاهر انهم كانوا يفعلون ذلك على موافقة شرط الواقف وهو المظنون بحال المسلمين فيعمل على ذلك

ہے لہذا اسی پر عمل کیا جائیگا۔ (ت)

اسی میں کتاب الوقف للخصاف سے ہے،

اذا وجد شرط الواقف فلا سبيل جب واقف کی شرط موجود ہو تو اس کی مخالفت کی

الى مخالفتہ ، و اذا فقد عمل بالاستفاضة  
والاستیمارات العامة المستمرة من  
تقادم الزمان

علاوہ بریں خود حکم شرع ہے کہ جب تک اقرباۓ واقف میں کوئی شخص لائق تولیت ہو سیکانہ آدمی موتی نہ کیا جائے، درمختار میں ہے،

ما دام احدی صلح للتولية من افسار ب  
الواقف لا یجعل المتولی من الا جانب ، لانه  
اشفق ومن قصده نسبة الوقف الیه  
شفیق واقع ہوگا اور اس کا مقصد یہ ہوگا کہ وقف کی نسبت اس کے خاندان کی طرف قائم رہے۔ (ت)  
پھر اس شخص غیر کافاسی ہونا سب پر طرہ ہے فسق کے بعد تو خود واقف اگر متولی ہو تو وہ بھی معذور  
کر دیا جائے گا نہ کہ اجنبی فاسق کو متولی کیا جائے۔ درمختار میں ہے ،

یمنوع وجوبا ولو الواقف فقیرہ بالاولیٰ متولی سے ولایت وقف بطور وجوب واپس لی جائیگی  
غیر مامون او عاجز او ظہر بہ فسق اگرچہ خود واقف ہو جبکہ وہ امین نہ ہو یا عاجز ہو  
کشر ب خمس و نحوه، فتحیہ یا اس سے کوئی فسق شراب نوشی وغیرہ کی مانند  
ظاہر ہو (جب واقف کا حال یہ ہے) تو غیر واقف سے بدرجہ اولیٰ ولایت وقف صورت مذکورہ میں واپس  
لینا واجب ہوگا، فتح۔ (ت)

لہذا وصیت پر عمل نہیں بلکہ خاندان واقف کے کسی صالح متدین ہوشیار کار گزار کو متولی کیا جائے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۵۹ء مولوی حسرت علی ساکن گدھیا ۲ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ

۱۲۳/۱ دارالمعرفۃ بیروت کتاب الوقف لے فتاویٰ خیرہ

۳۸۹/۱ مطبع معبئی دہلی کتاب الوقف فصل راعی شرط الوقف فی اجارۃ

303/1 " " " " " " Pt

ولا يشترط الحرية والاسلام الخ (اس میں حریت و اسلام شرط نہیں الخ۔ ت) کا کیا مطلب لیا جائیگا اور ایک ہندو مسجد کا حوض اپنے روپے سے بنانا چاہتا ہے۔ بیٹو! تو بے پروا۔

### الجواب

فقیر نے یہاں حاشیہ رد المحتار میں لکھا:

اقول وبالله التوفيق عدم اشتراط للصحة لا يستلزم عدم اشتراطه للحل وقد تقدم في كتاب الزكاة باب العاشر تحريم جعل كافر عاشر الان فيه تعظيمه وهو حرام وعن شرح السير الكبير ان امير المؤمنين رضي الله تعالى عنه كتب الى سعد بن ابى وقاص رضي الله تعالى عنه لا تتخذ احدا من المشركين كابا على المسلمين قال وبه ناخذ لقوله تعالى لا تتخذوا باطانته من دونكم ويأتى في الاضحية كره ذبح الكتابي وتعليله بانه لا ينبغي ان يستعان بالكافر في امور الدين وقد صح عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انا لا نستعين بمشرك وقد علم تحريم تولية الخائف وهذا امر بائع عز وجل يقول لا يالونكم جبالا والله الموفق اهـ ما كتبت عليه۔

میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ صحت کے لئے شرط نہ ہونا حل کے لئے شرط نہ ہونے کو مستلزم نہیں اور کتاب الزکوٰۃ باب العاشر میں گزر چکا ہے کہ اگر کو عاشر مقرر کرنا حرام ہے کیونکہ اسے عاشر بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور کافر کی تعظیم حرام ہے، سیر کبیر کی شرح سے منقول ہے کہ امیر المؤمنین (ع) رضی اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ مسلمانوں کے معاملات کیلئے کسی مشرک کو کتابت مت بنانا اور شارح سیر کبیر نے کہا کہ ہم اسی کو اخذ کرتے ہیں بدلیل اس ارشاد الہی کے کہ (اے ایمان والو!) غیروں کو اپنا رازدار مت بناؤ۔ کتاب الاضحية میں آ رہا ہے کہ کتابی کا ذبیحہ مکروہ ہے اور اس کی علت یہ بیان کی گئی کہ انور و نیل میں کافر سے مدد نہیں مانگنی چاہئے، اور حضور علیہ السلام سے منقول یہ حدیث مرتبہ صحت کو پہنچ چکی ہے کہ بیشک ہم مشرک سے مدد نہیں طلب کرتے،

اور تحقیق خائف کو متولی بنانے کی حرمت معلوم ہو چکی ہے اور ہمارا رب عز وجل یہ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے، اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ رد المحتار پر میرا حاشیہ ختم ہوا۔ (ت) اس سے حکم مسئلہ واضح ہو گیا کہ کافر کو متولی کیا جائے تو ہو جائے گا مگر اسے متولی کرنا، کوئی امر دینی

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف ابواب الخامس فی ولایۃ الوقف نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۰۸ لے جد الممتار علی رد المحتار

اس کے اختیار میں دینا حرام ہے، اور اسے معزول کرنا واجب، نہ کہ خاص مسجد پر کہ اعظم اوقات دینیہ ہے نہ  
 مؤذن گریباں گرفتار کہ ہیں سبک و مسجد لے فارغ از عقل و دین  
 (مؤذن نے اس (بے دین) کا گریبان پکڑا کہ خبردار! کتے اور مسجد کا کیا تعلق اسے عقل اور  
 دین نہ رکھنے والے - ت)

ہندو سے کسی کا دینی میں مدد نہ لی جائے گی وہ اس میں مسجد و مسلمانان پر اپنا احسان سمجھے گا۔ اللھم  
 لا تجعل لفاجر علی یدنا (اے اللہ! مجھ پر کسی فاجر کا احسان مت رکھ - ت) دعائے ماثورہ ہے،  
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶۵ از مراد آباد بتوسط حاجی امیر اللہ صاحب ۱۶ رذی الحجہ ۱۳۳۱ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ،

- (۱) زید ایک مسجد کا جس کی آمدنی مستقل زائد از بیس روپے ماہوار ہے مدت سے متولی ہے، مسجد  
 میں قطعی بند و بست نماز کا بغیر صلوٰۃ جمعہ نہیں، جس کا دل چاہا خواہ فاسق ملعن ہو یا بے علم  
 اس نے امامت کر لی، اور اکثر اوقات نزاع و فساد دربارہ امامت و وقت رہتا ہے، متولی مذکور  
 صراحت و کنایتاً ان مکروہات کے انسداد کے واسطے فہمائش منجانب مصلیان ہوتی بھی تو قطعی خیال  
 نہ کیا، زیادہ سے زیادہ مسجد کے خرچ میں درمیان پانچ یا چھ روپیہ ماہوار کے آتا ہے، علاوہ  
 اس کے مسجد کی خدمت دربارہ صفائی بھی کما حقہ نہیں ہوتی بلکہ پانی سقاہ و نیز اس کا سرا میں  
 گرم ہونا بیشتر چنڈہ سے ہوتا ہے۔ پس ایسی حالت میں متولی مذکور قابل رہنے کے ہے یا نہیں؟
- (۲) مسجد کی آمدنی کا روپیہ کس شخص کو خواہ متولی ہو یا دیگر اپنے خرچ میں لانا جائز ہے یا نہیں؟
- (۳) جس مسجد کی آمدنی اتنی معقول ہو اس میں اگر دوسرا شخص بطور چنڈہ یا اپنی طرف سے مسجد کی خدمت کرے  
 تو وہ ماجر ہوگا یا نہیں اور مسجد اس چنڈہ کو شرعاً قبول کر سکتی ہے یا نہیں؟
- (۴) اگر متولی لطائف الحیل سے ضروریات مسجد کو مال دے یعنی نماز و امامت اور باوجود ضروریات دین  
 اور نیز فہمائش کے مسجد کی خدمت کما حقہ ادا نہ کرے خود امامت کھے بلکہ دن رات نفسانی ہوا و ہوس  
 میں مشغول رہے اور اسی بنا پر امامت سے اعراض کرے تو اس کا کیا حکم ہے و شرع شریف کے  
 نزدیک ایسا متولی قابل رکھنے کے ہے یا نہیں؟

(۵) محض خالصاً لوجه اللہ والناس جواب ہونا چاہئے انھیں صورتوں میں جب کہ امام مقتدیوں سے ضروریات شرعیہ میں ہر طرح سے کم ہے اور پھر بھی امام بنا ہے تو علاوہ نماز خراب ہونے کے متولی بھی اس گناہ میں ماخوذ ہوگا یا نہیں؟ اور اول مقتدیوں کی نماز جو اس امام سے علم و فضل میں زائد ہیں کس درجہ تک ناقص ہوگی یا قطعی نہ ہوگی؟

(۶) اگر کوئی شخص شرارتاً و باغوائے متولی قبروں پر مع جوتیاں چڑھتا ہو اور یا ندی کا دھوپ پان کی اگال، استنجا قبروں پر کرتا ہو تاکہ اوروں کو جو اس شرارت سے روکتے ہیں ایذا ہو تو ایسے شخص اور متولی کے واسطے کیا حکم ہے؟

## الجواب

(۱) جب کہ مسجد کی آمدنی بیش روپیہ ماہوار سے زائد ہے اور متولی صرف پانچ چھ روپے خرچ کرتا ہے باقی کا پتا نہیں دیتا اور مسجد کی ضروریات مثل صفائی وغیرہ معطل رہتے ہیں یا چندہ سے ہوتے ہیں تو اس کا ظاہر حال خیانت ہے اگر وجہ معقول و حساب صحیح پیش نہ کرے معزول کرنا لازم ہے۔ درمختار میں ہے :

یتزع وجوباً ولو الوقت فغیرہ اولیٰ لو غیر  
ما مومن لہ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
اگر وہ خود واقف ہو لہذا غیر واقف سے تو بدرجہ

اولیٰ ولایت واپس لینا واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)  
(۲) مسجد کی آمدنی کو کوئی شخص اپنے ذاتی صرف میں نہیں لاسکتا مگر متولی بقدر اجرت مثل یعنی اسے کام پر عرف میں کیا ماہوار ہوتا ہے اتنا پاسکتا ہے۔

(۳) پاک مال نیک نیت سے مسجد کی خدمت کرنے والا ضرور ماجر ہے اور مسجد اسے قبول کر سکتی ہے اگرچہ مسجد کی آمدنی کثیر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) امامت ذمہ متولی لازم نہیں اور ہوا و ہوس اگر تاحد فسق نہ ہو مانع قلیت نہیں اور ضروری خدمتوں میں تقصیر یا بر بنائے عجز ہوگی یا بر بنائے بے پروائی دونوں صورتوں میں لائق عزل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
(۵) مفصول فاضل کی امامت کر سکتا ہے جب کہ شرائط صحت و جواز امامت کا جامع ہو اس سے فاضل کی نفس نماز میں کوئی نقص آئے گا نہ متولی پر اس کا الزام ہے، ہاں اگر متولی دیدہ دانستہ افضل



کے ہوتے ہوئے مفضل کو امام مقرر کرے تو وہ اس حدیث کا مورد ہے کہ :

من استعمل علی عشرة من فيهم ارضى  
منه الله تعالى فقد خان الله ورسوله و  
المؤمنين بالله والله تعالى اعلم

(۶) قبر مسلم کا ادب واجب ہے اس پر استنجا کرنا حرام ہے اس پر اگال یا دھوون ڈالنا توہین  
ہے، اس پر بلا ضرورت و مجبوری شرعی پاؤں رکھنا ناجائز ہے نہ کہ معاذ اللہ اس پر جوتا پہنے چرھنا۔  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لان يجلس احدكم على جمرة فتحرق  
ثيابه فتخلص الى جلد خيل من  
ان يجلس على قبره رواه مسلم عن  
ابن هرة رضي الله تعالى عنه۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

لان امشي على جمرة او مسقة احب الي  
من ان امشي على قبره مسلم

بیشک تم میں کسی کا چنگاری پر بیٹھنا کہ وہ اس کے  
کپڑے جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے اس کے  
حق میں قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ (اس کو مسلم نے  
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اس میں بکثرت احادیث و روایات ہمارے رسالہ اہلک الوہابیینؒ میں ہیں ایسا کرنے والا  
سب سے سخت عذاب کا مستحق ہے اور متولی کہ ایسے فعل کا اغوا کرتا ہے اس سے بھی بدتر ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۹/۶ مؤسستہ الرسالہ بیروت  
کنز العمال بحوالہ عن حذیفہ حدیث ۴۱۶۵۳ : ایسا سرجل استعمال سرجل علی عشرة  
انفس عدا ان فی العشرة افضل ممن استعمل فقد غشى الله وغشى رسوله وغشى جماعة  
المسلمين — جبکہ مستدرک حاکم میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں : من استعمل سرجل من عصابة و  
وفی تلك العصابة من هو ارضى لله فقد خان الله وخان رسوله وخان المؤمنين۔ ملاحظہ ہو  
جلد ۴ ص ۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۳۱۲/۱ صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی النہی عن الجلوس علی القبر قدیمی کتب خانہ کراچی  
۳ سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ما جاء فی النہی عن المشی علی القبر ایضاً مکتبہ مدنی کراچی ص ۱۱۳  
۴ رسالہ ہذا (اہلک الوہابیین) فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جلد ۹ ص ۴۲۹ پر موجود ہے۔

۳۶۶ھ از بریلی محلہ بہاری پور مہاراجا مسلولہ رحیم بخش صاحب ۵ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ  
ایک شخص کی معرفت جو بہت معزز صاحب تھے کام مسجد کے واسطے خشت خریدی گئی اور وہ خشت  
مسجد کے کام میں آئی، روپیہ اس کا جو مسجد کے چنڈہ کا جمع تھا ان صاحب کو دے دیا گیا۔ اسی شخص نے  
روپیہ مالک بھٹہ کو نہیں دیا اپنے پاس صرف کر لیا۔ مالک بھٹہ نے ناش مہتمم مسجد پر کر دی آخر کار ڈگری مہتمم مسجد  
پر ہو گئی اور اس کاروپیہ جس قدر تھا وہ مہتمم مسجد نے فی الحال دیا اب مہتمم مسجد وہ روپیہ کس طرح سے وصول  
کرے اور وہ شخص کہ جس نے روپیہ اپنے پاس صرف کر لیا ہے۔ زیادہ بدادب۔

### الجواب

بیان سائل سے معلوم ہوتا ہے کہ ناش کاروپیہ اس نے اپنے مال سے دیا اس کا معاوضہ زر مسجد  
سے نہیں لے سکتا، وہ شخص جس نے روپیہ مار لیا اس سے حتی الامکان مسجد کاروپیہ وصول کرے وہ  
غاصب ہے، مرتکب غصب مستحق غضب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ  
اتم واحکم۔

۳۶۷ھ از سہسوان ضلع بدایوں مرسلہ مولوی سید پرویش علی صاحب ولد مولوی سید عبدالعزیز صاحب  
۳۷۴ھ  
۷ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں :
- (۱) متولی وقف کے مسکن و صندوق سے مال وقف چوری کیا تاہم ان لازم یا نہیں؟
  - (۲) مدرسین وقف کو دو چار چھ ماہ کی پیشگی تنخواہ دینا روایا ناروا؟
  - (۳) متولی کو مال وقف بطور قرض اپنے صرف میں لانا پھر ادا کرنا روایا ناروا؟
  - (۴) مال وقف سے کسی مسلمان کو قرضہ دینا روایا ناروا؟
  - (۵) کتب وقف ایک مدرسہ دوسری جگہ مستعار دینا روایا ناروا؟
  - (۶) دو مدرسوں کے متولی کو ایک وقف کا مال دوسرے میں صرف کرنا بطور قرض روایا ناروا؟ اور  
واقف دونوں وقف کے جدا جدا ہیں۔
  - (۷) زمین مشترک کاروپیہ ایک شریک وصول کرتا ہے قبل تقسیم اپنے صرف میں لانا کیسی مسلمان کو اس  
میں سے قرض دینا جائز یا نہ؟
  - (۸) تعمیر مدرسہ کے واسطے بمشورہ مسلمین قرض لینا روایا ناروا؟ حنفی کی معتدات سے جواب  
عنایت ہو مع حوالہ کتاب۔ بینوا قوجروا۔

## الجواب

(۱) اگر متولی نے کوئی بے احتیاطی نہ کی تو اس پر تاوان نہیں لانہ کا لوصی امین فالقول قولہ بسمین (کیونکہ وہ (متولی) وصی کی طرح امین ہے تو قسم کے ساتھ اس کی بات مان لی جائے گی۔ ت) اور اگر بے احتیاطی کی مثلاً صندوق کھلا چھوڑ دیا غیر محفوظ جگہ رکھا تو اس پر تاوان ہے لان الامین بالمعدي ضعیف (کیونکہ تعدی کی وجہ سے امین پر ضمان لازم ہوتا ہے۔ ت)

(۲) روا نہیں مگر جہاں اجازت واقف یا تعالٰیٰ قید ہو لاندہ یحمل علی المعهود من عند اذواق (کیونکہ یہ خود واقف کی طرف سے معهود پر محمول ہو گا۔ ت)

(۳) حرام حرام لاندہ تعدی علی الوقف والقیم اقیم حافظ لا متلف (کیونکہ یہ وقف پر تعدی ہے حالانکہ متولی کو بطور محافظ مقرر کیا جاتا ہے نہ کہ ضائع کرنے والا۔ ت)

(۴) نہ لاندہ صوف فی غیر المصروف (کیونکہ یہ غیر مصرف میں صرف کرنا ہوا۔ ت)

(۵) شرط واقف کا اتباع کیا جائے گا اگر منع کر دیا ناجائز ہے، اور اگر یہ شرط کر دی کہ کتاب جو عاریتہ لے جانا چاہے اتنا مال اس کے عوض گویا بطور گروی رکھا جائے تو یہ نہیں کیا جائے گا بے اس کی اجازت نہیں اور اگر بلا شرط عاریتہ کی اجازت قوم یا اشخاص خاص کو دی تو انہیں کے لئے اجازت ہوگی اور عام تو عام بقولہم شرط الواقف کنقص الشائع والمسألة فی الاشباہ والنہر والدرس المختار وورد المحتار و هذا حاصل ما تقریر (بسبب فقہار کے اس قول کے کہ شرط واقف وجوب عمل میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی طرح ہے اور یہ مسئلہ اشباہ، نہر، ودر مختار وورد المحتار میں ہے جو کچھ اس پر وہاں تقریر کی گئی یہ اس کا خلاصہ ہے۔ ت)

(۶) ناجائز ہے،

لان الاقرض تبيع والتبوع اختلاف فی الحال  
والناظر للنظر لا للامتنان ومسألة اختلاف  
الواقف او الجهة مذکورة فی التنبیہ و  
الدرس ودائرة فی الاسفار الغری -  
قرض دینا تبرع ہے اور تبرع فی الحال تلف کرنا ہے  
جبکہ متولی تو حفاظت کے لئے ہوتا ہے نہ کہ تلف  
کرنے کے لئے اور واقف وجہ وقف کے اختلاف  
کا مسئلہ تنویر، در اور جلیل القدر ضخیم کتابوں میں مذکور ہے۔

لے ودر مختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف اجازتہ مطبع مجتبائی دہلی ۳۹۰/۱

الاشباہ والنظار الفن الاول القاعدة الاولیٰ ادارة القرآن کراچی ۱۲۳/۱ و کتاب التعلیق ۳۰۵/۱





مسئلہ ۳۵: مسئلہ فیض رسول خاں ساکن چاند پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ولی حسین خاں نے عرصہ اکتیس سال سے تحریر تولیت نامہ حقیقت موضع پر تیت پور پر گنہ نواب گنج محلہ باغ کے قابض کر کے متولی مقرر کر دیا، بعدہ پندرہ برس کے ولی حسین خاں فوت ہوئے اس کے بعد کو بھی متولی بدستور پندرہ سال تک اور کام تولیت کا انجام دیتا ہے اور اب تک قابل انجام وہی کام تولیت کے ہے۔ اب تقی حسین خاں پسر ولی حسین خاں نے جبر ناجائز دے کر متولی سے دستبرداری لکھائی اور جائیداد موقوفہ سے ایک باغ رد کر کے اپنے ملازم سے مشتری باغ ظاہر کرایا اور آمدنی خیر کو مصارف ناجائز میں صرف کرنا شروع کیا۔ جواب بالا میں متولی سابقہ برخاست ہو سکتا ہے اور تقی حسین خاں قابل تولیت کے ہو سکتا ہے اور تصرف ناجائز آمدنی خیر میں عند اللہ وعند الرسول کے کیا احکام ہیں؟

### الجواب

دست ماویز دست برداری ملاحظہ ہوئی وہ دست برداری مطلق نہیں بلکہ کئی تقی حسین خاں ہے اور پیش قاضی بقبول قاضی نہیں بلکہ بطور خود ہے اور مرضی الموت متولی میں نہیں بلکہ اس نے اپنی صحت میں کی ہے اور دست ماویز وقف ملاحظہ ہوئی، اس میں واقف سے متولی کو کوئی اختیار اپنے عزل اور دوسرے کے نصب کا نہیں دیا۔ پس دست برداری مذکور محض مردود و باطل ہے اس سے نہ فیض رسول خاں کی تولیت زائل نہ تقی حسین خاں کو اصل کوئی حق حاصل بلکہ فیض رسول خاں بدستور متولی اور تقی حسین خاں زرا جہنی ہے اگرچہ وہ بددیانتی بھی نہ کرے اور بحال بددیانتی جیسا کہ سوال میں مذکور ہے خود واقف بھی اگر متولی ہوتا فوراً نکال دیا جاتا نہ کہ دوسرا شخص۔ درجہ ۱ میں ہے،

امراد المتولی اقامة عبود مفادہ فی حیاتہ  
ان کان التفویض لہ بالشروط عامہ اصح  
والاکلا یصح (ملخصاً)  
متولی نے اپنی زندگی میں کسی اور کو اپنی جگہ متولی بنانا چاہا اگر تو اس کو واقف کی طرف شرط کے تحت عام تفویض تولیت کی اجازت حاصل ہے تو صحیح ورنہ نہیں۔ (ملخصاً)۔ (ت)

رد المحتار میں ہے،

معنی العموم کہا فی الفع الوسائل انہ  
عموم کا معنی جیسا کہ الفع الوسائل میں ہے یہ ہے



ولاء و اقامہ مقام نفسه ، وجعل له ان  
يسنده الى من شاء ففى هذه الصورة يجوز  
التفويض منه فى حال الحيوة .

کہ واقف اس کو متولی بنایا اور اس کو اپنے قائم مقام  
کر دیا اور اسے اختیار دیا کہ وقف کو جس کی طرف  
چاہے منسوب کرے تو اس صورت میں اس کو اپنی  
زندگی میں تفویض تولیت جائز ہے ۔ (ت)

اسی میں ہے ،

الفراغ مع التقدير من القاضى عزل  
لا تفويض ويدل عليه قوله فى البحر  
اذا عزل نفسه عند القاضى فانه ينصب  
غیره ، وبه ظہرات قولہم لا يصح  
اقامة المتولى غيرة مقامه فى حياته  
وصحته مقيد بما اذا لم يكن عند  
القاضى ، ولا يرد ان العزل يكفى فيه  
مجرد عزل القاضى لان الفراغ عزل  
خاص مشروط فانه لم يرض بعزل  
نفسه الا لتصير الوظيفة لمن نزل له  
عنها . مختصرا .

متولی کا فراغ ہونا جبکہ قاضی دوسرے کو مقرر کرے ،  
عزل ہے تفویض نہیں اسی پر دلالت کرتا ہے  
بحر میں اس کا قول کہ اگر متولی نے قاضی کے پاس  
خود کو معزول کر لیا تو قاضی کسی دوسرے کو مقرر کرے  
اسی سے ظاہر ہوا کہ فقہاء کا یہ قول کہ متولی اپنی زندگی  
میں حالت صحت میں غیر کو اپنے قائم مقام نہیں  
کر سکتا مقید ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ قائم مقام  
کرنا قاضی کے پاس نہ ہو ۔ اس پر یہ اعتراض وارد  
نہیں ہوتا کہ عزل میں تو صرف قاضی کو علم ہونا کافی  
ہے عدم ورد کی وجہ یہ ہے کہ فراغ ایک خاص  
مشروط عزل ہے کیونکہ متولی اپنی معزولی پر صرف  
اس صورت میں رضامند ہوا کہ ولایت اسی کی طرف منتقل ہو جس کے لئے اس نے معزولی اختیار

کی اہ اختصاراً (ت)

در مختار میں ہے ،

وينزع وجوباً بزمانية ، لو  
المواقف دسرس ، فعيرة بالاولى  
غير مأمون . والله تعالى اعلم .

نمائند متولی سے وجوباً ولایت لے لی جائیگی (بزازیر)  
اگر وہ متولی خود واقف ہو (درر) تو خیانت  
کے سبب غیر واقف سے بدرجہ اولی ولایت لے لینا  
واجب ہوگا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

لہ ولہ رد المحتار کتاب الوقف فصل راعی شرط الواقف فی اجارۃ دار اجارۃ التراث العربی بیروت

۳۸۳/۱ مطبع مجتہدی دہلی کتاب الوقف

مسئلہ ۳۷۶ مسئلہ فیض محمد صاحب محلہ بہادر گنج شاہجہاں پور ۳۰ شوال ۱۳۳۳ھ  
کیا فرمانے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کی تحویل کاروپر رشوت میں صرف  
کیا جائے اور اپنے تصرف میں لایا جائے تو آیا ایسی صورت میں تحویل رکھنے والا یا مشورت میں شریک  
ہونے والا شرعاً کس تعزیر کا مستوجب ہے؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

کیا شرعی تعزیرات یہاں جاری ہیں، کیا کوئی دے سکتا ہے تحویل اس سے نکال لینی واجب  
ہے، اور جو اپنے تصرف میں لایا یا خاص کار ضروری مسجد بجا ملت مجبوری محض کے سوار رشوت میں اٹھایا  
اس کا تادان اس پر لازم ہے مسلمان اس سے توبہ لیں، نہ مانے تو اس سے میل جول چھوڑ دیں،  
ہاں اگر نہ اپنے تصرف میں لایا نہ اور کوئی تصرف بیجا کیا کسی معاملہ میں مسجد کو ضرر شدید پہنچا تھا اور بے کچھ  
دے لئے کسی طرح نجات نہ تھی یوں صرف کیا تو مسجد کا اس پر کچھ الزام نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۳۷۷ مسئلہ حاجی کریم نور محمد جنرل مرچنٹ اتوار ملوک ناگپور شہر ناگپور ۹ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ  
متولی مسجد کا کون شخص ہو سکتا ہے اور اس کے لئے کیا حقوق خدمات مسجد کے ہیں؟

### الجواب

متولی مسجد ایک قادر متدین ہونا چاہئے کہ ہوشیاری دیانتداری سے کام کر سکے اوقاف  
مسجد کا سب نظم و نسق اس کے سپرد ہوگا نیز مسجد کی نگہداشت غور پر داخت۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۳۷۸ از سہسوان ضلع بدایوں عبداللطیف مدرس قرآن شریف ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ  
محمود الاقران نعمان الزمان دامت برکاتہم السلام علیکم وعلیٰ امن لدیکم، متولی وقف کو  
مال وقف بطور قرض اپنے تصرف میں لانا یا کسی مسلمان کو قرض دینا روایا ناروا؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

متولی کو روایا نہیں کہ مال وقف کسی کو قرض یا بطور قرض اپنے تصرف میں لائے۔ وھو تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۳۷۹ از شہر آگرہ محلہ کھڑکی مسئلہ محمد حسن صاحب امام جامع مسجد بقیہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ  
(۱) ایک شخص خانقاہ کی سجادگی حاصل کر کے اپنے بھائی کو ہرہ مشاع اس شرط پر کرے کہ موہوب لہ  
سجادہ نشین رہے اور واہب مسند نشین اور آمد ہر قسم سرکاری و نذر و فتوح وغیرہ سب بالتصنیف  
تقسیم رہے اور یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل چلا جائیگا مگر اس موہوب لہ سجادہ نشین کی اولاد اصل واہب  
کی اولاد کی منع مسند نشین کے ساتھ نذر و فتوح وغیرہ کو بالتصنیف نہیں دیتی ہے کیا ایسی حالت میں

واہب موہوب لہ سے شے موہوب واپس لے سکتا ہے؟

(۲) جو اس سجادگی حاصلہ موہوبہ و مسند نشین سے پہلے تھے ان کے حقوق وغیرہ معافیات بدستور قائم رہے اس میں کچھ رقم متعلق مرمت خانقاہ رہی موہوب لہ سجادہ نشین نے اُن سوابق کو خانقاہ میں آنے اور خدمت کرنے سے منع کرادیا یا کر دیا یا ایسے اسباب ڈالے جس سے مجبوراً ممنوع ہوئے اور مرمت وغیرہ بھی ان کی جانب سے نہ ہونے دی اور نہ کرنے دی اب سوابق مستحقین کے اولاد سے وہ رقم مرمت جو پاتے رہے ہیں اولاد سجادہ نشین (موہوب) لینا چاہتی ہے، کیا لے سکتی ہے یا نہیں؟ باوجودیکہ وہ لوگ اپنی ذات سے خدمت اور مرمت کرنا چاہتے ہیں۔ (۳) بعد نظر ڈالنے ہر دو قلم یہ بھی دریافت طلب ہے کہ شرعاً اس خانقاہ کا اصل راس یا کھیا کس کو سمجھا جائے اور کون ہے اولاد سوابق مستحقین موہوب لہ کی اولاد، مسند نشین اصل واہب کی اولاد؟

### الجواب

نذر و فتوح جو جسے دے اس کی ملک ہیں واہب ہو یا موہوب لہ یا ان میں کسی کی اولاد، سجادہ نشین یا کسے باشد۔ رہا معاہدہ تنصیف وہ ایک وعدہ ہے جس کی وفا پر اصل وعدہ کنندہ بھی حکماً مجبور نہ کیا جاتا نہ کہ اس کی اولاد۔ فقد نصوا علی انہ لا جبر علی الوفاء بالوعدۃ (مشائخ نے اس پر نص کی ہے وفاء عہد پر جبر نہیں کیا جاتا۔ ت) مگر یہاں ایک واقعہ ہے کہ آگے ظاہر ہو گا بیان سائل سے معلوم ہوا کہ شے موہوب ملک واہب نہ تھی بلکہ جائیداد وقف خانقاہ تھی اور سجادہ نشین حسب دستور اس کا متولی، اس نے اپنے بھائی کو یہ نصف ہبہ کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ ہبہ باطل محض ہوا کہ جائیداد موقوف اس کی ملک نہ تھی جسے ہبہ کر سکتا اور حتی تولیت قابل ہبہ نہیں، متولی اپنی صحت میں دوسرے کو قائم مقام نہیں کر سکتا مگر اس حالت میں کہ جہت واقف سے اسے اس کا اختیار عام دیا گیا ہو۔ درمختار میں ہے،

اساد المتولی اقامة غیرہ مقامہ فی صحتہ،  
ان کان التفویض لہ بالشرط عاماً صحیحاً  
و الا لا۔  
متولی نے اپنی زندگی میں حالت صحت میں کسی کو اپنا قائم مقام بنانے کا ارادہ کیا، اگر واقف کی طرف سے شرط کے سبب سے عام تفویض کا حق حاصل ہے تو صحیح ہے ورنہ نہیں (ت)

تو اگر واہب کے لئے اختیار حسب شرط واقف یا تعامل قیوم کی دلیل شرط واقف ہے حاصل نہ تھا تو اس کا

اپنے بھائی کو سجادہ نشین کرنا باطل محض ہوا بلکہ وہی واہب بدستور سجادہ نشین رہا،  
 فانہ جعلہ مستقلاً لا وکیلاً عنہ حتی یجوز  
 ولا ینعزل بعزل نفسه الا عند قاضی  
 الشرع ولا قاضی ثمد۔

اس صورت میں جو نذر و فتوح موہوب لہ کو دی جاتیں اگر دینے والے خود اس کی ذات کو دیتے  
 وہ اس کی ملک تھیں اور اگر نذر سجادہ بحیثیت سجادہ نشینی دیتے تو اس کو ان کا لینا جائز نہ تھا کہ وہ واقع میں  
 سجادہ نشین نہ ہوا،

ومن اعطی احد البطن وصف ولہ ین فیہ  
 لم یحل لہ اخذہ کما حققہ فی احیاء العلوم  
 وغیرہ۔  
 اگر کوئی شخص کسی شخص میں کوئی وصف گمان کر کے عطیہ  
 دے اور وہ وصف موہوب لہ میں نہ ہو تو اس کو  
 یہ عطیہ لینا جائز نہیں، جیسا کہ احیاء العلوم وغیرہ  
 میں اس کی تحقیق کی گئی ہے (ت)

اس صورت میں واپس لینے کے کوئی معنی نہیں کہ وہ دینا ہی صحیح نہ ہوا واپسی تو دینے کے بعد ہے۔ ہاں اگر  
 واہب کو حسب شرط واقف اس کا اختیار بھی تھا تو بھائی کی شرکت صحیح ہو گئی اور واپسی کا اختیار نہیں مگر  
 یہ کہ واقف نے یہ اختیار بھی دیا ہو۔ درمختار میں ہے،

ان کان التفویض لہ عاماً صحیحاً ولا یمکن عزله  
 الا اذا كانت الواقف جعل لہ التفویض  
 والعزل لہ  
 اگر اس کو تفویض عام حاصل ہے تو صحیح ہے اور  
 وہ اس کو معزول نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ  
 واقف نے اس متولی کو تفویض و عزل دونوں کا  
 اختیار دیا ہو (ت)

(۲) جو حکم واقف یا حسب عملدرآمد قدیم اوقاف میں کوئی حق شرعی رکھتے تھے وہ بلا وجہ شرعی کسی کے  
 ممنوع کئے ممنوع نہیں ہو سکتے۔ بحوالہ اثنی عشر اور دالمختار میں ہے،

استفید من عدم صحة عزل الناظر  
 لہ احیاء العلوم کتاب الزہد والفقہ ۲۰۸، کتاب الحلال والحرام ۱۵۴، کتاب امر الزکوٰۃ ۲۲۳  
 (مطبعة المشهد الحسینی القاہرہ مصر)

لے درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۳۸۹/۱



بلا جنتہ عدمہا صاحب وظیفۃ فی وقت سے معلوم ہوا کہ وقت میں کسی صاحب وظیفہ کو جرم بغیر جنتہ وعدم اہلیۃ لے اور عدم اہلیت کے بغیر معزول کرنا صحیح نہیں۔ (ت)

(۳) مستحقین اپنے اپنے حقوق لینے تک کے مختار ہوتے ہیں اصل وراس وہی متولی اوقات ہے جس کا

بیان جواب سوال اول میں گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۳۸۲۰ مرسلہ فقہی احمد صاحب قصبہ سندیلہ ضلع ہردوئی محلہ اشرف ۱۹ صفر ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں :

- (۱) زید منتظم و بانی جائداد انجمن اسلامیہ جو کہ منجانب گروہ اسلام قائم ہوئی تھی تھا اور عمرو امین جائداد کا تھا۔
- (۲) تجر وغیرہ جو کہ متولی گروہ اسلام تھے پانچ سال کے حساب فہمی کا دعویٰ زید منتظم و عمرو امین پر کیا اور کاغذات طلب کئے۔

(۳) ہردو مدعا علیہم نے جواب دیا کہ تم مستحق حساب فہمی نہیں ہو کیونکہ کل جائداد میرے اہتمام و کوشش سے حاصل ہوئی۔

(۴) عدالت سے کاغذات طلب ہوئے عمرو امین روپوش ہو گیا اور کاغذات نہیں دئے عدالت نے برہنہ ثبوت یک طرفہ مدعا علیہم پر ڈگری کر دی۔

(۵) بعد ڈگری اس ڈگری کی بابت ثالثی ہوئی جس میں زر ڈگری چوتھائی قائم رہا اور زید منتظم نے بوجہ روپوش ہونے عمرو کے کل روپیہ مطابق فیصلہ ثالثی ادا کر دیا۔

(۶) اب زید منتظم و عمرو امین کا انتقال ہو گیا اور جو کاغذات امین کے قبضہ میں تھے وہ برآمد ہوئے ان کاغذات کی رو سے بمقابلہ ادا شدہ رقم کے بہت کم روپیہ مطالبہ مدعیان کا ذمہ منتظم و امین برآمد ہوتا ہے۔ آیا شرعاً بروئے کاغذات بقدر مطالبہ ذمہ منتظم و امین نکلے تو رقم ادا شدہ کے بعد جس قدر باقی رہے ان کے ورثہ سے جب کہ جائداد چھوڑی ہو مدعیان رقم پانے کے شرعاً مستحق ہیں یا نہیں ؟ اور اسی طرح اگر منتظم نے زائد روپیہ داخل کیا ہو تو شرعاً واپس پانے کا حق ورثہ منتظم کو ہے یا نہیں ؟ بینو اور ہردو۔

### الجواب

جس قدر مطالبہ واجبی ثابت ہو اگر اس سے کم ادا ہوتا ہے باقی ان کے ترکہ سے لیا جائے گا اور اگر اول سے زیادہ لے لیا گیا ہے تو جتنا زیادہ ہوا انھیں واپس دینا واجب ہے۔



قال صلى الله تعالى عليه وسلم على اليد ما اخذت حتى تردّها، وقال تعالى ولا تأكلوا اموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بها الى الحكام لتاكلوا فريقتا من اموال الناس  
 رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے فرمایا : ہاتھ پر وہ چیز واجب ہے جو اس نے لی، یہاں تک کہ وہ اس کو ادا کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ اور نہ ان کا مقدمہ حاکموں کے پاس اس لئے جادو کہ لوگوں کا کچھ مال ناحق کھا لو۔ (ت) عقود الدریہ میں ہے :

من دفع شیئاً ظاناً انه عليه كات له ان يستردّه - والله تعالى اعلم۔  
 کسی شخص نے دوسرے کو کوئی شے دی یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس کو یہ شے دینا مجھ پر لازم ہے تو اسے واپس لینے کا اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۸۳۵۔ مسئلہ حکیم محمد حیات خاں صاحب اگر کوہِ حکیمان حیات منزل ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ منجملہ پانچ متولیان اوقاف کے جو بحیثیت ایک انجمن کے کثرتِ رائے پر کام کرتے ہوں اگرچہ ایک علانیہ سود کھاتے ہوں اور خلافِ منشاء واقف خرچ کئے جانے پر مصر ہوں اس قابل ہیں کہ عند الشرع متولی رہ سکیں۔ متذکرہ بالا متولی صاحب کا جو علانیہ سود کھاتے ہیں یہ فعل کہ مسجد جامع وغیرہ میں جو ان کے زیرِ نگرانی ہیں حسبِ مرقع اپنے خرچہ سے عام مسلمانوں کو برف وغیرہ پلاتے ہیں کیا عند الشرع اس قابل ہے کہ دیگر متولیان اسے روکیں۔ یتنوا تو حبروا۔

### الجواب

صورتِ مستفسرہ وہ شخص ہرگز متولی رہنے کے قابل نہیں اور اس کا معزول کرنا واجب۔ درمختار میں ہے :

۱۔ جامع الترمذی ابواب البیوع باب ما جاز ان العاریۃ مودّۃ - امین کمپنی دہلی ۱۵۲/۱  
 ۲۔ القرآن الکریم ۱۸۸/۲  
 ۳۔ العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحمادیۃ کتاب الشرکۃ ۹۱/۱ و کتاب الوقف ۲۲۹، ۲۲۴/۱  
 و کتاب المداينات ۲۲۹/۲ ارگ بازار قندھار افغانستان

یذبح وجوبا لو الواقف دس س فغیرہ بالاولیٰ اس کو جو با وقف سے نکال دیا جائے گا اگرچہ  
غیر مامون ہے وہ خود واقف ہی ہو (درر) جبکہ ۵۰ امین نہ ہو

تو غیر واقف اگر خائن ہو تو بدرجہ اولیٰ اس کو نکال دینا واجب ہوگا۔ (ت)

اپنے خرچ سے مسلمانوں کو برت پلانا کوئی امر معیوب نہیں بلکہ نیت حسن ہو تو مستحسن ہے مگر وقف  
کی آمدنی سے حرام ہے جبکہ شرائط وقف کے تحت میں داخل نہ ہو اور مسجد میں بہ مجمع نہ ہونا چاہئے کہ غل  
شور کا بھی احتمال ہے اور مسجد میں غیر معتکف کو کھانا پینا بھی نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۸۴ از موضع درو ضلع یمنی تال تحصیل کچھا مسئلہ ثروت یار خاں صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک جائیداد وقف کے متولی واحد کے انتقال پر تین متولیان بموجب شرط  
دست اویز وقف پیدا ہوئیں اور دیگر جائیداد میں چھ وارث قائم ہوئے مقدمہ داخل خارج وقف پر منجملہ چھ  
وارثوں کے دو وارثوں نے جائیداد وقف کو متروکہ قرار دیا اور وقف کے خلاف کوشش کی اور منجملہ انھیں چھ  
وارثوں کے تین وارث جائیداد وقف کے متولیان میں سے دو متولیان نے وقف قائم رکھنے کی کوشش کی  
اور وہ کامیاب ہوئے ایک متولی خاموش رہا جن وارثوں نے کوشش خلاف وقف متروکہ قائم ہونے  
کے لئے کی تھی وہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور ایک بھائی کے لڑکے کی وہ متولیہ جو کہ خاموش رہی وقت داخل  
خارج وقف مذکور منکوحہ تھی جس سے یہ اندیشہ دو متولیان اور مسلمانان کو تھا اور ہے کہ اگر جائیداد  
وقف متروکہ قرار پائی گئی تو متولیہ خاموش کو یہ نفع ذاتی پہنچے کہ اس کے دونوں خسر جو وارث ہیں حصہ دار  
جائیداد وقف میں بن جائیں اور وقف کو نقصان پہنچے کہ اس وجہ سے آئندہ بھی نقصان کا خیال ہے اب  
دوسرا مقدمہ واسطے نمبر داری برائے تعمیل شرائط وقف چل رہا ہے تو ایسی صورت میں جو کہ اوپر ظاہر کی گئی ہے  
کون متولیہ نمبر دار مقرر ہونے کے لائق ہے اور کون تولیت سے خارج ہونے کے قابل ہے اور وہ شخص جو  
خاموش متولیہ کی طرف سے سربراہ کار مقرر ہونا چاہتا ہے جو خسر اس کا ہے اور وقف کے خلاف متروکہ  
قائم ہونے کی کوشش کر چکا ہے سربراہ کار مقرر ہو سکتا ہے یا نہیں؟

### الجواب

جو خلاف وقف کوشش کر چکا وہ ہرگز سربراہ کار نہیں کیا جاسکتا یہاں تک کہ اگر خود متولی یا خود  
واقف ایسا کرتا واجب تھا کہ فوراً نکال دیا جاتا۔ درمختار میں ہے،

یمنوع وجوبا لو الوقت فغیره بالاولیٰ  
غیر مامون یہ

متولی وقف اگر امین نہ ہو تو اس کو ولایت سے نکال  
دینا واجب ہے اگرچہ وہ خود ہوا اگر متولی غیر واجب  
ہے تو بدرجہ اولیٰ نکالنا واجب ہے (د)

ایک متولی کا خاموش رہنا اگر ثابت ہو کہ اس نیت فاسدہ سے تھا تو اس کا اخراج بھی واجب ہے، یاں  
اگر بوجہ مجبوری ساکت رہی تو عروج نہیں، نمبر داری شرعی مسئلہ نہیں، یاں جائز متولیان سے باہر کوئی شخص  
نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۸۵ھ از جلیپور اوتی کا پل مرسلہ محمد میر خاں ۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

(۱) زید نے اپنی زمین مسجد کے لئے وقف کر دی اور کچھ پتھر بھی برائے تعمیر مسجد دئے، زمین اور  
پتھروں کی قیمت تقریباً فاخر ہوں گے اور عمر نے اپنی ذات خاص سے بالکل مسجد باقاعدہ اور ایک حجرہ  
بھی تیار کر کے دونوں کو وقف کر دیا جس میں غالباً پانچ ہزار روپیہ صرف ہوا ہو گا بعدہ زید کے کہنے سے عمر  
نے زید کے نام سے واسطے نگرانی مسجد ایک کاغذ رجسٹری شدہ تحریر کر دیا اور مسجد تیار ہوئے بارہ برس  
ہوئے جب سے ہر طرح کے خرچ کا کفیل مثل حیدر علی خان خواجہ امام و مؤذن رمضان شریف میں حافظ کی  
خدمت و تقسیم شیرینی اور بھی درمیان میں مسجد کے متعلق جو ضرورت ہو کر تھی ہے عمر و صرف اپنی ذات سے  
صرف کرتا ہے اور عمر و نہایت خلعتی پابند صوم و صلوة با خدا شخص ہے اور عمر و زید کے افعال سے  
واقف نہ تھا کیونکہ زید بڑا فتنہ انگیز، حاسد، غیبت کنندہ، جماعت میں تفرقہ ڈالنے والا اور مسجد پر اپنی  
حکومت جانے والا، ایک نہ ایک شرارت پیدا کرنے والا ہے، اسی صورت میں متولی کس کو شرعاً شریف  
قرار دیتی ہے اور وہ رجسٹری زید کی بموجب شرع شریف کار آمد ہے حالانکہ اہل محلہ اور اہل جماعت  
عمر و کا متولی ہونا پسند کرتی ہیں؟

(۲) صرف زید کے حکم سے پیش امام و مؤذن مقرر ہو سکے ہیں یا برخاست ہو سکے ہیں یا کل اہل جماعت

کی رائے سے؟

(۳) پیش امام کے موجود ہوتے ہوئے زید شرارتا امامت کرتا ہے زید کے پیچھے نماز درست ہو سکتی ہے؟

(۴) زید کی امامت درست ہے یا نمازی اپنی اپنی نماز بوجہ کراہت دہرا لیا کریں؟

## الجواب

(۱) اگر یہ امر واقعی ہے کہ زید فتنہ کو شریر، مفرق جماعت ہے تو وہ ہرگز تولیت مسجد کے قابل نہیں اس کا معزول کرنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے:

یتوزع وجوباً لو الواقف غیر ماموت ۱  
خائن متولی کو ولایت وقف سے نکال دینا واجب ہے اگرچہ وہ خود واقف ہو۔ (ت)

(۲) مؤذن و امام جس کے مقرر کئے شرعاً ان منصوبوں کے لئے زیادہ لائق ہوں انھیں کو ترجیح ہوگی اور اگر یکساں ہوں تو زید کے مقرر کردہ مرجع ہیں کہ اصل مسجد یعنی زمین اسی کی وقف ہے، درمختار میں ہے:

الباقی للمسجد اولى من القوم بنصب الامام والمؤذن في المختار الا اذا عين القوم اصله ممن عينه الباقي ۲

مسجد کا بانی مسجد کے امام و مؤذن کی تقرری میں باقی لوگوں کی نسبت اولیٰ ہے یہی قول محتاج ہے مگر جب قوم کا مقرر کیا ہو امام یا مؤذن بانی کے

مقرر کئے ہوئے سے افضل اور زیادہ صلاحیت کا حامل ہو تو وہی بہتر ہے۔ (ت)

مگر جب کہ مؤذن و امام تنخواہ دار ہیں اور تنخواہ انھیں عمرو دیتا ہے تو استحقاق تنخواہ اسی کو ہوگا جسے عمرو مقرر کرے، اس پر لازم ہے کہ اسے پسند کرے جو شرعاً زیادہ مناسب ہو اور تنخواہ دار کی برخاستگی بھی عمرو کی رائے پر ہوگی لہذا نہ ہو المستاجر فليس لثالث فسحقها (کیونکہ وہی کرایہ پر لینے والا ہے تو قیصرے شخص کو فسق اجارہ کا حق نہیں۔ ت)

(۳ و ۴) اگر زید سے علانیہ فسق ثابت ہو تو اس کی امامت اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ تبیین الحقائق میں ہے:

في تقدريمه تعظيمه وقد وجب عليهم فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے جبکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسقوں کی توہین اہانتہ شرعاً۔

واجب ہے (ت)

اور اگر زید میں کوئی وجہ مانع امامت نہیں مگر امام مقرر کردہ اس سے افضل و اولیٰ ہے اور اس وجہ سے

۳۸۳/۱	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الوقف	لہ درمختار
۳۹۰/۱	"	"	لہ
۱۳۴/۱	المطبعة الکبریٰ الامیریہ بلاق مصر	باب الامامة کتاب الصلوة	تبیین الحقائق

اہل جماعت امام کے ہوتے زید کی امامت مکروہ و ناپسند رکھتے ہیں تو زید کو جائز نہیں کہ امامت کے لئے تقدم کرے لانه ممن امر قوماً و ہم لہ کارھون (کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جس نے کسی قوم کی امامت کی حالانکہ وہ اس کی امامت کو ناپسند جانتے ہیں۔ ت) مگر اس صورت میں نماز میں خلل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۸۹ از گنگا جھدی ڈاکخانہ دونی وارہ تحصیل گوندیا ضلع بھنڈارہ ملک متوسطہ مدرسہ محمد اسماعیل خاں

۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

متولی مسجد نے مسجد کے پیسہ میں خیانت کی ایسے شخص کو متولی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا متولی نے جھوٹی شہادت دی تو ولایت اسے دینا جائز ہوگی یا نہیں؟

### الجواب

جس نے جھوٹی شہادت کہی اس میں قہر بہت احتمال ہیں کہ واقعی جھوٹی نہ ہو لوگ اسے جھوٹی سمجھیں یا واقع میں جھوٹی ہو مگر شہادت دینے والے نے اپنے نزدیک سچی سمجھ کر دی ہو یا کسی مصلحت عظم کے لئے کوئی پسندوار بات کہی ہو یا راستی فتنہ انگیز سے بچنے کے لئے ترکب ہو یا اس شہادت سے اسے حمایت وقف مقصود ہو یا سی طرح بہت احتمال نکل سکتے ہیں جن کے باعث جو معزولی متولی کا مسبب ہوگی مگر پہلی بات بالکل صاف ہے جب اس نے مال وقف میں خیانت کی اس کا معزول کرنا واجب۔ ورنہ تار میں ہے،

ینزع وجوباً لو الواقف دس مرفیوہ بالادلی  
بزانیۃ غیر مامون واللہ تعالیٰ اعلم۔  
متولی اگر امین نہ ہو تو اس کو ولایت وقف سے نکال دینا واجب ہے اگرچہ وہ خود واقف ہو (درر)  
لہذا غیر واقف کو بدرجہ اولیٰ نکال دینا واجب ہوگا (بزانیر)  
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۹۰ امیر شریف محلہ خادمان چاہ ارٹھ مدرسہ سید امتیاز علی صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک شخص مسی سید امیر علی متولی درگاہ تھا اور اس کی چار بیبیاں منکوحہ تھیں اول زوجہ اس کے چچ کی دختر تھی اور دوسری پٹھانی اور تیسری کاشت کار قوم چتھیہ کی لڑکی جھوٹی قوم سے تھی، اول زوجہ سے ایک دختر اور دوسری سے ایک پسر مسی شریف حسین اور تیسری سے دو دختران اور متولی مذکور کے ایک برادر علاقائی پٹھانی بیوی سے ہیں جب کہ متولی مذکور الصدر نے انتقال کیا تو اولاد مندرجہ و برادر علاقائی کو چھوڑا اب برادر علاقائی

لے العجم البکیر حدیث ۲۱۷۷  
لے در مختار کتاب الوقف  
المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت  
مطبع مجتہائی دہلی  
۲۸۲/۲ - ۲۸۴/۱



مسی نثار احمد بمقابلہ پسر مسی شریف حسین کے دعویٰ در ہے کہ میں عمدۂ تولیت کا مستحق ہوں، اب شرعاً لڑکا ہونا چاہئے یا برادر؟ بینوا تو جردا۔

### الجواب

اگر مال کی کوئی وراثت ہو تو بیٹے کے آگے بھائی محروم ہے مگر وقف کی تولیت کوئی ترک نہیں، اس میں شرائط و اوقات پھر عملدرآمد سابق پھر صوابدید مسلمانان پر نظر ہوگی ان کے اعتبار سے جسے ترجیح ہوگی وہی متولی ہوگا بیٹا ہو یا بھائی یا غیر۔ ردالمحتار میں ہے:

(من جہلہم) قولہم خیر الاب لابنہ۔ ان کی جہالت کی بنا پر ہے ان کا یہ قول کہ باپ کی روٹی بیٹے کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۳۹۱ھ از او دے پور میواڑ راجپوتانہ دہلی دروازہ مرسلہ سید ضامن علی صاحب ۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ (۱) ایک شہر میں مسلمانوں نے با اتفاق باہمی قومی سرمایہ سے ایک مدرسہ موسومہ مدرسہ حنفیہ تعلیم و تہذیب جاری کیا اور اس پر انجمن اسلام کی نگرانی قائم کی گئی اور زید کو معمولی اختیارات کے ساتھ نفاذ ایک دستور العمل مہتمم مدرسہ مقرر کیا۔

(۲) زید نے بظاہر بصلہ حسن کارگزاری قیصر کے سال عربیت اور پانچویں سال متولیت کا ادعا حاصل کیا۔

(۳) چھٹے سال بلا استصواب قوم مدرسہ حنفیہ کو مدرسہ نظامیہ سے وابستہ کر کے رو داد سالانہ میں بجائے حنفیہ کے نظامیہ لکھنا شروع کیا تاکہ زید کے تعلقات خاندان نظامیہ سے مدرسہ مخصوص سمجھا جائے۔

(۴) اسکے بعد زید نے دستور العمل نظام مدرسہ کی پابندی سے انحراف کرنا شروع کیا اور باب انجمن کو یکے بعد دیگرے مبراۓ حیثیت سے گرانہ شروع کیا۔

(۵) نویں سو سال اسی قوم کے جذبات مذہبی کو بذریعہ تحریر صدمہ پہنچانے لگا یعنی کئی لفظوں میں یہ کہہ کر اطراف ہندوستان میں شائع کر دیا کہ فلاں شہر کے مسلمان کلمہ کی جگہ بتوں کا نام لیتے ہیں مسجد کی جگہ دھوک دیتے ہیں روزہ نماز کے وہ پابند نہیں ہیں، نہ ان لوگوں کو خوف خدا اور رسول ہے، یہ مذہب سے سراسر آزادی ہیں، میں نے ان کے لئے اسلام کی بنیاد کا پتھر رکھا ہے حالانکہ یہ بہتان عظیم ہے اور واقعات سراسر اس کے خلاف ہیں۔

(۷) گیارہویں سال کی روداد میں حسب معمول زید نے لفظ انجمن نہیں تاکہ بادی النظر میں مدرسہ انجمن کی نگرانی میں نہ سمجھا جائے۔

(۸) تعلیم و تربیت کے اعتبار سے مدرسہ نے کچھ بھی ترقی نہ کی۔

(۸) حالات صدر کو محسوس کر کے جب قوم نے چند اشخاص کو کاروبار مدرسہ میں شریک کرنا چاہا تو زید نے انکار کر دیا اور خدمت مہتممی سے علیحدہ کر دئے جانے کے بعد زید نے کچھری میں مدرسہ پر قبضہ دلانے کا دعویٰ کیا لہذا انتخاب اور حالات حاضرہ کی رُو سے زید کی نیت سے یہ ثابت ہو چکا کہ جو کچھ وہ کرتا رہا قومی نقطہ نظر کے خلاف کرتا رہا اس کو ترقی تعلیم و خدمت اسلام مد نظر نہ تھی بلکہ اس کو اس پر وہ میں اپنی نام آوری اور مفاد ذاتی منظور تھا، پس زید کی نسبت شریعت حقہ میں کیا حکم ہے؟

### الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے تو زید حقوق اللہ و حقوق العباد دونوں میں گرفتار، اور شریعت مطہرہ کے نزدیک سخت سزا کا سزاوار ہے کہ اس نے مسلمانوں پر اتہام رکھے اور ان کو دینی حیثیت سے بدنام کیا اور مدرسہ وقفی کو اپنی ذاتی اغراض کا ذریعہ بنانا چاہا وہ جب ایک دستور العمل کی پابندی سے مشروط کر کے مہتمم کیا گیا تھا اور اس نے بلاوجہ شرعی اس کی پابندی نہ کی مہتممی سے خارج ہو گیا اذافات المشروطات المشروط (جب مشروط فوت ہوئی تو مشروط فوت ہو گیا۔ ت) اور اب کہ اسے اس بارے میں اتنی اطلاع کہ کچھری میں نالشی ہو کر مدرسہ پر قبضہ کرنا چاہا تو ہرگز اس قابل نہیں کہ مدرسہ میں اس کو داخل دیا جائے، درمختار وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے، طالب التولید لایولیٰ (تولیت کے طلبکار کو متولی نہیں بنایا جائے گا۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انان نستعمل علی عملنا من امر اللہ،  
سواہ الائمۃ احمد و البخاری و ابو داؤد  
والنسائی عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
بیشک ہم ہرگز اپنے معاملات کا عامل اس کو  
نہیں بناتے جو اس کی خواہش رکھتا ہو۔ (اس کو  
امام احمد، بخاری، ابو داؤد اور نسائی نے  
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
روایت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۹۹ از جو ناگدہ محاکمہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ محمد حسین ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ  
جو شخص تقدیر اور وسیلہ پکڑنے کے خلاف ہو ایسا آزاد شخص حنفیوں کے مدرسہ کا خیر خواہ ہو سکتا  
ہے یا نہیں؟

### الجواب

تقدیر کا منکر افضی معتزلی گمراہ ہے اور محبوبانِ خدا سے توسل کا منکر نجدی وہابی بدراہ ہے جو  
شخص ایسا ہو اس سے مدرسہ اہلسنت کی خیر خواہی کی کیا امید ہو سکتی ہے، نہ اسے مدرسہ پر کسی قسم کا اختیار  
دیا جائے، امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خیر میں کہ اسلام کا آفتاب نصف النہار  
پر تھا اور کفار ہر طرح ذلیل و خوار، ایک نصرانی کو کہ حساب و سیاق میں طاق تھا اور صوبہ یمن میں ابو موسیٰ  
اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے محوری پر نوکر رکھنا چاہتے تھے امیر المؤمنین سے اجازت چاہی منع فرمایا  
انہوں نے پھر عرضی بھیجی، اس پر تحریر فرمایا، مات النصوانی، والسلام (نصرانی ہلاک ہوا، والسلام)  
عرض کسی طرح اجازت نہ فرمائی، تو اس وقت ضعف اسلام میں کسی مخالف عقیدہ کو اختیار دینا کس  
درجہ مضر ہے کہ بوجہ کلمہ گوئی کافروں سے اس کا ضرر نہ اند ہوگا پھر اُس زمانہ میں ان کی مغربی تھی اور اب  
مطلق العنانی۔ اور وہ ایک محوری کی خدمت تھی اور یہ افسر ہی جب وہ اُس وقت میں قبول نہ فرمائی تو یہ  
اس وقت میں کیونکر مقبول ہو سکتی ہے، حدیث میں ہے:

من استعمل علی عشرة من فیہم ارضو  
للہ تعالیٰ منہ فقد خان اللہ ورسولہ و  
المؤمنین جل وعلا و صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ  
اعلم۔

جس نے دس شخصوں پر کسی ایسے کو افسر کیا کہ  
نظر شرع میں اس سے زیادہ پسندیدہ کوئی دوسرا  
موجود تھا تو اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں  
سب کی خیانت کی جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۰۰ از جمعی محلہ شیخ بھائی بلڈنگ کھانڈ بازار جو ناگدہ مدرسہ یوسف علی الرحمن مروچی ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ  
(۱) متولی مسجد کو یہ حق حاصل ہے کہ امام مسجد کو بغیر کسی عذر شرعی کے خارج کر دے۔

۱۔ باب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) تحت آیہ ۵/۵ مصطفیٰ البابی مصر ۲/۹۳-۹۲  
۲۔ کنز العمال بحوالہ عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ حدیث ۵۳۱۶۵۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۱۹  
المستدرک للحاکم کتاب الاحکام الامامۃ امانۃ دار الفکر بیروت ۴/۹۳-۹۲

(۲) امام مسجد نو کرمانا جائیگا یا سردار قوم؟ اور اس کو نمازیوں کی تابعداری کرنا چاہئے، یا نمازی اس کی تابعداری کریں، مثلاً اوقاتِ حرم و صلوة۔ یہ بخوبی واقف ہے وہ برابر لوگوں کو وقت پر افطار کرانا ہو اور امساک کا حکم کرتا ہو اور نمازوں میں بہت احتیاط اوقات میں کرتا ہو تو قوم اس کو کہے کہ ہم کو فلاں وقت جماعت ملنا چاہئے فلاں وقت اذان ہونا چاہئے اس میں امام کیا ان کی اطاعت کرے یا موافق مسائل شرعی کا رہنما رہے۔

(۳) نصاریٰ کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی طرف سے مسجد کے متولی بنائے اور ان کو قوانین کا پابند کرے اگرچہ وہ قوانین خلافتِ مذہب اہلسنت و جماعت و اخلاف ہوں۔

(۴) اگر نصاریٰ کا مقرر کردہ متولی اپنی نصانیت سے امام کو اپنا نوکر قرار دے کر نکلوانا چاہے اور قوم اس کی مخالفت کرے اور مقدمہ کرے اس مقدمہ میں وہ متولی یہ کہے کہ میں مسائل شرعیہ کو مانتا ہوں میں قانون سے اس کو نکلواتا ہوں وہ میرا نوکر ہے یہ جملہ کہ میں مسائل شرعیہ کو نہیں مانتا اس وقت کے جب کہ اس کو مسئلہ بتلایا جائے کہ امام مسجد نوکر نہیں ہے یہ نائب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور بغیر کسی عذر شرعی کے نہیں جدا ہو سکتا تو اس کے مقابلہ میں یہ لفظ کہ ایسا متولی قابل ہے متولی بننے کے؟

### الجواب

(۱) بغیر عذر شرعی کے امام کو خارج کرنا متولی وغیرہ کسی کو حق نہیں۔ درمختار میں ہے:

لا یجوز عزل صاحب وظيفه بغیر حجة۔ کسی صاحب وظيفہ کو بغیر جرم کے معزول کرنا جائز نہیں (ت)

(۲) امام اگر کسی قوم کا تنخواہ دار ہے تو وہ ان کا نوکر ضرور ہے مگر نہ خدمت گار بلکہ مخدوم جیسے علماء و قضاة و سلاطین کہ بیت المال سے وظيفہ پاتے ہیں مگر وہ رعایا کے خدمت گار نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجعلوا ائمتکم خیامن کہ فانہم وذل کہ فیما بینکم و بین سبکمر۔ اپنے افضلوں کو اپنا امام بناؤ کہ وہ تم میں اور تمہارے رب میں واسطہ عرضداشت ہیں۔

۱۵۱/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الوقت	لے فتاویٰ خیریہ
۳۸۶/۳ و ۴۱۹	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	رد المحتار
۸۸/۲	نشر السنتہ ملتان	باب تخفیف القراءة للحاجة	لے سنن الدارقطنی



ہاں بانیئے امام و علماء و قضاة و سلاطین سب خادم ہو سکتے ہیں کہ سید القوم خاد مہم قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے یعنی اسے قوم کے آرام و تربیت کی ہر وقت ایسی فکر چاہئے جیسے خادم کو مخدوم کے کام کی۔ امام جب کہ اوقات کا عالم ہے تو امساک و افطار میں اس کے حکم کا اتباع لازم ہے، رہی نماز اس کے اوقات میں امام پر تکثیر جماعت کی رعایت لازم ہے جہاں تک کراہت لازم نہ آئے وہ وقت مقرر کرے جس میں اس کے اہل مسجد زیادہ جمع ہو سکیں، خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ملا حظہ فرماتے کہ لوگ جمع ہو گئے نماز میں جلدی فرماتے، ایسا ہی امام کو چاہئے کہ قوم کے واقعی اعدا کا لحاظ رکھے۔ ہاں بعض لوگ بلا وجہ ضد کرتے ہوں تو اس کا اعتبار نہیں۔

(۳) قانون میں یہ بات بھی داخل ہے کہ مذہب میں دست اندازی نہ کی جائے گی لہذا امر نہ کوئی فی الحال متوقع نہیں اور اگر واقع ہو تو اس کی باضابطہ چارہ جوئی کی جائے کہ مساجد کے متولی حسب شرط بانی مقرر ہوں وہ نہ رہا ہو تو اس کی اولاد، ورنہ نمازیان مسجد کی صوابدید سے، اور یہ کہ امر مسجد میں کسی خلاف مذہب کو دخل دینے سے معاف رکھا جائے۔

(۴) جو شخص مسائل شرعیہ کے مقابلہ میں کہے کہ وہ مسائل شرعیہ کو نہیں مانتا وہ اسلام سے خارج ہو گیا اور اسے امور اسلام میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں رہا اسے تولیت سے جدا کرنا لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۰۴ از دھام پور ضلع بجنور مرسلہ عبد الحفیظ ٹھیکہ دار ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ  
جو شخص سود لیتا ہے آیا وہ متولی جائد موقوف ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور کسی کو حساب نہ دیتا ہو اور خرچ ضروری مسجد بھی نہ کرتا ہو۔

## الجواب

جب ضروری خرچ مسجد کے نہیں کرتا اور مسجد کی آمدنی کافی ہو اور اس کے سود کھانے سے ظاہر کہ وہ حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتا، تو ظاہر حال یہی ہے کہ وہ تغلب کرتا ہے تو اس پر اطمینان نہ ہوا، اور جس متولی پر اطمینان نہ ہو اس کا اخراج واجب ہے۔ در مختار میں ہے،

ینزع وجوباً لو الواقف بزازیة فغیرہ بالادویٰ خان اور غیر امین متولی کو ولایت وقف سے وجوباً  
دسر غیر ماہون بواللہ تعالیٰ اعلم نکال دیا جائیگا اگرچہ متولی وقف ہمگذا غیر واقف اگر

خان ہو تو بدرجہ اولیٰ نکان واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم



مسئلہ از پالی بھیت مرسلہ عبدالعزیز صاحب ۲۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

زید نے کسی جائیداد کو اپنی ملکیت سے علیحدہ کر کے وقف کیا اور تاحیات اپنے کو متولی کیا اور بعد اپنے شخص غیر تولیت تحریر کر دی اور اپنے پسر غیرہ کو حق تولیت میں شریک نہیں کیا لیکن وقف کنندہ نے یہ وقفی کارروائی حالت بیماری و ناتوانی و بدحواسی میں کی ہے بعد صحت اب واقف کہتا ہے کہ میں مضامین وقف نامہ کو نہیں سمجھا اور نہ مجھے سمجھنے کی اس وقت قابلیت تھی وقف کرنا میں نہیں چاہتا ہوں، کیا زید کی وقفی کارروائی از رائے شرعاً شریف جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے بحالت غم و غصہ اپنے پسر کو تولیت سے محروم کر کے غیر شخص کو متولی مقرر کیا اب جب کہ غم و غصہ اس کا فرو ہوا اور اپنے پسر سے رضا مند ہوا تو شخص غیر جس کو وہ غصہ میں متولی بنا چکا تھا علیحدہ کر کے اپنے پسر کو کیا متولی مقرر کر سکتا ہے؟

(۳) اگر واقف بدحواسی کی حد کو نہیں پہنچا لیکن سفید ضرور ہے تو ایسی کارروائی وقف و تولیت کی جو شفاقت سے ہوئی ہے جائزہ رکھتی ہے یا نہیں؟

(۴) اگر درحقیقت زید کے حواس وقت تحریر وقف نامہ درست تھے اور قبل نفاذ وقف نامہ اس کی نیت خراب ہوئی اور وہ وقف نامہ کو منسوخ کرنا چاہتا ہے تو کیا وقف نامہ منسوخ ہو جائے گا یا نہیں؟  
یہاں تو جبروا۔

## الجواب

اگر یہ وقف صحیح شرعی ہو تو سوالات مسائل کا جواب یہ ہے کہ ناتوانی کچھ مانع صحت وقف نہیں بیماری کا کچھ اثر رہا جب کہ مسائل لکھتا ہے کہ اس کے بعد تندہ دست ہو گیا، رہا بدحواسی کا دعویٰ وہ غیر مدینہ عادلہ شاہدان ثقہ شرعی کی شہادت کے مقبول نہیں ہو سکتا ورنہ ہر شخص وقف بیع اجارہ نکاح طلاق تمام تصرفات کر کے یونہی پھر جائے اور کہہ دے کہ میں اس وقت بدحواس تھا رجسٹری بھی بدحواسی میں ہوئی، ہاں اگر معلوم و معروف ہو کہ اس مرض میں اس کی عقل زائل ہو جاتی ہے، بدحواس و مجنون ہو جاتا ہے، پہلے بھی ایسا واقع ہو چکا ہے اور اب کہہ کہ اس بار بھی میری یہی حالت ہو گئی تھی تو اس کا قول حلف کے ساتھ قبول کر لیں گے۔ رد المحتار میں فتاویٰ خیر سے ہے،

سئل فیمن طلق وهو مقناظ مدھوش  
فاجاب ان الدھش من اقسام الجنون فلا یقع، و اذا کانت  
سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اس  
حال میں طلاق دی جب غصہ بنا کہ اور بدحواس تھا  
تو جواب دیا کہ بدحواسی جنون کی قسموں میں سے ہے

يعتاده بان عرف منه الدهش مرة لهذا اطلاق واقع نہ ہوگی اور جب بدحواسی اس کی  
يصدق بلا برهان (مخلصاً) عادت ہے بایں طور کہ پہلے بھی اس سے یہ بدحواسی  
دیکھنے میں آپکی ہے اور معروف ہے تو بغیر دلیل حلف کے ساتھ اس کے قول کی تصدیق کر دیکجائیگی (مخلصاً) (ت)  
اسی میں ہے :

وكذا يقال فيمن اختل عقله لمرض او اور یہی کہا جائے گا اس شخص کے بارے میں جس  
لصيبة فاجأته يثبوت عقل میں کسی بیماری یا اچانک صدمہ کی وجہ سے  
خلل واقع ہو گیا ہو (ت)

(۲) یہ دوسرا سوال دوسرا پہلو ہے اور بدحواسی کو دفع کرتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ غصہ میں دوسرے  
کو متولی کیا تھا یا رضامندی میں بہر حال اسے اس کے معزول کرنے اور اپنے پسر خواہ جس کو چاہے متولی کرنے کا  
اختیار ہے۔ بحر الرائی میں ہے :

التولية من الواقف خاسرة عن حكمه واقف کی تولیت تمام شرائط وقف کے حکم سے خارج ہے  
سائر الشرائط لان له فيها التغيير والتبديل کیونکہ واقف اس میں جب مناسب سمجھے تبدیلی و  
كلما بدله من غير شرط في عقدة الوقف ترمیم کا اختیار ہے اگرچہ عقد وقف میں اس کی شرط  
نہ کی ہو۔ (ت)

(۳) یہ تیسرا پہلو ہے سائل نے سفیہ کہا اور یہ نہ بتایا کہ اس سے کیا مراد لی، لوگ احمق غبی کہہ رہے ہیں  
کو سفیہ کہتے ہیں صرف اس قدر مانع صحت قسرت نہیں۔

(۴) وقف جب کہ صحیح واقع ہو واقف کو اس سے رجوع کا کوئی اختیار نہیں رہا کہ اب وہ اس کی  
ملک سے نکل گیا،

ويتم الوقف بمجرد القول عند الامام ویتم الوقف بمجرد القول عند الامام  
ابي يوسف سلمه الله تعالى وعليه الفتوى کہہ دینے سے وقف تمام ہو جاتا ہے اسی پر فتویٰ  
ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا (ت)

۲۲۴/۲	دار احياء التراث العربی بیروت	کتاب الطلاق	۱۔ رد المحتار
۲۲۱/۵	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الوقف	۲۔ بحر الرائی

یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ وہ وقف صحیح شرعی ہو جیسا کہ عبارت سوال کا مفاد ہے ورنہ بحالت  
 بطلان ان سوالات کا کوئی محل ہی نہ ہو گا کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔  
**مسئلہ ۴۹۹** از قصبہ لاہر پور مکان شاہ ولایت احمد صاحب مرسلہ احمد حسین صاحب عثمانی ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ  
 (۱) ایک درگاہ صد با سال سے ایک بزرگ کی ہے جن کی اولاد کے چند شاخوں میں پری مریدی سلسلہ  
 صحیح و باجائز و خلافت جاری ہے مگر سجادگی اس درگاہ کی ایک بیٹے کی اولاد میں چلی آتی ہے، گو  
 سلسلہ خلافت عن ابجد صاحب درگاہ سے اس شاخ میں باقی نہیں رہا تھا مگر دوسرے خلفائے سلسلہ سے  
 بھی صاحب سجادہ درگاہ نے اجازت و خلافت حاصل کر لی تھی اور اب دو پشتوں سے ہر باپ سے بیٹے  
 کو اجازت وغیرہ حاصل ہوا کی، اس خلفائے سلسلہ سے بھی صاحب درگاہ کا سلسلہ جاری رہا،  
 صاحب درگاہ کا خاندان طریقت قادریہ و حشمتیہ ہے، اس سلسلہ کے شائق اور صاحب درگاہ کے  
 موروثی معتقدین کو اس کا پورا موقع رہا ہے کہ اس سلسلہ میں داخل ہو سکیں، آخر صاحب سجادہ  
 لا ولد تھے انھوں نے اپنے حقیقی بھانجے کو اپنے بعد کے واسطے سجادگی تجویز کی جن کو اس خاندان میں  
 بیعت وغیرہ حاصل ہے، دوران علالت میں ان کو دوسرے اعزائے خاندانی سے مشورہ کے واسطے ایک  
 دوسرے دور دراز مقام پر بھیجا اور تیمارداری ان کی متعلق ان کے بعض اعزائے کے تھی جو اخیا فی بھانجے ہوتے  
 ہیں وہ دو بھائی حقیقی ایک بہن ہے جن کے قبضہ میں وہ بحالت مرض تھے جب علالت زیادہ ہوئی تو  
 اہالیان قصبہ کو جمع کر کے درگاہ کے اندر پھر اپنے حقیقی بھانجے مذکورہ بالا کی نسبت اظہار وصیت کیا ایسے  
 مجمع میں ان اخیا فی بھانجوں میں سے ایک نے بطور مغالطہ دہی کہا کہ والدین اس کے جس کے واسطے سجادگی  
 تجویز کی جاتی ہے دودھ شریک بھائی بہن تھے اس لئے اس کا نکاح ناجائز ہوا وہ حرامی ہوئے ان کے  
 پیچھے نماز مکروہ ہے صاحب سجادہ نے اس واقعہ رضاعت سے انکار کیا اور کہا کہ جھوٹ ہے بلکہ ضعف  
 بیماری میں ان کو سخت صدمہ اس دروغ گوئی پر ہوا جس سے وہ کوئی مزید تقریر نہ کر سکے اور مجمع برخاست  
 ہو گیا جب علالت کا سلسلہ زیادہ طویل ہوا ان دونوں اخیا فی بھانجوں کی جانب سے حصول سجادگی کی  
 ایک بھائی کے واسطے مزید کوشش شروع ہوئی اور بعض موافقین کے مشورہ سے ایک بڑی درگاہ کے  
 صاحب سجادہ کو طلب کیا جو ان صاحب سجادہ کے پری کی درگاہ کے صاحب سجادہ ہیں اور ان سے کہا کہ منجملہ  
 ان ہر دو بھائیوں کے بڑے بھائی کے پگڑی باندھ دیجئے انھوں نے کہا کہ ہم موجودہ صاحب سجادہ سے اجازت  
 لے لیں جب ان سے دریافت کیا تب انھوں نے مزید پھر لیا کوئی جواب نہ دیا کچھ دیر کے بعد جب پہلو بدلا پھر  
 استفسار کیا اب بھی وہ جواب خود نہ سمجھے، مگر موافقین اشخاص نے ہر دو بھائیوں کے جو موجود تھے بالاتفاق

کہا کہ اجازت دے دی انھوں نے پگڑی باندھ دی، ایسی نازک حالت تیمارداری میں قبل واپس آنے ان کے حقیقی بھانجے نامزد شدہ سجادہ نشین کے ان سجادہ نشین نے وفات پائی، معاملہ رضاعت کے عینی شہادت موجود نہیں ہے، جن لوگوں کے وقت میں عقد ہوا وہ مقدس و مکرم و عابد و زاہد اشخاص تھے بالخصوص سجادہ نشین مذکور کے پدر حافظ قرآن صاحب سجادہ متوکل درویش، صاحب رشد و ہدایت و مقدس تھے جن کی دختر و بھتیجے کا نکاح باہم انھیں کے زیر اہتمام ہوا تھا دیگر اکابر خاندان اہل اسلام معزز و معتبر و نمازی شریک نکاح تھے، یہ الزام صرف نامزد شدگی کی نااہلی ثابت کرنے اور خود سجادگی حاصل کرنے کے ضرورت سے لگایا جاتا تھا اور چونکہ دونوں بھائیوں نے ایک اپنی ذاتی دکان درگاہ کے واسطے وقف کی ہے اس پر دوسرے سجادہ نشین کا قبضہ نہ ہونے کے خیال سے اپنے واسطے سے سجادگی کی خواہش تھی حالانکہ واقف وقف کا خود متولی رہ سکتا ہے اور حیات میں دوسرا متولی مقرر کرنے کا اختیار ہے مگر غالباً وہ مسئلہ کی ناواقفیت کی وجہ سے وہ پریشان ہوئے کہ شاید سجادگی کے ساتھ تولیت میری وقف کردہ جائیداد کی بھی انھیں صاحب سجادہ کے متعلق ہو جائے ایسا اختیار کیا ان کو اب تک کسی سے اجازت و خلافت بھی نہیں ہے اور صاحب درگاہ کی شاخ کے سلسلہ کے مشائخ سے غالباً اب بھی اجازت و خلافت حاصل کرنے پر تیار نہیں ہیں، پس سوال یہ ہے کہ ایسی سجادگی جو اس طور سے حاصل کی گئی ہو جائز ہے یا نہیں، اور وہ سلسلہ صاحب درگاہ کے علاوہ کسی دوسرے خاندان سے بیعت و اجازت وغیرہ حاصل کر لیں تو جائز ہوگی یا نہیں، مگر اس صورت میں صاحب درگاہ کا سلسلہ صاحب سجادہ سے جاری نہ ہونے کی وجہ سے ضرورت سجادگی فوت ہو جائے گی صرف متولیانہ حیثیت ایسے شخص کی باقی رہے گی مگر تولیت درگاہ ایسے متولی کی جس نے ترکیب مذکورہ بالا سے سجادگی و تولیت حاصل کی ہو کہاں تک جائز ہوگی، اور ایسی حالت میں خاندان صاحب درگاہ و صاحب طریقت سلسلہ صاحب درگاہ کو بقائے سلسلہ صاحب درگاہ کے واسطے کیا کرنا چاہئے، آیا منجملہ اولاد صاحب درگاہ جس سے سلسلہ جاری ہوا سے خلافت دلوا کر یا دیگر کوئی صاحب سجادہ و متولی مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اول نامزد شدہ کو ترجیح ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) ایک احاطہ میں ایک بزرگ کامزار اور ایک خانقاہ اور ایک مسجد واقع ہے خانقاہ میں مدرسہ اسلامیہ ایک وقف سے جاری ہے جس کے طلبہ بھی اس مسجد میں مشن دیگر اہل محلہ پنجوقتہ نماز پڑھتے ہیں نماز جمعہ یہاں عرصہ سے نہیں ہوتی ہے، دوسری جامع مسجد میں ہوتی ہے، اس درگاہ کے صاحب سجادہ ہیں وہ مع دیگر اشخاص کے چند لوگ اس وقف کے متولی ہیں جس سے ضروریات مسجد مدرسہ مذکورہ کا صرفہ ہوتا ہے، منجملہ ان کے زید بھی متولی ہے اور نیز ایک دوسرے وقف کا بھی



زید مذکور تھا متولی ہے اس سے بھی مسجد مذکور کے آب وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے، اور زید ہی کے ذمہ بوجہ حاضر باشی زادہ اس مسجد کے اوقات نماز میں موسمی و ضروری تغیرات مقامی کی وجہ سے قعین کرتا ہے اور اس مسجد کا مؤذن و امام معین ہیں ایام تشریعی میں زیادہ تر لوگ بوجہ ادائے نماز جماعت مسجد التزاماً پنجوقتہ شریک ہونے کے عادی ہیں انھیں ایام میں بعض اشخاص نے بلا انتظار امام معین و مقتدین قدیم بلا اس کے کہ مؤذن و مکبر معین تکبیر اقامت کے معینہ مقام پر جماعت کر لی زید کو یہاں کا مقامی تجربہ ہے کہ عوام تہدید پسند ہیں اس خیال پر اس نے الفاظ ذیل تہدید کے لئے کیے اور مکرر جماعت مع ان قدیم مقتدیوں کے جو باقی تھے اسی مقام پر پھر ادائیگی اس خیال سے کہ سابق پڑھنے والے غیر معین تھے اور کہا کہ جس کسی کو اس جماعت میں شریک ہونا نہ منظور ہو وہ ہماری مسجد میں نہ آئے، کیا استحقاق ان لوگوں کو ہے جنہوں نے بلا انتظار امام معین اور جماعت و مقتدین قدیم نماز پڑھ لی، پس لفظ ”ہماری“ کا جو مسجد کی طرف منسوب کیا حالانکہ وہ خانہ خدا ہے اور لفظ ”نہ آئے“ کا جو استعمال کیا حالانکہ مساجد میں اذن عام ہے اس سے زید کیا کرے صرف نہ امت کافی ہے یا کوئی کفارہ اس پر لازم آیا اگر کفارہ ہے تو کیا بلحاظ تجربہ زید یہ ہوا کہ بعد تہدید مذکور پھر جماعت اسی طور سے جیسی ہمیشہ سے چلی آتی تھی مسجد میں قائم ہے، اور جو لوگ بعد ادائے فرض عشا جو سابقہ جماعت سے پڑھ چکے تھے مکرر جماعت میں زید کی تقریر کے بعد شریک ہو گئے ان کی یہ مکرر نماز کیا ہوئی اس دوسری جماعت کی نماز زید نے پڑھائی تھی اس میں ایک اور متولی وقف مذکور شریک تھے جن کو پہلے جماعت نہیں مل تھی، مگر دوران نماز میں انھیں یہ خیال رہا کہ زید نے مسجد کی اپنی طرف نسبت کی اور اذن عام کے خلاف تقریر کی اگر میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھتا تو اچھا تھا پس اس وقت گویا اس نے باسکرا اقدار کی اس لئے اس کی نماز ہوئی یا نہیں ہوئی؟ بینوا تو جرد۔

### الجواب

(۱) سجادہ نشینی خلافت خاصہ ہے جس میں اجرائے سلسلہ سجادہ و تولیت اوقاف درگاہ اور جملہ نظم و نسق و رتی و فنی و جمع و فرق و نصب و عزل عملہ میں صاحب سجادہ کی نیابت مطلقہ سب داخل اور کوئی خاص بے عام متحقق نہیں ہوتا اور شرعاً معروف کا مشروط ہے، معروف یہی ہے کہ سجادہ نشین وہی ہو سکتا ہے جو اس سلسلہ میں ماذون و مجاز ہو کہ اس کا بڑا مقصد اس سلسلہ کا احیاء ہے نہ کہ مجرد تولیت، ولہذا جو سلسلہ صاحب درگاہ میں خلافت صحیحہ نہ رکھتا ہو کہیں سجادہ نشین نہیں کیا جاتا اگرچہ دوسرے کسی سلسلہ کا مجاز ہو نہ کہ وہ جو اسامہ مجاز ہی نہیں یوں تو سجادہ نشینی نری ممبری رہ جائے گی تو اخلافی بھانجہ غیر مجاز فی السلسلہ بلکہ فی سلسلہ سجادہ نشین نہیں ہو سکتا اور بعد کو اجازت یعنی اس سجادہ نشینی کی تصحیح نہیں کر سکتی فان الشرط یقدم والعام لا یشتر (کیونکہ شرط مقدم ہوتی ہے اور عام متاخر نہیں ہوتا۔ ت) حضرت اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ عینی



واسطی قدس سرہ فص الکلمات شریف میں فرماتے ہیں :  
شیخے ازیں عالم نقل کردو کے راخلفہ گرفت قوم و  
قبیلہ وارثے یا مریدے کہ بخلافت فے تجوز نمایند  
ایں خلافت نزدیک مشائخ روانیست و ایں نوع  
خلافت را خلافت افتراقی گویند۔  
رہی تولیت وہ بھی شرعاً حقیقی بجائے کو حاصل کہ سجادہ نشین متولی نے اپنے مرض الموت میں اس کے لئے  
وصیت کی اور دربارہ تولیت وصیت متولی ماخوذ و معتد ہے۔ ردالمحتار میں ہے :  
انما صح اذا فوض فی مرض موتہ وان لم یکن  
لہ التفویض عامالما فی الخانیۃ من انہ بمنزلۃ  
الوصی ، وللوصی ان یوصی الی غیرہ۔  
میں ہے کہ وہ بمنزلہ وصی کے ہے اور وصی کو اختیار ہوتا ہے کہ دوسرے کو وصیت کرے۔ (د ت)  
فتاویٰ تہمہ وغیرہ پھر اس شاہ والنظر پھر درمختار میں ہے :  
استاد الناظر النظر لعیۃ بلا شرط فی مرض  
الموت صحیح۔  
یہاں تک کہ متولی نے جس کے لئے وصیت کی اس کے ہوتے ہوئے حاکم شرع دوسرے کو متولی نہ کرے گا۔  
بحر الرائی پھر ردالمحتار میں ہے :  
شرط فی المجتبی ان لا یكون المتولی اوصی  
بہ لا یخرع عند موتہ فان اوصی لا ینصب  
القاضی۔  
مجتبے میں شرط لگائی کہ متولی نے اپنی موت کے وقت  
کسی دوسرے کو متولی بنانے کی وصیت نہ کی ہو  
اور اگر اس نے وصیت کی ہے تو قاضی کسی اور  
کو مقرر نہ کرے۔ (د ت)

۱۔ فص الکلمات شاہ حمزہ عینی واسطی  
۲۔ ردالمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الوقف فی اجارۃ دار اخیار التراث العربی بیروت ۴/۲۱۱  
۳۔ درمختار کتاب الاقرار فصل فی مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۴۱  
۴۔ ردالمختار کتاب الوقف دار اخیار التراث العربی بیروت ۴/۲۱۰

نہ کہ ایسے لوگ جن کو طلب تولیت میں یہ کچھ غلو ہو کہ اس کے لئے محض مومنات غافلات کو قذف کریں  
بلا وجہ مسلمان کو حرامی بنائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انان لنستعمل علی غلمانہ امرادہ۔  
سواء البخاری و احمد و ابو داؤد و النسائی  
عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ  
عنه۔  
بیشک ہم ہرگز اپنے کسی کام پر اسے عامل نہ بنائیں گے  
جو اس کا طالب ہو (اس کو بخاری اور احمد اور  
ابو داؤد اور نسائی نے ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

درمختار میں ہے:

طالب التولية لا یولی الا المشروط له النظر  
لانه مولى فیصد التنفیذ۔  
طالب تولیت کو متولی نہیں بنایا جائے گا مگر  
اُس وقت جب واقف نے اس کو متولی بنانے  
کی شرط کی ہو تو اس وقت اس کو متولی بنائیں گے کیونکہ وہ شرط کے سبب متولی بن چکا ہے اور اب اس  
کے نفاذ کا طلب گار ہے۔ (ت)

رضاعت بے شہادت عادلہ مثل شہادت مال کے دو مرد یا ایک مرد و عورت سب ثقتہ عادل  
اپنے معاہدہ کی گواہی دیں ثابت نہیں ہو سکتی اور اگر مرد کسی کا کہہ دینا کافی ہو تو آج زید نے عمرو کو کہا  
کل عمرو یا بکر زید کو کہہ دے گا کہ اس کے ماں باپ رضاعی باپ بیٹی تھے۔ درمختار میں ہے،  
الرضاع حجة المال وھی شہادة  
عدلیت او عدل و عدلتین۔  
حجت مال ہی حجت رضاعت ہے اور وہ دو عادل  
مردوں یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی  
شہادت ہے۔ (ت)

استفسار پر منہ پھیر لینا صریح دلیل انکار ہے دوبارہ پوچھنے پر کچھ کہنا اور مستفسر کا نہ سمجھنا اور ساعیوں کا کہہ دینا  
کہ اجازت دے دی معتبر نہیں تمام قرائن سابقہ عدم رضا پر صاف دال ہیں اور ساعی اپنے قول میں متہم۔  
پس صورت مستفسرہ میں اخیا فی کو نہ سجادگی ہے نہ تولیت، اور حقیقی بھانجہ ہی سجادہ نشین و متولی صحیح  
شرعی ہے، یہ صورت سوال کا حکم ہے اگر واقعہ اسی طرح ہو۔

۱۔ صحیح البخاری کتاب الاجارات باب استیجار الرجل الصالح قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۱  
۲۔ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتہائی دہلی ۱/۲۸۹  
۳۔ درمختار کتاب النکاح باب الرضا ۱/۲۱۳

(۲) جماعت اولیٰ امام و جماعت معینہ کا حق ہے ان سے پہلے اگر کچھ لوگ جماعت کر جائیں ان کو اعادۂ جماعت کا حق ہے اور جماعت اولیٰ یہی ہوگی جو انہوں نے کی جبکہ امام جامع شرائط جواز و عل امامت ہو۔  
مقن غرر اور اس کی شرح درر میں ہے :

لا تکرر الجماعة فی مسجد محللة باذان و مسجد محله میں اذان و اقامت کے ساتھ تکرار جماعت  
اقامة الا اذا صلى فيه اولاً غیر اھلہ نہ کیا جائے مگر جب اہل محلہ کے غیر نے پہلے جماعت  
لان حقہم لا یسقط بفعل غیرہم یہ کرائی ہو تو اہل محلہ کو اذان و اقامت کے ساتھ  
دوسری جماعت کرانے کا حق ہے جو دوسروں کے فعل  
سے ساقط نہیں ہوتا۔ (ت)

جن لوگوں نے بے انتظار امام و مؤذن و جماعت معینہ کا مقام امام راتب پر جماعت کر لی اگر کسی صحیح ضرورت شرعی سے متقی مضائقہ نہ تھا مگر مقام امام پر قیام نہ چاہئے تھا، اور اگر بلا ضرورت محض عجلت کے لئے ایسا کیا بڑا کیا تفریق جماعت کے مرتکب ہوئے اور وہ شرع مطہر کو سخت ناپسند ہے اور اگر خود اسی تفریق کی نیت سے اس کے مرتکب ہوئے تو ان پر اس شد و بال اور تقریقاً بین المؤمنین کا صدق ہے، والیاذ باللہ تعالیٰ۔ بہر حال امام جماعت معینہ کو اعادہ جماعت کا ہر طرح حق تھا پھر اگر واقعہ و صورت اخیرہ تھیں تو ضرور وہ پہلی جماعت مستحق رد و انکار تھی اور از انجا کہ وقت و وقت عشا تھا کہ اس میں اور نظر میں اعادہ نماز روا ہے تو اس پر رد کا یہ اچھا طریقہ تھا کہ جو پڑھ چکے تھے وہ بھی دوبارہ شریک کئے جائیں کہ آئندہ عوام اس تفریق میں شرکت سے باز رہیں اور ایسی جگہ تہدید کو کہنا کہ ہماری مسجد میں نہ آئے قابل مواخذہ نہیں بلکہ اصل شرعی رکھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من کان لہ سعة ولم یضح فلا یقر بن مصلاً نا۔ رواہ الامام احمد واسحق  
جس کا ہاتھ پہنچتا ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہرگز  
ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔ (اس کو امام احمد  
اسلمی بن راہویہ، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابن ماجہ،  
ابو یعلیٰ، دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا اور امام  
حاکم نے اس کو ابوبکر بن راہویہ رضی اللہ عنہ سے صحیح قرار  
ابن ہریرۃ و فی الباب عن ابن عباس

لہ الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الصلوۃ فصل فی الامامۃ مطبعہ احمد کمال الکائنہ فی دار السعاده مصر ۸۵  
لہ سنن ابن ابی الاضاحی باب الاضاحی واجبة علی ام لا یحکم سعید پنی کراچی ص ۲۳۲

رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ویلے اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

وہی ہماری مسجد کا لفظ ہے اور وہی آنے سے ممانعت بلکہ ”ہرگز“ اور ”پاس نہ آئے“ دو لفظ زائد ارشاد ہوئے ہیں یہاں ”ہماری“ سے اضافت ایک مراد نہیں ہوتی، ہاں اگر صورت صورتِ اولیٰ تھی یعنی ان لوگوں کا پہلے پڑھ لینا بضرورت صحیحہ شرعیہ تھا اور زید کو اس پر اطلاع نہ تھی اس نے ان پر تفریقِ جماعت کا گمان کر کے ایسا کہا تو زید پر اس کہنے کا مواخذہ نہیں بلکہ بلا تحقیق مسلمانوں پر بدگمانی کی جس سے توبہ لازم ہے

قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم یلہ گمان سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہو ہیں (ت) اور اگر ان پر بدگمانی نہ کی مگر یہ خیال کہ مبادا عوام حقیقت امر سے غافل ہو کر کہیں تفریق کے عادی نہ ہو جائیں توبہ الزام بھی نہیں

فانما انما امراد تحفظہم، وانما الاعمال بالنیات کیونکہ اس نے تو محض مسلمانوں کے تحفظ کا ارادہ کیا

وانما لکل امرئ ما نوى تہ اور اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

اس جماعت میں جو پہلے پڑھ کر شریک ہوئے یہ ان کے نفل ہوئے اور وہ متولی جس نے بکراہتِ اقداء کی اور یہ خیال رکھا کہ نہ کرتا تو بہتر تھا اس کی بھی نماز ہو گئی جبکہ نہ ابتداءً فقط شرم و لحاظ سے ظاہر اے نیتِ اقداء شریک ہوا ہونہ بعد کو قطعِ اقداء کی نیت کر لی ہو،

وذلك لانه فعل لا ترک فیعمل فیہ نية اور ایسا اس لئے ہے کہ بیشک یہ فعل ہے نہ کہ ترک

القطع كالصلوة دون الصوم كما یظهر تو اس میں نیت قطع عمل کرتی ہے جیسے نماز نہ کہ روزہ

بمراجعة الاشباه وغیرہا۔ جیسا کہ اشباہ وغیرہ کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ (ت)

اس لئے کہ یہ لفظ ”نہ کرتا تو بہتر ہوتا“ خود اس پر دلیل ہے کہ اقداء کی اور اس پر مستمر رہا اگرچہ بکراہت جیسے فاسق کے پیچھے نماز نہ کر یہ اپنے زعم میں ان الفاظ کے سبب اسے مثل فاسق ہی سمجھتا تھا۔ احادیث کثیرہ صحیحہ میں ہے

لہ القرآن الکریم ۱۲/۴۹

لہ صحیح البخاری باب کیف بد الوجی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

لہ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثانیة ادارة القرآن کراچی ۱/۴۴ تا ۵۰

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثَلَاثَةٌ لَا تَرْفَعُ صَلَاتَهُمْ فَوْقَ رُؤُوسِهِمْ شَبْرًا  
سَاجِدًا مَرْقُومًا وَهُمْ لَمْ يَكْمُلُوا هَذِهِ الْفِطْرَةُ  
ابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما بسند  
حسن۔

تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی، ایک وہ کہ کسی  
جماعت کی امامت کرے اور انھیں اس کی اقتدا  
ناگوار ہو (یہ لفظ امام ابن ماجہ کے ہیں انھوں نے  
اس کو سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
سے سند حسن کے روایت فرمایا۔ ت)

تو پانچ مکہ مقیدیوں کے دل میں کراہت ہے اور ناگواری کے ساتھ اس کے مقتدی ہوئے ان کی نماز میں نقص  
نہ فرمایا بلکہ امام کی نماز میں جب کہ ان کی کراہت بوجہ شرعی ہو ورنہ وبال ان پر ہے کما فی الدر وغیرہ (جیسا کہ  
در وغیرہ میں ہے۔ ت)

اقول (میں کہتا ہوں) نیت قصد جازم کو  
کہتے ہیں، جب قصد جازم پایا گیا تو نیت پائی گئی  
بسا اوقات انسان کسی شے کا قصد کرتا ہے حالانکہ وہ  
اسے ناگوار دہرتی ہے، اسی بنیاد پر ہمارے علمائے  
نص فرمائی کہ ارادہ دو مساوی چیزوں میں سے ایک کو  
ترجیح دیتا ہے بلکہ بعض دفعہ ترجیح دیتا ہے اس  
شخص کے لئے جس کو دُور اتنے درپیش ہیں جن میں سے  
ایک احسن ہے تو اس نے دوسرے کا ارادہ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم پر جہاد فرض کر دیا گیا حالانکہ  
وہ تمہیں ناگوار ہے۔ (ت)

اقول وبالجملة النية هو القصد  
الجانس مرفاذا وجد وجدته وما يقصد  
الانسان شيئا وهو له كاسرلة وعن هذا  
نص علماءنا ان الاسرلة ترجيح احد المتساويين  
بل ربما ترجيح المرجوح لمن عن له طريقتان  
احدهما احسن فعمد الى الاخرى وقد قال الله  
تعالى كتب عليكم القتال وهو كره لكم

مسئلہ از امامہ بازار ہوم گنج دکان حاجی عبداللہ خاں مرسلہ محمد خاں صاحب ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد واقع محلہ چکر کنواں اماموہ میں  
پیش دروازہ ایک اراضی ملک مسجد ایسی ہے کہ جس پر ٹال لکڑی رکھی جاتی ہے دو شخص وارث علی و غیاث الدین  
اس کے متولی ہیں جنہوں نے اولاً چار سال کے واسطے سخی رحیم خاں کو ٹال رکھنے کے واسطے مبلغ سے ماہوار کرایہ پر



دی تھی جس کی میعاد منقضی ہو گئی پھر کرایہ اضافہ کرنے کے بابت رحیم خاں مذکور سے کہا گیا اس نے اضافہ کرنے سے قطعی انکار کر دیا اور کہا جو اس سے زیادہ دے اس کو اراضی کرایہ پر دے دو جسٹس اتفاق سے ایک دوسرا شخص مستحق رحیم خاں لہ عہدہ رہا ہوا ری پر لینے کو آمادہ ہوا، دونوں متولیوں نے رحیم خاں ثانی کو لہ عہدہ رہا ہوا پر دو سال کے لئے کرایہ نامہ لکھا کر رجسٹری کرادی مگر سابق کرایہ دار نے ہنوز زمین کو خالی نہیں کیا جو جدید کرایہ دار کو اس پر قبضہ دیا جائے، غیاث الدین متولی ثانی کرایہ دار سابق کا ہم خیال ہو گیا ہے اور اس کا دلی مقصد یہ ہے کہ اراضی اس کرایہ پر سابق کرایہ دار ہی کے پاس رہے وارث علی متولی اول نے کچھری دیوانی اٹا وہ میں خالی کرانے اراضی مسجد کی نائش رحیم خاں سابق کرایہ دار پر دائر کر دی ہے جس میں متولی ثانی نے شرکت سے قطعی انکار کر دیا، ایسی صورت میں غیاث الدین متولی ثانی مذکور قابل متولی رہنے کے ہے یا نہیں؟ اور وارث علی متولی اول کا یہ فعل موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں اور رحیم خاں سابق قابل بے دخلی ہے یا نہیں؟ نیز مسجد کے نفع کے خیال سے لہ عہدہ رہا ہوا زمین اٹھانا متولی اول کی رائے کے موافق اولیٰ ہے یا سب سے رہا ہوا پر حسب رائے متولی ثانی کی، اور ایسی صورت میں کون کرایہ دار قابل ترجیح ہے مقدمہ چونکہ کچھری دیوانی میں زیر تجویز ہے، لہذا درخواست کی جاتی ہے جلد جواب مرحمت فرمایا جائے۔

### الجواب

جبکہ رحیم خاں ثانی نے تین روپے ماہوار اضافہ کر کے دو سال کے لئے رجسٹری کرائی ظاہر ہوا کہ وہ متعنت نہیں اور جبکہ غیاث الدین بھی اسے اجارہ دینے میں شریک تھا یہ اجارہ ضرور تمام و نافذ ہو گیا اب غیاث الدین کو اس سے پھرنے کا کوئی استحقاق نہیں، رحیم خاں سابق کی بے دخلی واجب ہے غیاث الدین کہ اب اس کا طرفدار ہو کر وقت کا نقصان اور اس کا فائدہ چاہتا اور خود اپنی تمام شدہ کارروائی کو باطل کرنے کا خواستگار ہے تو اپنے ذاتی نفع کے لئے جو کچھ اضرار کرے ٹھوڑا ہے ایسا شخص امین نہ ہوگا بلکہ خائن، اور خائن کا معزول کرنا واجب اگرچہ خود واقف ہو۔ درمختار میں ہے :

وینزع وجوباً بزمانیۃ ولو الواقف در دفعیہ  
بالاولی غیر مامون لہ  
خائن متولی کو ولایت وقت سے وجوباً نکال دیا جائیگا  
(بزازیر) اگرچہ وہ خود وقت کرنے والا ہو (درر)  
تو غیر واقف کو بصورت خیانت بدرجہ اولیٰ نکال دینا  
واجب ہوگا۔ (ت)

ہاں اگر کوئی وجہ معتدل قابل قبول بیان کرے کہ ثانی کو کرایہ پر دینے میں وقف کا یہ ضرر ہے اگر بظاہر عشر روپے کا نفع ہے مگر وہ ضرر شدید اس سے زیادہ ہے لہذا اب میں اس اجارہ کو فسخ کرنا چاہتا ہوں اور یہ امر ثابت ہو جائے تو اس پر الزام نہ رہے گا بلکہ اس کا خیال قابل پیروی ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲ از علی گڑھ بازار موتی مسجد مرسلہ علی البین سود اگر پارچہ ۲۹ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کیا پردہ نشین عورت کسی ایسے ولی کی درگاہ کی کہ جس کا سالانہ عرس اور فاتحہ خوانی ہوتی ہے متولی ہو سکتی ہے؟ کیا پردہ نشین عورت کسی ایسے قبرستان کو کہ جس میں چند مساجد ہوں اور اس میں نماز پنجگانہ ادا ہوتی ہو تو متولی ہو سکتی ہے؟

### الجواب

عورت بھی متولی اوقاف ہو سکتی ہے ذکر شرط تولیت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳ از ہلدوائی ٹینی ٹال مرسلہ عزیز الرحمن صاحب ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

(۱) ناخاندہ شخص سود کے روپے سے روزگار کرنے والا اور ذاتی رنجش کی بنا پر موقوفہ آمدنی کو بے جا بلا قاعدہ صرف کرنے والا اور اوقاف کی آمدنی کے روپے کو اپنی تجارت میں خلاف قاعدہ انجمن شامل کر کے ذاتی فائدہ حاصل کرنے والا انجمن اسلامیہ کا کوئی عہدہ دار یا منظم یا امین ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) شخص مقروض معقول قعدا کا ہضم کرنے والا جو دیوالیہ ہو چکا ہے اور پابند صوم و صلوة بھی نہ ہو اور رضی بھی امین یا اعلیٰ عہدہ دار ہو سکتا ہے؟

(۳) انجمن اسلامیہ مذہبی خدمات کے واسطے کم از کم احتیاط کا شخص عہدیدار یا منظم یا امین یا اہل ہو سکتا ہے؟

(۴) اکثر علمائے ہند کے فتوؤں کے خلاف اور مقامی مسلمانان کے خلاف اپنے ذاتی نفع و نمائش و اغراض کے لحاظ سے معبد گاہ یعنی مسجد کو زیب و زینت دے کر دیگر مذاہب کے اشخاص کو مدعو کر کے فرش مسجد پر مستعمل جوٹوں سے گزرتے ہوئے لے جا کر احاطہ مسجد میں جلسہ قرار دے کر اپنے مخالفوں کی حمد و ثنا کرنا اور تالییاں بجا کر خوش و خرم ذکر کرنا اس قسم کے افعال کے اشخاص انجمن اسلامیہ کے عہدیدار ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

### الجواب

(۱) نہیں، درمختار میں ہے؛

دین نزع وجوباً ولو الواقف۔

خائن متولی کو ولایت وقف سے وجوباً نکال دیا جائیگا

فقیہہ اولیٰ

اگرچہ وہ خود وقف کرنے والا ہو تو غیر واقف کو

غیر مامون لے  
(۲) نہ رقم ہضم کرنے والا امین ہو سکے نہ غیر پابندِ صوم و صلوٰۃ کو افسری مل سکے۔ تبیین الحقائق میں ہے:  
لان فی تقدیمہ تعظیمہ وفد واجب علیہم فاسق کو مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ  
اھانتہ شرعاً۔  
(۳) سُستی، ذی علم، پرہیزگار، دیانتدار، ہوشیار، کارگزار۔

(۴) ایسے اشخاص اذنیٰ عیدہا بھی نہیں ہو سکتے کہ فاسق مجاہد و بیباک و مبتلائے غضب رب الارباب  
ہیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،  
اذا صدح الفاسق غضب الرب و اھتز  
لذلک العرش لے  
جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزم و جل  
غضب فرماتا ہے اور عرش الہی ہل جاتا ہے۔

مدح فاسق پر یہ حال ہے مخالفانِ اسلام مثلاً ہنود (جن کے مناقب آج لیڈر پکارتے اور ان کی  
جے بولتے ہیں اور وہی مساجد میں زینتِ مجلس بلکہ منبر پر واعظِ مسلمین بنائے جا رہے ہیں) ان کی جے  
پکارنے اور حمد گانے اور مسجد میں اس پر خوشی کی تالیاں بجانے پر اسلام بھی قائم رہنا دشوار ہے انہیں  
اسلامیہ کی عمدہ داری تو دور کہنا ہے فسادِ ظہیر و استہزاء و انحراف و تنویر الابصار و درمختار  
وغیرہا میں ہے،

لو سلم علی الذمی تبجیل کفر و لو قال لمجوسی  
یا استاذی تبجیل کفر لے  
اگر ذمی کافر کو مسلمان بطور تعظیم سلام کے تو کافر  
ہو جائے گا اور مجوسی کو تعظیماً کہا اے میرے استاذ  
تو کافر ہو گیا۔ (ت)

ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا بھی قرآنِ عظیم نے ناجائز فرمایا =  
واما یتینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری  
مع القوم الظالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم قوم  
کے ساتھ مت بیٹھ۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۳۸۳/۱	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الوقف	لے درمختار
۲۵۱/۲	المطبعة الکبری الامیریہ مصر	کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ	۲ تبیین الحقائق
۲۳۰/۲	دار الکتب العلمیہ بیروت	باب فی حفظ اللسان حدیث ۴۸۸۶	۳ شعب الایمان
۱۵۱/۲	مطبع مجتہائی دہلی	فصل فی البیع	۴ درمختار کتاب المحظور والاباحۃ
			۵ القرآن الکریم ۶۸/۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک وقف عرصہ دراز سے چلا آتا ہے شرائط و حالات وقف کچھ معلوم نہیں ہیں بجز اس قدر کہ تولیت ہمیشہ سے ایک خاندان خاص میں بلا لحاظ وراثت چلی آتی ہے متولی حال نے اپنے ایک اہل خاندان کو اپنا خلیفہ اور سجادہ نشین بنایا، اور بعد اپنے اپنا جانشین اور متولی قرار دیا، اس کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا باستحقاق وراثت و دعویٰ ار تولیت ہے در انحالیکہ اس کا باپ حقیقت موقوفہ سے برطرف کیا جا چکا ہے اور اقرار نامہ لکھ چکا ہے کہ کبھی معاملات وقف میں دست اندازی نہ کرے گا نیز بھتیجہ مذکور متولی کو ضرر شدید پہنچانے میں سزا یا ب ہو چکا ہے اور باہم متولی اور اس کے بھتیجے کے وقت وفات متولی ایک سخت دشمنی اور عداوت تھی کیا شرعاً ایسا بھتیجا حقیقت موقوفہ کا بمقابلہ جانشین نامزد شدہ کے متولی مقرر ہو گا یا متولی متوفی کا نامزد شدہ شخص مرجع ہو گا؟

### الجواب

تولیت میں توریث جاری نہیں محض بر بنائے وراثت ادائے تولیت باطل و مردود ہے۔ رد المحتار

میں ہے:

واعتمادہم ان خبر الاب لابنہ لا یفسد  
لما فیہ من تغیر حکم الشرع  
اور ان کا یہ اعتقاد مفید نہیں کہ باپ کی روٹی بیٹے کی ہے کیونکہ اس میں حکم شرع کی تبدیلی ہے (ت)

متولی حال نے جسے اپنے بعد متولی کیا متولی ہو گیا اگر یہ وصیت مرض موت میں کی جب تو ظاہر ہے کہ وہ جانشین بعد موت متولی ہو گیا اور بلا وجہ شرعی کسی کو اس سے منازعت اصلاً جائز نہیں۔ رد المحتار

میں ہے:

صح اذا فوض فی مرض موتہ وان لم  
یکن التفویض لہ عاماً لما فی الخانیۃ انہ  
بمنزلۃ الوصی وللوصی ان یروی الی غیرہ  
متولی نے اپنی مرض موت میں کسی دوسرے کو ولایت سونپ دی تو صحیح ہے اگرچہ اس کے لئے تفویض عام نہ ہو اس دلیل کی بنیاد پر جو خانیہ میں ہے کہ متولی بمنزلہ وصی کے ہے اور وصی کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کو وصیت کرے (ت)

اور اگر اپنی حالت صحت میں کی اور قدیم سے اس وقف کے متولیوں میں اس کا دستور چلا آیا ہے کہ متولی

۳۸۵/۳	دار اجیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوقف	رد المحتار
۳۱۱/۳	"	"	"





غیر العیون و شتان ما التک و الکف  
اور نہ ہی ان کی قدرت میں ہے جیسا کہ غزالیوں میں  
ہے کف بمعنی روکنا ترک سے مختلف ہے اور کف  
ثابت نہیں ہوا (بلکہ ترک ثابت ہوا ہے۔ (ت)

بالجملہ پہلی دو صورتوں میں جانشین مذکور کی صحت قولیت اصلاً محل شبہ نہیں جبکہ شرعاً اس کا اہل ہو، اور  
تیسری صورت میں بھی ظاہر یہی ہے کہ اس کی قولیت صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
۲۱۸ مسئلہ از شہر محلہ چرغائی نوب مسئلہ منشی محمد ظہور صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک بزرگ نے اپنی حیات میں  
جامد و موقوفہ کا زید کو بذریعہ تملیک نامہ کے متولی کیا اور یہ لکھا کہ تاحیات یتولی رہے اور بعد اس کے جو متولی یا  
سجادہ نشین ہوئے اس کو بھی اسی تحریر کا کاربند رہنا چاہئے، و در صورت خلاف ورزی کے میرے مریدان سربراہ اور  
جس کو مناسب سمجھیں مقرر کریں، ان بزرگ نے پردہ فرمایا اور بعد ایک زمانہ کے زید کا بھی انتقال ہو گیا اب زید کا  
لڑکا یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے باپ کا قائم مقام بنوں اور ان بزرگ کے وارثان شرعی یہ چاہتے ہیں کہ ہم میں سے  
کوئی شخص ہونا چاہئے، تو ایسی صورت میں از روئے شرع شریف کے وارثان متولی کا حق ہے یا وارثان بزرگ کا،  
اور فقیر کی گدی پر وراثت کسی کی جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو! تو جردا

### الجواب

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ جامد اپنے زبانی وقف ہو چکی تھی اس کی توثیق کے لئے یہ وقف نامہ  
لکھا گیا جسے غلطی یا نادانگی سے تملیک نامہ لکھ دیا اس میں متولی مذکور کے بعد دوبارہ قولیت کسی شرط کی تصریح  
نہیں ہے، ایسی صورت میں وارثان متولی مذکور کو قولیت پر کوئی دعویٰ نہیں پہنچتا، قولیت ترکہ نہیں کہ وارثوں  
میں تقسیم ہو بلکہ حتی الامکان وارثان وقف میں سے جو لاحق ہو متولی کیا جائے گا اگر ان میں کوئی نہ ہو تو اہل الرائے  
اہل علم مسلمانوں کے مشورہ سے کوئی دیندار ہوشیار کار گزار متولی کیا جائے گا۔ درمختار میں ہے،

و ما دام احد یصلح للتولية من اقارب  
الواقف لا یجعل المتولی من الاجانب لانہ  
اشفق ومن قصد ان نسبة الوقف الیہم۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم۔  
جب تک واقف کے اقارب میں سے کوئی ایک  
بھی قولیت کی صلاحیت والا موجود رہے گا اجنبی  
لوگوں میں سے کسی کو متولی نہیں بنایا جائے گا کیونکہ  
واقف کا قریبی متولی وقف پر زیادہ شفقت کرے گا

ہوگا کیونکہ اس کا مقصود یہ ہوگا کہ وقف کی نسبت اس کے خاندان کی طرف بنی رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)  
لے درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۳۸۹/۱

مسئلہ ۴۱۹ از ریاست رامپور شترخانہ کہندہ احاطہ صابری مسئلہ واحد حسن ص ۶ رجب ۱۳۳۹ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مزار کا زید متولی تھا مزار کی جائداد  
 اراضی بھی خدمت مزار موصوفہ معاف ہے، زید کا صاحب مزار سے کوئی سلسلہ نسبی و سلسلہ طریقت کوئی  
 تعلق نہیں تھا اب زید کا انتقال ہو گیا زید کا بیٹا عمرو جو بالکل خدمت مزار کا اہل نہیں ہے اور تمام جائداد  
 کی آمدنی تغلب و تصرف کر لی ہے ایک جبہ صرف نہیں کیا تولیت کا خواستگار ہے۔ بجز یہ کہتا ہے کہ میں  
 ان خدمات کا اہل ہوں اور صاحب مزار سے میرا سلسلہ طریقت اور میرے خاندان کا مزار ہے، عمرو نے اکثر  
 سامان تلف کر دیا، عمرو اجبٹ ہے اور خدمات انجام دینے کا اہل ہی نہیں ہے اور نہ مسلک درویشی عمرو کا ہے  
 عند القاضی صورت مسئلہ میں ہر دو فریق میں سے کون لائق تولیت نہیں اور کس کے نام جائداد کا اندراج ہونا  
 چاہئے؟ عند القاضی بکر کی اہلیت ثابت ہو چکی۔ بیضا تو جروا۔

### الجواب

بیان مذکور اگر واقعی ہے تو عمرو تو کسی طرح متولی ہو ہی نہیں سکتا اگرچہ خود واقف نے اسے متولی  
 کیا ہوتا بلکہ اگرچہ وہ خود ہی واقف ہوتا کہ وہ متغلب ہے۔ درمختار میں ہے،  
 ینزع وجوباً ولو الواقف فعیوہ بالاولیٰ <sup>فاس متولی کو ولایت وقت سے وجوباً نکال دیا جائیگا</sup>  
 غیر مامون <sup>اگرچہ وہ خود واقف ہو تو غیر واقف بدرجہ اولیٰ</sup>

نکال دیا جائے گا۔ (ت)  
 اور بجز اگرچہ اہل ہو خواستگار تولیت ہے اور خواستگار تولیت کو متولی نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے  
 انان نستمعل علی عملنا من اسادہ <sup>ہم اپنے کام پر اس کے خواستگار کو ہرگز مقرر</sup>  
 رواہ احمد والشیخان وابوداؤد والنسائی <sup>نہ کریں گے (اس کو امام احمد، شیخین، ابوداؤد</sup>  
 عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ <sup>اور نسائی نے حضرت موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ</sup>  
 عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

درمختار میں ہے،

طالب التولية لا یولی الا المشروط لہ <sup>طالب تولیت کو متولی نہیں بنایا جائے گا سوائے اس کے</sup>

النظر لانه مولیٰ فیوید به التنفیذ لہ  
وہ واقف کی شرط کی وجہ سے متولی بن چکا ہے اور اب اس کے نفاذ کا طلبگار ہے (ت)

لہذا کوئی اور کہ ہر طرح اہل ہو تلاش کر کے متولی کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ از حیدر آباد دکن محلہ سلطان پور مسئلہ سید فصیح اللہ صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کیا متولی اور منتظم مساجد مساجد کے داخل و مخارج میں حسب خواہش  
بلا امتیاز طریق جائز و ناجائز بذات خود بلا مشاورت اہل اسلام دست تصرف دراز رکھ سکتے ہیں اور یقینی تغلب  
اور غبن فاحش کے باوجود مسلمانوں کی درخواست پر آمد و غریب کے حساب کے عدم معائنہ کی بابت ان کا  
انکار و اعراض جائز ہے؟ بیعتوا تو جہودا۔

### الجواب

متولی اور منتظم پر اتباع شرع و شرائط واقف ضروری ہے ان کے خلاف کسی فعل کا ان کو اختیار  
نہیں، اور اگر کریں تو مسلمانوں کو ان کی مزاحمت چاہیے، اور اگر خیانت یا ان کے باعث وقف پر ضرر  
ثابت ہو تو فوراً نکال دئے جائیں۔ درمختار میں ہے:

ینزع وجوباً ولو الواقف فغیرہ بالادوی  
غیر مامون لہ

خائن متولی کو ولایت وقف سے وجوباً نکال دیا جائیگا  
اگرچہ خود واقف ہو اور غیر واقف ہو تو بدرجہ اولیٰ  
نکال دیا جائے گا۔ (ت)

غبن و تغلب یقینی درکنار اگر منظون بھی ہو تو مسلمانوں کو ان سے حساب سمجھنے کا حق پہنچتا ہے اور ان کا  
اعراض سخت قابل اعتراض۔ درمختار میں ہے:  
لا تلزم المحاسبة فی کل عام ویکتفی القاضی  
منہ بالاجمال لومعروف بالامانة ولو متبھا  
یجبہ علی التعیین شیناً فشیناً لہ  
اگر وہ متہم بالخیانت ہے تو قاضی اس کو ایک ایک شے کا تفصیلی حساب بتانے پر مجبور کرے گا۔ (ت)

۱۔ درمختار کتاب الوقف	فصل یراعی شرط الواقف الخ	مطبع مجتبائی دہلی	۳۸۹/۱
۲۔ درمختار کتاب الوقف	مطبع مجتبائی دہلی		۳۸۳/۱
۳۔ درمختار کتاب الوقف	فصل یراعی شرط الواقف الخ	مطبع مجتبائی دہلی	۳۹۲/۱

صورت مذکورہ میں وہ مجبور کئے جائیں گے کہ تفصیل حساب دکھائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 میرا مسئلہ از لشکر گاہ بنگلور ملک میسور مسئلہ چودھری محمد حسین بکر قصاب صاحبان مسجد عظم ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ  
 تا ۲۷ گمیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند آدمی مل کر ایک زمین خرید کر بالاتفاق برنیت وقف اس پر  
 مسجد آباد کریں، امام مؤذن بھی مقرر کر لیں۔ بارہ سال سب واقفین باہم متفق رہے، نماز جماعت و جمعہ وغیرہ میں  
 شریک رہے، مسجد کے لئے اوقات واسطے آمدنی کے بھی خرید کر مسجد کے نام واسطے محاصل کے دے چکے، ان  
 لوگوں میں سے ایک گروہ بارہ سال بعد مسجد دور ہونے کے باعث ایک اور مسجد بھی فاصلہ بعید سے بنوا ڈالی اور  
 دونوں مسجدوں میں شریک رہے خدمات اور خرچ بھی محاصل اور ذات سے خرچ کرتے رہے وہ گروہ عرصہ ۲۵ سال  
 ذاتی چند اس دوسری مسجد میں دیتے ہیں اور پہلی مسجد کے اوقات بر حال خود جاری ہیں اب یہ لوگ جو جدا ہوئے  
 ہیں ان کو پہلی مسجد والے حقوق وقف سے علیحدہ تصور کرتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ ہم متولی اپنی رضامندی سے مقرر  
 کرتے ہیں، اور دوسری مسجد والے کہتے ہیں ہمارا حق ہے کہ ہم سب واقف ہیں اور تولیت کا اختیار سب واقفین کو  
 ہے، دوسرے گروہ والے کہتے ہیں کہ تمہارا حق بسبب جدا ہونے اور الگ بنوانے مسجد کے نہیں رہا، سوال  
 یہ ہے کہ پہلے واقفین کا حق ساقط ہے یا باقی؟

(۲) متولی کا مقرر کرنا مسجد کے لئے ضروریات سے ہے یا نہیں؟

(۳) ایک سے زیادہ متولی مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) جب واقفین میں اختلاف ہو بعض زید کو متولی کریں بعض عمرو کو، تو اکثر کو ترجیح ہے یا اقل کو اور بر تقدیر

مساوات کس کو اختیار نصب متولی کا ہے؟

(۵) واقف سے مراد سطح مسجد کا واقف مراد ہے یا آبادی کرنے والا اور عمارت بنوانے والا؟

(۶) قوم کو نصب امام و مؤذن و آبادی مسجد وغیرہ کا اختیار ہے یا واقفین کو؟

(۷) واقفین کے لئے ضرور ہے کہ ہمیشہ عملدرآمد اور قابض اپنے موقوف پر رہیں کیا قبضہ چھوڑنے سے حق واقفیت

ساقط ہو جاتا ہے؟ بلینا التوجروا۔

## الجواب

(۱) جب ان سب نے مل کر وہ مسجد بنائی سب اس کے واقف ہوئے جو حقوق کو واقف کے ہیں سب

کے لئے ہیں ایک فریق کے مسجد بنالینے سے پہلے کا حق زائل نہ ہوا یہ محض ظلم ہے۔

(۲) مسجد کے لئے متولی کا مقرر کرنا کچھ ضرور نہیں البتہ اوقات کے لئے ضروری ہے۔

(۳) متولی متعدد بھی ہو سکتے ہیں وہ سب مل کر کام کریں گے ہر ایک مستقل نہ ہوگا۔

(۴) فقیر اس وقت کتابوں سے دور حالت سفر میں ہے بجز یہ پیش نظر نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں زید و عمرو دونوں متولی ہو جائیں گے اور مل کر کام کرینگے کہ نصب متولی کی ولایت واقف کو ہے۔ تنویر الابصار میں ہے،

ولایۃ نصب القیم الی الواقف لے متولی مقرر کرنے کی ولایت واقف کو ہے (ت) اور وہ سب واقف ہیں اور نصب متولی متجزی نہیں تو ہر ایک کو اختیار کامل ہے تو دونوں متولی ہو جائیں گے۔ اشباہ والنظائر میں ہے،

ما ثبت لجماعة فهو بينهم على سبيل الاشتراك  
الافی مسائل الاول ولایۃ الانکاح للصغیر  
والصغیرۃ ثابتۃ للاولیاء علی سبیل الکمال  
لکل (الی ان قال) والضابط الحق  
اذا کان ممالا یتجزی فانہ یشبت لکل علی  
الکمال فالاستخدام فی المملوک ممالا یتجزی  
نا قابل تجزی ہو وہ ہر ایک کے لئے بطور کمال ثابت ہوتا ہے اور مملوک سے خدمت لینے کا حق ناقابل تجزی ہے (ت)  
(۵) اصل مسجد زمین ہے تو زمین کا واقف اصل مسجد کا واقف ہے اور جس نے اس میں عمارت بنا کر وقف کی وہ بنا کا واقف ہے اور بنا اگرچہ وصف ہے اس کے لئے حکم جزی ہے تو وہ بھی وقف مسجد میں شریک ہے۔

(۶) عمارت و مرمت مسجد کا اختیار واقفین کو ہے اور انھیں کے امام و مؤذن مقرر کئے ہوئے اولیٰ ہیں مگر یہ کہ جن کو قوم مقرر کرے وہ شرعاً مرجح ہوں تو انھیں کو ترجیح ہوگی۔ درمختار میں ہے،

البانی لل مسجد اولیٰ من القوم بنصب الامام و  
المؤذن فی المختار الا اذا عین القوم  
اصلح من عینہ البانی لے  
قول مختار کے مطابق مسجد کا بانی امام و مؤذن کے تقرر میں بنسبت قوم کے اولیٰ ہے سوائے اس کے کہ قوم کا مقرر کردہ امام و مؤذن بانی کے مقرر کردہ سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہو۔ (ت)

لے درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الوقف مطبع مجتہائی دہلی ۳۸۹/۱  
لے الاشباہ والنظائر کتاب النکاح الفن الثانی اداره القرآن کراچی ۲۲۴/۱ تا ۲۲۶  
لے درمختار کتاب الوقف مطبع مجتہائی دہلی ۳۹۰/۱



(۷) واقف کے لئے وقت پر ہمیشہ قابض رہنا ضرور نہیں بارہا واقف دوسرے کو متولی کرتا ہے قبضہ متولی کا رہتا ہے مگر حتیٰ وقت ساقط نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۸ از برودہ ناگوارہ گجرات مسئلہ یوسف علی خاں صاحب بہادر صدر انجمن اہلسنت وجماعت  
۳ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہلسنت وجماعت کو یہ جائز ہے کہ روافض کو جامع مسجد یا غیر مسجد کا متولی اور متصرف بنائیں اور ان کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کریں اور جو مسلمان ایسا کریں ان کے لئے از روئے شرع کی حکم ہے؟ بلیغاً تو جروا۔

### الجواب

اہلسنت کی کسی مسجد خصوصاً مسجد جامع کا متولی رافضی کو کرنا شریعت مطہرہ وقرآن عظیم و احادیث صحیحہ و فقہ حنفی کی رو سے اصلاً کسی طرح جائز نہیں حرام قطعی ہے۔

(۱) یہ روافض نہ اہل قبلہ ہیں نہ مسلمان بلکہ بالیقین کفار مرتدین ہیں، رد الرافضیہ میں بکثرت کتب معتدہ حنفیہ و عقائد اہلسنت سے ان کے کافر مرتد ہونے کے روشن ثبوت دئے ہیں۔ بدائع امام ملک العلماء و فتاویٰ امام طاہر عبد الرشید و شرح انکثر امام فخر الدین زیلعی و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے،

وهذا النصها قال السرغيناني يجوز الصلاة خلف صاحب هوى وبدعة ولا تجوز خلف الرافضي والجهمي والقدرى والمشبهة ومن يقول بخلق القرآن وحاصله ان كان هوى لا يكفر به صاحبه تجوز الصلوة خلفه مع انكراهة ولا فلاهكذا في التبيين و الخلاصة وهو الصحيح هكذا في البدائع

ہے جیسے رافضی وغیرہ مذکورین کہ یہ سب کافر ہیں اس کے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں، ایسا ہی تبیین الحقائق اور فتاویٰ خلاصہ میں ہے اور یہی صحیح ہے ایسا ہی بدائع میں ہے۔ (ت)  
نیز فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے،





(۳) مساجد و اوقاف کا متولی بنانا کیسے عظیم دینی کاموں میں ان سے استعانت ہے اور یہ ان تشریحات جلیلہ پر کہ الحجۃ الموتیٰ میں مذکور ہوئی ہے، قرآن عظیم فرماتا ہے:

لا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وُلِیًّا وَلَا نَصِیْرًا  
تفسیر ارشاد العقل السلیم علامہ ابوسعود عمادی و تفسیر فتوحات الہیہ میں ہے:  
یعنی مسلمان منع کئے گئے کافروں کی دوستی سے  
نہو اعن موالاتهم لقربۃ او صداقة جاهلیۃ  
خواہ وہ رشتہ داری کے سبب ہو یا اسلام سے  
و نحوهما من اسباب المصادقة والمعاشرة  
پہلے کے یا رانے خواہ یاری اور میل جول کے اور کسی  
و عن الاستعانة بهم فی الغزو و مسائل الامور  
سبب سے اور منع کئے گئے اس سے کہ جہاد یا  
الدینیۃ سے

(۴) عقیلی و ابن جان و غیرہما کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:  
سیأتی قوم لهم نزیقال الرافضة لا یشہدون  
عنقریب کچھ لوگ آئیں گے ان کا ایک بد لقب ہوگا  
جمعة ولا جماعة و یطعنون علی السلف  
انھیں رافضی کہا جائے گا نہ جمعہ میں حاضر ہوں گے  
فلا تجالسوا  
نہ جماعت میں اور سلف صالح کو برا کہیں گے تم ان  
کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان کے ساتھ کھانا پینا۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

اذ مجالسة الاغیار تجوالی غایۃ البواس  
اس لئے کہ غیروں کے پاس بیٹھنا حد درجہ کی بربادی  
و نہایۃ الخسارۃ  
اور انتہا درجہ کے نقصان کی طرف کھینچ لے جاتا ہے  
جب ان کے پاس بیٹھنا بڑی بربادی ہے تو انھیں مساجد و اوقاف کا متولی کرنا کس درجہ کس قدر  
عظیم تباہی ہے۔

(۵) مسلمانوں کا ایسا عظیم کام اس کے سپرد کرنے میں اسے رازدار و ذلیل کار بنانا ہے اور یہ حرام ہے۔

لے القرآن الکریم ۸۹/۴  
لے ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت آیت ۲۸/۳ و ارجاء التراث العربی بیروت ۲۳/۲  
الفتوحات الالہیۃ الشہیر بالجل " " مصطفیٰ البابی مصر ۲۵۴/۱  
لے العلل المتناہیۃ، حدیث ۲۵۴، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۶/۱ و الضعفاء الکبیر، حدیث ۱۵۳ ۱۲۶/۱  
لے مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان تحت حدیث ۱۰۸ المکتبۃ المجیبیہ کوئٹہ ۳۰۹/۱

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

امحسبتم ان تتركوا ولما يعلم الله الذين  
جاهدوا معكم ولم يتخذوا من دون الله  
لا رسولا ولا المؤمنين وليجة ط و الله  
خبير بما يعملون ۝

کیا اس گھنٹہ میں ہو کہ یونہی چھوڑ دے جاؤ گے اور  
ابھی وہ لوگ علانیہ ظاہر نہ ہوئے جو تم میں سے راہِ خدا  
میں پوری کوشش کریں اور اللہ و رسول و مسلمان کے  
سوا کسی کو اپنا راز دار و ذیل کار نہ بنائیں اور اللہ  
تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے :

فهي الله تعالى المؤمنين ان يتخذوا بطانة  
من غير المؤمنين فيكون ذلك فمها عن  
جميع الكفار ، و صايؤكد ذلك انه قيل  
لعمري رضي الله تعالى عنه ههنا رجل من  
اهل الخيرة نصراني لا يعرف اقوى حفظا  
ولا احسن خطا منه ، فان رأيت ان  
يتخذ كاتباً فامتنع عمر من ذلك  
وقال اذا اتخذت بطانة من غير المؤمنين ۝

یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ غیر مسلم کو  
اپنا راز دار نہ بناؤ تو یہ تمام کفار سے ممانعت ہے  
اور تاہم اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ امیر المؤمنین  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی کہ شہرِ حیرہ میں  
ایک نصرانی ہے اس کا سنا حافظہ اور عمدہ خط  
کسی کا معلوم نہیں حضور کی رائے ہو تو ہم اسے محرر  
بنالیں، امیر المؤمنین نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد  
فرمایا کہ ایسا ہو تو میں غیر مسلم کو راز دار بنانے والا  
سمجھوں گا۔

تفسیر باب التاویل وغیرہ پارہ ۶ میں ہے :

سروی ان ابا موسى الاشعري رضي الله تعالى  
عنه قال قلت لعمر بن خطاب رضي الله  
تعالى عنه ان لي كاتباً نصرانياً  
فقال مالك وله قاتلك الله الا اتخذت  
حينفاً يعني مسلماً اما سمعت قول الله

یعنی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی  
ہوا کہ میں نے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم سے عرض کی  
میرا ایک محرر نصرانی ہے، فرمایا تمہیں اس سے کیا  
علاقہ خداتم سے سمجھ کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو  
محرر بنایا کیا تم نے یہ ارشاد الہی نہ سنا کہ لے ایمان والو!

لہ القرآن الکریم ۱۶/۹

۱۱۸/۳ تحت آیت (التفسیر الکبیر) ۲۱۰/۸ المطبعة البیتة المصرية مصر



عز وجل يا ايها الذين آمنوا لا تتخذوا لليهود والنصارى اولياء قلنا قل لله دينه ولى كتابته قال لا اكرمهم اذا اهانهم الله ولا اعزهم اذا اذلهم الله ولا دينهم اذا دينهم اذا بعد هم الله قلت لا يتم امر البصرة الا به فقال مات النصراني والسلام يعني هب انه مات فما تصنع بعد فما تعمل بعد موته فاعلمه الات واستغن عنه بغيره من المسلمين

یہود و نصاریٰ کو یا رہ نہ بناؤ، میں نے عرض کی اس کا دین اس کے لئے ہے مجھے اس کی تحریر سے کام ہے، فرمایا میں کافروں کو گرامی نہ کریں گا جبکہ انھیں اللہ نے تیار کیا، نہ انھیں عزت دوں گا جب کہ اللہ نے انھیں ذلیل کیا، نہ ان کو قرب دوں گا جب کہ اللہ نے انھیں دور کیا۔ میں نے عرض کی بصرہ کا کام بے اس کے پورا نہ ہو گا۔ فرمایا مر گیا نصرانی، یعنی فرض کر لو کہ وہ مر گیا اس کے بعد کیا کر دے جو جب کر دے اب کرو اور کسی مسلمان کو مقرر کر کے اس سے بے پروا ہو جاؤ۔

شرح سیر کبیر پھر رد المحتار علی الدر المختار میں ہے،

به ناخذ فان الوالى ممنوع من ان يتخذ كاتباً من غير المسلمين لقوله تعالى لا تتخذوا بطانة من دونكم

ہم امیر المؤمنین کے اسی ارشاد پر فتویٰ دیتے ہیں بیشک والی کو جائز نہیں کہ کسی کافر کو محرر بنائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے سوا اوروں کو راہ دار نہ بناؤ۔

سبحن الله! جب ان کو محرر تک بنانا جائز و خلاف قرآن عظیم ہے تو مساجد مسلمین ان کے ہاتھ میں سپرد کرنا اور اتنا عظیم منصب دینا کس درجہ سخت حرام ہونا لازم۔

(۶) متولی کرنا حرام ہے مگر اسے کہ امین و خیر خواہ ہو، یہاں تک کہ خود واقف پر اگر اطمینان نہ ہو وقت سے

اسے باہر نکال دینا واجب ہے۔ اسعاف فی حکم الاوقاف میں ہے،

لا يولى الامين لان الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر قولية الخائف لانه يخل بالمقصود

متولی نہ کیا جائے مگر جس پر پورا اطمینان ہو کہ قولیت میں وقت کا فائدہ دیکھنے کی شرط ہے اور جس پر اطمینان نہ ہو اس کا متولی کرنا رعاست فائدہ سے کوئی

علاقہ نہیں رکھتا کہ وہ اصل مقصود میں خلل ڈالتا ہے۔

لے باب التویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) تحت آیت ۵/۵۱ مصطفیٰ البانی مصر ۶۲-۶۳

۲۸/۲ دار احیاء التراث العربی بیروت باب العاشر کتاب الزکوٰۃ

۳۸۵/۳ رد المحتار بحوالہ الاسعاف فی حکم الاوقاف کتاب الوقف

فتاویٰ بزازیہ و درر و غرر و تنویر الابصار و در مختار و غیرہ میں ہے،

ینزع وجوب الموالات فغیرہ اولیٰ یعنی اگر خود واقف قابل اطمینان نہ ہو تو اسے غیر مأمون ہے۔ نکال دینا واجب، پھر دوسرے کا کیا ذکر۔

اور قرآن عظیم شاہد ہے کہ غیر مسلم ہرگز کسی معاملہ کا غیر خواہ نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا ایہا الذین امنوا لاتخذوا بطنانہ من دونکم لایالونکم خبالا و دوا ما عنکم قد بدت البغضاء من افواہہم و ماتخفی صدورہم اکبر قد بینا لکم الایت انکم تعقلون یہ

میں دہلی ہے وہ بڑی ہے، ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں صاف بیان فرمادیں اگر تمہیں عقل ہو۔

(۷) تنویر الابصار وغیرہ متون میں ہے: العاشر حر مسئلہ یعنی عشر تحصیل کرنیوالے کی تعریف میں آزاد اور مسلمان ہونا داخل ہے۔ غایۃ البیان امام اتقائی شرح ہادیہ و بحر الرائق شرح کنز الدقائق و رد المحتار علی الدر المختار میں ہے:

لا یصح ان یکون کافرا لانه لا یلی علی یعنی تحصیل عشر کسی کافر کو مقرر کرنا باطل محض ہے کہ بنص قرآن اسے کسی مسلم پر کوئی اختیار نہیں مل سکتا۔

عشر لینے والا راستوں پر مقرر کیا جاتا ہے کہ تاجروں سے عشر تحویلے، راہ کی حفاظت کرے، جیسے بلا تشبیہ یہاں چوکی کا محرر اور راستوں کی چوکی کا پولیس مین۔ جب اتنی خفیت دنیوی خدمت پر انہیں مقرر کرنا اصلاً درست نہیں تو ایسے عظیم دینی کام پر تقریر کیونکر ممکن۔ (۸) جرم صریح تصریحیں لیجئے۔ در مختار میں ہے:

بہذا یعلم حرمة تولیۃ الیہود علی الاعمال یہاں سے معلوم ہوا کہ اسلامی کاموں پر یہودی (یعنی کسی کافر) کا متولی کرنا حرام ہے۔

۳۸۳/۱	مطبوعہ مجتہبی دہلی	کتاب الوقت	۱۸/۳
۱۳۶/۱	باب العاشر مطبوعہ مجتہبی دہلی	کتاب الزکوۃ	۱۸/۳
۳۸/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"
۱۳۶/۱	مطبوعہ مجتہبی دہلی	"	"



اسلامہ بدائع

اس کے کہ اس کے اسلام کی امید ہو، بدائع۔ (ت)  
 عبارت رد المحتار يشترط للصحة بلوغه و عقله للاحريته واسلامه صراحة (ممت قوليت  
 کے لئے بلوغ اور عقل شرط ہے حریت اور صراحتاً مسلمان ہونا شرط نہیں۔ ت) خاص و بارہ ذمی ہے یعنی  
 متولی بن سکے کے لئے اسلام شرط نہیں کہ کافر ذمی بھی اگر متولی کیا جائے گا ہو جائے گا نہ یہ کہ کوئی کافر کیسا ہی ہو  
 متولی ہو سکتا ہے، اس عبارت کے متصل ہی خود اس میں اس کی سند یہ لکھی،

لما في الاسعاف لو اوصى الى صبي تبطل في  
 القياس مطلقاً وفي الاستحسان هو  
 باطله مادام صغيراً ولو كان عبداً يجوز قياساً  
 واستحساناً، ثم الذم في الحكم كالعبد  
 فلو اخرجهما القاضى ثم عتق العبد واسلم  
 الذم لا تعود اليهما اذ يحرم ونحوه في  
 النهي

یعنی اسلام شرط نہ ہونے کی سند وہ ہے جو اسعاف  
 میں فرمایا کہ اگر کسی نابالغ کو وصی کیا تو قیاس میں  
 مطلقاً باطل ہے، اور استحسان یہ ہے کہ اس کے  
 نابالغ رہنے تک باطل ہے اور اگر غلام ہو تو قیاس  
 استحسان دونوں میں صحیح ہے اور حکم میں ذمی مثل غلام  
 ہے، پھر اگر حاکم نے انہیں وصایت سے نکال دیا  
 اور اس کے بعد غلام آزاد ہو اور ذمی اسلام لے آیا  
 تو وصی ہو جائیگا، یہ بحر میں ہے اور اسی کے مثل نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

لا تشترط الحرية والاسلام للصحة لما في  
 الاسعاف ولو كان عبداً يجوز قياساً واستحساناً  
 والذم في الحكم كالعبد فلو اخرجهما القاضى  
 ثم عتق العبد واسلم الذم لا يعود الولاية  
 اليهما كذا في البحر الرائق

یعنی متولی بن سکے کے لئے آزادی و اسلام اس سند  
 سے شرط نہیں کہ اسعاف میں فرمایا کہ اگر غلام ہو تو  
 قیاس و استحسان دونوں میں اس کی وصایت ممکن ہے  
 اور حکم میں ذمی بھی غلام کے مثل ہے اور اگر قاضی نے  
 انہیں نکال دیا پھر غلام آزاد ہو اور ذمی مسلمان ہوا  
 تو اس سے وصایت ان کی طرف عود نہ کر آئے گی، ایسا ہی بحر الرائق میں ہے۔

دیکھو صراحتاً کلام کافر ذمی میں ہے اور مرتد ہرگز اس کی مثل نہیں وہ سب کافروں سے بدتر ہے۔

لے در مختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتہبی دہلی ۱/۵۶ - ۳۵۵

لے و لے رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۸۵

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۰۸

اشباہ والنظار میں ہے :

الماتد اقبح کفر امن الکافر الاصلی یعنی مرتد کفر میں کافر اصلی سے بدتر ہے ۔  
شرط اسلام نہ ہونے کے لئے ایک قسم کے کافر کا کسی ایک صورت میں متولی بن سکتا کافی ہے نہ کہ  
شرطیت اسلام جیسی نہ ہوگی کہ ہر قسم کا کافر متولی بن سکے مگر کم علمی و نا فہمی عجب چیز ہے پھر صحت کے لئے شرط  
نہ ہونے سے اتنا ہی تو ہوا کہ بن سکتا محتمل ہے نہ یہ کہ اسے متولی بنانا جائز و حلال ہے ۔ ابھی ابھی اسی ردالمحتار  
و دیگر معتدات سے صاف تصریحیں گزریں کہ کسی کافر کو متولی بنانا مطلقاً حرام ہے اور اسی میں کلام ہے ، جو  
امر ہمارے دین میں حرام ہے اسے رواد کھنا صریح مذہبی دست اندازی و بدخواہی اسلام ہے ۔

(۱۰) پھر یہ بھی اس حالت میں ہے کہ اس کے ذمہ صرف نگہداشت یا ضروری اشیاء کی خرید و فروخت  
حساب کی تکلف پڑھت ہو کسی مسلمان پر اسے کوئی اختیار نہ دیا گیا ہو اس صورت میں متولی اگرچہ ہو سکے گا مگر  
کرنا حرام ہے ۔ ردالمحتار کی عبارت مذکورہ اسی صورت سے متعلق ہے اور اگر اسے کوئی اختیار دیا جائے مثلاً  
امام یا مؤذن یا فراش یا اور کسی ملازم کی موقوفی یا بحال یا اضافہ یا کمی یا رخصت یا معطلی میں کچھ دخل جب  
تو اس کی تولیت نہ صرف حرام بلکہ باطل محض ہے نہ ہو سکتی ہی نہیں جیسا کہ ابھی اسی ردالمحتار و بحر الرائق و  
غایۃ البیان سے گزرا اور انھیں کتابوں میں اس پر اس آیت کریمہ سے دلیل لائے :

لن يجعل الله للكفریت علی المؤمنین سبیلاً یعنی شریعت الیہ ہرگز کسی کافر کو کسی مسلمان پر  
کوئی اختیار نہ دے گی ۔

بالجملہ رافضی کو مسجد خواہ کسی وقت کا ذی اختیار متولی کرنا جس سے کسی مسلمان ملازم وغیرہ پر اسے کوئی اختیار  
ملے یہ تو ممکن ہی نہیں اگر کیا جائے نہ ہو سکے گا اور اس کی تولیت باطل محض ہوگی اور محض بے اختیار متولی  
کیا جائے یہ بھی کم از کم قطعاً حرام اور مذہبی دست اندازی و بدخواہی اسلام ہے ۔ بفرض غلط اگر رافضی کافر  
نہ بھی ہوتا تو مجروح فاسق علی سے تو یقیناً بدتر ہے کما نص علیہ فی الغنیہ شرح المنیہ ، اور ابھی شریعت الیہ ردالمحتار  
سے گزرا کہ فاسق کا متولی کرنا بھی حرام ہے ۔ یہ ہے مسئلہ کی تحقیق و باللہ التوفیق ۔

(۱۱) روافض کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کرنا ہرگز جائز نہیں کہ جب وہ شرعاً مسلمان ہی نہیں تو وہ  
نہ اہل عبادت ہیں نہ ان کی نماز نماز کہ عبادت کی پہلی شرط اسلام ہے اور جب ان کی نماز باطل محض ہے



تو انہیں شریک کرنا صفت کا قطع کرنا ہوگا کہ غیر نمازی صفت میں کھڑا ہے اور صفت کا قطع کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من قطع صفاً قطعہ اللہ - رواہ النسائی والمجاہد عن ابن عمر رضی اللہ عنہما صحیحہ۔  
جو کسی صفت کو قطع کرے اللہ اسے قطع کرے۔ اس کو امام نسائی اور امام حاکم نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

رافضیوں کے بارے میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تخریج عقلی و ابن حبان گزری اس کی روایت ابن حبان میں ہے،

ولا تصلوا علیہم ولا تصلوا معہم - نہ رافضیوں کے جنازے کی نماز پڑھو نہ رافضی کے ساتھ نماز پڑھو۔

(۱۲) جو لوگ ان احکام شرعیہ کی مخالفت کریں رافضی کو متولی بنائیں یا اسے نماز میں داخل کریں صراحت شریعت کے بدلنے والے اور احکام الہی کے خلاف چلنے والے اور مستحق تعزیر شدید و عذاب مدید ہیں یہ بھی جب کہ ان روافض کے عقائد مطلع ہو کر انہیں کافر جانیں اور براہ خباثت نفس اپنے کسی دنیوی علاقہ کے سبب ان امور کے مرتکب ہوں ورنہ ایسی حالت میں انہیں مسلمان جانیں تو خود ہرگز مسلمان نہ رہیں گے۔ بزازیہ و ذخیرۃ العقبہ و مجمع الانہر و در مختار وغیرہ میں ہے،

من شک فی عذابه و کفرہ فقد کفر - جو ان کے عذاب اور کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔ والیاذ باللہ تعالیٰ۔

تبیینہ : یہ احکام کہ ہم نے لکھے یعنی مسجد خواہ کسی وقت کا ادنیٰ ذی اختیار متولی اصلاً نہ ہو سکتا اور غیر ذی اختیار متولی کرنا بھی حرام ہونا اور اسلامی کام میں انہیں دخل دینا باطل و مردود ہونا اور نماز میں انہیں داخل کرنے کی تحریم اور یہ کہ ان کی نماز نماز نہیں، یونہی جملہ احکام ارتداد کے ان کے تمام اعمال جبط اور ان کے نکاح باطل و فسخ، اور یہ کہ جہاں بھر میں کسی سے ایسے عقیدہ کے مرد یا عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا نہ مسلمان سے نہ کافر سے نہ مرتد سے، جس سے ہو گا زنا محض ہوگا، اور یہ کہ وہ اپنے کسی مورث کے اصلاً وارث نہیں ہو سکتے اگرچہ ان کا باپ یا بیٹا ہو اور یہ کہ انہیں کسی بالغ یا نابالغ

لے سنن النسائی کتاب الامامة والجماعة باب من وصل صفاً نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۳۱  
لے کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس الخ حدیث ۲۹-۳۲۵۲۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۵۴۰  
لے در مختار باب المرتد مطبع مجتہدی دہلی ۳۵۶/۱

پر اگرچہ ان کی اولاد ہو کوئی ولایت نکاح وغیرہ کی نہیں ہو سکتی اور یہ کہ ان سے میل جول حرام اور یہ کہ ان کی حیات یا موت میں کوئی اسلامی برتاؤ ان سے حرام۔ یہ تمام احکام نہ صرف ان رافضیوں بلکہ ان جمیع فرق و اشخاص کے لئے ہیں جو باوصف کلمہ گوئی اپنے کسی عقیدہ یا عمل میں کفر رکھتے ہیں جیسے ہر قسم کے وہابی اور نحری اور قادیانی اور چکڑا لوی اور حلول یا اتحاد بکنے والے جھوٹے صوفی اور اب سب سے نئے اکثر گاندھوی کہ یہ سب مرتدین ہیں اور ان سب پر وہی احکام جیسا کہ علمائے حریمین طیبین کے دونوں مشہور فتاویٰ الحرمین وحسام الحرمین وغیرہما اور الحجۃ المومنین سے ظاہر ہے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔  
اللہ تعالیٰ حق ارشاد فرماتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تعالیٰ اعلم۔ (ت)

**مسئلہ ۲۲۹** از سلی بحیث مرسلہ جناب مولانا محدث سورتی دام فیضہ ۱۹ صفر ۱۳۲۸ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک موضع وقتی پانچ برس کو ممبران انجمن اسلامیہ سے ایک توفیر معین پر ٹھیکہ لیا، علاوہ مقررہ ٹھیکہ کے ایک درخواست ٹھیکہ دار نے بعد ایک سال کے اس مضمون کی دی کہ چونکہ انجمن کے ممبر وغیرہ زائد از پانچ سال کو ٹھیکہ بشرعاً نہیں دے سکتے لہذا بغرض کارگزاری آئندہ مجھ سے معاہدہ تحریری کر لیا جائے کہ آئندہ پانچ برس کو بھی ٹھیکہ مجھی کو دیا جائے، چنانچہ معاہدہ تحریری دستخطی کر لیا گیا کہ اگر سامیان موضع کو ٹھیکہ دار رضا مسند رکھے گا اور باغ کی توفیر زیادہ کرے گا اور محافطت کرے گا تو آئندہ کو بھی اسی توفیر پر دیا جاسکتا ہے مگر توفیر باغ کی بدستور رہی اور سامیان راضی نہیں، پس ایسی صورت میں اراکین انجمن کو پابندی لازم ہے یا نہیں، باینہم کہ اور اشخاص کی درخواستیں ٹھیکہ جدید کی زائد از سابق موجود ہیں جس میں مسجد و مدرسہ کا نفع ظاہر ہے، علاوہ ازیں اگر ٹھیکہ والے سابق نے پابندی معاہدہ کی موافقی کی ہو یعنی سامیان دیدہ کو راضی رکھنے کا اہتمام کیا ہو اور باغ کی توفیر کی زیادتی میں سعی کی ہو مگر اتفاق سے ان کی رضا مندی نہ ہو سکی اور توفیر میں ترقی نہ ہو سکی تو کیا ایسی صورت میں معاہدہ کی پابندی اراکین انجمن اسلامیہ لازم ہوگی اور اس کو اسی توفیر پر ٹھیکہ دینا جائز ہے گو مسجد و مدرسہ کا نقصان ہو۔ بتیوا و توجروا۔

**الجواب**

اراکین پر اس معاہدہ کی پابندی نہ صرف غیر ضروری بلکہ محض ناجائز و ممنوع و گناہ ہے وہ معاہدہ

اوقات کے اجارہ کا بیان

محض باطل و شرعاً مردود و ناروا تھا اور باطل کا حق یہ ہے کہ مٹایا جائے نہ کہ پابندی ہو، دیہات کا ٹھیکہ جس طرح ہندوستان میں رائج ہے باجماع مذاہب اربعہ باطل و ناجائز ہے، اس ٹھیکہ میں زمین تو اجارہ مزارعین میں ہوتی ہے اور توفیر آئندہ کا ٹھیکہ دیا جاتا ہے اور یہ حرام ہے عقد اجارہ شرع نے منافع کے لئے رکھا ہے نہ عین کے لئے، منفعت جیسے مکان میں رہنا گھوڑے پر چڑھنا اور عین جیسے روپیہ غلہ پھل وغیرہ، تو جو اجارہ استہلاک عین پر واقع ہو مردود و باطل ہے،

الاما خصه الشرع كاجارة الضرع للارض ضاع  
فانها على اللبن واللبن عين لکن و مرد  
الشرع با باحتها على خلاف الاصل فيقتصر  
على مورد ۵۔

مگر جس کو شرع نے مخصوص کر دیا ہو جیسے دودھ پلانے کے لئے کوئی دودھ والہ جانور اجرت پر لینا کیونکہ یہ اجارہ دودھ پر واقع ہوا اور دودھ عین ہے لیکن شرع خلاف قیاس اس کی اجازت پر وارد ہے

لہذا یہ حکم اپنے مورد پر بند رہے گا (ت)

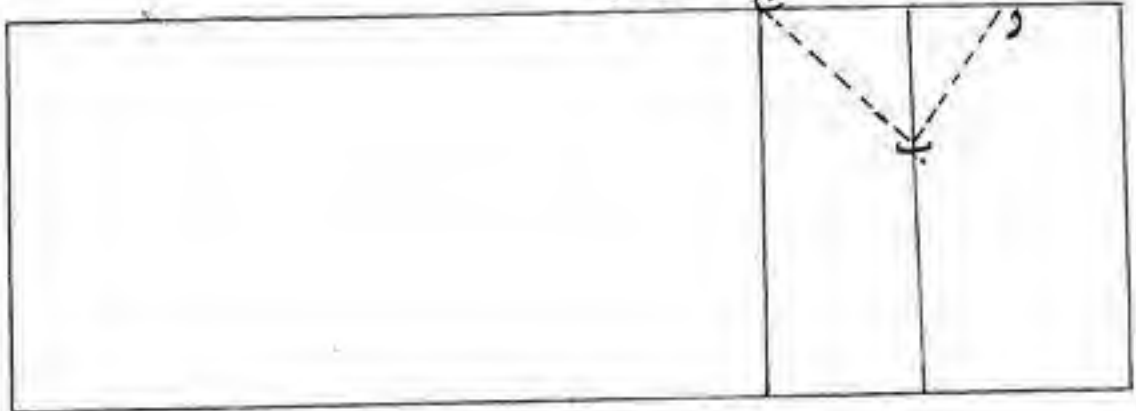
فتاویٰ خیرہ و عقود الدریہ و در مختار و رد المحتار وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور فتاویٰ فقیر میں اس کی کامل تفصیل و تنقیح۔ اور اگر اس سے قطع نظر ہی کریں تو اولاً ارکین کی وہ تحریر صرف ایک وعدہ تھی اور وفائے وعدہ پر جبر نہیں کہا فی الاشباہ والنہایۃ وغیرہا (جلیلا کہ المشاہدہ اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت)

ثانیاً وہ وعدہ بھی لفظ ان شاء اللہ کے ساتھ تھا جو حلف کے اثر کو بھی باطل کر دیتا ہے۔ ثالثاً ارکین کو کوئی اختیار نہ تھا نہ ہے کہ وقف کے نقصان کا وعدہ کر لیں اور اپنے وعدہ کے نباہ کے لئے وقف کا نفع کھویں۔

بالجملۃ وہ تحریر تو محض مہل اور یہ رائج ٹھیکہ باطل و حرام ہے ارکین کو چاہے کہ دیہات میں جس وقت سال تمام ہوتا ہے اس وقت نظر کریں کہ بعض مزارعین سے پٹہ کی میعاد باقی ہے یا سب کی ختم ہو گئی یا کُل یا بعض ایسے ہیں جن سے کسی میعاد معین کا معاہدہ نہ ہوا سال بسال زراعت کرتے اور اجرت دیتے ہیں، یہ تین صورتیں ہیں۔ صورت دوم میں تو ظاہر ہے کہ زمین دیہہ اجارہ سے پاک و خالص ہو گئی، اور صورت سوم میں تمام مزارعوں کو اطلاع دے دیں کہ سال آئندہ زمین ہماری طرف سے تم کو اجارہ میں نہ دی جائے گی بلکہ ہم کل زمین دیہہ فلاں مستاجر کو اجارہ دیں گے اس کی طرف سے تم کو بدستور اجارہ ملے گی جس سے تمہارے معمول میں فرق نہ آئے گا یوں زمین دیہہ خالص ہو جائے گی، صورت اول میں البتہ دقت ہے اس کا علاج یہ ہے کہ جس جس کی میعاد باقی ہے اسے بلا کر سمجھایا جائے

کہ ہم صحت شرعی کے لئے یہ کارروائی کرتے ہیں جس کا کوئی اثر تمہارے خلاف نہ پڑے گا تم زبانی کہہ دو کہ ہم نے بقیہ میعاد کے اجارہ زمین سے دست برداری کی اس سے تمہیں ضرر نہ ہوگا زمین بدستور تمہیں کو ملے گی کاغذی عمل درآمد میں تبدیل نہ ہوگی شرعی طور پر سال آئندہ سے ہمارے بدلے فلاں مستاجر سے تم کو زمین اجارہ میں ملے گی جب وہ اس پر راضی ہو کر فسخ اجارہ کر دیں تو تمام زمین خالص ہو جائے گی بعد مستاجر سے کہا جائے کہ ہم نے اس تمام دیہہ کی زمین پانچ برس کے لئے فی سال اتنے روپے کے عوض تمہارے اجارہ میں دی وہ قبول کرے یہ عقد صحیح و جائز شرعی ہوگا اور زبردستی کے لئے حلال ہوگا جو بچا مستاجر کے لئے حلال ہوگا ورنہ طرفین گنہگار اور نشست کم ہوئی تو اصل منافع موجودہ سے جتنا زائد آئے گا وقف کے لئے حرام ہوگا وہ ملک مستاجر ہے اور نشست زیادہ ہو تو جتنا بچا وہ مستاجر کے لئے حرام ہوگا وہ مال وقف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۳۴** مسئلہ ظہور الدین صاحب وکیل بریلی محلہ خواجہ قطب ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کی تعمیر زیر تجویز ہے جس کی اوپر کی منزل پر تعمیر ہونا قرار پایا ہے لیکن مسجد کو وسیع بنانے اور اس کا ٹھیک رُخ قائم کرنے میں ایک جزو مکان دوسرے شخص کا بھی آتا ہے یہ جزو ایک چھوٹے سے مشلت کی شکل میں ہے یہ شخص مالک مکان اس مشلت کو وقف کرنے کو تیار ہے لیکن یہ کہنا ہے کہ تعمیر مسجد جو اوپر بنے گی نیچے کے قطعہ مشلت کو اس کو رومی طور پر کرایہ یا چائنٹی پر دے دیا جائے تاکہ وہ شخص اس پر تعمیر نیچے نیچے کر لے اس کا یہ خیال ہے کہ میرا مکان جو مشلت قطعہ دینے سے کوٹھا ٹوٹ کر ناقص ہو جائے گا پھر نیچے نیچے کوٹھے کی تعمیر کرنے سے درست ہے زمین موقوفہ رہے گی اور اس کا کرایہ وہ ادا کیا کرے گا، ذیل میں ایک نقشہ بغرض سہولت فہم بنا دیا گیا ہے جس میں 'ا' ب' ج' سے اراضی استفتاء طلب دکھائی ہے آیا بعد وقف کے اس کو اراضی اس طور سے کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں کرایہ ضرور مسجد میں صرف ہوگا، نقشہ یہ ہے :





## الجواب

وہ شخص اپنا خاص جزو مکان اس مسجد کے نام وقف کرنے اور وقف نامہ رجسٹری کرادے پھر مصارف مسجد کے لئے یہ خاص ٹکڑا اس شخص کو اجرت مثل پر اجارہ میں دیا جائے اور ہر تین سال کے بعد کہ ایہ نامہ کی تجدید کی جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ وقف کرتے وقت وقف نامہ میں متولی مسجد کو یہ اجازت لکھ دے کہ یہ خاص ٹکڑا زیادہ مدت کے لئے بھی مجھ کو اجارہ میں دیا جاسکے اس صورت میں تین سال کی قید نہ رہے گی مگر وقف کیلئے زیادہ احتیاط اسی پہلی صورت میں ہے، درمختار میں ہے :

یراعی شرط الواقف فی اجارہ تہ فلو اھمل  
الواقف مدتها قیل تطلق الزیادة للقیم و  
قیل تقید بسنة مطلقا، وبھا ای بالسنة  
یفقی فی الدار و بثلاث سنین فی الارض  
الا اذا كانت المصلحة بخلاف ذلك لی  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

وقف کے اجارہ میں شرط واقف کو ملحوظ رکھا جائیگا  
اگر واقف نے مدت اجارہ کا تعین نہیں کیا تو ایک  
قول یہ ہے کہ متولی کے لئے زیادتی کی اجازت مطلق  
رکھی جائے گی اور ایک قول یہ ہے کہ ایک سال  
کے ساتھ معید ہوگی اور ایک سال کی مدت پر ہی  
فتویٰ دیا جائے گا مکان کے بارے میں اور تین سال

کی مدت پر فتویٰ دیا جائے گا زمین کے بارے میں سوائے اس کے کہ مصلحت اس کے خلاف میں ہو۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳۲ از سبلی بھیت محلہ کھکرا مرسلہ حمید الدین خان صاحب کارندہ اکبری بیگم ۶ رمضان مبارک ۱۳۲۶ھ  
قبلہ دو جہاں و کعبہ دین و ایمان دامت برکاتہم بعد منائے قد مبوسی عارضی، بی بی صاحبہ نے جائداد  
وقف کی ہے وارث سے اندیشہ ہے کہ بعد وفات مفسوخ کو اگر قبضہ مالکانہ کریں حضور سے دریافت کیا کہ  
یہ تحریر شرعاً درست ہے اگر اس میں کوئی شک ہے تو دوسرا کاغذ رجسٹری کرادیا جائے، وقف نامہ صحیح  
کے اسٹامپ پر تحریر ہے اس کی نقل واسطے ملاحظہ اقدس ارسال خدمت ہے جس وقت حضور کا جواب  
آئے گا تب داخل خارج کی درخواست دی جائے گی بی بی صاحبہ نے اپنی دوسری جائداد سے حصہ و ارشاد کو  
دے دیا ہے یہ جائداد وقف کی ہے۔

خلاصہ وقف نامہ : میں اکبری بیگم فارسی خواندہ بنت عبدالرشید خاں مرحوم ساکنہ سبلی بھیت  
محلہ کھکرا بحالت صحت نفس و ثبات عقل اپنی خوشی سے اس وقت اپنی جائداد حسبہ اللہ واسطے مصارف



خیر اطعام مساکین و پارچہائے سرا و گرانے مساکین و تجہیز و تکفین غریبائے اسلام و جہیز و خیران مساکین و صرف خیر مساجد و مدارس دینی و حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً وقف لوجہ اللہ کرتی ہوں تا حیات خود متولی رہوں گی بعد میرے فیاض الدین احمد خان بعد ان کے ان کی اولاد ذکور جو پابند شرع شریف ہو بمعیت حکیم خلیل الرحمن خاں و مولوی وحسی احمد صاحب رہیں گے متولیان سو روپے سال اصغر ی یگم کو جو میری چھوٹی بہن ہے دیتے رہیں بعد ان کے ان کی اولاد ذکور جو پابند شرع شریف ہو دیتے رہیں نیز یہ بھی شرط ہے کہ میری رائے میں بحالت تولیت میری اس حقیقت کا بیع یا رہن کرنا یا ٹھیکہ دینا اور اس سے دوسری جائیداد یا اور کوئی شے مفید واسطے منافع اغراض وقف کے خرید کرنا ضرور معلوم ہو تو ایسا کرنے کا حسب شرائط دستاویز ہذا مجھے اختیار ہو گا اس لئے کہ موت کا وقت مقرر نہیں ہے لہذا انتظار ناؤ احتیاطاً یہ وقف نامہ لکھا گیا افضل خیرات شرعیہ ہے کہ جائیداد مذکورہ کسی قیمت مناسب پر فروخت کر کے وقتاً فوقتاً خود اپنے ہاتھ سے خیرات کرتی، لہذا تا حیات اپنی مجھ کو اختیار ہو گا کہ جس وقت چاہوں فروخت کر کے حسب رائے خود خرچ کر دوں اور جو کچھ بعد میں باقی رہے گا اس سے شرائط وقف نامہ ہذا متعلق ہوں گے اگر میری حیات میں متولیان سے کوئی فوت ہو جائے تو مجھ کو متولی مقرر کرنے کا خود اختیار ہو گا، متولیان کو چاہئے کہ سنہ سال بطور خیرات تا حیات اس کے سوا کسی کو جو اس وقت میرے پاس ہے بعد میرے دیا کریں گے بعد وفات اس کے یہ روپیہ دیگر خیرات میں شامل کیا جائے اگر خدا نخواستہ ملک حجاز اپنی بد قسمتی سے نہ پہنچ سکوں تو میری قبر کسی بزرگ کے قریب بنوائی جائے اور محفوظ و متمیز کر دی جائے اور ایصالِ ثواب قرآن شریف و کلمہ و درود میں ستر سال تک خرچ کیا جائے چونکہ آمدنی جائیداد کی تعیین نہیں ہو سکتی میری رائے میں منہائے اغراضات متعلق جائیداد کے ایک ثلث حرمین شریفین میں واسطے خیرات کے دیا جائے اور ایک ثلث طلبائے علم دین و مصارفِ مساجد پبلی بحیثیت و مدرسہ عربی واقع پبلی بحیثیت ایک ثلث فقراء و مساکین و اطعام وغیرہ اور واسطے ایصالِ ثواب شاہ محمد شیر صاحب کے ۵۰ روپے سالانہ یا جس قدر زائد گنجائش ہو کیا جائے مجھے حکام سے امید ہے کہ بوقت دورہ اس جائیداد موقوفہ کی نگرانی فرمادیں، متولیان کے پاس رجسٹر حساب جمع خرچ باقاعدہ درست رہنا ضرور ہے، میرے وارث یا قائم مقام کو اس کے تبدیل تغیر کا اختیار نہ ہو گا۔ لہذا یہ وقف نامہ بتعین مالیت مع ہمارے روپیہ لکھ دیا کہ سند ہو۔ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۰۶ء رجسٹری شدہ ہے۔

### الجواب

یہ کاغذ باطل محض ہے اس میں انشاء وقف کے دو جملے ہیں،

اول وقف لوجہ اللہ کرتی ہوں، اور اس میں یہ شرط لگائی کہ اسے بیچ کر جائیداد یا اور کوئی شے مفید اغراض وقف خرید کرنے کا مجھے اختیار ہوگا۔ شرط استبدال اگرچہ جائز ہے مگر یوں کہ اس کے عوض دوسری جائیداد ہی لی جائے جو انھیں مقاصد پر وقف ٹھہرے نہ کہ علاوہ جائیداد مطلقاً جو شے چاہے جیسا کہ اس کاغذ میں تحریر ہے ایسی شرط سے وقف باطل ہو جاتا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اذا شرط فی اصل الوقف ان یتبدل  
به ارضا اخرى اذا شاء فتكون وقفا  
مکانها، فالوقف والشرط جائزان  
عند ابی یوسف وکذا لو شرط ان یبیعها  
ولیتبدل بشمها مکانها، وفي  
واقعات القاضی الامام  
فخر الدین قول هلال مع  
ابی یوسف رحمهما الله تعالى  
وعليه الفتوى كذا في  
الخلاصة، وان قال علی  
ان ابیها بما بد الح من  
الثمن من قليل او كثير  
او علی ان ابیها واشتری  
بشمها عبدا او قال ابیها و  
لم یزد علی ذلك، قال هلال  
هذا الشرط فاسد یفسد به  
الوقف كذا في فتاوی  
قاضی خات، ولو شرط  
الاستبدال ولم یذكر ارضا  
ولا دسرا، له ان یتبدل  
بجنس العقار ما شاء

اگر واقف نے اصل وقف میں یہ شرط عائد کی کہ جب  
چاہے گا اس زمین کے بدلے دوسری زمین لے گا  
اور وہ اس پہلی زمین موقوفہ کی جگہ وقف ہوگی تو امام  
ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک وقف و شرط  
دونوں جائز ہیں، اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اس  
کو فروخت کر کے اس کے ثمن کے بدلے دوسری  
زمین خریدے گا تو اس کی جگہ وقف ہوگی تو بھی  
جائز ہے اور واقعات قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ  
تعالیٰ علیہ میں ابو یوسف کے قول کے ساتھ شیخ ہلال  
علیہ الرحمۃ کا قول بھی مذکور ہے اور اسی پر فتویٰ ہے  
یہ خلاصہ میں ہے اور اگر واقف نے اصل وقف میں  
یوں کہا کہ اس شرط پر وقف کرنا ہوں کہ میں اس  
وقف کو اپنی رائے کے مطابق کثیر یا قلیل ثمن کے  
بدلے فروخت کروں گا یا یوں کہا کہ اس شرط پر میں  
اس کو فروخت کروں گا اور اس کے ثمن کے بدلے  
غلام خریدوں گا یا یوں کہا کہ اس شرط پر کہ میں اس  
کو فروخت کروں گا، اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو شیخ  
ہلال نے فرمایا کہ یہ شرط فاسد ہے اور اس سے  
وقف فاسد ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے، اور  
اگر اس نے فقط استبدال کی شرط کی اور یہ بیان  
نہ کیا اس کے بدلے زمین یا دار لے گا تو اس کو اختیار

من دارا و ارض كذا فی الخلاصة ، و اذا  
قال علی انت استبدل ارضا اخرى  
لیس له انت یجعل البذل دارا و  
كذا علی العكس كذا فی فتح القدير  
و ذكر المخاصات فی وقفه لوشروط ان یدیعها  
و یصرف ثمنها الی مائت ائمت ابواب  
الخیر فالوقف باطل كذا فی الذخيرة

ہوگا کہ جس عمارت سے جو چاہے اس کے بدلے میں  
لے لے چاہے زمین یا مکان، یوں ہی خلاصہ  
میں ہے۔ اور اگر اس نے کہا اس شرط پر کہ میں اس  
کے بدلے دوسری زمین لوں گا تو اب اس کے بدلے  
مکان نہیں سکتا اور یہی اسکا عکس ہے جیسا کہ فتح القدير میں  
امام خصاف نے اپنی وقف میں ذکر فرمایا کہ اگر  
واقف نے یہ شرط کی کہ میں وقف کو فروخت کر کے

ثمن کاربائے خیر میں جہاں چاہوں گا خرچ کروں گا تو وقف باطل ہوگا، ذخیرہ میں یونہی ہے۔ (د ت)  
دوہر جو کچھ بعد میرے باقی رہے گا اس سے شرائط و فتنائے متعلق ہوں گے اس کا حاصل یہ ہے  
کہ فی الحال اس جائیداد کا کوئی حصہ وقف نہیں میں جب چاہوں بیچوں اور جہاں چاہوں خرچ کروں میرے  
بعد اس بیع و خرچ سے کچھ باقی بچے تو وہ وقف ہو گا ہر ہے کہ یہاں کچھ معلوم نہیں کہ بعد زندگی اس کے بیع و  
خرچ سے کوئی حصہ جائیداد باقی رہے یا کچھ نہ رہے اور رہے تو کیا اور کس قدر، تو یہ ایک مجہول چیز کا وقف کرنا  
ہو اور مجہول کا وقف باطل ہے پھر وہ بھی ایک احتمالی بات پر معلق رہا اور ایسی تعلیق کا وقف باطل ہے۔ درمختار  
میں ہے :

شرطه ان یکون قرابة فی ذاته معلوما لا معلقا  
الابکان ینہ  
شرط وقف یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے  
قرابت ہو اور معلوم ہو معلق نہ ہو ہاں شرط موجود کے  
ساتھ معلق ہو سکتا ہے (د ت)

ردالمحتار میں ہے :

حتى لو وقف شیئا من ارضه ولم یسمہ لا یصح  
ولو بین بعد ذلک  
یہاں تک کہ اگر کسی نے اپنی زمین کا کچھ حصہ وقف  
کیا اور اس کو متعین نہ کیا تو وقف صحیح نہ ہوگا اگرچہ  
بعد میں بیان کر دے (د ت)

۳۹۹-۲۰۰/۲	نورانی کتب خانہ پشاور	ابواب الرابع	لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف
۲۰۲/۲	"	"	"
۳۴۴/۱	مطبع مجتہدانی دہلی	کتاب الوقف	درد مختار
۳۶۰/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	ردالمحتار

اسی میں اسعاف سے ہے ،  
الوقف لا یحتمل التعلیق بالخطر

وقت ایسی شے کے ساتھ معلق ہونے کا احتمال  
نہیں رکھتا جو محتمل الہلاک ہو (ت)

فتح القدر میں ہے ،

لو قال اذ امت من مرضی هذا فقد وقفت  
امرضی الی اخره فمات لم تصر وقفا۔

جب کہا کہ اگر میں اپنی اس مرض میں مر گیا تو  
میں نے اپنی یہ زمین وقف کر دی ، پھر مر گیا تو  
زمین وقف نہ ہوئی (ت)

اس کے بعد جو لکھا کہ حکام سے امید ہے کہ اس جائیداد موقوفہ کی نگرانی کریں اور اخیر میں کہا کہ یہ وقف نامہ لکھ دیا  
اور متولیوں کو مصارف بتائے ان میں کسی سے انشاء وقف نہ مقصود ہے نہ مفہوم بلکہ یہ سب اپنے اسی  
خیال کی بنا پر ہے کہ اسے وقف سمجھا جاتا ہے وہ شرعاً ہنوز وقف نہ ہوئی اور غلط خیالی کی بنا پر جو الفنا  
کے جائیں کچھ اثر نہیں رکھتے۔ اس شبہ قاعدہ لا عبۃ بالنظر البین خطوہ میں ہے ،

لو اقر بطلاق من وجہ ظنا الوقوع بافتاء  
المفتی فتبین عدمہ لیس یتم کما  
فی القنیۃ۔

اگر کسی نے کسی مفتی کے فتویٰ دینے کی وجہ سے  
دفعہ طلاق کا گمان کرتے ہوئے اپنی بیوی کی  
طلاق کا اقرار کیا پھر اس کا عدم ظاہر ہو گیا تو طلاق  
واقع نہیں ہوتی جیسا کہ قنیہ میں ہے (ت)

پس اس طالبہ ثواب کو چاہئے کہ اسے از سر نو وقف فرمائے اور بعد موت پر معلق نہ کرے کہ وہ اس  
میں اگر ثلث متروکہ سے زائد ہو تو پھر وارثوں کی اجازت کا جھگڑا ہے اور واقعہ استبدال کی شرط لگانا چاہیے  
تو اختیار ہے مگر صرف اس طرح کہ اسے دوسری جائیداد سے بدل لیں خواہ بیع کر اس کے عوض دوسری  
جائیداد خرید لیں اور اب وہ دوسری فوراً انہیں شرائط پر وقف ہو جائے گی ، اور ماورائے جائیداد کسی  
اور چیز سے تبدیل کا ذکر ہرگز نہ ہو ورنہ وقف جاتا رہے گا اور یہ خیال نہ کریں کہ اپنی حیات میں بیع کر  
خرچ کر دوں تو ثواب زیادہ ہے ، نہیں بلکہ اپنی حیات میں وقف کا مل کریں اور شرط کر لیں کہ زندگی بھر

۳۶۰/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوقف	لے ردالمحتار
۲۲۳/۵	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	"	۱۱ فتح القدر
۱۹۴/۱	ادارۃ القرآن کراچی	القاعدۃ السالبع عشر	۱۲ الاشباہ والنظائر



اس کے تمام مصارف میرے ہاتھ سے ہوں گے اور میری رائے و اختیار پر رہیں گے میرے بعد فلاں فلاں متولی ہوں اور اتنا اتنا فلاں مصروف میں صرف کیا کریں یوں اپنی رائے سے زندگی بھر جیسا چاہے صرف کا اختیار رہا اور بعد کو بھی تابقائے جائداد ثواب پہنچا کیا۔ عالمگیری میں ہے :

سجل اس ادا ان يجعل ماله بوجه القرية  
فبناء الرباط للمسلمين افضل من عتق  
الرقاب لانه ادم، وقيل التصديق على  
المساكين وقلت قد كنا قلنا لمن اراد  
ذلك ان يشتري الكتب ويضع في دار الكتب  
ليكتب العلم لانه ادم، فكان افضل من  
غيرة ولو اس ادا ان يتخذ دارا له وقفا  
على الفقراء، فالصدق بثلثها افضل  
ولو كان مكان الدار ضيقة فالوقف افضل  
كذا في المصنوعات (ملخصاً)

اگر بجائے گھر کے زمین موقوف ہو تو وقف افضل ہے، ایسے ہی مضمرات میں ہے (ملخصاً)۔ (ت)

فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے :

سجل جاء الى المفتي و اس ادا ان يتقرب  
الى الله تعالى بدارسة فساءل ابيها و اتصدق  
بثلثها واشترى بثلثها عبدا فاعتقهم  
او اجعلها دار المسلمين اي ذلك يكون  
افضل، قالوا يقال له ان بنيت رباطا  
وتجعل لها وقفا ومستغلا لعمارتها  
فالرباط افضل فانه ادم واعم نفعاً،  
وان لم تجعل للرباط مستغلا

ایک مفتی کے پاس ایسا شخص آیا جو اپنے گھر کے  
ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کا ارادہ  
رکھتا ہے اس نے کہا کہ میں اس کو فروخت کر کے اس  
کے ثمن صدقہ کروں یا اس کے ثمنوں سے غلام خرید کر  
آزاد کروں یا اس کو مسلمانوں کے لئے گھر کروں  
ان میں سے کیا افضل ہے تو مشائخ نے کہا کہ  
اس کو یہ جواب دیا جائے کہ اگر تو رباط بنا کر اس  
کی آمدنی کے لئے کوئی شے وقف کرے تو رباط افضل





## الجواب

دونوں دستاویزیں سنیں، دستاویز اول وقف نامہ ہے اگرچہ غلطی سے اسے تملیک نامہ لکھا ہے اس کی عبارت یہ ہے: ”میں نے بحالتِ صحت نفس و ثبات عقل اراضی و مکان وغیرہ مذکورہ بالا کو اپنی ملکیت سے جدا کر کے واسطے امور و اغراض مذہبی متذکرہ آئندہ کے تملیک کر کے اقرار کرتا ہوں کہ مجھ کو اور میرے کسی وارث شرعی کو نسبتِ جائداد مذکور کے دعویٰ نہ ہو گا نہ خاں اپنی حیات تک متولی جائداد مذکور کے رہیں گے اور ان کے بعد جو شخص سجادہ نشین کے بعد دیگرے میرا ہو گا سجادہ نشین و متولی جائداد مذکور کا رہے گا کسی متولی کو کسی وقت رجمن و بیع کسی قسم کے انتقال کا اختیار نہ ہو گا یہ جائداد تملیک شدہ بطور وقف خاص مذہبی کام کے مقصور ہوگی اس میں کبھی وراثت جاری نہ ہوگی“ تو شک نہیں کہ وہ وقف نامہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) دستاویز ”ب“ کے ملاحظہ سے ظاہر کہ زید نے جو اصل واقف کا مقرر شدہ متولی تھا اپنی حالتِ حیات و صحت میں تولیت سے دستکشی کر کے اپنے بیٹے کو جانشین و متولی کیا شرعاً اسے کچھ اختیار نہ تھا،

اولاً متولی کو جائز نہیں کہ اپنی حیات و صحت میں دوسرے کو اپنی جگہ قائم کرے جب تک کہ واقف نے صراحتاً اسے اس کا اختیار نہ دیا ہو اور یہاں اسے اس کا اختیار نہ دیا تھا بلکہ عبارت وقف نامہ سے صاف ظاہر کہ واقف نے تاحیات زید اسی کا متولی رہنا لکھا اس کے بعد اوروں کی جانشینی تحریر کی، درمختار میں ہے،

اراد المتولی إقامة غيره مقامه في حياته وصحته ان كان التفويض له بالشروط عاما صح، والا فان فوض في صحته لا يصح۔  
متولی نے اپنی حیات و صحت میں دوسرے کو اپنا قائم مقام بنانے کا ارادہ کیا تو اگر اس کو شرط واقف کے ذریعے تفویض عام حاصل ہے تب صحیح ہے ورنہ حالتِ صحت میں تفویض صحیح نہ ہوگی (ت)۔

ثانیاً پیر زید کی جانشینی بھی خلاف شرط وقف نامہ عمل میں آئی جیسا کہ عبارت مذکورہ سے ظاہر ہے لہذا دستاویز ”ب“ محض مہمل و ناقابلِ عمل ہے تحریر وقف نامہ سے روشن ہے کہ متولی و سجادہ نشین ایک ہی شخص ہو اور اس کی نسبت واقف نے کوئی تعیین نہ کی تو مصالح شرعیہ و دینیہ کے اعتبار سے اقرانے واقف میں سے جو شخص سنی پرہیزگار، دیندار، دیندار علماء و صلحائے اہلسنت کے اتفاق رائے سے اس کام کے لئے

زیادہ مناسب ہو وہی سجادہ نشین و متولی کیا جائے علم، تقویٰ و دیانت و اہلیت کا لحاظ سب سے مقدم ہوگا اور جب تک اقارب واقف میں سے ایسا مل سکے اجنبیوں میں سے نہ کیا جائے گا۔ درمختار میں ہے:

وما دام احد یصلح للتولية من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب ،  
جب تک وقف کرنے والے کے اقارب میں کوئی متولی بننے کی صلاحیت رکھنے والا موجود ہے کسی اجنبی کو متولی وقف نہیں بنایا جائے گا۔ واقف کے قریبی رشتہ دار متولی کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وقف اس کے خاندان کی طرف منسوب رہے (ت)  
عرفا اس سلسلے کا مجاز و ماذون ہونا بھی ضرور ہے اگر ان سب باتوں میں مساوات ہو تو باعتبار حسن ترجیح ہوگی،

كما تصوات الاحق بالامامة اعلمهم بالكتاب والسنة ثم و ثم و ثم اسنهم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
جیسا کہ مشائخ نے نص فرمائی کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم امامت کا زیادہ حقدار ہے پھر فلاں، پھر فلاں پھر ان میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

### نوٹ

سولہویں جلد کتاب الشریک و کتاب الوقف پر ختم ہوئی  
سترہویں جلد کا آغاز کتاب البیوع سے ہوگا۔

۳۸۹/۱	مطبع مجتہائی دہلی	فصل راعی الشرط الوقف فی اجارۃ	کتاب الوقف	۱۵ درمختار
۱۰۱/۱	المکتبۃ العربیۃ کراچی	باب الامامۃ	کتاب الصلوۃ	۱۵ الہدیۃ
۸۲/۱	مطبع مجتہائی دہلی	"	"	درمختار